



# تاریخ اہل حدیث

ڈاکٹر محمد عظیم الرحمن

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



مکتبہ اسلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

اِنَّهٗ مِنْ سَلِيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# تاریخ اہل حدیث

جلد پنجم

تالیف

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

تاریخ اہل حدیث (جلد پنجم)	نام کتاب
ڈاکٹر محمد بہاء الدین	مؤلف
۶۹۹	صفحات
۲۰۱۳ء	سال اشاعت

## فہرست عناوین

صفحہ نمبر	عنوان
۷	سخن ہائے گفتنی
۱۲	عرض مولف
۱۴	شیخ عبداللہ آبادی
۱۷	اعتصام السنہ فی قانع البدعۃ
۱۸	باب اول: اتباع سنت کی ضرورت
۵۶	باب ثانی: تقلید کی مذمت اور رد بدعت
۹۲	الباب فی صلوة الاحباب
۹۳	الباب الاول: فی حکم رفع الیدین
۱۰۴	الباب الثانی: فی حکم وضع الیدین علی الحیازیم فی الصلوة
۱۱۰	الباب الثالث: فی حکم التعوذ جہراً و سراً
۱۱۳	الباب الرابع: فی حکم البسملة مع الفاتحہ
۱۱۴	الباب الخامس: فی قرأۃ الفاتحہ خلف الامام
۱۲۰	الباب السادس: فی حکم التامین
۱۲۳	الباب السابع: فی حکم البسملة مع السورۃ
۱۲۵	الباب الثامن: فی حکم جلستہ الاستراحتہ
۱۲۶	الباب التاسع: فی حکم قنوت الفجر
۱۲۸	باب العاشر: فی حکم التورک فی الجلستہ الاخریۃ
۱۲۹	ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین
۱۴۱	کسوٹی: ما انا علیہ و اصحابی
۱۴۷	منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری

- ۱۵۵ فروعات میں لفظ، حق و باطل، کا استعمال
- ۱۶۰ ہدایہ کی بناغالباً عقلی دلائل اور ضعیف احادیث پر ہے
- ۱۶۳ بخاری و مسلم کی ترجیح و تقدیم
- ۱۶۸ احادیث صحیحین کا قطعی ہونا
- ۱۷۴ بجواب مطاعن صحیحین
- ۱۹۴ اہانت حدیث کفر ہے
- ۱۹۷ صاحب ہدایہ مجتہد نہ تھا
- ۱۹۹ طعن ابن ہمام وغیرہ کا جواب
- ۲۱۴ کیا امام بخاری، شافعی المسلک تھے
- ۲۱۹ مجتہد مستقل، مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب
- ۲۲۱ التماس برائے آئندہ
- ۲۲۲ تبیان لرد البرہان
- ۲۲۹ ابطال دعویٰ حصر مذاہب باجماع مرکب
- ۲۳۰ ابطال دعویٰ حصر نجات مذاہب اربعہ میں
- ۲۳۱ اقرار ملا علی قاری کہ التزام کسی پر واجب نہیں
- ۲۳۲ شاہ ولی اللہ کے نزدیک تعیین کو بحق عامی مرجح کہنا کذب ہے
- ۲۳۵ وجوب التزام اور رواج تعیین مذہب کا شیوع
- ۲۴۰ حکم تلفیق
- ۲۴۲ حکم رجوع بعد العمل
- ۲۴۴ جواز قضا بخلاف مذہب
- ۲۴۶ قائل ہونا کئی علماء اہل سنت کا ساتھ تعدد حق کے
- ۲۵۷ جواز تقلید مفضول
- ۲۶۱ عامی کا کوئی مذہب نہیں
- ۲۸۲ تجزی اجتهاد اور جواز استدلال بالحدیث بحق غیر مجتہد مطلق
- ۲۹۱ اثبات اجتهاد اصحاب صحاح ستہ کا

- ۲۹۵ شعرانی کا قول کہ امام ابوحنیفہ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں
- ۲۹۷ خاتمۃ الرسالہ
- ۲۹۹ ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۴۔ اگست ۱۸۷۷ء
- ۳۰۲ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء
- ۳۱۰ ضمیمہ نمبر ۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء
- ۳۲۱ ضمیمہ نمبر ۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء
- ۳۳۰ ضمیمہ نمبر ۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۵۔ اگست ۱۸۷۷ء
- ۳۴۰ ضمیمہ نمبر ۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸۔ ستمبر ۱۸۷۷ء
- ۳۵۱ ضمیمہ نمبر ۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵۔ ستمبر ۱۸۷۷ء
- ۳۵۶ ضمیمہ نمبر ۷، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲۔ ستمبر ۱۸۷۷ء
- ۳۶۶ ضمیمہ نمبر ۸، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۹۔ ستمبر ۱۸۷۷ء
- ۳۷۷ ضمیمہ نمبر ۹، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء
- ۳۸۳ ضمیمہ نمبر ۱۰، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء
- ۳۸۸ ضمیمہ نمبر ۱۱، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۰۔ نومبر ۱۸۷۷ء
- ۳۹۳ ضمیمہ نمبر ۱۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء
- ۴۰۱ ضمیمہ نمبر ۱۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر یکم دسمبر ۱۸۷۷ء
- ۴۰۵ ضمیمہ نمبر ۱۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸۔ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ۴۱۵ ضمیمہ نمبر ۱۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵۔ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ۴۱۹ ضمیمہ نمبر ۱۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲۔ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ۴۲۷ ضمیمہ نمبر اول سفیر ہندوستان امرتسر یکم جنوری ۱۸۷۸ء
- ۴۳۶ ضمیمہ نمبر دوم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۵۔ جنوری ۱۸۷۸ء
- ۴۴۴ ضمیمہ نمبر سوم و چہارم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء
- ۴۵۷ ضمیمہ نمبر پنجم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء
- ۴۵۹ ضمیمہ نمبر ششم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶ فروری ۱۸۷۸ء
- ۴۷۱ ضمیمہ نمبر ہفتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۸ء

- ۴۸۱ ضمیمہ نمبر ہشتم ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۔ مارچ ۱۸۷۸ء
- ۴۸۸ ضمیمہ نمبر نہم ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۹۔ مارچ ۱۸۷۸ء
- ۴۹۴ ضمیمہ نمبر دہم ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶۔ مارچ ۱۸۷۸ء
- ۵۰۰ ضمیمہ نمبر یازدہم ، اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۳۔ مارچ ۱۸۷۸ء
- ۵۱۵ ضمیمہ نمبر دوازدہم ، اخبار سفیر ہند امرتسر ۶۔ اپریل ۱۸۷۸ء
- ۵۲۴ ضمیمہ نمبر سیزدہم ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲۔ مئی ۱۸۷۸ء
- ۵۳۲ ضمیمہ نمبر چہار دہم ، اخبار سفیر ہند امرتسر ۸۔ جون ۱۸۷۸ء
- ۵۴۱ ضمیمہ نمبر پانزدہم ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء
- ۵۶۸ متفرقات : ضمیمہ نامعلوم
- ۵۷۷ تتمہ دوم : اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷ اکتوبر ۱۸۷۷ء
- ۵۸۳ مولوی حبیب اللہ کونھیجیت
- ۵۸۵ تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء
- ۵۹۰ تتمہ نمبر اول اخبار سفیر ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم اعلان عام
- ۵۹۴ حل عبارت فتوحات
- ۵۹۵ ضمیمہ نمبر پانزدہم اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء
- ۵۹۷ ادلہ کاملہ
- ۶۲۰ اظہار الادلہ
- ۶۲۸ نوٹ نمبر ایک (بابت مناظرہ امام اوزاعیؒ و امام ابوحنیفہؒ)
- ۶۵۸ نوٹ نمبر ۲ (بابت فاستمعوا له و انصتوا)
- ۶۶۰ نوٹ نمبر ۳ (بابت: گفتگو مابین امام ابو یوسفؒ و امام اسحاقؒ بن راہویہ)
- ۶۶۲ نوٹ نمبر ۴ (بابت: لا یمان لا یزید و لا ینقص)
- ۶۷۵ نوٹ نمبر ۵ (بابت: لو کان الایمان عند الثریا..)
- ۶۷۸ مخ الباری سے نوٹ
- ۶۸۳ اعلان دافع ہدیایں
- ۶۹۳ کتابیات



## سخن ہائے گفتنی

اہل حدیث کا مسلک تو اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب پہلے پہل ہادی عالم ﷺ نے فاران کی بلندیوں سے اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچایا تھا۔ اہل حدیث کا مسلک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ

﴿فَإِنْ تَنَارَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾  
 اور ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ﴾  
 ہی پر اس کے مسلک کی بنیادیں استوار ہیں۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن  
 پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

ہمارے عقائد کی سادگی واضح ہے اور ہمارے اصول و ضوابط کے نکات روشن۔ اپنے عقائد و افکار پر ہماری پختگی کسی خوفِ ملامت اور اظہارِ مدافعت کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس غیر چکدر رویے پر کوئی خواہ کچھ ہی کہے مگر اپنے ایمان سے انحراف کرنا ہم نے کبھی گوارا نہیں کیا۔ اس عقیدہ صحیحہ پر استقامت اور اس فکر و منہج کی پیروی کی ایک مسلسل و مستقل تاریخ ہے۔ معاندین خواہ اس تاریخی تسلسل کا کتنا ہی انکار کریں مگر حقائق اپنی جگہ ثابت و محکم ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں جبکہ تقلیدی مذاہب پروان چڑھ چکے تھے امام ابن المنذر، امام محمد بن مخلد العطار، امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین، امام حسین بن اسماعیل المحالی، امام ابن خزیمہ، امام ابن الحداد الغسانی رحمۃ اللہ علیہم۔

پانچویں صدی ہجری میں امام محمد بن علی الساحلی، امام ابن حزم، محدث خطیب بغدادی، امام محمد بن ابی نصر الحمیدی، امام عبد الرحمان بن قاسم الشعسی رحمة الله عليهم -

چھٹی صدی ہجری میں امام ابو عامر محمد بن سعدون العبدری القرشی، امام عبد اللہ بن احمد بن یزید، امام ابراہیم بن عبد الصمد التوتخی، امام ابن ابی مروان، امام حسن بن مسلم (م ۵۹۴ھ) رحمة الله عليهم -

ساتویں صدی ہجری میں امام ابن الرومیہ الاندلسی، امام بکر بن ابراہیم اشبیلی، شیخ عزالدین بن عبد السلام، علامہ عبدالعزیز بن علی اللخمی اشبیلی، امام ابوالحسن عمر بن علی دمشقی ثم بغدادی (م ۶۳۵ھ) رحمة الله عليهم -

آٹھویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام امام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، شیخ الاسلام حافظ ابن قیم، حضرت نظام الدین اولیاء، مولانا فخر الدین زرادنی سامانوی، شیخ شرف الدین احمد بن تکی منیری، امام عبد الرحمان تمسانی رحمة الله عليهم -

نویں صدی ہجری میں امام محمد بن یعقوب فیروز آبادی، امام ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد بن علی المقریزی، امام محمد بن ابراہیم ابن الوزیر، علامہ احمد بن طوغان بن عبد اللہ الشیخونی (م ۸۰۸ھ) رحمة الله عليهم -

دسویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن طاہر پٹنی، علامہ محمد بن مصطفیٰ الدسوقی، شیخ جعفر بن میران بوبکانی، شیخ عبدالنبی گنگوہی رحمة الله عليهم -

گیارہویں صدی ہجری میں امام تکی بن حسین الاہل، ملاً عبد القادر بدایونی، قاضی نصیر الدین برہانپوری، شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی رحمة الله عليهم

بارہویں صدی ہجری امام ابراہیم بن حسن الکورانی، مرزا منظر جان جاناں دہلوی، امام محمد بن اسماعیل یمانی، شیخ محمد حیات سندھی، شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی، امام محمد بن عبد الوہاب نجدی، شیخ ابوالحسن کبیر سندھی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمة الله عليهم -

یہ وہ ارباب علم و تحقیق ہیں جو شاہراہ عام سے الگ اپنی مخصوص شان رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ ان اصحاب علم و فضل کا ایک مخصوص حلقہ ارادت بھی ہوگا جو ان کے علم و فضل کا خوشہ چیں اور ممنون تحقیق ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں بعض اکابر کا شمار تو بلاشبہ ارباب تحقیق و تجدید میں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا قطعاً درست نہیں ہوگا کہ اہل حدیث کا مسلک صرف خواص کا مسلک تھا۔ بلکہ ہر دور میں یہ خاص و عام ہر دو کا مسلک رہا ہے۔ تقلید شخصی کا جود اگر خواص کے لیے قابلِ نفیر ہے تو عوام کے لیے بھی مذموم۔

مسلکِ اہل حدیث کے ساتھ معاندین نے مختلف اندازِ ستم اختیار کیے۔ انکے عقائد پر ناروا الزامات لگا کر انہیں خارجی، غیر مقلد، لاندہب، وہابی اور بے دین قرار دیا گیا۔ مختلف اندازِ ستم میں سے ایک اندازِ ستم یہ بھی ہے کہ ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہمیں نومولود فرقہ یا مولانا مناظر احسن گیلانی کی زبان میں کہہ لیجیے ”فتنہ حادثہ“ قرار دیا گیا۔ ہمارے اکابر کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی بنایا گیا۔ ہمارے اسلاف کے کارناموں کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

برصغیر کی صورت حال ہر قسم کے اندازِ ستم کی بہترین مثال ہے۔ احناف کے ہر دو گروہ (دیوبندی، بریلوی) کا مشقِ ستم اہل حدیث رہے۔ برصغیر میں پیدا ہونے والے ہر نومولود فرقے کا پہلا فریضہ اہل حدیث کی ہی مخالفت رہا۔ علامہ شبلی نعمانی جیسے روشن خیال مفکر کی ذہنی سطح بھی ایک زمانے میں یہ رہی کہ ”ایک مسلمان عیسائی تو ہو سکتا ہے لیکن غیر مقلد (اہل حدیث) کیسے ہو سکتا ہے؟“

برصغیر میں اہل حدیث کی تاریخ کے ساتھ نقب زنی کی جو پہلی منظم کاوش ہوئی، ہم اسے ”سندھی فلسفہ تاریخ“ کا نام دیتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے نہ صرف سیدین شہیدین کی تحریک کو مسخ کر دیا بلکہ علماء صادق پور کی خدمات پر بھی خطِ تینسخت پھیر دی۔ ”سندھی فلسفہ تاریخ“ کے جواب میں مولانا

عبدالغفار صادق پوری کی خواہش پر مولانا مسعود عالم ندوی نے جنبشِ قلم فرمائی۔ ”سندھی فلسفہ تاریخ“ کا اظہار بار بار مختلف اہل قلم کی تحریروں میں ہوتا رہا۔ خود مولانا سندھی کی تحریریں بھی ہر چند برس بعد مرحلہ طبعیت سے گزرتی رہیں۔ دوسری طرف صورتحال یہ رہی کہ مولانا ندوی کی تحریر کردہ کتاب ”مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر“ صرف دو یا تین مرتبہ مرحلہ طبعیت سے گزری۔ تاریخ اہل حدیث پر معاندانہ الزامات کا جواب دینے والے اہل قلم کی تعداد بھی محدود رہی۔ پروفیسر محمد مبارک، ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری، حافظ صلاح الدین یوسف، محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی وغیرہم کا شمار ان اہل قلم میں ہوتا ہے جنہوں نے مضامین سے ایک قدم آگے بڑھ کر کتابی شکل میں مسلک اہل حدیث پر ناروا الزامات لگانے والوں کی دلائل کی روشنی میں خبر لی اور ”جاء الحق و زهق الباطل“ کو صفحات تاریخ میں عملی شکل میں مرتسم کر دیا۔ مگر ہماری جماعتی بے حسی برقرار رہی، ان کی کتابیں کتنی شائع ہوئیں اور ان کی تصنیفات سے خود اہل حدیث اہل قلم نے کس قدر اعتناء کیا؟ فیاسفا علیٰ ہذا۔

ہماری جماعتی غفلت اپنے عروج پر تھی، معاندین کے اندازِ ستم جاری و ساری تھے کہ عین موقع تنزل و سقوط پر جبکہ ہر سوتاریکی اور مایوسی کا غلبہ تھا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے برادرِ مکرم ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے وہ غیر معمولی کارنامہ انجام دیا جو تاریخ اہل حدیث کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں۔ سلف و اکابر کے قدیم دستاویزات کھنگال کر اسلاف کی خدمت کے مختلف پہلوؤں اور تاریخ اہل حدیث کے مختلف مخفی گوشوں کو قریب ابیض پر منتقل کر دیا۔ جماعت کے اربابِ قلم کے لیے ان کی خدمت، ترکِ جمود کی ایک عملی کاوش بھی ہے اور خدمتِ قلم کی ایک روشن بھی۔

تاریخ اہل حدیث کی چار جلدیں منظرِ شہود پر آچکی ہیں اور پانچویں جلد کے لیے ڈاکٹر صاحب موصوف کی خواہش پر رافم نے چند سطور قلمبند کیے

ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں۔ کیونکہ ”تاریخ اہلحدیث“ کا جس انداز سے انہوں نے آغاز کیا ہے وہ ناقابلِ اختتام ہے۔ جیسے جیسے اور جس جس طرح ان کی رسائی ذخیرہ معلومات تک ہو رہی ہے وہ اسے خواندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ان کی کاوش نہ صرف معاندین کے لیے لمحہ فکریہ ہے بلکہ سلفی فکر کے نمائندہ اہل قلم کے لیے ایک تحریک بھی ہے۔

تاریخِ اہل حدیث ہمارے نزدیک اب صرف تاریخ نہیں بلکہ ایک قلمی تحریک ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس قلمی تحریک کے قائد ضرور ہیں مگر تنہا مسافر نہیں دامے، درمے، سخنے لوگ ضرور ان کی اس قلمی تحریک کے رکن بنیں گے۔

انشاء اللہ

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی۔ کراچی

## عرض مؤلف

لله الحمد و المننة کہ تاریخ اہل حدیث کی پانچویں جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے جو ہندوستان میں انیسویں صدی کے اہل حدیث علماء کی ترویج مسلک عمل بالحدیث کی ترک تازیوں کی داستان کا ایک حصہ ہے۔

جلد ہذا مولانا عبداللہ منوی عرف جھاؤ میاں، حافظ ایضاح الحق، شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، اور حافظ محمد شفیع کی خدمات جلیلہ کے ذکر سے منور ہے۔ مولانا عبداللہ منوی کی مشہور کتابیں اعتصام السنہ، اللباب فی صلوة الاحباب، ایصال طرق المصلین، اور حافظ ایضاح الحق کا رسالہ: کسوٹی: ما انا علیہ و اصحابی، اس جلد میں شامل ہیں۔ ان کتب کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی مخ الباری نقل کی گئی ہے جو سید عثمان مقلد ابو حنیفۃ العثمان کی ایک تحریر کے جواب میں لکھی گئی تھی جس میں انہوں نے ہدایہ کو بخاری شریف کے مقابلے میں مرجع قرار دیا تھا۔ اس کے ساتھ شیخ الاسلام بٹالوی نے بنیان لرد البرہان نامی ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کی وجہ تصنیف میں شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں:

میاں عثمان اول نے مسئلہ ترجیح صحیح بخاری میں بمقابلہ علمائے دہلی کے سر اٹھا کر کچلایا اور اجر پایا ہے، ویسا ہی میاں فضل احمد بن مولوی عبدالرحمن نے، جو میاں عثمان کا بے علمی و نا فہمی میں چھوٹا بھائی ہے، اور اس سے ایک درجہ متزل مسئلہ وجوب تقلید معین معین و عدم جواز عمل بالحدیث میں قلم چلایا، اور ایک رسالہ برہان المقلدین تالیف کر کے اپنے جہل پوشیدہ کو ظاہر کر دکھایا ہے۔

اس کے بعد اخبار سفیر ہندوستان امرتسر میں ۴۔ اگست ۱۸۷۷ء سے آخر سال تک شائع ہونے والے ۱۶ ضمیمے، اور ۱۸۷۸ء میں شائع ہونے والے ۱۵ ضمیمے شامل اشاعت ہیں۔ ان ضمیموں کے علاوہ دو تہتے اور حافظ محمد

شفیع امرتسری، مولوی محمد وحید اور اور مولوی عبدالمجید صاحب کی تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ضمیمے اور تتمے جو بعد ازاں اشاعت السنۃ النبویہ کا پیشرو ہوئے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کے اشتهار مسائل عشرہ کے ان جوابات کے جواب میں شائع ہوئے تھے جو ان دنوں برصغیر کے احناف کی جانب سے شائع ہوئے تھے۔

نیز اس جلد مسائل عشرہ کے جواب میں شائع کی طرف سے شائع ہونے والی دو تحریریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ پہلی تحریر اظہار الحق المعروف ادلہ کاملہ ہے جو دیوبندی بزرگوں کی طرف سے شائع ہوئی تھی اور دوسری اظہار الادلہ ہے جو ایک حیدرآبادی بزرگ کی طرف سے مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی تھی۔

اس جلد میں شامل ہونے والی تقریباً سبھی دستاویزات برسوں پرانی مطبوعات ہیں، اور ان میں جن کتب سے حوالے دیئے گئے ہیں وہ اس سے بھی پرانی مطبوعات ہیں جن کی عبارتیں اور حوالہ کے لئے دیئے گئے صفحات نمبر کا تعین (خستہ اوراق کی فوٹو کا پیاں ہونے کی وجہ سے) میرے لئے ناممکن تھا۔ اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ ان عبارات کو متداول طبع شدہ نسخوں سے نقل کیا جائے۔ میرے پاس کوئی ذاتی کتب خانہ نہیں ہے اور اپنی علالت کے باعث کتب خانوں سے استفادہ بھی نہیں کر سکتا، اس لئے جو ما حضر تھا وہی پیش کر دیا گیا ہے۔ تاہم جہاں ممکن ہوا ہے اصل کتابوں کی مختصر عبارتوں کو مکمل کر دیا ہے، اس دور کی کتابتی اور طباعتی اغلاط کی بھی ممکنہ حد تک تصحیح کر دی گئی ہے اور ضرورت کے مطابق اصل مصنفین کی مشارالہ عبارتوں کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تائیدی احادیث اور تفسیری روایات بھی اضافہ کر دی گئی ہیں۔

امید ہے کہ ناظرین اس میں پائی جانے والی اغلاط پر متنبہ فرمائیں گے تاکہ کسی آئندہ موقع پر ان کی اصلاح کی جاسکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامہ مسلمین کے لئے مفید بنائے۔ آمین

فقیر بارگاہِ صدی - محمد بہاء الدین

## شیخ عبداللہ آبادی

سید عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

الشیخ العالم المحدث عبداللہ الصدیقی المحمدی الالہ آبادی احد كبار العلماء ، ولد ونشأ بمئو قرية جامعة من اعمال الہ آباد علی عشرة اميال من البلدة ، و اشتغل بالعلم علی اساتذة بلاده مدة ثم سا فرالی دهلی وأخذ عن الشیخ اسحاق بن افضل العمری الدهلوی، و استنسخ الکتب المتداوله بخط مستقیم مع الحواشی و التعليقات۔ و كان قليل الدرس كثير التصنيف، له مصنفات كثيرة .... و من مصنفاته :

الیم الزغرب فی لغات الحدیث المنتخب، مرتب علی حروف المعجم ، والعروة الوثقی لمنبع سنة سید الوری ، فی الحدیث علی ترتیب الابواب الفقه، و عمدة الصلاة و فائز النجاة۔ فی الحدیث مقتصراً علی مسائل الصلاة ،

و اعتصام السنة و قامع البدعة، مرتب علی با بین فی الآیات و الأحادیث المرویة فی الباب۔ صنفه سنة ۱۲۷۱ھ ، و النبراس المنیر لصلاة الیا جیر،

و معین الأبرار علی الصلاة فی اللیل و النهار، جمع فیہ من السور القرآنیہ ما یقرأها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاة ، و الریاض الأضر فی الفقه الا کبر، فی مسائل الصلاة استخرجها من الأحادیث الصحیحة المر فوعة مرتباً علی



ابواب الفقه۔

و صمصام الحديد المسلول، فى قطع لغايد البدعة و لرأى و  
المذاهب و التقليد المخدول،  
و الا عجاز التين فى معجزات سيد المرسلين، و ذلك مفرش  
الكلام المبين. للمفتى عنائت احمد،  
وله ترجمة شرح الصدور،  
والبذور السافره،

وله سيف الحديد فى قطع المذاهب و التقليد،

هذا ما وصل الى من مؤلفاته۔ واما غير ذلك من الرسائل  
فمنها: العروة المتين فى اتباع سنة سيد المرسلين، صنفه  
بالهنديّة سنة ۱۲۷۳ھ۔ و منها۔ السيف المسلول فى ذم التقليد  
المخدول، بالهنديّة صنفه سنة ۱۲۷۳ھ۔ كما فى تذكرة  
النبلاء

قال الشيخ شمس الحق الديانوى:

له منقبة عظيمة فى اشاعة السنة لو لا فيه بعض  
التشددات فى بعض المسائل رحمه الله و غفر الله له ،  
وقداستنسخ الكتب الستة بيده وقرأ على احفاد الشيخ ولى  
الله الدهلوى بل قيل: انه قرأ على الشيخ عبد العزيز  
الدهلوى ايضاً۔ و له اتباع كثيرون فى بنگاله۔ انتهى

( نزّه الخواطر۔ ج ۷ ص ۳۰۴۔ ۳۰۶ )

تراجم علماء حدیث ہند میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ ہے:

محمد عبداللہ عرف جھاؤ مولد و منشا منو آئمہ۔ راجپوت خاندان سے تھے تعلیم کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد ہیں جہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولد میں وارد ہوئے تو اپنے مکان میں اس بنا پر نہ ٹھہرے کہ آبا و اجداد نے زمین دار ہونے کے باعث مکان ظلم کے مال کے ساتھ بنایا ہے۔ یہ سن کر وہاں کے جو لاہوں نے درخواست کی کہ ہم لوگ مزدوری پیشہ ہیں حلال کی کمائی کھاتے ہیں ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور اس قوم میں رہنے لگے یہاں رفتہ رفتہ ایک جماعت قائم کر لی کچھ مدت بعد اعظم گڑھ چلے گئے پھر موضع منو املو آئے یہاں بھی جماعتیں بنائیں۔ آملو سے بنگال کا قصد کیا، موضع جامڑیہ ڈاک خانہ بنیر ضلع راجشاہی میں رہنے لگے اس نواح میں آپ کے اثر سے ایسی جماعت قائم ہوئی جو عمل میں نمونہ سنت تھی۔ یہ جماعت جھوؤ کے نام سے منسوب ہوئی۔ آپ نے کئی رسالے لکھے اعتصام السنۃ شائع ہوا۔ آپ کا ترجمہ مولوی شمس الحق نے لکھا مگر چھپ نہ سکا۔ سن وفات اندازاً ۱۳۰۰ھ - ۱۸۸۲ء ہے۔

(تراجم علماء حدیث ہند)

# اعتصام السنّة

فی

## قامع البدعة

(مولانا محمد عبداللہ منوئی غفر اللہ ذنوبہ۔ مطبع لوز کان پور۔

نبی بخش پرنٹر کے اہتمام سے ۱۲۹۲ھ۔ ۱۸۷۵ء میں چھپی۔

بروایت سید عبداللہ لکھنوی ۱۲۷۱ھ کی تصنیف ہے)

اللهم اهدنا هدى كتابه الكريم و سنن نبيه الفخيم و طرق اصحابه الذين بذلوا جهدهم في سبيله و رسولهم فلهم لذلك اجر عظيم و من سلك مسلكها فتبوء مقعده من دار النعيم (اے اللہ راہ دکھلا تو ہمیں راہ کتاب اپنی بزرگ کی اور راہیں نبی اپنے بزرگ کی اور راہیں اصحاب نبی ﷺ کی، جنہوں نے خرچ کی طاقت اپنی کوراہ اللہ میں اور طریقہ رسول اللہ ﷺ میں، پھر واسطے انہوں کے واسطے اسی کے مزدوری بڑی ہے اور جو کہ چلا ان راہوں کو پھر لیا جگہ اپنی بہشت میں)

اما بعد فهذه رسالة في اتباع السنّة جمعها عبد الله المحمدي على با بين ،

الاول: فيه الآي و الاحاديث و ما سواهما ،

الثاني: فيه الاحاديث و ما عداها۔

(بعد حمد و نعت کے پھر یہ ایک رسالہ ہے اتباع سنت میں، جمع کیا اس رسالہ کو عبداللہ محمدی نے دو باب پر۔ اول باب میں آیتیں اور حدیثیں اور سوان دونوں کے، ثانی باب میں حدیثیں اور سوا

اس کے، و سمّھا باعتبار السنة فی قمع البدعة کے تاکہ نفع لیوں ساتھ رسالہ کے اصحاب عقل اور نادانی کے)۔

## الباب الاول

### فیه الآی و الاحادیث و ما سواهما

(باب پہلا: اس میں آیتیں اور حدیث اور سوالان دونوں کے)

قال الله تعالى في سورة البقرة :

و ما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه، و ان كان لكبيرة الا على الذين هدى الله، و ما كان الله ليضيع ايما نكم، ان الله بالناس لرؤف رحيم۔

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں، اور نہیں کیا ہم نے قبلہ کو جو تھا تو اس پر، مگر تاکہ جانیں ہم کون پیروی کرتا ہے رسول کی بعض اس سے کہ پھر ادا بن باپ دادوں اپنے پر، اور بے شک تھا قبلہ سے پھر نا ان پر سخت، مگر ان لوگوں پر نہ تھا سخت کہ ہدایت کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اور نہیں اللہ تعالیٰ ضائع کرتا نماز کو ان کی۔ بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ بڑا مہربان رحم والا ہے)۔

عن البراء بن عازب قال: كان رسول الله ﷺ صلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهراً او سبعة عشر شهراً، و كان رسول الله ﷺ يحب ان يوجه الى الكعبة، فانزل الله عز وجل: قد نرى تقلب وجهك في السماء، فتوجه نحو الكعبة، و قال السفهاء من الناس، و هم اليهود، و ما ولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها، قل لله المشرق و المغرب - يهدى من يشاء الى صراط مستقيم (بقرہ ۱۴۲)، فصلى مع النبي ر جل ثم

خرج بعد ما صَلَّى، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فِي صَلَوةِ الْعَصْرِ يَصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ اَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَعْبَةِ. (بخاری حدیث نمبر ۳۹۹)

(روایت ہے حضرت براء بن عازب سے کہا، رسول اللہ ﷺ نماز پڑھی طرف بیت المقدس کے سولہ یا سترہ مہینے، اور تھے رسول اللہ ﷺ دوست رکھتے پھر نے اپنے کا کعبہ کی طرف۔ اتارا اللہ تعالیٰ نے: تحقیق کہ دیکھا ہم نے پھر ناتیرے چہرے کا طرف آسمان کے۔ پھر پھیرا حضرت نے منہ اپنا طرف کعبہ کے اور کہا بے وقوفوں نے بعض آدمیوں سے حالانکہ یہود تھے کس نے پھیرا انہوں کو قبلہ ان کے جو تھے اس پر۔ کہہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے پورب کچھم۔ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے راہ سیدھی کی طرف۔ پھر نماز پڑھی نبی ﷺ کے ساتھ ایک مرد نے۔ پھر نکلا بعد اس کے کہ نماز پڑھی، پھر گذرا قوم پر انصار سے نماز عصر میں، نماز پڑھتے وہ سب بیت المقدس کی طرف۔ پھر کہا وہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے منہ پھیرا کعبہ کی طرف۔ پھر پھر ی قوم یہاں تک کہ پھرے کعبہ کی طرف۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے۔ بخاری حدیث نمبر ۳۹۹)۔

(اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا هَا جَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، اَمَرَهُ اللّٰهُ اَنْ يَسْتَقْبِلَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَفَرَّحَتِ الْيَهُودُ. فَاسْتَقْبَلَهَا بَضْعَةُ عَشْرٍ شَهْرًا وَ كَانِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحِبُّ قَبْلَةَ اِبْرَاهِيْمَ، فَكَانَ يَدْعُو وَيَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ:

فَوَلَّوْا وَ جَوْهَكُمْ شَطْرَهُ، فَارْتَابَ مِنْ ذَلِكَ الْيَهُودُ وَ قَالُوْا: مَا وَ لَا هُمْ عَنْ قَبْلَتِهِمُ اللَّتَى كَانُوْا عَلَيْهَا. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ: قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ، وَ قَالَ:

فَاِيْمَا تَوَلَّوْا فَنَمَّ وَ جِهَ اللّٰهِ (سيأطي) لباب القول في اسباب النزول طبع ۱۲۱۹ھ) فيه شدة اتباع السنة للا نصار و غير اتباع السنة اليهود فمن تبع السنة فقد صلح و من لا، فقد طلع (اس حدیث میں سخت اتباع سنت کی ہے انصار کے واسطے اور غیر اتباع سنت ہے یہود نابکار کے واسطے، پھر جس نے پیروی سنت کی کی پھر بیشک بہتری پائی، اور جس نے نہ پیروی کی سنت کی کہتری پائی)

عن ابی ہریرة عن رسول اللّٰھ ﷺ انه قال من اطاعني

فقد اطاع الله ومن عصا نى فقد عصى الله - الخ - اخر جه مسلم  
(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ روایت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ سے۔ بیشک حضرت ﷺ نے فرمایا جس نے اطاعت کی میری پھر تحقیق اطاعت کی اللہ کی، اور جس نے نافرمانی کی میری بے شک نافرمانی کی اللہ کی۔ آخر روایت تک)۔

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمدٍ وشر الايام محدثاتها وكل بدعة ضلالة اخر جه مسلم - (روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اما بعد: بہتر کلام، کلام اللہ اور بہتر راہ، راہ محمد ﷺ کی ہے اور بدتر کام نئے کاموں کا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

عن ابى هريره ان رسول الله ﷺ قال: كل امتي يدخلون الجنة الا من ابى. قالوا: يا رسول الله، و من يابى؟ قال: من اطاعني دخل الجنة، و من عصا نى فقد ابى (بخارى ۷۲۸۰)۔ (روایت ہے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہر امت میری داخل ہویں جنت کو مگر جس نے انکار کیا، کہا گیا اور کون ہے کہ انکار کیا۔ فرمایا جس نے اطاعت کی میری، داخل ہوا وہ جنت کو اور جس نے نافرمانی کی میری، پھر تحقیق انکار کیا)۔

عن جابر قال جاءت ملائكة الى النبي ﷺ وهو نائم فقال بعضهم: انه نائم و قال بعضهم ان العين نائمة و القلب يقظان، فقالوا: ان لصاحبكم هذا مثلاً، قال فاضربوه له مثلاً، فقال بعضهم: انه نائم، و قال بعضهم ان العين نائمة و القلب يقظان -

فقالوا: مثله كمثل رجل بنى داراً و جعل فيها مأدبةً و بعث داعياً. فمن اجاب الداعى دخل الدار، و اكل من المأدبة، و من لم يجب الداعى لم يدخل الدار و لم يأكل المأدبة. فقالوا: او لوها له يفقهها، فقال بعضهم: انه نائم، و قال بعضهم: ان العين نائمة و القلب يقظان، فقالوا: فالدار: الجنة، و

الداعی: محمد ﷺ۔ فمن اطاع محمداً فقد اطاع الله، و من عصى محمداً فقد عصى الله، و محمد فرق بين الناس۔  
(بخاری: حدیث نمبر ۷۲۸۱)

(روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا آئے فرشتے نبی ﷺ کی طرف حالانکہ حضرت سونے والے تھے۔ پھر کہا سب نے بیشک واسطے اس صاحب تمہارے کے مثل ہے پھر بیان کرو تم مثل کو واسطے صاحب اپنے کے۔ کہا بعض ان کے نہ بیشک وہ سونے والا ہے اور کہا بعض ان کے بے بیشک آنکھ سونے والی ہے اور دل جاگنے والا ہے۔ پھر کہا سب نے مثل حضرت کے مانند مثل ایک مرد کے بنا یا گھر اور کیا گھر میں کھانا دعوت کا، اور بھیجا ایک بلانے والے کو، پھر جس نے قبول کیا دعوت کر نیوالے کی، داخل ہوا گھر کو اور کھایا کھانے کو۔ اور جس نے نہ قبول کیا دعوت کر نیوالے کی، نہ داخل ہوا گھر کو اور نہ کھایا کھانے کو۔ پھر کہا سب نے بیان کرو تم قصہ کو بوجھے؟ کہا بعض ان کے نے، بیشک یہ سونے والا ہے، اور کہا بعض ان کے نے بیشک آنکھ سونے والی ہے، اور دل جاگنے والا ہے، پھر کہا سب نے گھر جنت ہے اور دعوت کرنے والا محمد ﷺ ہے۔ پھر جس نے اطاعت کی محمد ﷺ کی، تحقیق اطاعت کی اللہ عز وجل کی، اور جس نے نافرمانی کی محمد ﷺ کی اس نے نافرمانی کی اللہ کی، اور محمد ﷺ جدا کرنے والے حق اور باطل کے درمیان آدمیوں کے۔ روایت کیا اس حدیث امام بخاریؒ نے)۔

عن انس قال جاء ثلاثه رهط الى بيوت ازواج النبي ﷺ يسألون عن عبادة النبي ﷺ. فلما اخبروا كأنهم تقالوها فقالوا: واين نحن من النبي ﷺ، قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه و ما تأخر، فقال احد هم: اما انا فاصلى الليل ابدأ. و قال آخر: انا اعتزل النساء فلا تزوج ابدأ. فجاء اليهم رسول الله ﷺ فقال: انتم الذين قلمت كذا وكذا، اما والله انى لا خشاكم لله و اتقاكم له، لكنى اصوم و افطر، و اصلى و ارقد، و اتزوج النساء، فمن رغب عن سنتى فليس منى. متفق عليه (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا آئیں تین جماعت بی بیان (خواتین) نبی ﷺ کی طرف پوچھتے عبادت

نبی ﷺ سے۔ پھر جب خبر دی گئی عبادت سے، گویا کہ انہوں نے تھوڑی جانی عبادت نبی ﷺ کی پھر کہا سب نے کہاں مرتبہ ہمارا مقابلہ مرتبہ نبی ﷺ سے، حالانکہ تحقیق کہ بخشا اللہ تعالیٰ نے گناہیں اگلے اور پچھلے حضرت کے، پھر کہا ایک ان کے نے ہم نماز پڑھیں گے رات کو ہمیشہ اور دوسرے نے کہا ہم روزہ رکھیں گے دن کو ہمیشہ اور نہ افطار کریں گے ہم، اور کہا اور نے کنارہ کر یں گے ہم عورتوں سے پھر نہ نکاح کریں گے ہمیشہ کو۔ پھر آئے نبی ﷺ ان سب کی طرف۔ پھر فرمایا تم وہی ہو کہ کہا تم نے ایسا ایسا۔ آگاہ ہو، قسم ہے اللہ کی میں بڑا ڈرنے والا اور پرہیز کرنے والا اللہ کے واسطے ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، اور نماز پڑھتا ہوں، اور سوتا ہوں، اور نکاح کرتا ہوں عورتوں کا۔ پھر جس نے بے رغبتی کی میری سنت سے پھر وہ نہیں ہے طریقہ میرے سے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۰۶۳)

ف۔ خلاف پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نوحا ہد رسید

عن ابی موسیٰ عن النبی ﷺ قال : انما مثلی و مثل ما بعثنی اللہ تعالیٰ بہ کمثل رجل اتی قومًا فقال: یا قوم انی رأیت الجیش بعینی، و انی انا الذیر العریان، فالنجاہ۔ فاطاعہ طائفة من قومہ فادلجوا فانطلقوا علی مہلم فنجوا، وکذبت طائفة منهم فاصبحوا مکا نہم، فصبحہم الجیش فاہلکہم و اجتاحتہم، فذلک مثل من اطاعنی فاتبع ما جئت بہ، و مثل من عصانی و کذب بما جئت بہ من الحق۔ متفق علیہ۔

(روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مثل میرے اور مثل اس کے کہ بھیجا اللہ تعالیٰ نے ساتھ اس کے مانند مثل ایک مرد کے کہ آیا ایک قوم کو پھر کہا اے قوم میری نے پیٹک دیکھا میں نے ایک لشکر کو ساتھ دونوں آنکھوں کے اپنے کے اور میں ڈرانیا والا ننگا (عریان) ہوں پھر جلدی کرو تم نجات کی طرف۔ پھر اطاعت کی اس کی ایک جماعت نے نے قوم اس کی سے پھر چلے رات کو آہستگی سے پھر نجات پائی، اور جھٹلایا ایک جماعت نے ان میں سے پھر صبح کیا جگہ اپنی پر پھر لیا ان کو صبح کے وقت لشکر نے پھر ہلاک کیا اس نے۔ پھر یہ مثل اس کی ہے جس نے اطاعت کی میری پھر پیروی کی اس کو جس کو لایا میں اور مثل اس کے جس نے نافرمانی کی میری اس کی کر لایا میں اس کو حق سے ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری



حدیث نمبر (۶۲۸۲)۔

معنی انا النذیر العریان کانت عادة العرب اذا رأى الجيش  
 یجنبی للهب یغری الثوب و یا خذه بیده و یعلوه و یدور علی  
 رأسه و یجىء علی قومہ و یعلمها من الجيش الذی تجىء  
 للنهک (معنی انا النذیر العریان کے تھے عادت عرب کی جب دیکھے لشکر کو جو آوے  
 واسطے لوٹ کے اتار تا کپڑ اور لیتا اس کو ہاتھ میں اپنے اور اونچا کرتا اس کو اور گھماتا اس کو سر پر  
 اور آتا قوم پر اپنی اور خبردار کرتا قوم کو لشکر سے جو آتے واسطے لوٹ کے)

الآن انظروا الی ما کفروا فیہ و هو عصیان اللہ و رسولہ  
 بمحبة الآباء و الامهات و الدراری و غیر ہم کابی طالب قال  
 اخترت النار بالعار و هكذا کفروا فی محبة المذاهب الاربعة التي  
 جعلها الاحبار و صنفوا للتأید کتاب العقول و هنّ کتب الفقه و  
 الاصول کالتوضیح و الوقایة و التلویح و الهدایة و علی مسألها  
 قیاس افترانی (و الدوران) ... و الاستقراء و التمثیل و الدوزان و  
 برهان لمی و انی و هكذا کفروا فی محبة الطرائق الاربعة التي  
 صنعها .... و فیها مراقبة برزخی و ذکر منشائی و اسدی و وجد  
 رقاصی علی الدفوف و الطنابیر و البرابط و کشف تدعی غیباً و هو  
 خاصة الله و ان قال اهل کشاف و جفار و رمال و کهان صدقة کان  
 او کاذبةً و هو خلاف الله و رسولہ فلا تطعمهم لانّ و حی الرسول و  
 الهامه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لنا دین یهبة و کلامهم مزخرف مموکهة و فی الناس کثیر  
 یحبّ بعض شعر الجامی و الحافظ و بعض مثنوی النظامی و  
 السعدی و بعض ید ماوت؟ الملك و شعر التلسی و الکبیر او لک کلهم  
 یدهبون مذہب الصغیر؟ لانّ القرآن و تفاسیرہ کتفسیر البخاری و  
 الترمذی و الحاکم و السیوطی و ابن عباس و نحوه و لا بیضاوی  
 لانّ فیہ حدیثاً و ضعياً و لا کشاف لانّ مصنفه معتزلی و نحوه  
 یرہدی الی الجنان و غیرہ یصل الی النیران و کتب الاحادیث کصحیح

البخاری و مسلم و الترمذی و ابی داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و المستدرک و مسند ابی عوانہ و السنن الکبیر و الدارمی و الدارقطنی و البہیقی و الموطا و مسند احمد و فیہ بضع و سبع مائة الف حدیث و نحوه یرشد الی دار الثواب لانّ کلام اللہ و کلام الرسول یقینی و المضمرات و النوائد و النہایة و المحیط و الخلاصة یدخل الی دار العقاب لانّ کلام الناس عقلی

(اب دیکھو تم طرف اس کے کہ کافر ہوئے اس میں اور وہ نافرمانی کرنا اللہ تعالیٰ کی اور رسول اس کے کی بسبب محبت باپ دادوں کے اور ماں دادی کے اور غیر انہوں کے جیسے برادری اور استاد اور پیرمانند ابوطالب کے کہا اس نے اختیار کیا میں نے دوزخ کو بسبب شرم کے اور اسی طرح کافر ہوئے محبت مذہب اربعہ میں کہ ٹھہرا لیا اس کو مولویوں نے اور تصنیف کیا واسطے تا نید مذہب کے کتابیں عقل کی اور وہ کتابیں فقہ اور اصول کی ہیں جیسے توضیح و قایہ کے اور تلویح اور ہدایہ کے اور مسائل پر اس کے قیاس اقرانی ہے اور استثنائی ہے اور استثناء اور تمثیل ہے اور دوران اور برہان لسانی اور انٹی ہے اور اسی طرح سے کافر ہوئے محبت طریقہ اربعہ میں جیسے چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ کہ بنا لیا اس کو درویشوں نے اور اس میں مراقبہ برزخی ہے اور ذکر منشاری ہے اور اسدی ہے اور وجدنا چنے کا ہے دھن پر اور طنبوروں پر اور برہطوں پر اور کشف ہے کہ دعویٰ کیا جاوے اس سے غیب کا اور وہ خاصہ اللہ کا ہے اور اگر کہیں کشف والے اور جنر والے اور رطل والے اور کہانت والے سچے ہوں یا جھوٹے ہوں حالانکہ وہ خلاف اللہ اور رسول اللہ کے ہے پھر مت پیروی کر تو انہوں کی اس واسطے کہ وحی رسول کے اور الہام رسول کا واسطے ہم سبھوں کے دین روشن ہے اور کلام انہوں کا جھوٹ اور باطل ہے اور لوگوں میں بہت ہیں کہ دوست رکھتا ہے بعض ان کا شعر جامی اور حافظ کا اور بعض مثنوی نظامی اور سعدی کا اور بعض دوست رکھتے ہیں پدماوت ملک کو اور دوہہ تلمسی اور کبیر کا یہ سب گئے طریقہ خواری کو اس واسطے کہ قرآن اور تفسیر قرآن مانند تفسیر بخاری اور ترمذی کے اور حاکم اور سیوطی و حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے اور مانند اس کے، اور نہ بیضاوی اس واسطے کہ اس میں حدیثیں وضعی ہیں اور نہ کشف اس واسطے کہ بے شک مصنف اس کا معتزلی ہے اور مانند ان دونوں کے، راہ دکھلاوین ہشتوں کی طرف اور سوائے ان کے داخل کریں دوزخوں کی طرف اور کتابیں حدیث کی جیسے صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و ابی داؤد اور نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و مستدرک و ابی عوانہ اور سنن کبیر و دارمی و دارقطنی و بہیقی و موطا مالک و مسند امام احمد اور اس میں کئی اور سات لاکھ حدیث ہے اور مانند اس کے دیکھا وین گھر ثواب کی طرف

اس واسطے کہ کلام اللہ اور کلام رسول یقینی ہے اور مضمرات و نوادرو نہایہ و محیط و خلاصہ داخل کریں گھر عذاب کی طرف اس واسطے کہ کلام آدمیوں کا عقلی ہے۔)

عن انس قال قال رسول الله ﷺ من احيا سنتي فقد احيا نبي  
و من احيا نبي كان معي۔ اخرجه القاضى فى الشفاء و زاد  
الترمذى فى الجنة

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے زندہ کیا سنت میری کو، اس نے جلایا (زندہ کیا) مجھے، اور جس نے جلایا مجھے، ہوگا میرے ساتھ۔ روایت کی اس حدیث کو قاضی نے شفا میں اور زیادہ کیا امام ترمذیؒ نے فی الجنة، کہ جنت میں) (حدیث سنن ترمذی یوں ہے:

عن على بن زيد، عن سعيد بن المسيب قال : قال انس بن مالك : قال لى رسول الله ﷺ : يا بنى ان قدرت ان تصبح و تمسى ليس فى قلبك غش لاحد فافعل ، ثم قال لى : يا بنى و ذلك من سنتى ، و من احيا سنتى فقد احببني ، و من احببني كان معي فى الجنة۔ سنن ترمذى حدیث نمبر ۲۶۷۸)

(عن كثير بن عبد الله ( هو ابن عمرو بن عوف ) عن ابيه ، عن جدّه، انّ النّبى ﷺ قال لبلال بن الحارث: اعلم۔ قال: اعلم يا رسول الله۔ قال: انّه من احيا سنة من سنتى قد اميتت بعدى فانّ له من الاجر مثل من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً، و من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزار الناس شيئاً۔ سنن ترمذى حدیث نمبر ۲۶۷۷)

قال تعالى فى سورة الصّف: يا ايّها الذين آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ كبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (صف ۳۰۲) (فرمایا اللہ نے سورہ صف میں اے لوگو ایمان لاتے ہو، کس واسطے کہتے ہو تم اس کو کہ نہیں کرتے ہو تم، بڑی ہے برائی اللہ کے پاس وہ کہ کہتے ہو تم اسکو کہ نہیں کرتے ہو تم اس کو)۔

عن اسامة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: يجاء بالرجل يوم القيامة فيلقى فى النار، فتندلق اقتابه فى النار فيدور

كما يدور الحمار بر حاه، فيجتمع اهل النار عليه، فيقولون: اي فلانا ما شأنا نك. اليس تأمرنا بالمعروف و ننهانا عن المنكر. قال كنت امركم بالمعروف و لا آتية، و انها كم عن المنكر و آتية. متفق عليه (روایت ہے حضرت اسماءؓ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے لایا جاوے ایک مرد قیامت کے دن پھر ڈالا جائے دوزخ میں نکالے جاویں امتزیاں اس کی دوزخ میں پھر پھرے امتزیاں جیسا کہ پھرے گدھا ساتھ چکی اپنی کے پھر اکٹھا ہوویں دوزخی اس پر پھر کہیں اے فلانے کیا حال ہے تیرا آیا نہیں کرتا تھا حکم ہمیں ساتھ شرع کے اور منع کرتا تھا ہمیں خلاف شرع سے۔ کہے تھا میں حکم کرتا تم کو ساتھ شرع کے اور نہ آتا میں حکم شرع کو اور منع کرتا میں تم کو خلاف شرع سے اور آتا میں خلاف شرع کو)۔

قال الله تعالى في سورة مريم :

فخلف من بعدهم خلف اضعوا الصلوة و اتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيآاً۔ (مریم: ۶۰)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں: پھر باقی رہی بیچھے نبیوں کے اور اصحاب نبیوں کے اولاد بد، چھوڑ دیا نماز کو اور پیروی کی خواہشیں نفس اپنے کی پھر قریب ہے کہ پڑیں نالی دوزخ کو) (تفسیر معالم التزیل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: ترکوا الصلوة المفروضة، و قال ابن مسعود و ابراہیم: آخروها عن وقتها. و قال سعید بن المسيب: هو ان لا یصلی الظهر حتی یأتی العصر و لا العصر حتی تغرب الشمس)۔

عن عبد الله بن مسعود ان رسول الله ﷺ قال ما من نبی بعثه الله فی امة قیل الا کان له من امته حواریون و اصحاب یاخذون بسنته و یقتدون بامرهم ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون ما لا یفعلون و یفعلون ما لا یؤمرون فمن جاهد هم ببیده فهو مومن و من جاهد هم بلسانه فهو مومن و من جاهد هم بقلبه فهو مومن و لیس وراء ذلك من الايمان حبة خردل۔ اخرجه مسلم (روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں کسی نبی سے کہ بھیجا اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک امت میں آگے

میرے مگر تھی واسطے نبی کے اس کی سے مددگار اور اصحاب لیتے اور سب سنت نبی اپنے کی پیروی کرتے ساتھ حکم نبی اپنے کے پھر بے شک آئی پیچھے ان کے سے اولاد بری کہنے کوئی بات نہ کرتے اور کرتے اس چیز کو کہ نہ حکم کئے گئے واسطے اس کے پھر جس نے جہاد کیا انہوں نے ساتھ ہاتھ اپنے کے پھر وہ مومن ہے اور جس نے جہاد کیا انہوں سے ساتھ ہاتھ اپنے کے وہی مومن ہے اور جس نے جہاد کیا ان کو دل سے اپنے پھر وہی مومن ہے اور نہیں ہے ورے اس کے ایمان سے برابر ایک دانہ رائی کے۔ روایت کیا اس کو امام مسلم نے)۔

عن زید بن ارقم: قالت الانصار: يا رسول الله لكل نبى اتّباع، وانا قد اتّبعناك فادع الله ان يجعل اتبا عنا منّا، فدعا به۔ (بخاری: ۳۷۸۷) (روایت ہے حضرت زید بن ارقم سے کہا، کہا انصار نے یا رسول اللہ ﷺ ہر نبی کے واسطے پیروی کرنے والے ہیں اور بے شک پیروی کی ہم نے تیری پھر دعا مانگ تو اللہ تعالیٰ کو کہ کرے پیروی کرنے ہماری کو ہم سے۔ پھر دعا مانگی حضرت ﷺ نے ساتھ اس کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے)

كانت الآئمة يستبشرون الا مناء من اهل العلم فى الامور المباحة لياخذوا باسفلها و اذا وضح الكتاب و السنة لم يتعدوه الى غير ه اقتداءً بالنبي ﷺ اخرجه البخارى -  
(تھے سب امام مشورہ لیتے امتیوں کو اہل علم سے امور مباحہ میں تاکہ لیویں آسان تر کاموں کا پھر جب ظاہر ہوتا قرآن اور حدیث تجاوز نہ کیا انہوں نے اس کو طرف غیر اپنے کے اقتداء کرنے کے ساتھ نبی ﷺ کے روایت کیا اس کو امام بخاری نے)۔

بخارى باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ و قول الله تعالى : و اجعلنا للمتقين اما ما (الفرقان : ۷۴) قال : ائمة نفتدى بمن قبلنا و يقتدى بنا من بعدنا ۔

قال ابن عون ثلاث اجبهن لنفسي و لاخواني: هذه السنة ان يتعلموها و يسألوا عنها، و القرآن ان يتفهموها و يسألوا الناس عنه، و يدعوا الناس الا من خيره۔ اخرجه البخارى ۔  
(کہا ابن عون نے تین چیز ہے کہ دوست رکھتا ہوں میں ان کو واسطے نفس اپنے کے اور واسطے

بھائی اپنے کے اس سنت کو یہ کہ سیکھیں اس کو اور پوچھیں اس سے اور قرآن کو یہ کہ پوچھیں اس کو اور پوچھیں اس سے اور چھوڑیں لوگوں کو گرنیک بات۔ روایت کی اس کو امام بخاری نے)

عن ابن مسعود يقول في السنة خير من الاجتهاد في البدعة  
وقال ابن عمر صلوة السفر ركعتان من خالف السنة فقد  
كفر اخر جهما القاضى في الشفاء (روایت ہے ابن مسعود سے کہتے ہیں سنت  
میں بہتر ہے اجتہاد کرنے سے بدعت میں اور کہا حضرت ابن عمر نے نماز سفر کی دو رکعت ہے  
جس نے خلاف کیا سنت کو پھر تحقیق کا فر ہوا۔ روایت کیا دونوں کو قاضی نے شفا میں)۔

قال الله تعالى في سورة المجادلة:

لا تجد قومًا يؤمنون بالله و اليوم الآخر يوادون من حادَّ  
الله و رسوله و لو كانوا آباؤهم او ابناءهم او اخوانهم او  
عشيرتهم، او لكك كتب في قلوبهم الايمان و ايدهم بروح  
منه و يدخلهم جناتٍ تجري من تحتها الانهار خالدين فيها  
رضى الله عنهم و رضوا عنه، او لكك حزب الله، الا ان حزب  
الله هم المفحون - (مجادلہ: ۲۰)

(اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت  
کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا  
ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں  
میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے، اور جنہیں ان جنتوں  
میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے  
راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ خدائی لشکر ہے، آگاہ رہو بے شک اللہ کے گروہ والے  
ہی کامیاب ہونگے۔ ترجمہ محمد جونا گڑھی)

عن انس قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن احدكم حتى  
اكون احب اليه من والده و ولده و الناس اجمعين۔ متفق عليه  
(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، نہ ایمان لاوے ایک تمہارا یہاں  
تک کہ ہوو میں دوست تر کسی طرف باپ اسکے سے اور بیٹا اس کے سے اور سارے آدمی

سے۔ بخاری حدیث نمبر ۱۵)

عن انس قال قال رسول الله ثلاث من كنّ فيه و جد حلاوة الايمان: ان يكون الله و رسوله احب اليه مما سواهما، و ان يحب المرء لا خيه لا يحبّه الا لله، و ان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار (بخاری حدیث نمبر ۱۶)

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ تین خصلت ہیں جو کہ ہوں وہ نخصلتیں اس میں پاوے بسبب اس کے شیرینی ایمان کی جو کہ ہو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دوست تر اس کی طرف اس سے کہ سوا ان دونوں کے ہے اور جو کہ دوست رکھے ایک بندہ کو نہیں دوست رکھتا اس کو مگر اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اور جو کہ مکروہ جانے پھرنا کفر میں پیچھے اسکے کہ چھوڑا یا اس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے جیسا کہ مکروہ جانتا ہے گرنے کو آگ میں۔ یہ روایت ہے متفق علیہ)

(عن انس عن النبي ﷺ قال: ثلاث من كنّ فيه و جد حلاوة الايمان: من كان الله و رسوله احب اليه مما سواهما. و من احب عبداً لا يحبّه الا لله. و من يكره ان يعود في الكفر بعد اذ انقذه الله كما يكره ان يلقى في النار. صحيح بخاری حدیث نمبر ۲۱)

عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ و الذى نفس محمد عليه بيده لا يسمع فى احدٍ من هذه الامة يهودى و لانصرانى ثم يموت و لم يومن بالذى ارسلت به الا كان من اصحاب النار. اخرجه مسلم۔ (روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم اس کی ذات کی کہ جان محمد ﷺ کی ہاتھ میں اس کے ہے نہ سناسکی نے اس امت سے یہودی اور نہ نصرانی پھر مرے اور نہ ایمان لایا ساتھ اس کے کہ بھیجا گیا میں ساتھ اس کے مگر ہے اصحاب دوزخ سے روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

عن ابى موسى قال قال رسول الله ﷺ: ان مثل ما بعثنى الله به من الهدى و العلم كمثل الغيث الكثير اصاب ارضاً فكانت منها طائفة طيبة قبلت الماء فابتنت الكلاء و الوثب الكثيرة و كانت منها اعادب امسكت الماء فتنتفع الله بها

الناس فشر بوا و سقوا و زرعوا و اصاب منها طائفة اخرى  
انما هي فيعاب لا تمسك ماء و لا تنبت كلاءً فذ لك مثل من  
فقه في دين الله و نفعه ما بعثني الله به فعلم و علم و مثل من  
لم ير فع بذ لك راساً و لم يقبل هدى الله الذي ار سلت به.  
متفق عليه -

(روایت ہے حضرت ابو موسیٰؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مثل اس کی کہ بھیجا مجھے اللہ تعالیٰ نے ساتھ اس کے ہدایت اور علم سے مانند میں بہت کے ہے پہنچا زمین کو پھر تھے بعض اس سے ایک کلزا پاک قبول کیا اس نے پانی کو پھر جمایا سبزہ کو اور گھاس بہت اور تھے بعض اس سے زمین سخت بند رکھا اس نے پانی کو پھر نفع دیا اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو پھر پیا اور سینچا اور زراعت کی اور پہنچا اس سے کلزا دوسرے کو وہ زمین پٹ پر ہے نہ بند کیا پانی کو اور نہ جمایا سبزہ کو، پھر یہ مثل اس کی جو بوجھ (سجھ بوجھ) دین اللہ میں اور نفع دیا اس کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے مجھے ساتھ اس کے پھر سیکھا اور سکھایا اور مثل اس کے کہ نہ اٹھا ساتھ اس کے سر کو اور نہ قبول کیا ہدایت اللہ کو جو بھیجا گیا میں ساتھ اس کے۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔)

عن عبد الله بن يزيد ، عن عبد الله بن عمر قال قال رسول  
الله ﷺ ليا تين على امتي ما اتى على بنى اسرائيل حذو  
النعل بالنعل حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان في  
امتي من يصنع ذلك، و ان بنى اسرائيل تفرقت على اثنتين و  
سبعين ملة ، و تفرقت امتي على ثلاث و سبعين ملة كلهم في  
النار الا ملة واحدة. قال: و من هي يا رسول الله ﷺ ، قال:

ما انا عليه و اصحابي. (سنن الترمذی حدیث نمبر ۲۶۴۱)

(روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، البتہ آوے گا امت پر میری جیسا کہ آیا بنی اسرائیل پر اندازہ برابر ہونے جوتے کا ساتھ جوتے دوسرے کے، یہاں تک کہ ہووے بعض ان میں سے وہ کوئی کہ صحبت کی اپنی ماں کو علانیہ البتہ ہوگا امت عین میری وہ کوئی کہ کیا اس بات کو اپنی ماں کے ساتھ، اور بیشک بنی اسرائیل جدا ہوئے بہتر (۷۲) مذہب پر اور جدا ہوگی امت میری تہتر (۷۳) مذہب پر سب یہ دوزخی ہیں مگر ایک نہیں



دوزخی۔ کہا، کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا، وہ کہ میں اس پر ہوں اور اصحابی میرے اس پر۔  
روایت کی اس حدیث کو امام ترمذی نے۔

قال الله تعالى في سورة النساء: فلا وربك لا يؤمنون حتى  
يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما  
قضيت و يسلموا تسليماً۔ (النساء: ۶۵)

(قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں  
آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی  
اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ ترجمہ محمد جونا گڑھی)  
نزو لها هكذا:

عن عروة قال : خاصم الزبير رجلاً من الانصار في  
شريح من الحرّة . فقال النبي ﷺ : اسق يا زبير، ثم ارسل  
الماء الى جارك . فقال الانصاري: يا رسول الله ، أن كان  
ابن عمك ؟ فتلون وجهه ثم قال: اسق يا زبير ثم احبس  
الماء حتى يرجع الى الجدر، ثم ارسل الماء الى جارك ،  
واستوعى النبي ﷺ للزبير حقه في شريح الحكم حين  
أحفظه الانصاري، وكان اشار عليهما بأمر لهما فيه سعة .  
قال الزبير: فما احسب هذه الآيات الا نزلت في ذلك (فلا  
و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم)۔ (صحيح  
بخاری - حدیث نمبر ۴۵۸۵)۔

(بیشک ایک مرد انصار سے جھگڑا ہوا حضرت زبیرؓ کا پانی میں جو کہ سینچنے ساتھ اس کے پیڑ  
کھجوروں کا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کے واسطے، سینچ اے زبیر پھر چھوڑ پانی کو  
پڑوسی کی طرف اپنے۔ پھر کہا انصاری نے، زبیرؓ بیٹا پھوپھی آپ کی کا۔ پھر متغیر ہوا منہ رسول  
اللہ ﷺ کا، فرمایا سینچ تو اے زبیرؓ پھر بند رکھ پانی کو تاکہ ہووے پانی جدار تک.... کہا زبیرؓ نے  
معلوم کیا میں نے یہ آیت اتری اسی بات میں فلا وربک.. الخ)۔

(سنن ابن ماجہ میں روایت ہے: عن عروة بن الزبير ان عبد الله بن الزبير

حَدَّثَهُ : اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ خَاصِمٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَرَا حِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ . فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرَّحَ الْمَاءَ يَمْرًا فَأَبَى عَلَيْهِ ، فَاصْتَمَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اسْقِ يَا زَبِيرُ ، ثُمَّ ارْسِلِ الْمَاءَ اِلَى جَارِكَ . فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ ؟ فَتَلَوْنَ وَجِهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : يَا زَبِيرُ ، اسْقِ ، ثُمَّ احْبَسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ . قَالَ : فَقَالَ الزَّبِيرُ : وَاللّٰهُ اِنِّي لَا احْسِبُ هَذِهِ الْاَيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ . ( فَلَ وَرَبِّكَ .. النِّسَاءُ : ۶۵ - )

و فی روایۃ اخری عن ابن عباس:

اَنَّ مَنَا فَعًا خَاصِمٌ يَهُودِيًّا فَدَعَا الْيَهُودِيَّ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا الْمَنَا فِقَ اِلَى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ ثُمَّ اِنْهَمَا احْتَكَمَا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَكَمَ لِلْيَهُودِيِّ فَلَمْ يَرْضِ الْمَنَا فِقَ وَقَالَ تَعَالِ نَحْنَا كَامٌ اِلَى عَمْرِ . فَقَالَ الْيَهُودِيُّ لِعَمْرِ قَضَى اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْضِ بِقَضَاءِ ه ، وَخَاصِمٌ اِيكَ فَقَالَ عَمْرٌ لِلْمَنَا فِقِ وَكَذَا لَكَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ مَكَانِكَمَا حَتَّى اَخْرَجَ اِيَكُمَا فَدَخَلَ فَاخَذَ سَيْفَهُ ثُمَّ خَرَجَ فَضْرَبَ عُنُقَ الْمَنَا فِقِ حَتَّى يَرُدَّ وَقَالَ هَكَذَا اقْضَى لِمَنْ يَعْزُضُ ؟ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَنَزَلَتْ فَقَالَ جَبْرِيلُ اِنْ عَمْرٌ قَدَفَرَ قَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسَمِّيَ الْفَارُوقَ اَخْرَجَهُ السِّيَوطِيُّ ، كَذَلِكَ اَيْضًا كَعْبُ بْنُ الْاَشْرَفِ كَانَ يَهُودِيًّا يَحِقُّ الْبَاطِلَ وَيُبْطِلُ الْحَقَّ يَرْتَعَى ؟ كَمَا كَمَا حَافِظِي دَفَاتِرَ الْاَنْصَارِيِّ وَيَسِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ابْنُ خَطَلٍ وَامْرَاةٌ الْاَعْمَى فَكَلِمَهُمْ قَدْ قَتَلُوا لَذَلِكَ

( اور روایت دوسری ہے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے ایک:

لِذَا اِيَكٌ مَنَا فِقٌ ، يَهُودِيٌّ كَوَ . پھر بلا یا یہودی نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بلا یا مَنَا فِق نے اس کو کعب بن اشرف کی طرف پھر بے شک لے گئے یہ دونوں حکم کو رسول اللہ ﷺ کی طرف پھر حکم کیا واسطے یہودی کے پھر نہ راضی ہوا مَنَا فِق اور کہا آؤ تو حکم لے چلیں ہم حضرت

عمرؓ کی طرف پھر کہا یہودی نے حضرت عمرؓ کے واسطے حکم کیا واسطے میرے رسول اللہ ﷺ نے پھر نہ راضی ہوا ساتھ حکم رسول اللہ ﷺ اور جھگڑا لایا تمہاری طرف۔ پھر کہا حضرت عمرؓ نے منافق کے واسطے اور ایسی ہی ہے کہا منافق نے ہاں، پھر کہا حضرت عمرؓ نے ٹھہر وتم دونوں یہاں تک کہ آؤ میں تم دونوں کی طرف پھر داخل ہوئے گھر میں پھر لیا تلوار کو پھر نکلے پھر ماری گردن منافق کی یہاں تک کہ مرا، کہا حضرت عمرؓ نے ایسے ہی حکم کرتا ہوں میں اس کے واسطے کہ نہ راضی ہوا ساتھ حکم اللہ کے اور حکم رسول اس کے کے پھر اتری یہ آیت اعنی: فلا وربك .. الخ۔ پھر کہا جبریل نے بے شک عمرؓ نے جدا کیا درمیان حق اور باطل کے پھر نام رکھے گئے عمر فاروق روایت کیا اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے اسی طرح یہی کعب بن اشرف تھا یہودی ثابت کرتا تھا باطل کو اور باطل کرتا تھا حق کو اور رشوت لیتا مانند سب محافظ دفتر کچہری نصاریٰ کے اور گالی دیتا نبی ﷺ کو جیسا کہ گالی دیتا تھا ابن نحل اور بی بی اندھی کے پھر تینوں مارے گئے بسبب گالی دینے کے حکم رسول اللہ ﷺ سے)

(معالم التنزیل میں امام بغوی نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے: و قال مجاهد و الشعبي: نزلت فی بشر المنافق و الیہودی اللذین اختصما الی عمرؓ۔ قوله: (فلا)، ای: لیس الا مرکما یزعمون انهم مؤمنون ثم لا یرضون بحکمک، ثم استأنف القسم، (وربك لا یؤمنون)، و یجوز ان تكون (لا) فی قوله، (فلا) صلة، کما فی قوله (فلا اقسام)، (حتی یحکموک)، ای یجعلوک حکماً، (فیما شجر بینهم)، ای اختلف و اختلط من امورهم و التبس علیهم حکمہ، و منه الشجر لا لیتفا ف اغصانه بعضها ببعض، (ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً)، قال مجاهد، شکاً، و قال: غیره، ضیقاً۔ (مما قضیت)، و قال الضحاک: اثماً، ای یأثمون بانکارهم ما قضیت، (و یسلموا تسلیماً)، (ای ینقادوا لامرک انقیاداً)۔

و جاءت الا حادیث الاخری فی باب امر الحق

(اور آئی حدیثیں اور مقدمہ امر حق میں)۔

عن بریدة قال قال رسول الله ﷺ القضاة ثلاثة اثنان في النار و واحد في الجنة۔ ر ج عرف الحق فقضى به فهو

فی الجنة ورجل عرف الحق فلم يقض به و جار فی الحكم فهو فی النار ورجل لم يعرف الحق فقاضى للناس على جهل فهو فی النار اخرجه الاربعة و صححه الحاكم -

(روایت ہے حضرت بریدہؓ سے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، فیصلہ کرنے والے تین ہیں، دو دوزخی اور ایک جنتی۔ جس مرد نے پہچانا حق کو پھر فیصلہ کیا اس کے ساتھ وہ جنتی ہے اور جس مرد نے پہچانا حق کو پھر نہ فیصلہ کیا اس کے ساتھ اور ظلم کیا فیصلہ میں پھر وہ دوزخی ہے اور جس مرد نے نہ پہچانا حق کو پھر فیصلہ کیا لوگوں کے واسطے نادانی پر پھر وہ دوزخی ہے۔ روایت کیا اس کو امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی و امام ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اس کو امام حاکم نے)۔

عن جده قال بايعنا رسول الله ﷺ على ان نقول بالحق انما كنا لا نخاف في الله عز وجل لومة لائم اخرجه مسلم -  
(روایت ہے دادا اس کے سے کہا بیعت کی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر کہ کہیں ہم حق کو جہاں کہیں ہوویں ہم نہ ڈریں ہم راہ اللہ میں ملامت کرنے والی ملامت سے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)

عن ابى ذر قال قال رسول الله ﷺ قل الحق ولو كان مرّ -  
صححه ابن حبان (روایت ہے حضرت ابی ذرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہہ تو حق بات کو اگر چہ ہے کڑوی۔ صحیح کیا اس کو امام ابن حبان نے)

عن ابى سعيد بن الخدرى انّ النبى ﷺ قال انّ اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر اخرجه الترمذى و فى رواية ابى داؤد امير جائر (روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا تحقیق کہ بہت بڑا جہاد ہے بات حق کہنی پاس بادشاہ ظالم کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے اور ایک روایت سنن ابی داؤد میں، یا امیر ظالم کے)

ما تبعه فى اتباع سنة رسول الله ﷺ و قال لا تتبعوا قولى و فعلى ان كان خلاف الله و رسوله  
(کیا خوب اتباع حضرت عمرؓ کا اتباع سنت رسول اللہ میں اور کہا مت پیروی کرو تم قول میرے کو اور فعل میرے کو اگر ہووے خلاف اللہ کے اور خلاف رسول کے)۔

قال ابو بكر لست بمعصومٍ فاطا عتي عليكم فرض في الامور التي توافق سنة رسول الله ﷺ وشرية الله ان امرتكم بخلا فهما بالفرض فلا تقبلوا فاذنوا بي اخرجه عبد العزيز في اثني عشر في الطعن الثامن (کہا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نہیں ہوں میں معصوم پھر اطاعت کرنا میری تم پر فرض ہے ان کا موم میں جو ہو موافق سنت رسول اللہ ﷺ کے اور شریعت اللہ کے اگر حکم کروں میں تم کو خلاف دونوں کے بالفرض پھر مت قبول کرو تم حکم میرے کو پھر آگاہ کرو تم مجھے۔ روایت کیا اس کو عبد العزیز محدث دہلوی نے اثنا عشر میں طعن آٹھویں میں)

انّ عبد الله بن عمر كتب الى عبد الملك بن مروان ان يبایعه فكتب اليه بسلم الله الرحمن الرحيم اما لعبد الملك امير المؤمنين سلام عليك فاني احمديك الله الذي لا اله الا هو و اقرّ لك بالسمع والطاعة على سنة الله عز وجل و سنة رسول الله فيما استطعت اخرجه مالك في الموطا اتفق السلف الصالح على قبول احكام الخلفاء فيما استطاعوا ما لم يامروا بالمعصية -

(بے شک حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے لکھا عبد الملک بن مروان کی طرف بیعت کرے یہ اس کی پھر لکھا اس کی طرف بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد کے، واسطے عبد الملک امیر المؤمنین کے سلام علیک پھر بے شک میں حمد کرتا ہوں طرف تیرے اللہ کی جو نہیں ہے معبود برحق سوائے اس کے اور اقرار کرتا ہوں میں واسطے تیرے ساتھ سننے اور اطاعت کے سنت اللہ اور سنت رسول اللہ پر جس میں کہ طاقت رکھوں۔ روایت کیا اس کو مالک نے موطا میں۔ متفق ہوئے سلف صالح قبول کرنے احکام خلفاء کا جس میں طاقت رکھیں جب تک کہ نہ حکم کریں ساتھ معصیت کے)

قال الله تعالى في سورة آل عمران:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم و الله غفور رحيم. قل اطيعوا الله و الرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين (کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں،

کہہ تو اگر ہو تم دوست رکھتے ہو تم اللہ کے پھر اتباع کرو تم میری، دوست رکھے تم کو اللہ اور بخشنے واسطے تمہارے گناہوں کو اور اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ کہہ تو اطاعت کرو تم اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر منہ پھیرا بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا ہے کافروں کو۔

محبة الرسول اتباع اقا و يله و افا عيله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا حَكَا م الصلوة انه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ير فع يد يه فيها عند التحريمه و الوضع و الرفع و عند النهوضه من العقده الا ولى و يضع يد يه على الحيازيم و اوامر الزكوة و الصيام و مناسك الحج و الماكل و المشارب و الملا بس و انه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يلبس القمائن و الا زار و يكور العمائم و يضع القلائس و قواعد البراز و البول لم يتبت استطابة الا حجار و الميا ه للذكر و البظر من رسول الله و كان ابن عباس لم يزل يبول مبال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حين حيوته .

(محبت رسول کی پیروی کرنا باتوں کی اور فعلوں کی ان کے جیسے احکام نماز کے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے نماز میں نزدیک تحریمہ کے اور جھکانے سر کے اور اٹھانے سر کے اور نزدیک اٹھنے تشہد اول سے اور رکھتے دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر، حکم زکوٰۃ اور روزہ کا اور عبادت حج کی اور کھانے اور پینے اور پینے کا اور بے شک رسول اللہ ﷺ پینتے کرتے اور ازار اور باندھتے عمامہ اور رکھتے ٹوپی سر پر اور قاعدہ گئے اور موتے کا، ثابت ہوا استنجا پتھر اور پانی کا واسطے پیشاب مرد اور عورت کے رسول اللہ ﷺ اور تھے ابن عباس ہمیشہ پیشاب کرتے جگہ پیشاب کرنے رسول اللہ ﷺ کے جب تک جیتے رہے وہ)

الایمان جزء ان ان تعلم الله الهأ و الرسول رسولاً علم الله هكذا يكون ان لا تشارك به ما عداه و علم الرسول كذا يصير ان لا نتبع ما سواه الا ول التوحيد و خلافة شرك و الثانی اتباع السنة و خلافة بدعة فمن عبد الرسول و الهبل فهو مشرك و من اخذ اقواله الصحابة و الا حبار و الرهبان عند كون السنة فهو مبتدع و من حد تو حيد الله و سن سنة رسول الله و عمل بهما فهو افضل من الذى لا ياخذهما كالصعاليك المجاهيل الذين يعبدون احداث الجدود و ما سواها يتبدعون بدعة كصلوة المعاكيس و التراويح و

ما صلها ابو بكر و قالها عمر بدعة و ما صلها عثمان و على الا كما صلها رسول الله ﷺ ثلاث عشر ركعة في اعتكافه و مجالس الموالي و يحتجرون؟ اربعين ليلة و الذي ما كان في عهد النبي ﷺ فهو بدعة لان اقول الصحابة تدل على ذلك كقول عمر نعم البدعة في التراويح اخرج البخاري و كقول ابن عمر عن مجاهد قال كنت مع ابن عمر فتوبت؟ رجل في الظهر و العصر قال اخرج بنا فان هذه بدعة اخرجها ابو داود -

(ایمان کے دو جزء ہیں یہ کہ جانے تو اللہ کو اللہ اور رسول کو رسول اور جانا اللہ کا اس طرح ہوتا ہے کہ مت ساجھی کر تو ساتھ اس کے کسی کو کہ سوائے اس کے ہے، اول توحید ہے اور خلاف اس کا شرک ہے اور ثانی اتباع سنت ہے اور خلاف اس کا بدعت ہے پھر جس نے پوجا رسول کو اور بت کو پھر وہ مشرک ہے اور جس نے لیا اقوال صحابہ کے اور مولویوں کے اور درویشوں کے نزدیک ہونے سنت کے پھر وہ بدعتی ہے اور جس نے جانا توحید اللہ کی اور جانا سنت رسول کی اور مانا دونوں کو پھر وہ افضل ہے اس سے کہ نہ لیا اس نے دونوں کو مانند درویشوں جاہل کے جو پوجتے ہیں قبریں باپ داداوں کی اور سو اس کے اور کرتے ہیں بدعت مانند معکوس نماز اور تراویح کے اور نہ پڑھا اس کو حضرت ابو بکرؓ نے اور کہا حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت اور نہ پڑھا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے مگر جیسا کہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے تیرہ رکعت اعتکاف میں اپنے اور مولود کرنا اور چلہ نشین ہوتے ہیں اور وہ چیز کہ نہ تھی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں پھر وہ بدعت ہے اس واسطے کہ بے شک قول سب صحابہ دلالت کرتا ہے اس پر جیسے قول حضرت عمرؓ کا نعم البدع تراویح میں روایت کی اس کو امام بخاریؒ نے اور جیسے قول حضرت ابن عمرؓ کا روایت کا مجاہدؒ سے کہا تھا میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ پھر کہا ایک مرد نے الصلوة خیر من النوم نماز بہتر ہے نیند سے ظہر میں یا عصر، کہا نکل تو ہمارے ساتھ اس واسطے کہ بیشک یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابو داؤد نے)۔

عن ابی رافع قال قال رسول الله ﷺ لا لفين احدكم متكئا على اريكته ايا تيه الا امر من امرى مما امرت به او نهيت عنه فيقول لا ادرى ما وجدنا في كتاب الله اتبعنا ه اخرج احمد و ابو داؤد و الترمذى و ابن ماجه و البهيقي فى دلائل النبوة - (روایت ہے ابی رافعؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ البتہ پاؤنگا میں ایک تمہارے کو

تکلیف لگائے ہوئے تخت پر اپنے آوے گا اس کو امر میرے سے اس سے کہ حکم کیا گیا میں ساتھ اس کے یا منع کیا گیا میں اس سے، پھر کہے نہیں جانتا ہوں میں، جو پایا ہم نے قرآن میں پیروی کریں گے ہم اس کی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)۔

فیه الکناۃ من الاستکبار و الاستراحة لعدم الخروج بطلب علم الحدیث۔ (اس حدیث میں اشارہ ہے غرور کرنے اور آرام لینے سے واسطے اسکے کہ نہ نکلے طلب علم حدیث میں)

عن المقدام بن معدی کرب عن رسول اللہ ﷺ انه قال :  
الا، انی اوتیت الكتاب و مثله معه، الا یوشک رجل شعبان  
علی اریکتہ یقول: علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیہ من  
حلالٍ فاحلّوه و ما وجدتم فیہ من حرامٍ فحرّموه۔ الا لا یحل  
لکم الحمار الا هلیّ و لا کل ذی نابٍ من السبع و لا لقطۃ معا  
هدٍ الا ان یتستغنی عنها صا حبها و من نزل بقومٍ فعلیهم ان  
یقروه فان لم یقروه فله ان یعقبهم بمثل قراه۔ سنن ابی داؤد  
حدیث نمبر ۴۶۰۴)۔ (روایت ہے مقدام بن معدی کرب سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ  
نے خبردار ہو پیشک دیا گیا میں قرآن اور مانند اس کے ساتھ اس کے خبردار ہو قریب ہے مرد  
آسودہ تخت پر اپنے کہے لازم پکڑو تم ساتھ اس قرآن کے پھر جو کہ پاؤ تم اس میں حلال سے  
پھر حلال جانو تم اس کو اور جو کہ پاؤ تم اس میں حرام سے پھر حرام جانو تم اس کو، اور حرام کیا  
رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ حرام کیا اللہ نے، خبردار ہونیں حلال ہے تمہارے واسطے گدھا گھر کا  
اور نہر؟ کچکی والے درندوں سے اور نہ پڑی ہوئی چیزوں کے مگر یہ کہ بے پرواہ ہو اس سے  
مالک اس کا روایت کیا اس کو امام ابوداؤد نے)۔

( عن المقدام بن معدی کرب، عن رسول اللہ ﷺ قال : الا لا یحلّ ذو  
نابٍ من السباع، و لا الحمار الا هلیّ، و لا اللقطۃ من مال معا هدٍ الا ان  
یتستغنی عنها، و ایما رجلٍ ضاف قومًا فلم یقروه، فان له ان یعقبهم بمثل  
قراه۔ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۸۰۴)



عن خالد بن الوليد: قال غزوت مع رسول الله ﷺ خيبر ، فاتت اليهود فشكوا ان الناس قد اسرعوا الى حظائرهم ، فقال رسول الله ﷺ : الا لا تحل اموال المعاهدين الا بحقها ، و حرام عليكم حمر الالهية و خيلها و بغالها ، و كل ذى نابٍ من السباع ، و كل ذى مخلبٍ من الطير - سنن ابوداؤد  
 حديث نمبر ۳۸۰۶)

عن عمرو بن عوف قال قال رسول الله ﷺ ان الدين لباذر الى الحجاز كما تاذر الحية الى حجرها و ليعقلن الذين من الحجاز معقل الازوية من رأس الجبل ان الدين بدء غريباً و سيعود غريباً كما بدء - فطوبى للغرباء - و هم الذين يصلحون ما افسد الناس من بعدى من سنتى اخرجه الترمذى -  
 (روایت ہے حضرت عمرو بن عوف سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک دین سمٹ جاوے کعبہ و مدینہ کی طرف جیسا کہ سمٹ جاوے سانپ اپنے بل میں اور البتہ پناہ لیوں کعبہ و مدینہ سے مانند لینے پہاڑی بکری کی سر پہاڑ سے بیشک دین پہلے غریب تھا اور قریب ہے کہ ہووے غریب جیسا کہ پہلے تھا پھر خوشی ہو واسطے غرباء کے اور وہ جو صلاحیت پر لادیں گے اس کو کہہ کر دیا اس کو لوگوں نے پیچھے میرے سے سنت میری کو - روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے)۔

عن انس ان رسول الله كان يقول لا تشددوا على انفسكم فيشدد الله عليكم فانّ قوماً شددوا على انفسهم فشدد الله عليهم فقلّ بقاياهم في الصوامع و الديار ر ر هبا نية  
 ابتدعوها ما كتبنا عليهم - اخرجه ابوداؤد

(روایت ہے انسؓ سے بیشک رسول اللہ ﷺ تھے فرماتے مت سختی کرو تم جیوں پر اپنے پھر سختی کرے اللہ تم پر پھر بے شک ایک قوم نے سختی کی اپنے جیوں پر پھر سختی کی اللہ نے انہوں پر پھر یہ بتایا ہیں عبادت خانے یہود و نصاریٰ میں لیار بہانیت کو سرنو سے نہیں فرض کیا ہم نے ان پر)۔

ف - راہب اسے کہتے ہیں کہ سوائے عبادت کے واسطے کچھ علاقہ دنیا سے نہ رکھیں

عن غضيف بن الحارث الثمالي قال قال رسول الله ﷺ ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خیر

من احدث بدعة - اخرجه احمد۔ (روایت ہے غضیف بن حارث ثمالی سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا قوم نے بدعت کو مگراٹھائی جاوے مانند اس کے سنت پھر چنگل مارنا سنت میں بہتر ہے کرنے بدعت سے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے)۔  
قال الله تعالى في سورة عمران: و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم و من ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا، سيجزي الله الشاكرين (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ عمران میں اور نہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول۔ بیشک گذرے آگے اس کے بہت رسول۔ پھر اگر مرے یا مارے جاوے، پھر وگے تم اپنے دین اپنے باپ دادوں پر، پھر ہرگز نہ ضرر کرے گا اللہ کا کچھ۔ قریب ہے کہ بدلا دیوے اللہ شکر والوں کو)۔

عن ابى هريره قال قال رسول الله ﷺ ترد على امتي الحوض۔ وانا اذود الناس عنه كما يذود الرّجل عن ابله۔ قالوا يا نبى! الله اتعرفنا۔ قال: نعم۔ لكم سيماء ليست لاحد غيركم۔ تردون على غرا محجلين من آثار الوضوء، و ليصدنّ عنى طائفة منكم فلا يصلون۔ فاقول: يا رب! هؤلاء من اصحابى۔ فيجيبنى ملك فيقول: و هل تدري ما احدثوا بعدك۔ (مسلم حدیث نمبر ۵۸۳) (روایت ہے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آویں میری امت مجھ پر حوض کوثر پر اور ہٹاؤں میں لوگوں کو ان سے جیسا کہ ہٹاؤں مرد اونٹ کا اپنے اونٹ سے۔ کہیں اے نبی اللہ ﷺ کے آیا پہچانے گا تو ہم کو فرمایا ہاں واسطے تمہارے ایک پہچان ہے کہ نہیں کسی کو سوائے تمہارے آؤ گے تم ہم پر منہ ہاتھ پر چمکتے اثر وضو سے اور البتہ رو کے جاویں ہم سے ایک جماعت تم میں سے پھر نہ پہنچیں گے ہم تک پھر کہوں میں اے رب میرے یہ اصحاب میرے سے ہیں پھر جواب دے ایک فرشتہ پھر کبھی نہیں جانا تو نے کہ کافر؟ ہوئے پیچھے تیرے۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے)۔

رأيتم كيف وجدتم حال ارداد الصحابة اللهم ثبت اقدانا على صراط الكتاب المبين احاديث سيد المرسلين

و ان لا تاخذ فحاح المحدثين و مذا هب المبتد عين و ان  
تاخذ دين المخلصين كا صحاب نبى العالمين ابى بكر و عمر  
و عثمان و على و غير هم آمين يا رب العالمين -

( دیکھا تم نے کیونکر پایا تم نے حال پھرنے صحابہ کا دین سے۔ اے اللہ ثابت رکھ ہمارے  
پیروں کو راہ کتاب روشن پر اور حدیثیں سید المرسلین پر اور یہ کہ نہ لیویں ہم طریقہ نئی بات نکالنے  
والے دین میں اور مذہب بدعتوں کا اور یہ کہ لیویں ہم دین خالصوں کا جیسے اصحاب نبی عالم  
کے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور سوا اس کے ایسے ہی جو اے رب عالم کے)۔

عن ابى موسى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان الله تعالى اذا اراد  
رحمة امّة من عباده قبض نبيها قبلها فجعله لها فرطاً و سلفاً  
بين يديها و اذا اراد هلكة امّة عذبها و نبيها حتى فاهلها و هو  
ينظر فاقر عليه بهلكتها حين كذبوه و عصوا امره - اخرجه  
مسلم - (روایت ہے حضرت ابی موسیٰؓ سے وہ روایت کرتا ہے نبی ﷺ سے فرمایا بے شک  
اللہ تعالیٰ جب چاہے رحمت امت کا بندوں اپنے سے مارے نبی اس کے کو آگے اس کے پھر  
کرے نبی کو واسطے امت کے پیشوا سامان کرنے والا آگے امت کے اور جب چاہے ہلاک  
کرنے امت کے عذاب میں ڈالے امت کو حالانکہ نبی امت کا جیتا ہے ہلاک کرے امت کو  
حالانکہ نبی دیکھتا پھر اللہ ٹھنڈ کرے آنکھ نبی کے ساتھ ہلاک کرنے امت کے جب کہ جھٹلایا  
امت نے نبی کو اور نافرمانی کیا حکم اس کے کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)

قال الله تعالى فى سورة الاحزاب ، و ما كان لمومن و لا  
مومنة اذا قضى الله و رسوله امرأ ان يكون لهم الخيرة من  
امرهم ، و من يعص الله و رسوله فقد ضلّ ضلالاً مبيناً (احزاب  
:۳۶) (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ، نہیں لائق ہے واسطے مرد مومن اور عورت مومنہ  
کے جب کہ حکم کرے اللہ تعالیٰ اور رسول ، اللہ کا ایک امر کو کہ ہووے انہوں کے واسطے اس میں  
بہتری کسی کو (یعنی اللہ رسول کے فیصلے کے بعد کسی شخص کو کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہ جاتا) اور جس نے  
نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر تحقیق کہ بھٹکا راہ بھٹکنی ظاہر کر)۔

حينئذ جاء ت امور الدين و الدنيا على الرأى و القياس و

الاجماع فان فواطاً القرآن و الا حاديت هذه الثلاثة قبل و الا فلا تقبل مآت الآيه و الوفا حدیث الصحیح و ان كان تعظیمها ان لا تمسها النساء ذات الحيض و النفساء و غيرهما و يستر بغلاف مذهب و نقرء في يوم ثالثة و الاربعين لا نتزاء روح الميت و يوضع على الاو ثان كالتعزية و المراقد عند اعراس الاشباح و الا ساقدة و يكتب لتسخير النساء و الامراء، (اس وقت آنے امور دين اور دنيا کے رائے اور قياس اور اجماع پر پھر اگر موافق ہو قرآن اور حدیثیں، ان تینوں کو قبول کیا جائے۔ یہ دونوں اگر موافق نہ ہوں قرآن اور حدیثیں، ان تینوں کو پھر نہ قبول کیا جائے۔ سینکڑوں آیتیں اور ہزاروں حدیثیں صحیح اگرچہ ہے تعظیم قرآن اور حدیث کے یہ کہ نہ چھوئے ان دونوں کو عورتیں حیض والیاں اور زچے والیاں اور سوان دونوں کے اور رکھی جائیں قرآن اور حدیث غلاف سنہری میں اور پڑھا جاوے سوم کے دن اور چہلم کے دن واسطے نکالنے روح میت کے اور رکھا جاوے و مٹوں پر جیسے تعزیہ اور قبروں پر نزدیک عرس میرا اور استاد کے اور لکھا جاوے واسطے پھنسانے عورتوں اور امیروں کے)۔

و جاء الحدیث فی باب الشفاعة و الرأی ۔

حدیثی رافع بن خدیج قال قدم نبی اللہ ﷺ المدینة، و هم یا برون النخل، یقولون یلقحون النخل۔ فقال، ما تصنعون۔ قالوا کنا نصنعه۔ قال، لعلکم لو لم تفعلوا کان خیراً۔ فترکوه۔ فنقضت او قال فنقضت۔ قال فذکروا ذلك له فقال: انما انا بشر۔ اذا امرتکم بشيء من دینکم فخذوا به، و اذا امرتکم بشيء من رأی فانما انا بشر۔ قال عکرمة: أو نحو هذا۔ قال المعقری: فنقضت۔ و لم یشک۔ اخرجه مسلم۔  
(اور آئی حدیث باب سفارش اور رائے میں۔)

حدیث کیا مجھے رافع بن خدیج نے کہا آئے نبی ﷺ مدینہ کو اور وہ پھول نرکھجور کا مادی میں رکھے۔ پھر فرمایا حضرت ﷺ نے کیا کرتے ہو تم۔ کہا، تھے ہم کرتے اس کو آگے سے۔ فرمایا اگر نہ کرو تم البتہ ہو بہتر۔ پھر چھوڑا اس کو سب نے۔ پھر چھڑ گیا پھول اس کا یا ناقص ہو گیا۔ پھر ذکر کیا رسول اللہ ﷺ سے، فرمایا میں آدمی ہوں جب حکم کروں میں تم کو ساتھ کسی چیز کے دین

سے تمہارے، پھر لو تم اس کو، اور جب حکم کروں تم کو ساتھ کسی چیز کے رائے سے، پھر میں آدمی ہوں مانند تمہارے۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلم نے۔

(مسند احمد میں روایت ہے: مررت مع النبی فی نخل المدینة، فرأى اقوا ما فى رؤوس النخل يلقحون النخل۔ فقال: ما يصنع هؤلاء۔ قال: يأخذون من الذكر فيحطون فى الانثى يلقحون به۔ فقال: ما اظن ذلك يعنى شيئاً فبلغهم فتركوه و نزلوا عنها۔ فلم تحمل تلك السنة شيئاً۔ فبلغ ذلك النبی ﷺ فقال: انما هو ظن ظننته ان كان يعنى شيئاً فاصنعوا، فانما انا بشر مثلكم و الظن يخطى و يصيب، و لكن ما قلت لكم قال الله عز و جل، فلن أكذب على الله۔)

عن ابن عباس ان زوج بريره كان عبداً يقال له مغيث كانى انظر اليه يطوف خلفها يبكى و دموعه يسيل على لحيته فقال النبی ﷺ يا عباس يا عباس الا تعجب من حب مغيث بريرة و من بغض بريره مغيثاً فقال النبی ﷺ لو را جعته قالت يا رسول الله ﷺ تأمرنى قال انما اشفع قالت لا حاجة لى فيه۔ اخرج البخارى۔

(روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے بے شک میاں، بریرہ کا غلام تھا، نام اس کا تھا مغیث، گویا کہ دیکھتا ہوں میں اس کی طرف پھرتا پیچھے بریرہ کے اور آنسو اس کی ٹپکتے داڑھی پر اس کے پھر فرمایا نبی ﷺ نے عباسؓ کے واسطے، اے عباسؓ تعجب نہیں کرتا تو محبت مغیث سے بریرہ کو اور بغض بریرہ سے مغیث کو۔ پھر فرمایا نبی ﷺ نے اگر تو رجوع ہو مغیث کو البتہ بہتر ہے کہا یا رسول اللہ حکم کرتے ہو مجھے۔ فرمایا سفارش کرتا ہوں میں۔ کہا نہیں حاجت واسطے میرے سفارش کرنے میں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے۔)

فيها ذم النبی ﷺ الرأى و الشفاعة بدون امر الله و هو الالهام فذلك دليل على ان رأى غير النبی ﷺ و الشفاعة ليس لهما اعتبار و من نسبه الى النبی ﷺ خرج منه الايمان لان اقوال الرسول و افعاله ﷺ و ارايه حتى الحررة سنة سنوية للا نسان و

الجَانِّ وَاللَّهِ تَعَالَى قَالَ فِي سُورَةِ الْحَشْرِ وَمَا تَأْكُمُ الرَّسُولَ  
فَخَذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَقَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ النَّسَاءِ مَنْ يَطْعُ  
الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا -

(دونوں حدیثوں میں ہے برائی کرنی نبی ﷺ کی رائے کی اور سفارش بدون حکم اللہ کے اور وہ الہام ہے پھر یہ مذمت دلیل ہے اس بات پر کہ بے شک رائے سوائے نبی ﷺ کے اور سفارش نہیں ان دونوں کا اعتبار اور جس نے نسبت مذمت ان دونوں کے نبی ﷺ کی طرف کی نکلا اس سے ایمان اس واسطے کہ بیشک قول رسول کا اور فعل رسول کا یہاں تک کہ آداب گئے مومن کا سنت بڑے ہیں انسان اور جن کے واسطے کہ بے شک اللہ نے فرمایا سورۃ حشر میں، اور وہ کہ دے تمہیں رسول پھر لو تم اس کو اور وہ کہ منع کرے تم کو اس سے پھر باز رہو تم۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں۔ جس نے اطاعت کی رسول کی پھر تحقیق کے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا نہیں بھیجا ہم نے تجھے نگہبان)۔

عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب قال و هو على المنبر يا  
ايها الناس ان الرأى انما كان من رسول الله ﷺ مصيباً لان  
الله عز و جل كان يريه و انما هو منا الظن و التكلف اخرج  
ابو داؤد - (روایت ہے ابن شہاب سے بے شک عمر بن خطاب نے کہا حالانکہ منبر پر  
تھے اے لوگو بیشک رائے تھی رسول اللہ ﷺ سے صواب اس واسطے کہ بیشک اللہ عز و جل تھا دیکھتا  
اس کو اور وہ رائے ہم سے ظن اور تکلف ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابو داؤد نے)

قال بعض السلف ما جاءنا عن رسول الله ﷺ قبلنا على  
الرأس والعين و ما جاءنا عن الصحابة فناخذ و نترك و ما جاءنا  
عن التابعين فهم رجال و نحن رجال قال الغزالي ذلك في احياء  
العلوم - (کہا بعض سلف نے جو کہ آیا ہم کو رسول اللہ ﷺ سے قبول کیا ہم نے اس کو سر اور آنکھ پر اور جو  
کہ آیا ہم کو صحابہ سے پھر لیں گے ہم اس کو اور چھوڑیں گے ہم اس کو اور جو کہ آیا ہم کو تابعین سے پس وہ مرد  
ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔ امام غزالی نے کہا اس کو احياء العلوم میں)۔

قال المحدث الدهلوى فى تنوير العينين فى اثبات مسألة  
رفع اليدين فهم الصحابة ليس حجة (کہا محدث دہلوی محمد اسماعیل نے تنوير العينين فى  
اثبات مسألة رفع اليدين میں رائے اور بوجھ (سمجھ) صحابہ کا نہیں ہے دلیل)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائة شهید۔ آخر جہ البھیقی (روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے چنگل مارا ساتھ سنت میری کے نزدیک فساد امت میری کے پھر واسطے اس کے ثواب سوشہید کا ہے روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقی نے)۔

فی ذلك دلیل علی منع الاجتہاد سوا النبی ﷺ لانّ المجتہد یخطی و یصیب فلذک الزم علی العالم الربانی ان یوزن قیاسات الجلیة و الخفیة فی میزان الآیة و الحدیث الصحیح کل یوم و الآ فیخطی .. تکرار الخطا موجب لعدم الاعتبار لانّ المحدث الدہلوی یعنی عبد العزیز قال فی اصول الحدیث علم الحدیث اشرف من کل علم و لا یبلغ علم علی درجتہ لانّ علم القرآن و عقاید الاسلام و احکام الشریعة و قواعد الطریقة و الکشفیات و العقلیات کلها موقوف علی بیان سید آل عدنان و ان لا یوزن ذلك و لا یضرب علی هذا المیزان و المعیار لیس لها اعتبار۔ (ان حدیثوں میں دلیل ہے منع اجتہاد پر سوائے نبی ﷺ کے واسطے کہ بے شک مجتہد خطا کرتا ہے اور نہیں خطا کرتا ہے پھر اسی واسطے بہت لازم ہے عالم اللہ والے کو کہ تو لیں قیاسیں روشن اور پوشیدہ کو ترازا آیت اور حدیث صحیح میں ہر دن اور اگر ایسا نہ کرے گا پھر خطا کرے گا۔ پھر تکرار خطا کا سبب ہے عدم اعتبار کا اس واسطے کہ بے شک محدث دہلوی یعنی عبد العزیز نے کہا اصول حدیث میں، علم حدیث اشرف ہے ہر علم سے اور نہ پہنچے کوئی علم درجہ علم حدیث پر اس واسطے کہ بے شک علم قرآن اور عقیدہ اسلام اور حکمتیں شریعت کی اور قاعدہ طریقت کے اور سب کشف و عقل کی باتیں موقوف ہیں بیان سردار آل عدنان پر یعنی رسول اللہ ﷺ۔ اور اگر نہ تو لا جائے یہ سب اور نہ مارا جاوے اس ترازو اور کسوٹی پر نہیں ہے ان سب کا اعتبار)۔

قال اللہ تعالیٰ فی سورة النساء :

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتن فی شیء فردّوه الی اللہ و الرسول ان کنتم مو منون باللہ و الیوم الآ خر۔  
(فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں: اے لوگو لائے ہو ایمان اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت

کہ روتم رسول کی اور سردار لشکر کی تم سے ہو پھر اگر آپس میں جھگڑا کرو تم کسی چیز میں پھر رجوع کرو تم اس کو کتاب اللہ اور کتاب رسول کی طرف اگر ہو تم ایمان لاتے ہو اللہ اور دن قیامت کے ساتھ)۔

کل معان فی القرآن ان یطیعوا اللہ و الرسول و ہنا اطاعة اولی الامر امیر السرا یا و ان کان قوله و افاق اللہ و الرسول لانّ الحدیث دال علی ذلک فسیاتی عن روایة علی ( ہر جگہ قرآن میں یہ کہ اطاعت کرو تم اللہ اور رسول کی اور اس جگہ اطاعت اولی الامر سردار لشکر کی ہے اگر ہو قول اس کا موافقت کرے اللہ اور رسول کی اس واسطے کہ حدیث دلالت کر نیوالی ہے اس آیت پر پھر قریب ہی آوے گی حدیث روایت علی سے)

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال علی المرء المسلم السمع و الطاعة فیما احب و کره ، الا ان یؤمر بمعصیة ، فان امر بمعصیة فلا سمع و لا طاعة اخرجہ مسلم (روایت ہے حضرت ابن عمر سے، وہ روایت کرتا ہے نبی ﷺ سے، بے شک فرمایا حضرت ﷺ نے، مرد مسلمان پر سنا اور اطاعت ہے جس میں کہ دوست رکھتا ہے اور مکروہ جانتا ہے، مگر حکم کیا جاوے گناہ میں پھر اگر حکم کیا جاوے گناہ میں پھر اس میں سنا اور اطاعت نہیں ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)

(ان ربی قال لی ان قم فی قریش فا نذرہم، فقلت ای رب اذا یثلغوا ر اسی۔ ای یثدخوا۔ فقال انی مبتلیک و مبتل بک و منزل علیک کتاباً لا یغسلہ الماء تقرؤہ نائماً و یقظاناً فا بعث جنداً ابعث مثلیہم و قاتل بمن اطاعک من عساک و انفق انفق علیک علی المرء المسلم السمع و الطاعة فی عسرة و یسرہ و منشطہ و مکرہ ما لم یؤمر بمعصیة اللہ فاذا امر بمعصیة اللہ فلا سمع و لا طاعة۔ (مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ۔ طبع ۱۳۹۸ھ، ۱۳-۲۰۰)۔

عند الخاصم ترجع ر جل الی القرآن و الحدیث الصحیح فی امور العبادۃ کالصلوة و الصیام و المعاملۃ کالنکاح و الطلاق فلا یرجع الی القدوری و الكنز فان الا ولین کتابا لیقین و الرحمة و الآخرین کتابا العقل و البدعة (نزدیک جھگڑنے آپس کے رجوع ہو مرد قرآن اور حدیث صحیح کی طرف امور عبادت میں جیسے نماز اور روزہ اور معاملہ میں جیسے نکاح اور طلاق پھر نہ رجوع ہو



طرف کتاب قدوری اور کنز کے پھر بے شک دونوں پہلوں کی کتاب دو یقین اور رحمت کی ہے اور دوسری کتاب عقل اور بدعت کی ہے۔

عن عبد الرحمن بن عبد رب الكعبه قال :

دخلت المسجد فاذا عبد الله بن عمرو بن العاص جالساً في ظل الكعبة، والناس مجتمعون عليه ، فأتيتهم ، فجلست اليه ، فقال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفرٍ، فنزلنا منزلاً، فمنّا من يصلح خباءه ، ومنّا من ينتضل، ومنّا من هو في جشره ، اذ نادى منادى رسول الله ﷺ : الصلاة جامعة ، فاجتمعنا الى رسول الله ﷺ ، فقال :

انه لم يكن نبى قبلى الا كان حقاً عليه ان يدلّ أمته على خير ما يعلمه لهم ، وينذرهم شرّ ما يعلمه لهم ، وانّ أمّكم هذه جعل عافيتها في أولها، وسيصيب آخرها بلاءٌ و امور تنكرونها ، و تجيء فتنة فيرقق بعضها بعضاً ، و تجيء الفتنة فيقول المؤمن: هذه مهلكتي، ثم تنكشف ، و تجيء الفتنة فيقول المؤمن هذه هذه ، فمن احبّ ان يزح عن النار و يدخل الجنة فلتأته منيته و هو يؤمن بالله و اليوم الآخر و ليأت الى الناس الذي يحبّ ان يؤتى اليه ، و من باع اما ما فاعطاه صفقة يده و ثمرة قلبه، فليطعه ان استطاع، فان جاء آخر ينازعه فاضر بوا عنق الآخر، فدنوت منه فقلت (له) ، أنشدك الله ! انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ؟ فأهوى الى اذنيه و قلبه بيديه، و قال: سمعته اذ نأى و وعاه قلبى۔ فقلت له: هذا ابن عمك معاوية يأمرنا ان نأكل اموالنا بيننا بالباطل، و نقتل انفسنا، و الله عزّ و جلّ يقول: يا ايها الذين آمنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراضٍ منكم و لا تقتلوا انفسكم، انّ الله كان بكم

رحیماً۔ (نساء : ۲۹) قال: فسکت ساعةً ثم قال: اطعه في طاعة الله، و اعصه في معصية الله عز و جل۔ اخرجه مسلم (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۷۷۶)

(...روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا جو بیعت کرے امام کی پھر دیوے مارنے ہاتھ اس کے کے اور فائدہ دل اس کے کا پھر چاہیے کہ اطاعت کرے امام کی اگر طاقت رکھے بھاگ کر آوے دوسرا لڑے اس سے پھر تم گردن دوسرے کی پھر پاس گیا میں ان کے کہا میں نے قسم دیتا ہوں تم کو سنا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے، پھر اشارہ کیا کان اور دل کی طرف اپنے کہا سنا اس کو دوکان میرے نے اور یاد کیا اس کو دل میرے نے پھر کہا میں نے اس کو یہ بیٹا تیرے چچا کا معاویہ حکم کرتا ہے ہمیں یہ کہ کھاویں ہم مالوں کو آپس میں ساتھ جھوٹ کے اور ماریں ہم جانوں اپنے کو اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے لوگو ایمان لائے مت کھاؤ مالوں کو آپس میں جھوٹ کر مگر یہ کہ ہووے سوداگری راضی ہونے آپس میں اور مت مارو جانوں کو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم والا ہے۔ کہا چپ رہے ایک ساعت پھر کہا اطاعت کرو اس کی اطاعت اللہ میں اور نافرمانی کرو اس کی گناہ اللہ عزوجل میں۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے)۔

قال الله تعالى في سورة الفرقان:

يوم يعصّ الظالم على يد يه يقول يا ليتني اتخذت مع الرسول سبيلاً - يا ويلتي ليتني لم اتخذ فلاناً خليلاً - لقد اضلّني عن الذكر بعد اذ جاءني - و كان الشيطان لانا نسان خذولاً - و قال الرسول يا رب ان قومى اتخذوا هذا القرآن مهجوراً (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں: اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چننا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔ اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ ترجمہ۔ محمد جو نا گدھی)

يوم القيامة ... الكفار و المنافقون الفجار على عدم اتباع الرسول المختار و تقول نبى الابرار يا غفار ما اتخذ هذا القرآن و

کلامی ہولاء الا شرار اعلم ان السؤال يوم يوم القيامة عند ذی الجلال من الافعال والاقوال و.. ثم السؤال الاحساب والانساب بل السؤال من الثواب والعقاب۔ (دن قیامت کے ہوویں سب کا فرمنا فتح جو نہ پیروی کرتے رسول مختار پر اور کہیں نبی ابرارے غفار نہ لیا اس قرآن کو اور کلام میرے کو یہ لوگ برے جانو تم بیشک سوال قیامت کے دن نزدیک اللہ تعالیٰ کے فعلوں اور قولوں سے ہے اور نہیں اس جگہ حسوں نسبوں کا سوال بلکہ سوال ہے ثواب اور عذاب کا)۔

کان ابو هريره يحدث انه سمع رسول الله ﷺ يقول ما نهيتكم عنه فاجتنبوه و ما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم، فانما اهلك الذين من قبلكم لكثرة ماثلهم و اختلا فهم على انبياء هم۔ اخرجه مسلم ( و في رواية : عن النبي ﷺ : زروني ما تركزتم ، و في حديثهما : ما تركزتم ، فانما هلك من قبلكم ، ثم ذكروا نحوه ۔

(تھے حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کرتے، بے شک سنا اور سنے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے جس کو منع کیا میں نے تم کو پرہیز کرو تم اس کو اور جس کو حکم کیا میں نے تم کو سنا تھا اس کے پھر کرو تم اس کو جہاں تک طاقت رکھو تم۔ پھر ہلاک ہوئے وہ لوگ کہ آگے تمہارے تھے واسطے سوال کرنے اور خلاف کرنے انہوں کے نبیوں پر اپنے)۔

ذروني ما تركزتم فانما هلك الذين من قبلكم بكثرة ماثلهم و اختلا فهم على انبياء هم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه و ما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم۔ اصول الاحكام، ابن حزم،

قال الله تعالى في سورة البقرة :

و اذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه آباءنا او لو كان آباؤهم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں: اور جب کہ کہا جاتا انہوں نے واسطے پیروی کرو تم اسکی کہ اتارا اللہ نے کہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اسکی کہ پایا ہم نے اس پر باپ دادوں کو اپنے، آیا اور اگر تھے باپ دادے انہوں کے نہ جانتے تھے اور نہ ہدایت پر تھے)۔

قال الله تعالى في الاعراف:

و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا و جدنا عليها آباءنا و الله امرنا بها قل ان الله لا يامر بالفحشاء اتقوا لعل الله ما لا تعلمون۔ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں: اور جب کہ ٹھہرا لیا انہوں نے بیکرہ اور سائیکہ اور وسیلہ کو حاکم کو، کہتے پایا ہم نے اسی پر باپ دادوں اپنے کو اور اللہ نے فرمایا ہم کو ساتھ اس کے، کہدے تو بیشک اللہ نہیں فرماتا ساتھ برائی کے۔ آیا کہتے ہو تم اللہ پر اس چیز کو کہ نہیں جانتے ہو تم)۔

و انّ النبی ﷺ یومأ ذکر الیہود و وعظہم و صمّہم، قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا۔ هذا مختصر الحدیث الذی اخرجه عبد العزیز فی تفسیرہ

(اور بیشک نبی ﷺ نے پند (نصیحت) کی یہودیوں کو ایک دن اور بہت پند کی انہوں کو اور چپ کیا انہوں کو لاچار ہو کر کہا بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم اس کی کہ پایا ہم نے اس پر باپ دادوں کو اپنے۔ یہ حدیث مختصر جس کو روایت کیا عبد العزیز نے اپنی تفسیر میں)

عن ابی سفیان بن حرب قال قال رسول اللہ ﷺ اعدوا للہ و حدہ و لا تشرکوا بہ شیئاً و اترکوا ما یقول آباءکم اخرجه البخاری هذا مختصر من مطول دمر اللہ و رسولہ التقلید۔ (روایت ہے ابو سفیان بن حرب سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پوجتم اللہ کو حالانکہ وہ اکیلا ہے اور مت ساجھی کرو تم ساتھ اللہ کے کسی کو اور چھوڑو تم اس کو جو کہتے تھے باپ دادے تمہارے۔ روایت کی اس حدیث کو بخاری نے۔ یہ حدیث چھوٹی ہے بڑی سے)۔

براکہا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے تقلید کو

قال الله تعالى في سورة الاحزاب:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

(فرمایا اللہ نے سورہ احزاب میں بیشک ہے واسطے تمہارے رسول اللہ ﷺ میں اقتداء اچھا)۔

و قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم

اھتد یتم ا خر جھ القا ضی فی الشفاء ( مدح اللہ و رسولہ الاقتداء  
( اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اصحاب میرے مانند ستارے کے ہیں ساتھ جس کے اقتداء کرو  
گے تم راہ پاؤ گے تم روایت کی اس حدیث کو قاضی نے شفا میں (تعریف کی اللہ اور رسول نے  
اقتداء کی)۔

التقليد من القلادة في اللغة و شاخ اعناق الاناث و قيل  
قلادة اعناق الكلاب و في الاصطلاح التقليد اتباع احد بلا دليل  
(تقليدہ قلادہ سے ہے لغت میں ساتھ معنی ہارگردن عورت کے اور کہا گیا وہ ساتھ معنی پٹہ گردن کتے کے اور  
اصطلاح میں تقلید پیروی کرنا کسی کی بلا دلیل شرعی کے)۔

والاقتداء من القدوة في اللغة المقدم و في الاصطلاح  
الاقتداء هو التمسك بالدليل الشرعي و هو القرآن و الحديث  
الصحيح ثبت من القرآن و الحديث بحسن الاقتداء و بقبح التقليد  
(اور اقتداء قدوہ سے ہے لغت میں ساتھ معنی پیشوا کے اور اصطلاح میں اقتداء وہ چنگل مارنا ساتھ دلیل شرعی  
کے اور وہ قرآن اور حدیث صحیح سے ثابت ہو قرآن اور حدیث سے بھلائی اقتداء کی اور برائی تقلید کی)

قال ابو حنيفة و الا حمد لا تقلدوني و لا تقلدنا  
خذوا الا حكام من حيث اخذوا من الكتاب و السنة و قال  
ابو حنيفة ايضاً اذا صحَّ الحديث فهو مذهبي  
(کہا امام ابو حنیفہ اور امام احمد نے مت تقلید کرو تم میری اور مت تقلید کرو تم سوائے ہمارے۔ لو تم  
حکموں کو جہاں سے لیا انہوں نے قرآن اور حدیث سے۔ اور کہا امام ابو حنیفہ نے بھی، جب  
صحیح ہو حدیث پھر وہی ہے مذہب میرا)۔

و قال مالك ما من احد الا و هو مأخوذ من كلامه و مردود  
عليه الا رسول الله ﷺ  
(اور کہا امام مالک نے نہیں کوئی مگر وہ کہ لیا جائے کلام اس کے سے اور رد کیا جائے اس پر مگر  
رسول اللہ ﷺ کا کلام ایسا نہیں ہے)۔

عن الشافعي مهما قلت من قول فيه عن رسول الله ﷺ  
خلاف ما قلت فالقول قاله رسول الله ﷺ هو قولي و

جعل مردودہ - (روایت ہے امام شافعیؒ سے، جب کہوں میں بات سے اس میں رسول اللہ ﷺ سے ہے خلاف اس کے کہ کہا میں نے پھر قول کہ کہا اس کو رسول اللہ ﷺ وہی بات میری اور کیا جاوے خلاف رد کیا گیا)۔

و قال الشعبي ما حدثوك هؤلاء عن رسول الله ﷺ فخذوه و ما قالوه برأيهم فالقه في الحش فهذه الاقوال نقل عن عقد الجيد وغيره (اور کہا امام شافعیؒ نے جو کہ حدیث کریں تجھے علماء لوگ رسول اللہ ﷺ سے پھر لے تو اس کو اور جو کہ اس کو کہیں اپنی عقل سے اور رائے سے پھر ڈال تو اس کو آگ جلتی میں۔ پھر یہ سب قول نقل کیا گیا عقدا الجید وغیرہ سے)۔

عن عدی بن حاتم قال سمعت رسول الله ﷺ يقول في سورة براءة - اتخذوا ا حبارهم و رهبا نهم ار با بآ من دون الله قال اما انهم لم يكو نوا يعبدو نهم لكنهم اذا ا حلّوا لهم شيئاً ا حلّوه و اذا حرّموا عليهم شيئاً حرّموه ا خرجه الترمذی۔ (روایت ہے حضرت عدی بن حاتم سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سورہ برات میں، لیا انہوں نے مولویوں اور درویشوں اپنے کو مالک سوائے سوائے اللہ تعالیٰ سے۔ فرمایا خبردار ہو بے شک نہ تھے یہ سب پوجتے ان کو لیکن جب وہ حلال کرتے ان کے واسطے کچھ حلال جانتے اور جب حرام کرتے وہ ان پر کچھ حرام جانتے یہ اس کو۔)

(قدم (عدی بن حاتم) علی النبی ﷺ و هو نصرانی فسمعه یقرأ هذه الآية: اتخذوا ا حبارهم و رهبا نهم ار با بآ من دون الله و المسيح ابن مریم و ما امروا الا ليعبدوا الها و ا حلالا اله الا هو سبحانه عما يشركون۔

قال: فقلت له: انا لسننا نعبدهم۔

قال: أليس يحرمون ما ا حلّ الله فتحرمونه، و يحلون ما حرّم الله فتحلّونه۔ قال: قلت: بلى۔ قال: فتلك عبادتهم - امام ابن تیمیہ، ہقیقۃ الاسلام و الایمان - طبع ۱۳۰۹ھ)

(اتیت النبی ﷺ و فی عنقی صلیب من ذهب۔ فقال یا عدی اطرح عنک هذا الوثن، و سمعته یقرأ فی سورة براءة اتخذوا ا حبارهم و رهبا نهم ار بابآ

من دون الله- قال اما انهم لم يكو نوا يعبدونهم و لكنهم كانوا اذا ا حلوا لهم شيئاً استحلوه و اذا حرموا عليهم شيئاً حرموه ، جامع ترمذی - طبع ۱۳۰۸ء)۔۔۔

فیه مذا میم شرک تقلید المقلد من الاعلام کا لانا مع فی ہذہ الانام لان تا ویلہم الد لا تل الشرعیۃ الی قول ائمتہم فعلم من ہذا ان اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقولہ وان .. علی خلافہ دلائل من السنۃ و الکتاب و یاول الی قولہ شوب من النصرانیۃ و حظ من الشرک و العجب من القوم لا یخافون من مثل ہذا الاتباع بل یخیفون تارکہ فما حق ہذہ الآیۃ فی جوابہم : و کیف اخاف ما اشركتم و لا تخافون انکم اشركتم باللہ ما ینزل بہ علیکم سلطاناً ، فای الفریقین ا حق بالانام : (۸۱) فتدبر و انصف و لا تکن من الممترین و نعوذ باللہ ان نكون من المتعصبین ۔ انتہی قول المحدث الدہلوی من العلة الی ہنا و ایضاً قولہ ( فی ) صراط المستقیم ان تجد حدیثاً صحیحاً صریحاً غیر منسوخ لا تتبع احداً من المجتہدین المشہورین ۔

( اس حدیث میں برائیاں شرک تقلید مقلدوں کی علماؤں سے مانند چوپاؤں کے ان دونوں میں اس واسطے کہ بے شک تاویل کرنا انہوں کا دلیلیں شرعیہ کو طرف قول اماموں اپنے کے پھر جانا گیا اس سے کہ کہ بے شک پیروی کرنا ایک شخص معین کی اس حیثیت سے کہ چنگل مارے ساتھ قول اس کے کے اگر چہ ثابت ہو خلاف اس کے دلیلیں قرآن اور حدیث سے اور تاویل کرے قول اس کے کی طرف ملاوٹ ہے نصرانی ہونے سے اور حصہ ہے شرک سے ۔ اور تعجب ہے قوم سے کہ نہیں ڈرتے ہیں مانند اس اتباع کے بلکہ ظلم کرتے ہیں چھوڑنے والے اس اتباع کرنے والے کے کیا خوب ہے یہ آیت جواب میں انہوں کے اور کیونکر ڈروں میں اس کو کہ شرک کرتے ہو اور نہیں ڈرتے ہو تم بیشک شرک کیا تم نے اللہ کے ساتھ اس کے تم پھر دلیل کون ان دونوں فرقوں کا لائق تر ہے ساتھ امن کے اگر ہو تم جانتے پھر فکر کرو اور انصاف کرو مت ہو شک کرنے والوں سے ۔ اور پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ کے ساتھ یہ کہ ہو ویں ہم معصوبوں سے ۔ پورا ہوا قول محدث دہلوی یعنی محمد اسماعیلؒ اس جگہ تک حرف حلت؟ سے اور بھی قول اس کا صراط مستقیم میں ہے اگر پاوے تو حدیث صحیح صریح غیر منسوخ کو مت پیروی کو تو کسی کی ان مجتہدین مشہورین سے ) ۔

و قال المحدث الدهلوی یعنی ولی اللہ فی الفوز الکبیر ان رغبت انودج الیہود فتری العلماء الفجاء الذین یطلبون الدنیا الدنیا ویقلدون بتقلید السلف و یعرضون من نصوص کتاب اللہ و سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم و یستندون استحسان کلامہم و یتعمقونہ و یتشددونہ و یرغبون عن کلام الشارح المعصوم و یتبعون باحادیث موضوعۃ و تاویلات فاسدۃ انظرہم کانہم ہم۔

(اور کہا محدث دہلوی یعنی ولی اللہ نے فوز الکبیر میں اگر چاہے تو نمونہ یہود کا پھر دیکھے تو علماؤں بدکو جو طلب کرتے ہیں دنیا بدکو اور تقلید کرتے ہیں ساتھ تقلید سلف کے اور منہ پھرتے ہیں صریح کلام اللہ سے اور سنت نبی اللہ سے، اور سند لیتے ہیں نیک کلام انہوں کے اور خوب غور سے دیکھتے ہیں اس کو اور سخت پکڑتے ہیں اس کو اور نہیں چاہتے کلام شارح معصوم کا اور پیروی کرتے ہیں حدیثیں موضوعہ کی اور تاویل میں فاسدہ کے دیکھتے تو انہوں کو گویا کہ یہ یہود ہیں)۔

ف۔ یہ مضمون بھی فوز الکبیر میں ہے کہ جس نے نہ دیکھا ہو نصرانی کو مشائخ اور پیرزادے کو دیکھ لے کہ اپنے باپ دادوں کو اللہ سمجھتے ہیں اور بعضے مرتبہ الوہیت میں ملاتے ہیں اور جس نے منافقوں کو نہ دیکھا ہو مصاحبین امراؤں کو دیکھو کہ رات اور دن ان کو سوائے جھوٹ اور فریب اور دغا بازی کے کچھ کام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ فی سورة النساء :

و اذا جاء ہم امر من الامن او الخوف اذا عوا بہ و لوردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں اور جب کہ آوے انہوں کو حکم امن اور خوف سے ظاہر کریں اس کو اور اگر رجوع کرتے اس حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور طرف صحابہ کے ان میں سے البتہ جانتے اس حکم کو وہ لوگ کہ نکالتے اس حکم کو)

الاجتہاد من الجهد القوۃ و السعی و فی الاصطلاح الاجتہاد استنباط الاحکام الغیر المنصوصۃ عن الارکان الاربعۃ المعلومة علی القواعد المتقررة عندہم الاول اجلی کالشمس الرابعۃ فی معدل النهار و الثانی اخفی کالبوم الفرار لانّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتُم بہما کتاب اللہ و سنہ رسولہ  
 اخرجہ مالک مرسلًا و کتاب اللہ و عترتی اخرجہ البخاری مر فوعاً  
 - عن انس سئل النبی ﷺ من آل محمد قال کل تقی اخرجہ  
 القاضی فی الشفاء العترۃ الآل و آل النسب و القرابۃ و تخصیص  
 العترۃ لشدۃ اتبأہم فی السنۃ و لانّ علیاً قال الا انی لست نبی و لا  
 یوحا الی و لکنی اعمل بکتاب اللہ و سنۃ نبیہ ﷺ ما استطعت  
 اخرجہ القاضی فی الشفاء۔ (اجتہاد جہد سے ہے ساتھ معنی قوت اور سعی کے اور اصطلاح میں  
 اجتہاد نکالنا حکمیں غیر صریح کا چار ارکان معلوم سے قاعدہ مقرر کئے گئے پر نزدیک اصولیوں کے اول یعنی  
 قرآن اور حدیث روشن تر ہے مانند سورج چوتھے آسمان کے دو پہر میں اور ثانی یعنی قیاس اور اجماع مانند الو  
 بھاگئے والے سے اسی واسطے بیشک نبی ﷺ نے فرمایا چھوڑا میں نے تمہیں دو حکم پر ہرگز گمراہ نہ ہو گے تم جب  
 تک کہ چنگل مارو گے تم ساتھ ان دونوں کے کتاب اللہ کی اور سنت رسول اس کے کی۔ روایت کیا اس  
 حدیث کو امام مالک نے مرسل اور کتاب اللہ کی اور اولاد اپنی، روایت کیا اس کو امام بخاری نے مرفوع۔  
 روایت ہے انس سے پوچھے گئے نبی ﷺ کون ہے آل محمد کا۔ فرمایا ہر متقی ہے روایت کیا اس حدیث کو قاضی  
 نے شفاء نے عترۃ ساتھ معنی آل کے اور آل ساتھ معنی نسب اور قرابت کے اور خاص کرنا عترت کا حدیث  
 میں بسبب سخت پیروی کرنا انہوں کا حدیث کا اور اس واسطے کہ بیشک حضرت علیؑ نے کہا خبردار ہونہیں ہوں  
 میں نبی اور نہ وحی کیا گیا میری طرف لیکن عمل کرتا ہوں میں ساتھ کتاب اللہ کے اور سنت نبی اس کے کے  
 جہاں تک کہ طاقت رکھوں روایت کیا اس حدیث کو قاضی نے شفاء میں۔)

عن ام الحصین قالت قال رسول اللہ ﷺ ان امر علیکم  
 عبد مجدّع اسود یقودکم بکتاب اللہ عز و جل فاستمعوا لہ  
 و اطیعوہ۔ اخرجہ مسلم۔ (روایت ہے ام حصینؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ  
 نے اگر سردار کیا جاوے تم پر غلام ناک کٹا کن کٹا، لب کٹا، کالاکم کرے تم کو کتاب اللہ عزوجل  
 کے ساتھ سنو تم اس کو اور اطاعت کرو تم اس کی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)

الاجتہاد یحتمل الصواب و الخطاء فان تزن اجناس  
 مسائل الرای و القیاس فی قسطاس کتاب اللہ و حدیث نبی الجن و  
 الناس فان عدل تکستہ؟ ناخذها و الافلا و لا ینبغی للحنابلہ و

الشوا فَع و الموالك الحنا فَع ان يقلدوا آ ئمّتهم و ينسبوا اليهم بل  
يقتدوهم و ينسبوا الى النبي ﷺ باين يقولوا انا محمدى لا حنبلى  
و لا شافعى و مالكى و لا حنفى كعيسائى و موسائى لانّ هذه  
الانساب حدثت بعد النبي ﷺ و اصحابه و التابعين لانّ الحديث  
الصحيح فى تقبيح البدعة ظاهرنحو، كل بدعة ضلالة و كل ضلالة  
فى النار و كذا لك حال جشتيه و القادرية و النقشبنديه و المجدديه  
و غيرها

(اجتهاد احتمال رکھتا ہے صواب اور خطا کو پھر تو تولے جنسین مسائل رائے اور قیاس کو ترازو کتاب اللہ میں اور  
حدیث نبی جن وانس میں۔ پھر اگر برابر ہو اولیہ اس کا لے تو اس کو اور اگر نہ ہو برابر مت لے تو اس کو اور نہیں  
لائق ہے واسطے سب حنبلیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنفیہ کے یہ کہ تقلید کریں ان سب اماموں کی اور نسبت  
کریں اس کی طرف بلکہ اقتداء کریں انہوں کی اور نسبت کریں نبی ﷺ کی طرف ساتھ اس طرح کہ میں محمدی  
ہوں، نہ حنبلی اور نہ شافعی اور نہ مالکی اور نہ حنفی جیسے عیسائی اور موسائی اس واسطے کہ بے شک یہ نسبتیں پیدا  
ہوئیں بعد نبی ﷺ اور اصحاب اس کے کے اور تابعین کے اس واسطے کہ بیشک حدیث صحیح برائی بدعت میں  
ظاہر اور باہر ہے، مانند ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے یعنی ہر بدعتی دوزخی ہے۔ اور اس  
طرح حال چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور مجدیہ کا اور غیر انہوں کا ہے)۔

## الباب الثانی

فیه الا حادیث و ما عداها

(باب دوسرا: اس میں حدیثیں اور سوا حدیثوں کے ہے)

## تقلید کی مذمت اور رد بدعت

انّ ابا هريره قال: لما توفى رسول الله ﷺ، و كان ابو  
بكر، و كفر من كفر من العرب، فقال عمر: كيف نقاتل الناس،  
و قد قال رسول الله ﷺ: امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لا اله الا الله، فمن قالها فقد عصم منى ما له و نفسه الا بحقه و  
حسابه على الله - فقال و الله لا قاتلن من فرق بين الصلوة  
و الزكوة، فان الزكوة حق المال، و الله! لو منعوني عناقاً  
كان يؤدونها الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعها. قال  
عمر: فوالله! ما هو الا شرح الله صدر ابى بكر، فعرفت انه  
الحق. متفق عليه (صحيح بخارى حديث نمبر ۱۳۹۹-۱۴۰۰)

(بے شک حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا جب وفات کی رسول اللہ ﷺ نے اور تھے حضرت ابو بکرؓ  
خليفة، اور کافر ہوا وہ کہ کافر ہوا عرب سے۔ پھر کہا حضرت عمرؓ نے کیونکر قتل کرے گا تو لوگوں کو  
حالانکہ بیشک فرمایا رسول اللہ ﷺ حکم کیا گیا میں یہ کہ قتل کروں میں لوگوں کو یہاں تک کہ کہیں  
لا اله الا الله۔ پھر جس نے کہا اس کو پھر بے شک پناہ میں ہو مجھ سے مال اس کا اور جان اس  
کی مگر ساتھ حق اس کے کے، حساب اس کا اللہ پر ہے۔ پھر کہا قسم خدا البتہ قتل کرونگا میں اس کو  
کہ فرق کیا درمیان نماز اور زکوٰۃ کے پھر بیشک زکوٰۃ حق مال کا ہے اللہ کی قسم اگر نہ دیا مجھے.. بھیڑ  
کا کہ دیتے تھے اس کو رسول اللہ ﷺ کو، البتہ قتل کرونگا میں ان کو نہ دینے پر۔ کہا حضرت عمرؓ نے  
قسم اللہ تعالیٰ کی نہ کھلا سینہ میرا مگر کھولا اللہ تعالیٰ نے سینہ حضرت ابو بکرؓ کا پھر پہچانا میں نے  
بیشک یہ بات حق ہے۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)۔

ان فاطمة ابنة رسول الله ﷺ ار سلت الى ابى بكر الصديق  
تسأله ميراثها من رسول الله، مما أفاء عليه بالمدينة و  
فدك، و ما بقى من خمس خيبر -

فقال ابو بكر: ان رسول الله ﷺ قال لا نورث ما تركنا  
صدقة، انما يأكل آل محمد ﷺ فى هذا المال،  
و انى و الله! لا اغير شيئاً من صدقة رسول الله ﷺ عن  
حالتها التى كانت عليها، فى عهد رسول الله ﷺ، و لأعملن  
فيها بما عمل به رسول الله -

فا بى ابو بكر ان يدفع الى فاطمة شيئاً - فوجدت فاطمة  
على ابى بكر فى ذلك -

قال : فہجر تہ ، فلم تكلّمہ حتى توفيت - و عاشت بعد رسو  
ل اللہ ﷺ ستة اشهر - فلما توفيت دفنہا زوجها علی بن ابی  
طالب لیلاً - ولم يؤذن بها ابا بكر ، و صلى علیها علی -  
و كان لعلی من الناس و جهة ، حياة فاطمة ، فلما توفيت  
استنكر علی و جوه الناس - فالتمس مصالحة ابی بكر و  
مبايعته - ولم يكن بايع تلك الا شهر -

فارسل الى ابی بكر : ان ائتنا ، و لا يأتنا معك احد ( كراهية  
محضر عمر بن الخطاب ) - فقال عمر ، لا بی بكر : و اللہ ! لا  
تدخل علیهم و حدك - فقال ابو بكر : و ما عساهم ان يفعلوا  
بی - انی ، و اللہ لا تینهم -

فدخل علیهم ابو بكر ، فتشهد علی بن ابی طالب ، ثم قال ؛  
انا قد عرفنا ، يا ابا بكر ، فضيلتك و ما اعطاك اللہ ، و لم  
نفس عليك خيراً ساقه اللہ اليك - و لكنك استبددت علينا  
بالامر - و كنا نرى لنا حقاً لقرا بتنا من رسول اللہ ﷺ - فلم  
يزل يكلم ابا بكر حتى فاضت عيننا ابی بكر - فلما تكلم ابو  
بكر قال : و الذي نفسي بيده ! لقرا بة رسول اللہ ﷺ احب  
الي ان اصل من قرا بتي - و اما الذي شجر بيني و بينكم من  
هذه الاموال ، فانني لم آل فيها عن الحق - و لم اترك امراً  
رأيت رسول اللہ ﷺ يصنعه فيها الا صنعته - فقال علی  
لابی بكر : موعدك العشية للبيعة ، فلما صلى ابو بكر صلاة  
الظهر ، رقى علی المنبر ، فتشهد ، و ذكر شأن علی و تخلفه  
عن البيعة ، و عذره بالذي اعتذر اليه - ثم استغفر ، و تشهد  
علی بن ابی طالب فعظم حق ابی بكر ، و انه لم يحمله علی  
الذي صنع نفاسة علی ابی بكر - و لا انكاراً للذي فضله اللہ  
به - و لكننا كنا نرى لنا في الامر نصيباً فاستبدد علينا -

فوجدنا في انفسنا - فسّر بذك المسلمون - وقالوا : أصبت - فکان المسلمون الی علیّ قریباً - حین راجع الامر المعروف

ف - اخرجہ مسلم

(بے شک حضرت فاطمہؑ بیٹی رسول اللہﷺ نے بھیجی کسی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف، مانگا ان سے میراث اپنا رسول اللہﷺ سے۔ پھر کہا حضرت ابو بکرؓ نے بیشک رسول اللہﷺ نے فرمایا: نہیں وارث کیا گیا میں جو کہ چھوڑا میں نے صدقہ ہے۔ کھاتے ہیں آل محمد کے اس مال میں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم بدلوں کچھ صدقہ رسول اللہﷺ کے حال سے جو تھا اس پر زمانہ رسول اللہﷺ میں اور البتہ عمل کرونگا میں ساتھ اس کے کہ عمل کیا ساتھ اس کے رسول اللہﷺ - یہ حدیث بڑی ہے روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

و فی رواية للبهیقى ر ضیة فاطمة من ابی بکر و ... ابو بکر ن الصدیق لست تارکاً شیئاً کان رسول اللہ ﷺ یعمل به الا عملت به انی ا خشى ان ترکت من امره ان یزيع؟ اخرجہ القاضی فی الشفاء -

(اور بہیقی کی ایک روایت میں کہ راضی ہوئیں حضرت فاطمہؑ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور کہا حضرت ابو بکرؓ نے نہیں میں چھوڑنے والا کسی چیز کو کہ تھے رسول اللہﷺ عمل کرتے ساتھ اس کے مگر عمل کروں میں ساتھ اس کے بے شک میں ڈرتا ہوں یہ کہ چھوڑوں میں حکم رسول اللہﷺ کا یہ کہج ہو جاوے دل میرا۔ روایت کیا اس حدیث کو قاضی نے شفاء میں)۔

(بخاری: باب قول النبی ﷺ: لا نورث ما ترکنا صدقة

عن عروة عن عائشة: أنّ فاطمة و العباس اتيا ابا بکر یلتسان میرا ٹھما من رسول اللہ ﷺ و هما حینئذٍ یطلبان ارضیهما من دفک و (سہمهما) من کبیر -

فقال لهما ابو بکر: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا نورث، ما ترکنا صدقة۔ انما یأکل آل محمد من هذا المال - قال ابو بکر: و اللہ لا ادع امرأ رایت رسول اللہ ﷺ یصنعه فیہ الا صنعته، قال: فہجرته فاطمة، فلم تکلم حتی ماتت) صحیح بخاری حدیث نمبر (۶۷۲۵-۶۷۲۶)

عن عروة بن الزبير أنّ عائشة أم المؤمنين: أخبرته أنّ فاطمة بنت رسول الله ﷺ سألت أبا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله ﷺ أن يقسم لها ميراثها، ما ترك رسول الله ﷺ مما آفاه الله عليه، بخاري حديث نمبر ۳۰۹۲ فقال لها أبو بكر: إن رسول الله ﷺ قال: لا نورث، ما تركنا صدقة، فغضبت بنت رسول الله ﷺ فهجرت أبا بكر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت. وعاشت بعد رسول الله ﷺ ستة أشهر، قالت: وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها ما ترك رسول الله ﷺ من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة، فبي أبو بكر عليها ذلك، وقال: لست تاركاً شيئاً كان رسول الله ﷺ يعمل به إلا عملت به. فاني أخشى أن تركت شيئاً من أمره أن ازيغ، فاما صدقته بالمدينة فدفعتها عمر إلى عليّ وعباس. فأمّا كيبَر وفدك فامسكها عمر وقال: هما صدقة رسول الله ﷺ كانتا لحقوقه التي تعرفه ونواجبه، وأمرهما إلى من ولي الأمر، قال: فهما على ذلك إلى اليوم قال أبو عبد الله: اعتراك: افتعلت من عروته فاصبته، ومنه يعرفه واعتراي.

صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۹۳

عن عروة عن عائشة - أنّ النبي ﷺ قال: لا نورث، ما تركنا صدقة ۶۷۷ عن عروة، سمعت عائشة زوج النبي ﷺ تقول: أرسل أزواج النبي ﷺ عثمان إلى أبي بكر يسأله ثمنهنّ مما آفاه الله على رسول الله ﷺ فكانت اناردهنّ، فقلت لهنّ: الا تتقين الله - الم تعلمن ان النبي ﷺ كان يقول: لا نورث، ما تركنا صدقة. يريد بذلك نفسه. انما يأكل آل محمد في هذا المال. فانتهى أزواج النبي ﷺ إلى ما أخبرتهن، قال: فكانت هذه الصدقة بيد عليّ. منعها عليّ عباساً فغلبه عليها. ثم كان بيد حسن بن علي ثم بيد حسين بن علي، ثم بيد علي ابن حسين، و حسن بن حسن. كلاهما كانا يتدا ولا نها. ثم بيد زيد بن حسن وهي صدقة رسول الله ﷺ حقاً (صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۳)

عن أبي هريره: أنّ رسول الله ﷺ قال: لا يقسم ورثتي ديناراً. ما تركت محكمه دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعد نفقة نسائی و مؤونة عاملى فهو صدقة - (صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۷۲۹)

عن عروة عن عائشة: أنّ ازوج النبی ﷺ حين توفي رسول الله ﷺ اردن ان يبعثن عثمان الى ابى بكر يسألنه ميراثهنّ، فقالت عائشة: اليس قال رسول الله ﷺ: لا نورث، ما تركنا صدقة صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۷۳۰) عن على أنّ رسول الله ﷺ بعث جيشاً و امر عليهم رجلاً، فاوقد ناراً، و قال: ادخلوها. فاراد ناس ان يدخلوها، و قال الاخرون: انا (قد) فررنا منها. فذكر ذلك لرسول الله ﷺ فقال للذين ارادوا ان يدخلوها: لو دخلتموها لم تزالوا فيها الى يوم القيامة. و قال للآخرين قولا حسناً، قال لا طاعة في معصية الله، انما الطاعة في المعروف. متفق عليه - (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۸۶۵)

(روایت ہے حضرت علیؑ سے بیشک رسول اللہ ﷺ نے بھیجا لشکر کسی طرف سردار کیا ان پر ایک مرد کو پھر جلا یا اس نے آگ پھر کہا کو دو تم اس میں۔ پھر ارادہ کیا لوگوں نے کو دنا آگ کا اور کہا اوروں نے بے شک ہم بھاگے آگ سے۔ پھر ذکر کئے گئے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے واسطے پھر فرمایا واسطے ان کے کہ ارادہ کیا تھا کو دنا آگ کا اگر کو دتے تم آگ میں ہمیشہ رہتے تم آگ میں قیامت تک اور فرمایا دوسروں کو واسطے جو نہ کو دنے کا ارادہ رکھتے آگ میں باتیں نیک اور فرمایا نہیں اطاعت ہے نافرمانی اللہ میں اطاعت ہے اس بات میں جو موافق قرآن اور حدیث کے ہو۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)

هذا الحديث يدل على أنّ قول الصحابة و فعله الذي هو خلاف الله و رسوله ليس با لا تباع لان رسول الله ﷺ قال للذين يريدون اقتحام النار قولا حسناً و للذين لا يريدون اقتحام النار قولا حسناً و كلهم صحابي، فهذا الحديث تفسير اولي الامر منكم -

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بیشک قول صحابہ اور فعل صحابہ جو ہو خلاف اللہ کے اور رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہے قابل اتباع کے اس واسطے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

واسطے ان لوگوں کے کہ ارادہ کرتے کو دینے کا آگ کا باتیں بری اور واسطے ان لوگوں کے کہ نہیں ارادہ کرتے کو دینے کا آگ میں باتیں اچھی اور سب یہ صحابی تھے۔ پھر یہ حدیث تفسیر اولی الا مر منکم کی)۔

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ۔ اخرجه مسلم -

(روایت ہے حضرت عائشہؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، جس نے بدعت کی شرع ہماری میں کہ نہیں ہے وہ شرع ہماری سے پھر وہ مردود ہے۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلم نے)

(من احدث في امرنا هذا ما ليس فيه فهو ردّ۔ صحیح بخاری)

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ۔ سنن ابن ماجہ)

ف۔ خواہ وہ امر عبادت سے ہو خواہ معاملات سے ہو۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ يقول في خطبته نحمد الله واثني عليه بما هو اهله ثم يقول من يهده الله فلا مضلله و من يضلله فلا هادي له ان اصدق الحديث كتاب الله و احسن الهدى هدى محمد و شر الا مور محدثاتها و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار۔ اخرجه النسائي -

(روایت ہے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کہا تھے رسول اللہ ﷺ فرماتے خطبہ میں اپنے، کرتا ہوں میں تعریف اور صفت کرتا ہوں میں اللہ کی ساتھ اس کے کہ لائق ہے وہ اس کو۔ پھر فرماتے، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے پھر نہیں گمراہ کرنے والا اس کا کوئی اور جس کو گمراہ کرے اللہ پھر نہیں ہدایت کرنے والا اس کا کوئی بے شک سچا کلام قرآن ہے اور بہتر راہ، راہ محمد ﷺ کی ہے اور برے کام نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے یعنی ہر بدعتی دوزخی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائی نے)

(عن ابن مسعود انه كان يقول : انما هما اثنتان الكلام و الهدى ، فأحسن الكلام كلام الله ، و احسن الهدى هدى محمدٍ -

ألا و اياكم و محدثات الا مور ، فان شرّ الا مور محدثاتها ، ان كلّ محدثه



بدعة ،

و في لفظ : غير انكم تستحدثون و يحدث لكم ، فكل محدثة ضلالة و كل ضلالة في النار . ( ابن تيميه - بيان الدليل ) .

انما هما اثنتان الكلام و الهدى ، فاحسن الكلام كلام الله و احسن الهدى هدى محمد ، الا و اياكم و محدثات الامور ، فان شر الامور محدثاتها و كل محدثة بدعة ، و كل بدعة ضلالة ، الا لا يطولن عليكم الامد فتقسو قلوبكم ، الا ان كل ما هو آت قريب ... الحديث جامع الصغير للسيوطي )  
 عن ابى السوار العدوى قال سمعت عمران بن حصين قال قال النبى ﷺ : الحياء لا يأتى الا بخير . فقال بشير بن كعب : مكتوب فى الحكمة : ان من الحياء وقاراً ، و ان من الحياء سكينه . فقال له عمران بن حصين : انا احدثك عن رسول الله ﷺ و تحدثتني عن صحيفتك ( صحيح بخارى حديث نمبر ۶۱۱۷ )  
 روايت ہے ابى سوار عدوى سے کہا سنا میں نے عمران بن حصين کو کہا نبى ﷺ نے حيا نہیں لاتی مگر نیکی ۔ کہا بشير بن کعب نے لکھا ہے حکمت میں بے شک حيا سے وقار ہے اور بے شک حيا سے بردباری ہے ۔ کہا اس کے واسطے عمران بن حصين نے میں حديث کرتا ہوں تجھے رسول اللہ ﷺ اور تو حديث کرتا ہے مجھے اپنی کتاب حکمت سے ۔ روايت کیا اس حديث کو امام ترمذی نے

فيہ دليل على ان جواب الحديث حديث و لا جواب له قول

الحكمة و الاجداد و الا شيخ و الا ساتذه

( اس حديث میں دليل ہے اس بات پر کہ جواب صحيح حديث کا صحيح حديث ہے اور بجواب

حديث کے قول حکمت اور قول باپ دادے اور مشائخ پيرزادے اور استاد کا نہ چاہیے ) ۔

عن عبدالله ان رسول الله ﷺ اصطنع خاتماً من ذهب ، فكان يجعل فصه فى باطن كفه اذ البسه ، فصنع الناس ، ثم انه جلس على المنبر فنزعه ، فقال : انى كنت البس هذا الخاتم و اجعل فصه من داخل ، فرمى به . ثم قال : والله ! لا البسه ابداً . فنبتذ الناس خوا تيمهم . ( مسلم حديث نمبر ۵۷۴۳ ) ( روايت ہے حضرت

عبداللہؑ سے بیشک رسول اللہ ﷺ نے بنائی انگوٹھی سونے کی۔ پھر تھے کرتے نگینہ اس کا اندر ہتھیلی اپنی کے جب پہننے اس کو پھر بنایا لوگوں نے انگوٹھی سونے سے پھر بیٹھے حضرت ﷺ منبر پر پھر نکال ڈالا اس کو پھر فرمایا بیشک تھا میں پہنتا اس انگوٹھی کو اور کیا میں نگین اس کی کو اندر سے پھر پھینکا انگوٹھی کو پھر کہا قسم اللہ کی نہ پہنوں میں اس کو کبھی پھینکا لوگوں نے انگوٹھی اپنی کو)

عن ابن عمر قال : اتخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهبٍ فاتخذ الناس خواتيم من ذهبٍ . فقال النبي ﷺ : انى اتخذت خاتماً من ذهبٍ ، فنبدته . وقال انى لن البسه ابدأ . فنبد الناس خواتيمهم (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۲۹۷)

فيه دليل على سرعة الاتباع في السنة و لا مكث فيه -

(اس حدیث میں دلیل ہے جلدی اتباع کرنے پر سنت میں نہ سستی کرنا اتباع سنت میں)

و ما كان عليه السلام يسأل مما لم ينزل عليه الوحي فيقول لا ادري او لم يجب حتى ينزل الله عليه الوحي و لم يقل برأى و لا بقياس لقوله تعالى بما اراك الله و قال ابن مسعود سئل النبي ﷺ عن الروح فسكت حتى نزلت الآية - اخرجه البخارى - (تھے رسول اللہ ﷺ پوچھے جاتے اس سے کہ نہ اتری آپ پر وحی۔ پھر فرماتے نہیں جانتا ہوں میں، یا جواب نہ دیتے یہاں تک کہ اتاری اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی، اور نہ کہا ہرگز ساتھ رائے اور قیاس کے بسبب قول اللہ تعالیٰ کے، ساتھ اس چیز کے کہ خبر دی تھی کو اللہ نے۔ اور کہا حضرت ابن مسعود نے پوچھے گئے نبی ﷺ روح سے۔ پھر چپ رہے یہاں تک کہ اتری یہ آیت۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے)۔

( عن ابن مسعود قال كنت مع النبي ﷺ في حرثٍ بالمدينة - و هو يتوكلأ على عسيبٍ فمرّ بنفرٍ من اليهود فقال بعضهم : سلوه عن الروح ، و قال بعضهم : لا تسألوه ، لا يسمعكم ما تكرهون - فقا موا اليه فقلوا - يا ابا القاسم ، حدّ ثنا عن الروح ، فقام ساعة ينظر ، فعرفت أنّه يوحي اليه - فتأخّرت عنه حتى صعد الوحي ثمّ قال : و يستلوك عن الروح قل الروح من امر ربّي - صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۲۹۷)

سوال السائلین حتی نزلت فا جا ب منه و فی زما ننا اهل العلم قرء کتاب الصرف مثل الزجانی و الزرادی و اقصاه الفصول الاکبری و کتاب النحو ، نحو شرح مائة عامل و هداية النحو و انتهاء الکافیہ و کتاب المعانی کمختصر المعانی الی بحث ما انا قلت و کتاب المنطق شبه ایسا غوجی و قال اقول و اعلاه القطبی و کتاب الحکمة کمیبذی ثم انشر فی محافل الاغنیاء و الاذکیاء بمسائل الاعلال و الادغام و رسم الخط و التمرین و المعرب و المبنی و المنصرف و غیر المنصرف و التکید و التکرار و التغلیب و الالتفات و الاولیات و الخطابیات و الشعریات و التجربات و السفسطیات و ابعاد الثلاثه و الهیولی و النقطة و اشعار الفرزدق و الزبیری و الاعشی او کلمات القیاس و الرای و الشاستر و الجونس و ما حدث بالقرآن و الحدیث الصحیح الا حدیثاً ضعیفاً او ضیعاً لانه ما نعلمهما ممن علمهما و یجیب جواب السائلین بالرأی و الاجماع لا بهما -

( بہت جگہ قرآن میں اسی طرح کہ نہ جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے سوال سائلین کا یہاں تک کہ اتری آیت پھر جواب دیا آیت سے اور ہمارے زمانہ میں اہل علم پڑھے کتاب صرف کی جیسے زنجانی اور زرادی اور انتہا اس کا فصول اکبری اور کتاب نحو کی شرح مائة عامل اور ہدایت النحو اور انتہاء اس کا کافیہ، اور کتاب معانی کی جیسے مختصر معانی بحث انا قلت تک اور کتاب منطق کی جیسے ایسا غوجی اور قال اقول اور انتہاء اس کی قطبی اور کتاب حکمت جیسے میبذی پھر ظاہر کیا بیچ مختلف نادانوں کے اور عقل مندوں کے مسئلہ اعلال اور ادغام کا اور رسم خط اور تہرین کا اور معرب اور مبنی کا اور منصرف اور غیر منصرف کا اور تاکید اور تکرار کا اور تغلیب اور التفات کا اور اولیات اور خطابیات اور شعریات کا اور تجربات اور سفسطیات کا اور ابعاد ثلاثہ اور ہیولی اور نقطہ کا اور شعرین فرزدق اور زبیری اور آشتی کا اور باتیں قیاس اور رائے کا اور شاستر اور جونس کا اور نہ بولا قرآن اور حدیث صحیح کے مگر حدیث ضعیف اور وضعی کے اس واسطے کہ بیشک نہ پڑھا قرآن اور حدیث کو اس شخص سے کہ پڑھا تا وہ اس کو قرآن اور حدیث اور جواب دیوے سائلین کا ساتھ رائے اور اجماع کے نہ قرآن اور حدیث کے ساتھ )۔

انہ سمع ابی ہریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ یكون فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آخر الزمان دجالون و؟ کذابون یا تو نکم من الا حدیث بمالم تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم۔ آخر جہ مسلم (بیشک سنا ابو ہریرہؓ کو کہتے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہوویں آخر زمانے میں بہت دجال اور جھوٹے آویں تم کو حدیث سے ساتھ اس کے کہ نہ سنا تم نے اور نہ باپ دادے تمہارے نے پھر بچاؤ تم اپنے کو انہوں سے نہ گمراہ کریں تم کو اور نہ فتنہ میں ڈالیں تم کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

سمعت عبد الله بن عمرو بن العاص يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يترك عالماً اتخذ الناس رؤساً جهالاً فاستلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا۔ آخر جہ مسلم۔

(سنا میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو کہے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے کہ بیشک اللہ نہ قبض کرے علم کو نکالنے کر کہ نکالے اس کو لوگوں سے لیکن قبض کرے علم کو ساتھ قبض عالموں کے یہاں تک کہ جب نہ چھوڑے عالم کو کیوں لوگ سرداریں جاہل کو پھر پوچھے جاویں فتوے بغیر علم کے پھر گمراہ ہوں اور گمراہ کریں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

اخبرني سالم بن عبد الله بن عمر قال سمعت النبي ﷺ يقول لا تمنعوا اماءكم المساجد اذا ستانكم اليها قال فقال بلال بن عبد الله و الله انا لنمنعن قال فاقبل عبد الله سبه سباً شديداً ما سمعته سبه مثله قط و قال اخبرك عن رسول الله ﷺ و تقول لنمنعن۔ آخر جہ مسلم۔

(خبر دی مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، کہا سنا میں نے نبی ﷺ کو فرماتے مت منع کرو تم خواتین اپنی کو مسجد کے جانے سے جب اذن مانگیں تم کو جانے مسجد کی طرف کا۔ کہا پھر کہا بلال بن عبد اللہ نے قسم ہے اللہ کی میں منع کرونگا ان کو۔ کہا پھر آئے حضرت عبد اللہ اس پر، گالی دیا اس کو گالی سخت نہیں سنا میں نے اس کو گالی دینا اس کا کبھی، اور کہا خبر کرتا ہوں میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو کہتا ہے قسم ہے اللہ کی میں منع کرونگا۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے)

عن عبد الله بن عمر أنّ النبيّ قال لا يمنعنّ ر جل اهله ان ياتوا المساجد فقال ابن لعبد الله بن عمر فانا نمنعهن فقال عبد الله ا حد ثك عن رسول الله ﷺ و تقول هذا قال فما كلمه عبد الله حتى مات اخرجه احمد -

(روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا نہ منع کرے مرد بی بی اپنی کو آنے مسجد کو۔ پھر کہا بیٹا عبد اللہ بن عمرؓ نے پھر منع کرونگا ان کو پھر کہا عبد اللہ نے میں حدیث کر تا ہوں تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو کہتا ہے یہ بات۔ پھر نہ کلام کیا بیٹوں کو اپنے عبد اللہ نے یہاں تک کہ مرے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے)۔

فيه دليل على ان لا يعارض الحديث بقول الصحابة و التابعى و لا بقوله لانّ خوف خروج الايمان يعلم منه (اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ نہ مقابلہ کرے حدیث کو ساتھ قول صحابہ اور تابعی کے اور ساتھ اپنے کے اس واسطے کہ بیشک خوف نکلنے ایمان کا معلوم کیا جاتا ہے اس سے)۔

و عن وبرة قال كنت جالسا عند ابن عمر فجاء ر جل فقال ايصلح لى ان اطوف بالببيت قبل ان اتى الموقف فقال نعم فقال فانّ ابن عباس يقول لا تطف بالببيت حتى تاتى الموقف فقال ابن عمر فقد حجّ رسول الله ﷺ فطاف بالببيت قبل ان ياتى الموقف فيقول رسول الله ﷺ ا حق ان ناخذ او بقول ابن عباس ان كنت صادقا. اخرجه مسلم (روایت ہے وبرہ سے، کہا تھا میں بیٹھنے والا پاس حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے پھر آیا ایک مرد کہا آیا بہتر ہے واسطے میرے یہ کہ طواف کروں میں کعبہ کی قبل آنے موقف کے پھر کہا ہاں بے شک حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کہتا ہے مت طواف کر کعبہ کی یہاں تک کہ آوے تو موقف کو پھر کہا حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے تحقیق حج کیا رسول اللہ ﷺ پھر طواف کیا کعبہ کے آگے آنے موقف کے کے پھر ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لائق تر ہے یہ کہ تو آوے یا ساتھ قول حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے اگر ہے تو سچا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

فيه برهان بازع على أنّ اخذ قول ابن عباس ليس باحرى

عند قول رسول الله ﷺ لا نه صحابي و انه نبى

(اس حدیث میں دلیل روشن ہے اور اس بات کے کہ بے شک لینا قول حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا نہیں ہے لائق ترزدیک قول رسول اللہ ﷺ اس واسطے کہ وہ صحابی ہے اور آپ ﷺ نبی ہیں)۔

عن ابن بریدہ قال رأى عبد الله بن المغفل رجلاً من اصحابه يحذف؟ فقال له لا تحذف فان رسول الله ﷺ كان يكرهه او قال ينهى عن الخذف فانه لا يصطاد به الصيد ولا يتكئ به العدو و لكنه يكسر السنّ و بقاء العين ثم رأه بعد ذلك يحذف فقال له اخبرك ان رسول الله ﷺ كان يكرهه او ينهى عن الخذف ثم اراك تحذف لا اكلمك كلمة كذا و كذا و رواية لا اكلمك ابداً. اخرجه مسلم (روایت ہے ابن بریدہ سے کہا دیکھا عبد اللہ بن مغفل نے ایک مرد کو اصحاب اپنے سے کنکر لے پھینکا۔ پھر کہا واسطے اس کے مت پھینک تو کنکری پھر بیشک رسول اللہ ﷺ تھے مکروہ جانتے یا کہا منع کرتے کنکری پھینکنے سے پھر بے شک نہیں کیا جاتا ساتھ کنکری کے شکار اور نہیں زخمی کیا جاتا ساتھ اس کے دشمن لیکن وہ توڑے ہے دانت اور پھوڑے آنکھ کو پھر دیکھا بعد اس کے کنکری پھینکتا ہے پھر کہا واسطے اس کے خبر دیتا ہوں میں تجھے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ تھے مکروہ جانتے یا منع کرتے کنکری مارنے سے پھر دیکھا میں نے تجھے کہ کنکری پھینکتا ہے تو نہ بات کروں گا میں تجھے بات ایسی اور ایک روایت میں نہ بات کروں گا میں تجھے کبھی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

فيه حجة باهرة على ان يقول قائل لرجل افعل كذا و كذا مرّة و مرتين هكذا قال رسول الله ﷺ او فعله فان لم يفعل فلا يتكلم معه ابداً۔

(اس حدیث میں ہے دلیل ظاہر اس بات پر کہ کہے کہنے والا ایک مرد کو کہ تو ایسا ایسا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ایسا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یا کیا رسول اللہ ﷺ پھر اگر نہ کیا اس کو پھر نہ چاہیے کہ کلام کرے اس کے ساتھ کبھی)۔

عن ابى ايوب الانصارى قال كان رسول الله ﷺ اذا اتى بطعام اكل منه و بعث بفضلته اليّ و انه بعث اليّ يوماً بفضلته

لم یا کل منها لانّ فیها فو مآ فسالتہ أ حرام هو قال لا و لكنی  
اکره من اجل ریحہ قال فانی اکره ما کرهت۔ اخرجه مسلم  
(روایت ہے حضرت ابی ایوبؓ انصاری سے، کہا تھے رسول اللہ ﷺ لایا جاتا کھانا کھاتے اس  
سے اور دیتے بچا ہوا اپنا مجھے۔ اور بھیجا ایک دن کھانا بچا ہوا اپنا مجھے کہ نہ کھایا تھا اس سے اس  
واسطے کہ بے شک تھا اس میں لہسن پڑا تھا پھر پوچھا میں نے آپ کو آیا حرام ہے فرمایا نہیں لیکن  
میں مکروہ جانتا ہوں میں اس بدبو کے سبب سے کہا میں بھی مکروہ جانتا ہوں جسے مکروہ جانتے  
ہیں آپ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم)۔

کره ایوب الا نصاری فو مآ لان رسول الله کرهه و لیفعل  
کل متبع السنة کذلک۔ (مکروہ جانا ابویوب نے انصاریؓ نے لہسن کو اس واسطے کہ بیشک رسول  
اللہ ﷺ نے مکروہ جانا لہسن کو اور چاہیے کہ کہہ کرے ہر متبع سنت کا اسی طرح اتباع سنت کا)۔

عن ابی سعید ن الخدری ان معاویة لما جعل نصف الساع  
من الحنطة عدل ساع من تمر انکر ذلك ابو سعید قال اخرج  
فیها الا الذی کنت اخرج فی عهد رسول الله ﷺ صاعاً من  
تمر او صاعاً من زبيب او صاعاً من شعیر او صاعاً من  
افط؟۔ اخرجه مسلم (روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ سے بے شک حضرت  
معاویہؓ نے جب کیا آدھ سیرگیہوں سے برابر سیر بھر کھجور سے انکار کیا اس کو حضرت ابوسعیدؓ نے  
کہا نکالوں گا میں گیہوں میں مگر وہ کہتے ہیں نکالتا زمانہ رسول اللہ ﷺ میں سیر بھر کھجور سے یا سیر  
بھر منقہ سے یا سیر بھر جو سے یا سیر بھر پیڑ سے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔

فیہ دلیل ان لا تتبع غیر الله و الرسول صحابياً کان او  
تابعياً لانّ ابا سعید ن الخدری لم یتبع معاویہ بن ابی سفیان فانہ  
و جد فعلہ خلاف الرسول

(اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ مت پیروی کر تو غیر اللہ اور رسول کے، صحابی ہو یا تابعی ہو اس واسطے  
کہ بیشک حضرت ابوسعید خدریؓ نے نہ پیروی کی حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی اس واسطے کہ پایا حضرت  
ابوسعیدؓ نے فعل حضرت معاویہؓ کو خلاف رسول ﷺ کے)۔

اخبر انی ابن وعکة السبائی قال سالت عبد الله بن عباس

فقلت انا نكون با لمغرب فيا تينا المجوس با لا سقية فيها الماء و الودك فقال اشرب فقلت اراى تراه فقال ابن عباس سمعت رسول الله ﷺ يقول دبا غه طهوره۔ اخرجه مسلم

(خبر دى مجھے ابن وعلہ سہائى نے کہا پوچھا میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو پھر کہا میں نے ہوتا ہوں میں ملک مغرب میں پھر آتے ہیں ہم لوگ مجوس کے مشکوں کے ساتھ اس میں پانی اور چربی پھر کہا تو اس سے پانی پی پھر کہا میں نے آیا رائے اپنی سے کہتا ہے۔ تو پھر کہا حضرت ابن عباسؓ نے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے، بھجا وچڑے کا پاکی اس کی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

### فيه مذمة الرائي و هي ركن الفقهاء

(اس حدیث میں مذمت ہے رائے کی اور وہی ہے رکن فقہوں کے)۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ الو جوء مما ست النار و لو من نور اقط فقال له ابن عباس انتو ضاً من الدهن انتو ضاً من الحميم فقال ابو هريره يا ابن اخى اذا سمعت حدیثاً عن النبى ﷺ فلا تضرب له مثلاً۔ اخرجه الترمذى (روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وضو اس سے ہے کہ چھوئے اسے آگ اگر چہ ٹکڑا پینیر سے ہے کہا پھر کہا اس کے واسطے حضرت ابن عباسؓ نے آیا وضو کریں ہم تیل سے آیا وضو کریں ہم گرم پانی سے پھر کہا حضرت ابو ہریرہؓ نے اے بیٹے بھائی میرے کے جب سنے تو حدیث نبی ﷺ سے پھر مت مار تو واسطے اس کے مثل کو۔ روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ نے)۔

فيه صدق قول رسول الله ﷺ و اتبا عه على ان يقول

الطين ذهب و الذهب طين هكذا فصدق قوله ﷺ و ان قال عالم الملكوت و الناسوت عكسه ﷺ لان الله تعالى قال من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (اس حدیث میں سچائی قول رسول کی ہے اور اتباع اس کی کے اس بات پر یہ کہ کہے رسول اللہ ﷺ یہ میٹھی سونا ہے اور یہ سونا میٹھی ہے ایسے ہی سچ جانے تو قول رسول اللہ ﷺ اگر



چکہیں سب عالم آسمان کے اور زمین کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے اطاعت کی رسول اللہ کی اس نے اطاعت کی اللہ کی)۔

عن ابن شہاب انّ سالم بن عبد اللہ حدّثہ : انه سمع رجلاً من اهل الشام و هو يسأل عبد الله بن عمر، عن التمتع بالعمرة الى الحجّ، فقال عبد الله بن عمر: هي حلال. فقال الشامي انّ اباك قد نهى عنها، فقال عبد الله بن عمر: ارأيت ان كان ابى نهى عنى و صنعها رسول الله: (أ) امر ابى يتبع ام امر رسول الله ﷺ. فقال الرجل: بل امر رسول الله، فقال: لقد صنعها رسول الله. (ترمذى حديث نمبر ۸۲۴)

(روایت ہے ابن شہاب سے بے شک سالم بن عبد اللہ اس نے سنا ایک مرد شامی سے جو پوچھتا تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو فائدہ لینے ساتھ عمرہ کے حج تک، پھر کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ عمرہ حلال ہے۔ پھر کہا شامی نے بے شک تیرے باپ نے منع کیا عمرہ سے۔ پھر کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے آیا خبر دی تو اگر تھا میرا باپ منع کیا عمرہ سے اور کیا عمرہ رسول اللہ ﷺ نے آیا حکم باپ اپنے کا اتباع کیا جاوے یا حکم رسول اللہ ﷺ کا اتباع کیا جاوے پھر کہا مرد نے بلکہ حکم رسول اللہ ﷺ کا اتباع کیا جاوے۔ پھر کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بے شک کیا عمرہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے)۔

فیه دلیل علی عدم اتباع الآباء والاشیاء والا ساتھ لان ابن عمر لم يتبع اباہ عمر و ایضاً فیه حجة علی ان ترک سنة الصحابة سنة الصحابة لان قول ابن عمر يدل على هذا وقوله سنتی و سنة الخلفاء الراشدين فيها مواجدة المعطوف والمعطوف عليه كمثل قوله تعالى نعبد الهك واله آباءك ويقال لها وصل لجهة جامعہ و يقال لعكسه فصل المغايرة المعطوف والمعطوف عليه و قواعد بيان هذه القواعد تنبيه الناس على ان سنة الصحابة ليست غير سنة رسول الله ﷺ لانہ ﷺ قال ما انا عليه واصحابي ولا يفهم مغايرة السنة من هذه القواعد والعبارة -

(اس حدیث میں دلیل ہے اوپرنا اتباع کرنے باپ دادوں کے اور پیروں کے اور استادوں کے اس واسطے کہ بے شک حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے نہ اتباع کی اپنے باپ حضرت عمرؓ کی اور اس میں دلیل ہے اوپر اس بات کے کہ بیشک ترک کرنا سنت صحابہ کا سنت صحابہ کی ہے اس واسطے کہ بیشک قول عبداللہ ابن عمرؓ کا دلالت کرتا ہے اس بات پر اور قول رسول اللہ ﷺ سننتی و سنة الخلفاء الراشدین - اس میں مواحدہ معطوف اور معطوف علیہ کے ہے مانند قول اللہ تعالیٰ کے نعبد الهک و اله آبا تک کا اور کہا جاتا ہے اس کو وصل بسبب جامعیت کے اور کہا جاتا ہے خلاف اس کے کہ فصل بسبب مغاشرت معطوف اور معطوف علیہ کے اور فائدہ بیان اس قاعدہ کا خبردار کرتا ہے لوگوں کو اس بات پر کہ بے شک سنت صحابہ کی نہیں غیر سنت رسول اللہ ﷺ کے کہ بیشک حضرت ﷺ نے فرمایا جس پر میں ہوں اور اصحاب میرے اسی پر اور نہیں سمجھا جاتا مغاشرت سنت اس قاعدہ اور عبارت سے)۔

عن عمر انه قبل الحجر و قال انى اعلم انك حجر لا تضرو ولا تنفع و لو لا انى ر آيت رسول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك . متفق عليه - (روایت ہے حضرت عمرؓ سے بے شک انہوں نے بوسہ دیا حجر اسود کو اور کہا بے شک جانتا ہوں میں کہ تو پتھر ہے نہ ضرر کرے نہ نفع دے اور اگر نہ دیکھتا میں رسول اللہ ﷺ بوسہ لیتے تیرا نہ بوسہ لیتا میں تیرا - یہ روایت متفق علیہ ہے)

فیه شدۃ اتباع عمر فی السنۃ (اس حدیث میں سخت اتباع عمرؓ کی سنت میں)  
عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ يا تي على الناس زمان الصابر فيهم على دينه كالقابض على اتهم - اخر جه الترمذی (روایت ہے حضرت انسؓ بن مالک سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا صبر کرنے والا ان میں دین پر اپنے مانند پکڑنے والا چنگاری کے ہے - روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ نے)۔

عن ابى امية الشعباني قال اتيت ابا ثعلبه الخشني فقلت له كيف تصنع في هذه الآيه قال آية قلت قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم

قال اما والله لقد سالت عنها خبيراً سالت عنها رسول الله

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلْ اَيْتَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَا هُوَ عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى اِذَا رَأَيْتَ شَحًّا مَطَاعًا وَهُوَ مَتَّبِعًا وَدُنْيَا مِنْ نَرَّةٍ وَاعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعِ الْعَوَامَ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ اِيَّامَ الصَّبْرِ فَيَهِنُ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ الْجَرِّ كَمَسِينٍ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مَنَاوُ مِنْهُمْ قَالَ لَا بَلْ اَجْرُ خَمْسِينَ رَجُلًا مِنْكُمْ۔ اخرجہ الترمذی۔

(روایت ہے ابی امیہ شعبانی سے کہا آیا میں ابانعلبہ نشئی کو پھر کہا میں نے اس کے واسطے کیونکر کرے گا اس آیت میں، کہا کون آیت؟ کہا میں نے قول اللہ تعالیٰ کا، اے لوگو ایمان لاتے لازم پکڑو اپنی جانوں اپنے پر کہ نہ ضرر دے تم کو جو کہ گمراہ ہوا جب کہ ہدایت پائی تھئے۔ کہا خبر دار قسم اللہ کی بے شک پوچھا تم نے اس آیت سے خبر دار کہ پوچھا میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کو، فرمایا اطاعت کرو تم قرآن و حدیث کے اور باز رہو تم خلاف قرآن و حدیث سے یہاں تک جب کہ دیکھے تو بخیل اطاعت کیا گیا اور پیروی کرنے والا خواہش نفسوں کی اور دنیا اختیار کئے گئے اور خوش نہ ہونا ہر صاحب رائے کا ساتھ رائے اپنی کے پھر لازم پکڑو ساتھ خاص نفس اپنے کے اور چھوڑ عام لوگ کہ اس واسطے کہ بے شک پیچھے تمہارے دن صبر کے ہیں ان دنوں میں مانند پکڑنے چنگاری کے ہے واسطے عمل کرنے والے قرآن و حدیث کے ان دنوں میں مانند ثواب پچاس مرد کا عمل کریں کے مثل عمل تمہارے کے۔ کیا یا رسول اللہ ﷺ ثواب پچاس مرد کا ہم میں سے یا ان میں سے سے فرمایا نہیں بلکہ ثواب پچاس مرد کا تم میں سے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے)۔

عن ابی سعید قال اخرج مروان المنبر يوم العيد فبدع بالخطبة قبل الصلوة فقال رجل يا مروان خالفت السنة اخرجت المنبر يوم عيد و لم يخرج به و بدأت بالخطبة قبل الصلوة و لم يكن يبدء بها فقال ابو سعید اما هذا فقد قضی بما علیه سمعت رسول الله ﷺ يقول من رأى منكم منكراً ما استطاع ان يغيره بيده فليغيره فان لم يستطع فبلسا نه فان

لم يستطع بلسا نه فبقلمه و ذالك اضعف الايمان نـ اخرجه ابن ماجه و ابو داؤد (روایت ہے ابی سعید سے کہا نکالا مروان نے منبر کو عید کے دن پھر شروع کیا ساتھ خطبہ کے آگے نماز کے پھر کہا ایک مرد نے اے مروان خلاف کیا تو نے سنت کا نکالا تو نے منبر کو عید کے ص ۵۲۔ دن اور نہ کیا منبر اور شروع کیا تو نے خطبہ کے ساتھ آگے نماز کے حالانکہ نہ تھا خطبہ آگے نماز کے پھر کہا ابو سعید نے اے پر یہ پھر بے شک ادا کیا اس کو کہ تھا اوپر اس کے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے جس نے دیکھا خلاف شرع کو جہاں تک طاقت رکھے مٹانے کا اس کی ہاتھ سے پھر چاہیے کہ مٹا دے اس کو ہاتھ اپنے سے پھر اگر طاقت نہ رکھے ہاتھ کے پھر ساتھ زبان اپنی کے پھر اگر نہ طاقت رکھے ساتھ زبان اپنی کے پھر دل میں برا جانے اس کو اور یہ ضعیف تر ایمان کا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور ابو داؤد نے)

هذا عند العقل احسن لان قلوب الناس لا علنج بعد الصلوة  
فی شیء من الاشیاء و یسیرون الی بیوتهم لانها محزن سرور ایام  
الاعباد و منع ر جل ذلك الا مر لا نه كان بدعة خلاف السنه (یہ بات  
نزدیک عقل کے نیک تر ہے اس واسطے کہ بے شک دل لوگوں کا نہیں تردد میں ہوتا نماز کے بعد کچھ کسی میں  
اور جاویں گھروں کی طرف اپنے اس واسطے کہ گھر جگہ خوشی دن عید کا ہے اور منع کیا مرد نے اس کو اس واسطے  
کہ بیشک یہ امر تھا بدعت خلاف سنت کے)۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لو تر كنا هذا الباب  
للنساء قال نافع فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات۔ اخرجه  
ابو داؤد۔ (روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر چھوڑتے ہم  
اس دروازہ کو عورتوں کے واسطے البتہ بہتر ہوتا۔ کہا نافع نے پھر نہ داخل ہوئے اس دروازہ سے  
حضرت ابن عمرؓ یہاں تک کہ مرے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤد نے)

ينبغي للسني الطاهر هكذا يسرع في اتباع السنة  
(لائق ہے واسطے سنی پاک، مقابل بدعتی کے ایسی ہے کہ جلدی کرے اتباع سنت میں)  
قال صلى عثمان بن مني ار بعاً فقال عبد الله: صلّيت مع  
النبي ﷺ ر كعتين و مع ابو بكر ر كعتين و مع عمر  
ركعتين، و زاد عن حفص: و مع عثمان صدراً من امارته ثم

اتّمها۔ زاد من ههنا عن ابى معاوية۔ ثم تفرقت بكم الطرق، فلو ددت أنّ بي من اربع ركعاتٍ ركعتين متقبلتين۔ قال الاعمش فحدّثنى معاوية بن قرّة عن اشياخه أنّ عبد الله صلى ار بعاً، قال فقيّل له : عبّت على عثمان ثمّ صلّيت ار بعاً۔ قال الخلاف شرّاً۔ اخرجہ ابو داؤد (حدیث نمبر ۱۹۶۰)

(کہا نماز پڑھی حضرت عثمانؓ نے منی میں چار رکعت پھر کہا حضرت عبداللہؓ نے نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی ﷺ کے دو رکعت اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دو رکعت اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ ابتدائے خلافت میں ان کے۔ پھر پوری پڑھی انہوں نے نماز پھر جدا ہوئے ساتھ تمہارے راہیں پھر اچھا جانتا ہوں میں بے شک میرے واسطے چار رکعت سے دو رکعت قبول کی گئیں۔ کہا اعمش نے پھر حدیث کیا مجھے معاویہ بن قرّة نے استادوں اپنے سے کہ بے شک عبداللہ نے پڑھی چار رکعت پھر کہا گیا ان کے واسطے عیب کیا تو نے حضرت عثمانؓ پر پھر نماز پڑھی تو نے چار رکعت کہا عبداللہ نے خلاف بد ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤد نے)۔

هذا الحديث يدلّ على أنّ افعال الصحابة واقوالهم شرّ ولا خير فيها الا اذا كان القرآن والحديث مفقودين لكن التوقف احسن فيها و مصداق هذا : عن شريح انه كتب الى عمر يسال له فكتب اليه ان اقض بما في كتاب الله فان لم يكن في كتاب الله فبسنة رسول الله ﷺ فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ فما قضى الصالحون فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر ولا ارى التاخر الا خيراً لك السلام عليك۔ اخرجہ النسائي فيه نظر لانّ عمر قال انما هو اي الرأى منا الظن والتكلف سبق ذكره (یہ حدیث دلالت کرتی ہے اسپر کہ بے شک فعلیں صحابہ اور قولیں صحابہ شر ہیں، نہیں اس میں خیر مگر جب ہو قرآن اور حدیث گم، لیکن توقف کرنا اس میں بہتر ہے اور مصداق اس توقف کا روایت ہے شریحؓ سے بے شک لکھا اس نے حضرت عمرؓ کی طرف پوچھا اس سے۔ پھر لکھا حضرت عمرؓ نے اس کی طرف، حکم کہ ساتھ اس

کے کہ جو قرآن میں ہے پھر اگر نہ ہو قرآن میں پھر ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کے پھر اگر نہ ہو قرآن میں اور نہ حدیث میں پھر حکم کر تو ساتھ اس کے کہ حکم کیا اس کے ساتھ نیکوں نے پھر اگر نہ ہو قرآن اور حدیث میں اور نہ حکم کیا ہو اس کے ساتھ نیکوں نے پھر اگر چاہے تو حکم آگے کر اور اگر چاہے تو حکم پیچھے کر اور نہیں دیکھتا ہوں میں تاخیر حکم میں مگر خیر واسطے تیرے السلام علیک۔ روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے تقدم حکم میں تامل ہے اس واسطے کہ بے شک عمر نے فرمایا عقل اور رائے ہم سے گمان اور تکلف ہے۔ آگے ہوا ذکر اس کا)۔

انّ دحية بن خليفة خرج من قرية من دمشق مرّة الى قرية عقبه من الفسطاط و ذلك ثلاثة اميال في رمضان ثم انه افطر و افطر معه اناس و كره الآخرون ان يفطروا فلما رجع الى قريته قال و الله لقد رأيت اليوم امرأة ما كنت اظن انى اراه قوماً رغبوا عن هدى رسول الله ﷺ و اصحابه يقول ذلك للذين صاموا ثم قال عند ذلك اللهم اقبضنى اليك۔  
اخرجه ابو داؤد۔

(بے شک دحیہ بن خلیفہ نکلا گاؤں دمشق سے ایک طرف گاؤں عقبہ کے کہ شہر فسطاط سے تھا اور گاؤں اس سے تین کوس پر رمضان میں پھر اس نے توڑا روزہ اور ساتھیوں نے بھی توڑا اور نہ مکروہ جانا اوروں نے توڑنا روزے کا۔ پھر جب آئے گاؤں میں اپنے کہا بے شک میں نے دیکھا اس کو ایک قوم کو کہ منہ پھیرا سنت رسول اللہ ﷺ سے اور اصحاب اس کے سے۔ کہتے یہ بات واسطے ان لوگوں کے کہ روزہ رکھے رہے اور توڑا نہ اس کو۔ پھر کہا نزدیک اس بات کے اے اللہ جان قبض کر لے تو میری اپنی طرف۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤد نے)

و جاء في الحديث لمسلم لقصر صلوة ثلاثة اميال او ثلاث فرا سخ ايضاً۔ هذا الحديث يدل على شدة اتباع السنه (اور آئی حدیث مسلم کے واسطے قصر نماز تین کوس یا نو کوس کے بھی۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے سخت اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کے)

عن جناب قال اتينا رسول الله و هو متوسد بردة في الكعبة فشكونا اليه فقلنا لا تستنصر لما الاندعوا الله لنا فجلس محمراً و جهه فقال قد كان من قبلكم يوخذ الرجل

فيخفر له في الارض ثم يوتى بالمنشار فجعل على راسه فيجعل فرقتين ما يصرفه ذلك عن دينه و يمشط بامشاط الحديد ما دون عظمه من لحم و عصب ما يصرفه ذلك عن دينه و الله ليمن الله هذا الا مر حتى يسير الراكب ما بين صنعاء ما يخاف الا الله و الذئب على غنمه و لكنكم تعجلون اخرجه ابو داؤد و البخارى (روایت ہے جناب سے کہا آیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حالانکہ آپ تکیہ لگائے چادر کے سایہ کعبہ میں تھے پھر گلہ کیا ہم نے آپ کی طرف پھر کہا آیا نہیں مدد کرتے ہماری آیا نہیں دعا مانگتے اللہ کو ہمارے واسطے۔ پھر بیٹھے حالانکہ چہرہ مبارک سرخ غصے سے تھا پھر فرمایا بے شک آگے تمہارے سے لوگ پکڑتے مرد کو پھر کھود کے زمین میں اسے کرتے پھر لاتے آ رہ پھر کرتے سراں کے پر پھر کرتے اس کو دو ٹکڑے نہ پھرتا اس کو یہ دین سے اس کو اور کرتے کنگھی لوہے کی سوائے ہڈی اس کی کے گوشت اور پٹھے سے نہ پھرتا اس کو یہ دین سے اس کو قسم اللہ کی احسان رکھتا ہے اللہ اس امر کو یہاں تک کہ چلے سوار درمیان ملک صنعاء کے نڈرے کسی کو مھر اللہ کو اور بھیڑیوں کو بھیڑوں پر اپنے لیکن جلدی کرتے ہوتم۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤد و امام بخاری نے)۔

هذا الحديث يدل على الرجل الا ضعف من الايمان الذي يغير من الرجل العالِم يسلسل بحباله الشياطين المرذّة و لا يقتله

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے مرد ضعیف ایمان کے سے جو فریب میں پڑتا ہے مرد عالم سے جو باندھتا ہے جال اپنے میں شیطان سرکش کو اور نہیں کرتا وہ اس کو قتل)۔

عن جرير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدر ان يغيره و لا صابهم الله منه بعقاب من قبل ان يمتوا. اخرجه ابو داؤد (روایت ہے حضرت جریر سے، کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے نہیں کوئی مرد کہ ہووے قوم میں عمل کرے ان میں گناہوں کا طاقت رکھیں یقین اس پر کہ روکیں وے سب پھر نہیں روکتے ہیں اس کو مگر پہنچا وے اللہ انہوں کو اس سے عذاب میں آگے مرنے انہوں کے سے۔

روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤد نے۔

هذا الحديث يدل على ان العالم و الامير ان لم يمنع احداً  
من المنكرات على قدرته اصابه الله العقاب  
(یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بے شک عالم اور امیر اگر نہ منع کرے کسی کو خلاف  
شرعی سے طاقت پاتی اپنی میں پہنچا دے اللہ ان کو عذاب)۔

عن العرس عن النبي ﷺ قال اذا علمت الخطيئة في الارض  
كان من شهدها فكرها و قال مرة انكرها كان كمن غاب  
عنها و من غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها . اخرجه ابو  
داؤد (روایت ہے عرس سے روایت کرتا ہے وہ نبی ﷺ سے فرمایا جب معلوم کرے تو گناہ کو  
زمین میں ہے جو کہ حاضر ہو گناہ کو پھر مکروہ جانا اس کو اور فرمایا ایک مرتبہ انکار کیا اس کا ہے  
مانند اس کے غائب ہوا اسی سے اور جو کہ غائب ہوا اس سے پھر راضی ہوا اس کو ہے مانند اس  
کے کہ حاضر ہوا اس کو روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤد نے)۔

هذا الحديث يدل على المتقى وقع بخلب الظلم في موضع  
مكروه و لا على الفاجر الذي يسمع المعازف و المزامير مع  
رقص الجوارى و الامارد و يشرب الخمر الا خمر  
(یہ حدیث دلالت کرتی ہے متقی پر پڑا چنگل ظالم میں جگہ بد میں، اور نہ اوپر فاجر کے جوشتا  
ہے باجا ہاتھ اور منہ کا ساتھ ناچ عورتوں اور لڑکوں کے اور پیتا ہے شراب لعل کو)۔

عن عبد الله انه كان يقول من سره ان يلقى الله عز و جل  
غداً مسلماً فليحافظ على هؤلاء الصلوات الخمس حيث  
ينادي بهن فان الله عز و جل شرع لنبيك ﷺ سنن الهدى  
و انهن من سنن الهدى و انى لا احسب منكم احداً الا له  
مسجد يصلى فيه فى بيته فلو صليتم فى بيوتكم و تركتم  
مساجدكم لتركتم سنة نبويه و لو تركتم سنة نبيكم لضللتم .  
الخ . اخرجه النسائى و ابن ماجه (روایت ہے عبد اللہ بے شک وہ تھے  
کہتے جو کہ خوش آوے اس کو ملاقات کرنا اللہ عز و جل سے دن قیامت کے حالت اسلام میں



پھر چاہیے کہ حفاظت کرے ان پانچ نماز جہاں اذان دیوے ساتھ انہوں کے اس واسطے کہ بیشک اللہ عزوجل نے شرع کیا واسطے نبی تمہارے کے طریقہ ہدایت کے اور بے شک یہ طریقہ ہدایت کے ہیں اور بے شک نہیں جانتا میں تم میں سے کسی کو مگر اس کے واسطے مسجد ہے کہ نماز پڑھے اس میں پڑھے گھر میں اپنے پھر اگر پڑھا تم نے نماز گھر میں اپنے اور چھوڑا تم نے مسجدوں کو اپنی البتہ چھوڑا تم نے سنت نبی اپنے کو اور اگر چھوڑا تم نے سنت نبی اپنے کو البتہ گمراہ ہو گے تم۔ الخ۔ روایت کیا اس کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے۔

عن حصین انّ بشر بن مروان رفع ید ید یہ یوم الجمعة علی المنبر فسبّ عمارة بن روبیة الثقفی وقال ما زاد رسول اللہ ﷺ علی هذا و اشار باصبعه السبابة اخرجہ النسائی۔

(روایت ہے حصین سے بے شک بشر بن مروان نے اٹھایا دونوں ہاتھ اپنا دن جمعہ کے منبر پر پھر گالی دی عمارہ بن روبیہ ثقفی نے اور کہا نہ زیادہ کیا رسول اللہ ﷺ اس پر اور اشارہ کیا ساتھ انگلی کلمہ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائی نے۔)

عن امیة بن عبد اللہ قال لعبد اللہ بن عمر انا نجد صلوة الحضر و صلوة الخوف فی القرآن و لا نجد صلوة السفر فی القرآن فقال له ابن عمر یا ابن اخی ان اللہ عزوجل بعث الینا محمداً و لا نعلم شیئاً فاما نفعل کما رآینا محمداً ﷺ یفعل اخرجہ النسائی و ابن ماجہ (روایت ہے امیہ بن عبد اللہ سے کہا واسطے حضرت عبد اللہ بن عمر کے پاتا ہوں میں نماز حضر کے اور خوف کے قرآن میں اور نہیں پاتا میں نماز سفر کی قرآن میں۔ پھر کہا حضرت ابن عمر نے اس کے واسطے اے بیٹے بھائی میرے کے بے شک اللہ نے بھیجا ہماری طرف محمد ﷺ کو حالانکہ نہ جانتے ہم کچھ کرتے ہیں ہم جیسا کہ دیکھا ہم نے محمد ﷺ کرتے۔ روایت کیا اس کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے)

کان ابن عمر لا یزید فی السفر علی رکعتین لا یصلی قبلها و لا بعدھا فقیل له ما هذا قال هكذا رایت رسول اللہ ﷺ یصنع۔ اخرجہ النسائی (تھے حضرت ابن عمر نے زیادہ کرتے سفر میں دو رکعت نماز پر۔ نماز پڑھتے آگے دو رکعت کے پیچھے دو رکعت کے پھر کہا گیا ان کے واسطے یہ کہا ہے کہا

ایسے ہی دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے۔ روایت کیا اس کو امام نسائی نے)۔

عن انس قال قال رسول الله ﷺ جاهدوا بايديكم و  
السننكم و اموالكم اخرجہ النسائی

( روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جہاد کرو مشرکوں کو اور بدعتیوں کو  
ساتھ ہاتھوں کے اور زبانوں کے اور مالوں کے ساتھ اپنے)۔

عن علی قال قال رسول الله ﷺ لعن الله من لعن الله من لعن والديه و  
لعن الله من ذبح بغير الله و من آوى محدثاً و لعن الله من  
غير منار الارض۔ اخرجہ النسائی

( روایت ہے حضرت علیؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لعنت کری اللہ نے جو کہ لعنت کرے  
باپ اپنے کو اور لعنت کرے اللہ جو ذبح کرے غیر اللہ کے واسطے اور لعنت کرے اللہ جو جگہ  
دیوے بدعت کرنے والے کو اور لعنت کرے اللہ جو کہ مٹایا نشانی زمین کی)۔

عن عبد الله بن عباس قال قال رسول الله ﷺ ابى الله ان  
يقبل عمل صاحب بدعة حتى يدع بدعتها۔ اخرجہ ابن  
ماجہ ( روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انکار کیا اللہ تعالیٰ  
نے قبول کرنا عمل صاحب بدعت کا یہاں تک کہ چھوڑے بدعت اپنی کو)۔

عن عبد الله بن عمرو بن عاص قال: سمعت رسول الله  
ﷺ يقول: لم يزل امر بنى اسرائيل معتد، لا حتى نشأ فيهم  
المولدون، ابناء سبا يا الامم۔ فقالوا بل رأى فضلوا واضلوا۔  
اخرجہ ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۶)

( روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن عاص سے، کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے  
ہمیشہ رہا کام بنی اسرائیل کا اچھا یہاں تک کہ پیدا ہوئے ان میں مولودوں اور بیٹے لوٹڈیوں  
خلق کی پھر کہا ان سب نے ساتھ رائے کے پھر گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا۔ روایت کیا اس حدیث  
کو ابن ماجہ نے)

المولدون الذى كان والده عربياً و امه عجمياً  
(مولد، جو ہو باپ اس کا عربی اور ماں اس کی عجمی)۔

عن عبد الله بن مسعود ان النبي قال سيلى اموركم بعدى، رجال يطفئون السنّة و يعملون بالبدعة، و يؤخرون الصلوة عن مواقيتها. فقلت: يا رسول الله ان ادر كتهم كيف افعل. قال تسألنى يا ابن ام عبد كيف تفعل. لا طاعة لمن عصى الله. اخرج ابن ماجه (روایت ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ سردار ہوویں کاموں تمہارے کا پیچھے میرے لوگ جو طعنہ ماریں سنت میں اور عمل کریں بدعت میں اور تاخیر کریں نماز کو وقتوں سے پھر کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ اگر پاؤں میں انہوں کو کیونکر کروں میں۔ فرمایا، پوچھتا ہے تو اے ابن ام عبد کیونکر کرے تو، نہیں اطاعت ہے اس کے واسطے کہ نافرمانی کیا اس نے اللہ کی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے)۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ المؤمن من الذى يخالط الناس و يصبر على اذا تمهم اعظم اجراً من المؤمن الذى لا يخالط الناس و لا يصبر على اذا تمهم اخرج ابن ماجه - (روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ مرد مومن جو ملا ہو لوگوں میں اور صبر کرے ایذا دینے ان کی پر بڑا ثواب ہے اس مرد مومن سے جو نہ ملا ہو لوگوں کو اور نہ صبر کرے ایذا انہوں پر۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے)۔

فيه دليل على اسوء الحال الذى يعتزل عن الناس و يذهب الى اقلال الجبال و العيران و الاسراب و القيا فى دون علة حرج الا و امر و النواهى (اس حدیث میں دلیل ہے بدتر حال اس شخص پر کہ گوشہ پڑے لوگوں سے اور جاوے چھوٹے پہاڑوں کی طرف اور غار چوٹی پہاڑوں کی طرف اور جنگلوں میں نہیں بسبب تنگی احکام شرعی اور خلاف شرعی سے)۔

عن انس بن مالك قال قيل يا رسول الله ﷺ متى نترك الامر بالمعروف و النهى عن المنكر قال اذا ظهر فيكم ما ظهر فى الامم قبلكم. قلنا يا رسول الله ﷺ و ما ظهر فى الامم قبلنا قال الملك فى صغاركم و الفاحشة فى كباركم و العلم

فی رذالکم یعنی الفساق اخر جہ ابن ماجہ -

(روایت ہے حضرت انسؓ بن مالک سے کہا، کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ کب چھوڑیں ہم حکم شرعی اور منیہات شرعی کو فرمایا جب ظاہر ہو تم میں وہ کہ ظاہر ہوا امت میں پہلے تمہارے کے۔ کہا ہم نے یا رسول اللہ ﷺ اور کیا ظاہر ہوا امت میں آگے ہمارے۔ فرمایا ملک ہووے ہاتھ چھوٹوں تمہارے میں اور زنا بڑوں تمہارے میں اور علم رزا لوں تمہارے میں یعنی فاسقوں تمہارے میں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے)۔

عن عمر انت احب الیّ یا رسول اللہ من کل شئی الا نفسی  
التي بین جنبی۔ فقال له عليه الصلوة والسلام لا تكون  
مومنًا حتى اكون احبّ اليك من نفسك۔ فقال عمر و الذی  
انزل عليك الكتاب لا انت احب الی من نفسی التي بین جنبی  
فقال رسول الله ﷺ الآن يا عمر قد تمّ ايمانك -

(روایت ہے حضرت عمرؓ سے دوست تر تو میری طرف یا رسول اللہ ﷺ ہر چیز سے مگر میرا نفس جو دونوں پہلو میرے میں ہے پھر فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے نہیں تو مومن یہاں تک کہ ہوں میں دوست تر طرف تیرے نفس سے پھر کہا حضرت عمرؓ نے قسم ہے اس کی جس نے اتارا کتاب کو آپ پر البتہ آپ دوست تر ہیں میری طرف نفس میرے سے جو دو پہلو میرے میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اب اے عمرؓ پورا ہوا ایمان تیرا)۔

وقيل لرسول الله ﷺ متى اكون مومنًا، وفي لفظ آخر  
مومنًا صادقًا، قال اذا احببت الله فقليل متى احب الله۔ قال  
اذا احببت رسول له فقليل ومتى احب رسول له۔ قال اذا  
اتبعت طريقته واستعملت بسنته واحببت بحبه و ابغضت  
ببغضه، و واليت بولايته، و عا ديت بعدا و ته، و يتفاوت  
الناس في الايمان على قدر تفاوتهم في محبتى و يتفاوتون  
في الكفر على قدر تفاوتهم في بغضى۔ الا لا ايمان لمن لا  
محبة له۔ الا لا ايمان لمن لا محبة له۔ الا لا ايمان لمن لا محبة  
له۔ (اور کہا گیا واسطے رسول اللہ ﷺ کب ہوویں ہم مومن اور لفظ دوسرے میں مومن سچا۔ فرمایا

جب کہ دوست رکھے تو اللہ تعالیٰ کو۔ پھر کہا گیا کب دوست رکھوں میں اللہ تعالیٰ کو۔ فرمایا جب دوست رکھے تو اس کے رسول کو۔ پھر کہا گیا کب دوست رکھوں میں اس کے رسول کو۔ فرمایا جب پیروی کرے تو طریقہ رسول کے اور عمل کر تو ساتھ دوستی رسول اس کے کے اور بغض کر تو ساتھ بغض رسول اس کے کے اور دوستی کر تو ساتھ دوستی رسول اس کے کے اور عداوت کر تو ساتھ عداوت رسول اس کے کے۔ تفاوت ہوتے ہیں لوگ ایمان میں اندازہ تفاوت ہونے انہوں کا محبت میں میرے اور تفاوت ہوتے ہیں کفر میں اندازہ تفاوت ہونے انہوں کے بغض میرے میں اور خبردار ہونے نہیں ہے ایمان اس کے واسطے کہ نہیں محبت اس کو خبردار ہونے نہیں ہے ایمان اس کے واسطے کہ نہیں محبت اس کو۔

و قیل لرسول اللہ ﷺ نری مو منّا یخشع و مو منّا لا یخشع ما السبب فی ذلك. فقال من و جد لا یما نہ حلا وة خشع، و من لم یجد ہا لم یخشع۔ فقیل بم تو جد او بما تنال و تکتسب فقال بصدق الحبّ فی اللہ۔ فقیل و بم یو جد حبّ اللہ او بم یکتسب۔ فقال بحبّ رسو له فالتمسوا رضاء اللہ و رضاء رسو له فی حبّہما (اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے دیکھا ہم نے مومن کو کہ عاجزی کرتا ہے اور دوسرے مومن کو دیکھا کہ نہیں عاجزی کرتا ہے کیا سبب ہے اس میں پھر فرمایا جس نے پایا ایمان کے واسطے اپنی حلاوت عاجزی کرے اور جس نے نہ پایا حلاوت ایمان کا نہ عاجزی کرے۔ پھر کہا گیا ساتھ کس طرح کے پایا جاوے یا پہنچایا جاوے اور کمایا جاوے۔ پھر فرمایا ساتھ صدق دوستی اللہ کے میں پھر کہا گیا اور ساتھ کس چیز کے پایا جاوے دوستی اللہ کی اور کس طرح کمایا جائے۔ پھر فرمایا ساتھ دوستی رسول اس کے کی۔ پھر ڈھونڈو خوشی اللہ کی اور خوشی رسول اس کے کی دوستی دونوں کی میں)

و قیل لرسول اللہ ﷺ من آل محمد الذین امرنا بحبّہم و اکرا مهم و البرور بہم۔ فقال اهل الصفاء و الوفاء من آ من بی و اخلص۔ فقیل له و ما علا متہم۔ فقال ایثار محبتی علی کل محبوب و اشتغال الباطن بذکری بعد ذکر اللہ۔

و فی اخری علامتهم اذ ما ن ذکرى و الا کثار من الصلوة علیّ۔

(اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے کون ہے آل محمد جو کہ حکم کئے گئے ہم ساتھ دوستی کرنے اور اکرام کرنے اور کوئی کرنے انہوں کے پھر فرمایا وہ اہل صفا اور وفا ہیں جو ایمان لائے میرے ساتھ اور خالص کیا پھر کہا گیا واسطے حضرت ﷺ کے اور کیا علامت ہے انہوں کی۔ پھر فرمایا اختیار کرنا محبت میری کو ہر محبوب پر اور شغل باطن کا ساتھ ذکر میرے کے بعد ذکر اللہ کے اور لفظ دوسرے میں علامت انہوں کی ہمیشہ ذکر کرنا میرے اور کثرت کر درود سے مجھ پر)۔

وقیل لرسول اللہ ﷺ من القوی فی الایمان بک۔ فقال من آمن بی و لم یرنی فانہ مو من بی علی شوقٍ منه و صدقٍ فی محبتی و علامۃ ذلك منه انه یودّ رؤیتی بجمیع ما یملک۔  
و فی اخری ملاً الارض ذهاباً۔ ذلك المؤمن بی حقاً و المخلص فی محبتی صدقاً

(اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کی واسطے کون قوی ہے ایمان میں تیرے ساتھ پھر فرمایا جو ایمان لایا ساتھ میرے حالانکہ نہ دیکھا مجھے پھر وہ مومن ہے ساتھ میرے شوق پر مجھ سے اور.. محبت میری میں اور علامت اس کی اس سے بے شک وہ دوست رکھتا ہے دیکھنے میرے کو ساتھ تمام اس چیز کے کہ مالک ہوتا ہے اور روایت دوسری میں ساتھ بھری زمین کے سونا یہ مومن ہے حق اور مخلص ہے محبت میری میں سچا)۔

وقیل لرسول اللہ ﷺ أرأیت صلوة المصلین علیک ممن غاب عنک و من یأتی بعدک ما حالهما عندک۔ فقال اسمع صلوة اهل محبتی و اعرفهم و تعرض علیّ صلوة غیرهم عرضاً۔ اخرج هذه الاحادیث عن عمر الی ههنا ابو عبد الله محمد بن سلیمان صاحب دلائل الخیرات (اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے آیا... تو درود درود بھیجے والوں کا تجھ پر جو کہ غائب ہوئے تجھ سے اور جو کہ آوے گا تیرے پیچھے کہا... دونوں کا نزدیک تیرے پھر فرمایا سنتا ہوں میں درود اہل محبت اپنی کا اور پہچانتا ہوں میں انہوں کو اور ظاہر کیا جائے گا مجھ پر درود وغیر انہوں کا ظاہر کرنے کر یہ روایت کیا ان

حدیثوں کو عمر سے یہاں تک عبداللہ بن محمد بن سلیمان صاحب دلائل الخیرات نے)۔

عن ابی سعید بن الخدری أنّ رسول اللہ ﷺ کان یخرج الاضحی و یوم الفطر فیبدء بالصلوة فاذا صلی صلواته قام فا قبل علی الناس و هم جلوس فی مصلاهم فان کانک له حاجة یبحث ذکره للناس و کانک حاتجته بغير ذلك امرهم بها و کان یقول تصدقوا تصدقوا تصدقوا و کان اکثر من یتصدق النساء ثم ینصرف فلم یزل کذلک حتی کان مروان بن الحکم فخر جت محاصراً مروان حتی اتینا المصلی فاذا کثیر بن الصلت قد بنی منبراً من طین و لبنٍ فاذا مروان یناز عنی یده کانک ینجرنی نحو المنبر و انا اجرّه نحو الصلوة فلما رأیت ذلک معه قلت این الا بتداء بالصلوة فقال یا با سعید قد ترک ما نعلم قلت کلا و الذی نفسی بیده لا ناتون بخیرٍ مما اعلم ثلاث مرارٍ ثم انصرف رواه الشیخان -

(روایت ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے بے شک رسول اللہ ﷺ تھے نکلتے دو عید میں پھر پہلے نماز پڑھتے پھر جب نماز پڑھ لیتے کھڑے ہوتے پھر آتے لوگوں پر حالانکہ وہ بیٹھے ہوتے جگہ پر اپنے پھر جب ہوتی کوئی حاجت آپ ﷺ کو بھیجنے کسی طرف لشکر بند کرنے اس کو لوگوں کو یا ہوتے کچھ حاجت سوائے اس کے حکم کرتے ان کو ساتھ اس کے اور تھے فرماتے صدقہ دو صدقہ دو صدقہ دو اور تھے اکثر جو کہ صدقہ دیتا عورتیں تھیں پھر جاتے گھر کی طرف پھر ہمیشہ ایسی ہی رہا یہاں تک کہ پھر نکلا میں ہاتھ پکڑے مروان کا یہاں تک کہ آیا میں عید گاہ میں پھر ناگہاں کثیر بن الصلت بنا رہا تھا منبر مٹی اور اینٹ کچی سے پھر ناگہاں مروان نے کھینا میرا ہاتھ گویا کہ کھینچنا مجھے منبر کی طرف اور میں کھینچتا اسے نماز کی طرف پھر جب دیکھا میں نے اس بات کو اس کے ساتھ کہا میں نے کہاں ہے ابتداء نماز کا پھر کہا اس نے ابو سعید چھوٹ گئی جو کہ جانتا تھا تو کہا میں نے نہیں ایسا قسم اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے نہ آؤ گے تم نیکی کو اس کو کہ جانتا ہوں میں تین بار کہہ کر گھر چلے گئے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے)۔

یعنی رجع ابو سعید الی بیتہ ولم یحضر الجماعة لبدعة و

فیه دلیل علی أنّ البدعة لیست بخیر و السنة فیہا خیر -  
(یعنی ابوسعید چلے گئے گھر کی طرف اپنے اور نہ ملے جماعت میں بسبب بدعت مروان کے اور اس میں دلیل ہے اوپر اس بات کے کہ بے شک بدعت بد ہے اور سنت نیک ہے)۔

قال ابو ذر لو وضعت الصمصامة علی هذه و اشار الی قفاه  
ثم ظننت الی انفذ کلمة سمعتها من النبی ﷺ قبل ان یجیروا  
علی لا نفد تھا۔ اخرجہ البخاری (کہا حضرت ابو ذر نے اگر رکھو تم تلوار کو اس پر  
اور اشارہ کیا گردن کی طرف پھر گمان کیا میں نے کہ بیشک پہنچا دوں میں ایک بات کو کہ سنا میں  
نے نبی ﷺ سے آگے مارنے میرے کے البتہ پہنچا دوں میں اس بات کو۔ روایت کیا اس  
حدیث کو امام بخاری نے)۔

کتب عمر بن عبد العزیز الی ابی بکر بن حزم انظر ما کان  
عندک من حدیث رسول اللہ ﷺ فاكثر فانی خفت دروس  
العلم و ذهاب العلماء و لا تقبل الا حدیث النبی و لیفشوا  
العلم و لیجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یهلك حتی  
یکون سرا۔ اخرجہ البخاری۔

(لکھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے طرف ابی بن حزم کے دیکھ تو اس کو کہ ہے تیرے پاس  
رسول اللہ ﷺ پھر کثرت کرتو اس کو ساتھ پڑھانے اور پڑھانے کے پھر بے شک ڈرتا ہوں  
میں کم ہونے علم کے اور جانے عالموں کے اور مت قبول کرتو کسی کی بات کو مگر حدیث نبی کی  
اور چاہیے کہ ظاہر کرتو تم علم کو اور چاہیے کہ بیٹھیں یہاں تک کہ سکھا وے جو کہ نہیں جانتا پھر  
بے شک علم نہیں ہلاک ہوتا ہے یہاں تک کہ ہووے پوشیدہ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے)۔

و ر حل جابر بن عبد اللہ مسیرة شهر الی عبد اللہ بن انیس  
فی حدیث و احد و قد تعلم اصحاب النبی ﷺ بعد کبر  
سنہم اخرجہ البخاری (اور گئے حضرت جابر بن عبداللہ راہ ایک مہینے کی عبداللہ بن  
انیس کی طرف ایک حدیث کے واسطے اور تحقیق علم حاصل کیا اصحاب نبی نے پیچھے بڑی عمر۔  
روایت کیا اس کو امام بخاری نے)۔

عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ ستة لعنہم لعنہم اللہ و



كل نبى يجاب الزائد فى كتاب الله و المكذب بقدر الله و المتسلط با لجبرون ليعز من اذله و يذل من اعزه الله و المستجل من عترنى ما حرم الله و و النار ك لسنغى ا خرجه  
الدهيقي فى المدخل و رزين فى كتابه

(روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چھ شخص ہیں کہ لعنت کرتا ہوں میں انہوں کو لعنت کرے اللہ انہوں پر اور ہر نبی دعا قبول کی گئی ، بڑھانے والا قرآن میں اور جھٹلانے والا ساتھ قضا و قدر کے اور تہر کرنے والا ظلم کے ساتھ تا کہ عزت دیوے مشرک بدعت کو اور ذلت دیوے موحد اور تنبیح سنت کو اور الحاد کرنے والا کعبہ اور مدینہ میں یا حلال کرنے والا حرام اللہ کو اور عکس اس کے اور حلال کرنے والا قرابتی میرے سے جس کو حرام کیا اللہ نے اور چھوڑنے والا میری سنت کو۔ اس حدیث کو بہیقیؒ نے مدخل میں اور رزینؒ نے اپنی کتاب میں روایت کیا)۔

اللعنة على الذى يرك السنة و ياخذ البدعة و كذلك اللعنة على الذى يرك الحديث متعمداً او ياخذ الحديث الضعيف متعمداً۔ (لعنت ہے اس پر جس نے چھوڑا سنت کو اور لیا بدعت کو اور اسی طرح لعنت ہے اسپر جس نے چھوڑا صحیح حدیث کو جان بوجھ کر اور لیا حدیث ضعیف کو جان بوجھ کر)

عن الحسن زعم اقوام على عهد رسول الله ﷺ انهم يحبون الله فإراد ان يجعل لقولهم تصديقاً من عمل فمن ادعى محبته و خالف سنة رسوله فهو كذاب و كتاب الله يكذب به و قول نافى القياس اول من قاس ابليس عن عطاء من علم و لم يعمل فهو كالكلب ينيح و طرد و ترك و مثله كبا عور بن بلعم  
قاله صاحب المدارك

(روایت ہے حسن سے کہا قوم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بیشک یہ دوست رکھتے اللہ تعالیٰ کو پھر ارادہ کیا کہ کرے اللہ تعالیٰ قول انہوں کا صحیح عمل سے۔ پھر جس نے دعویٰ کیا محبت اللہ کی اور خلاف کیا سنت رسول اللہ ﷺ کو پھر وہ جھوٹا ہے اور اللہ کا کلام اسے جھٹلاتا ہے اور قول دور کرنے والا قیاس کا یہ کہ پہلے جس نے قیاس کیا ابلیس تھا۔ روایت ہے عطاءؒ سے جس نے سیکھا اور

عمل نہ کیا پھر وہ مثل کتے کے ہے بھونکتا ہے اور دور کیا جاتا ہے اور چھوڑا جاتا ہے اور مثل اسکے مانند باعور بن بلعم کے ہے قرآن میں کہا اس کو صاحب مدارک نے)

عن مخرمة قال رجع عروة الى اصحابه فقال اي قوم والله و فدت على الملوك و فدت على قيصر و كسرى و النجاشي و الله ان ر آيت ملكاً قط يعظمه اصحابه ما يعظم اصحاب محمد ، محمداً صلى الله عليه وسلم و الله ان يتخمن تخامة الا وقعت في كف رجل منهم فذلك بها وجهه و جلده و اذا امرهم ابتدروا امره و اذا تواضا كما دوا يقتلون على و ضوئه و اذا تكلم خفضوا اصواتهم عنده و ما يحدون اليه النظر تعظيماً له و الله قد عرض عليكم خطه رشداً فاقبلوها اخرجه البخاري هذا مختصر من مطول - (روایت ہے محرمہ سے کہا پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پھر کہا اے قوم میری قسم اللہ کی رسول کی میں نے بادشاہوں پر اور رسول کے میں بادشاہ روم اور بادشاہ حبشی پر قسم اللہ کی نہیں دیکھا میں نے ایسا بادشاہ کبھی کہ تعظیم کرے اس کے اصحاب اس کی جیسا کہ تعظیم کرتے ہیں اصحاب محمد کے، محمد صلى الله عليه وسلم کی۔ قسم ہے اللہ کی نہیں تھوک کے تھوک کر مگر پڑی اس سے کف سے مردان کے میں سے پھر ملے ساتھ اس تھوک کے منہ اور بدن اپنا اور جب حکم کرے انہوں کو سبقت کریں کام پر اس کے اور جب وضو کرے لڑیں پانی وضو پر اس کے اور جب کلام کریں نیچی کریں آواز اپنی کو پاس اس کے اور نہ تیز دیکھیں اس کی طرف بسبب تعظیم کے قسم اللہ کی بے شک عرض کیا گیا تم پر خصلت ہدایت کی پھر قبول کرو تم اس کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے یہ مختصر ہے مطول سے)۔

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم بعثت بين يدي الساعة بالسيف هتي يعبد الله و حده لا شريك له و جعل رزقي تحت ظل رمحي و جعل الذلة و الصغار على من خالف امرى (مسند احمد)

بعثت بين يدي الساعة مع السيف ، و جعل رزقي تحت ظل رمحي و جعلت الذلة و الصغار على من خالف امرى و من

تشبہ بقومٍ فهو منهم (فتح الباری لابن حجر طبع ۱۴۰۷ھ - ۱۱۶۰ھ)  
 (روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی نبی ﷺ سے کہ کی گئی روزی میری نیچے سایہ نیزے  
 میرے کے اور کی گئی ذلت و خواری اس پر جس نے خلاف کیا حکم میرے کو)۔

قال عمر ان ناساً يجادلون بالقرآن فخذوهم بالسنن فان  
 اصحاب السنن اعلم بكتاب الله اخرج القاضى فى الشفاء  
 (کہا حضرت عمرؓ نے لوگ لڑتے ہیں تم پر یعنی قرآن کے ساتھ پھر لو تم انہوں کو ساتھ حدیثوں  
 کے اس واسطے کہ بے شک اصحاب حدیث کے بہت جاننے والے ہیں کتاب اللہ کو۔ روایت  
 کیا اس کو قاضی نے شفا میں)۔

عن زيد بن اسلم عن ابيه سمعت عمر يقول فيم الر ملان  
 الآن وقد اطأ الله الاسلام على الكفر واهله و ايم الله مانذع  
 شيئاً كنا نفعله على عهد رسول الله ﷺ اخرج ابن ماجه  
 (روایت ہے زید بن اسلم سے وہ روایت کرتا ہے اپنے والد سے سنائیں نے حضرت عمرؓ کو  
 کہتے کس میں دوڑتا ہے اب حالانکہ اللہ نے قوی کو اسلام کو اور دور کیا کفر کو اور اہل کفر کو اور تم  
 اللہ کی نہ چھوڑیں ہم کسی چیز کو کہ تھے ہم کرتے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں)

عن على قال لو كان الدين على الرأى لكان اسفل الخف  
 اولى بالمسح من اعلاه و قد ر أيت رسول الله ﷺ يمسخ  
 على ظاهر خفه - اخرج ابو داؤد  
 (روایت ہے حضرت علیؓ سے کہا اگر دین ہوتا رائے پر البتہ ہوتا نیچے موزے کے بہتر مسخ کرنا  
 اوپر موزوں سے اور بے شک دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ مسخ کرتے پشت موزے اپنے پر  
 - روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤد نے)

عن على قال قال رسول الله ﷺ اذا تقاضى اليك رجلا ن  
 فلا تقض الا اول حتى تسمع كلام الآخر فسوف تدرى كيف  
 نقضى قال على فما زلت قاضياً بعد اخرج احمد (روایت ہے  
 حضرت علیؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب قضیہ لایں تیری طرف دو شخص پھر مت فیصلہ  
 کراول کا یہاں تک کہ سنے تو بات دوسرے کی پھر قریب معلوم کرے تو کیونکر فیصلہ کرے۔ کہا

حضرت علیؑ نے پھر ہمیشہ رہا میں قاضی اب تک - روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے۔

عن عبادة بن صامت غزی مع معاویة ارض روم فنظر الی الناس و هم یبا یعون کسر الذہب بالذنا نیر و کسر الفضة بالدر ا هم فقال یا ایها الناس انکم یا کلون الربوا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تتبا عوا الذہب بالذہب الا مثلاً بمثل لا زیادة بینہما و لا نظرة فقال له معاویة یا ابا الولید لا اری الربوا فی هذه الا ما کان من نظرة فقال عبادة احدثک عن رسول اللہ ﷺ و تحدثنی عن رایک لئن اخرجنی اللہ لا اساکنک بارض لک علی فیہا امرۃ فلما نقل لحق بالمدینة فقال له عمر بن الخطاب ما اقدمک یا ابا الولید فقص علیہ القصة و ما قال من مساکنتہ فقال ارجع یا ابا الولید الی ارضک فقبج اللہ ارضاً لست فیہا و امثالک و کتب الی معاویة لا امرۃ لک علیہ و احمل الناس علی ما قال فانه هو الامر۔  
اخرجه ابن ماجه -

روایت ہے حضرت عبادة بن صامت سے جہاد کیا حضرت معاویہؓ کے ساتھ ملک روم میں پھر دیکھا لوگوں کی طرف حالانکہ وہ خرید و فروخت کرتے زیادتی سونے کی دیناروں کے ساتھ اور زیادتی چاندی کے درہموں کے ساتھ پھر کہا اے لوگوں بے شک کھاتے ہو تم بیاج کو سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے مت پیسوں کو سونے کے ساتھ مگر برابر نہیں زیادتی درمیان دونوں کے اور نہیں اودھار۔ پھر کہا معاویہ نے ان کو ابا ولید نہیں دیکھتا ہوں میں بیاج اس میں مگر جو کہ ہے اودھار ہے پھر کہا عبادة نے کرتا ہوں میں حدیث تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو بات کرتا ہے مجھے اپنی رائے سے اگر نکالا مجھے اللہ نے نہ ٹھہروں گا میں اس زمین میں جہاں تیری سرداری ہے وہاں ہم پر پھر جب پھرے آئے مدینہ میں پھر کہا ان کو حضرت عمرؓ نے کون لایا تجھے یہاں ابا ولید پھر بیان کیا عمر پر قصہ اپنا اور ٹھہر نے اپنے کا جو کہا تھا پھر کہا جا تو اے ابا ولید گھر کی طرف اپنے پھر بری کرے اللہ اس زمین کو کہ نہیں ہے اس پر اور مانند تیرے کے اور کہا معاویہ کی طرف نہیں حکومت تیری اس پر اور اٹھا لوگوں کو کہنے ان کے پر اس واسطے کہ بیشک

یہ امر حق ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابن ماجہ نے۔

فیه تقبح رأى شخصٍ یعارض به کلام الرسول المقبول لان کل نبی معصوم و غیر ہم لیس بمعصوم و اتخاذا قاولیهم و افاویلهم فرحاً و قرحاً سنة لامتهم واقوال امتهم و افعال امتهم لیست بسنة لاحد کرب الصفین و الجمل و قتل عثمان و الحسین و سبّ عباس علیاً و غر الفاطمة ابا بکر الن صدیق و و غر عمر علیاً و ما عداه الكثير یطلب الطوامر قال الله تعالى من قتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم - و قال النبى ﷺ قتال المسلم کفر و سبابه فسق - اخرجہ الترمذی و الحقد الرائد على الثلاثة قبیح و كذلك المذاهب الاربعة و الطرائق الاربعة و غیرها کالقادریہ و المجددیة و النقشبندیہ و الجشتیة قبیح و بدعة لیست بسنة و النسبة ایها یحرر الی الاثنین و السبعین؟ فرقة لا نهم زائدون على الواحدة لان رسول الله ﷺ قال کلهم فی النار الا الواحدة و هو رجل یتثبت بحبل القرآن الصریح و الحدیث الصحیح اللهم ثبتنا على دین سید المرسلین و آلہ الطاهرین و اصحابه الراشدين و التابعین المهتدين اجمعین -

(اس حدیث میں برائی ہے رائے شخص کی کہ مقابلہ کرے ساتھ اس کے کلام رسول مقبول ﷺ کو اس واسطے کہ بیشک ہر نبی معصوم ہیں اور غیر انہوں کے معصوم نہیں ہیں اور لینا قول اور فعل انہوں کا رحمت کا ہو یا غضب کا سنت ہے واسطے امت انہوں کے اور قول اور فعل امت کا انہوں کے نہیں سنت واسطے کسی جیسے جنگ صفین جنگ معاویہ اور علیؓ کا اور جنگ جمل اور جنگ علیؓ اور عائشہؓ کا اور قتل عثمانؓ کا اور حسینؓ کا اور گالی عباس کے علیؓ کو اور کینہ فاطمہؓ کا ابو بکر صدیقؓ کو اور کینہ عمرؓ کا علیؓ کے ساتھ اور سوائے اس کے بہت قصے ہیں کہ چاہیے بہت سادہ و سادہ فرمایا اللہ تعالیٰ جس نے قتل کیا مومن کو جان بوجہ کر پھر بدلا اس کا جہنم ہے اور فرمایا نبی ﷺ نے قتل کرنا

مسلمان کا کفر ہے اور گالی دینا اس کا فسق ہے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے۔ اور کینہ زائد تین دن سے بد ہے اور اسی طرح مذاہب اربعہ جیسے حنفیہ شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ اور غیر اس کا جیسے قادر یہ اور مجددیہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ بد اور بدعت ہے نہیں ہے سنت اور نسبت کرنا اس کی طرف کھینچ لے جاوے گا بہتر مذاہب کی طرف اس واسطے کہ یہ سب زائد ہیں ایک پر اس واسطے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب دوزخ میں ہوں گے ایک نہیں اور وہ ایک مرد ہے کہ چنگل مارے ساتھ رسی قرآن صحیح کے اور حدیث صحیح کے۔ اے اللہ ثابت رکھ ہم سمجھوں کو دین سید المرسلین پر اور طریقہ اس کے آل طاہرین شریک و بدعت سے اور اصحاب اس کے راشدین توحید اور سنت کی طرف اور تابعین مہتدین سب پر۔

تمام ہوا رسالہ اعتصام السنة فی قانع البدعہ

## اللباب فی صلوة الاحباب

(۱۲۶۷ھ)

(مصنف مولانا محمد عبداللہ محمدی مؤوی عرف جہاؤ میاں)

نحمد الله الذى جنا به المستطاب و نصلی علی نبیہ الذی هو اکرم الانساب (تعریف کرتے ہیں ہم اللہ کی جو درگاہ اس کی پاک ہے اور درود بھیجتے ہیں ہم نبی اللہ پر جو وہ بزرگتر و نکا ہے)۔

اما بعد فعبد الله المحمدی جمع رسالۃ علی عشرة الابواب و سمها باللباب فی صلوة الاحباب لینفع بها اصحاب الغبارة و ارباب النهی و الالباب

(اے پھر بعد حمد و نعت کے پس عبداللہ محمدی نے جمع کیا اس نے ایک رسالہ دس باب پر اور نام رکھا اس کا اللباب فی صلوة الاحباب تاکہ نفع لیویں ساتھ اس رسالہ کے صاحب نادانی کے اور صاحب عقل کے)

## الباب الاول

### فی حکم رفع الیدین

(پہلا باب: حکم رفع یدین میں)

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلاة، و اذا كبر للركوع و اذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك ايضاً. متفق عليه (صحيح بخارى حديث نمبر ۸۳۵) وفي رواية بهيقي و ابى سليمان الخطابي فما زالت تلك صلوته ﷺ حتى لقي الله تعالى -

(روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے برابر دونوں مونڈھوں اپنے کے جب شروع کرتے نماز اور جب اللہ اکبر کہتے واسطے رکوع کے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور اس کا مرتبہ حدیث صحیح سے بڑھ کر ہے۔ اور ایک روایت میں واسطے بہیقی اور سلیمان خطابی کے، پس ہمیشہ رہے اسی طرح کی نماز رسول اللہ ﷺ یہاں تک کہ ملاقات کی حضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی، یعنی وفات فرمائی)۔

قال الناس ان المجاهد يقول صليت وراء ابن عمر بضع سنين فلم يرفع يديه قط الا في التكبير التحريمه اذ به سقط العمل على روايته لان الراوى يروى حديثاً ولا يعمل عليه فكيف يعمل عليه احد فهذه القاعدة باظلة لان الراوى ان لا يعمل على روايته لا يبطل العمل عليه و الراوى كان صادقاً و عمل على روايته او لم يعمل لان البخارى يروى عنه ذلك عن نافع ان ابن عمر كان اذا دخل في الصلاة كبر و رفع يديه و اذا قال سمع الله لمن حمده و اذا اقام من الركعتين

رفع ید یه و رفع ذالک ابن عمر الی النبی ﷺ من هذا ظهر بطلان قصّة مجاهد و موضو عیتها و لانّ راوی رفع الیدین لیس عبد اللہ بن عمر فقط بل راویہ ابوبکرو عمر و عثمان و علی و طلحة و زبیر و سعد و سعید و عبد الرحمن بن عوف و ابو عبیدہ بن الجراح و مالک بن الحویرث و زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبد اللہ بن مسعود و ابو موسیٰ الاشعری و عبد اللہ بن عباس و حسن بن علی بن ابی طالب و براء بن عازب و زیاد بن حارث و سهل بن سعد و ابو سعید بن الخدری و ابو قتادہ و سلمان الفارسی و عبد اللہ بن عمر بن العاص و عقبہ بن عامر و بريدة و ابو هريره و عمار بن یاسر و صدی بن عجلان و عمیرن اللیثی و ابو مسعودن الانصاری و ام المومنین عائشہ و ابو الدرداء و عبد اللہ بن الزبیر و انس بن مالک و وائل بن حجر و ابو حمیدن الساعدی و محمد بن مسلمة و جابر البیاضی و ابو اسید صحابی لم یسمّ اسمہ و اعرابی لم یسمّ اسمہ ایضاً۔

(کہا لوگوں نے بے شک مجاہد کہے، نماز پڑھی میں نے پیچھے حضرت ابن عمر کے کئی برس پس اٹھایا اپنے دونوں کبھی مگر تکبیر تحریر میں اس واسطے کہ بسبب اس کے ساقط ہوا عمل روایت حضرت ابن عمر پر اس واسطے کہ بے شک راوی روایت کرے ایک حدیث اور نہ عمل کرے اس حدیث پر پھر کیوں عمل کرے اس پر کوئی۔ پس یہ قاعدہ باطل ہے اس واسطے کہ بیشک راوی اگر عمل نہ کرے اپنی روایت پر نہ باطل ہو عمل اس حدیث پر، اور راوی سچا ہے عمل کیا روایت کیا اپنی پر یا نہ عمل کیا اس واسطے کہ بے شک بخاری روایت کرتا ہے حضرت ابن عمر سے روایت کرتا ہے نافع سے بے شک حضرت ابن عمر تھے جب داخل ہوتے نماز میں اللہ اکبر کہتے اور اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور جب رکوع کرتے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور جب کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور جب کھڑے ہوتے دو رکعت سے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور مرفوع کیا اس حدیث کو حضرت ابن عمر نے طرف نبی ﷺ کی۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا جھوٹ قصہ قول مجاہد



کا اور بناوٹ اس قصہ کا۔ اور اس واسطے کہ بے شک راوی رفع یدین کے نہیں ہے عبد اللہ بن عمرؓ بلکہ راوی رفع یدین کے ہیں حضرت ابو بکرؓ و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و سعید و عبد الرحمن بن عوف و ابو عبیدہ بن الجراح و مالک بن الحویرث و زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبد اللہ بن مسعود و ابو موسیٰ الاشعری و عبد اللہ بن عباس و حسن بن علی بن ابی طالب و براء بن عازب و زیاد بن حارث و سہل بن سعد و ابوسعید الخدری و ابوقحادہ و سلمان الفارسی و عبد اللہ بن عمر بن العاص و عقبہ بن عامر و بریدہ و ابو ہریرہ و عمار بن یاسر و صدی بن عجلان و عمیران اللیشی و ابو مسعود الانصاری و ام المومنین عائشہ و ابوالدرداء و عبد اللہ بن الزبیر و انس بن مالک و وائل بن حجر و ابو حمید الساعدی و محمد بن مسلمہ و جابر البیاضی و ابو اسید اور ایک صحابی نامعلوم الاسم، اور ایک اعرابی نامعلوم الاسم)

ان لم یسمع اسم الصحابة فی الحدیث فلا یضعف لان اصحاب النبی ﷺ کلهم صادقون فی روايتهم و ان لم یعلم احد اسم الراوی فی وسط سند الحدیث فهو ضعیف اذ لا یعلم احد انه صادق ام کاذب معتمد علیہ ام لا و فی سفر السعادة مر قوم باب رفع الیدین فی ثلاث مواضع افتتاح الصلوة و وضع الراس و رفعها تکبیرة؟ روات الاحادیث التي حکمها حکم المتواتر و هی اربع مائة حدیث و افا عیل الصحابة و اقا ویلهم ثابت فیہ و العشرة المبشرة یسوقون لم یزل عمل النبی ﷺ علی ذلك حتی طوی طریق الموت و لم یثبت باب عدم رفع الیدین فی المواضع المذكورة قط۔

(اگر نہ معلوم ہوا نام صحابہ کا حدیث میں پس نہ ضعیف ہوگی وہ حدیث اس واسطے کہ بیشک سب اصحاب نبی ﷺ کے سچے ہیں روایت میں اور اگر نہ معلوم کیا کسی نے نام راوی کا درمیان سند حدیث کے پس وہ حدیث ضعیف ہے اس واسطے کہ نجنا کسی نے کہ بے شک وہ راوی سچا ہے یا جھوٹا ہے معتمد علیہ ہے یا نہیں۔ اور سفر السعادت میں لکھا ہے باب رفع الیدین کا تین جگہوں میں شروع نماز میں اور جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں ساتھ بہت راویین حدیث کے جو حکم اس کا مانند حکم حدیث متواتر کے ہے اور وہ چار سو حدیث میں اور فعلیں صحابہ کی اور قولیں صحابہ

کی رفع یدین میں ثابت ہیں اور عشرہ مبشرہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیشہ رہا عمل نبی ﷺ کا رفع یدین پر یہاں تک کہ وفات فرمائی حضرت نے۔ اور نہ ثابت ہوا مقدم عدم رفع یدین کا ان جگہوں مذکور میں کبھی)۔

و کتاب البخاری جمع فیہ الاخبار و الآثار فی رفع الیدین و لکلھا اسناد کثیر و فیہ یروی عن الحسن البصری قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یرفعون ایدیہم فی الصلوٰۃ و فی روایۃ اذا رکعوا و اذا رفعوا کانھا المراوح و قال عبد الرزاق المحدث ما رأیت صلوٰۃ جامعاً من ابن جریج و هو رفع یدیه فی الافتتاح و الوضع و الرفع و تعلم ابن جریج من عطاء و عطاء من ابن الزبیر و ابن الزبیر من ابی بکر الصدیق اخرجہ ابن حجر فی تخریج الہدایہ (اور ایک کتاب بخاری کے جمع کیا اس نے اس میں حدیثیں مرفوع اور موقوف رفع یدین کے اور واسطے ہر حدیثوں کے سندیں بہت اور اس کتاب میں روایت کرتا ہے حسن بصری سے کہا تھے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو نماز میں اور ایک روایت میں جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سراپنا رکوع سے گویا وہ سب ہاتھ پکچھے ہیں اور کہا عبد الرزاق محدث نے نہیں دیکھا میں نے پوری نماز میں ابن جریج سے اور وہ رفع یدین کرتا شروع نماز میں اور سر جھکانے میں اور سر اٹھانے میں اور سیکھا ابن جریج نے عطاء سے اور عطاء نے ابن زبیر سے اور ابن زبیر نے ابی بکر صدیق سے۔ روایت کیا اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے تخریج ہدایہ میں)

عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت هذه الآية علی رسول اللہ ﷺ انا اعطینا ک الکوثر فصل لربک و انحر قال رسول اللہ ﷺ لجبریل ما هذه النحرۃ التي امرنی ربی قال انها لیست بنحرۃ و لکنه یا مریک اذا تحرمت للصلوٰۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت و اذا رکعت و اذا رفعت را سک من الرکوع فانها صلواتنا و صلوٰۃ الملائکة الذین فی السماوات السبع قال النبی ﷺ رفع الایدی من الاستکانة قال اللہ تعالیٰ

و ما استکانوا لربهم و ما يتضرعون۔ آخر جہ الحاکم فی تفسیر انا اعطیناک الکوثر فصل لربک و انحر و صححہ علی شرط الشیخین

(روایت ہے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہا جب اتری آیت رسول اللہﷺ پر انا اعطیناک... الخ، فرمایا رسول اللہﷺ نے واسطے جبریلؑ کے، کیا ہے یہ نحرہ جو حکم کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے۔ کہا جبریلؑ نے بیشک نہیں ہے یہ نحرہ لیکن اللہ حکم کرتا ہے تجھے جب کہ تحریمہ باندھے تو واسطے نماز کے یہ کہ اٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے جب کہ اللہ اکبر کہے اور جب تو رکوع کرے اور جب سر اٹھاوے تو رکوع سے پس بیشک یہ نماز میری اور نماز ملائکہ کی جو آسمان ساتویں پر ہیں فرمایا نبیﷺ نے اٹھانا ہاتھوں کا عاجزی سے ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ نے: پس عاجزی کیا واسطے رب اپنے کے اور نہ روئے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام حاکمؒ نے تفسیر انا اعطیناک.. الخ میں مستدرک میں اور صحیح کہا اس حدیث کو شرط بخاری اور مسلم پر)۔

ف۔ رفع یدین کرنا حدیث متفق علیہ میں ثابت ہے اور اس آیت سے بھی

ثابت ہوا۔

قال المحدث الدهلوی فی تنویر العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین ثبت رفع الیدین فی مواضع الاربعة المذكورة بروایات صحیحۃ ثابتة و آثار مرصیۃ راجحۃ و مذہب حقۃ صادقۃ عن النبی ﷺ و عن کبراء الصحابة و عظماء العلماء و الفقہاء المجتہدین بحیث لا یشویہا نسخ و لا تعارض حتی ادعی بعضهم التواتر و لا اقل من ان تكون مشہورۃ کذلک ثبت رفع المسجۃ

(کہا محدث دہلوی محمد اسماعیلؒ نے تنویر العینین میں ثابت ہوا رفع یدین چاروں جگہ مذکورہ میں ساتھ روایات حدیثیں مرفوعہ صحیحہ ثابتہ موقوف اچھی اور مذہبین حق سچے نبیﷺ اور اکابر صحابہ اور اکابر علماء اور فقہاء مجتہدین سے اس حدیث کہ نہ ملا ان روایتوں کو حدیث ناسخ اور حدیث تعارض کے یہاں تک کہ دعویٰ کیا بعض نے حدیث متواتر کا اور نہ کم ہوئے یہ روایت مشہور ہونے سے ماندر رفع یدین کے ثابت ہوا اٹھانا انگلی کلہ کا التحیات میں)

سوال - ما هو في المشكوة في باب صفة الصلوة عن عبد الله بن مسعود قال الا صلى بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى ولم يرفع يديه الا مرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح اخرجه الترمذى والنسائى و ابو داؤد -

(یہ سوال ہے اس چیز کا کہ وہ مشکوٰۃ میں باب صفت الصلوة میں ہے۔ روایت ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہا آیا نماز پڑھاؤں میں ساتھ تمہارے نماز رسول اللہ ﷺ۔ پس نماز پڑھی حضرت عبد اللہ بن مسعود، نہ اٹھائے دونوں ہاتھ اپنے مگر ایک مرتبہ ساتھ تکبیر افتتاح کے روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی اور امام نسائی اور امام ابو داؤد نے)۔

جوابہ - قال الترمذى هذا حديث حسن و قال ابو داؤد ليس هو بصحيح على هذا المعنى ان عبد الله بن مسعود ما فعل رفع اليدين فى اهباط الهامة و اصعادهما فمن سلك هذه السكة فسار مسيرة لغوى و الضلالة فانه يروى فيهما و سوى هذه اربع مائة خبر و اثر كانها متواتر و من سياق الرواية يبرز انه رأى المبتدع عين فى عصره يتكرورون فصاعداً رفع اليدين فى التكبيرة التحريمة فانكر ذلك و قال لم يرفع يديه رسول الله ﷺ فى التكبيرة الاولى مرتين فصاعداً كذا لك يفعل المبتدعون فى زماننا اليوم ذلك و ضعفه ابن حبان و كذلك رده على بن عبد المدينى و الامام احمد و الدارقطنى و هكذا ملك المحدثين البخارى وغيره قائل بضعفه (جواب ہے سوال کا، کہا امام ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور مرتبہ حسن درمیان صحیح اور ضعیف کے ہے۔ اور کہا امام ابو داؤد نے نہیں یہ حدیث صحیح ان معنوں پر کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن مسعود نے نہیں کیا رفع یدین جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں پس جو کہ چلا اس گلی کو پس چلا راہ گمراہی کی اس واسطے کہ پیشک حضرت عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں اور سوائے اس کے چار سو حدیث مرفوع اور موقوف ہیں گویا کہ وہ حدیثیں متواتر ہیں اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیشک حضرت

عبداللہ بن مسعود دیکھا بدعتیوں کو زمانہ میں اپنے دو بار رفع یدین کرتے تھے پھر زیادہ دو بار سے رفع یدین کرتے تھے پھر زیادہ دو بار سے تکبیر تحریمہ میں۔ پس انکار کیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس رفع یدین کرنے کو۔ اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعود نے نہیں رفع یدین کیا رسول اللہ ﷺ نے تکبیر پہلی میں دو مرتبہ پھر زیادہ دو مرتبہ سے جیسا کہ کرتے ہیں بدعتی زمانہ میں ہمارے آج کے دن رفع یدین کو تکبیر تحریمہ میں یعنی رافضی۔ اور ضعیف کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اور اسی طرح مردود کہا اس حدیث کو علی بن عبداللہ المدینی نے اور امام احمد اور دارقطنی اور اسی طرح ربیع الحدیثین بخاری اور غیر بخاری کہتے ہیں ساتھ ضعیف اس حدیث کے)۔

عن ابن مسعود قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ و ابی بکر و عمر لا یرفعون اید یهم الا عند الا فتتاح قال الامام احمد و ابن تیمیہ و ابن الجوزی بوضعہ -

(روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے نہ اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو کوئی مگر نزدیک شروع نماز کے۔ کہا امام احمد اور ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے ساتھ موضوع ہونے اس حدیث کے)۔

وان عبد اللہ بن الزبیر رأى رجلاً یصلی فی المسجد الحرام و رفع یدیه عند الرکوع و عند رفع الراس منه فقال لا تفعل انه امر فعله رسول اللہ ﷺ فی اول الاسلام ثم ترکہ و نسخ هذا قول ابن الزبیر فهو لیس بحدیث ولا یوجد له اسناد صحیح فی کتب المحدثین و کذا قول ابن مسعود رفع رسول اللہ ﷺ فرفعنا و ترک فترکنا -

(اور بے شک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا ایک مرد کو نماز پڑھتا کعبہ میں اور اٹھایا دونوں ہاتھ اپنے نزدیک رکوع کے اور نزدیک سر کے اٹھانے رکوع سے۔ پس کہا تم کرو بیشک رفع یدین ایک حکم تھا اس کو کیا رسول اللہ ﷺ نے ابتداء اسلام میں پھر چھوڑا اس کو اور منسوخ کی گئی یہ حدیث۔ یہ قول حضرت ابن زبیرؓ کا ہے پس نہیں حدیث اور نہ اس کے لئے کتب محدثین میں صحیح اسناد ہیں۔ اور اسی طرح پر صحیح نہیں یہ قول حضرت ابن مسعودؓ کا کہ رفع یدین کیا رسول اللہ ﷺ نے ہم نے کیا اور چھوڑا آپ نے، ہم نے بھی چھوڑ دیا)۔

عن البراء بن عازب قال قال رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه ثم لا يعود آخره أبو داؤد في أسناده راويان شريك ضعفه الترمذی و یزید بن ابی زیاد ضعفه ابن حجر (روایت ہے براء بن عازب سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب شروع کرے کوئی نماز اٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے برابر دونوں موٹھوں اپنے کے پھر رفع یدین کرے۔ پھر نہ کرے۔ اس حدیث کو روایت کیا اس کی اسناد میں دو راوی ہیں ایک شریک جس کو ضعیف کہا امام ترمذی نے دوسرے یزید بن ابی زیاد اس کو ضعیف کہا ابن حجر نے)۔

عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه حين افتتح الصلاة ثم لا يرفعهما حتى انصرف آخره أبو داؤد وقال هذا الحديث ليس بصحيح وضعفه ابن حجر -

(روایت ہے براء بن عازب سے کہ ہاتھ اٹھانے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے جب شروع کرتے نماز پھر نہ اٹھاتے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ پھرتے نماز سے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ضعیف کہا اس حدیث کو ابن حجر نے)

و مو قيف الشيخين و على و ابى سعيد الخدرى و ابى هريره و عبد الله بن عمر و انس بن مالك و غيرهم كلها ضعيف و موضوع فى عدم رفع اليدين

(اور حدیثیں موقوف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابی ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک اور غیر انہوں کے سب ضعیف اور موضوع ہیں عدم رفع یدین میں)

سؤال: قال الناس حديث رفع اليدين في وضع الرأس و رفعها بعد نهوضه التشهد منسوخ فان ذلك في رواية مسلم مالى اراكم را فعى ايد يكم فى الصلاة كانها اذ ناب خيل شمس اسكنوا فى الصلاة

(یہ سوال ہے: کہا لوگوں نے حدیث رفع یدین کی جھکاتے سر اور اٹھاتے سر اور بعد اٹھنے تشہد کے منسوخ ہے اس واسطے کہ بیشک یہ حدیث منسوخ ہے روایت مسلم میں ہے کیا ہے واسطے

میرے کہ دیکھتا ہوں میں تم کو اٹھانے والے ہاتھوں کو اپنی نماز میں گویا یہ ہاتھ دہیں گھوڑے سرکش کی ہیں ٹھہراؤ تم ان ہاتھوں کو نماز میں)

جواب۔ هذه طائفة من الحديث الذي اخرجہ مسلم عن جابر بن سمرہ قال كنا اذا صلينا مع رسول الله ﷺ قلنا بايد لنا السلام عليكم ورحمة الله و اشار بيده الى الجانبين فقال رسول الله ﷺ على ما تو مئون بايديكم مالي اري رافعي ايديكم وفي رواية مالي اري ايديكم كانها اذ ناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة و انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من عن يمينه و شماله -

(یہ لکڑا ہے اس حدیث سے کہ روایت کیا اس کو امام مسلم نے روایت ہے جابر بن سمرہ سے کہا تھے جب نماز پڑھتے ہم ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اشارہ کرتے ہم ساتھ ہاتھوں اپنے کے اسلام علیک ورحمة اللہ اور اشارہ کیا ساتھ ہاتھ اپنے کے دونوں طرف پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کس پر اشارہ کرتے ہو تم ساتھ ہاتھ اپنے کے۔ کیا ہے واسطے میرے کہ دیکھتا ہوں میں اٹھانے والے ہاتھوں اپنے کو اور ایک روایت میں، کیا ہے واسطے میرے کہ دیکھتا ہوں میں ہاتھوں تمہارے کو گویا وہ دہیں ہیں گھوڑے سرکش کی ہیں ٹھہراؤ تم ہاتھوں کو نماز میں اور کفایت کرتا ہے ایک تمہارے کو یہ کہ رکھے ہاتھ اپنا ران پر اپنی پھر سلام کرے بھائی اپنے پر اپنے طرف اپنے سے اور بائیں طرف اپنے سے)۔

قال عبد الله بن المبارك لم يثبت حديث عبد الله بن مسعود قال الا ا صلى بكم صلوة رسول الله ﷺ الى آخره كذا لك لم يثبت حديث عدم رفع المسبحة و ما قال بعض علماء ما وراء النهر و صاحب الكيداني من ثبوت عدم رفع المسبحة كله باطل لانهم ليسوا باراكين الحديث -

(کہا عبد اللہ بن مبارک نے نہ ثابت ہوئی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود کہا نہ پڑھاؤں میں تم کو نماز رسول اللہ ﷺ کی۔ الخ۔ اسی طرح نہ ثابت ہوئی حدیث نہ انگلی اٹھانے کلمہ کی، اور وہ کہ کہا بعض علمائے ماوراء النہر اور صاحب کیدانی نے ثبوت نہ اٹھانے انگلی کلمہ کی، سب جھوٹ

ہے اس واسطے کہ یہ سب نہ تھے محدثوں سے۔

اعلم انه خفی علی ابی حنیفہ حدیث مرفوع صحیح مسند متفق علیہ فی رفع الیدین فی الانتاج و الرضع و الرفع و النهوضۃ من التشهد لاول سوی حدیث ضعیف فی عدم رفع الیدین کذلک خفی علی عبد اللہ بن مسعود حال رفع الیدین فی الموضع الاربعۃ المذكورۃ کما قد خفی علیہ الاخذ بالركبة و قد خفی علی مالک بن انس حدیث وضع الید علی الاخری فی الصلوۃ و قد خفی علی علی حرمة بیع امہات الاولاد و علی عمر تطہیر المیتیم من الجنابۃ

(جان تو بے شک تحقیق کے پوشیدہ ہوا امام ابو حنیفہؒ پر حدیث مرفوع صحیح مسند متفق علیہ رفع الیدین میں شروع نماز میں اور جھکانے سر اور اٹھانے سر میں اور اٹھنے تشہد اول سے سوائے حدیث ضعیف عدم رفع میں اسی طرح پوشیدہ رہا حضرت عبداللہ بن مسعود پر حال رفع الیدین کا چارج ہمیں مذکورہ پر جیسا کہ تحقیق کے پوشیدہ ہوا ان پر پکڑنا زانو کا رکوع میں اور تحقیق کے پوشیدہ ہوا حضرت مالک بن انس پر حدیث رکھنا ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر نماز میں اور تحقیق کے پوشیدہ ہوا حضرت علیؓ پر حرام ہونا بیچنا ام ولد کا اور پوشیدہ ہوا حضرت عمر فاروقؓ پر پاک ہونے تیمم والے کا جنابت سے)۔

جواب اخیر ہے کہ خطا ہو گیا عدم رفع الیدین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے جیسا کہ خطا ہو گیا ان سے نماز پڑھنے فجر میں آگے صبح صادق سے اور جس لونڈی سے لڑکا ہو اس کو ام ولد کہتے ہیں اور جو بی بی سے صحبت کر کے نہا وے اسے غسل جنابت کہتے ہیں۔

(رفع الیدین کے باب میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرماویں

عن جابر بن سمرة :

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قَلْنَا بَايِدِينَا ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ . فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا شَأْنُكُمْ . تَشْبِيرُونَ بَايِدِيكُمْ كَأَنَّهَا إِذْ نَابَ خَيْلٌ شَمْسٍ . إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفَتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



یومی بیده - صحیح مسلم

عن جابر بن سمرة :

خرج علينا رسول الله ﷺ فقال : ما لي اراكم را فعي ايد يكم كأنها اذ ناب خيل شمسٍ - اسكنوا في الصلاة - قال ثم خرج علينا فرآنا حلقاً .

فقال : ما لي اراكم عزين! قال ثم خرج علينا فقال : الا تصفون كما تصفت الملائكة عند ربها - فقلنا يا رسول الله و كيف تصفت الملائكة عند ربها .

قال : يتمون الصفوف الاول و يتراصون في الصف - صحیح مسلم

عن جابر بن سمرة : كنا اذا صلينا مع رسول الله ﷺ قلنا : السلام عليكم و رحمة الله - السلام عليكم و رحمة الله ، و اشار بيده الى الجانبيين - فقال رسول الله ﷺ : علام تومئون بايديكم كأنها اذ ناب خيل شمسٍ - انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذة ثم يسلم على اخيه من على يمينه و شماله - صحیح مسلم

عن جابر بن سمرة : كنا اذا صلينا خلف رسول الله ﷺ فسلم احدنا اشار بيده من عن يمينه و من عن يساره فلما صلى قال ما بال احدكم يومى بيده كأنها اذ ناب خيل شمس انما يكفي احدكم او ألا يكفي احدكم ان يقول هكذا و أشار بأصبعه يسلم على اخيه من عن يمينه و من عن شماله - سنن ابوداؤد

عن جابر بن سمرة قال :

دخل علينا رسول الله ﷺ و الناس را فعدوا ايد يهم في الصلاة .

فقال : ما لي اراكم را فعي ايد يكم كأنها اذ ناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة - سنن ابوداؤد

عن جابر بن سمرة :

كنا اذا صلينا خلف النبي ﷺ سلمنا بايدينا قلنا السلام عليكم السلام عليكم - فقال ما بال اقوام يسلمون بايديهم كأنها اذ ناب خيل شمس اما يكفي احدكم اذا جلس في الصلوة ان يضع يده على فخذة و يشير باصبعه محكمه دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و يقول السلام عليكم السلام عليكم - طحاوی - شرح معانی الآثار  
 عن جابر بن سمرة : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قَلْنَا بِأَيْدِيْنَا  
 السَّلَامَ عَلَيْكَ السَّلَامَ عَلَيْكَ قَالَ : فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 فَقَالَ : مَا شَأْنُكُمْ تَشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَمَا نَهَانَا بِخَيْلِ شَمْسٍ - إِذَا سَلَّمَ  
 أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْمِ بِيَدِهِ - سَنَنْ نَسَائِي  
 عن جابر بن سمرة : كُنَّا نَصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ بِأَيْدِيْنَا فَقَالَ مَا بِال  
 هَؤُلَاءِ يَسَلِّمُونَ بِأَيْدِيهِمْ كَمَا نَهَانَا بِخَيْلِ شَمْسٍ أَمَا يَكْفِي أَحَدَهُمْ أَنْ  
 يَضَعُ يَدَهُ عَلَى فِخْذِهِ ثُمَّ يَقُولُ السَّلَامَ عَلَيْكَ السَّلَامَ عَلَيْكَ - سَنَنْ نَسَائِي )

## الباب الثاني

فی حکم و وضع الیدین علی الحیازیم فی الصلوة  
 (باب دوسرا: حکم رکھنا دونوں ہاتھوں کا سینوں پر)

قال الله تعالى : فصل لربك وانحر  
 (نماز میں فرمایا اللہ تعالیٰ پھر نماز پڑھ اور سینہ پر ہاتھ رکھ تو)۔  
 عن عليّ في تفسيره وانحر وضع يده اليمنى على وسط  
 ساعده اليسرى ثم وضعهما على صدره في الصلوة اخرج  
 السيوطي في الدر المنثور (روایت ہے حضرت علیؑ سے تفسیر و انحر میں رکھنا ہاتھ دایمنا  
 اپنے درمیان پہونچا اپنا بائیں پر پھر رکھنا دونوں ہاتھوں کا سینہ پر اپنے نماز میں - روایت کیا  
 اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے درمنثور میں)

عن وائل بن حجر قال صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَضَعُ يَدَهُ  
 الْيَمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيَسْرَى عَلَى صَدْرِهِ اَخْرَجَهُ ابْنُ خَزِيمَةَ فِي  
 صَحِيحِهِ وَقَالَ الْمَحْدِثُ الْإِلهُ بَادِي هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَا

طاقة لا حد ان يجر ح و يقدر فيه لان ابن حجر صححه و وثق رجاله و ثوقاً بليغاً و يوجب العمل على كل امير و فقير روايت ہے حضرت وائل بن حجر سے، کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی ﷺ کے۔ پھر رکھا ہاتھ اپنا دہنا اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر اپنے روایت کیا۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح میں اپنی اور کہا محدث الہ آبادی یعنی حاجی محمد فخرؒ یہ حدیث صحیح ہے نہیں طاقت واسطے کسی کے یہ طنز و طعن کرے اس میں اس واسطے کہ بے شک حافظ ابن حجرؒ نے صحیح کہا اس حدیث کو اور توثیق کیا رجال سند اس حدیث کی توثیق بہت اور واجب کیا اس حدیث پر عمل کو ہر امیر و فقیر پر۔

و عنه قال حضرت رسول اللہ ﷺ نهض الى المسجد ثم وضع يمينه رلى يساره على صدره اخرجه البهيقى فى سننه و ايضا اخرجه ابو الشيخ فى سننه عن انس عن النبى ﷺ مثله و ذكره النووى و غير واحد من العلماء

(روایت ہے حضرت وائل بن حجر سے، کہا حاضر ہوا میں رسول اللہ ﷺ کو گئے حضرت مسجد کی طرف پھر رکھا ہاتھ دایاں اپنا بائیں ہاتھ پر اپنے پر سینہ اپنے پر روایت کیا اس حدیث کو بہیقی نے سنن میں اپنی اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابوشیخ نے سنن میں اپنی میں حضرت انسؓ سے وہ نبی ﷺ سے مانند اس کے اور ذکر کیا اس حدیث کو امام نوویؒ نے اور بہت علماء نے اس کو۔)

و عن طاؤس قال كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره فى الصلوة اخرجه ابو داؤد فى المراسيل (روایت ہے طاؤسؓ سے، کہا: تھے رسول اللہ ﷺ رکھتے ہاتھ دایاں اپنا بائیں ہاتھ اپنے پر سینہ اپنے پر نماز میں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے مراسیل میں)

ف - المرسل الذى قاله التابعى قال رسول الله ﷺ ، او فعل رسول الله ﷺ و لم يذكر اسم شيخه فالطاؤس تابعى و ابن عباس شيخه (مرسل جو کہے اس کو تابعی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور نہ ذکر کیا نام اپنے استاد کا۔ پھر طاؤسؓ تابعی ہے اور ابن عباسؓ، استاد طاؤسؓ کا۔

(اس باب میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرمادیں)

عن طاؤس بن كيسان : كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده

اليسرى ثم يشدّ بهما على صدره و هو فى الصلاة- ابو داؤد، او رده فى المراسيل

عن طاؤس بن كيسان : كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدّ بينهما على صدره و هو فى الصلاة- سنن ابى داؤد حديث نمبر ۷۵۹ حد ثنا محمد بن قدامة بن اعين عن ابى بدر، عن طالوت عبد السلام ، عن ابن جرير الضبى، عن ابيه قال : رأيت علياً عليه السلام ، يميك شما له بيمينه على الرسغ فوق السرة-

قال ابو داؤد: روى عن ابى هريرة و ليس بالقوى سنن ابى داؤد حديث نمبر ۷۵۷ حد ثنا مسدد : حد ثنا عبد الرحمن بن زياد عن عبد الرحمن بن اسحاق الكوفى، عن سيار ابى الحكم ، عن ابى واثل قال : قال ابو هريرة ؛ اخذ الاكف على الاكف فى الصلوة تحت السرة

قال ابو داؤد : سمعت احمد بن حنبل يضعف عبد الرحمن بن اسحاق الكوفى - سنن ابى داؤد حديث نمبر ۸۵۸

حد ثنا ابو توبة : حد ثنا الهيثم يعنى ابن حميد ، عن ثور ، عن سليمان بن موسى ، عن طاؤس قال :

كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدّ بينهما على صدره ، و هو فى الصلاة - سنن ابى داؤد حديث نمبر ۷۵۹

عن واثل بن حجر ؛ صليت مع النبى فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره - تحفة المحتاج الى ادلة المنهاج - لابن ملقن - طبع مکه ۱۴۰۶ هـ- حكم المحدث : صحيح او حسن

عن طاؤس بن كيسان : كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشدّ بهما على صدره و هو فى الصلاة - نيل الاوطار للشوكانى- حكم المحدث : مرسل

عن واثل بن حجر : صليت مع رسول الله ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى على صدره - عون المعبود لشمس الحق العظيم آبادى - ۲۰۶-۲۶۵-

طبع بیروت ۱۴۲۱ھ - حکم المحدث : لا شيء في الباب اصح من حديث  
وائل المذكور (هذا)

عن وائل بن حجر : و وضعهما ( یعنی : الیمنی علی الیسری فی الصلوة ) علی  
صدره . ، مجموع فتاویٰ ابن باز ، ۱۱-۱۳۳- طبع تاسع عشر - حکم المحدث : صحیح )  
سوال : عن ابی جحیفه انّ علیاً قال السنة و وضع الکف علی  
الکف فی الصلوة و وضعهما تحت السرة اخرجه رزین هكذا  
فی تیسیر الوصول و قد و جد فی بعض نسخ ابی داؤد ایضاً  
و لا بن ابی شیبہ بهذا اللفظ من سنة الصلوة و وضع الایدی  
تحت السرة ( سوال - روایت ہے ابی جحیفہ سے بے شک حضرت علیؑ نے کہا سنت ہے  
رکھنا کف کا کف پر نماز میں اور رکھنا دونوں کا کف کا نیچے ناف کے - روایت کیا اس حدیث کو  
رزین نے اسی طرح تیسیر الوصول میں اور تحقیق پایا گیا بعض نسخے ابی داؤد میں بھی اور واسطے  
ابن ابی شیبہ کے ساتھ اس لفظ کے ، سنت نماز سے ہے رکھنا ہاتھوں کا نیچے ناف کے )

جوابہ : فی تخریج الهدایة هذا القول ضعيف باتفاق المحدثين  
لانّ فی سندہ ابا شعبة عبد الرحمن بن اسحاق الواسطي و  
هو ضعيف سوى هذا ان تدبر ت حق التدبير فلا تجد ذلك  
خلاف الا ول بل هو لتقويته لانّ علیاً اذا فسّر تفسیر و انحر  
ثم راى مبتدعاً يضع يديه تحت السرة فقال السنة وضع  
الکف علی الکف فی الصلوة و وضعهما تحت السرة كذلك قال  
رسول الله الصحابي لبس ثوباً مصفراً امر تكها امك هذا لفظ  
غضب و لا حکم و همزة الا استفهام مقدر فی الموضعين و  
تقدير همزاً الا استغفام مستعمل كثير في كلام العرب و شبهة  
فی كلام الله : كلوا و تمتعوا قليلاً انکم مجرمون (مرسلات : ۴۶)  
قال ابن الهمام حديث فوق السرة و تحت السرة و ليس  
صحیح

(یہ جواب ہے سوال کا - تخریق ہدایہ میں یہ قول ضعیف ہے ساتھ اتفاق محدثوں کے اس واسطے

کہ بیشک سند اس حدیث میں ابو شیبہ عبد الرحمن بن اسحاق واسطی ہے اور وہ ضعیف ہے سوائے اس بات کے اگر فکر کرے تو حق فکر کرنے کا پس نہ پاوے گا اس قول کو خلاف قول اول کے بلکہ یہ قول واسطی تقویت قول اول کے ہے اس واسطی کہ بے شک حضرت علیؑ نے جب تفسیر کیا تفسیر و انحر کی پھر دیکھا کسی بدعتی کو رکھے دونوں ہاتھ اپنے نیچے ناف کے کے پھر کہا سنت ہے رکھنا ان کا کف پر اور رکھنا دونوں کا نیچے ناف کے، جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطی ایک صحابی کے پہنا کپڑا سو ہا کیا تجھ کو کپڑا سو ہے کا ماں تیری نے یہ لفظ غضب کا ہے اور نہ حکم کا اور ہمزہ استفہام کا مستعمل بہت کلام عرب میں اور ما نند اس کے کلام اللہ میں ہے، کھاؤ تم فائدہ تھوڑا بیشک تم گنہگار ہو۔ کہا کمال الدین بن ہمام نے حدیث ناف کی اوپر کی ناف کے نیچے کی صحیح نہیں ہے)

(اس باب میں یہ احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن علیؑ قال: السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة. سنن ابو داؤد عن ابى هريرة قال: اخذ الاكف على الاكف في الصلوة تحت السرة. سنن ابى داؤد. حكم المحدث: فيه عبد الرحمن بن اسحاق الكوفي سمعت احمد يضعفه عن علي قال: ان من السنة في الصلاة وضع الكف على الكف تحت السرة. سنن الكبرى للبيهقي. حكم المحدث: في اسناده ضعف.

عن علي انه كان يقول: ان من السنة الصلاة وضع اليمين على الشمال تحت السرة. سنن الكبرى للبيهقي. حكم المحدث: فيه عبد الرحمن بن اسحاق الواسطي جرحه احمد بن حنبل ويحيى بن معين والبخاري وغيرهم السنة وضع الكف على الكف تحت السرة. الوهم والايهام لا بن قطان. حكم المحدث: ضعيف

عن علي بن ابى طالب انه قال: من السنة في الصلاة وضع الاكف على الاكف تحت السرة. النووى شرح مسلم. حكم المحدث: متفق على تضعيفه ان من السنة في الصلاة وضع الاكف على الاكف تحت السرة. تهذيب الكمال للمزى. حكم المحدث: فيه زياد بن زيد السوائي قال ابو حاتم مجهول عن عليؑ، انه وضعهما اي ايديه تحت السرة. فتح الباري لابن حجر. حكم المحدث:

اسناده ضعيف

انّ علياً قال : السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة - التلخيص الحبير  
لا بن حجر العسقلاني - حكم المحدث : فيه عبد الرحمن بن اسحاق الواسطي ، وهو  
متروك و اختلف عليه فيه مع ذلك

عن عليّ قال : السنة وضع الكف على الكف تحت السرة - الدراية في تخريج احاديث  
الهداية طبع ١٤١٣هـ ، لا بن حجر العسقلاني - حكم المحدث : اسناده ضعيف  
عن علي انه قال : ان من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة - عمدة القارى في  
شرح صحيح البخارى - طبع ١٤٢١هـ بيروت - للعيني - حكم المحدث : هذا قول علي  
بن ابي طالب و اسناده الى النبي ﷺ غير صحيح

اخذ الاكف على الاكف تحت السرة - نيل الا و طار لا مام الشوكاني - حكم المحدث  
: في اسناده عبد الرحمن بن اسحاق ضعفه احمد و قال البخارى فيه نظر  
عن وائل بن حجر : وضع رسول الله ﷺ يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة -  
عون المعبود لشمس الحق العظيم آبا دى - حكم المحدث : زيادة تحت السرة في هذا  
الحديث ( لا تصح )

قال ابوهريره : اخذ الاكف على الاكف في الصلوة تحت السرة - عون المعبود  
لشمس الحق العظيم آبا دى - حكم المحدث : في اسناده عبد الرحمن بن اسحاق و قد  
عرفت حاله فلا يصح الاحتجاج به

قال ابوهريره : اخذ الاكف على الاكف في الصلوة تحت السرة - تحفة الاحوذى  
لعبد الرحمن المبارك فوري - حكم المحدث : في اسناده عبد الرحمن بن اسحاق  
الواسطي فهذا الحديث لا يصلح للاحتجاج و لا للاستشهاد و لا للاعتبار

عن وائل بن حجر : رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوة زاد لفظ  
تحت السرة - تحفة الاحوذى للمبارك فوري - حكم المحدث : وان كان اسناده جيد  
لكن في ثبوت زيادة تحت السرة فيه نظراً قوياً

الاثر المروى عن عليّ في وضع اليدين تحت السرة في الصلاة - مجموع فتاوى ابن  
عثيمين ٩٧-١٣ طبع ١٤١٩هـ - حكم المحدث : ضعيف )

## الباب الثالث

### فی حکم التعوذ جہراً و سرّاً

(باب تیسرا: حکم کہنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں بلند اور پوشیدہ آواز سے)

قال اللہ تعالیٰ:

و اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم۔  
 ما امر اللہ فی التعوذ بجہراً ولا بسرّاً و عدم امرہ دلیل علی ان  
 التعوذ تابع للقرآن ان تجهر الصلوة فتجهرها و ان تسرّ  
 الصلوة فتسرّها کذا لک یروی الشافعی فی مسنده انّ ابا  
 هريرة جهر التعوذ فی الصلوة و یروی ابو داؤد و النسائی  
 فی سننہما قال ابو هریرہ جهرت کما جهر النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم و  
 اسررت کما اسرّ النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم۔

(کہا اللہ تعالیٰ نے اور جب پڑھے تو قرآن پھر پناہ مانگ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان  
 راندے ہوئے سے۔ نہ حکم کیا اللہ تعالیٰ نے اعوذ باللہ کہنے میں ساتھ بلند اور پست کے اور  
 نہ حکم کرنا اس کا دلیل ہے اس بات پر کہ بیشک اعوذ باللہ کہنا تابع ہے واسطے قرآن کے اگر  
 بلند کرے تو نماز کو پھر بلند کر تو اعوذ باللہ کو اور اگر پوشیدہ پڑھے تو نماز کو پھر پوشیدہ کرے تو  
 اعوذ باللہ کو۔ اسی طرح روایت کرتا ہے امام شافعیؒ مسند میں اپنی بیشک حضرت ابو هریرہؓ  
 بلند کیا اعوذ کو نماز میں روایت کرتا ہے ابو داؤد اور نسائی سنن میں اپنی کہا ابو هریرہؓ نے بلند کیا  
 میں نے جیسا کہ بلند کیا نبی ﷺ نے اور پوشیدہ کیا میں نے جیسا کہ پوشیدہ کیا نبی ﷺ نے)

علم من ذلك ا جہار التعوذ فی الصلوة و اسرا رہا فیہا من  
 النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم۔ (جانا گیا اس حدیث سے بلند کہنا اعوذ باللہ کا نماز میں اور پوشیدہ کہنا اس کا  
 نماز میں نبی ﷺ سے ہے)۔

و یقرأ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم التعوذ با نواع شتی و یرویہ



الترمذی و ابو داؤد عن ابی سعید بن الخدری قال یقول رسول اللہ ﷺ بعد التکبیر اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه و نفثه (اور پڑھتے رسول اللہ ﷺ اعوذ باللہ کو کئی طرح پر اور روایت کرتا ہے اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابوداؤد، حضرت ابوسعید خدریؓ سے کہا فرماتے رسول اللہ بعد اللہ اکبر کے اعوذ باللہ.... آخر تک)۔

عن ابی ہریرہ قال كنت مع النبی ﷺ فی المسجد اذ دخل رجل یصلی فا فتح الصلوة فتعوذ ثم قال الحمد لله رب العالمین فسمع النبی ﷺ فقال له یا ر جل قطعت علی نفسك الصلوة اما علمت ان بسم الله الر حمیم من الحمد لله فمن تركها فقد ترك آية و من ترك آية افسد علیه صلوته اخرجہ الثعلبی (روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا تھا میں ساتھ نبی ﷺ کے مسجد میں ناگہاں آیا ایک مرد تاکہ نماز پڑھے پھر شروع کیا نماز۔ پھر اعوذ باللہ کہا۔ پھر کہا الحمد لله رب العالمین۔ پھر نبی ﷺ نے پھر فرمایا واسطے اس کے اے مرد کا تا تو نے ذات اپنی پر نماز کو آیا نہیں جانا تو نے کہ بے شک بسم الله .. الحمد سے ہے پھر جس نے چھوڑا بسم الله .. کو بے شک چھوڑا اس نے آیت فاسد کیا اپنے پر نماز اپنی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو ثعلبی نے)

ف - نهض النبی ﷺ من التشهد الاول ثم سجد سجد تین سہواً ثم سلم۔ (اٹھے نبی ﷺ تشہد اول سے اور نہ بیٹھے پھر سجدہ کیا دو سجدہ سہواً پھر سلام پھیرا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

و سلم النبی ﷺ فی صلوة الظهر او العصر فی الر کعتین تحادراً و تذکراً ثم سجد سجد تین بعد السلام و کبر فی السجد تین و بعد السجدة سلم (اور سلام پھیرا نبی ﷺ نے نماز ظہر میں یا عصر میں دو رکعت کے درمیان میں نہیں کلام کیا اور یاد آئی نماز پھر پوری کی نماز پھر سجدہ کیا دو سجدہ پیچھے سلام اور اللہ اکبر کہا دونوں سجدوں میں اور پیچھے سجدہ کے سلام پھیرا دوبارہ)۔

و صل النبی ﷺ فی یوم و انصرف عن الصلوة و بقیة

رکعة اذ خرج من المسجد عقبه طلحه بن عبد الله و قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم نسيت ركعة رجعت المسجد و امر بلا لا حتى اقام و قضى ركعة و سلم و انصرف (اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے ایک دن اور پھر نماز سے اور باقی رہی ایک رکعت نماز سے ناگہاں نکلے مسجد سے پیچھے گئے حضرت ﷺ کے حضرت طلحہ بن عبد اللہ اور کہا یا رسول اللہ ﷺ بھلا یا آپ نے ایک رکعت - پھر حضرت ﷺ مسجد کی طرف اور فرمایا بلال کو یہاں تک کہ تکبیر کہا بلال نے اور ادا کیا حضرت ﷺ نے ایک رکعت باقی کو اور سلام پھیرا اور پھر نماز سے)

و صلى النبي صلوة الظهر و زاد ركعة ثم سجد سجدتين ثم سلم و اقتصر عليهما (اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے نماز ظہر کی اور زیادہ کیا ایک رکعت پھر سجدہ کیا دو سجدہ پھر سلام پھیرا اور اختصار کیا حضرت ﷺ نے دونوں سجدے پر)۔

و صلى النبي صلى الله عليه وسلم العصر ثلاث ركعات و ذهب الى البيت عقبه الصحابة و اعلموا رجعت الى المسجد و ركع ركعة و سلم و بعد السلام سجد سجدتين و كرر السلام -

(اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے عصر کی تین رکعت اور گئے گھر کی طرف پیچھے گئے حضرت ﷺ کے صحابہ اور اطلاع کی حضرت ﷺ کو پھر حضرت ﷺ مسجد کی طرف اور ایک رکعت ادا کیا اور سلام پھیرا اور بعد سلام کے دو سجدہ کیا اور دوبارہ سلام کیا)۔

اعلم ان النبي صلى الله عليه وسلم سهى هذه المواضع الخمسة المذكورة من الحديث في عمره الكامل و لم يثبت غير ذلك قال الامام احمد لا يسجد احدا الا في هذه المواضع الخمسة المذكورة و من هذه الا حديث المذكورة لا يكون سجدة السهو على من ترك البسمله و غيرها

(جان تو کہ بے شک نبی ﷺ نے سہو کیا ان پانچ جگہوں ذکر کی گئی حدیث سے تمام عمر اپنی میں - اور نہ ثابت ہوا سوا اس کے - کہا امام احمد نے نہ سجدہ کرے مگر ان پانچ جگہوں مذکورہ میں اور ان حدیثوں پانچ ذکر کی گئی ہے نہیں ہوتا سجدہ سہو کا او پر اس شخص کے کہ چھوڑا بسم اللہ کو)۔

علم ان التعوذ بالصلاة الجهرى سنة لان الرجل عوذ بالجهر

و سمعه النبی ﷺ و لم یمنعه هذا سنة تقریر و فهم ایضاً من ذلك فی الصلوة الجهری من ام الكتاب قرئة البسمة بالجهر و التعوذ فی الركعة الا ولى سنة و فی الباقية قیاس (جانا گیا اس حدیث سے کہ بے شک اعو ذ ساتھ بلند قرأت کے سنت ہے اس واسطے کہ بے شک مرد نے اعو ذ کہا ساتھ بلند آواز کے اور سنا اس کو نبی ﷺ نے اور نہ منع کیا۔ اس حدیث کو سنت تقریر کہتے ہیں۔ اور سمجھا گیا یہ بھی اس حدیث سے نماز بلند میں الحمد کے ساتھ پڑھنا بسم اللہ ساتھ بلندی کے اور اعو ذ باللہ کہنا پہلے رکعت میں سنت ہے اور باقی رکعتوں میں اعو ذ باللہ کہنا قیاس ہے)۔

## الباب الرابع

### فی حکم البسمة مع الفاتحة

(چوتھا باب: حکم بسم اللہ کہنے میں الحمد کے ساتھ)

عن نعیم المجر قال صلیت وراء ابی هريرة فقراً ببسم الله الرحمن الرحيم ثم بأمّ القرآن حتى اذا بلغ و لا الضالین قال آمین و يقول كلما سجد و اذا قام من الجلوس الله اکبر ثم يقول اذا سلم و الذى نفسى بيده انى لا شبهکم صلوة برسول الله ﷺ اخرجہ النسائی و ابن خزیمہ -

(روایت ہے نعیم مجرم سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے حضرت ابی ہریرہ کے۔ پھر پڑھا ساتھ بسم اللہ .. کے پھر ساتھ الحمد کے یہاں تک کہ جب پہنچا و لا الضالین کو کہا آمین اور ع کہتا جب سجدہ کرتا اور جب کھڑا ہوتا جلوس سے اللہ اکبر پھر کہتا جب سلام پھیرتا قسم اس کی کہ جان میری اس کے قبضہ میں ہے البتہ مشابہہ تر میں تم کو از روئے نماز کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن خزیمہ نے)

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرأت الفاتحة فاقروا بسم اللہ الرحمن الرحیم فانہا احدى آياتہا اخرجہ الدارقطنی و صححہ قال فاقراء بسم اللہ الرحمن الرحیم و ما قال اقرء بالجهر او السرّ فبسم اللہ تابع للسورة الجہری و السری و ان یکن علی نوع واحد فقال ذالك هذا و جمع الحاکم فی کتابہ قرءة البسملة الجہری فی الصلوة الجہری و تسعة عشر حدیثاً فی الدر المنثور۔

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب پڑھو تم الحمد للہ پڑھو تم بسم اللہ.... پھر بے شک بسم اللہ.. ایک آیت الحمد کی ہے روایت کیا اس حدیث کو امام دارقطنی نے اور صحیح کہا اس کو فرمایا پھر پڑھو تم بسم اللہ کو اور نہ فرمایا پڑھو تو ساتھ بلندی کے اور پستی کے۔ پھر بسم اللہ تابع ہے واسطے بلند اور پست کے اور اگر ہوتا بسم اللہ ایک طرح پر پھر فرماتے یہ اس طرح پر ہے۔ اور جمع کیا حاکم نے اپنی کتاب میں پڑھنا بسم اللہ جہری کا نماز جہری میں اور انیس حدیث درمنثور میں ہے)۔

## الباب الخامس

### فی قرأة الفاتحة خلف الامام

(پانچواں باب: پڑھنے الحمد میں پیچھے امام کے)

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله لا صلوة لمن يقرأ بام القرآن متفق عليه (صحيح بخارى حديث نمبر ۷۵۶)  
 و زاد احمد ابو داؤد و الترمذی و ابن حبان لعلمكم تقرأون خلف اما مکم قلنا نعم قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرء بها و فی رواية لا بی داؤد فلا تقرأوا بشيء من القرآن اذا جهرت الامام القرآن

و ایضاً فی روایة ابن حبان و ليقراء احد کم بفا تحة الكتاب  
فی نفسه

( روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں نماز ہوتی واسطے  
اس کے کہ نہ پڑھا الحمد کو یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اور زیادہ کیا امام احمد اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی اور امام ابن حبان نے شائد کہ پڑھتے ہو تم  
پیچھے امام کے اپنے کے۔ کہا ہم نے ہاں، فرمایا مت پڑھو تم کچھ مگر الحمد کو اس واسطے کہ بے شک  
نہیں ہوتی نماز اس کی کہ نہ پڑھا الحمد۔

اور ایک روایت میں ہے واسطے ابو داؤد کے پھر مت پڑھو تم کچھ قرآن سے جب بلند پڑھوں  
میں مگر الحمد کو اور یہی روایت ابن حبان میں ہے اور چاہیے کہ پڑھے ایک تمہارا الحمد کو جی  
(میں)۔

( من قرأ خلف الامام فليقرأ بفا تحة الكتاب - راوی عبادة بن الصامت -  
علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مؤسسة المعارف  
۱۴۰۶ھ، ۲-۱۱۴۔ حکم المحدث: رجاله موثقون )

سوال: ما جواب هذا الحديث : عن جابر قال قال رسول  
الله ﷺ من كان له امام فقرأه الامام له قراءة - اخرجه ابن  
ماجه - (سوال ہے کہ کیا جواب ہے اس حدیث کا: روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا فرمایا  
رسول اللہ ﷺ نے جو کہ ہو واسطے اس کے امام پھر پڑھنا امام کا واسطے اس کے پڑھنا ہے۔  
روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے)

جوابہ: قال الحافظ ابن حجر في تخريج الهداية قال ابو  
حنيفة في سنده جابرن الجعفي ما رأيت احداً كذب منه -  
(یہ جواب ہے سوال کا۔ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تحریر حجۃ الہدایۃ میں کہا امام ابو حنیفہؒ نے سند اس  
حدیث میں جابر جعفی سے نہیں دیکھا میں نے کسی کو جھوٹا بڑا اس سے)  
( اس باب میں درج ذیل روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

من كان له امام فقرأه الامام له قراءة - لم يثبت عند اهل العلم لارساله و  
انقطاعه - البخاری، خير الكلام في القراءة خلف الامام طبع مدینہ

... ۱۴۰۵ھ

حکم المحدث: من كان له امام ... لم يثبت لانه اما مرسل و اما ضعيف -  
الدراية في تخريج احاديث الهداية، لابن حجر، مكتبة الفيصلية ۱۴۱۳ھ  
من كان له امام ... حكم المحدث: فيه اسما عيل بن عبد الله ابو يحيى قال  
ابو حاتم متروك الحديث، الجرح و التعديل لابن ابى حاتم - بيروت  
۱۲۷۱ھ

من كان له امام ... راوى انس بن مالك - محمد ابن حبان البستي،  
المجروحين من المحدثين، دار الصميعي ۱۴۲۰ھ، حكم المحدث: فيه  
غنيم بن سالم يروى عن انس بن مالك العجائب لا يعجبني الرواية عنه  
فكيف الاحتجاج به -

صلى ر جل خلف النبي ﷺ فجعل يقرأ و ر جل ينهاله - الحديث - فقال  
النبي ﷺ من كان له امام فقرأته له قرأة - راوى جابر بن عبد الله -  
الكامل في ضعفاء عبد الله بن احمد بن عدى - ۱۱۰۳ - ۱۴۱۸ھ، حكم  
المحدث: لم يوصله فزاد في اسناده جابر غير الحسن بن عماره  
من كان له امام ... راوى: ابو سعيد الخدرى - الكامل في ضعفاء الرجال،  
عبد الله بن احمد بن عدى - ۵۲۴.۱ - دار الكتب العلمية ۱۴۱۸ھ - حكم  
المحدث: لا يتابع اسما عيل بن عمرو احد عليه و هو ضعيف

من كان له امام ...، راوى جابر بن عبد الله، حكم المحدث: لم يسنده عن  
موسى بن ابى عائشة غير ابى حنيفة و الحسن بن عماره و هما ضعيفان -  
سنن الدار قطنى، على بن عمر الدار قطنى ۱ - ۶۶۹، دار المعرفة، ۱۴۲۲ھ  
من كان له امام ... راوى عبد الله بن عمر، سنن دار القطنى، ۱ - ۶۷۲ -  
حكم المحدث: فيه محمد بن الفضل متروك

من كان له امام .. راوى ابو هريره، سنن دار قطنى - ۱ - ۶۸۴ - حكم  
المحدث: فيه ابو يحيى التيمى و محمد بن عباد ضعيفان -

من كان له امام ... راوى جابر عبد الله، سنن دار قطنى ۱ - ۶۸۰ - حكم  
محكمه دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

المحدث : فيه جابر وليث ضعيفان

من كان له امام .. على بن احمد بن حزم، المحلى بالآثار ، دار الجليل.

۲۴۲.۳ - حكم المحدث : ساقط

من كان له امام ... راوى جابر بن عبد الله - السنن الكبرى للبيهقى

۱۶۰.۲ - حكم المحدث : فيه جابر الجعفى وليث بن ابى سليم لا يحتج بهما -

وكل من تابعهما على ذلك اضعف منهما ، او من احدهما -

عن النبى ﷺ من كان له امام ... راوى عبد الله بن عمر - سنن الكبرى،

احمد بن الحسين البيهقى ۱۶۱.۲ - دار المعرفة ۱۴۱۳ هـ - حكم المحدث

: مرفوع وهو غلط منكر ( وفيه ) خارجة لا يحتج به

من كان له امام .. راوى عبد الله بن شداد ، عون المعبود شرح سنن ابى

داؤد شمس الحق العظيم آبادى ۳۶.۳ بيروت ۱۴۲۱ هـ - حكم المحدث

: ضعيف

من كان له امام ، راوى جابر بن عبد الله ، مجموع فتاوى و مقالات

متنوعه ، عبد العزيز بن عبد الله بن باز - طبع التاسعه عشرة ، دار القاسم

الرياض - ۱۱ - ۲۱۸ - حكم المحدث : ضعيف

من كان له امام ... ، راوى ، جابر بن عبد الله ، ارواء الغليل فى تخرىج

احاديث منار السبيل ، محمد ناصر الدين الالبانى ، المكتب الاسلامى

بيروت ۱۳۹۹ هـ ، ۲۶۸.۲ - حكم المحدث : فيه جابر الجعفى ضعيف جداً

من كان له امام .. راوى ابو هريره - مجموع فتاوى و رسائل ، محمد بن

صالح بن عثيمين ، دار الثريا - ۱۴۱۹ هـ ، ۱۲۲.۳۱ - حكم المحدث : لا يصح (

سوال : ما جواب هذا الحديث عن انس قال قال رسول الله

ﷺ من قرأ خلف الامام ملئ فوه ناراً اخرجه ابن حبان

فى الضعفاء ( يه سوال ہے کیا ہے جواب اس کا - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے جس نے پڑھا پیچھے امام کے کچھ بھرا جاوے منہ اس کا آگ کو - روایت کیا

اس کو ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء میں ) -

جوابہ۔ قال الحافظ ابن حجر في تخریج الهدایة فی سندہ  
 مامون بن احمد الحدیث بین  
 (یہ جواب ہے اس سوال کا۔ کہا حافظ ابن حجر نے تخریج الهدایة میں سند الحدیث میں مامون  
 بن احمد ہے جو جھوٹوں میں سے ایک ہے)۔  
 (درج ذیل بھی قابل ملاحظہ ہیں:

من قرأ خلف الامام ملء فوه ناراً۔ راوی: انس بن مالک۔ محمد بن حبان  
 البستی، المجروحین من المحدثین، دار الصمیعی، ۱۴۲۰ھ۔ ۲-۳۸۳۔  
 حکم المحدث موضوع

..... ملء فوه ناراً۔ ابن القیسرانی، معرفة التذکرة فی الاحادیث  
 الموضوعه، ۲۲۸۔ بیروت ۱۴۰۶ھ۔ حکم المحدث: فیہ مامون بن احمد  
 الهروری دجال یروی الموضوعات

.... ملء فوه ناراً۔ راوی انس بن مالک، محمد بن طاہر المقدسی  
 القیسرانی، تذکرة الحفاظ ۳۴۵، دار الصمیعی الریاض ۱۴۱۵ھ، حکم  
 المحدث: فیہ مامون بن احمد الهروری دجال من الدجالہ یروی  
 الموضوعات

... ملء فوه ناراً۔ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، میزان الاعتدال  
 فی نقد الرجال، دار المعرفة بیروت ۲۹-۳۔ حکم المحدث: فیہ مامون  
 بن احمد السلمی اتی بطامات وفضائح

ملء فوه ناراً۔ الالبانی۔ صفة صلوة النبی ﷺ، من التکبیر الی التسلیم  
 کانک تراہ، مکتبة المعارف ۱۴۱۷ھ، ۱۰۱۔ حکم المحدث: موضوع)

سوال: ما جواب هذا الحدیث عن زید بن ثابت قال قال  
 رسول الله ﷺ من قرأ خلف الامام فلا صلوة له  
 (یہ سوال ہے۔ کیا ہے جواب اس حدیث کا۔ روایت ہے حضرت زید بن ثابت سے کہا فرمایا  
 رسول اللہ ﷺ نے جس نے پڑھا پیچھے امام کے کچھ پھر نہیں نماز واسطے اس کے)۔

جوابہ قال الحافظ ابن حجر في تخریج الهدایة فی سندہ



احمد بن سليمان متهم يعنى فى وضع الحديث

(جواب ہے سوال کا، کہا حافظ ابن حجر نے تخریج الہدایۃ میں سند میں اس حدیث کے احمد بن

سليمان ہے تہمت کیا یعنی موضوع کرنے حدیث میں)

( نیز ملاحظہ فرمائیں:

.. فلا صلوة له ، راوى ، زيد بن ثابت - ابن حبان ، المجرو حين من

المحدثين ، دار الصمعي ١٤٢٠ هـ ، ١٨٠٠١ - حكم المحدث : لا اصل له

( .. فلا صلوة له - عن زيد بن ثابت - ابن عبد البر ، الاستذكار - ١٤٠١ هـ

، حكم المحدث : غير ثابت

... فلا صلوة له - راوى زيد بن ثابت - محمد بن احمد بن عثمان النهبى ،

تلخيص العلل المتناهية ، مكتبة الرشد الرياض ١٤١٩ هـ ، ١٤٦ - حكم

المحدث : باطل

.. فلا صلوة له ، راوى زيد بن ثابت ، محمد ناصر الدين البانى ، السلسلة

الضعيفية والموضوعات واثرها السىء فى الامة ، دار المعارف الرياض

طبع اولى - ٩٩٣ - حكم المحدث : باطل -

عن على قال : من قرأ خلف الامام فليس على الفطرة - راوى ، عبد الله بن

ابى ليلى ، البخارى ، الضعفاء الكبير ، محمد بن عمر العقيلى ، دار الكتب

العلمية بيروت ١٤٠٤ هـ ، ٣١٧٠٢ - حكم المحدث : لا يصح

عن على : من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة - راوى عبد الله بن ابى

ليلى - البخارى - الدراية فى تخريج احاديث الهداية ، احمد بن على بن

حجر العسقلانى مكتبة الفيصلية ١٤١٣ هـ ، ١٦٥٠

من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة ، راوى على بن ابى طالب - محمد

بن اسماعيل البخارى - خير الكلام فى القراءة خلف الامام ،

مكتبة الايمان المدينة المنورة ١٤٠٥ هـ ، ١٣ - حكم المحدث : لا يصح

عن على قال : من قرأ خلف الامام فليس على الفطرة - راوى عبد الله بن

ابى ليلى - محمد بن عمر العقيلى - الضعفاء الكبير ، دار الكتب العلمية بيروت

محكمه دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۴۰۴ھ، ۲۰۲۱-۳۱۷۔ حکم المحدث: لا يتابع عبد الله عليه .)

سوال: ما جواب هذا الحديث عن سعد قال وددت انّ الذي يقرأ خلف الامام في جمره وفي رواية حجر في رواية عنه ملىء فوه قتناً وفي رواية رضافاً (یہ سوال ہے، کیا ہے اس کا جواب۔ روایت ہے حضرت سعد سے کہا دوست رکھتا ہوں میں بے شک وہ شخص کہ پڑھتا ہے پیچھے امام کے منہ میں اس کے چنگاری ہے اور روایت میں پتھر ہے اور ایک روایت میں اس سے بھرا جاوے اس کا منہ گندگی سے اور ایک روایت میں پتھر گرم سے)۔

جوابہ: قال الحافظ ابن حجر في تخریج الهدایة هذا الكلام ليس باهل العلم .

و جوابہ الثانی ان كان هذا كلام سعدٍ و مطلبه انّ الامام يجهر و المقتدى كذا فهذا التمني احسن له و ان كان مقصوده لم يقرأ احد سورة الفاتحة فهو باطل لان حذاء كلام الرسول قول احد ليس بحجة .

(جواب یہ ہے۔ کہا حافظ ابن حجر نے تخریج الہدایۃ میں یہ کلام نہیں ہے اہل علم کا۔

اور جواب اس کا دوسرا یہ ہے کہ اگر ہے یہ کلام سعد کا اور مطلب سعد کا یہ کہ بے شک جہر کرے امام اور مقتدی اسی طرح جہر کرے پس یہ آرزو نیک تر ہے واسطے سعد کے اور اگر ہے مقصد سعد کا کہ نہ پڑھے کوئی سورۃ الحمد کو پھر یہ بات جھوٹ ہے اس واسطے کہ بے شک برابر کلام رسول اللہ ﷺ کے قول کسی کا دلیل نہیں ہے)۔

## الباب السادس في حكم التامين

(چھٹا باب: حکم آئین کہنے میں)

عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تا مینه تا مین الملائكة غفر له ما تقدم من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ذنبی۔ متفق علیہ۔

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا جب آئین کہے امام پھر آئین کہو تم اس واسطے کہ بے شک جو موافق ہوا کہنا اس کا آئین کہنے فرشتوں کے بخشا وے گا واسطے اسکے وہ چیز کہ آگے بھیجا گناہ اپنے سے روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے)

عن واثل بن حجر قال سمعت النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیہم و لا الضالین فقال آمین و مدّ بها صوتہ اخرجہ الترمذی و الدارقطنی و حسنہ و الحاکم عن ابی ہریرۃ بهذا اللفظ و رفع بها صوتہ و صححہ و زاد البخاری و ابن ماجہ فیرتج بہا المسجد و قال الترمذی یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ و التابعین و من بعدہم یرون ان یرفع الرجل صوتہ بالتامین و لا یخفیہا و قال مجد الدین المحدث فی سفر السعادتۃ الصحابة یوافقون بتامین النبی ﷺ فی الجہر و السر (روایت ہے حضرت واثل بن حجر سے کہنا میں نے نبی ﷺ کو پڑھا غیر المغضوب علیہم و لا الضالین پھر فرمایا آئین اور بڑھا یا ساتھ اس کے آئین کے آواز اپنی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام دارقطنیؒ نے اور حسن کہا اس کو، اور حاکمؒ روایت کرتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے ساتھ اس لفظ کے، اور اونچا کیا نبی ﷺ نے ساتھ آئین کے آواز اپنی کو اور صحیح کہا اس حدیث کو اور زیادہ کیا بخاریؒ اور ابن ماجہ نے پھر گونج اٹھے ساتھ آئین کے مسجد اور کہا امام ترمذیؒ نے بہت اہل علم سے اصحاب نبی ﷺ سے اور تابعین سے اور جوان کے بعد ہیں دیکھا ان ب نے اونچا کرنا مرد کا آواز اپنی ساتھ آئین کہنے کے اور پست کہی آئین کو اور کہا مجد الدین محدثؒ نے سفر السعادتۃ میں سب صحابہ موافقت کرنے ساتھ آئین نبی ﷺ کے بلند اور پست میں)۔

و الحدیث الذی اخرجہ الترمذی عن علقمہ بن واثل عن ابیہ ان النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیہم و لا الضالین فقال آمین و خفض بها صوتہ اخطأ شعبۃ فقال عن حجر

انى العنيس و انما هو حجر بن العبس و يكنى ابا السکن و زاد فيه عن علقمه بن وائل و ليس فيه عن علقمه و انما هو حجر بن عنس و ائل بن حجر و قال خفض بها صوتہ و انما هو مدّ بها صوتہ - (اور حدیث جس کو روایت کیا امام ترمذی نے علقمہ بن وائل سے وہ اپنے باپ سے کہ بیشک نبی ﷺ نے پڑھا .. و لا الضالین کو پھر کہا آئین اور پست کیا ساتھ آئین کے آواز اپنی کو خطا کیا اس حدیث میں شعبہ نے پھر کہا حجر بن ابی العنيس اور وہ بنی حجر بن العنيس اور کنیت کیا گیا اس کا ابا سکن اور زیادہ کیا اس میں علقمہ بن وائل اور نہیں اس میں علقمہ - اور وہ حجر بن عنس بن وائل سے ہے۔ اور کہا پست کیا ساتھ آئین کے آواز اپنی کو اور ہے وہ بڑھا یا ہوا ساتھ آئین کے آواز اپنی کو)

( نیز ملاحظہ فرمائیں :

انہ صلی مع رسول اللہ ﷺ ، فلما قرأ : غیر المغضوب علیہم و لا الضالین قال : آمین ، خفض بها صوتہ .

راوی وائل بن حجر حضر می والد علقمہ ، المحدث بخاری ، السنن الكبرى للبيهقي دار المعرفة ۱۴۱۳ھ ، ۵۷.۲ - حکم المحدث : خطأ انّ النبي ﷺ لما قال آمین خفض بها صوتہ ، راوی وائل بن حجر الحضرمی والد علقمہ - بخاری - التاريخ الكبير ، محمد بن اسما عيل البخاری - دار الباز مکه مکرمہ ، ۷۳.۳ - حکم المحدث : خولف (شعبة) فيه في ثلاثة اشياء

خفض بها صوتہ ، راوی وائل بن حجر ، البانی ، اصل صفة الصلاة ، طبعه اولی ۱۴۲۷ھ ، ۳۷۴.۱ - حکم المحدث : كذا قال شعبه ، يقال انه وهم فيه و هو الصواب ( یعنی رفع بها صوتہ )

قال آمین ، خفض بها صوتہ و وضع يده اليمنى على يده اليسرى ، راوی وائل بن حجر ، مقبل بن هادي الوادعي ، احاديث معلقة ظاهرها الصحة - دار الآثار يمن طبع ۱۴۲۱ھ ، ۳۹۰ - حکم المحدث : قال الدارقطني و البخاری اخطأ شعبه فيه و في قوله خفض بها صوتہ .

انّ النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیهم و لا الضالین و قال آمین و خفض بها صوتہ - راوی واثل بن حجر ، محمد بن عیسی الترمذی ، سنن ترمذی دار الکتب العلمیة ، ۲۴۸ ، حکم المحدث : أخطأ شعبة فی مواضع من هذا الحدیث

رأیت رسول الله ﷺ یسجد علی انفه مع جبهته و سمعته یقول : آمین و خفض بها صوتہ - راوی واثل بن حجر - محمد بن علی ابن المقلن البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعة فی الشرح الکبیر ، دار الهجرة السعودیة ۱۴۲۵ھ ، ۳-۵۸۱۔

حکم المحدث : خلاف ما علیہ الاکثر و الاحفظ -

و خفض بها صوتہ ( ای قوله آمین ) راوی واثل بن حجر - عبد الرحیم بن الحسین العراقی طرح التثریب فی شرح التقریب موسسة التاریخ العربی ، ۱۴۱۳ھ ، ۲۶۸۔۲۴

و خفض بها صوتہ ، محمد بن علی الشوکانی ، نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار ، دار الفكر ۱۴۰۳ھ ، ۲۴۷۔۲۴۶۔ حکم المحدث : اعلت باضطراب شعبة فی اسنادها و متنها و وردت من طریق تنتفی بها هذه العلة خفض بها صوتہ ، راوی ، واثل بن حجر ، محمد ناصر الدین البانی ، ضعیف سنن الترمذی ، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ ، ۲۴۸ )

## الباب السابع

### فی حکم البسملۃ مع السورۃ

(باب ساتواں: حکم بسم اللہ کہنے میں سورۃ کے ساتھ)

عن انس قال صلی معاویہ بالمدینۃ صلوة فجر فیہا بالقرآۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقرء فيها بسم الله الرحمن الرحيم لام القرآن ولم يقرء بها  
للسورة التي بعدها ولم يكبر حين يهوى فلما سلم ناداه من  
سمع ذلك من المهاجرين والانصار يا معاوية اسرقت  
الصلوة ام نسيت اين بسم الله الرحمن الرحيم واين التكبير  
وفى رواية اسرقت من صلواتك بسم الله الرحمن الرحيم و  
اين التكبير فلما صلى بعد ذلك قرأ بسم الله الرحمن الرحيم لام  
القرآن والسورة التي بعدها وكبر حين يهوى سا جذاً.

اخرجه الشافعي في الامم والبيهقي في شعب الايمان والدارقطني والحاكم  
باسناد صحيح (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا نماز پڑھی حضرت معاویہؓ نے مدینہ میں  
نماز ایک پھر کیا نماز میں پڑھنے کے ساتھ پھر پڑھی نماز میں بسم اللہ الحمد کے ساتھ اور نہ پڑھا  
بسم اللہ واسطے سورۃ کے بعد الحمد کے اور نہ اللہ اکبر کہا وقت جھکنے کے۔ پھر جب سلام پھیرا پکارا  
ان کو جس نے سنا اس طرح کو مہاجرین اور انصاری اے معاویہؓ آیا چرایا تو نے نماز کو یا بھولا تو  
نے کہاں ہے بسم اللہ اور کہاں ہے اللہ اکبر کہنا۔ اور ایک روایت میں آیا چورایا تو نے نماز اپنی  
سے بسم اللہ کو اور کہاں ہے اللہ اکبر کہنا۔ پھر جب نماز پڑھی حضرت معاویہؓ نے بعد اس  
کے پڑھا بسم اللہ کو واسطے الحمد کے اور سورہ جو بعد الحمد کے ہے اور اللہ اکبر کہا جب  
جھکے سجدہ کو روایت کیا اس حدیث کو امام شافعیؒ نے کتاب الامم میں اپنی اور امام بیہقیؒ نے شعب  
الایمان میں اور امام دارقطنیؒ اور امام حاکمؒ نے ساتھ سند صحیح کے)۔

علم منه ان جميع الصحابة لم يسمع قط من في النبي ﷺ  
سورة القرآن بدون البسمة وعدم التكبير حين السجود و  
ما سبب ذلك يقهرون على معاوية لانه تركها فيها وان  
كان قولهما وتركهما سنة فيقول كلاهما سنتان وفي باب  
البسمة كتب جمعه المحدثون وعشرون حديثاً في الدر  
المنثور (جانا گیا اس حدیث سے کہ بے شک سب صحابہ نے نہ سنا کبھی منہ سے نبی ﷺ  
کے سورہ قرآن کو بدون بسم اللہ کے اور نہ اللہ اکبر کہنا وقت سجدہ کرنے کے اور کیا نسبت  
ہے اس کا کہ قہر کیا کیا سب نے حضرت معاویہؓ پر اس واسطے کہ بے شک حضرت معاویہؓ نے

چھوڑانے بسم اللہ اور اللہ اکبر کو نماز میں اور اگر ہوتا کہتا دونوں کا اور چھوڑنا دونوں کا سنت سنت پھر کہتے دونوں سنت ہے۔ اور مقدمہ بسم اللہ میں کتاب بہت جمع کیا ان کو محدثوں نے اور میں حدیث درمنثور میں ہے)۔

عن انس صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع ا حداً یجهر بسم الله الرحمن الرحيم ا خر جه البخاری و مسلم و احمد و النسائی المراد منه فی الصلوة السری لم یسمع ا حد البسمة جهراً (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے اور حضرت ابی بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پھر نہ سنا میں نے کسی کو بلند کرے بسم اللہ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ اور امام احمدؒ و امام نسائیؒ نے۔ مراد اس حدیث سے نماز سری میں ہے کہ نہ سنا کسی نے بسم اللہ کو بلند)۔

عن انس صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان و علی فکانوا یجھرون بسم الله الرحمن الرحيم ا خر جه الحاکم فی المستدرک و صححه المراد منه فی الصلوة الجہری سمع کل البسمة جهراً۔ (روایت ہے حضرت انسؓ سے نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے پھر تھے جہر کرتے بسم اللہ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کہا اس کو۔ مراد اس حدیث سے نماز جہری میں ہے ساہرا ایک نے بسم اللہ کو بلند)۔

## الباب الثامن

### فی حکم جلسة الاستراحة

(آٹھواں باب: حکم جلسہ استراحت میں)

عن مالک بن الحویرث انه رأى النبی ﷺ یصلی فاذا کان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فی و تر من صلوتہ لم ینھض حتی یسوی قاعداً۔ آخر جہ البخاری (روایت ہے حضرت مالک بن حویرث سے بے شک اس نے دیکھا نبی ﷺ کو نماز پڑھتے پھر جب ہوتے طاق نماز اپنی سے نہ اٹھتے یہاں تک کہ نہ بیٹھے ٹھیک۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے)۔

كانت جلسة الاستراحت في الاولى والثالثة  
ہے جلسہ استراحت پہلی رکعت چہارگانی نماز میں اور تیسری رکعت چہارگانی میں۔

## الباب التاسع في حكم قنوت الفجر (نواں باب: حکم قنوت فجر میں)

قرأة قنوت الفجر و عدم قرأته متساويان و لكن القراءة  
ارجح من عدم القراءة (پڑھنا قنوت کا فجر میں اور نہ پڑھنا قنوت کا فجر میں برابر  
ہے لیکن پڑھنا قنوت فجر کا غالب بہت ہے نہ پڑھنے قنوت فجر کے سے)

عن انس قال لم يزل رسول الله ﷺ يقنت في الفجر حتى  
فارق الدنيا آخر جہ عبد الرزاق في مسنده و صححه الحاكم  
في الاربعين و زاد البزاز و ابو بكر حتى مات و عمر حتى  
مات (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا ہمیشہ رسول اللہ ﷺ دعا قنوت پڑھتے فجر کی نماز میں  
یہاں تک کہ چھوڑا دنیا کو۔ روایت کیا اس حدیث کو عبد الرزاقؒ نے اپنی مسند میں اور صحیح کہا اس  
حدیث کو امام حاکمؒ نے چہل حدیث میں اپنی اور زیادہ کیا بزازؒ نے: اور حضرت ابو بکرؓ نے  
یہاں تک کہ وفات کیا اور حضرت عمرؓ نے یہاں تک کہ وفات کیا)۔

عن ابى هريرة قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع رأسه من  
الركوع في الركعة الثانية يعنى من الصبح رفع يديه فيدعو  
بهذا الدعاء اللهم اهدنا فيمن هديت و عافنا فيمن عافيت و  
تولنا فيمن توليت و بارك لنا فيما اعطيت و قنا شر ما



قضیت فانك تقضى و لا يقضى عليل انه لا يذل من واليت  
و لا يعز من عا ديت تبارك ربنا و تعاليت نستغفرک و  
نتوب اليک صلی اللہ علی النبی اخرجہ الحاکم و صححہ -  
(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے، کہا: تھے رسول اللہ ﷺ سر اٹھاتے اپنا رکوع سے دوسری  
رکعت میں نماز صبح کے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے پھر دعا فرماتے اللهم اهدنا ... الخ -  
روایت کیا اس حدیث کو امام حاکم نے اور صحیح کیا اس کو)۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یقنت و نحن  
نومن خلفہ اخرجہ الحافظ ابن حجر العسقلانی (روایت ہے  
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا تھے رسول اللہ ﷺ دعا قنوت پڑھتے اور آمین کہتے ہم سب  
پیچھے حضرت ﷺ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے)۔

و لم یقرء رسول اللہ ﷺ دعا القنوت فی الوتر اخرجہ مجد  
الدین المحدث فی سفر السعادات (اور نہیں پڑھا رسول اللہ ﷺ نے دعائے  
قنوت کو وتر میں۔ روایت کیا اس حدیث کو مجدد الدین محدث نے سفر السعادات میں)  
( نیز درج ذیل روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد اللہ بن عباس : انّ النبی ﷺ کان یقنت فی الفجر یدعو علی حیّ  
من بنی سلیم - ، تہذیب الآثار و تفصیل الثابت عن رسول اللہ ، محمد بن  
جریر طبری ، مسند ابن عباس - مطبعة المدنی ، حکم المحدث : اسنادہ  
صحیح -

کان النبی ﷺ یقنت فی الفجر و یکبر یوم عرفہ من صلاة الغداة .. راوی  
علی بن ابی طالب و عمار بن یاسر ، الذہبی ، میزان الاعتدال فی نقد  
الرجال ، دار المعرفة بیروت ، ۲۶۸-۳ ، حکم المحدث : فیہ عمرو بن شمر  
ذکر من جرحہ -

ما زال رسول اللہ ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا۔ راوی انس بن  
محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مالك .على بن ابى بكر الهيثمى مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، مؤسسة المعارف ۱۴۰۶ھ ، ۲-۱۴۲-۱ .حکم المحدث : رجاله موثقون )

## باب العاشر

### فى حكم التورك فى الجلسة الاخيرة (سوال باب: حکم سرین پر بیٹھنے کا جلسہ اخیرہ میں)

عن ابن حميد فى حديث طويل و فى آخره حتى اذا كانت السجدة التى فيها التسليم اخرج رجله اليسرى و قعد متوركاً على شقه الا يسر قالوا صدقت هكذا كان يصلى رسول الله ﷺ اخرجه الترمذى و ابو داؤد (روایت ہے حضرت ابو حمیدؓ سے حدیث بڑی میں اور آخر اس حدیث میں یہاں تک جب ہوتا سجدہ جس میں سلام پھیرنا ہے نکالتے بایاں پیر اپنا اور بیٹھتے جانب بائیں سرین پر اپنے ، کہا سچا ہے تو ایسے تھے نماز پڑھتے رسول اللہ ﷺ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام ابو داؤدؒ نے)۔

ف - قال ابو حميد قباله الصحابة كانوا اوقف منكم من صلوة رسول الله ﷺ قالوا فى التصديق قوله صدقت (کہا حضرت ابو حمیدؓ نے روبرو صحابہ کے کہہ دس تھے ، میں واقف تر ہوں تم سے نماز رسول اللہ ﷺ سے۔ کہا سب نے سچائی کرتے قول میں ان کے لفظ صدقت کا یعنی اس بات میں تو سچا ہے)۔

تمام ہوا یہ رسالہ سنہ بارہ سو سوڑھ (۱۲۶۶) ہجری میں ۔ فقط ۔

# ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی سید  
المرسلین و آلہ و اصحابہ اجمعین -

اما بعد حمد و نعت کے پھر محمد عبداللہ محمدی نے جمع کیا ایک رسالہ اور نام رکھا اس  
کا ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین تاکہ نفع لیبوس  
اس رسالہ سے پیروی کرنے والے سنت سید المرسلین ﷺ کے۔

عن عبد الله بن عمر وقال قال رسول الله ﷺ ليا تبن  
على امتي كما اتى على بنى اسرا ئيل حذ و النعل بالنعل حتى  
ان كان منهم من اتى امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك  
و ان بنى اسرا ئيل تفرقت على ثنين و سبعين ملة و تفترق  
امتى على ثلاث و سبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحدة  
قالوا من هي يا رسول الله ﷺ قال ما انا عليه و اصحابي -  
اخرجه الترمذى -

(روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ آوے گا  
امت پر میری جیسا کہ آیا بنی اسرا ئیل پر جیسا برابر ہونا جوتے کا مانند جوتے کے دوسرے کے  
یہاں تک کہ اگر ہوگا بعض بنی اسرا ئیل میں وہ کوئی کہ صحبت کیا مان سے علانیہ البتہ ہوگا امت  
میں میری وہ کوئی کہ کرے کا یہ صحبت اپنی ماں کے ساتھ اور بے شک بنی اسرا ئیل جدا ہوئے  
بہتر مذہب پر اور جدا ہوگی امت میری بہتر مذہب پر اور یہ سب دوزخ میں ہوں گے مگر ایک  
مذہب نہ ہوں گے دوزخ میں کہا کون ہیں وہ یا رسول اللہ فرمایا جس پر میں ہوں اور اصحابی  
میرے اسی پر ہوں گے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے)۔

ف۔ عہد علیؑ میں تابعین ان کے شیعہ کہے جاتے تھے جب عبد اللہ بن سبا یہودی کے باعث سے ان میں سب دشنام حق اصحاب ثلاثہ میں ظاہر ہونے لگا تو ایسی قباحت سے انہوں نے اپنے تئیں سنی مقابل میں ان کے کہنے لگا اگرچہ معنی شیعہ میں قباحت نہیں مددگار کے معنی میں ہے لیکن اقوال افعال بددیکھ کر انہوں نے اپنے تئیں ان سے نکال لیا جیسا کہ لفظ حلال خور کا معنی میں بہتر ہے لیکن بسبب افعال و اقوال بد انہوں کے کہ گند اٹھانا پیشہ انہوں کا ہو گیا اب اپنے تئیں ساتھ اس نام کے مشہور کرنا بد معلوم ہوتا ہے اسی طرح شیعہ کے لفظ کو قیاس کرنا چاہیے اور جو لفظ کہ اس میں نسبت کی ان کی طرف پائی جائے اس سے بھی پرہیز کرے بخلاف اس سنی کے کہ مقابل بدعتی کے ہے۔ پھر بعد ان کے نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے سنہ ۸۰ ہجری میں اور سنہ ۱۵۰ میں ستر برس کی عمر میں وفات کیا اور جو مشہور کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ سراج امتی یعنی امام ابوحنیفہؒ چراغ امت میری کا ہے، روایت کیا اس کو ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب موضوع میں اور اسی طرح سے فضائل امام شافعیؒ کے بھی ہیں یہ سب جھوٹ قول کسی کا۔ عقیدہ فرقہ مرجیہ کا یہ ہے کہ ایمان ایک قول ہے بدون عمل کے۔ کہا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غزنیہ الطالبین میں کہ مرجیہ کے بارہ فرقہ ہیں۔ جہمیہ، صالحیہ، شمیریہ، یونانیہ، نجاریہ، غیلانیہ، کرامیہ، قشبیہ، حنفیہ، معادیہ، مرسیہ؟۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب حنفیہ بہ نسبت مذاہب ثلاثہ کے قیاس اور زیادتی میں بڑھ کے ہے اس واسطے کہ تینوں سے قیاس اور زیادتی کم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حنفیہ کو داخل کیا فرقہ مرجیہ میں سید سند نے اور حقیقت حال کا یہ ہے کہ ابتداء میں حدیثیں کم ہاتھ لگی تھیں بسبب تفارق صحابہ کے اسی باعث سے اگلوں میں کثرت قیاس کا اور زیادتی کے بہت اور انتہاء میں حدیثیں بہت ہاتھ لگیں بسبب مشقت اور جستجو کے اسی باعث پچھلوں میں قلت قیاس اور زیادتی کی ہوئی اور ان کے تابعداروں کو حنفی کہتے ہیں اور صحیح روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی یہ طبقہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ پھر بعد ان کے امام مالکؒ بن انس ایک سو چودہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹ھ میں چھبیس برس کی عمر میں وفات پائی اور ان کے تابعداروں کو مالکی کہتے ہیں۔ پھر ان کے بعد امام محمد بن ادریس شافعیؒ پیدا ہوئے ایک سو پچاس ہجری میں اور ۲۰۴ھ میں

چون برس کی عمر میں وفات پائی ان کے تابعداروں کو شافعی کہتے ہیں۔ پھر بعد ان کے امام احمد بن حنبلؒ پیدا ہوئے ایک سو چونسٹھ میں اور ۲۴۱ھ میں ۷۷ برس کی عمر میں وفات پائی اور ان کے تابعداروں کو حنبلی کہتے ہیں۔ اور ان میں چشتیہ اور نقشبندیہ و قادریہ و مجددیہ بھی داخل ہیں اور بارہ امام ان میں سے امام باقرؑ و امام جعفرؑ و امام موسیٰ کاظمؑ وغیرہ ہیں ان کے تابعداروں کو شیعہ کہتے ہیں مقابل سنی کے، اور جو عداوت رکھتے ہیں حضرت علی کے ساتھ وہ خارجی ہیں۔ اور جو کہ عداوت اہل بیت سے رکھتے ہیں وہ ناصبی ہیں جیسے مروان وغیرہ۔ اب اطلاق امامیہ کا ان سب پر صادق آتا ہے اس واسطے کہ یہ سب نسبت رکھتے ہیں اپنے اماموں کے ساتھ۔ لیکن ان میں اور ان میں اتنا ہی فرق ہے بموجب مثل مشہور کے کہ سگ... شغال کیونکہ ان دونوں میں اب کفر اور شرک اور بدعت اور زنا اور غضب وغیرہ کثرت سے ہے، نام کو اسلام میں داخل ہیں۔ اور فرق اتنا ہے کہ ایک سب و دشنام صحابہ کا کرتا ہے اور ایک نہیں کرتا ہے۔ اور فضیلت سب امام رافضیوں کے اوپر سب امام سنیوں کے بہت ہے، اس واسطے کہ وہ سب اہل بیت نبی ﷺ سے ہیں اور وہ سب غیر اہل بیت نبی ﷺ سے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ یہ دونوں شاگرد؟ امام محمد باقرؑ کے ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ فضیلت امام سے فضیلت ماموم کی نہیں ہوتی، اور عکس میں بھی یہی بات ہے جب تک کہ یکساں نہ ہوں دونوں اطاعت اللہ اور رسول اللہ میں۔ یہ جب برابر ہوئے پھر اور فضیلت خیال کریں گے۔ اور یہ سب کسی کا مذہب نہ رکھتے تھے سوائے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے۔ پھر ان کے تابعداروں کو چاہیے کہ یہ بھی کسی کا مذہب نہ رکھیں، لامذہب ہوں۔ بموجب قول سعدی شیرازی کے الناس علی دین ملوکھم سب لوگ اپنے دین بادشاہوں پر ہوں۔ اور مذہب رکھنا بھی بدعت ہے مصداق اس کا روایت کا سنن نسائی میں ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار....

عن مجاہد قال كنت مع ابن عمر فثوب رجل في الظهر و  
العصر قال اخرج بنا فان هذه بدعة اخرج ابو داؤد۔

(روایت ہے مجاہد سے تھا میں ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پھر کہا ایک مرد نے ظہر یا عصر

الصلوة خیر النوم - کہا نکل تو ہمارے ساتھ اس مسجد سے پھر بے شک یہ بدعت ہے -  
روایت کیا اس کو امام ابو داؤد نے۔

( نیز ملاحظہ فرمائیں :

عن العر باض بن ساریہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاة الصبح  
فوعظنا موعظةً بليغةً ذرفت منها العيون و وجلت منها القلوب ،

فقيل : يا رسول الله كأنها موعظة مودّعٍ فاوصينا،

قال : عليكم بالسمع والطاعة، و ان كان عبداً حبشياً ، فانه من يعيش منكم  
فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ،  
عضوا عليها بالنواجز ، و اياكم و محدثات الامور ، فان كل بدعة ضلالة  
- يوسف بن عبد الله بن عبد البر ، جامع بيان العلم و فضله ، دار ابن

الجوزي، الدمام ۱۴۱۹ھ ، ۲-۱۱۶۴ - حكم المحدث : ثابت صحيح

بہی حدیث شرح السنة ، حسین بن مسعود البغوی، دار الکتب العلمیہ

۱۴۱۲ھ ، ۱-۱۸۱ پر بھی ہے حکم المحدث : حسن

عن العر باض بن ساریہ : قال : وعظنا رسول الله ﷺ موعظةً و جلّت  
منها القلوب و ذرفت منها العيون فقلنا يا رسول الله كانها موعظة مودّع

فاوصينا قال : او صيكم بتقوى الله و السمع و الطاعة و ان تأمر عليكم عبد  
و انه من يعيش منكم فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء

الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجز و اياكم و محدثات الامور فان  
كل بدعة ضلالة - زكي الدين عبد العظيم المنذري ، الترغيب و الترهيب ،

دار الفجر للتراث قاهره ، ۱۴۲۱ھ ، ۱-۸۰ - حكم المحدث : لا ينزل عن

درجة الحسن و قد يكون على شرط الصحيحين او احدهما .

بہی حدیث البدر المنیر فی تخریج الاحادیث و الآثار الواقعه فی الشرح

الکبیر لعمر بن علی ابن المقلن ، دار الهجرة السعویہ ۱۴۲۵ھ ، ۹-۵۸۲ پر

بھی ہے اور حکم المحدث : صحیح -

عن عر باض بن ساریہ ، قال قال رسول الله : انه من يعيش منكم بعدي

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين من بعدی ،  
تمسکوا بها و عضوا علیها بالنوا جذ، و ایاکم و محدثات الامور ، فان کل  
بدعة ضلالة - احمد بن عبد الحليم ابن تيميه ، اقتضاء الصراط المستقیم  
لمخالفة اصحاب الجحیم ، مکتبه الرشد الرياض ، ۱۴۲۱ھ ، ۲۰۰۲ھ -

حکم المحدث: صحیح

کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار ، محمد ناصر الدین الالبانی ،

احکام الجنائز و بدعها، مکتبه المعارف ۱۴۱۲ھ ، ۲۰۹۴ھ ،

حکم المحدث: اسنادہ صحیح -

نیز علامہ ناصر الدین البانی نے یہی حکم تحریم آلات الطرب، دارالصدیق، ۱۴۲۰ھ، کے صفحہ

۱۶۲ پر بھی لگایا ہے )

اور جو یہ آیا ہے کہ بہتر فرقہ دوزخ میں جاویں گے اور ایک بہشت میں اور وہ  
جس پر رسول اللہ ﷺ تھے اور ان کے سب صحابی تھے.... تو بہتر یہی ہے کہ محمدیہ کہے  
کیونکہ یہ سب بدعتوں سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ہے ...

اور آدمی تین طرح پر ہیں:

ایک وہ جو کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث اگر ہمارے امام کے قول کے موافق  
ہے تو اس کو لیں گے۔

اور دوسرے یہ کہ اگر قول امام کا موافق قرآن و حدیث کے ہے تو لیں گے۔

تیسرے یہ کہ اگر امام کا قول موافق قرآن و حدیث کے ہو یا نہ ہو جب بھی  
لیں گے۔

دو صورت میں کافر ہوا، ایک میں مومن ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ من یطع  
الرسول فقد اطاع اللہ - فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس نے اطاعت کی رسول کی بیشک  
اطاعت کی اللہ کی۔

اور روایت صحیح مسلم میں ہے:

من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ

(جس نے اطاعت کی میری پھر بے شک اطاعت کی اس نے اللہ کی اور جس نے نافرمانی کی

میری، نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی)۔

عن عدی بن حاتم قال سمعت رسول الله ﷺ يقرأ في سورة برأة اتخذوا ا حبارهم و رهبا نهم ار با من دون الله قال اما انهم لم يكو نوا يعبدو نهم لكنهم كانوا اذا ا حلوا لهم شيئاً ا حلوه و اذا حر مو ا عليهم شيئاً حر موه۔ اخرجه الترمذی۔ (روایت ہے حضرت عدی بن حاتم سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے سورة برأة میں اتخذوا ا حبارهم . الخ... لیا ان سبھوں نے علماء اور درویشوں کو مالک سوائے اللہ کے۔ فرمایا خبردار بے شک وہ سب نہ تھے کہ پوچھیں ان کو لیکن تھے جب حلال کرتے ان کے واسطے کوئی چیز حلال جانتے یہ سب اس کو اور جب حرام کرتے ان پر کوئی چیز حرام جانتے یہ سب اس کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے)۔

ف۔ کفار عرب جانوروں کو ساتھ نام سائبہ اور بحیرہ اور وصیلہ اور حام کے بتوں کے نام چھوڑ دیتے تھے۔ اور غلہ کھیتوں میں اور میوہ باغوں میں اور زیوروں میں اور نقدوں میں کچھ اللہ کے نام کا اور کچھ اپنے معبودوں کے نام کا ٹھہرا لیتے تھے۔ جیسے اب کے مسلمان وغیرہ شیخ سدوکا بکرا اور احمد کبیر کی گائے اور مرغی سالار کی اور گائے مبینی کی ٹھہراتے ہیں۔ اور غلہ اور میوہ اور نقد اور زیور میں بھی اسی طرح سے اس طرح ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے حرام ہونے میں۔ جیسے سور اور بچہ سور کا۔ اور اسی طرح پر چڑھا و التعزیہ کا اور قبروں کا اور جھنڈا درخت و طاق وغیرہ کا حرام ہے۔ پھر جس نے ان سب چیزوں کو اپنے اجتہاد فاسد سے حلال بتایا لوگوں کو اور انہوں نے عمل کیا اس پر دونوں مشرک کا فر ہوئے، بموجب اس آیت اور حدیث کے کیونکہ اللہ کے حرام کو حلال کہتے ہیں۔ اور عکس میں اس کے کافر اور مشرک ہوں گے۔ ان کے اور ان کے اتنا ہی فرق ہے کہ ان کے معبود نبی ہوتے تھے جیسے ابراہیمؑ، عزیزؑ، اور ان کے معبود ولی ہوتے تھے جیسے غوث الاعظم و خواجہ معین الدین۔ پھر دونوں کے پوجنے والے کافر و مشرک ہیں۔ اور دونوں کے نام کا چڑھا ہوا حرام ہے۔ جو جانور کسی کے نام کا جو کرتے تھے ان کا کان پھاڑ دیتے تھے اس کو بحیرہ کہتے تھے، اور جو سا نڈ کر دیتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے۔ اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلانے جانور کا



اگر بچہ نہ ہوئے تو ہم اسی کی نیاز کر دیں، پھر جو اکٹھا نہ ہو تا تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ چڑھے، اس مادہ کو وسیلہ کہتے تھے۔ اور جس جانور کے پیٹ سے دس بچے ہو لیتے، اس پر لا دنا اور چڑھنا موقوف کر دیتے، اس کو حامی کہتے تھے۔ ان سبھوں کو کھانا حرام ہے اور جو اس طرح کے جانور ہوں۔

اور حدیث ابو داؤد میں ہے: عن عبد الله بن عمر قال قال

رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم

(جس نے مشابہت کیا ساتھ کسی قوم کے پھر وہ اسی قوم میں سے ہے)

( نیز ملاحظہ فرمائیں )

بلوغ المرام من ادلة الاحكام ، لا حمد بن علی بن حجر العسقلانی دار الفیحا، ۱۴۱۷ء میں یہ حدیث موجود ہے اور حکم المحدث : صحیح

من تشبه بقوم فهو منهم و فی لفظ : لیس منا من تشبه بغيرنا - ابن تیمیہ ، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ طبع اولیٰ ۱۳۹۸ھ ، ۲۰۰۳-۳۳۱۔

حکم المحدث - جید

من تشبه بقوم فهو منهم - ابن حجر العسقلانی ، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ، مکتبہ السلفیہ ۱۴۰۷ھ ، ۲۸۲، ۱۰ - حکم المحدث : ثابت ( و )

اسنادہ حسن

من تشبه بقوم فهو منهم ، عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی ، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر - دار الکتب العلمیہ بیروت - ۸۵۹۳،

حکم المحدث : حسن -

مجموعہ فتاویٰ ابن باز : حکم المحدث ، اسنادہ حسن ، نیز : ثابت ، نیز صحیح ، نیز اسنادہ جید ، اسنادہ حسن

ناصر الدین البانی ، صحیح الجامع الصغیر و زیادہ ، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۸ھ ، ح رقم ۶۱۴۹ ، حکم المحدث : صحیح -

من تشبه بقوم فهو منهم ، البانی ، صحیح سنن ابی داؤد ، مکتب التریبہ لدول الخلیج ، ۱۴۰۹ھ ، حکم المحدث : حسن صحیح (

اور یہ جو مسلمان وغیرہ مثل کفار عرب کے کرتے ہیں، اور اس کے کھانے کا جو مولوی اور درویش فتویٰ دیتے ہیں، یہ دونوں مشرکوں اور کافروں میں سے ہیں۔ اور فاتحہ کرنا کھانوں پر اور دسواں اور بیسواں اور چہلم و سوئم برسی و چھ ماہی وغیرہ کرنا اور راگ اور ناچ ساتھ باجوں کے کرنا، سوائے دف کے، اور داڑھی موٹا کرنا اور کترانا اور جو رسمیات شادی اور غمی کی ہیں یہ سب کرنا مشابہت کفار سے ہیں۔ بدعت اور حرام ہیں۔ جاننا چاہیے اللہ تعالیٰ کے حکم بھیجنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے۔ سو جو کوئی کسی امام مجتہد کے یا غوث و قطب کے یا مولوی اور مشائخ یا باپ دادوں کے یا کسی بادشاہ وزیر کے یا پادری پنڈت کی بات کو اور اس کے راہ اور رسم کو رسول ﷺ کے فرمان سے مقدم سمجھے اور آیت و حدیث مقابل میں اپنے پیر اور استاد کے قول کی سند پکڑے یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہی کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل حاکم اللہ تعالیٰ ہے، پیغمبر خبر دینے والے ہیں۔ پھر جو کوئی کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہونے مانئے۔ نزدیک محدثوں کے حالات خواب جو رسول اللہ ﷺ سے ہیں، داخل شرع نہیں ہیں۔

اور اسی طرح سے توضیح میں ہے کہ الہام ولی کا بھی داخل شرع میں نہیں ہے اگر دونوں موافق قرآن اور حدیث کے ہے تو لینا چاہیے۔

اب جاننا چاہیے کہ ہونا وجود مجتہد کا اور ولی کا محال نہیں ہے جیسا کہ ذہن عوام میں یہ بات ثابت ہے، بلکہ یہ بات امکان سے ہے۔ کیونکہ آگے ان چاروں کے اور زمانے میں بھی ان کے مجتہد اور ولی تھے، اور بعد ان کے بھی تھے۔ جیسے امام ابن ابی لیلیٰ اور امام داؤد، امام ابن الجوزی، و امام ابن حزم و امام ابن دقیق العید و شیخ محی الدین عربی و شیخ محمد حیات سندھی اور سید احمد بن ادریس مغربی اور بہت سوائے ان کے تھے۔ اور یہ سب محدث کامل تھے، صحت و سقم حدیث سے اور لغات اس کی سے خوب ماہر تھے، نہ اب کے مولوی کہ صحیح و حسن میں اور ضعیف و موضوع میں امتیاز نہیں رکھتے اور لغت حدیث کے ماہر کہ عنترہ کو قوم ہے عشرہ جانتے ہیں کہ اسم عدد ہے، اور مر بد؟ کو کھلیان کھجور کے معنی پر ہے مرید پڑھتے ہیں، پیر کے مقابلہ میں وخر موسیٰ کو حمار

موسیٰ سمجھتے ہیں۔ وائے بریں فضلاء بے حیا پر کہ دعویٰ فضیلت کا کر کے گمراہ کرتے ہیں  
مصدق اس کا قول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا جو ہے فوز الکبیر میں

ان ر غبت انموذج الیہود فترى العلماء القبحاء الذین  
یطلبون الدنیا الدنیاة ویتقلدون بتقلید السلف و یعرضون  
من نصوص کتاب اللہ و سنة نبیہ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ و یتسندون  
استحسان کلامہم و یتعمقونہ و یشددونہ و یرغبون عن  
کلام الشارح المعصوم یقیدون با حدیث موضوعہ و  
تاویلات فاسدہ انظرہم کانہم ہم

(اگر خواہش کرے تو نمونہ یہود کا پھر دیکھے تو برے علماء کو جو طلب کرتے ہیں دنیا بد کو تقلید  
کرتے ہیں ساتھ تقلید سلف کے اور منہ پھیرتے ہیں، نص کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے اور  
سند پکڑتے ہیں باتیں انہوں کی اور خوب غور سے اسے دیکھیں اور مضبوط پکڑیں اور منہ پھیریں  
کلام شارح معصوم سے یعنی رسول اللہ ﷺ، اور پیروی کریں ساتھ حدیثیں موضوعہ کے اور  
تاویلیں فاسدہ کے دیکھ تو ان کو گویا کہ یہ یہود ہیں)۔

اور مصداق اس کا یہ آیت ہے:

قال اللہ تعالیٰ: اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و  
تتلون الكتاب افلا تعقلون

(فرمایا اللہ نے حق یہود میں آیا حکم کرتے ہو تم لوگوں کو ساتھ معروف اور نبی منکر سے اور  
بھلاتے ہو تم ذاتوں اپنی کو حالانکہ پڑھتے ہو تم تورات کو، آیا پھر نہیں جانتے ہو تم)۔

قال اللہ تعالیٰ: ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ  
فانتہوا

(فرمایا اللہ نے جو کہ دے تمہیں رسول، لو تم اس کو اور جو کہ منع کرے تم کو اس سے باز ہو تم)

ف: صنم پرستی سے جو صورت دار ہو اور وثن پرستی سے جو صورت دار نہ ہو  
تعزیه و مکان تبرک و توپ و طاق جھنڈا و نشان و قبر و چھڑی و درخت و غیرہ آدمی کا فر ہو  
جاتا ہے اور مشرک اور اسی طرح سے صریح کلام اللہ کے نہ ماننے سے اور صریح کلام  
الرسول کے نہ ماننے سے کافر و مشرک ہو جائے گا۔

اور جو کہ مولویوں اور درویشوں نے اپنے قیاس اور عقل سے جس چیز کو حلال کیا اس کو حلال جانا جس کو حرام کہا اس کو حرام جانا اور بدون تحقیق عمل کر گیا یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا یا رسول ﷺ نے کہا یا کسی ملا مجتہد کا قول ہے یا کسی حکیم کا یا کسی فاسق فاجر کا قول ہے یا کسی پیر مشائخ کا قول ہے اس سے بھی مشرک و کافر و گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے مصداق اس کے یہ حدیث ہے:

عن عبد الله بن عمر و بن العاص يقول ان الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينزعه من الناس و لكن يقبض العلماء حتى اذا لم يترك عالماً اتخذ الناس رؤساً جهلاً لا تسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا - اخرجه مسلم

(روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہتے سنائیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے بیشک اللہ نہیں قبض کرے گا علم کو نکال لینے علم کو لوگوں سے لیکن قبض کرے گا علم کو ساتھ مارنے عالموں کے یہاں تک کہ جب چھوڑے عالم کو، لیں لوگ سرداروں جاہل کو، پھر پوچھے جاویں فتویٰ، دیویں بغیر علم کے، پھر گمراہ ہوویں اور گمراہ کریں اوروں کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلم نے)۔۔۔

قال الامام عز الدين بن عبد السلام اذا صح الحديث فهو مذهبي و اذا اريتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث و اضر بوا بكلامي الحائظ نقله الشيخ ولي الله المحدث في عقد الجيد (کہا امام عز الدین بن عبدالسلام نے جب صحیح ہووے حدیث پھر وہی مذہب کا ہم سھوں کا اور جب تم دیکھو کلام ہمارے کو خلاف ہوتا ہے حدیث کو پھر عمل کرو تم ساتھ حدیث کے اور مارو تم کلام ہمارے کو دیوار پر۔ نقل کیا اس کو شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں)

و قال ابو حنيفه لا ينبغي لمن لا يعرف دليلى ان يفتي بكلامي و قال لا تقلدوني و لا تقلدن ما لكأ و لا غيره و خذ الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب و السنة -

(اور کہا امام ابو حنیفہ نے نہیں لائق ہے واسطے اس کے کہ نجانے دلیل ہماری فتویٰ دے ساتھ کلام ہمارے کے اور کہا مت تقلید کرو تم مالک کی اور کسی اور کیلے تو حکم شرعی کو جہاں سے لیا

انہوں نے قرآن اور حدیث سے یہ بھی عقد الجید میں ہے۔

وقال الامام احمد ليس لا حدٍ مع الله ورسوله ﷺ كلام و قال ايضاً لرجل لا تقلدني و لا تقلد ن ما لكأ و الاوزاعى و لا النخعي و لا غيرهم خذ الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب و السنة (اور کہا امام احمدؒ نے نہیں کسی کے واسطے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ کلام۔ اور کہا ایک مرد کو مت تقلید کرو میری نہ مالک کی اور اوزاعی کی اور نخعی کی نہ کسی اور کی تو حکم شرعی کو لے جہاں سے انہوں نے لیا قرآن اور حدیث سے۔ یہ بھی عقد الجید میں ہے) پھر تو یہی چاہیے کہ قرآن اور حدیث کو وسیلہ نجات ظاہرہ کا سمجھ کر بلا ریب و شیب عمل کرے تاکہ یہ سرخروئی جہان کی حاصل ہووے اور ثواب عظیم پاوے مصداق اس کا یہ حدیث ہے:

عن ابى هريره قال قال رسول الله ﷺ من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد۔ اخرجہ البهيقي (روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے چنگل مارا سنت میری پر نزدیک فساد امت میری کے پھر واسطے اس کے ثواب ہے سو شہید کا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقی نے) ف۔ امام غزالیؒ نے احياء العلوم میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام سر اور آنکھ پر اور کلام صحابہ کا لینا نہ لینا ہم پر اختیار ہے اور تابعین جیسے ہم ہیں ویسے وہ ہیں۔ اب تقلید اور اقتداء چاہیے کہ تقلید کسے کہتے ہیں اور اقتداء کسے کہتے ہیں تاکہ فرق ہونا دونوں کا معلوم ہووے اور کون بہتر ہے اور کون برا ہے۔ اور تعریف تقلید کی یہ ہے:

التقليد اتباع غير معصوم بحسن ظن بلا دليل شرعي (تقلید پیروی کرنا ہے غیر معصوم کے ساتھ گمان نیک کے بدون دلیل شرعی کے) (یعنی قرآن و حدیث) اور تعریف اقتداء کی یہ ہے:

الاقتداء هو التمسك بالدليل الشرعي

(اقتداء وہ چنگل مارنا ہے ساتھ دلیل شرعی کے یعنی قرآن اور حدیث)۔

اور حال مذہب تہتر کا کتاب ارشاد الفحول فی علم الاصول میں خوب مفصل

بیان ہے یہاں پر مجمل بیان ہے اور فرقہ مرجہ اور قدریہ کا حال حدیث میں بھی ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن عبد الله ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ صنفان من امتي ليس لهما في الاسلام نصيب المرجئة و القدرية۔  
 اخر جه الترمذی (روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو گروہ ہیں امت میری سے نہیں ہے واسطے ان دونوں کے حصہ اسلام سے ایک مرجئہ دوسرے قدریہ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)  
 (ملاحظہ فرمائیں اس حدیث پر حکم المحدث: غریب حسن صحیح۔

عن عبد الله بن عمر - صنفان من امتي ليس لهما في الاسلام نصيب المرجئة و القدرية، الكامل في ضعفاء الرجال میں عبد الله بن احمد عدی، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ، ۷-۳۹۶ پر۔ نے اس پر حکم المحدث لگایا ہے: فیہ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی مع سوء حفظه یکتب حدیثه۔

عبد اللہ بن عباس سے اس روایت پر ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء ۶-۳۳۲ پر یہ حکم لگایا ہے:  
 انکر علی علی بن نزار:

اور حضرت ابوبکر سے یہ روایت کی گئی ہے: صنفان من امتی لا یدخلون الجنة القدرية و المرجئة۔ اور ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء ۷-۵۰۴ پر اس پر یہ حکم لگایا ہے:  
 منکر بهذا الاسناد

انس بن مالک کی روایت سے، صنفان من امتی لا یدخلون الجنة القدرية و الحروية، پر الکامل فی الضعفاء ۷-۵۰۵، میں ابن عدی نے یہ حکم لگایا ہے: منکر بهذا الاسناد،

اور انس بن مالک کی روایت: صنفان من امتی لا تنالهم شفاعتی: المرجئة و القدرية، پر دارقطنی نے تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین لابن حبان، الفاروق الحدیثیة القاہرہ ۱۴۱۳ھ، ۱۱۴، میں یہ حکم لگایا ہے: ما حدث بهذا الحدیث سلمه بن وردان، و الراوی له عبد الله بن مالک بن سليمان الهروی عن ابيه من خبثاء المرجئة)۔

مرجیئہ کا حال اور گذر چکا ہے اور قدر یہ وہ ہیں کہ انکار قضا و قدر کا کریں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بندہ اپنے فعل کا پیدا کرنے والا ہے پہلے سے قضا و قدر نہیں ہے۔

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على

سيد المرسلين و آله و اصحابه اجمعين

تمت

## کسوٹی

### ما انا عليه و اصحابي

بسم الله الرحمن الرحيم

شکر اس خدا کا جس نے دنیا کی زینت کے لئے سونا پیدا کیا اور اسکی کھرائی کھوٹائی معلوم کرنے کو کسوٹی بنائی اور دین کی عزت حاصل کرنے کو سمجھ کو سونا بنایا اور اس کی بھلائی برائی دریافت کرنے کو حدیث اور قرآن کو کسوٹی ٹھہرایا۔ اور درود محمد مصطفیٰ ﷺ پر جس کی کسوٹی حدیث تمام عالم میں مشہور ہوئی اور ٹھگ اور دغا بازوں کے فریب سے ساری خدائی بچ گئی۔

سوائے بھائیو! سونا بدون لگائے کسوٹی کے مت خریدو کیونکہ سونا اور کچا پیتل دونوں کی صورت ایک ہے شاید کوئی ٹھگ پیتل کو سونا کہہ کے بیچ جائے اور تم اور تمہاری بی بی پیتل کی نتھ پہن کر ناک پکڑ کر پچھتائے۔ اسی طرح دین میں بعض جھوٹے دغا باز عالم بن کر جھوٹا مسئلہ بنا بنا کر کتابوں میں لکھوا کر بھجواتے ہیں سو اگر بے لگائے کسوٹی قرآن اور حدیث کے کوئی مسئلہ پر چلو گے قیامت میں ہاتھ سر پر رکھ کر روو گے۔ خبردار آج کل کے دنیا دار مولویوں نے عجب طرح کا فساد برپا کیا کہ جھوٹا مسئلہ جو مولویوں نے ذہن کی تیزی سے نکالا ہے ہنگلی زبان میں چھپوا کر شرم کے مارے اپنا نام چھوڑ کر دوسرے کا نام لکھوا کر بھجواتے ہیں اور انہیں میں سے بعض ایسے ہیں کہ امام

باڑوں میں گھس کر امامیہ مذہب والوں کے سامنے بڑے فخر سے بولتے ہیں کہ جس طرح یہاں ملا باقر اور کلینی کی بات پر چلنا فرض ہے اسی طرح ہم لوگوں کو بھی چاروں امام کی بات پر چلنا فرض ہے اور جس طرح تم چار یار میں سے ایک علی کو مانتے ہو اسی طرح ہم لوگ بھی چار امام میں سے ایک حنفی کو مانتے ہیں۔ مگر آج کل لوگ اس طرح کے پیدا ہوئے ہیں کہ امام کے تعزیر کو توڑ کر اب امام مذہب کو توڑنے کی فکر کر رہے ہیں خدا خیر کرے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تا بوتوں کی طرح مذہب کو مذہب کو ایک کر ڈالیں گے اور سب کو قرآن اور حدیث پر چلا دیں گے۔ فقط۔

سبحان اللہ ان بے فرقوں کو حدیث قرآن پر چلنا غیرت اور رافضی بننے میں عزت۔ اے بھائی جس کا سونا اچھا ہوتا ہیوہ کسوٹی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور پتیل بیچنے والا ناخوش۔ محمد ﷺ کے کلمہ گو کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی باتوں پر چلے اور مذہب کی باتوں پر نہ چلے کیونکہ جناب سید احمدؒ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ رواج پایا چار مذہب نے اور رواج کے معنی بدعت ہے اور جو گنوار مذہب کو فرض بولتے ہیں، اس کا جواب سنو۔ اول تو ان سے پوچھو کہ چاروں مذہب فرض ہیں تو چاروں پر چلنا ضرور ہوا جس طرح وضو میں چار فرض ہیں چاروں ادا کرنا ضرور ہوتا ہے۔ اگر وہ کہیں تین کو دل میں مانو ایک پر چلو تو ان سے کہو کہ اگر کوئی وضو کرنے والا فقط منہ دھو ڈالے اور تین فرض دل میں مانے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر کہیں نہیں ہوگی تو تم کہو چار مذہب بھی ادا نہ ہوں گے۔ بعض گھبرا کر کہتے ہیں کہ چار مذہب کو مثل چار کتاب کے جانتے ہیں اور چاروں پر ایمان لاتے ہیں مگر چلتے ہیں فقط ایک قرآن پر۔ سو تم جواب یوں کہو کہ قرآن سب کے پیچھے اترا پچھلے پینمبر پر اور پہلی کتابیں منسوخ ہو گئیں سچ سچ اگر مذہب کو تم ایسا ہی جانتے ہو تو تمہاری ہی دلیل سے تین امام کا مذہب منسوخ ہو گیا اور پچھلے امام کا مذہب باقی رہا۔ دوسرے یہ کہ ان سے پوچھو کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری امت میں تہتر مذہب ہوں گے اس میں سے ایک جنتی ہے اور سب دوزخی۔ سو تم اس حدیث کو سچ جانتے ہو یا جھوٹ۔ اگر کہیں کہ ہم سچ جانتے ہیں تو تم ان سے پوچھو کہ حدیث میں تو ایک ہی مذہب جنتی ہے اور تم چار مذہب کو جنتی جانتے ہو۔ سو کہو تو تم سچے ہو یا نبی؟ اگر کہیں کہ ہم سچے ہیں اور نبی نعوذ باللہ.. تو وہ کافر ہو گئے۔ اگر کہیں کہ



نبی ﷺ سچے ہیں اور ہم جھوٹے اور حقیقت میں چاروں مذہب ایک ہی ہے اور ظاہر میں غیریت معلوم ہوتی ہے تو ان سے کہو کہ سب مذہب کو ملا کر ایک مذہب قرار دو اور نام اس کا محمدی رکھ دو اور اس نام پاک سے مت چڑو کیونکہ تعزیہ والے بھی بولتے ہیں بولو محمد یا حسین۔ تم کیا تعزیہ والے سے بھی گئے گذرے جس طرح سید احمد صاحب (بریلوی) نے سب طریقہ کو ملا کر محمدیہ طریقہ نام رکھ دیا۔

اگر کوئی پوچھے کہ اس جناب نے سب طریقہ کو ملا کر محمدیہ طریقہ نام رکھ دیا تو پھر چاروں طریقہ کا نام کا ہے کو لیتے تھے۔ تو کہو اگر فقط محمدیہ طریقہ میں بیعت لیتے تو لوگ سمجھتے کہ یہ بھی کوئی طریقہ ہے ایک طریقہ کو لوگ پکڑے رہتے اور آپس میں مذہب والے کی طرح جھگڑتے اور اگر چاروں کو ایک نہ سمجھو گے تو ناحق دوزخی ہو گے سب اس کا یہ ہے کہ اگر چاروں مذاہب کو بہتر مذہب میں داخل جانو گے اور ایک کو جنتی تو تین امام کو دوزخی کہنا پڑے گا اور اس عقیدے سے بے شک دوزخ میں جاؤ گے۔ اور اگر چاروں کو بہتر سے خارج سمجھو گے تو حساب کی رو سے ستر (۷۷) مذہب ٹھہرے گا اور حضرت ﷺ کا ۳۷ کہنا سچ نہ پڑے گا اور جو حضرت ﷺ کو صادق نہ سمجھے گا دوزخ میں پڑے گا۔ نعوذ باللہ منھا۔ پناہ مانگو ایسے عقیدہ سے اور چاروں مذہب کو ملا کر ایک مذہب محمدیہ قرار دو اور آپس میں اگلے لوگوں کی طرح فرقہ فقہ مت ہو۔

تیسرے یہ کہ فرض تو دو طرح کا ہوتا ہے بعض چیز کا حق جاننا فرض ہے جیسے بہشت اور دوزخ کو صرف جاننے ہی سے فرض ہو جاتا ہے سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ چار مذہب پر چلنا فرض ہے یا جاننا۔ اگر وہ کہیں کہ جاننا فرض ہے تو تم کہو پھر کسی مذہب پر چلنا کیا ضروری ہے فقط جاننا کفایت کرتا ہے۔

چوتھے یہ کہ بعض گنوار بولتے ہیں کہ اگر مذہب بدعت ہوتا تو چار مصلی مکہ میں کیوں ہوتے۔ ان سے پوچھو کہ چار مصلی تو چاروں اماموں کے چوتھے قرن میں پیغمبر ﷺ کے پیچھے سینکڑوں برس کے بعد بنا بھلا یہ تو کہو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کا مصلی کیا ہوا کوئی چرا کر کہیں چھپا رکھا ہے یا نہیں چار میں سے کوئی ہے، اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ آنحضرت ﷺ کا کون مصلی ہے، ہم اسی کو اختیار کریں۔ اگر وہ کہیں کہ چاروں مصلی حضرت ﷺ ہی کا ہے تو کہو پھر اوروں کا نام کا ہے کو لیتے ہو چاروں مصلی محمدیہ ہے جس

پر چاہو پڑھو۔ نقل مشہور ہے جس کا کھائیے اس کا گائے اور اگر ہم نہیں جانتے ہیں تو کہو بس تم جاہل ہو علم کا دعویٰ مت کرو اور اگر مصلحا کی تحقیق تم کو منظور ہو تو پیران پیر جناب مولانا شاہ عبدالعزیز کی تفسیر جس کا نام فتح العزیز ہے سورۃ بقرہ میں و ما اللہ بغافل عما تعملون کے تحت میں پانچ سو انتیس صفحہ میں واقع ہے اور تصحیح سے ایسے شخص کی کہ سردار عالموں اور حافظوں کے ہیں چھپی ہے دیکھ لو بدعت یا نہیں۔

پانچویں یہ کہ بعضے گنوار برسر منبر محمدیوں پر طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنے والوں کی عادت فاحشہ کی سی ہے کہ ان کو ایک بس نہیں ہوتا، اور اپنے تئیں سراہتے ہیں کہ ہم لوگوں کی خصلت نیک بی بیوں کی ہے، کہ صرف ایک شوہر پر اکتفا کرتے ہیں، یعنی فقط حنفی کی بات پر چلتے ہیں، اور دوسروں کی نہیں سنتے اگرچہ محمد ﷺ کی بات ہو اور امام ابوحنیفہؒ سب سے بڑے اور کڑے اور پہلے ہوئے۔ اور پہلے کے نام پر بیٹھ رہنا اور دوسرا خاندنہ کرنا نشانی ہے عصمت کی۔ ان سے پوچھو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ، محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے ہوئے اور ان دونوں کی امت میں سے بعضے تابعدار ہوئے آنحضرت ﷺ کے، اور بہتیرے پہلے نبیوں کے نام پر بیٹھے ہیں۔ سو تمہارے نزدیک کون اچھے ہیں۔ اگر کہیں کہ جو محمد ﷺ کے تابعدار ہوئے وہ اچھے ہیں، تو کہو ان سے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جو امام ابوحنیفہؒ کی تابعداری کرتے تھے وہ امام شافعیؒ کے بھی تابعدار ہیں اور ان کی بات پر چلتے ہیں تو وہ اچھے ہوں گے گو تمہارے نزدیک نبی ہی ہوں نعوذ باللہ منہا۔ اور اگر کہیں کہ جو پہلے نبیوں کے نام پر بیٹھے ہیں اور محمد ﷺ کو نہیں مانتے، وہی اچھے ہوئے۔ تو ان سے کہو کہ تم لوگ بھائی بند یہود اور نصاریٰ کے محمد ﷺ کا کلمہ گوئی کی دعوت مت کرو اور امام لوگ ہادی تھے اور ہادیوں کی شان میں نسبت شوہریت کرنا قباحت ہے، کیونکہ اگر ہوتا ہے ایک عورت حنفی ہے اور اس کی بیٹی اور ماں بھی حنفی کہلاتے ہیں اگر یہاں بی بی (بیوی) کی نسبت ہو تو تینوں کا ایک کی بی بی کہلانا درست نہیں۔ اور امام لوگ بڑے تھے بڑوں کی شان میں ایسی نسبت کرنی بے ادبی ہے نعوذ باللہ منہا۔

یا رو! جتنے امام آگے گزرے ہیں سب کو اپنا پیشوا سمجھو اور جو پیچھے ہونے والے ہیں ان کی تابعداری میں حیلہ نہ لاؤ۔ ایسا کرو گے تو عجب نہیں کہ تابعداری سے امام مہدیؑ کے بھی محروم ہو۔

اور اس زمانہ میں جن لوگوں پر تفضیلوں کا پر تو پڑا ہے ان کا حال یہ ہے۔ کان دھر کے سنو۔ چاروں امام کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں مگر ایک امام کو تین امام پر تفضیل دیتے ہیں، اور اپنے تئیں سراہتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اپنے ٹیڑ کو نہیں دیکھتے دوسروں کی پھولی ٹٹولتے ہیں۔ اور مقبولوں پر جو چاروں مذہب ہیں، حق کو داسر سمجھتے ہیں عیب لگاتے ہیں اور عوام کو ان کی صحبت سے روکتے ہیں، اور مصداق پورے اس آیت یصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجاً کے بنتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ نئے مذہب والے اگرچہ چاروں امام کو مانتے ہیں مگر ایک مذہب کا قرار نہیں دیتے سو یہ ان کی گمراہی کی نشانی ہے۔

اے بھائیو! ایسے لوگوں سے پہلے تو یہ بات پوچھو کہ جناب امیر المؤمنین سید احمد سلمہ اللہ کے طریقے میں تم نے بیعت حاصل کی ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو جواب دینے کا کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ مشعل کا فائدہ آنکھ والوں کو ہوتا ہے اندھے کو کیا فائدہ؟ مثل مشہور ہے کہ اندھے کے سامنے رونا اپنے دیدے کھونا، تم کو خدا نے آنکھ دی ہے اگر تم کو کوئی اندھا کہے تو ہنس کر ٹال دو۔ اور اگر کہیں کہ اس جناب پاک سے ہم کو بیعت ہے، تو تم ان سے کہو کہ ایک بات ہم تم کو پوچھتے ہیں جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا سمجھو اور ان سے سوال کرو کہ طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور مجددیہ اور محمدیہ میں تم کو بیعت ہے اور سب کو تم مانتے ہو مگر کسی طریقہ کا اقرار نہیں دیتے ہو سو تم راہ پر ہو یا گمراہ۔ اگر راہ پر ہو تو ہم بھی راہ پر ہیں اگر کہیں کہ ہم گمراہ ہیں تو تم کہو گمراہ کے کہنے سے ہم چڑتے نہیں خدا تم کو راہ پر اول لاوے پھر فرصت سے گفتگو کر لینگے۔

حاصل یہ کہ جو بات کہ حضرت ﷺ سے ثابت ہو گو کہ چاروں امام کے نزدیک درست ہے اور رفع یدین کرنا اکثروں کے نزدیک درست ہے اور چھوٹے

لڑکے کا ختنہ کر دینا حنفی مذہب میں درست ہے اس پر طعن اور انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور جب کافر ہو تو اس کی جو رو کو طلاق ہوا۔ اور اگر طعن اور انکار نہیں کرتا ہے اور نہ کرنے میں اپنی تقصیر کا قائل ہوتا ہے، تو اللہ چاہے تو پکڑے اور معاف کرے گا اگرچہ ساری عمر نہ کرے۔

اللہ رب العالمین ہم لوگوں کو سنت کے انکار اور طعن سے بچا رکھے۔ آمین۔  
یہ رسالہ جس کا نام ما انا علیہ و اصحابی ہے، اور مولف کا نام حافظ ایضاح الحق ہے، تمام ہوئی کسوٹی.....

(جس مطبوعہ نسخے سے اعتصام السنہ، اللباب فی صلوة الاحباب، ایصال طرق المصلین، اور کسوٹی، اڈٹ شدہ شکل میں نقل کی گئی ہیں، اس کے صفحہ اخیر (صفحہ ۱۴۰) کی اختتامی عبارت درج ذیل ہے:

کتاب فیض انتساب مسمی باعتصام السنہ مصنفہ جناب غفران مآب غریق دریائے سنت جامع بنائے بدعت محدث ہے مثل... مولانا محمد عبداللہ منوئی (منو ایک قریہ ہے مسمی منو قاضی طیب قریب الہ آباد)... منسلکان سلسلہ محمدی کو عمل کے واسطے کافی ہے ...

جزاه اللہ عنی و عن سائر العالمین احسن الجزاء  
وانا المدعو بہ، الہی بخش متوطن بمبئی)۔

# منح الباری

## فی ترجیح صحیح البخاری

(۱۲۸۶ھ - ۱۸۶۹ء)

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کے دو رسالے، منح الباری اور تبیان اکٹھے شائع ہوئے تھے جو فوٹو کاپی کی صورت میں دارالدعوة السلفیہ لاہور سے مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ مطبوعہ نسخہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم کی ملکیت تھا، اور اس کا ٹائٹل صفحہ یوں ہے:

منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری

رسالہ تبیان فی رد البرہان

فاضل جلیل عالم نبیل مولانا ابوسعید بن شیخ عبدالرحیم

حسب فرمائش محمد یاسین خان سوداگر، در بیت السلطنت لاہور در مطبع منشی گو بند سھائے طبع شد)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد: ایک تحریر مسمی عثمان کی متضمن سب و شتم علمائے دہلی کی جو ہدایہ پر بخاری کو مرجح ٹھہراتے ہیں اور مشتمل بعض مطاعن صحیحین پر جو بعض متعصبین حماة مذہب سے صادر ہوئے ہیں میری نظر سے گذرے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ محرر اس کا کوئی ناواقف بے علم آدمی ہے جس کو عبارت لکھنے کا بھی شعور نہیں کہ اگرچہ (یعنی اگرچہ کہ کہتا ہے) کے ساتھ کاف ملتا ہے اور تامل کو عین سے بلا تامل (یعنی تعین بعین مہملہ لکھتا ہے) لکھتا ہے۔ مبتداء کے بعد خبر نہیں لاتا اور خبر کے پہلے مبتداء کو نہیں ذکر کرتا نہ ہندی

ٹھیک لکھتا ہے نہ ہی فارسی با موقع لاتا ہے نہ عربی عبارت بحسب قاعدہ نقل کرتا ہے۔ یہ تو وصف ہیں اس کی عبارت کے اور اوصاف معانی اور متضمنہ عبارت اس کی کے کس کے بیان میں آسکتی ہے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان، تنازع ترجیح بخاری میں اور مضامین اس کے مثبت مجتہدات امام اعظمؒ اور صاحب ہدایہ کے اوپر مجتہدات بخاری کے اور دعویٰ آپ کا اثبات رجحان ہدایہ اور دلیل آپ کی مثبت ضعف ہدایہ اور نیز دعویٰ آپ کا اثبات رجحان بہ نسبت صحیح بخاری اور دلیل آپ کی مثبت تساوی صحیح بخاری صحیح امام ابوحنیفہ وغیرہ متقدمین اور ادھر متمسک مرتحسین بخاری کا اجماع امت اوس کے خلاف میں آپ کی تقاریر میں اجماع ابن الہمام و عبدالحق الغرض اس کی عبارت اور معنی دونوں شاہد عدل گذرے اس کی بے علمی اور بے فہمی پر لہذا جواب اوس کی تحریر کا لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا اور موجب تصنیع اوقات اور تسوید اوراق نظر آیا:

اگر صد باب حکمت پیش ناداں

بخوانے آیدش بازیچہ در گوش

لیکن چونکہ اس اعراض اور خاموشی میں عامہ کا ضرر متصور تھا کیونکہ یہ اس خاموشی و اعراض کو عجز اور لاجوابی مشہور کرتا اور عوام اس میں مذذب ہوتے اس لئے جواب اس کی تحریر کا لکھتا ہوں اور اس کو چارنا چار مخاطب ٹھہراتا ہوں۔

پس پہلے اس کی تحریر کما هو و معہ اصل فتویٰ علمائے دہلی کے نقل کرتا ہوں تاکہ ملاحظہ سے اس کی تحریر کی سب لوگ بے علم اور محض اناڑی ہونا اس کا یقین کریں پھر اس تحریر کی عبارت اور ضبط الفاظ کی غلطیوں کی فہرست مجمل لکھوں گا پھر اس کے مضامین واہیہ کا بتفصیل رد لکھوں گا۔ و ما تو فیقہ الّا باللہ و هو حسبی و نعم

المعین

نقل فتویٰ علمائے دہلی مطابق نقل و تلخیص مخاطب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسول اللہ

سوال مختصر المرقوم ۲۵ ماہ جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ مطبع متروکہ شہر ناگ پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ زیدیوں کہے کہ اگر ہدایہ خلاف بخاری کے ہو، تو بخاری کو ہدایہ سے رد کریں گے۔ و عمرو برخلاف و برعکس

اس کے۔ بینوا و لکم الا جر عند اللہ تعالیٰ  
الجواب: در صورت مرقومہ قول عمر و کا صحیح و برحق اور قول زید کا حق نہیں، اس واسطے کہ  
جمہور علماء ہر چہار مذہب کے اتفاق رکھتے ہیں اس پر کہ بعد کتاب اللہ کے صحیح تر اور  
معتبر صحیح بخاری ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث باوجود یکہ حنفی ہیں، ترجمہ فارسی مشکوٰۃ میں  
لکھتے ہیں:

جمہور علماء برآنند کہ کتاب او در صحت مقدم ست بر جمیع کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ  
گفتہ اند اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔

ترجمہ: صحیح تر کتابوں کی بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے، اسی طرح کہا ہے ملا علی قاری  
حنفیؒ، و شیخ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے۔ پھر جب صحیح بخاری ساری کتابوں سے صحیح  
زیادہ تر نزد یک جمہور علماء کے ٹھہری تو ہدایہ پر بھی مقدم ہوگی صحت حدیث و عمل میں۔  
انتہی کلامہ۔

پس منصف دیندار کو کافی ہے اور متعصب و بدعتی کو مفید نہیں۔ و اللہ اعلم  
بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین۔ محمد اسد علی اسلام آبادی۔ حسین اللہ بس حقیظ اللہ  
(واضح ہو کہ اصل فتویٰ میں عمر و سے عکس قول زید کا منقول نہیں جس کا عنوان رد کرنا ہدایہ کا بخاری سے بنتا ہے  
۔ مخاطب نے نقل فتویٰ میں خیانت کر کے یہ عبارت بنائی ہے۔ لہذا اصل فتویٰ بعینہ نقل کرتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید یوں کہے کہ مثلاً اگر ہدایہ  
خلاف بخاری شریف کے ہو تو بخاری شریف کو ہدایہ سے رد کریں گے۔ عمر و کہتا ہے کہ اگر بخاری شریف کے  
خلاف ہدایہ ہو تو ہم بخاری شریف پر عمل کریں گے دونوں قولوں میں کون سا باطل اور کون سا صحیح۔ بینوا و  
لکم الا جر عند اللہ تعالیٰ

الجواب: در صورت مرقومہ قول عمر و کا صحیح و برحق ہے اس واسطے کہ جمہور علماء ہر چہار مذہب کے اتفاق رکھتے  
ہیں اس پر کہ بعد کتاب اللہ کے صحیح تر اور معتد صحیح بخاری ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی باوجود یکہ کہ حنفی  
مذہب ہیں ترجمہ فارسی مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں:

و جمہور علماء برآنند کہ کتاب او در صحت مقدم است بر جمیع کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ گفتہ اند  
اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ ترجمہ: صحیح تر کتابوں کی بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے  
۔ تمام ہوئی عبارت شیخ علیہ الرحمۃ کی ترجمہ مشکوٰۃ میں،

اسی طرح سے کہا ہے ملا علی قاری حنفی اور شیخ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے۔ پھر جب صحیح بخاری ساری کتابوں سے صحیح زیادہ تر نزدیک جمہور علماء کی ٹھہری تو ہدایہ پر بھی مقدم ہوگی صحت حدیث و عمل میں، اور جناب مولوی احمد علی حنفی نے بھی بیچ مقدمہ صحیح بخاری کے لکھا ہے اتفاق العلماء علی ان اصح الکتب المصنفہ صحیح البخاری و مسلم و اتفاق الجمہور علی ان صحیح البخاری اصحہما صحیحاً انتہی کلامہ۔ پس منصف دیندار کو کافی ہے بدعتی متعصب کو مفید نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ تمام شد۔  
مواہیر سید محمد نذیر حسین، محمد اسد علی، حسنین اللہ بس حفظ اللہ)

نقل تحریر معترضانہ مخاطب کما ہو ہو مزمین باغلاط نتائج طبع نکتہ زائے جناب۔

واضح ہو فتویٰ، مسطور الصدر کہ درحقیقت فتنہ بلا و غش مبتلا پس احقر العباد بعد ملاحظہ جواب جواب ہذا تحت قلم لایا یہ ہے کہ، افسوس بر حال مجیب کہ جواب بیساختہ معدن فساد شرانگیز بلا تیز لکھ دیا نعوذاً باللہ۔ ہذا علم لا ینفع و ہذا القلب لا یخشع۔ بسا تعجب کہ سوال سائل واقع فروع دین ہے یا وصول دین و لفظ حق و ناحق در اصطلاح فقہاء کس جا مستعمل کیا جاتا ہے جب اتنی بھی تمیز نہ ہو خواہ مفتی الزمان کہلاویں گویا کہ اشتہار اشتہار روسیاہی اپنا ٹھہراویں۔ برادنی طالب علم باول نظر واضح ہوگا کہ سوال سائل واقع فروع دین ہے۔ من شرح منظومہ منقولہ لا من المصنفی الخطاء و الصواب یستعملان فی المجتہدات و الحق و الباطل یستعملان فی المعتقادات باعث اس خفاش انکہ مصرع: بدوزد ہو ایدیدہ دانش مند) اصل میں ایسا ہی مرقوم ہوتا ہے کہ مخاطب کو گلستان سعدی بھی جو اطفال دبستان نوک زبان رکھتے ہیں یاد نہیں۔ کاتب عمر دراز)۔ علاوہ چہ خوش عمر و کہ منصف دیندار وزید کہ متعصب و بدعتی بکر ہا ہی مثل انکہ کل شئی یرجع الی اصلہ۔ مصرع: عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ حاصل کلام او پر صاحبان درایت و فطانت مخفی نہ رہے کہ سوال سائل او پر کئی وجہ کے مشتمل ہے مگر بدو وجہ اول انکہ صاحب ہدایہ مسئلہ فرعیہ بصحت ابوحنیفہ و تقلید صاحب خود و ہم تحقیق اپنے لایا ہے (معلوم نہیں کہ مخاطب والا مناقب نے یہ ترکیب نحوی کہاں سے اوزائی ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت نام خدا کیوں کسی کو نصیب ہوگی۔ حاشیہ از عمر دراز فائض۔ کاتب) اگر خلاف بخاری شریف کی ہو کیا حکم۔ دوم آنکہ اگر اپنے ہی اجتہاد سے و توقیت پا کر بدعتی نسخ کہ



مقبول علیہ فقہاء کا ہو کیا حکم۔ جواب ہر دو بوجہ مختصر اول آنکہ اگر صاحب ہدایہ بتقلید ابو حنیفہؒ جس مسئلہ کو قبول کیا ہو بخاری سے رد کریں تو گو یا رد کرنا ابو حنیفہ کا ہوتا ہے یہ مردود نامحود چونکہ مجتہد مستقل و امام مکمل کے قول اجتہاد یہ کو رد کریں بخاری ہو خواہ وغیرہ۔ چنانچہ عبدالحق محدثؒ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ

اعتماد بر تصحیح و تنقید آئمہ مجتہدین ست و اکابر سلف چو ایشاں حدیثے را تعلق بقول کردہ و عمل بدار نمودہ اند، انکار و اعتراض بر ایشاں بتقلید محدثین کہ مشہور اند، جائز نباشد، و التزام ایشاں بحکم این جماعتہ تحکم... الخ۔

و کذا قال شاہ ولی اللہ

قطع نظر ازین اگرچہ حدیثے معمول بہ امام اعظم باشد و در صحاح وغیرہ آنرا بضعف منسوب کردہ باشند تضعیف ایشاں نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الخ۔

الغرض بہر حال مقدم را فضیلتے است کہ میرسد متاخر را بگوید در حق وے عبارت ہذا برسالہ دلائل قوی ترک قرأۃ للمقتدی اگرچہ صحیح بخاری بھی حملہ آور اصح الاح کی ہے لیکن: گر بہ شیرست در گرفتن موش۔ دوم آنکہ صاحب ہدایہ خود مجتہد مطلق مشہور شرعاً قول مجتہد با اجتہاد غیر رد نہیں ہوتا اجماعاً چنانچہ صفحہ ۷۳ فی الاشبہ

القا عدہ اولی الا اجتہاد و لاینقض با لا اجتہاد و دلیہا  
الاجماع قد حکم ابو بکرؓ فی مسائل و خالفہ عمرؓ فیہا لم  
ینقض حکمہ . الخ۔

تنبیہ: یک نکتہ ہم اور سکھلاتے ہیں اس مجیب حق پوش باطل نیوش کو کہ اجتہاد اولی اپنا رد نہیں ہوتا با اجتہاد ثانی، اپنے مثلاً ایک شخص صلوٰۃ رکعتین کو رکعت اول متجری؟؟ کس جانب کو پڑھا پھر تغیر کیا جہت دوسرے کے، نماز بلا کراہت صحیح ہوئی، کما فی الاشبہ ۵۔ اگرچہ کہ شرح سفر السعادت و میزان الکبریٰ بتوصیف و تعریف (ہدایہ) .. و بخاری ہر جامو جوہر چہ سود کہ زنگ تعصبی و زنگ حسودی مانع حق بین و راہ یقین کی ہو علاج اس بیماری کا من جانب اللہ ہے:

بو دار کر سکے نہ ہر یک چرم سخت کو  
گر چہ سہیل چمکے ہے سارے جہان پر

(لفظ بو عام ہے بد بو، اور خوش بو دونوں پر استعمال اس کا جائز ہے مگر ہند یوں نے اس میں تصرف کر کے خاص بنا لیا ہے اور فقط بد بو کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں میر تقی میر فرماتے ہیں: تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے۔ مخاطب والا مناقب نے معلوم نہیں کہ یہ محاورہ کہاں سے پیدا کیا ہے اور علاوہ اسکے چرم کو سخت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ حاشیہ از عمر دراز کا تب)

چنانچہ در شرح سفر السعادت صفحہ ۲۱ و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور ست و معتبرین کتاب ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر جا کار بدلیل معقول نہادہ اگر حدیث آورده نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ ست و لیکن شرح ابن الہمام جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء تلافی آن نمودہ و تحقیق کار فرمودہ الخ۔ وہم چین میزان الکبریٰ صفحہ ۴۷ فانی حصصہ بجز ید اعتناء و طالعت علیہ کتاب تخریج احادیث کتاب ہدایہ للحافظ الزلیعی وغیرہ بحق بخاری شریف در میزان الکبریٰ صفحہ ۵۷ و ممن خرج لهم الشیخان مع کلام الناس فیم جعفر بن سلیمان الضبعی الخ۔

وانکہ عبارت مجیب ترجمہ فارسی مشکوٰۃ آورده کہ کتاب اور صحت مقدم است بر جمع کتب مصنفہ در حدیث رحم کرے اللہ بر حال مجیب کہ اتنی سی عبارت مذکور کے گھمنڈ پر ترجیح بخاری شریف کو جمع کتب فقہ متفق علیہ کے دے چکا و صادق آمد اینکه مردیست از ابن مسعود کہ شاد در زمانہ ہستید کہ ہوا تابع علم ست و اینک میرسد زمانہ کہ علم تابع ہواست

ایکے پئے نفس و ہوا میروے  
راہ نہ امنیت خطا میروے

اور مجیب غافل اس عبارت سے شیخ موصوف صفحہ ۲۰ سفر السعادت مرقوم فرمایا ہے:  
وکتب ستہ کہ مشہور اندر آن اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعیف موجود  
و تسمیہ صحاح بطریق تغلب اتنی۔

عبارت مذکور شیخ سے واضح ہے کہ بخاری بھی ہم سر صحاح کتب متصفہ ہم عصر کی ہے بلکہ کمتر تصنیفات متقدمین سے چنانچہ و لفظ مقدم مبالغہ قال الشافعی ما تحت ادیم السماء اصح من موطا مالک و قال ابن العربی الموطا هو

الاصول الاول و کتاب بخاری هو الال الثانی  
 و نیز بایں کہ فرمود شیخ موصوف شرح سفر السعادت صفحہ ۱۸، اخراج کردہ  
 ست مسلم در کتاب خود بسیاری از رواۃ کہ سالم نیستند از غوائل جرح و ہم چنین در کتاب  
 بخاری جماعہ اند کہ تکلم کردہ شدست در ایشان پس مدار کار در حق رواۃ بر اجتهاد علماء و  
 صواب دید ایشان باشد۔ الخ۔

عبارت ہذا شیخ کی صاف واضح ہے کہ عمل کرنا بخاری کا باجہاد و صواب دید علماء  
 کے ہو کیونکہ سبقت تصنیفات علماء مجتہدین سی ہوگی معہذا اسماعیل بخاری خود منتسب  
 مذہب شافعی کا ہے چنانچہ محقق شاہ ولی اللہ رسالہ انصاف میں تحریر فرمایا ہے:

و استدلال شیخنا العلامة علی ادخال بخاری فی الشافعیۃ

بذکرہ فی الطبقات الشافعیۃ و کلام النووی شاہد ہلہ

پس جائے غور و انصاف ہے کہ مجیب نے مخالفان بخاری کو کہ خود وہ مقلد  
 شافعی کا ہے بدعتی لکھ دیا بلا عمل اس کا کیا علاج۔ لیکن قلم در کف دشمن ست۔

باوجود ملا حظہ ان عبارتوں کے مفسد و متعصبوں نے بتقلید نفس بہ عوام الناس  
 ہر شہر و قریہ فساد عظیم برپا کر دیا کہ تفرقہ اخوة المؤمنین میں واقع گویا کہ نمونہ قیام قیامت  
 کا بنا دیا ہے ہذا الیوم یفرء المرء من ابہ و اخیه پرٹا ہر و گرفتار مورد عتاب  
 آئیہ کریمہ قال اللہ: و لا تبغ الفساد فی الارض و اللہ لا یحب الفساد ولہذا  
 گفتہ اند زلۃ العالم ازلۃ العالم یعنی لغزش یک عالم لغزش یک جہانست فویل  
 للجاہل مرتین و للعالم سبعین مرۃ فہم ناقص آتا ہے کہ یہ فتنہ بلا اور کسی کی  
 جانب سے شر انگیزی اگر ساتھ رائے بتلا بہ ان حضرات صاحب مہر کی ہو بلا ریب کہا  
 جاوے کمثل الحمار یحمل اسفارا چار پائے برد کتا بی چند۔ یا آنکہ مرویست  
 از عائشہؓ مرفوعاً چوں خواہد اللہ بانہ بدی مسلط کند پیش از مرگ بیسالی شیطانے را  
 کہ گمراہ کند اورا۔ الخ۔ یا آنکہ گفتہ اند علماء اسباب سوی خاتمہ نعوذ اباً باللہ منہا چہار چیز  
 انداز انجملہ ایذا دادن مسلمانان و لفظ بدعتی لکھنا مجیب کا اظہار تقوی و پارسائی اپنی کا:

لو کان فی العلم دون التقی شرف

لکان اشرف مخلوق اللہ ابلیس

بخانہ کس ست حرفی بس است -

الرقیمہ سید عثمان غفر اللہ المنان مقلد ابو حنیفۃ النعمان

ساکن صدر کاٹی مور نمبر ۱۳ شعبان المعظم - فقط

تمام ہوئی عبارت تحریر مخاطب کی کما هو هو، ہر چند وجہ غلط اغلاط اس عبارت کے علماء پر مخفی نہ رہے گی، لیکن بنظر تنبیہ و اعلام اوساط کی وجہ بعض اغلاط اس عبارت کی بطور فہرست کے بیان کرتا ہوں:

فتویٰ مسطورہ الصدر کہ درحقیقت: کاف غلط یا مبتداء مفقود الخمر  
نعوذ باللہ: تنوین مضارع غلط، نعوذ بلا تنوین چاہیے - یہ دلیر آخر تحریر میں بھی ایسا ہی لکھتا ہے -

وصول دین: واو غلط

مجتہدۃ و معتقدۃ: رسم الخط غلط

بدوزد ہوا دیدہ ہوشمند: دانش مند غلط، صحیح ہوشمند ہے، جو محافظ وزن ہے مگر بدو وجہ: استثنا غلط کیونکہ بعد اثبات مفید نفی ہے اور وہ منافی مقصود مخاطب یا عبارت میں حذف نخل ہے

بصحت ابو حنیفہ: اسناد صحت طرف ابو حنیفہ غلط و صحیح اسناد تصحیح ہے

وثوقیت پا کر: نسبت اس کی طرف صاحب ہدایہ کی بلاذکر محل و ثوق غلط

مقبول علیہ: لفظ علیہ غلط، و صحیح مجرد مقبول

جواب ہر دو وجہ: یہ جواب نہیں بلکہ جواب کار دہے

چونکہ: غلط بے محل

قول اجتہادیہ: تانیث اجتہادیہ غلط

دلائل قوی - غلط اور صحیح نام رسالہ الدلیل القوی ہے عبارت ہذا برسالہ: با غلط ترکیب

غلط

اگرچہ کہ: ضم کاف غلط طرفہ یہ کہ اور جگہ بھی ایسا ہی لکھتا ہے

چنانچہ صفحہ ۷۳ - فی الاشباہ - محض بے ربط کسی محاورہ کے موافق نہیں نہ ہندی کے نہ فارسی

کہ نہ عربی کے، ایسا ہی جا بجا بولتا ہے

مانع حق بین و راہ یقین کے ہو۔ غلط و بے ربط و مہمل خصوصاً لفظ حق بین کہ صحیح حق بین

ہے

وہم چینس میزان الکبریٰ صفحہ ۷۴۔ اشارہ بے مشار لیہ ممکن الاشارہ وحوالہ خلاف محاورہ

وآنکہ مجیب: خبر ندارد

منصفہ: غلط اور صحیح مصنفہ

چنانچہ و لفظ مقدم مبالغہ: مہمل و مطلبش درطن قائل کیونکہ عبارت متفرع علیہا میں لفظ

مقدم کا نشان نہیں

و نیز باینکہ: متعلق ندارد

پس کیونکہ سبقت ہوگے۔ غلط اور صحیح لی جائے گی

بلا تعمل: غلط و بے موقع صحیح لفظ نلا تامل

تفرقہ واقع: رابطہ ندارد

یفرء المرئی من ایہ: ہمزہ یفرء و رسم خط المرئی غلط، داب مضاف طرف ضمیر متکلم

کے بحذف یا غلط، اور صحیح یفرء المرء من ایہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پارہ عم کا بھی

مطالعہ نہیں ورنہ سورہ عبس میں اس جملہ کا رسم الخط دیکھ کر لکھتے

یہ فتنہ بلا اور کس کی جانب سے: سراسر بے مضمون و مہمل

بخانہ کس است حرفی بس است: یہ مصرع اوزان بحر قدیمہ و جدیدہ سے خارج ہے اور

ترکیب بھی اس جملہ کی غلط

الرقمہ: بالتعریف غلط و الصحیح التنکر

یہ نمونہ ہے بیان اغلاط تحریر مخاطب کا باقی کو اس پر قیاس کرنا چاہیے اب اس

کے مضامین عبارت کا رد تفصیلی لکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: رب زدنی علماً۔

## فروعاً میں لفظ، حق و باطل، کا استعمال

قولہ الاول: لفظ حق و ناحق سراصلح فقہاء کس جا مستعمل کیا جاتا ہے اتنی بھی خبر

نہیں.. الی ان قال .. من منظومه ناقلاً عن المصنفی .. الخ  
جوابہ: مرد خدا استعمال لفظ حق و باطل خاص کر فرعمیات میں کتب مذاہب اربعہ میں جا بجا  
موجود ہے تمہیں نظر نہ آوے تو کس کا قصور ہے:

گر نہ بیند بروز شپہ چشم  
چشمہ آفتاب را چه گناہ

تم کو ایک کتاب شرح منظومہ کہیں سے ہاتھ لگ گئی ہے اور کوئی کتاب فقہ  
حدیث کی نظر نہیں آئی: حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء۔ با ایں ہمہ ایک شیخ  
وقت جامع بین الفقہ والحديث کے حق میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہو۔ کیا یہ تبراً  
تمہارے مذہب کا جزو ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك -

اب مجھ سے سنو کہ استعمال لفظ حق و باطل کا فروعات میں بہت جگہ پایا جاتا  
ہے۔ امام طحاویؒ رئیس الحنفیہ شرح معانی الآثار میں جو محض تائید مذہب حنفی میں مدون  
ہے کمانص علیہ مولانا شاہ عبدالعزیز فی بستان المحدثین بہت جگہ جب کسی مسئلہ فرعیہ  
حنفیہ میں بسبب کمال ضعف اور بے بنیاد ہونے اس مسئلہ کے تائید سے عاجز ہو جاتا  
ہے تو برملا کہہ دیتا ہے کہ قول ابی حنیفہؒ اس باب میں باطل ہے چنانچہ دراسات اللیب  
میں فرماتے ہیں:

و هذا ابو جعفر الطحاوی مع مبالغته المفرطة في نصرة  
المذهب اذا تمت الحجة على ابي حنيفة تراه في معاني الآثار  
كيف يأتي بكلامٍ حدٍ حتى يقول في بعض المواضع فما  
قال ابو حنيفة باطل انتهی (ترجمہ: اور یہ ابو جعفر طحاویؒ باوجودیکہ نہایت مبالغہ  
کرتا ہے حنفی مذہب کی تائید میں جب کوئی دلیل ابو حنیفہؒ پر ہو چکتی ہے تو تم دیکھتے ہو اس کو کہ  
کیسی تیز کلام شرح معانی الآثار میں لاتا ہے یہاں تک کہ بعض جگہ کہہ دیتا ہے کہ جو کچھ کہا ابو  
حنیفہ نے سو باطل ہے۔ تمام ہوا کلام طحاوی کا)۔

ایسا ہی امام نوویؒ فقیہ و محدث شافعی نے تقریباً سو جگہ میں مسائل فرعیہ میں  
حق و باطل کا استعمال کیا ہے ایک جگہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

قال ابو حنيفة و بعض السلف انه تجب الزكوة في قليل

الحبّ و كثيره و هذا مذہب باطل مناذ بصريح الاحاديث  
الصحيحة انتهى و قس على هذا باقى مواضعه

(ترجمہ: کہا ابوحنيفہؒ اور بعض اگلوں نے کہ واجب ہے زکوٰۃ تھوڑے بہت غلہ میں اور یہ مذہب  
باطل ہے پھینکا گیا ہے صریح حدیثوں کی سند سے جو صحیح ہیں اور قیاس کرا سپر باقی مواضع شرح  
مسلم کو جن میں مسائل فرعیہ کی نسبت لفظ باطل مستعمل ہوا ہے)

اور ایسا ہی حضرت امام شعرانیؒ نے جس کی کلام سے تم بھی مستدل ہو بہت  
جگہ مسائل فرعیہ میں لفظ حق و باطل استعمال کیا ہے ایک جگہ کتاب لوائح الانوار القدسیہ  
میں فرماتے ہیں:

و قال بعض الحنفية عند قوله تعالى فامسحوا بوجوهكم و  
ايدىكم انّ الحق مع الشافعيّ لقوله لا يصحّ التيمم على  
الصخرة و ليس عليها غبار

(ترجمہ: کہا بعض حنفیہ نے بذیل قولہ تعالیٰ فامسحوا بوجوهکم و ایدیکم کہ حق شافعی  
”کے ساتھ ہے جو کہتے ہیں کہ صحیح نہیں تیمم کرنا اس پتھر پر جس پر غبار نہ ہو۔)

ایسا ہی ملا علی قاری حنفیؒ سے بہت جگہ یہ استعمال پایا جاتا ہے چنانچہ کتاب مخ  
الازہر میں فرماتے ہیں

فى المسائل الاجتهادية احتمالات اربعة الاول ان ليس  
لله حكم معين قبل الاجتهاد بل الحكم فيها ما ادى اليه رأى  
المجتهد فعلى هذا يتعدّد الاحكام الحقة . الخ

(ترجمہ۔ اجتہادی مسلوں میں چار احتمال ہیں۔ اول یہ کہ اجتہاد سے پہلے اللہ کی طرف سے کوئی  
حکم مقرر نہیں بلکہ حکم وہی ہے جس کی طرف مجتہد کی رائے پہنچے پس احتمال پر احکام حقہ متعدد  
ہوں گے)

پھر فرمایا:

و كان حكم داؤد و سليمان عليهما السلام با لاجتهاد دون  
الوحى و الا لما جاز لسليمان خلافة و لا لداؤد الرجوع عنه  
ولو كان كل من الاجتهاد ين حقاً . الخ

(ترجمہ: اور تھا حکم داؤد اور سلیمان کا کا اجتہاد سے نہ وحی سے ورنہ نہ جائز ہوتا سلیمان کو خلاف کرنا داؤد کا اور نہ داؤد کو باز رہنا اپنے حکم سے اور اگر ہوں دونوں اجتہاد حق.. الخ)  
 اور اطلاق لفظ حق مسائل اختلافیہ اجتہادیہ فرعیہ پر اس عنوان سے کہ سب حق پر ہے یا حق دائر ہے ادنی طالب علموں تک کو معلوم ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں درج ہے تفسیر احمدی میں ہے:

قالت المعتزلة كل مجتهد مصيب و الحق في مواضع الخلاف متعدد و عندنا المجتهد يصيب مرة و يخطئ اخرى و الحق في مواضع الخلاف واحد. انتھی۔ (ترجمہ: کہا معتزلوں نے سب مجتہد حق پر ہیں اور حق موضع اختلاف میں متعدد ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک مجتہد کبھی مطلب پر پہنچتا ہے اور کبھی چوک جاتا ہے اور حق موقع اختلاف میں ایک ہی ہوتا ہے بلا تعین)  
 تفسیر معالم میں ہے:

و ذهب جماعة الى انه ليس كل مجتهد مصيب بل اذا اختلف اجتهد مجتهدين في حادثه كان الحق مع واحد لا بعينه۔  
 انتھی ما اردنا نقله عنهما و لسنا نحن بصدد تحقيق ما هو الحق في مسألة تعدد الحق و وحدته و ان ایتھما رجح دلیلاً و حری قبولاً و اولی احتیاطاً و عملاً

(ترجمہ: اور گئی ہے ایک جماعت طرف اس بات کے کہ ہر مجتہد حق کو پہنچنے والا نہیں ہوتا بلکہ جب دو مجتہدوں کا اختلاف ایک حادثہ میں پایا جاوے تو حق ایک کے ساتھ ہوتا ہے بلا تعین۔  
 تمام ہوا جو ہم نے نقل کرنا چاہا ان دونوں سے۔ اور ہم اس بات کی تحقیق کے درپے نہیں کہ مسئلہ تعدد حق اور وحدت حق میں سے کون سی بات تھبے اور ان میں کون سی بات دلیل کی راہ سے غالب ہے اور قبول کرنے کے لائق ہے اور عمل و احتیاط کی راہ سے بہتر ہے)۔

اور رسالہ عقد الجید میں جناب مولانا شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

قوله یعنی البيضاوي و المخطئ ليس بمبطل قلنا لما لم يكن مبطلاً لم يكن مخالفاً للحق لأن كل مخالفٍ للحق مبطل و ما ذا بعد الحق الا الضلال و الحق ان ما نسب الى الآئمة الاربعة



قول مخرج الی ان قال و الحق ان الاختلاف اربعة اقسام احدھا ما تعین فیہ الحق قطعاً و یجب ان ینقض خلافاً لہ باطل یقیناً و ثانیھا ماتعین فیہ الحق بغالب الرأی فخلافاً باطل ظناً الی ان قال و تفصیل ذلک انه ان کان المسئلة مما ینتقض فیھا قضاء القاضی بان یکون فیھا نصّ معروف من النبی ﷺ فکل اجتهاد خلافاً باطل و ان کان الاجتهاد فی معرفة واقعة قد وقعت ثم اشتبه الحال مثل موت زید و حیوته فلا جرم ان الحق و احداً الی آخر ما قال

(ترجمہ: قول اوس کا یعنی بیضاوی کا کہ خطا کرنے والا اجتهاد میں باطل پر نہیں ہوتا، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب باطل پر نہ ہو تو حق کا مخالف نہ ہو کیونکہ مخالف حق کا باطل ہی ہوتا ہے اور حق کے سوائے بجز باطل کے اور کچھ نہیں ہوتا اور اس باب میں حق یہ ہے کہ جو آئمہ اربعہ کی طرف اس مسئلہ میں نسبت کرتے ہیں وہ ایک ایسی بات ہے کہ نکالی گئی ہے ان کے کلام سے بعینہ کلام نہیں ہے یہاں تک کہ کہا شاہ ولی اللہ نے اور حق یہ بات ہے کہ اختلاف چار قسم ہے ایک وہ جس میں حق یقیناً ایک جانب مقرر ہوا اور واجب ہو کہ اس کے خلاف کو توڑا جاوے کیونکہ وہ یقیناً باطل ہوگا، دوسرے وہ جس میں حق غالب ظن سے ہو نہ یقیناً پس اس کا خلاف ظنی باطل ہوگا یہاں تک کہ کہا شاہ صاحب نے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر وہ مسئلہ اجتهادیہ ایسا ہو جس میں قضا قاضی کی یعنی جو اس کی مخالف ہو ٹوٹ جا سکے بسبب اس کے کہ اوس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث مشہور و معروف مروی ہو پس اس مسئلہ کے خلاف جو اجتهاد ہو سو باطل ہے اور اگر اجتهاد ایسے مسئلہ میں ہو جس میں دریافت حال اس حادثہ کا منظور ہو جو ایک دفعہ واقع ہو چکا ہو اور پھر اس میں شک پڑ گیا ہو جیسی موت و حیوۃ زید کی تو ایسے محل میں بے شک حق ایک ہی ہوگا۔ آخر اس کلام تک جو شاہ ولی اللہ نے مفصل و مدلل بیان کیا ہے)

پس جب کہ اس قدر استعمال لفظ حق و باطل کا فرعیات میں شائع ہوا تو وہ قول شرح منظومہ کا سوائے قاعدہ جزئیہ اور اصطلاح خاص بعض علماء کے کیا ہوگا۔ اب فرمائیے کہ یہ سب اکابر استعمال کرنے والے حق و باطل کی فروعات میں بے تمیز ہیں یا تمہاری نظر کا قصور ہے مناسب یہ ہے کہ اپنی ہی بیانی کا علاج کیجئے۔

جواب دیگر یہ سوال وجواب فروعات سے نہیں بلکہ اصول اور معتقدات سے ہے اصول ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ سوال وجواب تقدیم و ترجیح کا ہے اور اس میں حکم تعارض کا بیان ہے اور یہ عین مسائل اصول فقہ اور اصول حدیث سے ہے:

قال فی التوضیح الاصولی باب المعارضة و الترجیح اذا ورد لیلان یقتضی احدہما عدم ما یقتضیہ الآخر فی محلٍ واحدٍ فی زمانٍ واحدٍ فان تساویا قوۃً او یكون احدہما اقوی بوصفٍ ہوتا بع فیینہما معارضة و القوة المذكورة رجحان الخ (ترجمہ کیا توضیح میں جو اصول فقہ کی کتاب ہے یہ بات ہے معارضہ اور ترجیح کا جب وارد ہوں دو دلیلیں ایک ان میں سے وہ بات چاہتی ہو جو دوسری نہیں چاہتی ایک ہی موقع میں ایک ہی وقت میں پھر اگر یہ دونوں قوت میں برابر ہوں یا ایک ان میں سے کسی ایسی صفت سے جو اس کے تابع ہو قوت رکھتی ہو تو ان دونوں میں معارضہ تصور کیا جاتا ہے اور وہ قوت جو اس کی صفت سے حاصل ہے رجحان گئی جاتی ہے)

پس تقدیم و ترجیح احد المتعارضین کو جو مسائل اصول سے ہے مسائل فروع سے کہنا کمال بے خبری ہے۔ رہا معتقدات سے ہونا اس کا سو وہ بھی ظاہر ہے جب کہ حکم اس تعارض کا بحیثیت اعتقاد پوچھا جاوے یاں طور کہ عند التعارض ہدایہ کو مقدم سمجھا جاوے یا بخاری کو مقدم اور لائق عمل اعتقاد کیا جاوے بہر حال یہ جواب و سوال فروعات سے تو کسی طرح شمار نہیں کیا جاتا پس استعمال لفظ حق و باطل کا اس میں شرح منظومہ کے بھی مخالف نہ ہوا۔

## ہدایہ کی بنا غالباً عقلی دلائل اور ضعیف احادیث پر ہے

قولہ الثانی: علاوہ چہ خوش عمر و کو منصف دیندار اور زید کو متعصب و بدعتی بک رہا ہے جو ابہ: زید بدعتی کیا مشرک اور منافق ہے بحکم عین نصوص آئمہ دین کے جن میں ابو حنیفہ بھی ہیں اور منکر ہے حدیث کا بدلیل مطلق بولنے اس کلمہ کے کہ بخاری کو ہدایہ سے رد کریں گے، اور مصداق ہے ان روایات حنفیہ کا:

فی الخلاصہ من ردّ حدیثاً قال بعض مشائخنا یکفر و قال المتأخرون ان کان متواتراً کفر۔ اقول هذا هو الصحيح الا اذا کان ردّ احادیث الاحاد علی وجه الاستخفاف و الاستحقار و الانکار انتہی ما فی منح الازہر لعلی القاری الحنفی (ترجمہ: خلاصہ میں ہے کہ جو کوئی رد کرے کسی حدیث کو کہا مشائخ نے وہ کافر ہو جاتا ہے اور کہا پچھلے فقہاء نے اگر وہ حدیث متواتر ہو تو کافر ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہی بات صحیح ہے کہ مجرد کرنے خبر متواتر کے کافر نہیں ہوتا مگر اسحالت میں کہ خبر واحد کو ہلکا اور خفیف جان کر انکار کرے تو اس کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تمام ہوا مطلب مخ الا زہر کا جو ملا علی قاری حنفی کی تصنیف ہے)۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہدایہ عبارت ہے مجموعہ چند اقوال اجتہاد یہ علماء حنفی سے جن میں بعض اقوال تو موافق ہیں آیات اور احادیث صحیح بخاری و مسلم وغیرہما کے سو ان میں عمر و کو بلکہ کسی اہل حق کو کلام نہیں اور نہ ان سے سوال ہے، اور بعض اقوال مخالف ہیں صحیحین کے۔ پھر وہ تین قسم ہیں، ایک وہ جن کا ماخذ اور احادیث صحیحہ ہیں سوائے احادیث صحیحین کے، دوسرے وہ جن کا ماخذ احادیث ضعیفہ ہیں، تیسرے وہ جن کا کوئی اصل شرعی نہیں فقط دلائل عقلیہ سے جو بمقابل نصوص صحیحہ کے بالاتفاق شرعاً حجت نہیں مدلل ہیں۔ اور یہ دو قسم اخیر اس میں اکثر اور غالب ہیں اور کافی ہے واسطے ثبوت اس امر کے اقرار شیخ عبدالحق کا شرح سفر السعادتہ میں جس کو تم نے نہایت کج فہمی سے دلیل ترجیح ہدایہ کے اوپر صحیح بخاری کی سمجھ کر نقل کیا ہے وہ یہ ہے جو شیخ عبدالحق نے بضمن جواب اوس شخص کے جو حنفی مذہب کو رائے پر مبنی ٹھہراتا ہے کہا ہے:

و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیث آوردہ نزد محدثین خالی از ضعف نہ غالباً اشتغال وقت آن استاد در علم حدیث کمتر بودہ ست۔ انتہی

اور موید ہے اس کلام اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر کرخی حنفی کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہدایہ کے بے اعتباری اور اسکی احادیث کا بے اصل ہونا ثابت کرتا ہے:

حيث قال في تنبيه الو سنان انّ الحديث ما لم يثبت له سند في الاصول لا يصلح للتمسك والقبول فانّ موضوعات الزنا دقة و اهل البدع قد جاوزت مائة الف من الاحاديث كماصرّح به انقاد و لو و جده و اجد في بعض كتب الحنفية فليس به اعتداد كيف و اكثر متاخرى فقهاؤنا الحنفية من علماء ما وراء النهر و العراق و الخراسان لم يسندوا احاديثهم التي يذكرونها في كتب الحنفية الى اصل من اصول الحديث الجليل الشان حتى صاحب الهداية التي عليه مدار رحى الحنفية يظهر ذلك لمن راجع شرحها الموسوم بفتح القدير للشيخ الامام حجة الحنفية مولانا المحقق كمال الدين ابن الهمام عليه التحية و الاكرام فانه شكر الله مساعيه قد بالغ في حماية مذهب الامام الاعظم ابي حنيفة الكوفي بتائيديه بالاحاديث الثابتة في الصحاح و السنن و المسانيد و المعاجم و لم يتيسر له عند تخريج الاحاديث الهداية في اكثر المواضع الظفر بلفظ الحديث الذي ذكره صاحب الهداية و لم يظفر في بعضها بشيء اصلاً .

(ترجمہ: جہاں پر کہا ہے کتاب الو سنان میں کہ جب تک کسی حدیث کی سند ثابت نہ ہو کتب حدیث میں تو وہ سند پکڑنے اور قبول کرنے کے لائق نہیں کیونکہ وضعی حدیثیں جو چھپے مرتدوں اور بدعتیوں نے وضع کی ہیں ایک لاکھ سے بڑھ گئی ہیں جیسا کہ بیان کیا ہے پر کھنے والوں نے اور اگر کوئی پاوے اس حدیث کو کسی حنفی کی کتاب میں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور کیونکر اعتبار ہو جس حالت میں کہ اکثر پچھلے فقہاء حنفیہ ما وراء النہر اور عراق اور خراسان نے جن حدیثوں کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ان کی سندیں کتب حدیث بلند شان تک نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ صاحب ہدایہ نے جس پر حنفیوں کی چکی پھر رہی ہے ایسا ہی کیا ہے۔ یہ بات اس پر ظاہر ہو جو ہدایہ کی شرح تصنیف ابن الہمام کو دیکھے کیونکہ اس نے حمایت مذہب امام ابوحنیفہؒ کو مدھونچا دی ہے ساتھ مدد کرنے اس کی ان احادیث سے جو کتب صحاح اور سنن اور مسندوں اور مجموعوں

میں ثابت ہیں اور وقت نکالنے سندوں احادیث ہدایہ کے امام ابن الہمامؒ کو بہت جگہ وہ لفظ حدیث کا نہیں ملا جو صاحب ہدایہؒ لایا ہے اور بعض جگہ کچھ بھی پتہ نہیں ملا اوس حدیث کا جس کو صاحب ہدایہ لایا ہے۔ تمام ہوا جو تنبیہ الوستان میں ہے)

پس قابل ترجیح ہدایہ کا بنظر اول کے اوپر احادیث بخاری یا مسلم کی مبتدع ہے اور مخالف اجماع امت کا اور قابل ترجیح ہدایہ کا بنظر قسم دوم کے اور بھی بڑھ کر بدعتی اور فاسق ہے اور قابل ترجیح اوس کی کا بنظر قسم سوم کے مشرک ہے اور دین سے خارج۔  
-نعوذ باللہ من ذلك

## بخاری و مسلم کی ترجیح و تقدیم

ثبوت دعوی اول کا یہ ہے کہ باجماع امت محمدیہ ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث بخاری اور مسلم کی مقدم اور مرتجح ہیں صحت میں اور قوت عمل میں ساتھ اون کے غیر پر۔

قال الامام الاجل ابو عمرو بن الصلاح في كتاب معرفة انواع علوم الحديث اول من صنف الصحيح البخاري ابو عبد الله محمد بن اسماعيل الجعفي مؤلفه وتلاه ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيشاپوري القشيري من انفسهم ومع انه اخذ عن البخاري واستفاد منه يشاركة في كثير من شيوخه وكتابهما اصح الكتب بعد كتاب الله العزيز واما رويناه عن الشافعي انه قال ما اعلم في الارض كتاباً اكثر صواباً من كتاب مالك ومنهم من رواه بغير هذا اللفظ فانما قال قبل وجود كتابي البخاري ومسلم. ثم ان كتاب البخاري اصح الكتابين صحيحاً واكثر قوايد واما ما رويناه عن ابي علي النيشاپوري استاذ الحاكم ابي عبد الله

الحافظ من انه قال ما تحت اديم السماء كتاب اصح من كتاب مسلم بن الحجاج فهذا و قول من فضل من شيوخ المغرب كتاب مسلم على كتاب البخارى ان كان المراد به ان كتاب مسلم يترجح با نه لم يمازجه غير الصحيح فانه ليس فيه بعد خطبته الا الحديث الصحيح مشروداً غير ممزوج بمثل ما فى كتاب البخارى فى تراجم ابوابه من الاشياء التى لم يسندها على الوصف المشروط فى الصحيح فهذا لا بأس به و ليس يلزم منه ان كتاب مسلم ارجح فيما يرجع الى نفس الصحيح على كتاب البخارى و ان كان المراد به ان كتاب مسلم اصح صحيحاً فهذا مردود على من يقوله الى ان قال بعد عدد الاقسام السبعة للصحاح هذه امهات اقسامه و اعلاه الاوّل و هو الذى يقول فيه اهل الحديث كثيراً صحيح متفق عليه يطلقون ذلك و يعنون به اتفاق البخارى و مسلم لا اتفاق الامة لكن اتفاق الامة عليه لازم من ذلك و حاصل معه لاتفاق الامة على تلقى ما اتفقا عليه با لقبول - انتهى مختصراً

(ترجمہ - کہا امام بزرگ ابو عمرو بن صلاح نے بیچ کتاب معرفۃ انواع علوم الحدیث کے کہ پہلے جس نے کتاب صحیح تصنیف کی بخاری تھا اور اس کے پیچھے لگا مسلم اور وہ باوجودیکہ بخاری سے سیکھتا اور فائدہ اٹھاتا تھا بخاری کے استادوں سے بھی روایت رکھتا ہے اور ان کی دونوں کتابیں صحیح تر ہیں سب کتابوں سے بعد قرآن کے اور جو شافعی سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ موطا امام مالک سے بہتر کتاب روئے زمین پر نہیں جانتا ہوں، سو یہ کہنا ان کا پہلے وجود کتاب بخاری و مسلم سے تھا یعنی جب تک یہ کتابیں جمع نہ ہوئی تھیں تو موطا بہتر تھی پھر جس وقت تصنیف ہوئیں یہ کتابیں تو موطا کی بہتری ان کے سامنے پست ہوگئی۔ پھر ان دونوں میں بخاری کی کتاب بہتر صحیح اور فائدہ مند ہے اور جو ہم کو ابوعلیٰ نیشاپوری استاد حاکم سے روایت پہنچی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ صحیح مسلم سے صحیح ترکتاب زیر آسمان کوئی نہیں سو یہ کہنا ان

کا اور مغربی لوگوں کا جو مسلم کو ترجیح دیتے ہیں اگر اس غرض سے ہو کہ مسلم کی کتاب کو اس سبب سے ترجیح ہے کہ اس میں بجز احادیث متصل الاسناد کے اور کی ملونی نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں تراجم ابواب میں بے سند حدیثوں کی ملونی ہے تو کہنا ان کا بجا ہے کچھ برا نہیں لیکن اس سے صحیح مسلم کی ترجیح نفس احادیث کی جہت سے ثابت نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہنا ان کا اس مراد سے ہو کہ کتاب مسلم کی نفس صحت میں بڑھ کر ہے تو یہ کہنا ان کا مردود ہے یہاں کہ کہا امام ابن الصلاح نے بعد شمار کرنے ساتوں قسم صحاح کے یہ ہیں اصل اقسام صحاح کی ان میں بلند تر اور قسم اول وہ ہے جس کو اہل حدیث صحیح متفق علیہ بولا کرتے ہیں، یہ کہہ کر مراد رکھتے ہیں اتفاق بخاری اور مسلم کا۔ نہ اتفاق تمام امت کا، لیکن اس سے اتفاق تمام امت کا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ تمام امت نے ان کی کتابوں کو قبول کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ تمام ہوا کلام ابن الصلاح کا مختصراً

وقال شيخ الاسلام ابن حجر الحافظ في شرح نخبة الفكر يلتحق بهذا التفصيل ما اتفق الشيخان على تخريجه بالنسبة الى ما انفرد به احدهما وما انفرد به البخاري بالنسبة الى ما انفرد به مسلم لا تفاق العلماء على تلقي كتابيهما بالقبول و اختلاف بعضهم في ايهما ارجح فما اتفقا عليه ارجح من هذه الحيثية وقد صرح الجمهور بتقدّم صحيح البخاري و لم يوجد عن احد التصريح بنقيضه و اما ما نقل عن ابي علي النيشا پوری انه قال ما تحت اد يم السماء اصح من كتاب مسلم فلم يصرح بكونه اصح من صحيح البخاري لانه نفى وجود كتاب اصح من كتاب مسلم اذ المنفى انما هو بصيغة افعال من زيادة الصحة و لم ينف المسوات و كذا ما نقل عن بعض المغاربة انه فضل صحيح مسلم على صحيح البخاري فذلك فيما يرجع الى حسن السياق و جودة الوضع و الترتيب و لم يفصح احد منهم بان ذلك راجع الى الاصحى الى آخر ما قال

(ترجمہ: اور کہا اسلام کے بزرگ حدیث کے حافظ ابن حجر نے شرح نخبة الفكر میں کہ لائق ہے

تفصیل سابق سے یہ کہ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کو ترجیح ہے اس پر جو ایک ہی روایت ہے اور ان کی اکیلی اکیلی روایتوں میں بخاری اکیلی کی روایت کو ترجیح ہے اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے ان کی کتابوں کے قبول کرنے پر اور اختلاف بعضوں کا اس میں ہے کہ ان دونوں میں کون مرعج ہے پس جس پر دونوں کا اتفاق ہو وہ تو اس اتفاق سے مرعج ہوئے اور صحیح بخاری کی مسلم سے ترجیح اور تقدیم اکثر علماء نے بیان کی ہے اور اس کا اختلاف کسی ایک بھی ثابت نہیں اور جو ابوعلی نیشاپوری سے منقول ہے کہ کہا اس نے کہ زیر آسمان مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں سوا اس میں یہ بیان نہیں کہ مسلم بخاری سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس نے اس کتاب کا نہ ہونا بیان کیا ہے جو مسلم سے زیادہ صحیح ہو اور اس میں مسلم کے برابر صحیح کی نفی نہیں ہوئی ایسا ہی جو بعض مغربیوں سے منقول ہے کہ اس نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے بہتر کہا ہے سو یہ بہتر کہنا اس کا راجع ہے طرف خوبی سیاق اور پختگی ترتیب اور وضع احادیث کے اور کسی نے بیان نہیں کیا کہ یہ بہتر کہنا راجع ہے طرف صحت کی یعنی بہتر کہنا اس کا بنظر وضع و ترتیب مسلم کے ہے نہ اس نظر سے کہ مسلم کو صحت میں ترجیح ہے)

و قال الامام النووی فی مقدمۃ شرح صحیح مسلم اتفق العلماء علی ان اصح الكتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری و مسلم و تلقتهما الامۃ بالقبول و کتاب البخاری اصحهما صحیحاً و اکثرهما فوائد و معارف ظاہرۃ و غامضۃ و قد صح ان مسلماً کان ممن یستفید من البخاری و یعترف بانہ لیس له نظیر فی علم الحدیث و هذا الذی ذکرنا من ترجیح کتاب البخاری هو المذهب المختار الذی قاله الجماہیر و اهل الاتقان و الحذق و الغوص علی اسرار الحدیث و قال ابو علی الحسین بن علی النیشاپوری الحافظ شیخ الحاکم ابی عبد اللہ بن البیہ کتاب مسلم اصح و وافقه بعض الشیوخ المغرب و الصحیح الاول -

(ترجمہ: اور کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں کہ متفق ہیں علماء اس بات پر کہ صحیح بخاری کتابوں سے بعد قرآن کے صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں تمام امت محمدیہ نے ان کو قبول کر لیا ہے



اور کتاب بخاری کی دونوں میں سے زیادہ صحیح اور اور فائدہ مند ہے اور صحیح ہو چکی ہے یہ بات کہ مسلمؒ فائدہ اٹھاتا تھا بخاریؒ سے اور اقرار کرتا تھا کہ بخاری بے نظیر ہے علم حدیث میں۔ یہ جو ہم نے بخاری کو غالب ٹھہرایا ہے یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور صاحبان مضبوطی اور مہارت کا اور غوطہ مارنے والوں کا دریائے اسرار حدیث میں اور کہا ابوعلیٰ نیشاپوری حاکم کے استاذ نے کہ کتاب مسلم کی زیادہ صحیح ہے اور اس کے موافق ہوئے بعض مشائخ مغرب کے لیکن صحیح وہی بات ہے جو پہلے کہی گئی یعنی صحیح تر ہونا کتاب بخاری کا۔

و قال شیخ الاسلام الحافظ ذہبی فی تاریخ الاسلام اما جامع البخاری الصحیح فا جل کتب الاسلام و افضلها بعد کتاب اللہ و هو اعلیٰ فی وقتنا هذا یعنی سنة ثالث عشر بعد سبع مائة و من ثلاثین سنة یفرحون العلماء بعلو سماعه فکیف الیوم فلور حل شخص لسماعه من الف فرسخ لما ضاعت رحلته

(ترجمہ: اور کہا شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں کہ کتاب جامع صحیح بخاری بزرگ تر ہے کتب اسلام سے اور بہتر ہے تمام سے بعد قرآن کے اور وہ بلند تر ہے ہمارے زمانہ میں یعنی ۱۳ھ میں اور تیس سال سے علماء خوش ہوتے ہیں اس کے سماع عالی رتبہ سے پس اگر کوئی شخص اسکے سننے کے واسطے تین ہزار کوس سفر کرے تو اسکا سفر رائیگان نہ ہوگا)

و قال القسطلانی فی شرح البخاری و اماتنا لیفہ یعنی البخاری فانها سارت مسیر الشمس و دارت فی الدنیا فما جحد فضلها الا الذی یتخبطہ الشیطان من المس و اجلها و اعظمها جامع الصحیح

(ترجمہ: اور کہا قسطلانی نے شرح بخاری میں کہ تصنیفات بخاری کی پھر رہی ہیں جہاں کہیں کہ سورج پھرتا ہے اور دنیا بھر میں دورہ کر رہی ہیں یعنی تمام جہان میں لوگ اس کو دستور العمل جان کر لئے پھرتے ہیں اور مشہور کرتی ہیں پس اس کی بزرگی کا منکر نہ ہوگا مگر وہی جسکو شیطان نے دیوانہ کر رکھا ہے ہاتھ لگا کر اور بڑی بزرگ سب تصانیف سے اس کی جامع صحیح ہے۔)

و قال الشیخ الحافظ ابن کثیر فی البدایة و النہایة و کتابہ

الصحيح يستسقى بقر أته الغمام و اجمع على قبوله و صحه ما فيه اهل الا سلام . (ترجمہ: اور کہا شیخ حافظ ابن کثیر نے تاریخ بدایہ و نہایہ میں کہ کتاب بخاری کی جامع صحیح اس کے پڑھنے کی برکت سے مینہ مانگا جاتا ہے اور اس کے مقبول ہونے اور صحیح ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہو گیا ہے)

## احادیث صحیحین کا قطعی ہونا

و قال مولانا شاہ ولی اللہ فی حجة الله البالغہ اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیہما من التصل المر فوع صحیح با لقطع و انہما متوا تران الی مصنفیہما و انه کل من یهو ن امر ہما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین و ان شئت الحق الصراح فقسہ بکتا ب ابن ابی شیبہ و کتا الطحاوی و مسند الخوارزمی و غیر ہما لتجد بینہما و بینہما بعد المشرقیین

(ترجمہ: اور کہا مولانا شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہ صحیح بخاری و مسلم جو ہیں ان میں جو حدیث متصل مرفوع ہے صحیح ہے یقیناً با اتفاق محدثین کے اور سند متواتر سے مصنفوں تک پہنچی ہے اور جو کوئی ان کو خفیف اور ہلا جانے و بالاتفاق چلنے والا ہے وہ راہ جو مومنوں کی نہیں اگر تو حق صریح ڈھونڈے تو ان کو کتاب ابن ابی شیبہ اور کتاب طحاوی اور مسند خوارزمی سے مقابلہ کر کے دیکھ تو تجھ کو ان میں اون میں دو مشرقیوں کی دوری معلوم ہو۔)

ف: ابن ابی شیبہ بخاری و مسلم کا استاذ ہے اور اس کی کتاب کا نام مصنف ہے اور طحاوی حنفی کا مذہب کہ ایک فقیہ ہے اس کی کتاب شرح معانی الآثار اور مسند خوارزمی ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی کی تالیف ہے اور اسے مسند امام اعظم بھی بولتے ہیں کیونکہ اس میں خوارزمی نے مرویات امام اعظم کو بزعم خود جمع کیا ہے اور بہت جگہ خطا کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو جلالت شان صحیحین کی دریافت کرنی منظور ہو تو ان کتابوں سے مقابلہ کر کے دیکھے تو معلوم ہو کہ یہ کہاں اور وہ کہاں۔

و قال السيد جمال الدين صاحب روضة الاحباب في رسالته في اصول الحديث اول من صنّف في الصحيح المجرد الا ما م البخارى ثم مسلم وكتا باهما اصح الكتب بعد كتاب الله العزيز الى ان قال و اعلى اقسام الصحيح ما اتفقا عليه ثم انفرد به البخارى ثم انفرد به مسلم - الى آخر ما قال (ترجمہ: اور کہا سید جمال الدین نے جو مصنف روضۃ الاحباب کے ہیں اپنے رسالہ اصول حدیث میں کہ پہلے جس نے فقط صحیح یعنی بے ملوئی حسن و ضعیف کی تصنیف کی ہے امام بخاریؒ ہے پھر امام مسلمؒ اور ان کی کتابیں سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں ماسوائے قرآن کے یہاں تک کہ کہا سید جمال الدینؒ نے کہ بلند ترین اقسام صحیح وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو پھر وہ جو اکیلے بخاری کی روایت ہو پھر وہ جو اکیلے مسلم کی روایت ہو۔ الخ)

و قال الشيخ العلامة الحبر الفهامة محمد المقلب بالمعين السند هي في الدراسات وكونهما اصح كتاب في الصحيح المجرد تحت اديم السماء و انهما اصح الكتب بعد القرآن العزيز باجماع من عليه التعويل في هذا العلم الشريف قاطبة في كل عصر و اجماع كل فقيه مخالف و موافق على ما لا يوجد مثل ذلك الا جماع على فضل ابي حنيفة على الفقهاء الثلاثة من المعاند و المخالف مع دعوى ذلك من اكثر اهل المذهب (ترجمہ: اور کہا شیخ علامہ بہت دانش مند و فہمیدہ نے جن کا نام محمد اور لقب معین سندھی ہے کتاب دراست میں کہ بخاری و مسلم کا سب کتب صحیحہ محض سے جو زیر آسان ہیں زیادہ صحیح ہونا اور ان کا قرآن کے بعد درجہ صحت میں پہنچنا اجماع سے ہر زمانہ کے محدثین اور فقہاء کے مخالف ہو خواہ موافق ثابت ہے ایسا اجماع کہ یا نہیں گیا و ایسا اجماع ابوحنیفہؒ کی بزرگی پر بہ نسبت باقی تینوں اماموں کے حالانکہ اس بزرگی کا اکثر اہل مذہب حنفی نے دعویٰ بھی کیا ہے)

ایسا ہی اور صد ہا علمائے حنفیہ اور شافعیہ اور محدثین وغیرہم اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ حدیث بخاری اور مسلم کی مقدم اور مرتجح ہے غیر پر باجماع مسلمین کے۔

پھر بعضے اہل تحقیق اتباع آئمہ اربعہ سے اور اکثر اشعری اور عامہ اہل حدیث اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ حدیث مسلم و بخاری سے علم نظری یقینی حاصل ہوتا ہے۔ پس بنا بر اس مذہب کے منکر حدیث شیخین کا کافر ہوگا اور بعضے جو کہتے ہیں کہ علم یقینی ان کی حدیث سے حاصل نہیں ہوتا ان کے نزدیک اگرچہ منکر ان کی حدیث کا کافر نہ ہوگا لیکن فاسق اور تارک واجب ضرور ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک و خوب عمل میں ساتھ حدیث شیخین کے اور اوصیہ اور ارحسیہ میں اس کی کچھ تردد و کلام نہیں۔

قال الامام ابو عمرو بن الصلاح في علوم الحديث و هذا القسم يعنى المتفق عليه مقطوع بصحته و العلم اليقيني النظرى واقع به خلافاً لقول من نفى ذلك محتجاً بان لا يفيد الا الظن و انما تلتقته الامة با لقبول لانه يجب عليه العمل بالظن و الظن قد يخطىء و قد كنت اميل الى هذا و احسبه قوياً ثم بان لى ان المذهب الذى اخترناه اولاً هو الصحيح لانّ ظنّ من هو معصوم من الخطاء لا يخطىء و الامة فى اجماها معصومة من الخطاء و لهذا كان الاجماع المبنى على الالاجتهاد حجة مقطوعاً بها و اكثر الجماعات العلماء كذلك و هذه نكتة نفيسة نافعة و من فوائد القول بانّ ما انفرد به البخارى او مسلم مندرج فى قبيل ما يقطع به لتلقى الامة كل واحد من كتابيهما با لقبول سوى احرافٍ يسيرة تكلم عليها النقاد من الحفاظ كالدارقطنى وغيره و هى معروفة عند اهل هذا الشأن . انتهى كلام ابن الصلاح

(ترجمہ: کہا امام ابو عمرو بن الصلاح نے کتاب علوم الحدیث میں اور یہ قسم یعنی جس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہو یقینی صحیح ہے اور علم یقینی جو دلیل سے حاصل ہوا کرتا ہے اس قسم سے حاصل ہے بخلاف اوس شخص کے جو کہتا ہے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ ظنی حاصل ہوتا اور قبول کرنا امت کا اس قسم کو اسی جہت سے ہے کہ عمل کرنا ساتھ ظنی بات کے واجب ہوتا ہے اور ظن میں خطا کا بھی احتمال ہے اور میں بھی اس مذہب مخالف کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کو اچھا جاننے

لگا تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ مذہب صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے اختیار کیا تھا یعنی حدیث متفق علیہ کو مفید علم یقینی جانا اس لئے کہ ظن معصوم میں خطا کا احتمال نہیں اور امت اپنے اجماع میں خطا سے معصوم ہوا کرتی ہے، اسی واسطے جو اجماع بنی اجتہاد پر ہوتا ہے دلیل قطعی شمار کیا جاتا ہے اور اکثر اجماع علماء کے ایسے ہوتے ہیں سو یہ ایک بڑا نفیس نکتہ ہے اس سے یہ بات بھی نکل آئی کہ جو اکیلے بخاری کی روایت ہو یا اکیلے مسلم کی وہ بھی قسم مفید علم یقینی میں داخل ہے کیونکہ امت نے دونوں کتابوں کو قبول کر لیا ہے، سوائے تھوڑے حرفوں کے جن پر دارقطنی وغیرہ پر کھنے والوں نے کلام کیا ہے اور وہ حروف مشہور ہیں اس فن والوں میں )

و قال البلقینی قد نقل بعض الحفاظ المتأخرین مثل قول ابن الصلاح عن جماعة من الشافعية كما بی اسحاق الشافعی و ابی حامد الاسفرائی و القا ضی ابی الطیب و الشیخ ابی اسحاق الشیرازی و عن السرخسی من الحنفیة و القا ضی عبد الوهاب من المالکیة و ابی یعلی و ابی الخطاب و ابن الزاغونی من الحنابلة و ابن فورک و اکثر اهل العلم من الاشعریة و اهل الحدیث قاطبة و مذہب السلف عامة انتهى علی ما نقله السيوطی فی التدریب -

(ترجمہ: اور کہا بلقینی نے بیشک نقل کیا ہے بعض حدیث کے حافظوں نے مثل قول امام ابن الصلاح کے ایک جماعت شافعیہ سے جیسے ابواسحاق شافعی ہوئے اور ابو حامد اسفرائی اور قاضی ابوطیب اور شیخ ابواسحاق شیرازی اور نقل کیا ہے امام سرخسی سے حنفیہ میں سے اور قاضی عبد الوہاب سے مالکیوں میں سے اور ابویعلیٰ اور ابن الزاغونی سے حنبلیوں سے اور ابن فورک اور اکثر اہل علم سے اشعریہ میں سے اور سب کے سب اہل حدیث سے اور یہی نقل کیا مذہب تمام سلف کا۔ تمام ہوا کلام بلقینی کا جیسے سیوطی نے تدریب میں نقل کیا ہے)

و قال النووی فی مقدمۃ شرح مسلم بعد ایراد کلام ابن الصلاح متعقباً و معترضاً علیہ و هذا الذی ذکرہ الشیخ فی هذه المواضع خلاف ما قاله الحققن و الا کثرون فانهم قالوا احادیث الصحیحین التي لیست بمتواترة انما تفید

الظن فانها آحاد و الاحاد انما تفيد الظن على ما تقرر و لا فرق بين البخارى و مسلم و غيرهما فى ذلك و تلقى الامة بالقبول انما افاد و جوب العمل بما فيهما و هذا صحّت اسانيدها و تفيد الا الظن فكذا الصحيحان و انما يفترق الصحيحان و غيرهما من الكتب فى كون ما فيهما صحيحاً لايحتاج الى النظر فيه بل يجب العمل به مطلقاً و ما كان فى غيرهما لا يعمل به حتى ينظر و يوجد فيه شروط الصحيح و لا يلزم من اجماع الامة على العمل بما فيهما اجماعهم على انه مقطوع بانه من كلام النبى ﷺ و قد اشتد انكار امام ابن برهان على من قال بما قاله الشيخ انتهى كلام النووى قال السيوطى فى التدريب قال شيخ الاسلام ما قاله النووى مسلم من جهة الاكثرين فاما المحققون فلا فقد وافق ابن الصلاح ايضاً محققون -

ترجمہ: اور کہا نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں بعد نقل کرنے کلام ابن الصلاح کے اس پر اعتراض کی نظر سے کہ یہ جو شیخ ابن صلاح نے ذکر کیا ہے سو خلاف ہے قول محققین کے اور اکثر علماء کے اس لئے کہ انہوں نے حدیث شیخین کو جو متواتر نہ ہو مفید ظن بتلایا ہے کیونکہ وہ خبر واحد ہوتی ہے اور خبر واحد بجز ظن فائدہ نہیں دیتی اور اس مفید ظن ہونے میں بخاری و مسلم اور ان کے سوائے سب برابر ہیں رہا یہ فرق کہ ان کو علماء نے قبول کر لیا ہے سو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان پر عمل واجب ہے بالاتفاق اور بجز ان کے اوروں کی حدیثوں پر جو غیر متواتر ہیں عمل کرنا تب واجب ہوتا جب ان کی صحت ثبوت کو پہنچ لے۔ الحاصل یہ دونوں مفید ظن ہی ہیں اور فرق ان میں یہی ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث کی صحت ثابت ہو چکی ہے اس میں کچھ بحث و تامل کی ضرورت نہیں ہے اور بہر حال اس پر عمل واجب ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور بجز ان کے اوروں کی حدیث واجب العمل نہیں جب تک کہ اس کی صحت ثابت نہ ہو لے اور اس میں بحث و نظر کر کے صحت کو نہ دیکھ لیا جاوے اور اس اجماع سے جو بخاری و مسلم کے واجب العمل ہونے پر منعقد ہو چکا ہے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اور بلاشبہ سخت انکار کیا ہے امام ابن برهان نے

اس پر جو شیخ ابن صلاح کی طرح کہے۔ تمنا ہوا کلام نوویؒ کا کہا امام سیوطیؒ نے تدریب میں کہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جو نوویؒ نے ابن الصلاحؒ پر اعتراض کیا ہے کہ قول اس کا اکثر علماء کے خلاف ہے سو ٹھیک ہے لیکن یہ جو کہا ہے کہ یہ قول محققین کے بھی خلاف ہے سو غلط ہے کیونکہ محققین ابن صلاح کے ساتھ بھی ہیں یعنی ابواسحاق شافعی اور ابو حامد اسفرائی اور قاضی ابوالطیبؒ اور شیخ ابواسحاق شیرازی اور سرخسی حنفی اور قاضی عبدالوہاب مالکی اور ابویعلیٰ اور ابوالخطاب اور ابن الرانغانی حنبلی اور ابن فورک اور اکثر اہل علم اشعریہ اور اہل حدیث سب کے سب اور سلف صالحین تمام)

وقال الحافظ الامام ابن حجر في شرح نخبه الفكر الخبر المحتق بالقرائن يفيد العلم خلافاً لمن ابى ذلك وقال وهو انواع منها ما اخرج الشيخان في صحيحهما مما لم يبلغ التواتر فانه احتق به قرائن منها جلا لتهما في هذا الشأن فقد مهما في تمييز الصحيح على غيرهما وتلقى العلماء لكتابيهما با لقبول وهذا التلقى وحده اقوى في افادة العلم من مجرد كثرة الطرق القاصرة عن التواتر الا انة هذا مختص بمالم ينقده احد من الحفاظ وبمالم يقع به التجاذب بين مدلوليهما من غير ترجيح وما عدا ذلك فالجماع حاصل على تسليم صحته قال وما قيل انهم اتفقوا على وجوب العمل به لا على صحته فممنوع لانهم اتفقوا على وجوب العمل بكل ما صح ولو لم يختره فلم يبق للصحيحين مزية فيما يرجع الى نفس الصحة انتهى قال السيوطي قال ابن كثير وانا مع ابن الصلاح فيما عول عليه قلت وهذا الذي اختاره ولا اعتقد سواه. انتهى كلام السيوطي (ترجمہ: اور کہا حافظ امام سیوطیؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں کہ حدیث گھری ہوئی نشانیوں صحت سے مفید یقین ہوتی ہے بخلاف قول اوس شخص کے جو اس کا منکر ہے اور کہا کہ وہ کئی قسم ہے ایک ان میں سے وہ حدیث ہے جس کو شیخین بخاری و مسلم روایت کریں اور وہ تو اتر

کو نہ پہنچی ہو اس کو کئی نشانیاں صحت کی لگ رہی ہیں جلالتِ شیخین کی اور ان کا مقدم ہونا حدیث صحیح کی تیز و پہچان میں اور تمام علماء کا قبول کر لینا ان کی کتابوں کو اور یہ قبول کر لینا ان کا اکیلا ہی قوی نشانی ہے واسطے مفید ہونے اس کی حدیث کے یقین کو اور بڑی مفید ہے بہ نسبت اس کثرتِ سندوں کے جو تو اتر کو نہ پہنچی لیکن یہ حکم قطعیت و یقین کا خاص ہے اب حدیثوں سے جن کو کسی حافظ نے پرکھا نہیں ہے اور ان سے جن میں باہم تعارض نہیں اور سوائے اس کے باقی حدیثوں کی تسلیم صحت پر اجماع ہو چکا ہے کہا امام ابن حجرؒ نے کہ یہ جو کسی نے کہا ہے کہ علماء کا اجماع اس پر ہے کہ ان کی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے نہ اسپر کہ ان کی صحت مسلم ہے سو یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ عمل تو ہر حدیث پر واجب ہے خواہ اس کو شیخین نے روایت نہ کیا ہو۔ پس خاص ان کی حدیث کو صحت کی راہ سے کیا فوجیت رہی۔ تمام ہوا کلام ابن حجرؒ کا کہا سیوطیؒ نے کہ فرمایا ابن کثیرؒ نے کہ میں تابع ہوں ابن الصلاحؒ کی اس بات میں جو انہوں نے کہی ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے میں کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کو اختیار کرتا ہوں اور یہی اعتقاد رکھتا ہوں تمام ہوا کلام سیوطیؒ کا۔

پھر ان دونوں مذہبوں میں بعضے محققین نے تطبیق بھی دی ہے چنانچہ دراسات میں مفصل و مدلل مذکور ہے اور بعض نے مذہب ابن صلاح کو ترجیح دی چنانچہ ابن کثیرؒ اور امام سیوطیؒ سے عبارات متذکرہ بالا میں مدلل مذکور ہے اور ہم کو اس مقام میں اس کی تفصیل اور احاد الطرفین کی تائید منظور نہیں بلکہ غرض ہماری اتنی ہی ہے کہ رتبہ صحیحین کا اس قدر بلند ہے کہ کئی محققین ان کی احادیث کو مفید علم یقینی نظری کہتے ہیں اور بعضے اگرچہ مفید علم ظنی کہتے ہیں لیکن وہ بھی مرجح اور واجب العمل ہونے میں ان کی احادیث کی کچھ چون و چرا نہیں کرتے۔

## بجواب مطاعن صحیحین

اب ایک اور بات واجب التنبیہ کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جو کلام میں ابن صلاحؒ کی گزرا ہے کہ سوی احرف یسیرۃ تکلم علیہا بعض اهل النقد من الحفاظ كالدار قطنی و غیرہ ، اور کلام میں شارح نخبۃ کی نیز گزرا ہے کہ



الَّا اَنَّ هَذَا مَخْتَصٌّ بِمَا لَمْ يَنْقَدْهُ أَحَدٌ مِنَ الْحَفَازِ، يَهْمُشْنِي هُوَ حَكْمُ قَطْعِيَّتِهِ مِنْ  
 أَوْ مَعْنَى اسِّ كَيْ يَهِيَ كَيْ سَبَّ أَحَادِيثَ صَحِيحِينَ كِي قَطْعِي الصَّحِيحَةِ هِيَ سَوَاءٌ اِنْ چَند  
 أَحَادِيثَ كَيْ جَنِّ مِثْلِ دَارِ قَطْنِيٍّ وَغَيْرِهِ نَهِيَ كَلَامَ كَيْ يَهِيَ عِنِي وَهُوَ قَطْعِي الصَّحِيحَةِ نَهِيَ نَهِيَ كَيْ مَهْمُشْنِي  
 هِيَ حَكْمُ صَحِيحِيَّةِ أَوْ رَجِيَّةِ أَوْ رَوَاجِبِ الْعَمَلِ هُونِي سِي أَحَادِيثَ صَحِيحِينَ كَيْ چِنَا نَجْهَ شَاهِدِ  
 هِيَ اسِّ پَرِ الْفَاظِ مَهْمُشْنِي مَنْه كَيْ اِنْ دُونِ اَمَامُوں كِي كَلَامِ مِثْلِ اِمَامِ ابْنِ الصَّلَاحِ كَيْ يَهِيَ  
 الْفَاظُ:

مَا اِنْفَرَدَ بِهِ الْبَخَارِيُّ اَوْ مُسْلِمٌ مَنْدَرَجٌ فِي قَبِيلِ مَا يَقْطَعُ بِهِ  
 سَوِي اَحْرَفٍ يَسِيرَةٍ اِي فَهِي لَا تَنْدَرَجُ فِيْمَا يَقْطَعُ

اَوْ رَاحِظُ ابْنِ حَجْرٍ عَسْقَلَانِي كَيْ يَهِيَ الْفَاظُ:

وَ هَذَا التَّلْقِيُّ وَ حُدُودُ اَقْوَى فِي اِفَادَةِ الْعِلْمِ اَلَّا اَنَّ هَذَا مَخْتَصٌّ  
 بِمَا لَمْ يَنْقَدْ أَحَدٌ اِي فَهُوَ لَا يَشْمَلُ الْقَدْرَ الْمَنْقَدَ مِنْهُمَا لِعَدَمِ  
 وَجُودِ التَّلْقِيِّ لَهُ

اِي سَاهِي ثَابِتِ كَيْ هِيَ اِمَامُ سَيُوْتِيٍّ اَوْ رَاحِظِ دَرَّاسَاتِ نِي۔ قَالَ صَاحِبُ

الدَّرَّاسَاتِ:

ثُمَّ مِمَّا يَهْمُ اِنْ يَعْرِفُ اَنَّ مَا اِنْتَقَدَ عَلَيْهِمَا اِنَّمَا اسْتَثْنِي عَمَّا حَكَمَهُ  
 الْمَقْطُوعُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ شَارِحُ النُّخْبَةِ وَ صَرَّحَ اَيْضاً الشَّيْخُ ابْنُ  
 الصَّلَاحِ قَالَ السِّيُوْتِيُّ اسْتَثْنِي ابْنَ الصَّلَاحِ مِنَ الْمَقْطُوعِ  
 بِصِحَّتِهِ مَا تَكَلَّمَ فِيهِ مِنْ أَحَادِيثِهِمَا فَقَالَ سَوِي اَحْرَفٍ  
 يَسِيرَةٍ تَكَلَّمَ عَلَيْهَا بَعْضُ اَهْلِ النُّقْدِ مِنَ الْحَفَازِ كَالدَّارِقُطْنِيِّ وَ  
 غَيْرِهِ فَانَّ جَمِيْعَ مَا اَخْرَجَاهُ مَقْطُوعِ الصَّحِيحَةِ كَالْمَتَوَاتِرِ اَلَّا اَنَّ  
 الْقَطْعَ فِيهِ نَظَرِيٌّ كَمَا مَرَّ مِنَ الْمَقْدَمَاتِ الْقَطْعِيَّةِ وَ فِي الْمَتَوَاتِرِ  
 ضَرُورِيٌّ فَمَا لَمْ يَنْتَهِضْ عَلَيْهِ تِلْكَ الْمَقْدَمَاتِ مِمَّا لَمْ يَجْتَمِعْ عَلَيْهِ  
 الْاِمَامَةُ وَ شَدَّ مِنْهُ بَعْضُ الْحَفَازِ لَمْ يَكُنْ قَطْعِي الصَّحِيحَةِ فَيَنْزُولِ  
 مِنْهُ حَكْمُ الْقَطْعِيَّةِ مِنْ عَدَمِ حَنْثِ الْخَالِفِ وَ تَكْفِيرِ الْجَاْمِدِ وَ مَا

يشبه ذلك لا كون ما انتقد عليه صحيحاً يجب به العمل من غير وقفة ونظرٍ الى ان قال فجميع ما فى الكتا بين يجب العمل به من غير وقفة ونظرٍ اذ المنتقد منهما لم ينزل عن اعلى درجات الصحة وهى درجة ما اخرج الشيخان فان كون اخرجهما فى تلك الدرجة انما لما يرجع الى سلطنتهما فى الصنعة واما متهما فى الفن وتقدمهما فى تمييز الصحيح على غيرهما و عرفان العلل جلّها و دقها فهما اما ما ن فرّ الجرح والتعديل ومعرفة الاسباب الخفية التى لم يبلغ الى عشرٍ عشيرهما من انتقد عليهما فهذا الصحّ لما اتفقا على اخراجه مسببة كما لهما فى علم الحديث من غير رجوع الى امرٍ غريبٍ عن ذلك الكمال كتلقى الامة وغيره من القرائن الخارجة من اعتبار مجرد علمهما وهذا القدر وهو الاتفاق على الاخراج يوجد فى المنتقد منهما فثبت انه فى اعلى درجات الصحة، وفوق ما هو على شريطتهما ولم يخرجاه فلا ريبه فى وجوب العمل بالمنتقد منهما من غير وقفة الى ما يندفع به ذلك الانتقاد بمجرد اخرجهما فكيف اذا نظر فيما اجابوا عن ذلك بما جعلوه هباءً منثوراً حتى حكم المتقنون حكماً كلياً على ما نقل السيوطى عن النووى فى شرح البخارى ان كلّ ما ضعّف من احاديثهما فهو مبنى على علل ليست بقادحة و حكموا حكماً كلياً ان كلّ ما فيهما من الانقطاع والتدليس فى الظاهر فليس ذلك به فى الحقيقة هذا مما عقدوا عليه الا نامل مجملًا وقد صرّف فى تفصيل الردّ والواجب عن حديثٍ حديثٍ اجزاء على حيازة قال السيوطى وقد ألف الرشيد العطاء كتاباً فى الردّ والجواب حديثاً حديثاً وقال العراقى قد افردت كتاباً لما تكلم فيه من

احادیث الصحیحین او احدهما مع الجواب عنه و قد سؤد شیخ الاسلام ما فی البخاری من الاحادیث المتکلم فیها فی مقدمة شرحه و اجاب عنها حدیثاً حدیثاً ثم قال السیوطی و یحمل ههنا یعنی فی التدریب بجواب شامل لا یختص بحدیث دون حدیث ثم ساقه بما حاصلها ذلک الاجمال المتقدم من تقد مهمما فی هذا الشان علی اجلة المشائخ حتی علی من اخذا عنه کابن المدینی و عنه اخذ البخاری و مع ذلک فکان ابن المدینی اذا بلغه من البخاری شیء یقول ما رآی مثل نفسه و کان محمد بن یحی الزهلی اعلم اهل عصره یعلل حدیث الزهری و قد استفاد ذلک من الشیخین جمیعاً و قال مسلم عرضت کتابی علی ابی زرعہ الرازی فما اشار ان له علّة ترکته قال ای السیوطی فاذا عرف ذلک و تقرّر انهما لا یخرجان من الحدیث الا ما لا علّة له او له علّة غیر مؤثّرة عندهما فبتقدیر توجیه کلام من انتقد علیهما یكون قوله معارضاً لتصحیحهما و لا ریب فی تقدیمهما فی ذلک علی غیرهما فتندفع الاعتراض من حیث الجملة و قلّه یعنی السیوطی فبتقدیر توجیهه الخ ، اشاره الی ما هو الواقع فی الاکثر من عدم توجیه کلامهم و سوء فهمهم و ظنهم علیهما بما بیان عنه و من تصفح کلام الناقدین ثم سرد السیوطی امثلة مفصلة من ذلک یجب علیک الرجوع الیهما فما اعظم افتضاح من یظن من اهل زماننا ان الانتقاد فی حدیثهما یوجب الوقفة فی العمل فانه مفصح من عدم رجوعه الی اصول هذالفن الشریف۔ انتهى کلامه

(ترجمہ: کہا صاحب دراسات نے پھر ایک بڑے مطلب کی بات یہ جانی جاوے کہ جو حدیثیں پرکھی گئی ہیں شیخین کی وہ مستثنیٰ یعنی نکالی گئی ہیں اس قسم سے جو قطعاً و یقیناً صحیح ہے جیسا کہ بیان

کیا ہے مصنف شرح نجبہ نے اور نیز شیخ ابن صلاحؒ نے کہا امام سیوطیؒ نے کہ شیخ ابن صلاحؒ نے حکم سے قطعی الصحیح کے نکال لیا ہے ان حدیثوں کو جن میں لوگوں نے کلام کیا ہے چنانچہ کہا کہ سوائے تھوڑے حرفوں کے جن پر وارد قطنی وغیرہ پر کھنے والوں نے کلام کیا ہے وجہ نکالنے کی یہ ہے کہ شیخین کی تمام روایتیں قطعی الصحیح ہیں فرق اس میں اور ان میں یہی ہے کہ ان کا قطعی ہونا دلیل سے ثابت ہے جیسا کہ مقدمات قطعہ اس دلیل کے گزر چکے ہیں اور متواتر کا قطعی ہونا بجاہد بلا دلیل ثابت ہے پس وہ حدیث جس پر وہ مقدمات قائم نہ ہوں مثلاً اس میں اتفاق امت ہی کا نہ پایا جاوے بلکہ بعضے حفاظ حدیث اس کی صحت سے انکار کریں تو وہ قطعی الصحیح نہ ہو گی اور حکم قطعیت کا جیسے جھوٹا نہ ہونا اس شخص کا جو ان کے صحیح ہونے پر قسم کھالے اور کافر ہو جانا اس شخص کا جو ان کی حدیث سے انکار کرے یہ سب احکام قطعی الصحیح کے اس حدیث غیر متفق علیہ سے اٹھ جاویں گے اور یہ نہیں کہ اسکا صحیح ہونا اور بلا توقف و بلا تامل واجب العمل ہونا جاتا رہے گا یہاں کہ ارشاد کیا کہ تمام حدیثیں جو ان کتابوں میں ہیں یعنی خواہ پرکھی ہوئی ہیں خواہ اتفاقی سب واجب العمل ہیں بلا توقف و بلا تامل اس لئے کہ جو پرکھی ہوئی ہیں وہ درجہ اعلیٰ سے یعنی روایت شیخین سے تو پست نہیں ہو گئیں کیونکہ اس درجہ میں ہونا ان کا بنظر بادشاہی شیخین کی ہے صنعت حدیث میں اور ان کی امامت کی اس فن میں اور بنظر ان کے مقدم ہونے اوروں پر اور ان کی پہچان کی حدیث کی بڑی چھوٹی علتوں کو کیونکہ وہ دونوں امام ہیں فن جرح و تعدیل میں اور پہچان میں علتوں احادیث کے ان کی پہچان کے مقابل پہچان اون شخصوں کو جو ان پر اعتراض کرتے ہیں دسویں حصے کے دسویں حصہ کو نہیں پہنچی پس یہ صحیح ہونا ان کی اتفاقی حدیثوں کا محض بسبب ان کے کمال کے ہے فن حدیث میں بلا لحاظ کسی اجنبی سبب کے جیسے قبول کر لینا امت کا ان کی احادیث کو اور سوائے اسکے اور وہ اسباب جو علاوہ ان کے علم و کمال سے ہیں سو یہ بات یعنی روایت کرنا شیخین کا بالاتفاق ان پرکھی ہوئی احادیث میں پایا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ وہ حدیثیں اعلیٰ درجہ صحت میں ہیں اور بلند تر ہیں اون احادیث سے جو شیخین کی شرط پر ہیں لیکن شیخین نے ان کو روایت نہیں کیا اور کچھ شک نہ رہا واجب العمل ہونے میں ان پرکھی ہوئی احادیث کے بمقتضائے فقط روایت کرنے شیخین کے ان احادیث کو بلا تردد و انتظار ان جوابوں کے جن سے اعتراضات ان پر کھنے والوں کے اٹھ جائیں۔ پس کیا حال ہو جب کہ ہم نظر کریں طرف جوابات ان اعتراضات کے جو علماء نے قلم بند کئے ہیں اور ان

اعتراضوں کو اڑتی خاک بنا دیا ہے یہاں تک کہ عام حکم لگا دیا ہے ان مضبوطوں نے چنانچہ نقل کیا ہے سیوطی نے امام نووی سے شرح بخاری میں کہ شیخین کی کسی حدیث کا ضعف اگر کسی نے بیان کیا ہے تو بنا اس کی ایسی ہی علتوں پر ہے کہ وہ صحت کے خلاف نہیں اور نیز عام حکم لگا دیا ہے کہ جہاں کہیں صحیحین میں بحسب ظاہر انقطاع سند یا تدریس معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت میں تدریس و انقطاع نہیں۔ یہ ہے مجمل تسلیم و تقریر ان کی اور تفصیل وار ہر حدیث کے جواب بھی کئی کئی علیحدہ جزوں میں تصنیف کی گئی ہیں۔ کہا امام سیوطی نے کہ بیٹک تصنیف کی ہے ایک کتاب رشید عطانی ایک ایک حدیث کے رد و جواب میں اور کہا امام عراقی نے کہ میں نے ایک کتاب مستقل میں وہ اعتراضات جو دونوں کی یا ایک کی احادیث پر کئے گئے ہیں معہ ان کے جوابات کے قلم بند کئے ہیں اور شیخ الاسلام نے بھی مقدمہ شرح بخاری میں احادیث محل کلام اور ان کے جوابات کو ایک ایک کر کے لکھا ہے۔ پھر کہا سیوطی نے کہ ہم یہاں پر یعنی کتاب تدریب الراوی میں ایک ایسا مجمل جواب دیتے ہیں جو ہر ایک حدیث کا جواب ہو سکے اور کسی ایک سے خصوصیت نہ رکھے۔ پھر اس کو بیان کیا جس کا خلاصہ وہی مجمل بات ہے جو گذری یعنی مقدم ہونا شیخین کا اس فن میں بڑے بڑے مشائخ سے یہاں تک کہ اپنے استادوں سے جیسے امام ابن المدینی کہ بخاری ان کا شاگرد بھی ہے باوجود اس کے پھر جب ابن المدینی کو بخاری کی کوئی پچھتی تو فرماتے کہ بخاری نے اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اور محمد بن یحییٰ ذہبی نے اپنے زمانہ کے بڑے جاننے والے تھے کہ زہری کی حدیث کو معلول کر دیا کرتے سو یہ سب شیخین سے سیکھے تھے اور کہا امام مسلم نے کہ میں نے اپنی کتاب کو ابو زرعة کے سامنے پیش کیا پس انہوں نے کہیں اشارہ نہ کیا کہ اس میں فلاں علت ہے جس کا میں نے لحاظ نہ کیا ہو کہا سیوطی نے جب معلوم ہوا یہ امر اور ثابت ہوا کہ شیخین اسی حدیث کی روایت کرتے ہیں جو علت سے خالی ہو یا وہ حدیث جس میں علت ہوگر ان کے نزدیک موثر نہ ہو تو در صورت بن پڑنے اعتراضوں کے جو پر کھنے والوں نے کئے ہیں ان کے اعتراض اور شیخین کی تصحیح میں مقابلہ ٹھہرے گا سو اس مقابلہ میں شیخین ہی مقدم ہوں گے پس دفع ہو گئے سب اعتراضات مجمل جواب سے۔ یہ جو کہا ہے امام سیوطی نے کہ در صورت بن پڑنے ان کے اعتراضوں کے مقابلہ ہوگا سو یہ اشارہ ہے طرف اس بات کی کہ اکثر ان کے اعتراض بن نہیں پڑتے اور وہ محض بد ظنی اور سوائے نبی سے ناشی ہیں اور ان سے شیخین بری ہیں۔ پھر بیان کیسے سیوطی نے مثالیں اس کی تفصیل وار جو

دیکھنے قابل ہیں پس کتنی بڑی فضیحت ہے ان لوگوں کے واسطے جو ہمارے ہم عصر ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ پرکھے جانے سے شیخین کی حدیثیں واجب العمل نہیں رہیں ان کے عمل سے توقف لازم ہو گیا ہے اس بات سے ان کی صاف واضح ہے کہ ان کو فن حدیث شریف کی طرف رجوع نصیب نہیں ہوا۔

اور بعضے وجوہات جو اب احادیث منقذہ کے بجواب طعن مخاطب کے شان میں صحیحین کے ذکر کئے جاویں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس مقام میں یہ بات محقق ہوگی کہ احادیث منقذہ منجملہ احادیث بخاری و مسلم کی جو کلام میں ابن الصلاحؒ کے بلفظ سوی احرف یسیرۃ اور کلام میں حافظ ابن حجرؒ کے بلفظ الا انّ هذا مختص بما لم یبق من مستثنیٰ ہیں وہ حکم قطعہ سے مستثنیٰ ہیں نہ حکم اصحیت اور ارجحیت سے اور ثابت ہوا کہ جملہ احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بالا جماع اصح اور ارجح ہیں اور ان کی احادیث سے پس قائل ترجیح ہدایہ کا احادیث بخاری یا مسلم پر بنظر قسم کے بالا جماع مبتدع اور خارق اجماع ہوگا اور اگر ہم علی التزول احادیث منقذہ کو حکم اصحیت اور ارجحیت سے مستثنیٰ سمجھیں تو بھی قائل ترجیح ہدایہ کا مطلق احادیث بخاری پر مبتدع ہے کیونکہ اطلاق اسکا مقتضی ہے کہ ہدایہ کو احادیث غیر منقذہ مسلمہ اجماعیہ پر بھی ترجیح ہے اور یہ امر بلا نزاع اہل تسلیم و تنقید کے باطل اور خلاف اجماع ہے۔ بہر حال مبتدع ہونا اس شخص کا ہر طرح سے ثابت ہے۔

ثبوت دعویٰ دوم محتاج دلیل و بیان نہیں، اس لئے کہ آج تک نہ کوئی محقق نہ غیر محقق، نہ کوئی محدث نہ فقیہ، کوئی قائل نہیں کہ احادیث ضعیفہ مرجح اور مقدم ہیں احادیث اجماعیہ پر، بلکہ فی نفسہ احتجاج میں ساتھ حدیث ضعیفہ کے کلام ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیفہ سے احتجاج درست ہے، نہ احکام حلال و حرام میں۔ چنانچہ رسالہ اصول حدیث سید جمال الدین محدثؒ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مشرح ہے اور بعضے فقہاء کہتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیفہ کئی طرق سے مروی ہو تو تعدد طرق اسکا جبر نقصان کر دیتا ہے اور وہ حسن لغیرہ ہو کر لائق احتجاج کے احکام میں ہو جاتی ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر ضعف اوس حدیث کا بسبب مستور ہونے راوی کے، یا قلیل الحفظ ہونے کے، یا تدلیس کرنے کے ہو، تو وہ حدیث ضعیفہ

تعدد طرق سے جبر قبول کر کے ملحق بحسن ہو سکتی ہے۔ اور احتجاج ساتھ اس کے درست ہو جاتا ہے۔ اور اگر ضعف اس کا سبب اتہام راوی کے یا کذب اس کے کے یا خطا فاحش کے ہو تو وہ حدیث تعدد طرق سے کسی طرح درجہ قبول اور احتجاج کو نہیں پہنچتی۔ یہ اقوال علماء کے اصول حدیث میں مبسوط ہیں، بخوف طوالت نقل عبارات مناسب نہ جانا۔ حاصل یہ ہے کہ نفس احتجاج میں ساتھ حدیث ضعیف کے یہ اختلاف ہی مقدم اور مرجح ہونا اس کا حدیث صحیح اتفاقی سے بجز ناواقف یا مبتدع کے کس کے وہم و خیال میں آ سکتا ہے۔ پس قائل ترجیح ہدایہ کا نظر قسم دوم یعنی بنظر اون مسائل ہدایہ کے جو احادیث ضعیفہ سے مدلل ہیں احادیث بخاری یا مسلم پر بڑا بھاری مبتدع اور مخالف امت اسلامیہ کا اور فاسق بلاشبہ وتردد ہوگا۔

ثبوت دعویٰ سوم، یعنی مشرک ہونا اس شخص کا جو ہدایہ کے ان مسائل کو جو دلائل عقلیہ اور رائے پر مبنی ہیں حدیث بخاری یا مسلم پر ترجیح دے بہت ظاہر ہے:

قال القسطلانی فی المواہب اللدنیة و رأس الادب معہ  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کمال التسلیم لہ و النقیاد لا مرہ و تلقی خبرہ بالقبول و  
 الصدق دون ان یحملہ بمعارضة خیال باطل یشمیہ معقولاً  
 او یشمیہ شبہةً او شکاً فیقدم علیہ آراء الرجال و زیادات  
 اذہا نہم فیوحدہ بالتحکیم و التسلیم و الانقیاد و الاذعان  
 كما یوحد المرسل بالعیادة الخضوع و الذل و الانابة و  
 التوکل فہما تو حیدان لا نجاۃ للعبد من عذاب اللہ تعالیٰ الا  
 بہما تو حید المرسل و تو حید متابعة الرسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فلا  
 یحاکم الرسول الی غیرہ و لا یرضی بحکم غیرہ۔ انتہی ملخصاً  
 من المدارج هذا آخر کلام القسطلانی۔

(ترجمہ: کہا علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں کہ سزا ادب کا ساتھ آنحضرت ﷺ یہ ہے کہ ان کے حکم کو پورا پورا مانا جاوے، اور ان کے ارشاد کی تابعداری کی جاوے، اور ان کی حدیث کو سچا جان کر قبول کیا جاوے بدون اس کے کہ معارض ظہر اویں او سکو ایک خیال باطل کے جس کا نام رکھیں دلیل عقلی یا شبہ یا شک، اور مقدم کریں اس پر لوگوں کی رائے و قیاس کو، اور ان کے

ذہنوں کی تراشی ہوئی فضول باتوں کو، یعنی اس واہیات سے مجرد ہو کر آنحضرت ﷺ کی تابعداری اختیار کریں۔ پس ایک کرمانیں آنحضرت ﷺ کو حاکم جاننے اور تسلیم کرنے اور فرمان برداری اور ان پر یقین کرنے کے باب میں جیسا کہ ایک کر جانتے ہیں اس کے بھیجنے والے یعنی حق جل و علا کو عبادت اور عاجزی اور ذلت اور رجوع اور توکل کے بجالانے میں۔ پس یہ دو توحیدیں ہیں جن کے سوائے بندے کو اللہ کے عذاب سے چھکارا نہیں۔ ایک توحید رسول کے بھیجنے والے کی یعنی عبادت وغیرہ میں دوسری توحید رسول مقبول کی یعنی تابعداری میں۔ پس نہ لے جاویں کوئی مقدمہ آنحضرت ﷺ فیصلہ کروانے کو طرف کسی اور کی اور نہ راضی ہوں کسی اور کے حکم سے بچ مقدمہ ارشاد آنحضرت ﷺ کے۔ تمام ہوئی یہ بات مدارج سے مختصر ہو کر یہ ہے آخر کلام قسطلانیؒ کا

و عن بلال بن مسعود انه كان يقول ثلاث لا ينفع معهن عمل الشرك بالله والكفر والرأى قتل يا ابا عمرو وما للرأى قال تترك كتاب الله وسنة نبيه وتقول بالرأى۔ رواه الهروى (اور روایت ہے بلال بن مسعود سے وہ کہا کرتے کہ تین چیزیں جن کے ہوتے کوئی عمل کام نہیں آتا، ایک شرک کرنا دوسرا کفر تیسرا رائے۔ کسی نے پوچھا اے ابو عمرو، رائے کیا چیز ہے۔ فرمایا وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر عقل سے بات کہو۔ روایت کی ہے یہ ہروئی نے)

وقال الشيخ الاكبر محي الدين بن العربي في الفتوحات اذا صحّ الحديث و عارضه قول صاحب او امام فلا سبيل الى العدول عن الحديث و يترك قول ذلك الامام و صاحب الخبر ثم قال و لا يجوز ترك آية او خبر بقول صاحب او امام و من يفعل ذلك فقد ضلّ ضلالاً و خرج عن دين الله (اور کہا شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں کہ جب کہ صحیح ہو کوئی حدیث اور اس کے مقابل پایا جاوے قول کسی صاحب یا امام کا تو نہیں ہے راہ طرف پھر جانے کی حدیث سے بلکہ چھوڑا جاوے گا قول اس امام اور صاحب کا اس حدیث کی خاطر۔ پھر کہا کہ نہیں جائز ترک کرنا کسی آیت کا یا کسی حدیث کا کسی صاحب یا امام کے قول سے اور جو کوئی ایسا کرے پس وہ گمراہ ہوا اور نکل گیا خدا کے دین سے)



و روى الشيخ محى الدين فى الفتوحات بسنده الى الامام ابو حنيفه انه كان يقول اياكم والقول فى دين الله تعالى بالرأى و عليكم با تباع السنة فمن خرج عنها ضلّ - و كان يقول اى ابو حنيفه حرام على من لم يعرف د ليلى ان يفتى بكلامى و كان يقول اياكم و آراء الرجال و دخل عليه مرّة رجل من اهل الكوفة و الحديث يقرء عنده فقال الرجل دعونا عن هذه الاحاديث فزجره الامام زجرًا شديدًا و قال له لولا السنة ما فهم احدنا القرآن و دخل عليه شخص الكوفة بكتاب دانيال فكاد ابو حنيفه يقتله و قال له اكتب ثم؟ غير القرآن و الحديث و قيل له مرّة قد ترك الناس العمل بالحديث و اقبلوا على سماعه فقال رضى الله عنه نفس سماعهم للحديث عمل به و كان يقول لم يزل الناس فى صلاح ما دام فيهم من يطلب الحديث فاذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا الى آخر ما نقل عنه الامام الشعرانى فى الميزان الكبرى و نقل الزند ويسى فى روضة العلماء عن صاحب الهداية ان ابا حنيفة سئل اذا قلتقولا و كتاب الله يخالفه قال اتركوا قولى بكتاب الله فليل اذا كان خبر الرسول صلى الله عليه وسلم يخالفه قال اتركوا قولى بخبر الرسول صلى الله عليه وسلم فليل اذا كان قول الصحابة يخالفه قال اتركوا قولى بقول الصحابة -

(ترجمہ: اور روایت کیا ہے شیخ محی الدین نے فتوحات میں ساتھ اپنی سند کے جو امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتی ہے کہ وہ یعنی امام صاحب فرمایا کرتے کہ بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات عقل سے کہو اور لازم پکڑو اپنے اوپر پیروی حدیث کی کیونکہ جو کوئی اس سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا اور کہا کرتے یعنی امام ابوحنیفہؒ کہ حرام ہے فتویٰ دینا میری کلام سے اس شخص کو جو میری دلیل نہ جانے اور کہا کرتے کہ بچو لوگوں کی رائے کی باتوں سے اور آیا ان کے پاس ایک شخص

کوئی جس وقت ان کے پاس حدیث پڑھی جاتی تھی پس کہنے لگا کہ چھوڑو ہم کو ان حدیثوں سے۔ پس امام نے اس کو سخت ڈانٹا اور کہا کہ اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو نہ سمجھتا اور ایک دفعہ کوفہ میں ان کے پاس ایک شخص دانیال کی کتاب لے آیا پس امام اس کو قتل کرنے لگے اور کہا کہ کیا سوائے قرآن و حدیث کے کوئی اور بھی یہاں کتاب ہے۔ اور ایک دفعہ کسی نے ان سے کہا کہ لوگ حدیث پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے ہیں اور فقط حدیثوں کے سننے کی طرف متوجہ ہیں امام نے فرمایا حدیث کا سننا خود عمل ہے اور کہا کرتے کہ ہمیشہ لو درستی میں رہیں گے جب تک ان میں کوئی حدیث کا طالب رہے گا اور جب علم کو سوائے حدیث کے طلب کرنے لگیں گے تو خراب ہو جائیں گے، تا آخر ان اقوال تک جو امام سے میزان کبریٰ میں شعرانی نے نقل کئے ہیں اور نقل کیا ہے امام زین الدین نے روضۃ العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ کے کہ امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ جب آپ کچھ بات کہیں اور قرآن اس سے مخالف ہو تو ہم کیا کریں فرمایا کہ میری بات کو چھوڑ دو۔ قرآن کے سامنے۔ پھر پوچھا کہ اگر حدیث اس کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں فرمایا کہ چھوڑ دو میری بات کو حدیث کے سامنے پھر پوچھا گیا کہ اگر اقوال اصحاب اس کے مخالف ہوں، فرمایا چھوڑ دو میری بات کو سامنے اقوال اصحاب کے)۔

ایسا ہی مذمت اور امتناع اس عمل بالرائے کا معارض نص کے صد ہا علماء صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین سے مروی ہے اور کتب سلف و خلف میں جیسے میزان و منج اور لوائح انوار قدسیہ اور یواقیت اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور قسطانی شرح بخاری اور نووی شرح مسلم اور طبی شرح مشکوٰۃ اور درر اسات اللیب میں موجود بخوف اطناہ کے نقل کرنا سب عبارات کا ملٹوی رکھا اور اصل اس باب میں یہ آیت کریمہ ہے اتخذوا احبارہم و رہبا نہم ار با با من دون اللہ اور ایک حدیث ترمذی کی اس پر شاہد ہے جو بضمن عبارت تفسیر نیشاپوری، عدی بن حاتمؒ سے منقول ہے:

قال فی التفسیر النیشاپوری اختلفوا فی معنی اتخا ذہم ایہم ار با بعد الاتفاق علی انه لیس المراد انه جعلوہم الہة فقال اکثر المفسرین المراد انہم اطاعوہم فی اوامرہم و نواہیہم و نقل عن عدی بن حاتم انه کان نصرانیاً فانتهی

الی النبی ﷺ وهو یقرء سورة براءة فلما وصل الی هذه الآیة قال عدیّ انا لسنا نعبدهم فقال الیس تحرّمون ما حلّ الله و تحلّون ما حرّم الله فقلت بلی فقال تلك عبادتہم - قال الربیع قلت لا بی العالیة کیف كانت الربوبیة فی بنی اسرائیل فقال انہم ربما وجدوا فی کتاب الله ما یخالف قول الاحبار و الرهبان فکانوا یأخذون باقوالہم وما کانوا یقبلون حکم الله تعالی قال العلماء و انما لم یلزم تکفیر الفاسق بطاعة الشیطان خلاف ما علیہ الخوارج لانّ الفاسق و ان کان یقبل دعوة الشیطان الا انه یلعنه و یتستخفّ به بخلاف اولئک الاتباع المعظمین قال الامام فخر الدین الرازی قد شاهدت جماعة من مقلدۃ الفقہاء قرأت علیہم آیات کثیرة من کتاب الله فی مسائل کانک تلك الآیات مخالفة لمذہبہم فیہا فلم یقبلوا تلك الآیات و لم یلتفتوا الیہا و کانوا ینظرون الی کالمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواہرتک الآیات مع ان الروایة عن سلفنا وردت بخلافها و لو تاملت حق التامل و جدت هذه الداء ساریاً فی عرق الاکثرین انتہی ما فی النیشاپوری -

(ترجمہ: کہا تفسیر نیشاپوری میں کہ اختلاف کیا ہے اہل تفسیر نے معنی میں ٹھہرا لینے یہود و نصاریٰ کے اپنے مولویوں اور درویشوں کو معبود بعد اتفاق کے اس بات پر کہ وہ حقیقت میں ان درویشوں کی پرستش تو نہیں کیا کرتے تھے پھر کیا مراد ہے اس معبود ٹھہرانے سے۔ پس کہا اکثر مفسروں نے کہ مراد یہ ہے کہ وہ تابعداری کرتے درویشوں کی امر و نہی میں چنانچہ روایت عدی بن حاتم سے کہ وہ نصرانی تھے۔ پس پہنچے پاس آنحضرت ﷺ کے جس حالت میں کہ آپ ﷺ سورہ براءة پڑھ رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے تو عدی بن حاتم بولے کہ ہم عبادت تو نہیں کرتے اپنے مولویوں اور درویشوں کی، یعنی پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم حرام نہیں سمجھتے اس چیز کو جو اللہ نے حلال کر

دی ہے اور حلال نہیں جانتے اس چیز کو جو اللہ نے حرام کر دی ہے عرض کیا کہ یہ بات تو بے شک ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ یہی عبادت ہے ان مولویوں اور درویشوں کی یعنی جسے اللہ تعالیٰ تمہارے نام لگا تا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل میں خدا بنا لینا کیونکر مروج تھا انہوں نے کہا کہ وہ جو کبھی اللہ کی کتاب میں کوئی بات مخالف قول اپنے دانشمندیوں کے اور درویشوں کے پاتے تو انہیں کا قول ماننے اللہ کی کتاب کا حکم نہ قبول کرتے۔ علماء نے کہا ہے کہ اگر مخالف حکم خدا کے کسی کا کہنا ماننا اس کا معبود ٹھہرا لینا ہے تو پھر فاسق کو باوجودیکہ وہ برخلاف حکم خدا کے شیطان کی تابعداری کرتا ہے کیوں نہیں کا فر کہتے جیسا کہ خارجی لوگ فاسق کو کا فر کہتے ہیں برخلاف اس کے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ فاسق اگرچہ موافق کہنے شیطان کے عمل کرتا ہے لیکن اسکو حاکم نہیں جانتا اس واسطے اس کو لعنت کرتا ہے اور ذلیل جانتا ہے یعنی غفلت سے موافق مرضی شیطان کی اس سے عمل بد ہوتے ہیں نہ یہ کہ یہ اس کو اپنا حاکم معظم جان کر اس کی اطاعت کرتا ہے اور یہ عذر ان لوگوں کے حق میں کارگر نہیں جو اپنے مولویوں اور درویشوں کی عظمت اور صدق سے خلاف حکم خدا کی تابعداری کرتے ہیں کہا امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہ میں نے دیکھا کئی ایک مقلد فقہوں کو پڑھیں میں نے ان پر آیتیں قرآن کی درباب کئی مسائل کے جو مخالف تھیں وہ آیتیں ان مسائل میں ان کے مذہب سے پس نہ مانی انہوں نے وہ آیتیں اور رخ نہ کیا ان کی طرف اور حیران سے ہو کر میری طرف دیکھنے لگے کہ کیونکر عمل ہو سکے ان آیات پر جس حالت میں کہ ہمارے بزرگوں سے ان کیخلاف روایتیں آچکی ہیں اور اگر تو اسے مخاطب تامل کرے ٹھیک ٹھیک تو پاوے تو اس مرض کو گھسا ہوا بہتیروں کی رگوں۔ تمام ہوئی وہ عبارت جو نیشاپوری میں ہے)

اور ایسا ہی تفسیر کیا ہے اس آیت کو تفسیر کبیر اور تفسیر مظہری اور تفسیر عزیزی اور حجتہ اللہ البالغہ اور عقد الجید میں۔ پس ثابت ہوا کہ ترجیح دینے والا ہدایہ کا بنظر ان مسائل کے جن کا کوئی اصل شرعی نہیں اور مجرد رائے اور عقلی دلیلوں سے ثابت ہیں احادیث بخاری یا مسلم پر شرک ہے۔ اور مخالف اجماع تمام آئمہ دین کا۔ تمام ہوا جواب مخالف کے اس قول کا جس میں زید کو بدعتی کہنے پر چیخ و تاب کھاتا تھا ان دیکھا زید کس درجہ کو پہنچا ہے۔

## قولہ الثالث :

اول انکہ صاحب ہدایہ بتقلید ابوحنیفہ جس مسئلہ کو قبول کیا ہو بخاری سے رد کرے  
یہ تو گویا رد کرنا ابوحنیفہ کا ہوتا ہے یہ مردود نامحود چونکہ مجتہد مستقل و امام مکمل کے قول  
اجتہاد یہ کو رد کریں بخاری ہو خواہ غیر چنانچہ عبدالحق محدث شرح سفر السعادت میں لکھا  
ہے کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید آئمہ مجتہدین است و اکابر سلف چون ایشان حدیث را تلقی  
بقبول کردہ و عمل بدان نموده انکار و اعتراض بر ایشان بتقلید محدثین کہ مشہور اند جائز  
نباشد و التزام ایشان بحکم ایں جماعت تحکم الخ۔ و کذا قال شاہ ولی اللہ طبع نظر ازیں اگر  
چہ حدیثی معمول بہ امام اعظم باشد و در صحاح و غیرہ آنرا بضعف منسوب کردہ باشند  
تضعیف ایشان نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الخ۔ الغرض بہر حال مقدم رافضیلتے  
است کہ نمبر سد متاخر بگوید در حق وی عبارت ہذا بر سالہ دلائل قوی ترک قراءتہ لمقتدی  
انتہی قول المخاطب

جوابہ : اقول عا ئذاً باللہ من الکاذبین السارقین المحرفین  
الکلم عن مواضعہ غیر خائفین عن یوم الدین۔ اس کلام میں مخاطب نے  
عجب دھوکہ اور سرقہ اور کذب اور خیانت کی ہے کمال توجہ سے بقصد انصاف اگر کوئی  
اسکا جواب سنے تو اسی سے بے انصاف اور متعصب ہونا مخاطب کا اس پر واضح ہو جائے  
گا بیان دھوکہ اور سرقہ کا یہ ہے کہ مخاطب نے دعویٰ یہ کیا کہ رد کرنا قول اجتہاد ابوحنیفہ  
کا بخاری سے مردود اور نامحود، اور دلیل میں وہ عبارتیں لایا جن میں ترجیح مسائل  
اجتہاد یہ ابوحنیفہ کا حدیث بخاری پر ذکر بھی نہیں۔ اس نے چالاکی اور دھوکہ سے ماقبل  
اور مابعد ان عبارتوں کا سرقہ کر کے اپنے دعویٰ کی دلیلیں کر دکھائی ہیں سو پہلے رد اسکے  
دعویٰ کا کرتا ہوں پھر اس کی دلیل کا بے ربط ہونا اور اس کے دعویٰ سے اجنبی ہونا اور  
بعض عبارات کا مسروق ہونا بیان کیا جاوے گا۔

رد دعویٰ، یہ کہ رد کرنا قول اجتہاد ابوحنیفہ کا بلکہ ان کے استاذ حماد اور استاذ  
الاستاذ ابراہیم کا بلکہ باقی آئمہ اجتہاد کا جو حدیث کے مخالف ہو حدیث نبوی سے جو  
بخاری میں مروی ہو یا کسی اور کتاب حدیث میں صحت کو پہنچی ہو واجب و فرض ہے اور  
مخالف اس کا مردود اور مخالف ہے اجماع کا اور مصداق ہے من شذ شذ فی النار کا

اور ثبوت اس امر کا بضمن اثبات دعویٰ ثالث رد قول ثانی میں مخاطب کے گزرا پس ایسے امر اجماعی اتفاقی کو مردود و نامحمود کہنا خود مردود ہونا ہے۔

بیان بے ربط ہونے دلیل مخاطب کا اور اظہار اسکے سرقہ اور دھوکہ دہی کا، یہ ہے کہ دعویٰ اس کا یہ تھا کہ ابوحنیفہؒ کے قول فرعی اجتہادی کو بخاریؒ سے رد کرنا مردود ہے سو یہ دعویٰ عبارات شرح عبدالحق اور رسالہ دلیل قوی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان میں رد نہ کرنے قول فرعی اجتہادی ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں بلکہ رد نہ کرنے تصحیح ابوحنیفہؒ کا بعض احادیث کو ذکر ہی بایں طور کہ جس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ صحیح کہہ دیں اور قبول کر لیں اس حدیث کو بتقلید محدثین مشہور کے رد نہ کرنا چاہیے اور ضعیف نہ کہنا چاہیے۔ عبارت رسالہ دلیل قوی تو اس مطلب پر صریح ناطق ہے لیکن عبارت شرح عبدالحق کی کچھ تفصیل چاہتی ہے جس کو مخاطب نے بطور سرقہ چھوڑ دیا ہے سو کچھ بیان اسکا ہم کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ شیخ نے شرح سفر میں ایک تشبیہ منعقد کر کے ابن الہمام سے نقل کیا ہے کہ محدثین جو بخاری و مسلم کو اور مصنفا کتب حدیث پر ترجیح دیتے ہیں یہ تحکم بلا دلیل ہے اور یہ بات مقلد کے واسطے لائق تسلیم ہے نہ مجتہد کے واسطے بلکہ مجتہد کو پہنچتا ہے کہ صحت و سقم حدیث کا اپنے اجتہاد سے دریافت کریں پس ہو سکے گا کہ بعض حدیثیں مجتہد کے نزدیک بخاری و مسلم کے برابر ہوں یا بڑھ جائیں۔ یہ مختصر ترجمہ کلام ابن الہمام کا نقل کیا گیا ہے و حاصل ابن سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید مجتہدین و اکابر سلف تا آخر اس عبارت تک جو مخاطب نے نقل کی ہے پس بنظر انصاف دیکھو کہ ان عبارتوں میں ترجیح مسئلہ فرعیہ اجتہاد یہ ابوحنیفہؒ کی حدیث بخاری پر کہاں فرمائی ہے۔ ان میں تو اتنا ہی ذکر ہے کہ جس حدیث کو امام مجتہد ابوحنیفہؒ وغیرہ صحیح کہہ دیں ان کو بتقلید محدثین ضعیف نہ کہنا چاہیے۔ سونا ہر ہے کہ ان کی حدیث صحیح کو رد نہ کرنے سے رد نہ کرنا ان کے قول اجتہادی فرعی کا جو مخالف ہو صریح احادیث صحیحہ کے کہاں لازم آتا ہے۔ باقی رہا کلام اس میں کہ بقطع نظر بے ربط ہونے اور اجنبی ہونے ان عبارات کے مدعائے مخاطب سے یہ عبارات فی نفسہا بھی صحیح ہیں یا نہیں۔ سو اس کو بھی سننا چاہیے کہ کلام ابن الہمام اور اس کے مقلد عبدالحق کا مخالف ہے اجماع امت کے کیونکہ

زمانہ تدوین کتب صحاح سے ۸۰۸ھ تک علماء کا اس پر اتفاق رہا کہ بخاری و مسلم کی حدیث مقدم و راجح ہے حدیث غیر ان کے سے چنانچہ اجماع امت کا بضمن ثبوت دعویٰ اول کے رد میں قول ثانی مخاطب کے بیسیوں علماء سے نقل کیا گیا جب ابن الہمام ۸۰۸ھ میں پیدا ہوا اور اسکوترمیم مذہب حنفی کی مد نظر ہوئی تو سب کتابوں میں سے حنفیہ کی لائق توجہ اور ترمیم کے کتاب ہدایہ پائی کیونکہ لوگوں میں بڑی معتبر مشہور تھی اور حقیقت میں ضعیف مسائل اور واپس تضرعہ حدیثوں سے پر تھی اور صحیح حدیثوں بخاری و مسلم کی مخالف تھی پس اس کو کوئی سبیل نظر نہ آئی جس سے اس کی ترمیم ہو اور اس کی حدیثیں جو شیخین کے سوائے اوروں کی روایتیں ہیں قوی ہوں اور بخاری و مسلم کی برابر ہوں لہذا اس نے یہ تدبیر نکالی کہ اس قاعدہ اجماعی کو کہ احادیث بخاری و مسلم احادیث غیر سے راجح اور اصح ہیں توڑنا چاہیے تاکہ احادیث ہدایہ پر بخاری و مسلم کو ترجیح نہ رہے اور یہ وہ برابر ہو جائیں چنانچہ عبدالحق ناقل کلام ابن الہمام اور مقلد اس کا صاف اس بات کا اقرار ہے اور یہ اقرار اس کا بعد اس عبارت کے جو مخاطب نے نقل کی ہے موجود ہے مخاطب اسکو مضر مطلب سمجھ کر سرقہ کر گیا ہے وہ یہ ہے جو بعد نقل کرنے کلام سابق ابن الہمام کے بضمن تنبیہ بولا ہے

و حاصل این سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید آئمہ مجتہدین و اکابر سلف ست و چون ایشان حدیث را تلقی بقبول کردہ و عمل بدان نموده اند انکار و اعتراض بر ایشان بتقلید علمائے محدثین کہ مشہور اند جائز نباشد و الزام ایشان بحکم این جماعہ تحکم و مکابرہ ست و این کلام در مقام معارضہ و مصادمہ فقہاء ست با محدثین قرار داد محدثین ہماں است کہ اولاً مذکور شد و لیکن فقہاء رادراں مجال مقال وسیع است باین وجہ کہ مذکور شد و این سخن نافع و مفید است در غرض از شرح این کتاب کہ اثبات و تائید مذہب آئمہ مجتہدین خصوصاً مذہب حنفی است و غرض شیخ ابن الہمام نیز ہمین ست و اللہ اعلم و هو الملمہ

للسواب انتہی کلام عبد الحق

دیکھو یہ کیسا صریح اقرار ہے ان کا اس بات پر کہ قرار داد تمام محدثین کا تو یہی تھا کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح تر اور راجح ہیں احادیث غیر سے لیکن شیخ ابن

الہمام نے واسطے تائید مذہب حنفی کے اس کا خلاف کیا ہے۔

وقال الشيخ العلامة الحبر الفهامة في الدرر سات يريد يعني ابن الهمام بهذا الكلام لان نقدا ح فيما تما لات عليه كلمة المحدثين سلفاً و خلفاً المتقدمين و المتأخرين الا الشيخ المذكور و من تبعه من تلامذته و بعض الحنفية المتأخرين من الترتين بين صحاح الاحاديث و انها سبعة اقسام اعلاها ما اتفق البخاري و مسلم ثم ما انفرد به البخاري ثم ما انفرد به مسلم الى ان قالوا غرضه من ذلك كما قال الشيخ الدهلوي في مقدمة شرح سفر السعادة بعد ما مشاء مشاه و رضى بما ارتضاه تائيد مصداق الفقهاء الحنفية بالمحدثين و معارضتهم اياهم قال الشيخ الدهلوي و مجال مقال الفقهاء فيما قرره المحدثون واسع و قال اي عبد الحق مشيراً اليكلام بن الهمام السابق و هذا نافع مفيد في غرضنا من شرح هذا الكتاب يعني السفر و هو تائيد المذهب الحنفى و هذا صريح في اقرارهم بان تائيد مذهب الحنفية انما يتأتى بصيرورة الصحيحين لغيرها من الصحاح بابطال الخصوصية منهما صحة و ثقة و ان محاولة الانقداح المذكور في الترتيب المتقدم انما لكون هذا المذهب فى الاغلب على خلاف ما فى الصحيحين هذا ما حاولوا و ارادوا لكن الله سبحانه و تعالى ما شاء كان و ما يشاء لم يكن۔

(ترجمہ: اور کہا شیخ علامہ دانشمند بڑے فہمیدہ نے درسات میں کہ ارادہ کرتا ہے ابن الہمام ساتھ اس کلام کے توڑنے اور خلل ڈالنے کا اس بات میں جس پر متفق ہیں تمام محدث اگلے پچھلے بجز شیخ ابن الہمام اور اس کے بعض شاگردوں کے اور بعض متأخرین حنفیہ کے وہ کیا بات ہے ترتیب صحیح حدیثوں کی اور یہ کہ وہ سات قسم ہیں۔ سب سے بلند درجہ وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو اس سے اتر کر وہی جو اکیلی بخاری کی روایت ہو اس سے اتر کر وہ جو اکیلی مسلم



کی روایت ہو یہاں تک کہ کہا صاحبِ دراست نے غرض ابن الہمام کے اس خلل ڈالنے سے تائید ہے مقابلہ فقہاء کی ساتھ محدثین کے چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے اس غرض کو اس کی بیان کیا ہے اور اس کی مرضی پر راضی ہو کر اور اس کی چال اختیار کر کے کہا ہے کہ مجال گفتگو فقہاء کی اس امر قرار داد محدثین میں فراخ ہے اور عبدالحق نے ابن الہمام کے اس کلام کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے یہ بات نفع دینے اور مفید ہے ہمارے مطلب کو جو شرح کرنے سے اس کتاب سفر السعادة کی مقصود ہے وہ کیا ہے تائید مذہب حنفی کی سودیکھ لو کہ یہ صاف اقرار ہے اس کا اس بات میں تائید حنفی مذہب کی تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ صحیحین اور دوسری کتابیں برابر ہو جاویں اور صحیحین کی خصوصیت صحت اور وثوق کی باطل ہو جاوے اور نیز اقرار ہے ان کا اسباب میں کہ انہوں نے اس ترتیب کتب صحاح کو اسی واسطے توڑنا چاہے ہے کہ مذہب ان کا غالباً خلاف احادیث صحیحین کے تھے یعنی اسلئے انہوں نے صحیحین کی خصوصیت کو اڑا کر سب کی برابری کا دعویٰ کیا ہے، انہوں نے یہ تو چاہا لیکن اللہ نے جو چاہا سو ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا)

یعنی صحیحین کا بلند درجہ ہونا چاہتا تھا سو ہو گیا اور ان کی دل کی دل ہی میں رہ گئی اور صاحبِ تنبیہ الوسنان بھی اس حمایت کی طرف متبصر ہیں چنانچہ سابقاً ان سے منقول ہو چکا ہے کہ

الا امام حجة الحنفية مولانا المحقق كمال الدين ابن الهمام عليه التحية والاکرام فانہ شكر الله مسايعة قدبالغ في حماية مذهب الامام اعظم ابى حنيفة الكوفي بتائيدہ بالاحاديث الثابتة في الصحاح والسنن والمسائيد والمعاجم ولم يتيسر له عند تخریج احاديث الهداية في اكثر المواضع الظفر بلفظ الحديث الذي ذكره صاحب الهداية ولم يظفر في بعض بشيء منه اصلاً (ترجمہ: حنفیوں کے دستاویز امام ابن الہمام آپ پر تھی اور اکرام ان کی سعی کو اللہ مشکور کرے کہ انہوں نے بڑی ہی کوشش کی ہے حمایت کرنے میں مذہب امام اعظم ابوحنیفہ کو فی کی ساتھ مدد کرنے اس کی ان احادیث سے جو ثابت ہیں صحاح اور سنن اور مسائید اور معاجم میں اور نہیں میسر ہوئی ان کو وقت بیان کرنے سندوں احادیث ہدایہ کے بہت جگہ اطلاع ان الفاظ حدیث پر جو ہدایہ میں مذکور ہیں اور بعض جگہ ان کو

حدیث ہدایہ کا کچھ بھی پتہ نہیں ملا۔

پس جواب اس کا یہاں اسی قدر ہے کہ یہ کلام باقرار خود حنفیہ کی محض حمایت اور تائید کے واسطے خلاف اجماع اور قرار داسلف صالحین کے ۸۰۸ھ تک ایک حیلہ سازی کی راہ سے صادر ہوئی ہے لہذا مردود و نامحمود ہے اور اگر رد تفصیلی اس کا مطلوب ہو تو کتاب دراسات اللیب میں دیکھنا چاہیے اس میں ابن الہمام کے کلام اور اس کے شاگرد ابن امیر حاج کے کلام کو لفظ بلفظ نقل کر کے اچھے دلائل سے ان کی بیخ کنی کی ہے اور آٹھ دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حدیث بخاری مسلم کے برابر کسی کی حدیث نہیں ہو سکتی اور قول ابن الہمام کا پوچ اور باطل ہے جب کلام ابن الہمام اور عبدالحق کی یہ خاک اڑائی تو عبارت دلیل قوی جو بے چارہ احمد علی سہار پوری کی تصنیف ہے جو آج کے خام مقلدوں سے ہے اور جناب مولانا سناشد محمد ثین مفتی و مجیب (یعنی سید نذیر حسین محدث دہلوی۔ بہاء) کے شاگردوں سے بھی نسبت نہیں رکھتا کیا اصل رکھتی ہیں کہ لائق جواب اور مستحق خطاب ہو اور یہ کلام اس کی اصل رسالہ میں بہر حال مقدم را فضیلت سے کہ نمیر سد متاخر را کہ گوید در حق وے کہ صحیح قوی را میگزارد و ضعیف را از خذ میکند۔ الخ کمال دلیل ہے اس کی نادانی پر یہ نہ سمجھا کہ تقدم زمانی سے فضیلت علمی اور بصیرت نظر حاصل نہیں ہوتی بہتیرے جاہل زمانہ متقدم میں ہوتے ہیں اور پھر وہ عالم متاخر سے افضل نہیں گئے جاتے اور بہتیرے علماء تابعین سے غیر ثقہ اور بے تحقیق ہیں کہ وہ محدثین سے افضل اور زیادہ ناقد نہیں شمار کئے جاتے اور یہ بات محدث پر مخفی نہیں۔ علاوہ یہ کہ حاصل کلام احمد علی کا وہی ہے جو مفاد کلام ابن الہمام اور عبدالحق کا ہے سو جو اس کا جواب گزرا سو اس کا سمجھا جاوے۔

بیان کذب و خیانت مخاطب، آپ نے شرح عبدالحق کی عبارت نقل کر کے پیچھے اس کے کہا ہے کذا قال شاہ ولی اللہ پس مطلب اس کا یہ ٹھہرا کہ شاہ ولی اللہ نے بھی کہا ہے کہ محدثین کی تقلید سے مجتہدین کی تصحیح و تنقید پر طعن نہ چاہیے اور یہ بات سراسر کذب ہے نعوذ باللہ من الکاذبین جناب شاہ ولی اللہ نے کسی کتاب میں یہ بات نہیں لکھی اگر حضرت مخاطب شیخ الکاذبین کو کچھ غیرت و تاشرم ہو تو شاہ ولی اللہ

کی اس کتاب کا نام لکھے جس میں یہ بات لکھی ہے اور عبارت اس کی نقل کرے۔ اور جو بعد ختم باقی عبارت کے رسالہ دلیل قوی کا حوالہ دیا ہے اس سے یہ کذب اور خیانت اس کی اٹھ نہیں سکتی بلکہ اور بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ رسالہ دلیل لقوی میں وہ عبارت اس طرح نہیں جس طرح مخاطب نے نقل کی ہے اور اس میں کذا قال شاہ ولی اللہ بعد عبارت عجالہ نافعہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے جو اور ہی مطلب رکھتی ہے منضم ہے اور عبارت عبدالحق کا اس میں اس مقام میں نام و نشان بھی نہیں۔ تمام عبارت اس رسالہ دلیل قوی کی یہ ہے:

وکتب و دیگر ہم سوائے صحاح ستہ معتبر اند و دران بسیارے از احادیث صحیحہ واجب العمل ہستند و بعضی از ایشان در صحاح ستہ نیست مولانا عبدالعزیز صاحب در عجالہ نافعہ فرمودہ اند کہ موطا گو یا امام یحییٰ بن یسار سے ضبط رجال این کتاب جمع علیہ است و صحیح بخاری ہر چند در بسط و کثرت احادیث وہ چند موطا باشد لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال و راہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند انتہی ملخصاً و کذا قال شاہ ولی اللہ و سوائے ازیں مستدرک حاکم کہ آنچہ از بخاری و مسلم احادیث صحیحہ مانده دریں کتاب آورده بعضے بر شرط صحیحین و بعضے بر غیر شرط ایشان و صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان و غیرہا و قطع نظر ازیں اگر حدیث معمول امام اعظم باشد و در صحاح و غیرہ آزر اضعف منسوب کردہ باشند تضعیف ایشان بہ نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الی آخر ما نقلہ المخاطب بسرقة آخر کلامہ الذی آورد ناہ سابقاً۔

تو دیکھو اس میں عبارت شیخ عبدالحق کی کہا مذکور ہے اور اشارہ کذا قال شاہ ولی اللہ کا اس کی طرف کہاں متصور ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخاطب کا عبدالحق کی عبارت کے بعد کذا قال شاہ ولی اللہ کہنا اور شاہ ولی اللہ کو اپنا اور عبدالحق کا ہم مذہب ٹھہرانا سراسر کذب و خیانت ہے۔ اب ناظرین اس تحریر سے امید ہے کہ اسی خیانت اور کذب کو کافی دلیل اوپر بے دینائی اور تعصب اور بے انصافی مخاطب تبرائی کی تصور فرماویں۔

## اہانت حدیث کفر ہے

قوله الرابع :

اگرچہ صحیح بخاری بھی حملہ آور اور اصح الاصح کی ہے لیکن گربہ شیرست در گرفتن موش۔

جوابہ : اقول عا ئذاً با لله من الكفر و الارتداد - یہ کلمہ مخاطب کا صریح کفر ہے اور موجب اہانت حدیث رسول اللہ ﷺ کا کیونکہ اس میں احادیث بخاری کو بلی سے تشبیہ دی ہے اور کتب حدیث کو جن سے بخاری اصح ہے چوہے سے تشبیہ دی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بخاری اگرچہ مسلم وغیرہ چوہے کے مانندوں کے سامنے بلی کی طرح شیر ہے لیکن ہدایہ کے سامنے جو شیر کے مانند پھر بھی بلی ہی ہے۔ سو دیکھو کہ اس میں کیسی صاف کھلی کھلی اہانت صحیح بخاری کی بلکہ تمام کتب احادیث کی پائی جاتی ہے اور اہانت حدیث اور رد کرنا استخفاف اور استحقار سے بلا اختلاف کفر ہے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری اور میزان شعرانی اور کتب فقہ حنفیہ میں یہ مسائل بکمال تشدید ثابت ہیں چنانچہ عبارت شرح فقہ اکبر کی ابتدا میں جواب قول دوم مخاطب کے گزر چکی یہ تو صریح اہانت ہے حدیث کی علمائے حنفیہ نے اشاراً بالسابہ کے مسئلہ میں کہا تھا حرام ہے اشارہ سبابہ سے جیسے اہل حدیث کرتے ہیں جس پر ملا علی قاری حنفی نے کہا اس لفظ میں کہ جیسے اہل حدیث کرتے ہیں اہانت محدثین کی پائی جاتی ہے اور یہی کافی ہے واسطے تکفیر کیدانی کے

حيث قال في تزئین العبارة لتحسين الاشارة و قد اغرب الكيداني حيث قال و العاشر من المحرمات الاشارة بالسبابه كاهل الحديث اى مثل اشارة جماعة يجمعهم العلم بحديث الرسول عليه السلام و هذا منه خطأ عظيم و جرم حسين منشأه الجهل عن قواعد الاصول و مراتب الفروع من المنقول و لو لا حسن الظن و تاويل كلامه بسببه لكان

كفره صريحاً وارتداً ده صحيحاً فهل لمومن ان يحرم ما ثبت فعله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ما كاد ان يكون نقله متواتراً و يمنع ما عليه عامة العلماء كابرأ عن كابرٍ و الحال انّ الامام الا عظم و الهمام الاقدم قال لا يحلّ لا حدٍ ان ياخذ بقولنا ما لم يعرف مأخذه من الكتاب و السنة و اجماع الامة و القياس الجليّ فى المسئلة و قال الشافعى اذا صحّ الحديث على خلاف قولى فاضر بواقولى على الحائط و اعملوا بالحديث الظاهر الى ان قال مع انه يكفى فى موجب تكفير الكيدانى اهانة المحدثين الذين هم عمدة آئمة الدين المفهوم من قوله كاهل الحديث المفضية الى قلّة الادب المفضى بسوء الخاتمة لانّ من المعلوم انّ اهل القرآن اهل الله و اهل الحديث اهل رسول الله و انشد فى هذا المعنى

اهل الحديث هم اهل النبى و ان  
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا  
هذا آخر كلام على القارى  
قلت و لبعضهم ما يناسب ما انشده

دين النبى محمدٍ مختار  
نعم المطية للفتى الآثار  
لا تر غبنّ عن الحديث و اهله  
فالرأى ليل و الحديث نهار

و قد سلف عن مولانا الاجل شاه ولى الله ان من يهون امر الصحيحين فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين انتهى و قد قال الله تعالى من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى و نصله جهنم و ساءت مصيراً

(ترجمہ: جہاں پر کہ کہا ملا علی قاریؒ نے تزئین العبارة لتسین الاشارة میں کہ بے شک انوکھی بات کہی ہے کیدانی نے جہاں پر کہ کہا ہے کہ دسواں حرام فعل نماز میں اشارہ کرنا ہے ساتھ انگلی شہادت کے مثل اہل حدیث کے یعنی مثل اشارہ کرنے جماعت علمائے حدیث رسول اللہ ﷺ کے اور یہ بات کیدانی کی بھاری خطا اور بڑا جرم ہے سبب اس کا جاہل ہونا ہے کیدانی کا اصول کے قاعدوں سے اور روایات فرعیہ کے مراتب سے اور اگر حسن ظن نہ ہوتا اور بمقتضائے حسن ظن کے اس کے کلام میں تاویل نہ کی جاتی تو اس کیدانی کا کفر صاف صاف اور مرتد ہونا ٹھیک ٹھیک ثابت ہو چکا تھا۔ بھلا کسی مومن کو پہنچ سکتا ہے کہ حرام کہے فعل رسول اللہ ﷺ یعنی اشارہ کو جس کی نقل قریب ہے کہ متواتر ہو جاوے اور منع کرے اس فعل سے جس پر تمام علماء بڑوں سے بڑوں کا اتفاق چلا آتا ہے حالانکہ امام بزرگ اور سردار مقدم یعنی ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ حلال نہیں کسی کو کہ میرے قول کو قبول کر لے جب تک نہ جان لے اس کی اصل قرآن یا حدیث یا اجماع یا روایت قیاس سے، اور کہا امام شافعیؒ نے جب کہ صحیح ہو حدیث برخلاف قول میرے کے تو دے مارو میرے قول کو دیوار پر اور عمل کرو حدیث ظاہر پر۔ یہاں تک کہ کہا ملا علی قاریؒ نے باوجود اس وجہ کا کہ کیدانی کی کافی ہے وجہ کافر کہنے اس کی یہ کہ اس نے محدثین کی جو عمدہ امامان دین میں سے ہیں اہانت کی ہے چنانچہ وہ اہانت اس کی اس لفظ سے کہ مثل اہل الحدیث کی طرف اشارہ نہ کرنا چاہیے سمجھی جاتی ہے جس سے اس کا کم ادب ہونا جو برائی خاتمہ کی طرف لے جاتا ہے نکلتا ہے یہ اس لئے کہ یقینی بات ہے کہ اہل حدیث اہل رسول اللہ ﷺ کے ہیں چنانچہ اس باب میں کسی نے شعر کہا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اہل حدیث آنحضرت ﷺ کے اصحاب ہیں کیونکہ اگر چہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ذات شریف کی صحبت نہیں پائی لیکن آپ کے انفاس قدسی یعنی کلمات پاک کے تو ہم صحبت ہیں۔ یہ ہے آخر کلام علی قاری کا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی شعر کے مناسب ہے جو اور کسی نے یہ مضمون شعر میں ادا کیا ہے کہ دین آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ ہے اور واسطے آدمی کے آثار مرویہ خوب سواری ہے، یعنی منزل مقصود کا وسیلہ ہے مت پھیر تو منہ اپنا حدیث اور حدیث والوں سے کیونکہ رائے اور عقل اندھیری رات ہے اور حدیث روشن دن ہے۔

اور اس سے پہلے شاہ ولی اللہ سے منقول ہو چکا ہے کہ جو کوئی صحیحین کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے مومنوں کی راہ سے الگ راہ لینے والا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی مخالفت کرے رسول

اللہ ﷻ بعد اس کے کہ اس کو راستہ معلوم ہو چکا اور پیچھے لگے اس راہ کے جو مومنوں کی راہ نہیں پھیریں گے ہم اس کو جدر پھرتا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ کیا بری پھر نے کی جگہ ہے)۔

اب حضرت مخاطب کی جناب میں بنظر الدین النصیحة کے حسبہ اللہ التماس ہے کہ اس کلمہ توہین حدیث سے تو بہ کریں اور گفتگوئے نفسانی میں ایمان سے نہ ہاتھ دھو بیٹھیں و ما علینا الا البلاغ

## صاحب ہدایہ مجتہد نہ تھا

قوله الخامس :

دوم آنکہ صاحب ہدایہ خود مجتہد مطلق شرعاً قول مجتہد باجتہاد غیر رد نہیں ہوتا  
اجماعاً چنانچہ صفحہ ۳۳ فی الاشباہ القاعدۃ اولی الاجتہاد لا یقتضی بالاجتہاد... الخ  
جوابہ: اقول، اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ صاحب ہدایہ کو مجتہد مطلق کہنا محض بے خبری ہے کسی نے علماء مسلمین سے آج تک صاحب ہدایہ کو مجتہد قرار نہیں دیا سبھی اس کو مقلدین سے شمار کرتے ہیں پس مجتہد کہنا مخاطب کا صاحب ہدایہ کو سوائے کذب اور دھوکہ دہی یا جہل اور ناواقفی کے کیا تصور کیا جائے

قال الملا علی القاری فی سم القوارض فی رد الروافض قال کمال باشا ان الفقہاء سبع طبقات۔ (یہ تفصیل طبقات فقہائے حنفیہ کی خاص اصطلاح ہے دوسرے علماء اصول وغیرہ اس میں اور تفصیل کرتے ہیں جس کا بیان عقد الجید میں موجود ہے اور اس رسالہ کی اخیر میں بھی کچھ ذکر اس کا آوے گا۔ اس مقام میں یہ تفصیل الزاماً نقل کی گئی ہے۔ محمد حسین) الا ولی طبقة المجتہدین فی الشرع کا لآئمة الاربعة و الثانية طبقة المجتہدین فی المذہب کابی یوسف و محمد و سائر اصحاب ابی حنیفہ و الثالثة طبقة المجتہدین فی المسائل التي لا رواية فيها عن صاحب المذہب کا لخصاف و ابی جعفر الطحاوی و ابی الحسن

الکرخى و شمس الآئمة الحلوائى و شمس الآئمة السرخسى و فخر الاسلام البزدوى و قاضى خان و الرابعة طبقة اصحاب التخریج کافخر الرازى و احزابهم فانهم لا یقدرون على الاجتهاد اصلاً لكنهم لاهل حاطتهم بالاصول و ضبطهم للماخذ یقدرون على تفصیل قول مجمل و حکم مبهم و الخامس اصحاب الترجیح من المقلدین کابى الحسن القدورى و صاحب الهدایة انتهى مختصراً ملخصاً و هكذا فى شروح الدر المختار و غيرها من کتب طبقات الحنفیه

(ترجمہ: کہاملا علی قاری نے اپنے رسالہ سم القوارض میں جو رافضیوں کے رد میں ہے کہہا کمال پاشانے فقہاء کے سات درجہ ہیں پہلا درجہ مجتہدین شریعت کا جیسے آئمہ اربعہ یعنی امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، دوسرا درجہ مجتہدین مذہب کا جیسے ابو یوسف، محمد اور باقی شاگرد ابوحنیفہ کے تیسرا درجہ مجتہدین مسائل کا جو امام سے مروی نہیں جیسے خفاف طحاوی، کرخی، شمس الآئمة حلوائی، شمس الآئمة سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، قاضی خان، چوتھا درجہ ان کا جو مجتہدوں کے اقوال سے اور مسائل نکالتے ہیں جیسے فخر الدین رازی (نسخہ موجودہ سم القوارض میں ایسا ہی پایا لیکن صحیح ابو بکر رازی معلوم ہوتا ہے۔ محمد حسین) اور گروہ ان کا کیونکہ یہ لوگ اجتہاد پر تو قادر نہیں لیکن چونکہ قاعدوں پر وہ احاطہ رکھتے ہیں اور اصول کو پہچانتے ہیں اس لئے قادر ہیں اس پر کہ مجمل بات کو مفصل کر دیں اور ایک حکم سے کئی باتیں نکالیں پانچواں درجہ مقلدوں کا جو ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں جسے قدوری اور صاحب ہدایہ، تمام ہوا مطلب سم القوارض کا مختصراً، یعنی ذکر چھٹے اور ساتویں درجہ کا مع باقی تفصیل کے اس میں چھوڑا گیا۔ اور ایسا ہی ذکر طبقات درمختار کی شرحوں اور کتب حنفیہ میں مسطور ہے)

جواب دوم، یہ کہ اگرچہ مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے قول سے رد نہیں ہو سکتا لیکن حدیث رسول اللہ ﷺ سے تو باتفاق تمام مسلمین کے رد ہو سکتا ہے اور اس میں تو بجز منافق اور مصداق من یشاقق الرسول کے کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں چنانچہ بذیل ثبوت دعوی ثالث ہو چکا ہے سو حضرت مجیب کے نزدیک بھی حدیث ہی کی نظر سے بخاری کے ساتھ ہدایہ واجب الرد ہے چنانچہ تفصیل اسکی مقام تمہید صورت نزاع



میں گزر چکی، نہ یہ کہ اجتہاد بخاری سے اجتہاد صاحب ہدایہ کا مردود ہے پس یہ قاعدہ اشباہ کا جس مفاد عدم نقض اجتہاد مجتہد با اجتہاد غیر ہے نہ عدم نقض اجتہاد مجتہد بخاری سے اجنبی ٹھہرا اور رسول اللہ ﷺ قول حضرت مجیب کے منافی نہ ہوا بلکہ مدعائے مخاطب سے اجنبی ٹھہرا اور یہ مخاطب کا قول کہ ایک نکتہ ہم اور سکھاتے ہیں محض فضول ہے کیونکہ یہ نکتہ نفیسہ تو بعینہا اشباہ والنظائر میں بعد بیان اس قاعدہ منقولہ جناب کے موجود ہے پھر اس کو قاعدہ اشباہ سے علیحدہ اپنے طبع نکتہ زاکا نتیجہ قرار دینا بجز فضولی کے کیا تصور کیا جاوے

## طعن ابن ہمام وغیرہ کا جواب

قولہ السادس :

اگرچہ کہ شرح سفر السعاده و میزان الکبریٰ بتوصیف

ہدایہ ہر جا موجود چہ سودالی قولہ چنانچہ در شرح سفر السعاده صفحہ ۲۱ (مخاطب کی تحریر میں نشان صفحہ ۲۱ کا موجود ہے اور حقیقت میں یہ عبارت صفحہ ۲۹ میں موجود ہے۔ محمد حسین) و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبرین کتاب ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر جا کار بدلیل معقول نہادہ اگر حدیث آورہ نزد محدثین حالی از ضعفی نہ غالباً اشغال آن استاد در حدیث کمتر بودہ ست و لیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیراً تلافی آن نمودہ

جوابہ:

قربان تمہارے اس فہم و ذکا و طبع نکتہ زاکا کے کہ کلام شیخ کو جو سراسر ہجو اور ذمت ہدایہ کی ہے مدح اور توصیف سمجھے۔

با من از جہل مقابل شدنا منفعلی  
کہ گرش ہجو کنم میشودش مع عظیم

آپ نے لفظ معتبر اور مشہور کے گھمنڈ پر اس عبارت کو تو تصیف ہدایہ سمجھ لیا اور یہ نہ سمجھا کہ شہرت و اعتبار اس کا مقلدین حنفیہ میں کس کام ہے جس حالت میں کہ بنا اس کی احادیث ضعیفہ پر ہے اور اکثر جگہ مبنی اس کا عقل اور رائے ہے یہاں تک کہ اس کے سبب سے حنفیوں کا مذہب بدنام ہوا اور ضعیف مشہور ہوا اور ان کا لقب اصحاب

الرائے ٹھہرا مثل مشہور ہے: بدنام کنی نام کنو نامی چند۔

اور یہی ہے مقصود شیخ عبدالحق کا اس عبارت سے جس کو تم نے تو صیف ہدایہ سمجھ کر نقل کیا ہے چنانچہ پہلے یہ اتہام لوگوں کے شرح سفر السعاده میں ذکر کر کے پھر وہ عبارت فرمائی ہے اور کہا ہے کہ کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور اور معتبر ترین کتاب ہاست نیز دریں وہم انداختہ الخ، یہاں تک کہا کہ اس کی بنا اکثر جگہ عقل پر ہے اور جو حدیث لاتا ہے ضعف سے خالی نہیں ہوتی اور مولف اس کا حدیث میں کم شغل رکھتا تھا اور شیخ ابن الہمام نے اس کی تلافی جبر نقصان کیا ہے۔ پس ادنی اہل عقل و انصاف پر بھی مخفی نہ رہے گا کہ یہ عبارت شیخ کی سراسر مذمت ہے ہدایہ کی نہ تعریف و تو صیف اس کی جیسا کہ حضرت مخاطب نام منفعل کے طبع نکتہ زامیں سما یا ہے

قوله السابع:

وہم چنین میزان الکبریٰ صفحہ ۷۴

فانی خصصتہ بمزید اعتناء و طالعت علیہ کتاب تخریج

احادیث کتاب ہدایہ للحافظ الزیلعی وغیرہ

جوابہ:

اگر اس عبارت میں لفظ خصصتہ بمزید اعتناء کو تو صیف ہدایہ سمجھا ہے تو سراسر غلطی ہے یاد ہو کہ وہی کیونکہ ضمیر منصوب خصصتہ کی اس کلام میں ہدایہ کی طرف نہیں پھرتی اس لئے کہ ہدایہ کا اس سے پہلے ذکر بھی نہیں بلکہ ضمیر اس کی طرف مذہب امام ابوحنیفہ کے پھرتی ہے اور اسی کا پہلے خصصتہ کے ذکر ہے چنانچہ ابتداء میں اسکے کہا ہے:

اعلم یا اخی اننی طالعت بحمد اللہ ادلة المذاهب الاربعہ

وغیرہا لا سیما ادلة مذہب الامام ابی حنیفہ فانی

خصصتہ بمزید اعتناء

پس خصصتہ کی ضمیر کو ہدایہ کی طرف پھیرنا اور اس جملہ کو ہدایہ کی تعریف

سمجھنا بجز غلط فہمی یا دروغ گوئی کے کیا سمجھا جاوے۔

اور جملہ طالعت کتاب تخریج الہدایۃ کو تو صیغ سمجھا ہے تو بھی غلطی ہے  
اسلئے کہ مطالعہ سے تخریج ہدایہ کے خود ہدایہ کا وثوق اور اعتبار ثابت نہیں ہوتا یہ اور ہے  
وہ اور۔

## قولہ الثامن

و بخت بخاری شریف در میزان صفحہ ۷۵

و ممن خرج لهم الشيخان مع كلام الناس فيهم جعفر ابن  
السليمان الضبعي  
جوابہ:

اقول عا ئذا با لله من كيد الخائنين - امام شعرانی نے میزان میں یہ  
کلام واسطے رفع جرح رفع کے رواۃ بخاری سے فرمایا ہے اور اس میں بعض رواۃ بخاری  
کو جس میں کچھ کچھ طعن تھی ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے اور صحیح بخاری کی تعدیل و  
توصیف فرمائی۔ چنانچہ کہا ہے

قال الحافظ المزي و الحافظ الزيلعي و ممن خرج لهم  
الشيخان مع كلام الناس فيهم جعفر بن سليمان الضبعي و  
الحارث بن عبيد و ايمن بن ثابل الحبشي الى ان قال و ابى  
اويس لكن للشيخين شروط في الرواية ممن تكلم الناس فيه  
منها انهم لا يروون عنه الا ما توبع عليه و ظهرت شواهد  
و عملوا ان له اصلاً فلا يروون عنه ما انفرد به او خالفه فيه  
الثقات و ذلك كحد يث ابى اويس الذى رواه مسلم فى  
صحيحه مر فو عايقول الله عز جل قسمت الصلوة بينى و  
بين عبدى نصفين الحد يث مع انه لم يتفرد به رواه غيره من  
الثقات كذلك منهم الامام مالك و شعبة و ابن عيينة و صار  
حد يثه متابعاً الى ان قال فقد بان لك انه ليس لنا ترك  
حديث كل من تكلم الناس فيه بمجرد الكلام فر بما يكون قد  
توبع عليه و ظهرت شواهد - الخ

(ترجمہ: کہا حافظ مزنی نے اور حافظ زلیعی نے کہ ایک ان راویوں سے جن کے حق میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور شیخین نے ان کی حدیث روایت کی ہے جعفر بن سلیمان ضعی ہے اور ایک حارث بن عبید اور ایک ایمن بن ثابیل حبشی ہے یہاں تک کہ گنتے گنتے کہا کہ ابو اویس، لیکن درحقیقت شیخین ان سے یوں ہی روایت نہیں کرتے بلکہ شیخین نے ان لوگوں کی روایتوں میں کئی شرطیں لگا رکھی ہیں ایک یہ کہ شیخین اس سے وہی روایت لائیں گے جن میں ان کے ساتھ اور راوی ثقہ بھی شامل ہوں اور ان کی روایتوں کے شواہد پائے جائیں اور شیخین خوب جان لیں کہ ان کی حدیث کی اصل ثابت ہے اور یہ نہیں کہ ان راویوں کی اکیلے حدیث یا وہ حدیث جو اور ثقات کے مخالف ہو روایت کریں مثال اس کی حدیث ابو اویس کی ہے جو مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں روایت کی ہے آنحضرت ﷺ سے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو یعنی سورۃ فاتحہ کو اپنے میں اور اپنے بندے میں آدھوں آدھ کر دیا ہے سو دیکھو اس حدیث میں ابو اویس اکیلا ہی راوی نہیں بلکہ یہ حدیث سوائے اس کے اور ثقہوں سے بھی اسی طرح مروی ہے چنانچہ امام مالک اور شعبہ اور سفیان بن عیینہ سے بھی ایسے ہی آچکی ہے اور اس حدیث میں ابو اویس کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں، یہاں تک کہ کبہ شعرائی نے کہ اس بیان سے تجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ ہم کو گنجائش نہیں کہ فقط لوگوں کے کلام اور اعتراض کرنے سے کسی کے حق میں اس کی حدیث کو ترک کر دیں کیونکہ کبھی اس کی حدیث اور ثقہوں سے بھی مروی ہوتی ہے اور اس کے شواہد ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تمام ہوا مطلب امام شعرائی کا)۔

اور اس کلام سے پانچ سطر پہلے امام شعرائی نے فرمایا ہے:

انّ مجرد الكلام في شخص لا يسقط مر ويه فلا بد من  
الفحص عن حاله و قد خرج الشيخان لخلق كثير ممن تكلم  
الناس فيهم. (فقط لوگوں کے اعتراض کسی راوی میں اس کی روایت کو ساقط نہیں کرتے  
بلکہ تحقیق اس کے حال کی لازم ہوتی ہے اور کیونکر ساقط ہو جس حالت میں شیخین نے بہتیرے

راویوں سے جو محل کلام ہیں روایتیں کی ہیں یعنی پھر وہ بحکم بیان مذکور ساقط نہیں گئی جاتیں)

اب ان عبارات کو امام شعرائی کی دیکھنا چاہیے کہ کس طرح طعن مخالفین کو  
رواۃ بخاری سے دفع کر رہے ہیں اور کس تشریح سے توثیق و ترمیم صحیح بخاری کی بجالا  
رہے ہیں مخاطب سارق نے اس طعن مخالفین کو ان عبارات سے انتخاب کر کے شعرائی

کی طرف منسوب کر دیا اور اصل کلام شعرانی کو جو اس طعن کے جواب میں بخاری کی تنزیہ یہہ و توثیق میں مرقوم ہے ازراہ خیانت و سرقتہ چھپا لیا فعلی اللہ الجزاء۔ اور عنقریب اور بھی جوابات طعن رواۃ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بشرح و بسط تمام لکھے جاویں گے انشاء اللہ تعالیٰ

### قولہ التاسع

اتنی سی عبارت کے کھمنڈ پر ترجیح بخاری شریف کو جمع کتب فقہ متفق کے دے

چکا۔

جوابہ:

اتنی ہی عبارت پر بحکم آنکہ العاقل تکفیه الا اشارہ اکتفا کیا گیا تھا اب چونکہ آپ نے اس کو اتنے سے سمجھا تو دیکھا بضمن ثبوت دعویٰ اول کے بجواب قول ثانی تمہارے کے کیسا عبارتوں سلف و خلف کا جھاڑ باندھ دیا اب بھی اگر حق نہ سوچھے تو خدا حافظ۔

### قولہ العاشر:

شیخ موصوف صفحہ ۲۰ شرح سفر السعادة فرمایا ہے و کتب ستہ کہ مشہور اندر ان اقسام حدیث از صحاح و حسان و ضعیف موجود و تسمیہ صحاح بطریق تغلیب

جوابہ:

یہ حکم تغلیب مجموعہ صحاح ستہ پر بنظر کتب اربعہ ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ کے ہے، نہ ہر جز و مجموعہ پر کیونکہ باجماع مسلمین سلف و خلف کے بخاری و مسلم مجرد صحاح سے مولف ہیں چنانچہ بضمن ثبوت دعویٰ اول بجواب ثانی گذر چکا ہے اور خود شیخ عبدالحق کی کلام میں یہ تخصیص حکم تغلیب کی کتب اربعہ سے پائی جاتی ہے چنانچہ مقسمہ اصول حدیث میں جو مشکوٰۃ مطبوع کے اول لگ رہا ہے کہتا ہے:

فصل الكتب الستة المشهورة المقررة في الاسلام التي يقال لها الصحاح الستة صحيح البخاري و صحيح المسلم و الجامع للترمذی و السنن لابن داؤد و النسائی و سنن ابن ماجه و عند البعض الموطا بدل ابن ماجه و صاحب جامع

الاصول اختار الموطا و فی هذه الكتب الاربعة اقسام من الصحاح و الحسان و الضعاف و تسميتها بالصحاح الستة

بطریق التغلیب انتہی کلام الشیخ الموصوف

(ترجمہ: فصل چھ کتابیں مشہور مقرر اسلام میں جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں یہ ہیں صحیح بخاری، صحیح

مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی و سنن ابن ماجہ اور بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی

جگہ موطا مقرر ہے اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو گنا ہے اور ان چار کتابوں میں یعنی

ترمذی، ابوداؤد، اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہر قسم کی حدیثیں صحیح اور حسن اور ضعیف موجود ہیں پھر

سب کو جو صحاح کہا جاتا ہے تو تغلیباً کہا جاتا ہے۔ تمام ہوا کلام شیخ کا)

اب دیکھو لفظ هذه الكتب الاربعة تمہارے فہم کو کیسا جھٹلا رہا ہے اور کیا

بلند آواز سے منادی ہے کہ حکم تغلیب کتب اربعہ سے خاص ہے اور صحیحین کو شامل نہیں۔

ایسا ہی کہا ہے بیچ بیان مطلب عبارت شیخ کے تمہارے پیشوا صاحب رسالہ دلیل قوی

نے حیث قال

و در صحاح ستہ سوائے بخاری و مسلم احادیث ہر قسم از صحاح و حسان و ضعاف

موجود و تسمیہ بصحاح تعلیمی ست چنانچہ شیخ عبدالحق در مقدمہ ترجمہ مشکوٰۃ گفتہ

کتب ستہ کہ مشہور اندر ان اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف موجود

و تسمیہ صحاح بطریق تغلیب است انتہی و بخاری و مسلم اگرچہ التزام میں امر

کردہ کہ حدیث غیر صحیح در صحیحین خود نیارند الخ

قوله الحادی عشر :

تحت ادیم السماء اصح من موطا ..

جوابہ :

یہ قول قبل و جو صحیح بخاری کے تھا اور جب نیر اعظم بخاری نے طلوع کیا تو

اس کے نور نے سب پر غلبہ کر لیا چنانچہ یہ امر کئی علماء سے بضمن ثبوت دعویٰ اول بضمن

رد قول ثانی مخاطب کے نقل کیا گیا۔

## قولہ الثانی عشر:

و نیز باینکہ فرمود شیخ موصوف شرح سفر السعادة صفحہ ۱۱۸ اخراج کردہ ست مسلم در کتاب خود بسیارے از رواة کہ سالم نیستند از عوامل جرتح (ایسا ہی منقول ہے تحریر مخاطب میں اور صحیح لفظ جرح ہے۔ محمد حسین) وہم چنین در کتاب بخاری جماعت اند کہ تکلم کردہ شدہ ست در ایشان پس مدار کار در حق رواة برا جتہاد علماء و صوابد ید ایشان باشد

## جوابہ:

حضرت شیخ عبدالحقؒ نے یہ کلام ابن ہمامؒ کا ترجمہ کیا ہے چنانچہ شروع ترجمہ میں ابن الہمام کا نام لیا ہے اور بعد ختم ترجمہ کے کہا ہے کہ حاصل اس سخن کا یہ ہے کہ اعتماد صحیح و تنقید مجتہدین پر چاہیے یہاں تک کہ کہا کہ یہ بات بڑی مفید ہے واسطے غرض ہماری کے جو تائید ہے مذہب کی خصوصاً حنفی مذہب کی اور غرض ابن الہمام کی بھی اس کلام سے یہی ہے۔

یہ ہے ترجمہ کلام شیخ کا اور اصل کلام سابقاً بضمن رد قول ثالث آچکا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ قدح ابن الہمام کا رواة مسلم و بخاری میں محض بسبب حسد کے ہے شان صحیحین میں اور صرف بنظر حمایت و تائید مذہب حنفی کے صادر ہوا ہے اور یہ کلام عدو حاسد کا ہے نہ کہ منصف عادل کا کہ لائق خطاب اور مستوجب جواب ہو با ایں ہمہ اس کا جواب لکھا جاتا ہے

پس واضح ہو کہ جوابات مطاعن رواة شیعین کے صد ہا علمائے حدیث نے اجمالاً و تفصیلاً تحریر کئے ہیں چنانچہ سابقاً بضمن ثبوت دعویٰ اول کے بجواب قول ثانی مخاطب کے صاحب در اسات اور امام سیوطیؒ اور عطار رشید اور عراقیؒ اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ کے کلام سے مجمل جوابات گزر چکے ہیں اور بضمن جواب قول ثامن مخاطب کے ایک جواب امام شعرانیؒ کی طرف سے نقل کیا گیا اب اس مقام میں مفصل جوابات کلام سے شیخ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ کے جو اور اماموں کے کلام سے جیسے امام ابو الفتح قشیریؒ اور امام ابوالحسن المقدسیؒ اور امام ابو عمرو بن صلاح شہر زوریؒ متمسک ہیں نقل کئے جاتے ہیں

قال الشيخ الامام رئيس الاسلام ابن حجر في مقدمته ففتح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الباری شرح صحیح البخاری ینبغی لكل مصنف ان یرعلم ان تخريج صاحب الصحیح ای راو كان مقتضی لعدالته عنده و حة ضبطه و عدم غفلته لا سیما ما انضاف الی ذلك اطباق جمهور الائمة علی تسمية الكتابین با لصحیحین و هذا المعنی لم یحصل لغير من خرج عنه فی الصحیحین فهو نهاية اطباق الجمهور علی تعديل من ذکر فیهما هذا اذا اخرج له فی الاصول فاما ان اخرج له فی المتابعات و الشواهد و التعالیق فهذا یتفاوت درجات من اخرج له فی الضبط و غیره مع حصول اسم الصدق لهم و حینئذ اذا وجدنا لغيره فی احدٍ منهم طعنًا فزك الطعن مقابل للتعديل لهذا الامام و لا یقبل الا مبین السبب مفسراً بقا دح تقدح فی عدالة هذا الراوی و فی ضبطه مطلقاً او فی ضبط الخبر بعینه لان الاسباب الحاملة للائمة علی الجرح متفاوتة منها ما یقدح و منها لا یقدح و قد كان الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح هذا جاز القنطرة یعنی بذلك انه لا یلتفت الی ما قیل فیہ قال الشیخ ابو الفتح القشیری فی مختصره و هكذا نعتقد و به نقول و لا یخرج عنه الا بحجة ظاهرة و بیان شافٍ یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمية کتابیہما با لصحیحین و من لوازم ذلك تعديل رواتهما قلت فلا یقبل الطعن منهم الا بقا دح واضح لان اسباب الكرح مختلفة و مدارهنا علی خمسة اشياء البدعة او المخالفة او الغلط او جهالة الحال او دعوی الاقطاع فی السند بان یدعی فی الراوی انه كان یدلس او یرسیل فاما جهالة الحال فمندفع عن جمیع من اخرج لهم فی الصحیح



لأنَّ شرط الصحيح ان يكون راويه معروفاً بالعدالة فمن زعم ان احداً منهم مجهول فكأنه نازع المصنف في دعواه انه معروف ولا شك ان المدعى لمعرفته مقدّم على من يدعى عدم معرفته ولا شك لما مع المثبت من زيادة العلم ومع ذلك فلا تجد في رجال الصحيح احداً ممن يسوغ اطلاق اسم الجهالة عليه اصلاً واما الغلط فتارةً يكثر من الراوى وتارةً يقل فحيث يوصف بكونه كثير الغلط ننظر فيما اخرج له ان وجد مرورياً عنده او عند غيره من رواية غير هذا الموصوف بالغلط علم ان المعتمد اصل الحديث لا خصوص هذا الطريق وان لم يوجد الا من طريقه فهذا قادح يوجب التوقف عن الحكم بصحة ما هذا سبيله وليس في الصحيح بحمد الله من ذلك شيء وحيث يوصف بقلّة الغلط كما يقال سيء الحفظ او له او هام او له منا كير وغير ذلك من العبارات فالحكم فيه كالحكم في الذي قبله الا ان الرواية عن هؤلاء في المتابعات اكثر منها عند المصنف من الرواية عن اولئك واما المخالفة وينشأ عنها الشذوذ والنكارة وهذا ليس في الصحيح سوى نزوي يسير واما دعوى الانقطاع فمدفوعه عمّن اخرج لهم البخارى لما علم من شرطه ومع ذلك فحكم من ذكر من رجاله بتدليس او ارسال، ان تيسر احاديثهم الموجدة عنده بالعنعة فان وجد التصريح بالسماع اندفع الاعتراض واما البدعة فالموصوف بها اما ان يكون ممن يكفر بها او تفسق فالمكفر بها لا بد ان يكون ذلك التكفير متفقاً عليه من قواعد جميع الائمة كما في غلاة الروافض وليس في الصحيح من حديث هؤلاء شيء البتة و المفسق بها كبدع الخوارج و الروافض الذين لا يغلون و

غير هؤلاء من الطوائف المخالفين لا صول السنة خلا فآ  
ظاهراً لكنه مستند الى تاويل ظاهره شائع فقد اختلف اهل  
السنة فى قبول حديث من هذه سبيله الى آخر ما فصله و برء به

شان الجامع الصحيح وقد نقلنا كلا مه بنحو من الاختصار  
( کہا شیخ امام اسلام کے رئیس شیخ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہ لائق  
ہے واسطے ہر مصنف کے کہ جان لے کہ روایت کرنا صحیح کتاب کی مصنف یعنی بخاری کا کسی  
راوی کے حدیث کو چاہتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک عادل ہو اور اس کا ضبط صحیح ہو اور وہ  
غافل نہ ہو خاص کر اس وقت یہ باتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں جب کہ مقتضائے صحت کے  
ساتھ اس بات کو بھی ملا دیں کہ جمہور علماء متفق ہیں ان کی کتابوں کے صحیحین نام رکھنے پر اور یہ  
بات سوائے ان راویوں کے جن سے شیخین نے روایت کی ہے کسی میں پائی نہیں جاتی اور یہ  
بات نہایت اتفاق جمہور کی ہے اوپر عادل ہونے راویوں صحیحین کے لیکن یہ بات اس راوی کی  
شان میں ہے جس سے اصل مقصود روایت ہو، رہا وہ جس شواہد اور متابعات اور تعلیقات میں  
روایت ہو سو حال اس کا ضبط اور عدل وغیرہ کی نظر سے مختلف ہے باوجود اس کے کہ نام صدق  
اس پر بھی بولا جاتا ہے پھر جب کہ پائیں ہم کسی راوی میں ان میں سے کسی کا طعن واعترض تو  
وہ طعن مقابل ہوگا عادل جاننے اس امام کے جس نے اس راوی کو قبول کر لیا ہے سو وہ طعن  
قبول نہ ہوگا جب تک کہ اس کا سبب ایسا کھلا کھلا بیان نہ ہو جس سے اس کی عدالت ٹوٹ  
جاوے یا اس کا ضبط ٹوٹ جاوے یا خاص کر کسی حدیث میں اس کے ضبط کا خلل ثابت ہو یہ  
اس واسطے شرط کی گئی ہے کہ باعث طعن کرنے اماموں کے راویوں کو مختلف ہوا کرتے ہیں کوئی  
تو ایسا ہوتا ہے جو عدالت کو توڑے اور کوئی ایسا کہ نہ توڑ سکے اسی واسطے شیخ ابوالحسن مقدسی  
کہا کرتے حق میں اس شخص کے جس سے بخاری میں روایت ہو کہ یہ شخص پل کے اوس پار اتر گیا  
ہے یعنی اب اس پر جو کوئی طعن کرے تو وہ لائق التفات نہیں۔ کہا شیخ ابوالفتح قشیری نے اپنی  
کتاب مختصر میں کہ میرا بھی یہی اعتقاد ہے اور یہی کہتا ہوں اور اس سے باہر نہ ہونا چاہیے بجز  
دلیل ظاہر کے اور بیان شافی کے جو اس سے غلبہ ظن میں جو علماء کے اتفاق سے اوپر صحیحین نام  
رکھنے ان دو کتابوں کے حاصل ہے بڑھ جاوے۔ جب یہ بات صحیح ہوئی تو اس سے عدالت  
صحیحین کے راویوں کی ثابت ہوئی اور لازم آئی۔ کہتا ہوں میں یعنی ابن حجر کہ اس تقدیر پر کسی

کا اعتراض و طعن ان کے حق میں قبول نہ کیا جاوے گا بجز باعث طعن واضح بیان کے اس لئے کہ باعث طعن مختلف ہوتے ہیں لیکن پھر پھرا کر یہاں پانچ چیزیں ٹھہرتی ہیں بدعت، یا مخالفت یا غلطی یا جہالت حال راوی کی یا دعویٰ منقطع ہونے سند کا اس طرح پر کہ فلانا راوی مدلس تھا یا ارسال کیا کرتا تھا سو جہالت حال تو صحیح بخاری کے تمام راویوں سے اٹھی ہوئی ہے کیونکہ صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا راوی مشہور ہو عدالت میں پھر جو کوئی کسی صحیح کے راوی کو مجہول کہے تو گویا اس نے صحیح کے مصنف کا مقابلہ کیا اس باب میں کہ اس نے اس راوی کو مشہور و معروف سمجھا تھا اور اس نے اس کو مجہول بتایا سو اس میں شک نہیں کہ دعویٰ مشہور و معروف کہنے والے کا مقدم ہوگا کیونکہ مشہور کہنے والے کو اس راوی کے حال سے زیادہ واقفیت ہے کہ وہ اس کے نہ جاننے والے کو نہیں ہے باوجود اس حکم کے پھر بھی صحیح بخاری کے راویوں میں ایسا کوئی نہیں جس پر جہالت کا بولنا جائز ہو۔

اب سنو غلطی کا حال سو یہ کسی راوی سے بہت ہوتی ہے اور کسی سے تھوڑی۔ پس جہاں کوئی راوی بہت غلطی سے موصوف ہوا تو ہم دیکھیں گے کہ اس کی حدیث مصنف کے نزدیک یا کسی اور محدث کے نزدیک سوائے اس کے کسی اور سے بھی مروی ہے یا نہیں اگر مروی ہو تو معلوم ہوا کہ مصنف کا اعتماد اصل حدیث پر ہے یعنی بنظر اس راوی کے جو غلطی سے موصوف نہیں نہ بنظر خاص طریق اس راوی غلطی والے کے اور اگر کسی راوی سے بجز اس کے مروی معلوم نہ ہو تو البتہ یہ بات صحت کے خلاف اور باعث توقف ہے اس کے صحیح کہنے سے لیکن خدا کے فضل سے صحیح بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے اور جہاں کوئی راوی تھوڑی غلطی کرنے سے موصوف ہوا جیسے کہا کرتے ہیں کہ فلانا بری یادداشت والا ہے اور فلانا وہم رکھتا ہے اور فلانے کی کچھ منکر حدیثیں ہیں یا مثل ان کے اور عبارتیں تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی قسم کا گذرا یعنی اس کی حدیث کو دیکھا جاوے گا کہ کسی اور سے بھی مروی ہے یا نہیں۔ پھر حسب تفصیل سابق حکم جاری کیا جائے گا لیکن ان کی روایتیں نزدیک مصنف کے متابعات میں بہت ہیں بہ نسبت اون کی روایات کے۔

اب سنو حال مخالفت کا جس سے شاذ اور منکر ہونا حدیث کا پیدا ہوتا ہے۔ سو یہ صحیح بخاری میں سوائے قدر قلیل کے نہیں۔ اب سنو حال دعویٰ انقطاع سند کا، سو یہ بخاری کے تمام راویوں سے اٹھا ہوا ہے کیونکہ اس کی شرط اور التزام سب کو معلوم ہے کہ وہ بلا ثبوت سماع و لقاے باہم

راویوں کے کسی کی حدیث نہیں لاتا باوجود اس کے مدلس یا صاحب صاحب ارسال کہنا اس کے راوی کو تب تک بھی ہوگا جب تک کہ ان کی حدیثیں معتن یعنی عن عن کے ساتھ پائی جاویں گی اور جب وہی حدیثیں لفظ سماع سے مل جاویں گی تو پھر وہ اعتراض کہاں رہے گا۔

اب رہی بدعت سوراوی اس کا نامزد کیا تو کفر کی طرف منسوب ہوگا اور کیفیق کی پس جوراوی جو بسبب بدعت کے منسوب بکفر ہوگا اس میں یہ ضروری بات ہے کہ کفر اس کا سبب اماموں کا متفق علیہ ہوگا جیسے غالی رافضیوں کا کفر یعنی جو حضرت علیؑ کو چھوٹا خدا جانتے ہیں و علیٰ هذا القیاس۔ سوائے لوگوں سے صحیح بخاری میں کوئی حدیث نہیں ہے اور جوراوی کہ بسبب بدعت کے فاسق گنا جاتا ہے جیسے خارجی یا وہ رافضی جو غالی نہیں ہیں اور سوائے ان کے اور لوگ جو اصول اہل سنت کے مخالف ہیں لاکن یہ اپنے خلاف میں کسی تاویل کو مستند رکھتے ہیں جو اہل سنت میں اس کے ظاہر معنی مشہور ہیں سوائے اہل بدعت کی حدیث قبول کرنے میں اختلاف ہے یعنی بعضے لوگ بعضی وجہوں اور شرطوں سے قبول کرتے ہیں اور بعضے نہیں کرتے تا آخر اس بیان تک جو شیخ ابن حجرؒ نے تفصیل سے فرمایا ہے اور صحیح بخاری کو اعتراضوں سے بری کیا ہے ہم نے ان کے کلام کو کسی قدر اختصار سے نقل کیا ہے)

اور تمہارے مستند اور معتمد صاحب رسالہ دلیل دلیل قوی مولوی احمد علی سہارنپوری نے واسطے تزییہ اور دفع مطاعن رواۃ بخاری کے بڑا اہتمام کیا ہے چنانچہ مقدمہ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے عبارت مذکورہ نقل کر کے کہا ہے:

هذا ما ذكره الحافظ ابن حجر في مقدمة فتح الباري في اول الفصل التاسع ثم سردا اسماء من طعن فيهم من رواة الصحيح و اجاب عن الاعتراضات لكن لما كان بناء هذه الفصول على الاختصار تركنا التفصيل و رأينا ان نذكر على سبيل التمثيل من رواة الصحيح المجروحين عمران بن حطان و مروان ابن الحكم فنقل ما حكاها الحافظ من الاعتراض عليهما و ما اجاب به عنه عبارته عمران بن حطان السدوسي الشاعر المشهور كان يرى رأى الخوارج

قال ابو العباس المبرد كان عمران رأس القعدية من البرية و خطيبهم و شا عرهم انتهى - و القعدية قوم من الخوارج و كان عمران داعية الى مذهبه و هو الذي رثى عبد الرحمن بن ملجم قال علي و قد وثقه العجلي و قال قتاده لا يتهم في الحديث و قال ابو داود و ليس في اهل الاهواء اصح حديثاً من الخوارج ثم ذكر عمران هذا و غيره و قال يعقوب ابن شيبه ادرك جماعة من الصحابة و صار في آخر عمره الى ان رأى رأى الخوارج و قال العجلي حدثت عن عائشة و لم يبين سماه قلت و لم يخرج البخاري سوى حديث واحد من رواية يحيى بن ابي كثير عنه قال سألت عن عائشة عن الحرير فقالت أتت ابن عباس فسأله قال فسألته فقال أتت ابن عمر فسأله فقال حدثني ابو حفص ان رسول الله قال انما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة انتهى و هذا الحديث انما اخرج البخاري في المتابعات فللحديث عنده طرق غير هذا من رواية عمر و غيره و قد رواه مسلم من طريق اخرى عن ابن عمر نحوه الى آخر ما نقله المولى احمد على عن الحافظ الامام ابن حجر و قال الامام النووي في مقدمة شرح مسلم عاب عابون مسلماً رحمه الله براوايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء المتوسطين الواقعيين في الطبقة الثانية الذين ليسوا من شرط الصحيح و لا عيب في ذلك بل جوابه من اوجه ذكرها الشيخ الامام ابو عمر و بن الصلاح احدها ان يكون ذلك فيمن هو ضعيف عند غيره ثقة عنده و لا يقال الجرح مقدم على التعديل لأن ذلك فيما اذا كان الجرح ثابتاً مفسراً بسبب و الا فلا يقبل الجرح اذا لم يكن كذا و قد قال

الاما م الحافظ ابو بكر احمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي وغيره ما احتج البخاري و مسلم و ابو داؤد به من جماعة علم الطعن فيهم من غيرهم فمحمول على انه لم يثبت الطعن المؤثر مفسراً لسبب الثاني ان يكون ذلك واقعاً في المتابعات و الشواهد لا في الاصول الثالث ان يكون ضعف الضعيف الذي احتج به طرء بعد اخذه عنه ، الرابع ان يعلوا بالشخص الضعيف اسناده و هو عنده من رواية الثقات فيقصر على العالي و لا يطول باضافة النازل اليه الى آخر ما لخصناه من كلام النووي

(ترجمہ: یہ وہ تذکرہ ہے جو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری کی ابتداء میں فصل نویں میں ذکر کیا ہے پھر حافظ ابن حجر نے بیان کئے نام ان راویوں بخاری کے جس میں لوگوں نے طعن کئے ہیں اور پھر ان طعنوں کے جوابات تحریر کئے ہیں لیکن جب کہ ان فصلوں کی بنا اختصار پر ہے اس لئے تفصیل کو ہم نے چھوڑ دیا ہے اور بطور تمثیل دو راویوں مطعون بخاری کا ذکر کرنا مناسب دیکھا ہے ایک عمران بن حطان دوسرا مروان۔ پس ان کے حق میں جو اعتراض اور جواب ابن حجر نے بیان کیا سو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ پس یہ ہے عبارت حافظ ابن حجر کی ان کے بیان میں عمران بن حطان سدوسی شاعر مشہور تھا اعتقاد اس کا خارجیوں کا تھا ابو العباس مبرد نے کہا ہے کہ عمران سردار تھا قعدیہ کا جو صفریہ میں سے ہیں اور ان کا خطیب اور شاعر تھا قعدیہ ایک قوم ہے خارجیوں میں سے اور یہ عمران اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلانے والا تھا اور یہ وہی ہے جس نے عبدالرحمن ابن ملجم قاتل علیؑ کا مرثیہ کہا تھا لیکن اس کو علیؑ نے ثقہ بتلایا ہے اور قدادہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث میں مؤتم نہیں کیا جاتا تھا اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ بدعتیوں میں صحیح حدیث لانے والا خوارج سے بڑھ کر کوئی نہیں پھر ان میں سے اس عمران وغیرہ کا ذکر کیا اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ عمران نے کئی صحابہ کو پایا لیکن اخیر عمر میں خوارج کے اعتقاد پر ہو گیا اور عقیلی نے کہا ہے کہ اس نے عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اپنی سماع ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ بخاری نے اس کی کوئی حدیث روایت نہیں کی بجز ایک حدیث کے جو یحییٰ بن کثیر نے اس عمران سے روایت کی ہے کہ اس نے بیان کیا میں نے پوچھا عائشہؓ سے حکم ریشی

کپڑے کا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ سے جا کر دریافت کرو، کہا کہ میں نے پھر ابن عباس کے پاس جا کر پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کے پاس جا کر پوچھو، پس انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا ہے ابو حفص یعنی عمر بن الخطابؓ نے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ریشمی کپڑا دنیا میں پہننے کا اسکا آخرت میں حصہ نہ ہوگا۔ تمام ہوئی حدیث مذکور۔ سو اس حدیث کو امام بخاریؒ متابعات ہی میں لایا ہے کیونکہ یہ اسکے نزدیک کئی اور طریقوں سے حضرت عمرؓ وغیرہ سے بھی ثابت تھی اسلئے ان روایات کی متابعت میں اسکو بھی لے آیا ہے اور بلاشبہ امام مسلمؒ نے بھی اور طریقوں ابن عمرؓ وغیرہ کے سے اسکو روایت کیا ہے۔ تا آخر اس کلام تک جو مولوی احمد علی نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے اور کہا امام نوویؒ نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہ عیب پکڑا ہے عیب پکڑنے والوں نے مسلمؒ پر کہ انہوں نے اپنی صحیح میں ضعیف متوسل راویوں سے جو دوسرے طبقہ کے لوگ ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں کیوں روایت کی لکن حقیقت میں یہ کچھ عیب نہیں بلکہ اس کا کئی وجہ سے جواب ہو سکتا ہے جن وجوہات کو شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے ذکر کیا ہے ایک یہ وجہ ہے کہ وہ ضعیف راوی جس کو معترض ضعیف کہتا ہے مسلمؒ کے نزدیک ثقہ ہو اس پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ جرح مقدم ہے تعدیل سے یعنی ضعیف کہنے والے کا قول مقدم ہے بہ نسبت قول ثقہ کہنے والے کے بحکم اصول کے کیونکہ یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ جرح، جرح کرنے والوں کا با بیان سبب و دلیل ہو، نہیں تو وہ ہرگز مقبول نہیں اور بلاشبہ کہا ہے امام حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ نے کہ جس راوی کی سند لی ہے بخاریؒ و مسلمؒ و ابوداؤدؒ نے اور لوگوں نے اس پر طعن کیا ہے تو وہ طعن اور جرح ان کا ثبوت کو نہیں پہنچا اور موثر با بیان سبب نہیں پایا گیا۔ دوسری وجہ یہ کہ حدیث ضعیف راوی کی متابعات میں لی گئی ہو نہ اصل مقصود حدیثوں میں تیسری وجہ یہ کہ اس ضعیف راوی میں جو ضعف کسی نے نکالا ہے وہ پیچھے کر بعد اس کے کہ مسلمؒ اس سے سند لے چکا ہو پیدا ہوا ہو۔ چوتھی وجہ یہ کہ سند اس کی اس ضعیف راوی سے بلند ہوتی ہو اور وہ نزدیک مسلمؒ کے بروایت ثقافت نیچے کے درجہ میں ہو، پس مسلمؒ بنظر بلندی سند کے اسی ضعیف کی اسناد کو ذکر کر کے اس پر اکتفا کرتا ہو اور ساتھ اس کے سند نازل کو جو ثقافت کی سند تھی بخوف تطویل ذکر نہ کرتا ہو۔ آخر اس کلام تک جسے ہم نے مختصر کر کے نقل کیا ہے امام نوویؒ سے۔

اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں بذیل احادیث رواۃ مطعونین کے ایک

ایک کا مفصل جواب بھی تحریر کیا ہے شائق طالب کو اصل شرح کا ملاحظہ درکار ہے۔  
 بالجملہ مطاعن لوگوں کے بحق بعضے راویوں بخاری و مسلم کے آئمہ محدثین نے ہبائے  
 منشوراً اور نسیباً منسیباً کر دیئے ہیں اور اصحیح پر احادیث شیخین کے کسی کو اہل  
 اسلام میں سے کچھ اعتراض اور کلام باقی نہیں رہا ہے۔ یہ بزرگوار ابن الہمام اور بتقلید  
 اس کے عبدالحق ناحق ان اعتراضات اور مطاعن کو مقام مصادمہ محدثین میں بغرض  
 نصرت مذہب حنفی کے جان بوجھ کر باوجود علم اور اطلاع کے جوابات اور رفع ان مطاعن  
 کے پیش کرتے ہیں ایسوں کے حق میں کیا اچھا کسی نے شعر کہا

ان كنت لا تدرى فتلك مصيبة  
 و ان كنت تدرى فالمصيبة اعظم

(اگر تو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر جانتا ہے تو یہ اور بھی بڑھ کر مصیبت ہے)

## کیا امام بخاری، شافعی المسلك تھے

قوله الثالث عشر

مع هذا اسماعيل بخارى منتسب مذہب شافعی کا ہے چنانچہ محقق شاہ ولی اللہ

رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں

و استدلال شيخنا العلامة على ادخال البخارى فى الشافعية

بذکره فى الطبقات الشافعية و كلام النووى شاهد له

پس جائے غور ہے کہ مجیب نے مخالفین بخاری کو کہ خود وہ مقلد شافعی کا ہے

بدعتی لکھ دیا بلا عمل اس کا کیا علاج۔

جوابہ:

واہ آپ کا تعمل بعین مہملہ کہ... آپ اوس میں ایسے مصروف ہوئے کہ امام

بخاری کے نام تک ظفر یاب نہ ہوئے نام کا محمد مشہور ہے جس کی جگہ نام ان کے باپ کا

اسماعیل فرما دیا اور مسئلہ متنازعہ فیہا سے بھی خواب خرگوش میں چلے گئے کہ متنازع فیہ

ترجیح ہدایہ کی تھی صحیح بخاری پر جس کو چھوڑ کر آپ تقلید بخاری کی ثابت کرنے لگے اور پھر



تفریح اس پر یہ اجنبی کی کہ مخالفین بخاری کو بدعتی کیوں کہا یہ سب خوبیاں اس عمل بعین مہملہ کی ہیں اگر کچھ تامل کو کارفرما ہوتے تو امام بخاری کا نام کہیں نہ کہیں ڈھونڈ بھال کے لکھتے اور بحث ترجیح ہدایہ کو چھوڑ کر اثبات تقلید بخاری کے درپے نہ ہوتے اور بوقت تفریح سمجھتے کہ امام بخاری کے مخالفین کو تو کسی نے بدعتی نہیں کہا بلکہ احادیث بخاری کو جس میں بخاری کے مقلد ہونے کو کچھ دخل نہیں.. مرنج ٹھہرایا ہے اور اس امر کے مخالف کو مبتدع کہا ہے جس کو ایک جہان مبتدع کہہ رہا ہے۔ الغرض عمل چھوڑ کر تامل اختیار کرتے تو ایسی باتیں ناشی عدم تامل سے نہ کہتے۔ اب ہم بقطع نظر آپ کے عمل کے خوبیوں سے امام بخاری کا اجتہاد بتصریحات آئمہ نقل ثابت کرتے ہیں اور خیانت مخاطب کی عبارت رسالہ انصاف میں ظاہر کر کے اس سے بھی مجتہد ہونا امام بخاری کا ثابت کئے دیتے ہیں پس اولاً اقوال آئمہ نقل متضمن ثبوت اجتہاد امام بخاری بیان کئے جاتے ہیں پھر عبارت رسالہ انصاف سے مجتہد ہونا امام بخاری کا اور خیانت و سرقہ مخاطب کا ثابت کیا جاوے گا:

قال الامام احمد ما اخر جت خراسان مثله یعنی البخاری و قال اسحاق بن راہویہ لو کان فی زمن الحسن لاحتاج الیہ لمعرفة بالحدیث و فقہہ و قال نعیم بن حماد فقیہ ہذہ الامۃ و ہکذا قال یعقوب بن ابراہیم الدورقی و منهم من فضلہ فی الحدیث و الفقہ علی احمد بن حنبل و اسحاق ابن راہویہ و قال ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی محمد بن اسماعیل البخاری افقہنا و اعلمنا و اغوصنا و قال اسحاق بن راہویہ ہوا بصر منی نقل ہذہ الاقاویل الشیخ الامام ابن کثیر فی تاریخ البدایۃ و النہایہ و الامام الحافظ ابن حجر فی شرحہ للبخاری و تاریخہ و الشیخ العلامة القسطلانی فی شرحہ للبخاری و غیرہ من آئمۃ الحدیث و التواریخ و نقل ابن حجر عن ابی مصعب ان محمد بن اسماعیل افقہ عبدنا و ابصر بالحدیث من احمد

بن حنبل و عنه قال لو ادركت ما لكأ و نظرت الى وجهه و وجه محمد بن اسما عيل لقلت كلاهما و احد في الفقه و الحديث و قال قتيبه بن سعيد جالست الفقهاء و العبّاد و ما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسما عيل و هو في زمانه كعمر في الصحابة و سئل قتادة عن طلاق السكران فدخل محمد يعني البخاري فقال للسائل هذا احمد بن حنبل و اسحاق بن راهويه و لي ابن المديني ساقهم الله اليك و اشار الى البخاري انتهى - و قال الامام النووي في التهذيب و مناقبه لا تستقصى لخر و جها عن ان تحصى و هي منقسمة الى حفظ و سرورية و اجتهاد الى آخر ما قال و قد عدّه الرملي مجتهداً مستقلاً لكننا لا نطيل الكلام بنقل عبارته

(ترجمہ: کہا امام احمد نے کہ ديارخراسان نے بخاری جیسا کوئی نہیں نکالا یعنی وہاں ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا اور کہا اسحاق بن راہویہ نے اگر ہوتا بخاری، حسن بصری کے زمانہ میں تو وہ محتاج ہوتا بخاری کا بسبب اس کے کہ وہ خوب جانتا تھا حدیث اور اجتہاد اور کہا نعیم بن حماد نے بخاری کے حق میں کہ یہ اس امت کا مجتہد ہے اور ایسا ہی کہا ہے یعقوب بن ابراہیم دورق نے اور بعضوں نے اس کو امام احمد بن حنبل اور اسحاق راہویہ سے بھی غالب ٹھہرایا ہے حدیث اور اجتہاد میں اور کہا ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن نے کہ محمد بن اسماعیل بخاری ہم سب سے بڑھ کر مجتہد ہے اور عالم اور غور والا ہے اور کہا اسحاق بن راہویہ نے کہ بخاری مجھ سے بھی زیادہ بصیرت والا ہے نقل کیا ان اقوال کو شیخ حافظ بن کثیر نے تاریخ بدایہ والنہایہ میں اور حافظ ابن حجر نے شرح بخاری اور اپنی تاریخ میں اور شیخ علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں اور ان کے سوائے اوروں نے بھی اماموں حدیث اور تاریخ سے، اور نقل کیا ہے ابن حجر نے ابو مصعب سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بھی بڑا مجتہد اور بڑی بصیرت والا تھا حدیث میں اور اسی ابو مصعب سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر میں امام مالک کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ اور امام بخاری فقہ و حدیث میں برابر ہیں اور کہا امام قتیبہ ابن سعید نے کہ ہم نشین رہا میں مجتہدوں اور زاہدوں اور عابدوں کا لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل کے برابر کسی کو

نہیں دیکھا اور کہا کہ یہ اپنے زمانہ میں ایسا تھا جیسے حضرت عمرؓ صحابہ میں۔ اور سوال کیا کسی نے فتادہ سے کہ متوالے کی طلاق کا کیا حکم ہے پس اس وقت امام بخاری آگئے۔ پس کہا فتادہ نے سائل کو کہ یہ احمد بن حنبلؒ ہے اور اسحاق بن راہویہؒ ہے اور علی بن مدینیؒ ہے۔ ان کو اللہ تیری طرف کھینچ لایا ہے اور اشارہ کیا امام بخاریؒ کی طرف۔ اور کہا امام نوویؒ نے مہذب میں کہ مناقب امام بخاریؒ کے پورے پورے بیان نہیں ہو سکتے کیونکہ شمار سے باہر ہیں اور وہ منقسم ہیں حفظ اور فہم اور اجتہاد پر، تا آخر اس کلام تک جو نوویؒ نے فرمایا ہے اور امام ربیعؒ نے بھی بخاریؒ کو مجتہد مستقل شمار کیا ہے۔ اب ہم اس کی کلام نقل کرنے سے عبارت کو طول نہیں کرتے۔

اب حال عبارت شاہ ولی اللہؒ کا جس سے مخاطب جا لپٹا ہے سننا چاہیے کہ معنی عبارت مذکور کا یہ نہیں کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کا مسائل فرعیہ میں جو محل بحث ہیں مقلد تھا جیسا کہ مخاطب نے اس پر متفرع کیا ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنے اجتہاد میں امام شافعیؒ کی طرف منتسب تھا کیونکہ طریق اجتہاد اور ترتیب دلائل اور استنباط مسائل میں رائے امام بخاریؒ کو رائے امام شافعیؒ سے توافیق اور تطابق تھا اور مخاطب نے بھی اولاً اسی انتساب کا دعویٰ کیا ہے اگرچہ بعد نقل عبارت مذکورہ کے بحکم آنکہ دروغ گور حافظہ نہ باشد اس دعویٰ کو فراموش کر کے تقلید بخاری کا مدعی ہو گیا ہے الحاصل اس عبارت سے شاہ صاحبؒ کے مجتہد ہونا بخاریؒ کا ثابت ہوتا ہے نہ مقلد ہونا ہونا، غایت مافی الباب یہ کہ اجتہاد بخاریؒ آپ کے نزدیک منتسب ہوا نہ مستقل اور عدم استقلال اجتہاد سے کسی مجتہد کے مقلد ہونا اس مجتہد کا لازم نہیں آتا۔

اب حال رسالہ شاہ ولی اللہؒ کا جس سے مخاطب جا لپٹا ہے سننا چاہیے کہ معنی عبارت مذکور کے یہ نہیں کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کا مسائل یہ مطلب عبارت مذکورہ کا عبارات ما قبل و ما بعد سے ایسا روشن ہوتا ہے جیسا نصف النہار کا روشن آفتاب مخاطب ان سب عبارات کو مضر مطلب سمجھ کر سرقہ کر گیا اور شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گیا ہے۔ ہم اس مقام میں اون سب عبارات کو نقل کر کے سرقہ و خیانت مخاطب ثابت کرتے ہیں اور مجتہد مطلق منتسب غیر مقلد ہونا امام بخاریؒ کا ان عبارات سے ثابت کئے دیتے ہیں پس واضح ہو کہ اصل وہ کلام جس سے مخاطب جا لپٹا ہے شاہ صاحبؒ کا خود اپنا کلام نہیں بلکہ فقیہ ابن زیاد یعنی شافعیؒ کا کلام ہے جو اس کے فتاویٰ

سے شاہ صاحب نے نقل کیا ہے اس کی ابتداء میں امام بلقینی شافعی کے مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعویٰ ہے پھر اس کی تائید و تنظیر میں بعضے اور مجتہدین مطلقین منتسبین کا حال اجتہاد منقول ہے اور شرح قنیہ اور شرح مہذب اور کتاب الرد علی من اخلد الی الارض اور تہذیب اور کتاب رافعی کی شہادات سے ان کے اجتہاد مطلق کا ثبوت دیا ہے پھر معنی منتسب ہونے اس مجتہد منتسب کے جن سے مقلد ہونا اس کا باطل ہو اور اجتہاد ثابت ہو بیان کئے ہیں پھر امام بخاری کو ان کی سلک میں منسلک کیا ہے اور مثل ان کے مجتہد مطلق منتسب قرار دیا ہے حیث قال

بعد ذکر البلقینی و غیرہ من المجتہدین المطلقین المنتسبین و معنی انتسابہ الی الشافعی انہ جری علی طریقته فی الاجتہاد و استقراء الادلة و ترتیب بعضها علی بعض و وافق اجتہادہ اجتہادہ و اذا خالف احیاناً لم یبال بالمخالفة و لم یخرج عن طریقته الا فی مسائل و ذلك لا یقدح فی دخوله فی مذہب الشافعی و من هذا القبیل محمد بن اسماعیل البخاری فانہ معدود فی طبقات الشافعیة و ممن ذکرہ فی طبقات الشافعیة تاج الدین السبکی و قال انہ تفقہ بالحمیدی و تفقہ الحمیدی بالشافعی و استدلل شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعیة بذکرہ فی طبقاتہم و کلام النووی شاہد لہ انتہی ما فی الانصاف نقلاً عن فتاویٰ الفقیہ بن زیاد مختصراً

(ترجمہ: اور معنی اس کے منسوب ہونے کے طرف شافعی کے یہ ہیں کہ وہ چلا ہے شافعی کے انداز پر اجتہاد میں اور دلیلوں کی تلاش اور ترتیب میں اور اس کا اجتہاد شافعی کے اجتہاد کے موافق ہو گیا ہے اور کبھی اس سے مخالفت بھی کرتا ہے تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا کیونکہ اس مخالفت سے اس کے انفاذ سے نکل نہیں جاتا بجز چند مسائل کے جن میں خروج اس کا ثابت ہوتا ہے سو وہ اس کے داخل ہونے کو شافعیوں میں توڑ نہیں دیتا اور اسی قسم سے مجتہدین منتسبین سے جو شافعی کی طرف بسبب توافق اجتہاد و ترتیب دلائل کے منسوب ہیں امام بخاری ہیں جو طبقات

شافعیہ میں معدود ہیں سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاریؒ نے فقہات پیدا کی حمیدیؒ سے اور حمیدیؒ نے امام شافعیؒ سے، اور ہمارے استاد نے امام بخاریؒ کو طبقات شافعیہ میں مذکور ہونے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ وہ شافعیوں میں داخل ہے اور نوویؒ کا کلام بھی اس پر شاہد ہے۔ تمام ہوا جو انصاف میں فقیہ ابن زیاد سے نقل کیا ہے مختصر ہو کر۔

## مجتہد مستقل، مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب

اس کے بعد شاہ ولی اللہ نے عبارت کتاب انوار کی متضمن تفسیر معنی منتسب ہونے مجتہد کی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد منتسب مقلد نہیں ہوتا اور منتسب ہونا اس کا محض توافق رائے کے سبب سے ہوا کرتا ہے نقل کی ہے حیث قال

و من شواہد ما ذکرنا ایضاً ما فی کتاب الانوار حیث قال و المنتسبون الی مذہب الشافعی و ابی حنیفہ و مالک و احمد اصناف احدھا العوام و تقلید ہم الشافعی متفرع علی تقلید المیت و الثانی البالغون الی ربة الاجتہاد و المجتہد لا یقلد مجتہداً و انما ینسبون الیہ لجر یہم علی طر یقتہ فی الاجتہاد و استعمال الادلة و ترتیب بعضها علی بعض و الثالث المتوسطون و ہم الذین لم یبلغوا رتبة الاجتہاد لکنہم وقفوا علی اصول الامام و تمکنوا من قیاس ما لم یجدوہ منصوصاً علی ما نص علیہ و هؤلاء مقلدون لہ انتہی ما فی الانصاف نقلاً عن الانوار۔

(ترجمہ۔ جہاں پر کہا ہے مولانا شاہ ولی اللہ نے کہ اس کے شاہدوں سے وہ بھی ہے جو کتاب انوار میں کہا ہے کہ جو لوگ مذہب شافعی وغیرہ کی طرف منسوب ہیں وہ کئی قسم ہیں ایک عامی سو ان کی تقلید تو فرغ ہے تقلید میت کی، دوسرے وہ جو رتبة اجتہاد کو پہنچ گئے ہیں سو مقلد نہیں کیونکہ ایک مجتہد دوسرے کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر جو ان کو طرف شافعی کے منسوب کرتے اور شافعی المذہب کہہ کر پکارتے ہیں تو محض اسی سبب سے کہ یہ لوگ اپنے اجتہاد اور استعمال و ترتیب

دلائل میں امام شافعی کے انداز پر چلے ہیں۔ تیسرے بیچانیچ کے لوگ جو رتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن اپنے امام کے قواعد پر مطلع ہیں اور اس کے اقوال پر اور نئی باتوں کو قیاس کر سکتے ہیں سو فقط یہی لوگ مقلد ہیں۔ تمام ہوا جو انصاف میں انوار سے ہے)

اس کے بعد آپ نے مجتہد مطلق کی دو قسم بیان کی ہیں ایک مستقل دوسرے منتسب الی المستقل، پھر ان دونوں کے خصائل بیان کئے ہیں اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد منتسب مجتہدین مطلقین میں داخل ہے اور ربقہ تقلید سے آزاد۔ لہذا آپ کی اس کلام کو بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

قال ر حمہ اللہ تعالیٰ اعلم ان هذا المجتهد قد یكون مستقلاً و قد یكون منتسباً الی المستقل و المستقل من امتاز عن سائر المجتهدین بثلاث خصالٍ ا حدیها ان یتصرف فی الاصول و القواعد التی یتسبب منها الفقه و ثانیها ان یجمع الاحادیث و الاثار فیصل احکامها و یتنبہ لما خذ الفقه منها و یجمع مختلفاتها و یرجح بعضها علی بعض، و یعیّن بعض محتملاتها و ثالثتها ان یفرغ التفاریح التی ترد علیہ مما لم یسبق بالجواب فیها من القرون المشهود لها بالخیر و المجتهد المنتسب هو المقدی المسلم و له فی الخصلة الاولی الجاری مجراه فی الخصلة الثانیة و المجتهد فی المذهب هو الذی سلم منه الاولی و الثانیة و جرى مجراه فی التفاریح علی منهاج تفاریحه انتهى مختصراً غایة الاختصار

(فرمایا شاہ ولی اللہ نے جان لے کہ یہ مجتہد یعنی مجتہد مطلق کبھی مستقل ہوتا ہے اور کبھی منسوب طرف کسی مستقل کے پس مستقل وہ ہے جو ممتاز ہو باقی مجتہدین سے تین خصلتوں میں ایک خصلت یہ کہ تصرف کرے ان قاعدوں میں جن سے مسائل فقہ نکالے جاویں خصلت دوسری یہ کہ احادیث اور آثار کو اکٹھا کرے اور ان سے احکام حاصل کرے اور ان میں مسئلہ نکلنے کی جگہ کو جان جاوے اور متعارض احادیث کو آپس میں متفق کر دے اور بعض احادیث مرتجح کو غیر مرتجح پر ترجیح دے اور جن حدیثوں کے معانی کئی احتمال رکھتے ہیں ان میں ایک احتمال کو معین

کر دے۔ خصلت تیسری یہ کہ جو مسائل فرعیہ پہلے کسی نے نہ نکالے ہوں جب اس پر وہ پیش ہوں ان کو احادیث سے استنباط کرے اور مجتہد منسوب طرف دوسری کے وہ ہے کہ جو خصلت اول میں تو اسی کی چال چلے اور اس کو قبول کر لے اور خصلت دوسری میں خود اس جیسا ہو اور ان دونوں کے سوائے ایک اور مجتہد فی المذہب کہلاتا ہے یہ وہ ہے جو خصلت اولیٰ میں بھی اسی کی چال چلے اور خصلت ثانیٰ میں بھی اس کا تابع ہو رہے اور خصلت ثالث میں یعنی استنباط مسائل فرعیہ جدیدہ میں اس کے قائم مقام ہو۔ تمام ہوا کلام شاہ ولی اللہ کا نہایت مختصر ہو کر

سوان عبارات سے شاہ صاحب کی صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ آپ کے نزدیک بھی مجتہد تھا نہ مقلد امام شافعیؒ کا اور منسوب ہونا اس کا طرف شافعی کے اور محدود ہونا شافعیوں میں محض بنظر توافق رائے و اتحاد طریق اجتہاد امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ کے تھا نہ بنظر مقلد ہونے امام بخاریؒ کے، اب آئندہ جو مخاطب نے سب و شتم سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے اس کا جواب و جزا بعد آنکھ بند کرنے کے اللہ سے پاوے گا۔

بوقت صبح شود ہم چو روز معلومت

کہ با کہ باحتہ عشق در شب دیجور

ر بنا افتح بیننا و بین قو منا بالحق و انت خیر الفاتحین

التماس برائے آئندہ:

اگر اس کے جواب میں کچھ آپ کو لکھنا منظور ہو تو قلم کو سب و شتم سے روک کر لکھنا اب کے تو اس طرف سے آپ کے دشنام و طعنوں کے جواب دینے سے اعراض اور عمل آیت و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلا ما پر کیا گیا آئندہ شاید نفس راغب انتقام ہو جاوے اور تمسک

لا یحبّ اللہ الجہر بالسوء الا من ظلم

اور

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا

ہو بیٹھے

و ما ابرىء نفسى ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربي  
لهذا آپ پہلے ہی سے اپنے نفس کو سمجھاویں اور یہ شعر سناویں:

صائب دہن خویش بدشام میا لا صائب  
کین زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

و السلام على من اتبع الهدى

خاتمة الطبع:

الحمد لله و المنة کہ رسالہ مخ الباری از تو ایف فاضل اجل عالم با عمل  
جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول حامی دین رب المشرقین و رب المغربین  
حافظ حدیث رسول الثقلین مولانا ابوسعید لدعو بہ محمد حسین البتالوی ثم اللہ ہوری دامت  
برکاتہم و عمت فیو ضا تہم در احسن زمان و اسعد آوان پانزدہم شہر رجب  
المرجب ۱۲۸۶ ہجری از قالب طبع برآمدہ باعث و فور رشد اسلامیان و موجب از یاد  
رشاد ایمانیاں گردید ایزد تعالیٰ بہرکت انفا س طیبہ آں پیشرو مسلک دین تویم و رہنمائے  
صراط مستقیم مار ہروان شرع را چراغ توفیق فرار راہ نہاد و بسر منزل یقین رساناد

و هو الموفق و منه السداد

☆☆☆

## تبیان فی رد البرہان

(در جواب فضل احمد بن عبد الرحمن)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذرىء البضيم البارىء ال... فالمعطى لها المطايا  
من الجسم فالمركب فيها العلوم و الحكم فالمصطفى منهم  
الرسول او لى العزم فالمجتبى منهم سيدنا محمدا الحشم  
ذاالمجد والكرم نبى العرب و العجم الشاهد بخطبه الحجر و  
اليقيم الناطق بخطمه؟ اللوح و القلم الرؤف الرحيم بمومنى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



الام كاسب المعدم وواصل الرحم عصمة الارامل و ثمال  
من يتم و ابيض يستسقى الغمام بوجهه - ثمال اليتامى  
عصمة للارامل و اشهدان لا اله الا الله و حده لا شريك له و  
اشهد ان محمدا عبده و رسوله من اتبع اثره فكلمه فهو القرم  
الناثل الحظ الفخم و من تولى عن ذكره و .. باهل الراى و  
فكره فهو القزم الا يهم تقس و اتكس؟ و فى الحطمة جثم  
وزيد له فيها من التيغظ و الحدم -

اس کے بعد ار باب فطانت و اصحاب ديانت پر مخفی نہ رہے کہ جیسے میاں  
عثمان ہمارے خواہ مخواہ مخاطب اول نے مسئلہ ترجیح صحیح بخاری میں بمقابلہ علمائے دہلی  
کے سراٹھا کر پچلایا اور اجر پایا ہے ویسا ہی میاں فضل احمد بن مولوی عبدالرحمن جو میاں  
عثمان کا بے علمی و نا فہمی میں چھوٹا بھائی ہے اور اس سے ایک درجہ منتر ل مسئلہ و جو ب  
تقلید معین معین و عدم جواز عمل بالحدیث میں قلم چلایا اور ایک رسالہ برہان المقلدین  
تالیف کر کے اپنے جہل پوشیدہ کو ظاہر کر دکھایا ہے، سچ ہے:

تا	مرد	خن	گلفہ	باشد
عیب	و	ہنرش	نہشتہ	باشد

عبارت اور مضمون دونوں کی تحریروں کے یکساں ہیں اور شہادت میں جہل  
اور نا فہمی دونوں کی یک زبان - اس کی تحریر کے بیانات تو رسالہ مخ الباری میں مثبت ہو  
چکے ہیں، اس کی تحریر کے چند الفاظ کی اظہارات بیان قلم بند کی جاتی ہیں صفحہ سات  
میں اس رسالہ کے آپ نے بذیل ترجمہ عبارت حضرت شاہ ولی اللہ کے بیقی سدی  
مہملا، کا ترجمہ: تارہا ناکار، کیا ہے۔ یعنی تارہا نکما، سو یہ ترجمہ یا بلغ بیان مخاطب کی  
جہالت پر شہادت ادا کر دیا ہے اس لئے کہ یہاں معنی سدی کے تانا نہیں ہے بلکہ وہی  
مہمل ہے جو اسکے بعد اس کی تفسیر کر رہا ہے اور معنی عبارت شاہ ولی اللہ کے یہ ہیں کہ  
جس کو ہند یا کسی اور دیار میں بجز ایک مذہب کے کسی اور مذہب سے اطلاع نہ ہو تو پھر  
اگر وہ شخص اس مذہب کو بھی ہاتھ سے چھوڑ دے تو اس کی گردن سے حلقہ اسلام نکل  
جاوے گا یعنی کسی طرح متعبد شریعت نہ رہے گا اور موبد ہیں اس معنی سدی کو اتوال

مفسرین کے تفسیر میں:

ايحسب الا نسان ان يترك سدى (القيامة: ۳۶)، قال البيضاوى: مهمل لا يكلف ولا يجازى (و هو يتضمن تكرير انكاره للحشر و الدلالة عليه من حيث ان الحكمة تقتضى الامر بالمحاسن و النهى عن القبائح ، و التكليف لا يتحقق الا بالمجازة و هى قد لا تكون فى الدنيا فتكون فى الآخرة ) ،

و قال الجلال المحلى مهمل لا يكلف بالشرائع -

و قال البغوى مهمل لا يؤمر ولا ينهى - ( قال السدى : معناه

المهمل و ابل سدى اذا كانت ترى حيث شاءت بلا راع )

پھر معلوم نہیں آپ کا علم و فہم بلند پر واز جولا ہوں کے تانے میں کیونکر جال جھا - اور صفحہ ۱۶ میں آپ نے بذیل ترجمہ عبارت شعرانی کے جملہ طالعت علیہ کتاب تخریج احادیث الہدایہ للحافظ الزیلعی کا ترجمہ یہ کیا ہے: کہ مطالعہ کر دیم براستاد خود کتاب ہدایہ کہ معانی احادیث از تصانیف حافظ زیلعی است - اتنی بلفظہ -

سو یہ ترجمہ پہلے سے بڑھ کر مخاطب کی بے علمی اور ان پڑھ ہونے کی شہادت بنا رہا ہے اور اس شعر کی صورت میں جلوہ دکھا رہا ہے:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایہا السّاقی ادر کاساً و ناولہا

اسلئے کہ جیسے اس شعر میں شاعر نے زلیخا کو تصنیف سعدی کہا ہے ویسے ہی اس ترجمہ میں مخاطب ماعرنے ہدایہ کو تصنیف حافظ زیلعی قرار دیا ہے اور فی الواقعہ ہدایہ برہان الدین علی بن محمد مرغینانی کی تصنیف ہے -

قال فى القاموس و مرغینان بکسر العین بلدة بما وراء

النهر منه على بن محمد مولف کتاب الہدایہ انتہی -

اور زیلعی ایک اور شخص ہے محدثین حنفیہ سے اس کی تصنیف تخریج ہدایہ اور شرح کنز وغیرہ ہے - اور جیسے اس شاعر نے مضمون زلیخا کو الا یا ایہا الساقی سے

تعبیر کیا ہے ویسے ہی مخاطب ماعر نے مضمون تخریج احادیث کو معانی احادیث سے تفسیر کیا ہے اور فی الحقیقت تخریج احادیث نام ہے نکالنے سندوں احادیث کا یعنی جو حدیثیں بعض کتابوں میں بلا اسناد مذکور ہیں ان کی سندیں تلاش کر کے ان کو مسند کر دیں اور ان میں یہ نشان لگا دیں کہ اس حدیث کو فلاں اسناد سے فلاں محدث نے روایت کیا ہے چنانچہ احادیث ہدایہ کو ابن الہمام نے فتح القدر میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ میں اور احادیث احیاء العلوم کو عراقی نے تخریج احیاء میں اسی طرح تخریج کیا ہے اور اسی قسم سے تخریج حافظ زلیعی کی جس میں احادیث ہدایہ کو حافظ نے مسند کیا ہے اور ان کی اسانید کو ڈھونڈ بھال کر بہم پہنچایا ہے، حضرت ماعر نے اس تخریج کو نفس ہدایہ سمجھا اور پھر اس کو تصنیف حافظ زلیعی بتلایا ہے۔ اور اس کے وصف تخریج کو معانی احادیث سے تفسیر کیا ہے۔ ان باتوں میں تو آپ نے اس ترجمہ کو ہم سراسر شعر کے کیا ہے اور کئی باتوں میں اس کو اس شعر پر بھی فوق دے دیا ہے چنانچہ کتاب ہدایہ کو مفعول طالعت کا ٹھہرایا ہے اور علیہ کی ضمیر مجرور کو طرف استاد شعرانی کے جس کا نام و نشان بھی نہیں راجع کیا ہے لیکن مجھے ان باتوں کی تشریح کی فرصت نہیں اور ان باتوں کو کسی کی تشریح و توضیح کی حاجت نہیں: حاجب مشاطہ نیست روئے دلارام را۔ اور صفحہ ۱۸ میں آپ نے کہا ہے کہ:

ہر یک ازینہما مجتہد مطلق بود کہ اورا مجتہد فی المذہب نیز گویند انتہی بلفظ۔

یہ بھی آپ کی بے علمی کی شہادت میں شاعر ہدل ہے اس لئے کہ مجتہد مطلق کو مجتہد فی المذہب کہنا محض جہل اور سراسر ہزل ہے یہ اور ہے وہ اور ہے چنانچہ اسی رسالہ انصاف میں جس سے مخاطب نے جا بجا نقل لایا ہے اس میں اس میں فرق بتشریح تام ارقام فرمایا ہے حیث قال

اعلم ان للمجتهد قد یكون مستقلاً و قد یكون منتسباً الى  
المستقل و المستقل من امتاز؟ عن سائر الجتهدين بثلاث  
خصال احدیها ان یتصرف فی الاصول و القواعد التي  
یستنبط منها الفقه و ثانیة ان یجمع الاحادیث والآثار  
فیصل احکامها و یتنبه لما خذ الفقه منها و یجمع مختلفاتها

و یر جح بعضها علی بعض و یعین بعض محتملاً تھا و ثالثاً  
ان یفرع التفاریع التي ترد علیه ممالم یسبق بالجواب فیها  
من القرون المشهود لها بالخیر و المجتهد المطلق المنتسب  
المقتدی المسلم له فی الخصلة الا ولی الجاری مجراه فی  
الخصلة الثانية و المجتهد فی المذهب هو الذی سلم منه الا  
ولی و الثانية و جراه فی التفاریع علی منهاج تفاریعه  
انتهی مختصراً۔

اور ایسا ہی مولف رسالہ انصاف نے رسالہ عقد الجید میں ان دونوں میں  
فرق بیان فرمایا ہے حیث قال :

المنتسب من سلم اصول شیخه و استعان بکلامه کثیراً فی  
تتبع الأدلة و التنبه للمأخذ و هو مع ذلك مستیقن بالأحكام  
من قبل ادلتها قادر استنباط ذلك منه او اکثر و انما  
یشترط الامور المذكورة فی المجتهد المطلق و اما الذی  
هودونه فی المرتبة فهو مجتهد فی المذهب و هو مقلد لامامه  
فیما ظهر فیہ نصه الی آخر ما فی عقد الجید۔

علی ہذا القیاس بیسیوں غلطیاں فاحش مخاطب کی بے علمی پر شاہد اس رسالہ  
میں موجود ہیں لیکن خوف تطویل اور قلت فرصت ان کی تفصیل کی مرخص نہیں۔ الغرض  
آپ میں اور میاں عثمان میں کچھ تھوڑا ہی فرق نظر آیا لہذا تحریر کرنا جواب آپ کی تحریر کا  
بھی مناسب معلوم نہ ہوا لیکن جیسے آخر عثمان کو باوجود مخاطب صحیح نہ ہونے کے چارناچار  
مخاطب ٹھہرایا ہے ویسے ہی آپ کو بھی باوصف لائق خطاب نہ ہونے کے بحیال اس امر  
کے کہ کم علم لوگ آپ کی تحریر میں بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیکھ کر غرہ؟ نہ ہو جاویں  
خواہ خواہ مخاطب کیا جاتا ہے و جبراً و کرباً ننگ خطاب عالی جناب کا اٹھالیا جاتا ہے۔ بر  
سرفرزد آدم ہرچہ آید بگزر د۔ پس اولاً تمام رسالہ کا ایک مجمل جواب ہا جاتا ہے جس  
سے آپ کا بے علم ہونا اور آپ کے رسالہ کا بے اعتبار ہونا ثابت ہو پھر تفصیل وار ہر  
ایک فقرہ کا علیحدہ علیحدہ مختصر جواب لکھا جاوے گا۔ جواب مجمل یہ ہے کہ

آپ نے یہ رسالہ خود اپنی تحقیق سے کتب مذکورۃ الرسالہ کا مطالعہ فرما کر تصنیف نہیں کیا بلکہ محمد شاہ پنجابی کے کے رسائل تنویر الحق و تحفۃ العرب و العجم وغیرہما جو بظاہر نواب قطب الدین نے اپنے نام سے چھپوائے ہیں دیکھ داکھ کر ان عبارتیں تقلید کے مضمون کی اپنے رسالہ میں درج کر لی ہیں (محمد شاہ پنجابی کے ایک رسالے کا جواب متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ جس طرح غلط یا صحیح تام یا ناقص مختصر یا مطول سالم یا مسروق مقدم یا موخر عبارتیں کتابوں کی ان رسالوں میں منقول ہیں اسی طرح غالباً رسالہ مخاطب میں موجود ہیں اور بعضی عبارتیں اس میں خاص تحفۃ العرب کی ہیں مخاطب نے ان کو فرضی کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے مثلاً صفحہ ۱۲ میں یہ عبارت نقل کی ہے:

فان تنا زعتم فی شیء فردّوہ الی اللہ و الرسول الی کتاب  
اللہ و سنّۃ الرسول ان کنتم تعلمون بہما و الا فالی العالم  
بہما لانّ الردّ الی اللہ و الرسول یتعذر فی هذا الزمان انتہت  
عبارة تحفة الحر مین - تمام ہوئی عبارت منقولہ مخاطب کی

سو یہ عبارت خاص تحفۃ العرب و العجم کی ہے اور سولہویں صفحہ میں اس کے موجود، مخاطب نے اس کو تحفۃ العرب و العجم سے نقل کر کے فرضی کتاب تحفۃ الحرمین کی طرف منسوب کر دیا اور صفحہ ۱۴ میں جو عربی عبارت رسالہ شیخ عبدالرحمن مفتی مکہ کی نقل کی ہے وہ بھی خاص تحفۃ العرب و العجم کی عبارت ہے اور اس کے صفحہ ۵۱ میں موجود۔ مخاطب نے اس کو بھی اسی تحفہ سے بادی تغیر نقل کر کے فرضی رسالہ مفتی مکہ کے نامزد کر دیا ہے، اس سے علم اور وسعت نظر اور کتاب بنی آپ کی خوب ثابت ہوئی جس کو اس بیان میں شک ہو وہ عبارات رسالہ مخاطب کو عبارات اون رسائل سے مطابق و مقابل کر کے دیکھ لے اور اگر کسی کو مخاطب سے ملاقات حاصل ہو سکے تو اس سے بالمشافہ تصحیح نقل طلب کرے یعنی درخواست کرے کہ جن کتابوں سے آپ نے یہ عبارتیں نقل کی ہیں جیسے رسالہ تحفۃ الحرمین اور رسالہ عبدالرحمن مفتی مکہ اور برہان امام الحرمین اور شرح منہاج اور رسالہ ملا علی قاری اور فتح المبین ابن حجر مکی، وہ اصل کتابیں ہم کو دکھائیں اور عبارات مندرجہ رسالہ ان کتابوں سے بتلاویں اس وقت آپ کے علم و کتب بنی کی قلعی

کھلے اور صداقت ہمارے اس بیان کی کہ یہ رسالہ رسائل محمد شاہ کا انتخاب ہے، عیاں ہو رہے۔ یہ تقریر کہ یہ رسالہ اعتبار سے کیوں ساقط ہے سو یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو روایتیں تنویر الحق سے منقول ہیں ان کے جوابات اور اکثر روایات تحفۃ العرب کے جوابات تو کتاب معیار الحق میں بوجہ بسط مذکور ہیں اور جو بعضی نئی روایتیں تحفۃ العرب سے یا رسالہ انصاف سے نقل کی ہیں، اون میں جو صحیح ہیں وہ مدعاے مخاطب سے اجنبی ہیں اور جو اس کے مدعا کی مثبت ہیں وہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ترکی تمام شد، تفصیل اس اجمال کی جا بجا بذیل جواب ہر ایک روایت کے معلوم ہوگی۔ انشاء اللہ

### جوابات تفصیل وار:

واضح ہو کہ نقل کرنا اصل عبارات رسالہ کا بسبب کم فرصتی کے ملتوی رکھ کر حاصل ترجمہ اون کا ہندی زبان میں نقل کر کے جواب ان کا دیا جاتا ہے جس کسی کو ہماری صحت نقل میں تردد ہو وہ تراجم کو اصل رسالہ سے مقابل کر کے دیکھ لے اور نیز واضح ہو کہ رسالہ مخاطب کا مختصر خرافات محمد شاہ کا ہے چنانچہ ثبوت اس کا عنقریب گذر چکا ہے اور اسکے جوابات معیار الحق میں مفصل لکھے جا چکے ہیں باوجود اس کے جب کہ مخاطب نے انہیں رد کی ہوئی باتوں کو انتخاب کر کے پیش کیا لہذا اس کے جوابات میں بھی وہی جوابات معیار الحق پیش کئے جاویں گے اور جہاں کہیں مخاطب نے کوئی بات جدید رسالہ جدیدہ محمد شاہ سے انتخاب کر کے یا بطور خرق عادت کسی اور کتاب سے دیکھ کر لکھی ہے اس کے جواب ہم بھی جدید لکھیں گے اور اسکو فی الجملہ بسط سے بیان کریں گے۔ پس سننا چاہیے کہ جو آپ نے دیباچہ رسالہ میں طعن کیا ہے کہ اردو زبان میں رسالے بناتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ اسپر ہم کو دو باعث ہیں اول یہ کہ ہم اپنے مخاطبوں کو عالم نہیں سمجھتے اور ان کو بجز اردو کے کسی زبان میں ماہر نہیں دیکھتے۔ پس عربی عبارتیں لکھ کر ان کو پڑھاتے کہاں پڑے پھریں۔ دوسرے قصد تسہیل و تعلیم عامہ مسلمین۔ تصدیق باعث اول کی ناظرین کو ملاحظہ سے خطبہ اس رسالہ کے ہو جاوے گی خصوصاً اس شخص کو جو اس خطبہ کو حضرت مخاطب سے پڑھا کر معنی اس کے دریافت کرے اور دیکھے کہ آپ اس میں کتنے لفظوں کو صحیح پڑھتے ہیں اور کتنے لفظوں کے معنی

بتلاتے ہیں۔ اور تصدیق باعث ثانی متوجہ ہونا ہم لوگوں کا ہے طرف تراجم عربی کتابوں سے ہندی زبان میں۔ اور جو آپ نے کہا ہے کہ علماء دہلی نے جن کتابوں کا اپنے فتویٰ میں حوالہ دیا ہے اون میں سے جو کتاب ہمارے پاس تھی اوس میں فتویٰ کہیں نہ پایا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ وہ کتابیں آپ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی مبلغ علم آپ کا رسائل محمد شاہ ہے و بس، پھر اتنی بوالہوسی و لاف گزاف کیا زیبا ہے۔ اور حوالے ان کتابوں کے سب صحیح ہیں چنانچہ بمقابل آپ کے روایتوں کے نشان مواضع اون کی عبارتوں کے کتاب معیار الحق میں بقید نمبر صفحات کے بتلائے جاویں گے اور جو عبارتیں معیار الحق میں منقول نہیں وہ بعد اختتام رد مخاطب خاتمہ رسالہ میں بعینہ نقل کی جاویں گی۔ اور جو آپ نے تفسیر مظہری اور منار اور نور الانوار کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ مذہب مخالف آئمہ اربعہ کا باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے باطل ہے۔

## ابطال دعویٰ حصر مذاہب باجماع مرکب

جواب اس کا توضیح تلویح و مسلم اور خود نور الانوار سے معیار الحق میں صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۴۳ تک لکھا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اجماع مرکب میں اتحاد زمانہ اہل اجماع کا شرط ہے اور آئمہ اربعہ کا زمانہ ایک نہ تھا۔ اور جو آپ نے فتح المبین اور برہان اور تحریر اور شرح منہاج کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ مذاہب آئمہ اربعہ کے قواعد مضبوط ہیں اور مسائل واضح اور مدون اور منتشر ہو گئے ہیں اس واسطے بجز ان کے اور کسی مذہب کا اتباع جائز نہیں۔

جواب اس کا شرح مسلم الثبوت اور شرح تحریر ابن الہمام سے معیار الحق کے صفحہ ۳۱ و صفحہ ۴۴ اور صفحہ ۸۹ اور صفحہ ۱۲۹ میں بوجہ بسط منقول ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسے آئمہ اربعہ کے مذاہب مضبوط اور قواعد مقرر ہیں ایسے ہی اور مجتہدوں کے بھی ہیں اور تدوین مسائل کو تقلید میں دخل نہیں۔ رہی شہرت ان کے مسائل کی سو جب

کہ اور مذہبوں کی روایت بسند صحیح محفوظ مل جاوے تو پھر یہ مذاہب مشہورہ اور وہ مذہب غیر مشہور بسبب مل جانے روایت صحیحہ اس مذہب کے اتباع میں برابر ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ متاخرین حنفیہ نے تزکیہ شہود تخلیف بنا کر مذہب ابن ابی یعلیٰ کے باوجود یکہ چاروں اماموں کے خلاف ہے اختیار کر رکھا ہے۔ یہی جواب ہیں اس عبارت تحریر کے جس کو مخاطب نے اشباہ والنظائر سے نقل کیا ہے اور اس میں مجمل اجماع کا دعویٰ ہے۔ اب رہی عبارت طحاوی کی متضمن اس مضمون کے کہ آچکے ہیں دین طائفہ ناجیہ اہل مذہب اربعہ میں منحصر ہے جو ان سے خارج ہے ناری ہے۔

## ابطال دعویٰ حصر نجات مذاہب اربعہ میں

سو جواب اس کا شرح مسلم اور شرح تحریر اور تاریخ یا فعی اور تاریخ ابن خلکان اور کتب طبقات سے معیار الحق کے صفحہ ۳۰ سے صفحہ ۳۶ تک لکھا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دعویٰ حصر اگر اس نظر سے ہے کہ اس زمانہ میں بجز ان مذاہب کے اور اہل مذاہب حقہ کے اقوال سے سند صحیح نہیں ملتی اس لئے اب ناچار حق انہیں میں منحصر ہو گیا ہے تو ان معنوں کو یہ قول صحیح ہے لیکن اس سے حق ہونا اون روایتوں مذاہب غیر آئمہ اربعہ کا جو سند صحیح سے ہم تک پہنچ جاوے محل تردد نہ ہوگا اور تبع اون روایات کا فرقہ ناجیہ سے خارج نہ ٹھہرے گا۔ اور اگر یہ حصر اس نظر سے ہو کہ روایت کسی اور مذہب کی سند صحیح ملے یا نہ ملے بہر حال حکم شریعت سے حق انہیں میں منحصر ہے تو یہ دعویٰ باطل ہے کیونکہ آئمہ اربعہ کے پہلے بھی صدہا مجتہد اہل حق ہوئے اور بعد میں بھی بیسیوں ہو چکے، اور ان سب کو مخالف حق اور اہل نار سے کیوں کر کہا جائے۔ اور جو آپ نے شامی حشی در مختار کی عبارت اس مضمون کی نقل کی ہے کہ حکم عدم انتقال مذہب میں حنفی و شافعی و حنبلی و مالکی برابر ہیں۔

جواب اس کا خود اسی شامی کی کلام سے معیار الحق کے صفحہ ۷۶، اور صفحہ ۱۲۲ میں موجود ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ شامی کے نزدیک انتقال اسی صورت میں ممنوع



ہے جب کہ غرض منتقل کی فاسد ہو اور قصد اس کا تلاعب ہو اور جس صورت میں غرض اس کی محمود ہو یا اس کو دوسرا مذہب متحرری اور غلبہ ظن سے بہتر اور ارجح معلوم ہو تو انتقال اس کا محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر پائے گا۔

## اقرار ملا علی قاری کہ التزام کسی پر واجب نہیں

اور جو آپ نے عبارت ملا علی قاری کی متضمن و جوہر تعین مذہب نقل کی ہے، اس کا رد کلام خود اسی ملا علی قاری سے معیار الحق کے صفحہ ۱۲۴ میں موجود ہے، مگر وہاں کلام ان کا مختصر منقول ہے، لہذا یہاں فی الجملہ تفصیل سے نقل کیا جاتا ہے۔ پس سننا چاہیے کہ ملا صاحب نے شرح عین العلم میں پہلے کہا ہے کہ احتساب یعنی روکنا ممنوعات اختلافیہ سے اوس شخص کو جس کے مذہب میں وہ ممنوع ہیں ظاہر بنا بر بیان احیاء العلوم کے لازم ہے۔ پھر کہا:

وقد ذهب جمع الی انه لا حسیبۃ الا فی مثل الخمر و الخنزیر  
و ما یقطع بکونہ حراماً کما کل المیتة و الدم و ما اجمع علی  
تحريمه حیث جوز؟ لكل مقلد ان یختار من المذاهب ما اراد  
رفقا به و قد قال اللہ تعالیٰ فا سئلوا اهل الذکر ان کنتم  
لاتعلمون الا لآیه و قال علیہ السلام من تبع عا لماً لقی اللہ  
سالماً و من المعلوم ان اللہ سبحانہ و تعالیٰ ما کلف احداً ان  
یکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل کلفهم ان  
یعملوا بالکتاب و السنة ان کانوا علماء و ان یقلدوا العلماء ان  
کانوا من الجهلاء۔ انتہی بقدرۃ الضرورة

ایسا ہی ملا صاحب نے رسالہ سم القوارض میں جملہ اخیرہ کو زبیر رقم فرمایا ہے۔ پس باوجود اس وصیت و اقرار ملا صاحب کے کہ اللہ اور رسول نے کسی پر مذہب معین ٹھہرا لینا واجب نہیں کیا پھر واجب کہنا، اور؟ اوس تعین اپنی رائے سے بفرض صحت

نقل مخاطب کی کون سنتا ہے اور مومن باللہ سوائے اللہ اور رسول کے حاکم احکام فرض و واجب کس کو جانتا ہے جو لوگ اتخذوا احبار ہم و رہبا نهم من دون اللہ کے مصداق ہیں وہ اوکو اپنا حاکم جانیں اور ان کا کہنا بلا سند شریعت مانیں۔  
 اور جو آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ سے نقل کیا ہے کہ فقہاء کے نزدیک عامی کے حق میں تعیین مذہب مرتجح ہے اور انتقال ناجائز۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک تعیین کو بحق عامی مرتجح کہنا کذب ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے بتقلید صاحب تحفۃ العرب والجم کے شاہ ولی اللہ پر تہمت باندھی ہے اور شیوہ سرقہ و تحریف و مکروتز ویر کو جلوہ گر کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ ہرگز قائل نہیں کہ عامی کے واسطے تعیین مذہب لازم ہے اور انتقال اس پر حرام ہے، ان کے نزدیک تو عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے چنانچہ اسی رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

فصل فی العا می . اعلم ان العا می لا مذہب له و انما مذہبہ

فتویٰ مفتیہ

پھر اس پر عبارت بحر الرائق کو شاہد لاکر اس کے بعد فرماتے ہیں:

و قد علم من هذا ان مذہب العا می فتویٰ مفتیہ

پھر اسی بحر الرائق کے باب قضاء الفوائت سے صریح یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

و ان كان عامياً لیس له مذہب معین فمذہبہ مذہب مفتیہ

پھر چند سطور کے بعد کیا الہر اسی، صاحب جمع الجوامع سے وجوب تعیین نقل کر کے امام نووی سے اس کا رد نقل کرتے ہیں اور عدم تعیین کو مدلل اور مرتجح فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد کرتے ہیں:

و قطع الکیا الہرا سی یجب علی العا می ان یلتزم مذہباً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معیناً و اختار فی جمع الجوا مع انه يجب ذك و لا يفعله بمجرد التشهير بل يختار مذ هباً يقلده فی كل شیء یعتقده راجحاً او مساوياً لغيره لا مر جوحاً و قال النووی الذی یقتضیه الدلیل انه لا یلزمه التمدھب بمذھب بل یتفتی من شاء و لكن من غیر تعلق للخص و لعل من منعه لم یثق بعد م تعلقه و اذا التزم مذھباً معیناً فیجوز له الخروج عنه علی الاصح و فی کتاب زنی لابن ارسلا ن قطعہ

والشافعی وما لك و نعمان۔ و احمد بن حنبل و سفیان ۔ و غیر ہم من سائر الائمة۔ علی ہدی و الاختلاف رحمة۔ و فی شرحه غاية البیان لو اختلف جوا ب مجتهدین متساوین فالاصح ان للمقلد ان یتخیر بقول من شاء منهما و قد مر ما فی التحفة فی هذه المسائل ۔

اور وہ عبارت جس کو ان چوروں نے شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت شاہ صاحب کی اپنی عبارت نہیں بلکہ وہ ابو الفتح ہروی کی عبارت ہے شاہ صاحب نے اس کو مثل عبارت کیا الہر اسی اور صاحب جمع الجوامع کے نقل کر کے پھر اس کو رد کیا ہے اور عدم التزام کو اس کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے ان کذابوں نے وہ عبارت ابو الفتح کی شاہ ولی اللہ کی عبارت ٹھہرائی ہے اور اس کے رد کو جو شاہ ولی اللہ سے صادر ہوا ہے سرقہ کر لیا ہے تمام عبارت اس رسالہ کی نقل کی جاتی ہے تاکہ ان کا سرقہ اور بہتان عام و خاص پر واضح ہو:

قال رحمه الله في خاتمة عقد الجيد و قال ابو الفتح الهروى و هو من تلامذة الامام مذھب عامة الاصحاب في الاصول ان العامي لا مذھب له فان وجد مجتهداً قلده و ان لم يجد و وجد متبحراً في المذھب قلده و ان يفتيه على مذھب نفسه و هذا تصريح بانہ يقلد المتبحر في نفسه و الراجح عند الفقهاء ان العامي المنتسب الى مذھب لا يجوز له مخالفتہ و لو لم

یکن منتسباً الی مذہب فهل یجوز ان یتخیر و یقلد ایّ مذہب  
شاء فیہ خلاف مبنی علی انه یلزمہ التقلید بمذہب معین ام  
لا و فیہ و جہان قال النووی و الذی یقتضیہ الدلیل انه لا  
یلزم بل یستفتی من شاء و لکن من غیر تلقط للخص و هذا  
آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذہ الرسالۃ هذا آخر ما قالہ مولانا الاجل شاہ  
ولی اللہ قدس سرہ و ما فیہ من اشتراط عدم التلقط للخص فیہ بحث  
مبسوط فی المعیار من صفحہ ۱۱۰ الی صفحہ ۱۱۲۔

اس عبارت سے سرقہ اور بہتان ان خانیوں کا ثابت ہوا اور شاہ ولی اللہ کا  
قابل تعیین نہ ہونا خوب محقق ہو گیا اور اسکے ضمن میں قابل تعیین نہ ہونا صاحب بحر  
الرائق حنفی اور امام نوویؒ کا بھی ثابت ہو گیا اور ان کے سوائے اور علماء سے بھی مروی  
ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا چنانچہ صاحب رد المحتار حاشیہ در المختار سے معیار الحق  
کے صفحہ ۷۶ میں اور صاحب معتتم الحصول سے معیار الحق کے صفحہ ۷۳ میں اور سید بادشاہ  
شارح تحریر ابن الہمام سے صفحہ ۶۷ میں مفصل منقول ہے اور امام سیوطیؒ سے میزان  
شعرانی کے صفحہ ۱۷، اور صفحہ ۴۶ میں منقول ہے ان کی عبارت بعینہا عنقریب نقل کی  
جاوے گی اور جو آپ نے رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ کی عبارت نقل کی ہے جس کا  
مضمون یہ ہے کہ جب کسی کو ہند یا کسی اور ملک میں شافعی وغیرہ مذہب کا کوئی عالم نہ  
ملے نہ کتاب تو اس پر تقلید خاص مذہب ابوحنیفہؒ کی واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب  
یہ ہے کہ بحث و جوہر تعیین شرعی اختیاری میں ہے جو منجانب شارع بلا دخل خارجی  
عذروں کے ہوتا ہے، نہ وجوب اضطراری میں جو موجبات عارضی سے ہوا کرتا ہے اور  
شاہ صاحب کی اس عبارت سے وجوب اضطراری نکلتا ہے نہ شرعی اختیاری بلکہ شرعی  
اختیاری و جوہر کی اس سے نفی ثابت ہوتی ہے اور بلاغبار واضح ہوتا ہے کہ جس جگہ اور  
مذہبوں کی روایت یا کتاب یا عالم فتویٰ بتلانے والا موجود ہو جیسی حرین یا اس وقت  
میں اکثر دیار ہند جہاں ان دنوں بسبب کثرت چھپ جانے کتب مختلف مذاہب کے  
ہر مذہب کی رواے مل جاتی ہے اور علمائے حقانی ہر مذہب کی بات بتلا سکتے ہیں ایسی

جگہ کسی کو تقلید خاص مذہب ابوحنیفہ کی واجب نہیں ہے چنانچہ یہ بیان شاہ صاحب کی عبارت میں صراحتاً پایا جاتا ہے مخاطب شیر بہادر نے جو اکیلا عقل و نقل دونوں سے لڑ رہا ہے ان سب عبارات کو شاہ صاحب کے سرقہ کر لیا ہے لہذا ہم ان عبارات کو نقل کر کے ان سے عدم تعین شرعی اختیاری ثابت کر دیتے ہیں۔

## وجوب التزام اور رواج تعین مذہب کا شیوع

پس سنو شاہ صاحب نے رسالہ انصاف میں بیان مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب کے ذیل میں ارشاد فرمایا ہے کہ سنہ دوسو ہجری کے بعد جو کوئی درجہ اجتہاد کو پہنچا ہے وہ ایک مذہب پر اعتماد کرنے سے اور اسی کے التزام سے پہنچا ہوا رہی واجب تھا اس زمانہ میں اگرچہ پہلے اس کے یہ التزام نہیں پایا گیا اور اس وقت یہ امر واسطے تحصیل رتبہ اجتہاد کے کچھ واجب بھی نہ تھا پھر اس دوی پر عبارت فتاویٰ ابن زیاد اور عبارت کتاب انوار کو شاہد لاکر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں واسطے تحصیل اجتہاد کے التزام مذہب کا واجب نہ ہونا اور بعد دوسو برس کے اس کا واجب ہو جانا کیونکر متصور ہے۔ پھر اسکے جواب میں یہ ارشاد کیا ہے کہ ہر چند اصلی واجب تو یہی تھا کہ تمام امت میں کوئی مجتہد جاننے والا مسائل فرعیہ کا دلائل تفصیلیہ سے ہو اور اس کے واسطے کئی طریق ممکن تھے جن سے بلا تعین حاصل کرنا اجتہاد کا واجب تھا یعنی جیسے دوسو برس تک مروج تھا لیکن جس حالت میں کہ بعد دوسو برس کے بجز ایک طریق خاص یعنی اعتماد مذہب معین کے اور کوئی طریق تحصیل اجتہاد کا باقی نہ رہا تو بسبب ناچاری وہی طریق خاص بحق طالب رتبہ اجتہاد کے واجب السلوک ہو گیا جیسے بھوکے آدمی کو اگرچہ بلا تعین کسی نی کسی طریق سے کھانا مول لے کر یا جنگل سے میوہ اٹھا کر یا شکار کر کے مخصوص دور کرنا واجب ہو جاتا ہے نہ خاص کرنا کسی طریق معین کا لیکن در صورت میسر نہ ہونے شکار یا میوہ کے خاص کر لینا طریق معین یعنی مول لینا کھانے کا واجب ہو جاتا ہے اس کے بعد چند مثالیں اور ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اسی پر قیاس کرنا چاہیے تعین

مذہب کو جو بعض مواضع میں جہا کہیں سوائے ایک مذہب کے نہ کتاب ملے نہ علماء بسبب ناچاری کے واجب ہو جاتی ہے اور جہاں سب مذاہب کی معرفت میسر ہو وہاں یہ تعیے واجب نہیں ہوتی۔ یہ ہے خلاصہ ترجمہ کلام شاہ ولی اللہ کا اور اصل عبارت جناب کی یہ ہے:

حال الناس قبل المائة الرابعة و بيان سبب الاختلاف بين  
 الاوائل و الاواخر فى الانتساب الى مذہب من المذاهب و  
 عدمه و بيان سبب اختلاف العلماء فى كونهم من اهل  
 الاجتهاد فى المذہب و الفرق بين هاتين المنزلتين اعلم ان  
 الناس كانوا فى المائة الاولى و الثانية غير مجتمعين على  
 التقليد لمذہب واحد .. الى ان قال .. بل كان الناس على  
 درجتين العلماء و العامة و كان من خبر العامة انهم كانوا  
 فى المسائل الاجماعية التى لا اختلاف فيها بين المسلمين  
 او بين جمهور المجتهدين لا يقلدون الا صاحب الشرع و  
 كانوا يتعلمون صفة الوضوء و الغسل و احكام الصلوة و  
 الزكوة و غير ذلك من آباؤهم و معلمى بلادهم فيمشون على  
 ذلك و اذا وقعت لهم واقعة نادرة استفتوا فيها اى مفتي و  
 جدوا من غير تعيين مذہب قال ابن الهمام فى آخر التحرير  
 كانوا يستفتون مرة و احياناً مرة غير ملتزمين مفتياً  
 واحداً انتهى - و اما العلماء فكانوا على مرتبتين منهم من  
 امعن فى تتبع الكتاب و السنة و الآثار حتى حصل له بالقوة  
 القرينة من الفعل ملكة ان ينتصب للفتيا فى الناس  
 يجنيبهم؟؟ فى الوقائع غالباً بحيث يكون جوابه اكثر مما  
 يتوقف فيه و يحص باسـم المجتهد و هذا الاستعداد يحصل  
 تارةً باستفراغ الجهد فى جميع الروايات فانه ورد كثير من  
 الوقائع فى الاحاديث و كثير منها فى آثار الصحابة و

التابعين و تبع التابعين مع ما لا ينفك عنه العاقل العارف باللغة من معرفة مواقع الكلام و صاحب العلم بالآثار من معرفة طرق الجمع بين المختلفات و ترتيب الدلائل و نحو ذلك كحال الامامين القدرتين احمد بن حنبل و اسحاق بن راهويه و تارة باحكام طرق التخريج و ضبط الاصول المروية في كل باب عن مشايخ الفقه من الضوابط و القواعد مع جملة صالحه من السنن و الآثار كحال الامامين القدرتين ابى يوسف و محمد بن الحسن و منهم من حصل له من معرفة القرآن و السنن ما يتمكن به من معرفة راس الفقه و امهات مسألتها بادلتها و توقف في بعضها و احتاج في ذلك الى مشاورة العلماء لانه لم يتكامل له الادوات كما يتكامل للمجتهد المطلق فهو مجتهد في البعض غير مجتهد في البعض و بعد المأتين ظهر فيهم التمدد للمجتهدين باعيانهم و قل من لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه و كان هذا هو الواجب في ذلك الزمان و سبب ذلك ان المشرغل بالفقه لا يخلو عن حالتين احدهما ان يكون اكبر همه معرفة المسائل التي قد اجاب فيها المجتهدون من قبل ادلتها التفصيلية و نقدها و تنقيح مأخذها و ترجيح بعضها على بعض فهذا امر جليل لا يتم له الا بالمام يأتسى به و قد كفى مؤنة فرش المسائل و ايراد الدلائل في كل باب فيستعين به في ذلك ثم يشتغل بالنقد و الترجيح و لا بد لهذا المقتدى ان يستخرج اشياء مما لم يسبق اليه اماه و يستدرك عليه اشياء فان كان استدراكه اقل من موافقته عد من اصحاب الوجود في المذهب و ان كان اكثر لم يعد تفرد و جهأ في المذهب و كان مع ذلك منتسباً الى صاحب المذهب في

الجملة ممتازاً عنّ يا تسي با مامٍ آ خر في كثيرٍ من اصول مذهبه وفروعه و يوجلّمثل هذا بعض مجتهداتٍ لم يسبق بالجواب فيها اذ الوقائع متتالية و الباب مفتوح فيا خذها من الكتاب و السنة و آثار السلف من غير اعتمادٍ على امامه ولكنها قليلة بالنسبة الى ما سبق بالجواب فيه و هذا هو المجتهد المطلق المنتسب و تانيتهما ان يكون اكبرهم معرفة المسائل التي استفتيته المستفتون مما لم يتكلم فيه المتقدمون و حاجته الى امامٍ ياتسى به في الاصول الممهدة في كل باب اشد من حاجة الاول لان مسائل الفقه متعانةقة متشابكة فروعها يتعلق بامهاتها فلو ابتداء هذا بنقد مذاههم و تنقيح اقوالهم لكان ملتزماً لما لا يطيقه و لا يتفرغ طول عمره فلا سبيل الى ما همّه الا ان يجيل النظر فيما سبق و يفرغ التفاريع و قد يوجد المثل هذا استدراكات على امامه بالكتاب و السنة و آثار السلف و القياس ولكنها قليلة بالنسبة الى موافقاتها و هذا هو المجتهد في المذهب الى ان قال مولانا بعد ما نقل عن فتاوى ابن زياد و كتاب الانوار ما يؤيد مقالته فان قلت كيف يكون شيء واحد غير واجب في زمان و اجباً في زمان آخر من ان الشرع واحد فليس قولك لم يكن الا اقتداء بالمجتهد المستقل و اجباً ثم صار واجباً الا قولاً متنافياً قلت الواجب الاصيلي هو ان يكون في الامة من يعرف الاحكام الفرعية من ادلتها التفصيلية اجمع على ذلك اهل الحق و مقدمة الواجب واجب فاذا كان للواجب طرق متعددة و جب تحصيل طريق من تلك الطرق من غير تعيين و اذا تعين له طريق واحد و جب تحصيل ذلك بخصوصه كما اذا كان الرجل في مخصصة شديدة



یخاف منها الهلاك و كان لدفع مخصصته طرق من شراء الطعام و التقاط الفواكه من الصحراء و اصطيا ما يتقوت به و جب تحصيل شئ من هذه الطرق لا على التعيين فاذا وقع في مكان ليس هناك صيد و لا فواكه و جب عليه بذل المال في شراء الطعام و كذلك كان للسلف طرق الى تحصيل هذا الواجب و كان الواجب تحصيل طريق من تلك الطرق لا على التعيين ثم انسدت تلك الطرق الا طريق واحد فوجب ذكرك الطريق بخصوصه الى ان قال مولانا بعد ذكر المثالين الاخرين و شواهد ما نحن فيه كثيرة جداً و على هذا ينبغي ان يقاس و جوب التقليد لا مام بعينه فانه قد يكون واجباً و قد لا يكون واجباً فاذا كان الانسان في بلاد الهند و ماوراء النهر و ليس هناك عالم شافعي و لا مالكي و لا حنبلي و كتاب من كتب هذه المذاهب و جب عليه ان يقلد لمذهب ابي حنيفة و يحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع عن عنقه ربقة الشريعة و يبقى سدى مهملاً بخلاف ما اذا كان في الحرمين فانه ميسر له هناك معرفة جميع المذاهب و لا يكفيه ان يأخذ من السنة العوام و لا ان يأخذ من كتاب غير مشهور ذكر كل ذلك في النهر الفائق شرح كنز الدقائق. انتهى كلام مولانا لاجل شاه ولي الله بحذف كثير و اختصار غير يسير.

اس عبارت سے مولانا ولی اللہ کی خوب واضح ہو گیا کہ آپ کے نزدیک واجب ہونا تعین مذہب کا اس جگہ ہے جہاں کہیں سوائے ایک مذہب کے اور مذاہب سے اطلاع ممکن نہ ہو اور جس جگہ اور مذاہب سے اطلاع ممکن ہو جیسے حرمین یا آج کل دیار ہند وہاں تقلید مذہب معین آپ کے نزدیک واجب نہیں۔ پس اس سے وجوب اضطراری ثابت ہوا جیسے ہم نے بیان کیا ہے نہ وجوب شرعی اختیاری جس کا مخاطبین کو

دعویٰ ہے اور بضمن اس تفصیل کے جواب استدلال مخاطب کا ساتھ اس عبارت رسالہ انصاف کے و بعد المآئین ظهر فیہم التمدھب للمجتہدین با عیانہم .. الخ نیز ادا ہو چکا اور معلوم ہو گیا کہ جو مطلب اس عبارت کا مخاطب سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہے مخاطب اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ بعد دو سو برس کے عامہ مقلدین میں تعین مذہب کا رواج ہو گیا تھا اس زمانہ میں یہی واجب تھا اور فی الحقیقت مطلب اس عبارت کا بدلیل عبارات ماقبل و مابعد کے یہ ہے کہ بعد دو سو برس کے مجتہدین فی المذہب اور مجتہدین منسبین میں التزام طریق اجتہاد مجتہد معین مروج ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا اگرچہ پہلے مجتہدوں کو یہ امر ضروری نہ تھا۔

## حکم تلفیق

اور جو آپ نے عبارت سوالات عشر کی متضمن اس مضمون کی نقل کی ہے کہ حنفی المذہب کو بعض احکام میں شافعی مذہب کی طرف انتقال کرنا تین شرطوں سے جائز ہے اول یہ کہ کسی مسئلہ میں شافعی مذہب کو کتاب اللہ اور حدیث کی راہ سے مرجح و غالب پاوے، دوسرے یہ کہ اپنے مذہب میں تنگی پاوے، اور معذور ہو جائے، تیسرے یہ کہ انتقال میں احتیاط و عزیمت کی نظر رکھے اور ساتھ ان شروط کے عدم تلفیق کی بھی رعایت رکھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عبارت عین حجت ہے مخاطب اور اس کے پیشواؤں اور ہم مذہبوں پر کیونکہ اس میں انتقال بلحاظ شروط کی اجازت ہے اور یہ لوگ مطلق انتقال مذہبی کو اگرچہ ان شروط کے مطابق ہو کفر سے بڑھ کر جانتے ہیں جہاں کسی نے حنفی ہو کر شافعی مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کیا وہ ان کے نزدیک لامذہب بنا اور دین سے خارج ہو خواہ اس نے اس مسئلہ کو حدیث کی راہ مرجح دیکھ کر اختیار کیا ہو خواہ تنگی اور عذر سے برتا ہو خواہ اس میں احتیاط پر چلا ہو پھر معلوم نہیں کہ یہ لوگ باوجود ناجائز جاننے مطلق انتقال کے ایسی عبارتیں متضمنہ جواز کس منہ سے نقل کرتے ہیں کچھ حیا و شرم رکھتے ہوں تو ایسی عبارات کو جو ان کے تعامل اور اعتقاد کی مخالف ہیں چھپا رکھیں

اور ان کی نقل و استدلال سے ساکت رہیں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند  
از ہرچہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند  
در مچختہ کہ غیر خموشی علاج نیست  
پر ہرزہ ست تکیہ بچون و چرا کنند

یہ عبارتیں تو اہل حق کے اقوال کی موید ہیں اور انہیں کے دعویٰ کو مثبت ہیں چنانچہ اصل اسی فتویٰ میں جس کے جواب میں مخاطب کی تحریر ہے استدلال ساتھ ان کے موجود ہے جہاں پر کہا ہے، جب معلوم ہو چکا کہ تعیین ایک مذہب کی فرض و واجب نہیں ہے تو حنفی کو بھی عمل کرنا اور مذہب شافعی وغیرہ کے مضائقہ اور ممنوع نہیں شرعاً خصوصاً جب تنگی ہو ایک مذہب میں یا کوئی حدیث صحیح غیر منسوخ پاوے تو بلاریب اس پر عمل کرے یہ عین دین ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سوالات عشرہ میں فرماتے ہیں:

اول آنکہ از روئے دلیل حقیقت قول بعضی آئمہ باوجود عبور ادلہ مخالف آن ترجیح یافتہ باشد بریں تقدیر ہیچ قیدی نیست در آن مسئلہ موافق حدیث صحیح غیر منسوخ ظاہر الدلالتہ عمل نماید گورد مسائل دیگر مقلد یک شخص باشد۔ تمام ہوا کلام مولانا مغفور کا بطور اختصار کے۔

یہاں تک ختم ہوئی عبارت فتویٰ علمائے دہلی کی، اب رہی اس مقام میں کلام اون شروط میں جو اس عبارت میں مذکور ہیں۔ سو شرط اول تو ان میں علی الاطلاق مسلم الثبوت ہے فی الواقعہ انتقال میں ترجیح مذہب کی بحکم کتاب و سنت کی رعایت چاہیے اور در صورت غیر مرجح ہونے کسی مذہب کے انتقال طرف اس کے نہ چاہیے، شرط ثانی کی یوں تفصیل چاہیے کہ منتقل اگر کسی مذہب میں تنگی پاوے اور وہ اس تنگی کا متحمل نہ ہو اور شریعت سے مخاطب عمل بالرخصتہ کا ہو تو اس کو اختیار ہے جس مذہب کو آسان اپنے لائق دیکھے اس کی طرف انتقال کرے اور اگر وہ اس تنگی کا متحمل ہو سکتا ہے اور شریعت سے مخاطب اختیار عزیمت کا ہے تو رخصت والے مذہب کی طرف انتقال نہ کرے۔

تیسری شرط میں یہ ضمیمہ چاہیے کہ روایت و احتیاط و عزیمت کے ساتھ اپنی اہلیت کو بھی دیکھ لے اگر یہ اہل عزیمت و احتیاط کا ہے تو اس کی رعایت اس پر واجب ہے اور اگر یہ اہل رخصت کا ہے تو اس پر رعایت احتیاط واجب نہیں اور باوجود عدم احتیاطی کے دوسرے مذہب میں انتقال اس کا جائز ہے۔ زیادہ تفصیل اور دلیل اس کی بضمن رد قول قہستانی کے جو عنقریب آتا ہے لکھی جاوے گی۔ شرط چوتھی یعنی رعایت تلفیق سوجل کلام ہے۔ بناء اس کی مذہب متاخرین پر ہے اور کوئی دلیل شرعی اس پر قائم نہیں نہ کتاب نہ سنت نہ اجماع نہ قیاس اور متقدمین خصوصاً رؤساء حنفی مذہب کے نزدیک یہ تلفیق جائز ہے اور انتقال مذہب میں رعایت عدم تلفیق کی کچھ ضرورت نہیں اس سے زیادہ بیان اس کا جواب میں قول مابعد کے آتا ہے۔

## حکم رجوع بعد العمل

اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ حکم مطلق بالا جماع باطل ہے، اسکا جواب اسی درمختار کی شرح طحاوی سے اور سید بادشاہ کی تحریر سے اور صاحب بحر الرائق حنفی کے رسالہ سے اور ابن ملا فروغ کی حنفی کے رسالہ قول سدید سے جس میں فتویٰ بعض علماء خوارزم اور فعل امام ابو یوسف سے استشہاد ہے معیار الحق میں صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۱۸ تک مرقوم ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ صاحب درمختار کا دعویٰ اجماع عدم جواز تلفیق پر باطل ہے اور مذہب مختار و منصور میں تلفیق مذہب جائز ہے اور امتناع تلفیق فقط بعض متاخرین کی رائے ہے کوئی دلیل نص یا اجماع یا قیاس اس پر قائم نہیں اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ رجوع یعنی پھر جانا مجتہد کی تقلید سے بعد عمل کے باطل ہے اور آپ کے پیشوا محمد شاہ نے اس پر اجماع کا بھی دعویٰ کیا ہے، اس کا جواب عقد الفرید شرنوبالی حنفی سے اور مسلم الثبوت فاضل محبت اللہ حنفی سے اور تقریر الاصول صاحب عنایہ حنفی سے اور مختنم الحصول فاضل قندھاری حنفی سے اور رد المحتار حاشیہ درمختار سے اور طحاوی حاشیہ اسی درمختار سے اور شرح مسلم الثبوت سے معیار الحق میں صفحہ ۱۰۴ سے ۱۰۹ تک بڑے کروفر سے مسطور ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ دعویٰ اجماع کا عدم جواز رجوع

بعد العمل پر فقط ابن حابج اور آدمی نے کیا ہے باقی محققین اس کے جواز کے قائل ہیں اور جو عدم جواز رجوع کے بھی یہ معنی نہیں کہ جب کسی مقلد نے کسی مجتہد کے قول پر ایک دفعہ عمل کیا تو اس کو تمام عمر اس قول سے رجوع کرنا اور اسکا چھوڑ دینا جائز نہیں بلکہ معنی اسکے یہ ہیں کہ جس حادثہ معینہ میں کسی مجتہد کے قول پر عمل کر چکا ہے خاص اس حادثہ میں اس کے قول سے رجوع نہ کرے اوس کے سوائے اور حوادث میں اس کو اختیار ہے جس کی چاہے تقلید کر لے اور اس مجتہد کے قول کو بلا شک چھوڑ دے۔ اس مقام میں ایک عبارت ردالمحتار کی عبارات متذکرہ سے بمراد تمثیل نقل کی جاتی ہے:

قال في شرح قول صاحب الدر المختار و ان الرجوع عن التقليد .. الخ ، او هو محمول على منع التقليد في تلك الحادثة بعينها لا مثلها كما صرح به الامام السبكي و تبعه عليه جماعة و ذلك كما صلى ظهراً بمسح ربع الرأس مقلداً للحنفي فليس له ابطالها باعتقاد لزوم مسح الكل مقلداً للمالكي و اما لو صلى يوماً على مذهب و اراد ان يصلي يوماً آخر على غيره لا يمنع منه على ان في دعوى الاتفاق نظراً فقد حكى الاختلاف فيجوز اتباع القائل بالجواز كذا فاده العلامة الشرنبالي في العقد الفريد ثم قال بعد ذكر فروع اهل المذاهب صريحةً بالجواز و كلام طويل فيحصل مما ذكرناه انه ليس على الانسان التزام مذهب معين و انه يجوز له العمل بخلاف ما عمله على مذهب غير اماه مستجمعاً لشروطه و العمل بامر من متضادين في حادثتين لا تعلق لواحده منهما بالآخرى. انتهى ما في رد المحتار حاشية الدر المختار.

اور اسی مضمون کی ایک اور مثال خود زبان گوہر نشان حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے فتاویٰ عالمگیری میں منقول ہے اور معیار الحق کے صفحہ ۶۴ میں موجود طالب شائق اصل فتاویٰ عالمگیری یا معیار الحق میں اس کو ملاحظہ کرے۔

## جواز قضا بخلاف مذہب

اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ مقلد کی قضا خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہیں ہوتی اس کا جواب معیار الحق کے صفحہ ۱۲۶ میں باستشہاد فتح القدر کے یہ مسطور ہے کہ نافذ نہ ہونا قضا مقلد کا خلاف مذہب اپنے اپنے امام کے اس سبب سے نہیں ہے کہ مقلد کو خروج اپنے مذہب سے ناجائز ہے بلکہ اس نظر سے ہے کہ اس کو خاص ایک مذہب کی قضا سپرد کی گئی ہے عام اختیار نہیں دیا گیا تا کہ ہر مذہب کے موافق قضا کر سکیں پس نافذ نہ ہونا قضا کا خلاف اپنے مذہب کے لوازم تعیین مذہب سے نہ ہوا بلکہ ولایت خاصہ کی مقتضائے سے، اور یہاں علاوہ اس جواب کے قول درمختار کا صاف ابطال کیا جاتا ہے اور بمقابل اس کے نافذ ہو جانا قضا مقلد کا خلاف اپنے مذہب کے بعض شروح درمختار و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ معتبرات حنفیہ سے ثابت کیا جاتا ہے:

قوله و اما التقليد فلا ينفذ .. الخ - يعارضه صريح عبارة شرح الطحاوی السابقة و ما بعد ها فانّ و ضعها في المقلد كذا في الطحاوی و ذكر في شرح الطحاوی و جامع الفتاوی القاضی اذا لم يكن مجتهداً و لكنه قضی بتقليد فقيه ثم تبين انه خلاف مذہبه ينفذ و ليس لغيره نقضه الخ - اذا قضی في فصل مجتهد فيه و هو لا يعلم بذلك الا صحّ انه لا يجوز قضائه و انما ينفذ اذا علم بكونه مجتهداً فيه قال شمس الآئمة و هذا ظاهر المذهب كذا في خزائنة المفتين و في الخلاصة ان لهذا الشرط يعني كونه عالماً بالاختلاف و ان كان ظاهر المذهب لكن يفتى بخلافه كذا في البحر الرائق و ذكر في مجموع النوازل سيئل شيخ الاسلام عطاء بن حمزة عن اب الصغيرة زوجها من صغير و قبل ابوہ و كبر الصغیر

انِ وبينهما غيبة منقطعة و قد كان التزويج بشهادة الفسقة  
 هل يجوز للقاضى ان يبعث الى شافعى المذهب ليبطل هذا  
 النكاح بسبب انى كان بشهادة الفسقة قال نعم و للقاضى  
 الحنفى ان يفعل ذلك بنفسه اخذاً بهذا المذهب و ان لم يكن  
 مذهبه و هى مسئلة القضاء على خلاف مذهبه الى آخر ما فى  
 الفتاوى العالمكيريہ ۔

یہ چند عبارتیں معتبرات حنفیہ سے الزاماً نقل کی گئی ہیں ان سے صاف ثابت  
 ہوتا ہے کہ قضا مقلد کی خلاف اپنے مذہب کے نافذ ہو جاتی ہے اور قول درمختار کا  
 مذہب آئمہ حنفیہ کے خلاف ہے۔ اب مخاطبین کو لازم ہے کہ ان روایات آئمہ مذہب  
 کو بسر و چشم قبول کر کے قضائے مقلد بخلاف مذہب نافذ سمجھیں اور دعویٰ و جوب  
 التزام معین سے رجوع کریں اور در صورت نہ ماننے ان روایات آئمہ کے اپنے تئیں  
 لامذہب سمجھ کر اوروں کو معذور رکھیں۔

اور جو آپ نے فتاویٰ حمادیہ سے نقل کیا کہ جو کوئی اہل اجتہاد سے نہ ہو اور وہ  
 ایک قول سے دوسرے کی طرف انتقال کرے تو لائق تعزیر ہے، اس کا جواب تحریر ابن  
 ہمام اور شرح تحریر ابن امیر حاج اور شرح تحریر سید بادشاہ اور عقد الفرید شرنابلی حنفی اور  
 جزیل الموہب امام سیوطی اور شرح مسلم الثبوت اور ردالمحتار حاشیہ درمختار سے معیار  
 الحق میں صفحہ ۱۲۰ سے ۱۲۲ تک مبسوط ہے۔ حاصل تقریر شرح مسلم الثبوت اور ردالمحتار کا  
 اوس کے جواب میں یہ ہے کہ حکم تعزیر اسی انتقال کی نسبت ہے جس میں تلاعب اور  
 کھیل مقصود ہو اور غرض فاسد ملحوظ ہو ورنہ انتقال غرض صحیح اور نیت صالح سے محمود اور  
 ماجور ہوگا اور حاصل تقریر باقی کتابوں کا کتب مذکورہ بالا سے یہ ہے کہ یہ حکم تعزیر محض  
 تشدید اور الزام بلا موجب ہے اور دعویٰ بلا دلیل ہے کوئی دلیل شرعی یا عقلی التزام  
 مذہب اور عدم جواز انتقال پر قائم نہیں لہذا مقلد کو اختیار ہے جس مذہب پر چاہے چلے  
 اور جس طرف چاہے انتقال کرے زیادہ تفصیل اور تائید اس جواب کی کلام سے شعرانی  
 اور ملا علی قاری وغیرہ کی بذیل رد قول تہستانی کے بجواب قول مابعد مخاطب کے آوے  
 گی۔ ان شاء اللہ

## قائل ہونا کئی علماء اہل سنت کا ساتھ تعدد حق کے

اور جو آپ نے قہستانی سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ مواضع اختلاف میں سب کو حق کہتے ہیں جیسے معتزلہ وہ لوگ عامی کو ہر مذہب پر چلنے کا اختیار دیتے ہیں اور جو لوگ مواضع اختلاف میں حق ایک جانب سمجھتے ہیں وہ لوگ عامی کے واسطے التزام مذہب ضروری کہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قہستانی اس لائق نہیں کہ اس کے قول یا نقل پر اعتماد کیا جائے اور احکام حلال و حرام فرض و واجب میں اس کی بات سنی جاوے یہ شخص ایک جنگلی جاہل بے تمیز تھا اور علم و فقہت سے محض عاری کتابیں بیچا کرتا تھا اور اسی ذریعہ سے جس کتاب میں کوئی بات واہی تباہی دیکھتا اس کو اپنی تصنیف میں درج کر دیتا جیسے حاطب اللیل یعنی رات کو ایندھن لانے والا سوکھی گیلی گھاس پلاس کا ٹٹا سانپ کچھو سب کچھ بلا تمیز اٹھاتا ہے ویسے ہی حضرت کا انداز تھا اسی واسطے علماء نے لقب آپ کا حاطب اللیل مقرر کر رکھا ہے اور علم و کمال آپ کا فقط کتاب فروشی میں جو کمثل الحمار یحمل اسفاراً سے بڑھ کر نہیں ہے منحصر کر رکھا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی بدست ویز کلام متین عصام الدین کے رسالہ سم القراض فی رد الروافض میں فرماتے ہیں:

ثم اغرب ايضاً يعنى القهستانی فى نقله انه لو انتقل حنفى الى الشافعى لم تقبل شهادته و ان كان عالماً كمافى آخر الجواهر وهذا كما ترى لا يجوز للمسلم ان يتفوه بمثله فان المجتهدين من اهل السنة و الجماعة كلهم على الهداية و لا يجب على احدٍ من هذه الامة ان يكون حنفياً او شافعيّاً او ما لکياً او حنبليّاً بل يجب على احد الناس اذا لم يكن مجتهداً ان يقلد احداً من هؤلاء الاعلام لقوله تعالى: فاسلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

و لقول بعض مشائخنا من تبع عالماً لقی الله سالماً و اما ما



اشتهر عن الحنفية من انّ الحنفی اذا انتقل الى مذہب الشافعی يعزّره و اذا كان ا لا مر بالعكس يخلع فهو قول مبتدع و مخترع نعم لو انتقل طاعناً في مذہبه الاول سواء كان حنفياً او شافعيّاً يعزّر فتدبر فانه يجب حملہ على ما تقرر و تحرر و لقد صدق عصام الدين في حق القهستاني انه لم يكن من تلامذة شيخ الاسلام الهروي لا من اعاليهم و لا من ادانيهم و انما كان دلال الكتب في زمانه و لا كان يعرف الفقه و غيره بين اقرا نه و يؤيده انه يجمع في شرحه هذا بين الغتّ السمين و الصحيح و الضعيف من غير تحقيق و تصحيح فهو كحاطب الليل جامع الرطب و اليابس في الليل سامحه الله بفضله و كرمه و لا جعلنا ممن تزلّ قدمه او قلمه

اس عبارت کا ترجمہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس سے اتباع قہستانی کی کہ و مہ کے سامنے خاک اڑے اور اہل حق اتباع سنت کی آنکھیں سرد ہوں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ:

(پھر قہستانی نے ایک انوکھی بات نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب شافعی مذہب کی طرف انتقال کرے تو اس کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ وہ عالم ہی ہو چنانچہ آخر کتاب جو اہر میں یہ مسئلہ مذکور ہے سو اس بات کو تم دیکھتے ہو ایسی ہے کہ مسلمان کو ایسی بات کا منہ سے نکالنا جائز نہیں کیونکہ مجتہد سبھی اہل سنت کے ہدایت پر ہیں اور کسی کو یہ لازم نہیں کہ خاص حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہو جاوے۔ بلکہ عام لوگوں میں جو کوئی رتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر بلا تعین اتباع کسی مجتہد کا ان میں سے واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پوچھ لو تم کسی اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو کوئی کسی عالم کا تابع ہو گیا وہ اللہ تعالیٰ کو باسلامت ملے گا اور جو یہ حنفیوں سے مشہور کرتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی المذہب شافعی مذہب کی طرف انتقال کرے تو اس کو تعزیر دی جاوے اور اگر شافعی المذہب حنفی مذہب کی طرف آوے تو اس کو خلعت دی جائے، یہ ایک بدعت اور بناوٹ کی بات ہے البتہ اگر مذہب اول پر طعن کر کے انتقال کرے تو لائق تعزیر ہے خواہ حنفی ہو خواہ شافعی پس اس کو سوچ لے کیونکہ اسی پر حمل کرنا

چاہیے حکم تعزیر کو اور بلاشبہ سچ فرمایا ہے عصام الدین نے قہستانی کے حق میں کہ یہ شیخ الاسلام ہروی کے شاگردوں میں نہ تھا، نہ بڑوں میں نہ چھوٹوں میں، بجز اس کے کہ شیخ الاسلام کے زمانہ میں کتابوں کا دلال تھا اور کچھ نہ تھا اور اپنے ہم عصروں میں نہ فقہ جانتا تھا نہ کوئی اور علم اور اس بات کا موید یہ امر ہے کہ یہ اپنے اس شرح میں سب دہلی تازی صحیح ضعیف روایتیں جمع کئے جاتا ہے نہ کسی روایت کی تحقیق کرتا ہے نہ صحت دیکھتا ہے پس یہ حاطب اللیل یعنی رات کو ابند ہن لانے والے کی طرح ہے جو سب سوکھی گیلی دری یا میں کی سمیٹ لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ان باتوں میں نہ پکڑے اور اس کا قصور معاف کرے اور ہم کو ان میں نہ کرے جن کا قدم یا قلم پھسل جاوے۔ تمام ہوا کلام ملا علی قاری کا)

اب حضرات مخاطبین اتباع قہستانی کیا تو قہستانی کے اتباع اور اس کے کلام کے تمسک سے تو بہ کریں اور کیا ملا علی قاری کے اس انعام و اکرام اور عطائے خطاب کو بحق قہستانی تعصب اور گستاخی سمجھ کر اس کے اتباع اور اس کے کلام کے تمسک سے جو جا بجا عمل میں لاتے ہیں استغفار بجالاویں۔

اب ہم بقطع نظر قہستانی کے جہل و بے اعتباری سے رد اس کے کلام کا علماء مذہب سے نقل کرتے ہیں اور اس کا یہ دعویٰ کہ مواضع اختلاف میں سب کو حق پر کہنا فقط معتزلہ کا مذہب ہے باطل کر دیتے ہیں۔

واضح ہو کہ مسئلہ تعدد حق سے معتزلہ کو کچھ خصوصیت نہیں بڑے بڑے رئیس آئمہ اہل سنت و جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ شیخ ابو ابوالحسن وغیرہ اشاعرہ اور قاضی ابوبکر باقلانی اور امام ابن عبدالبر مالکی اور امام ابو یوسف اور امام محمد شاگردان امام مذہب حنفی اور ابن شریح اور شیخ اکبر صاحب فتوحات مکی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی یہ سب حضرات یہی مذہب رکھتے ہیں کہ مواضع اختلاف میں سب حق پر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

اختلفوا فی تصویب المجتہدین فی المسائل الفرعیۃ التی لاقاطع فیہا ہل کل مجتہد فیہا مصیب او المصیب فیہا واحد وقال بالاول الشیخ ابو الحسن الاشرعی والقاضی ابو بکر و ابو یوسف و محمد بن الحسن و ابن شریح ونقل عن

جمهور المتكلمين من الاشاعرة و المعتزلة و في كتاب الخراج لابی يوسف اشارات الى ذلك تقارب و التصريح۔  
اور محی السنۃ بغوی تفسیر معالم میں فرماتے ہیں:

و احتج من ذهب الى ان كل مجتهد مصيب لظاهر الآيه اي آية: كلاً آتينا حكماً و علماً (الانبياء: ۷۹) و الخبر حيث وعد الثواب للمجتهد على الخطاء و هو قول اصحاب الرأى و ذهب جماعة الى انه ليس كل مجتهد مصيب بل اذا اختلف اجتهاد مجتهدين في حادثة كان الحق مع واحد لا بعينه انتهى (تفسیر معالم التزیل کی تفصیلی عبارت یوں ہے: قال الحسن: لو لا هذه الآيه لرأيت الحكم قد هلكوا و لكن الله حمد هذا بصوابه و اثنى على هذا باجتهاده۔ و اختلف العلماء في ان حكم داؤد كان بالاجتهاد او بالنص، و كذا لك حكم سليمان، فقال بعضهم: فعلاً بالاجتهاد، و قالوا يجوز الاجتهاد للانبياء ليدركوا ثواب المجتهدين، الا ان داؤد اخطأ و اصاب سليمان۔ و قالوا: يجوز الخطأ على الانبياء الا انهم لا يقرون عليه، فاما العلماء فلهم الاجتهاد في الحوادث اذا لم يجدوا فيها نص كتاب و لاسنة، فاذا اخطأوا فلا اثم عليهم، فانه موضوع عنهم، لما:۔

عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ يقول: اذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله اجران، و اذا حكم فاجتهد فأخطأ فله اجر۔

و قال قوم: ان داؤد و سليمان حكما بالوحى، فكان حكم سليمان ناسخاً لحكم داؤد، و هذا القائل يقول لا يجوز للانبياء الحكم بالاجتهاد لانهم مستغنون عن الاجتهاد بالوحى، و قالوا لا يجوز الخطأ على الانبياء، و احتج من ذهب الى ان كل مجتهد مصيب بظاهر الآيه و بالخبر حيث وعد الثواب للمجتهد على الخطاء و هو قول اصحاب الرأى، و ذهب جماعة الى انه ليس كل مجتهد مصيباً بل اذا اختلف اجتهاد مجتهدين في حادثة كان الحق مع واحد لا بعينه، و لو كان كل واحد مصيباً لم يكن للتقسيم معنى۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و قوله عليه السلام : و اذا اجتهد فإخطأ فله اجر ، لم يرد به انه يؤجر على الخطأ بل يؤجر على اجتهدا ده فى طلب الحق لأن اجتهاده عبادة ، و الاثم فى الخطأ عنه موضوع اذ لم يأل جهده )

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

و منها انّ المجتهد قد يخطى و قد يصيب و ذهب بعض الاشاعرة و المعتزلة الى انّ كل مجتهد مصيب انتهى مختصراً  
اور شیخ عبد الوہاب شعرانی جن کی کلام سے مخاطب بھی جا بجا متمسک ہے  
میزان کبری کے صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں:

و كذا لك ابن عبد البر كان يقول كل مجتهد مصيب  
اور صفحہ ۳۱ میں اس کے فرماتے ہیں:

فان قلت فاذا قلت انّ جميع مذاهب المجتهدين لا يخرج شىء منها عن الشريعة فاين الخطاء الوارد فى حديث اذا اجتهد الحاكم و اخطأ فله اجر و ان اصاب فله اجر ان  
(اور ایسا ہی شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں حدیث مذکور سے حق ہونا مجتہدوں کا ثبوت اجر حتمی سے نکالا ہے چنانچہ جواب میں قول بیضاوی کے جو اس حدیث کو دلیل خطا مجتہد سمجھا تھا فرماتے ہیں: قوله من اصاب فله اجر ان الخ ، قلنا هذا عليكم لا لكم لان الخطاء الذى يوجب الاجر لا يكون معصية ، فلا بد ان يكون حكمين لله تعالى احدهما افضل من الآخر كالعزيمة و الرخصة او هذا فى القضاء و لا بد ان  
للتحقق فى الخارج اما قول المدعى او المنكر- انتهى- حاشیہ محمد حسین)

مع انّ استمداد العلماء كلهم من بحر الشريعة فالجواب انّ المراد بالخطأ ههنا هو خطأ المجتهدين فى عدم مصداقة الدليل فى تلك المسئلة لا الخطاء الذى يخرج به عن الشريعة لانه اذا خرج عن الشريعة فلا اجر له لقوله صلى الله عليه وسلم كل عمل ليس عليه امرنا فهو رد و قد اثبت الشارع له الاجر فما بقى الا انّ معنى الحديث انّ الحاكم اذا اجتهد و صادف نفس

الدلیل الوارد فی ذلک عن الشارح فله اجران وان لم یصادف عین الدلیل و انما صا دف حکمہ فله اجر واحد فالمراد بالخطا ہہنا الخطا الاضا فی لا الخطا المطلق فافہم فان اتقادنا ان سائر آئمة المسلمین علی ہدی من ربہم الی ان قال فی صفحتہ ۳۲ فیما سعادة من اطلعه اللہ علی عین الشریعة و رأى ان کل مجتہد مصیب و یاندامہ من قال المصیب واحد و الباقي مخطی الی ان قال فی صفحہ ۳۵ نقلاً عن فتوحات الشیخ محی الدین ابن العربی لا ینبغی لاحد یخطی مجتہداً او یطعن فی کلامہ هذا آخر ما نقلناہ عن

الشعرانی مختصراً غایة الاختصار

اور کئی عبارتیں شعرانی کی متضمن اس مضمون کے آئندہ بھی کئی جگہ آویں گی مگر اس مسئلہ تعدد حق میں تفصیل مطلوب ہے اور اس امر کی تنقیح لابدی ہے کہ دو قول باہم مخالف جن میں ایک کا مقتضائے حلت ایک شی کے ہو اور مقتضائے دوسرے کا حرمت اس چیز کی کیونکر حق ہو سکتی ہیں، سو ایک صورت اس امان کی جس میں طالب حق کو اطمینان حاصل ہو اس مقام میں لکھی جاتی ہے جس کو اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق مطلوب ہو وہ کتاب عقد الجید کے اوائل میں نظر کرے۔ بیان اس صورت کا یہ ہے کہ مسئلہ تعدد حق میں حق ہونا اور لائق عمل ہونا دو قول مختلف کا ایک شخص کے حق میں ایک ہی وقت ایک ہی حالت میں مراد نہیں ہے جس میں دو ضدوں کا باہم جمع ہونا لازم آتا ہے بلکہ حق اور لائق عمل ہونا ان کا دو شخصوں کے حق میں ہے جن میں ایک شخص کی نسبت ایک قول حق اور لائق عمل ہے اور دوسرے کے واسطے دوسرا قول حق اور لائق عمل ہے یا ایک ہی شخص کے واسطے ایک حالت اور ایک زمانہ میں ایک قول حق اور لائق عمل ہے اور دوسری حالت اور دوسرے زمانہ میں دوسرا قول حق اور لائق عمل ہے ان میں ایک قول عزیمت (ان دونوں جہتوں اور عزیمت کے رخصت اعتبار کرنے سے اور عزیمت سے قوی کو اور رخصت سے ضعیف کو مختص کرنے سے مذہب معتزلہ سے تمیز ہوگی کیونکہ وہ ان جہات اور ان کی شرطوں کے قائل نہیں بلکہ علی الاطلاق سب کے واسطے سب قولوں کو حق کہتے ہیں۔ اور نیز اس اعتبار جہات اور شرائط

ترتیب سے وہ اعتراضات جو ہمارے علمائے اہل سنت نے مذہب معتزلہ پر وارد کئے ہیں مذہب اہل حق سے دور ہو گئے۔ ایک یہ اعتراض کہ دوسروں کا جمع ہونا دو شخصوں میں بھی منع ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سب کے واسطے برابر احکام لائے ہیں۔ اور ایک یہ کہ جب عامی غیر ملتزم المذہب کو دو مجتہدوں نے دو باتیں مختلف بتلائیں اور اس کو ایک طرف غلبہ معلوم نہ ہو تو اس کے واسطے دوسریں جمع ہوئیں، اور ایک یہ کہ جب مجتہد کی رائے بدل گئی یا مقلد کو مجتہد ہو کر دوسری بات سوجھی تو ان کے واسطے بھی در صورت تعدد حق دوسریں جمع ہوئیں۔ یہ اعتراضات تلویح میں مذکور ہیں اور وجہ ان کے دور ہونے کی مذہب اہل حق سے تقریر حاشیہ اور متن اور عبارت میزان منقول متن سے خوب معلوم ہو رہی ہے۔ محمد حسین (اور احتیاط اور تشدید پر محمول ہے اور یہ ایک قوی الایمان قوی الجسم غیر معذور اور غیر ضعیف کے حق میں لائق عمل ہے اور دوسرا قول جواز اور رخصت اور تخفیف پر محمول ہے اور یہ دوسرے شخص ضعیف الایمان ضعیف الجسم معذور لاچار کے حق میں لائق عمل ہے اور ان دونوں قولوں میں پہلا قول دوسرے شخص کے حق میں واجب التعمیل والقبول نہیں ہے اور دوسرا قول پہلے شخص کے حق میں جائز العمل والاخذ نہیں علی ہذا القیاس حق ہونا ان دونوں کا ایک شخص کے حق میں دو وقتوں اور دو حالتوں میں سمجھنا چاہیے۔ الغرض حق اور لائق عمل ہونا ہر ایک قول کا ایک شخص کے حق میں ایک حالت میں نہیں ہے بلکہ دو شخصوں کے حق میں ہے یا ایک شخص کے حق میں دو حالتوں اور دو وقتوں میں ہے پس اس معنی کر دونوں قول مختلف باوجود ضدیت کے حق بھی رہی اور دوسروں کا جمع ہونا بھی لازم نہ آیا۔ اس مضمون کو امام شعرانی نے میزان کبریٰ میں جزو کی کتاب میں ادا کیا ہے اور محض اسی مضمون کے اثبات میں وہ کتاب تصنیف کی ہے دو ایک عبارتیں اس کی اس مقام میں بنظر تصدیق اس مضمون کی نقل کی جاتی ہیں:

قال رحمه الله في خطبة كتابه و يوضح لك ذلك ان تعلم يا  
 اخی انّ الشریعة جاءت من حیث الالام والنهی علی  
 مرتبتین تخفیف و تشدید لا علی مرتبة واحدة كما سیاتى  
 ایضا حه فی المیزان فانّ جمیع المكلفین لا یخرجون عن  
 قسمین ضعیف و قوی من حیث ایمانه و جسمه فی کل عصر  
 و زمان فمن قوی منهم خو طب بالتشید و الاخذ بالعزائم

و من ضعف منهم خو طِب بالتخفيف و الاخذ بالرخص و كل منهما حينئذٍ على شريعة من ربه فلا يور القوى بالنزول الى الرخصة و لا يكلف الضعيف بالصعود للعزيمة و قد رفع الخلاف في جميع ادلة الشريعة و اقوال علمائها عند كل من عمل بهذه الميزان و قول بعضهم انّ الخلاف الحقيقي بين طائفتين مثلاً لا يرتفع بالحكم محمول على من لم يعرف قوا عد هذا الكتاب لانّ الخلاف الذي لا يرتفع من بين اقوال آئمة الشريعة مستحيل عند صاحب هذه الميزان فامتنع يا اخي ما قلته لك في كل حديث و مقابله او كل قول و مقابله تجد كل واحدٍ منهما لا بد ان يكون مخففاً و الآخر مشدداً و لكل منهما رجا في حال مباشرتهم الاعمال و من المحال ان لا يوجد لنا قولان معاً في حكمٍ واحدٍ مخففاً او مشدداً و قد كون في المسئلة الواحدة ثلاثة اقوال او اكثر او قول مفصل فالحاذاق يرد كل قول الى ما يناسبه و يقاربه في التخفيف و التشديد بحسب الامكان و قد قال الامام الشافعي رحمه الله و غيره انّ اعمال الحديثين او القولين اولى من الغاء احدهما و انّ ذلك من كمال مقام الايمان الى ان قال (بصفحه ٥) ثم انّ لكل من المرتبتين رجلاً في حال مباشرتهم للتكليف فمن قوى منهم من حيث ايمانه و جسمه خو طِب بالعزيمة و التشديد الوارد في الشريعة صريحاً او مستنبطاً منها في مذهب ذلك المكلف او غيره و من ضعف من حيث مرتبة ايمانه و جسمه خو طِب بالرخصة و التخفيف الوارد كذلك في الشريعة صريحاً او المستنبط منها في مذهب ذلك المكلف او مذهب غيره كما اشار اليه قوله تعالى فاتقوا الله ما استطعتم

خطاباً عاماً و قوله صلى الله عليه وسلم اذا امر تكم با مر فا توا منه ما ستطعتم اى كذا لك فلا يؤمر القوى المذكور بالنزول الى مرتبة الرخصة و التخفيف و هو يقدر على العمل بالعزيمة و التشديد لان ذلك كالتلاعب بالدين كما سيأتى ايضاً فالحق ان المذکور تان على الترتيب الوجوب لا على التخيير فليس لمن قدر على استعمال الماء حساً او شرعاً ان يتم بالتراب و ليس لمن قدر على القيام فى الفريضة ان يصلى جالساً و ليس لمن قدر على الصلوة على الصلوة جالساً ان يصلى على الجنب الى ان قال فامتن يا اخى بهذه الميزان جميع الاوامر و النواهي الواردة فى الكتاب و السنة و ما ابتنى و تفرع على ذلك من جميع اقوال المجتهدين و مقلديهم الى يوم الدين تجدها كلها لا تخرج عن مرتبة تخفيف و تشديد و لكل منهما رجاى كما سبق و من تحقق بما ذكرنا ذوقاً و كشفنا كما ذقناه و كشف لما وجد جميع اقوال المجتهدين و مقلديهم داخله فى قواعد الشريعة المطهرة و صحت مطابقة قوله باللسان ان سائر الآئمة على هدى من ربه لا اعتقده ذلك بالجنان و علم جزماً و يقيناً ان كل مجتهد مصيب و رجوع عن قوله المصيب واحد لا يعينه الى ان قال (بصفحه ٥) اذا نظرت بعين الانصاف تحققت بصحة الاعتقاد ان سائر آئمة الاربعه و مقلديهم على هدى من ربه فى ظاهرها لا مراً و باطنه و لم تعترض على من تمسك بمذهب من مذاهبهم و لا على من انتقل من مذهب منها الى مذهب و لا على من قلده غير امانه منهم فى اوقات الضرورات الى ان قال (بصفحه ١٢) من الواجب على كل مقلد من طريق الانصاف ان لا يعمل برخصة قال بها



اما مذهبہ الا ان کان من اهلها و انه يجب عليه العمل بالعزيمة التي قال بها غير اما مه حيث قدر عليها لان الحكم راجع الى كلام الشارع بالاصالة لا الى كلام غيره لا سيما ان كان دليل الغير اقوى خلاف ما عليه بعض المقلدين حتى انه قال لى لو وجدت حدیثاً فى البخارى و مسلم لم يأخذ به اما مى لا اعلم به و ذلك جهل منه بالشریعة و اول من يتبرأ منه اما مه و كان من الواجب عليه حمل اما مه على انه لم يظفر بذلك الحدیث او لم يصحّ عنده از لم يظفر بحدیث مما اتفق عليه الشيخان قال بضعفه احد فمن يعتد بتضعيفه ابدأ هذا آخر ما لخصناه من كلام الشعرا نى رحمه الله و سأزيد عليه عبارات اخرى له فيما سيجى ان شاء الله تعالى و المراد من المقلدين الذين الحقهم بالمتجهدين فى كونهم على هدى من ربهم و كون اقوالهم داخله فى قواعده الشریعة المطهرة هم المجتهدون فى المذهب و من يلوئهم من اصحاب الطبقة الثالثة المذكورة فى الصفحة الثامن و الاربعين من هذا المجلد فى متن منح البارى فانهم مع ما معهم من ملكة الاستنباط هو دونه فى المرتبة فهو مجتهد فى المذهب و هو مقلد لا مامه فما ظهر فيه نصه الى آخر ما قال و قد نقلناه فيما سلف فى هذه الرسالة

اس بيان سے ثابت ہو گیا کہ مسئلہ تعدد حق عین حق ہے اور اکابر اہل سنت اس کے قائل ہیں اور خصوصیت اس کی معتزلہ سے جیسا کہ قہستانی سمجھا ہے باطل ہے اور جب یہ خصوصیت باطل ہوئی تو تعیین مذہب امام واحد جسکو قہستانی نے اسی خصوصیت پر متفرع کیا تھا نیز باطل ہوگی اذنا بطل الاصل بطل الفرع۔ اور اگر ہم بطور تنزیل مذہب وحدت حق کو مان لیں اور تسلیم کر لیں کہ مواضع اختلاف میں حق پر ایک ہی شخص ہوتا ہے اور باقی سب خطا پر جب بھی اس سے تعیین مذہب امام واحد کی ثابت

نہیں ہوتی اسلئے کہ بنا براس مذہب کے وہ ایک جس کی جانب حق ہے کوئی معین نہیں سب کی طرف اس کا احتمال ہے اور سب میں وہ دائرہ ہے چنانچہ بضمن عبارت بغوی گذراکان الحق مع واحد لا بعینہ اور بضمن عبارت شعرانی گذراارجع عن قوله المصیب واحد لا بعینہ اور علیٰ ہذا القیاس اور کتابوں میں مسطور اور لوگوں میں مشہور ہے کہ حق دائرہ ہے کسی ایک جانب معین نہیں پھر اسے تعیین ایک مذہب کی کیونکر ثابت ہوگی یہ اس وقت ثابت ہو جب کہ وہ صاحب حق خاص کر معین ہو اور حق ہونا اس کے مذہب کا بالیقین معلوم ہو اور اس کے سوائے سب کا خطا پر ہونا یقیناً ثابت ہو سو ان باتوں کا ثبوت قائلین و حدیث حق کو بھی دعویٰ نہیں۔ اسی واسطے وہ حق کو دائرہ کہتے ہیں اور الحق مع واحد لا بعینہ بول رہے ہیں اور صاحب بحر الرائق رسالہ وقف میں مسئلہ قضا بخلاف مذہب میں لکھتے ہیں:

و فی فتاویٰ الصغری و ذکر الصدر الشہید فی شرح آداب  
القضاء ان قضی القاضی فی المجتہدات ینفد و ان لم یکن  
عن اجتهاد لان القضاء لا ینتقض ما لم یظهر الخطاء بیقین  
و فی المجتہدات، لا نتبینذ لك فلا ینتقض اذا قضی فی  
المجتہد فیہ انتہی ما قال صاحب البحر و فیہ تصریح بان  
المجتہدات لا یتبین فیہا الخطاء بیقین

اگر کسی کو شبہ گذرے کہ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ہمارے مذہب اور ہمارے مخالفین کے مذہب کا حال ہم سے دریافت کرے تو ہم یہ کہیں گے ہمارا مذہب صواب ہے اور خطا ہونا اس کا احتمال ہے اور مذہب مخالفین کا خطا ہے اور حق ہونا اس کا احتمال ہے پس اس سے حق ہونا اپنے اپنے مذہب کا بالیقین ثابت ہوا اور تعیین مذہب کا ثبوت نکل آیا تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قول درمختار کا محدثات اور مخترعات سے نسفی کے ہے پہلے اس کے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا اور کوئی دلیل شرعی بھی اس پر قائم نہیں اسی واسطے درمختار کے شارحین مخطاوی اور شامی نے اس کو رد کر دیا ہے، اور حنفیوں کے سردار امام ابن الہمام اور حافظ ابن حجر شافعی ابن ملا فروخ مکی حنفی سے خلاف اس کا نقل کیا ہے۔ عبارتیں ان کی معیار الحق کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ میں موجود ہیں۔ وہاں نظر کرنی چاہیے۔

اس مقام میں اس کے رد میں تھوڑی سے عبارت میزان کی نقل کی جاتی ہے صفحہ ۳۰ میں میزان کے کہا ہے:

فان قلت فما الجواب ان ناز عنا احد فيما قلناه من المقلدين الذين يعتقدون ان الشريعة جاءت على مرتبة واحدة وهي ما عليه اما فقط ويرى غير قول اما مه خطأ يحتمل الصواب قلنا له الجواب اننا نقيم عليه الحجة من فعل نفسه وذلك اننا نراه يقلد غير اما مه في بعض الوقائع فنقول له هل صار مذاهب اما مك فاسداً حال عملك بقول غيره و مذهب الغير صحيحاً ام مذهبك باقى على صحته حال عملك بقول غيره ولعله لا يجد له جواباً سدياً يجيبك به ابدأ على وجه الحق - انتهى

خلاصہ جواب قول تہستانی بسبب اس کے جہل کے لائق اعتبار و التفات نہیں اور بعد تسلیم اس کی لیاقت کے نفس الامر کے مطابق نہیں اور بعد تسلیم مطابقت کے اس کے مدعا کو مثبت نہیں۔ اب حضرات مخاطبین کو چاہیے کہ ایک دو اور ایسے شخصوں کے قول معرض مباحثہ میں پیش کریں اور اپنے پیشواؤں کی قلعی کھلوائیں۔

## جواز تقلید مفضول

اور جو آپ نے امام غزالیؒ کا کلام اس مضمون کا نقل کیا ہے کہ مقلد جس کو افضل جان لے اس کے سوائے دوسرے کی تقلید اس کو جائز نہیں بلکہ اسی کی پیروی اس پر واجب ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حاصل اس کا عدم جواز تقلید مفضول باوجود افضل کے ہے ابتداء ہو خواہ بعد تقلید افضل کے اور یہ اجماع صحابہ کے برخلاف ہے۔ اصحاب رسول ﷺ باوجود اس اعتقاد کے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ سب صحابہ سے افضل ہیں پھر اور لوگوں کی تقلید ابتداء بھی کر لیتے اور بعد مقلد ہو جانے دونوں حضرت کے بعض مسائل میں نیز

کر لیا کرتے لہذا جمہور مجتہدین حنفیہ اور مالکیہ اور اکثر حنبلیہ اور شافعیہ اسی جواز کے قائل ہے اور قول عدم جواز کو بہ دستاویز اجماع صحابہ ضعیف اور مردود کہتے ہیں چنانچہ کتب اصول فقہ وغیرہ میں اقوال ان کے مدلل باجماع صحابہ منقول ہے۔ کہا مولانا ولی اللہ نے عقد الجید میں:

اذا اراد هذا المتبحر ان يعمل في مسئلةٍ بخلاف مذهب اماه مقلداً فيها لا مآخر هل يجوز له ذلك اختلفوا فيه فمنعه الغزالي وشرذمة وهو قول ضعيف عند الجمهور لان مبناه على ان الانسان يجب عليه ان ياخذ بالادلة فان اذات ذلك بجهل بالذات لاقمنا اعتقاد افضليته اما مقام الدليل فلا يجوز له ان يخالف الدليل الشرعي ورد بان اعتقاد افضلية الامام على سائر الائمة مطلقاً غير لازم في صحة التقليد اجماعاً لان الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون ان خير هذه الامة ابو بكر وعمر وكانوا يقلدون في كثير من المسائل غيرهما بخلاف قولهما ولم ينكر على ذلك فكان اجماعاً على ما قلناه واما افضلية قوله في هذه المسئلة فلا سبيل الى معرفتها للمقلد الصريح فلا يجوز ان يكون شرطاً للتقليد اذ يلزم ان لا يصح تقليد جمهور المقلد ين فلو سلم لفي؟ مسألتنا هذا عليكم لانه كثيراً ما يطالع على حديث يخالف مذهب اماه او قياس قوي يخالف مذهبه فيعتقد الا افضلية في تلك المسئلة لغيره وذهب الاكثرون الى جوازه منهم الا مدي و ابن الحارث و ابن الهمام و النووي و اتباعه كما بن حجر و الرملي

(قولہ: ابتداء الخ، اس تقسیم پر الفاظ عبارت احیاء کے شاہد ہیں عبارت منقولہ مخاطب میں لفظ یاخذ اپنے اطلاق اور عموم سے شاہد اور دوسرے اسی جگہ اس عبارت میں و رأی من یری انه يجوز لكل مقلد ان يختار من المذاهب ما اراد غير معتقد به الخ۔ لفظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یختار اسپر شاہد ہے کیونکہ اختیار مذہب غالباً اختیار ابتدائی پر بولا جاتا ہے اور کبھی اطلاق اس کا بعد تمدن مذہب ہمزہ اول پر بھی ہوتا ہے اس سے باطل ہوگئی وجہ تطبیق قول غزالی کی ساتھ مذہب جمہور کے جو صاحب تحفۃ العرب والعجم نے صفحہ ۴۱ میں تحفہ کے لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قول غزالی کے یہ معنی ہیں کہ مقلد جب کسی ایک مجتہد کو فضل العلماء سمجھ لے تو اسکو اس مجتہد کے مذہب پر قائم اور مستمر رہنا واجب ہے۔ پس یہ قول ان معنی کر مذہب جمہور جو کہ جو تقلید مفضول کو جائز کہتے ہیں منافی ہوا یعنی جواز تقلید مفضول بنا بر مذہب جمہور تقلید ابتدائی پر محمول ہے اور قول غزالی کا عدم جواز تقلید مفضول یہ بعد اختیار تقلید افضل پر محمول ہے۔ انتہا بمعناہ وجہ اس کے اندفاع کی نفس الفاظ سے عبارت غزالی کے ظاہر ہے جسکا بیان گزرا۔  
(حاشیہ محمد حسین بٹالوی)

و جماعات من الحنابلة و المالكية ممن يفضي ذكر اسما ثم  
الى التطويل و هو الذي انعقد عليه الاتفاق من مفتي المذاهب  
الائمة الاربعة من المتأخرين و استخر جوہ من كلام  
اوائلہم۔ انتہی

اور کہا شیخ ابن الہمام حنفی نے تحریر الاصول میں اور محبت اللہ حنفی نے منہیہ مسلم  
میں اور ابن امیر حاج حنفی اور سید بادشاہ نے تحریر کی شروح میں اور فاضل قندھاری  
نے معتنم الحمول میں امام ابن عبدالبر مالکی اور اکمل صاحب عنایہ اور مولانا عبدالعلی  
شارح مسلم الثبوت اور امام شعرانی نے اپنی اپنی تصانیف عدیدہ میں اور ان کے سوائے  
بسیوں علماء نے

نقل القرافي الا جماع من الصحابة على ان من استفتى ابا  
بكر و عمر و قلد هما فله بعد ذلك ان يستفتى غيرهما من  
الصحابة و يعمل به من غير تكبير و اجمع العلماء على ان من  
اسلم فله ان يقلد من شاء من العلماء بغير حجر و من ادعى  
دفع هذين الا جما عين فعليه الدليل انتهي ماقاله هؤلاء  
المذكورون نقلاً عن القرافي و اللفظ للشعراني و قال  
صاحب المغتنم بعد نقله اقول و انت تعلم ان اجماع الصحابة

لا يحتمل النسخ باجماع آخر انتهى ما في المغتتم  
اور سيد شامی نے حاشیہ در مختار میں کہا ہے:

فی تحریر ابن الہمام و شرحہ يجوز تقليد المفضول مع و  
جود الافضل و به قال الحنفية و المالكية و اكثر الحنابلة و  
الشافعية و فی رواية عن احمد و طائفة كثيرة من الفقهاء لا  
يجوز

اور کہا سید طحاوی نے حاشیہ در مختار میں:

بل نصوا على جواز التقليد مع وجود الفاضل  
اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاری نے مغتتم الحصول میں:

تقليد المفضول مع وجود الافضل في العلم جائز عند الاكثر  
و عليه الحنفية و المالكية و اكثر الشافعية و احمد في رواية  
و ممنوع عند كثير و عليه ابن شريح و القفال و ابن  
السمعاني و احمد في رواية للاكثر القطع (اي الدليل للاكثر)  
بان الصحابة متفوت در جاتهم كانوا يفتون مع الاشتهار  
و التكرير من غير نكير على المفتي و لا على المستفتي فكان  
اجماعاً قال الآمدى لو لا الاجماع لكان مذهب الخصم او  
لى المانعون (اي قال المانعون) اقوالهم للمقلد كما لا دلة  
للمجتهد و اجيب او لا بانه قياس يعارض الاجماع الذي  
ذكرنا و ثانياً بالفرق فانّ الترجيح سهل على المجتهد  
بخلاف العامي في المسلم الترجيح قد يكون بالتحري كما  
قال علماءنا في تعارض قياسين اقول قد مر ان تحري

العوام ليس بواجب و لا موجب انتهى ما في المغتتم مختصراً

پس بمقابل اجماع صحابہ اور اتفاق جمہور علماء کے قول امام غزالی جس کی بنا  
ضعیف دلیل پر ہے کیونکہ تسلیم کیا جائے مخاطبین سے تعجب ہے کہ انہوں نے خفی ہو کر  
مذہب حنفیہ کو اس مسئلہ میں بالائے طاق رکھ دیا ہے اور امام غزالی شافعی المذہب کا

اتباع اختیار کر لیا ہے باوجود اس کے پھر حنفی کے حنفی بنے بیٹھے ہیں کوئی اور ایسا کرے تو اس کو لامذہب کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشنے اور نظر انصاف عنایت کرے۔

## عامی کا کوئی مذہب نہیں

اور جو آپ نے میزان شعرانی کی یہ عبارت نقل کی ہے

فلو لا الزامهم للعامی بمذہب معین لیضلّ عن طریق الہدی۔  
انتہی۔ یعنی اگر علماء عامی کے واسطے ایک مذہب لازم نہ کر دیتے تو وہ راہ  
ہدایت سے گمراہ ہو جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت کا میزان کبریٰ امام شعرانی میں کہیں پتہ  
نہیں اور اگر یہ لوگ اس عبارت کو میزان سے نکال دیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اسی  
میزان کے اندر اور عبارتیں اس کے معارض اور مخالف بھی موجود ہیں اور بلند آواز سے  
پکار رہی ہیں کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور اس کے واسطے تعین مذہب کی ضرورت  
بھی نہیں جس مذہب پر چاہے چلے اور موافق قول جس عالم کے چاہے عمل کرے۔ پس  
ان عبارات کے معارض و مقابل اس عبارت منقولہ مخاطب کو بفرض صحت نقل کیونکر مانا  
جاوے اور دو کلاموں کو جو باہم مخالف و معارض ہوں کیوں کر تسلیم کیا جائے اور وہ  
عبارتیں جن میں عامی کی تعین مذہب کی نفی کی ہے اور اس کو سب مذاہب پر عمل کرنے  
میں حُجْر فرمایا ہے یہ ہیں:

نقل السیوطی عن جماعةٍ كثيرةٍ من العلماء أنّهم كانوا یفتون  
الناس بالمدّٰہب الاربعۃ لا سیمّا العوام الذین لا یتقیدون  
بمدّٰہب و لا یعرفون قواعدہ و لا نصوصہ و یقولون حیث  
وافق فعل ہئو لاء العوام قول عالم فلا بأس بہ

تمام ہوئی عبارت میزان کی جو صفحہ ۷۱ میں فرمائی ہے اور اس میں دوسری  
جگہ بیان احوال منتقل مذہب میں کلام امام سیوطی کو متمسک ٹھہرا کر نقل کیا ہے حیث قال:  
الثانی ان یکون الحامل له علی الانتقال امرآ دنیویاً کذلک

لکنہ عامی لا یعرف الفقہ و لیس لہ من مذہب سوی الاسم  
کغالب المباشرین و ارکان الدولہ و خدام الدارس فہذا  
امرہ خفیف اذا انتقل عن مذہبہ الذی کان یزعم انہ متعبد بہ  
و لا یبلغ الی حد التحريم لانہ الی الآن عامی لا مذہب لہ  
فہو کمن اسلم جدیداً لہ؟ التمدھب بای مذہب شاء من  
مذہب الآئمة

تمام ہوئی عبارت میزان کی جو صفحہ ۴۶ میں فرمائی ہے۔ علاوہ اس کے اور  
علمائے مذہب سے بھی یہی مروی ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں مذہب اس کا وہی ہے  
جو اس کو کسی عالم نے بتلادیا تھا چنانچہ سابقاً ایک حاشیہ اور ایک متن میں حضرت شاہ ولی  
اللہ اور صاحب بحر الرائق سے صراحتاً اور امام نووی سے اشارتاً منقول ہو چکا ہے اور  
صاحب رد المحتار اور صاحب مغتتم الحصول اور سید بادشاہ شارح تحریر کے اقوال کا پتہ و  
نشان بقید صفحات معیار الحق بتلایا گیا پھر اب اس عبارت میزان غیر صحیح النقل والبیان  
کو مقابل عبارت صریحہ صحیحہ اسی میزان کے اور معارض اقوال فصیحہ اون علمائے والا  
شان کے بلا دلیل و برہان کس طرح تسلیم کیا جاوے اور جو آپ نے میزان شعرانی کی  
یہ عبارت نقل کی ہے:

و اما من لم یصل الی شہود عین الشریعة الاولی و جب علیہ  
التقلید بمذہب واحد اور دوسری عبارت فان قیل هل  
یجب علی المحجوب عن الاطلاع علی عین الشریعة التقلید  
بمذہب معین ام لا فالجواب نعم۔ الخ۔

یعنی جو کوئی مجبب ہو اور مرتبہ مشاہدہ سے عین الشریعة کے دور ہو اس پر تقلید  
ایک مذہب کی واجب ہے۔ جواب اس کا اسی میزان سے بتفصیل تام لکھا جاتا ہے  
ناظرین بانصاف اسکو توجہ تام سے استماع فرمائیں۔

پس اولاً ایک تمہید لکھی جاتی ہے۔ پھر جواب مرقوم ہوگا۔ وہ تمہید یہ ہے کہ  
ان عبارتوں میں تقلید عامی سے کچھ مطلب نہیں بلکہ بیان تقلید عالم مجبب کا مقصود ہے  
بشہادت دو امر کے اول یہ کہ امام شعرانی کے نزدیک عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں چنانچہ



قول سابق کی رد میں ان سے منقول ہو چکا دوسری یہ کہ بعض عبارتوں میں شعرانی کی جو عنقریب نقل کی جاتی ہیں اس محبوب کے حق میں یہ کہا ہے کہ جب اس کو شریعت پر اطلاع ہو جاوے اور اس کا حجاب اٹھ جاوے اور یہ ترجیح مذہب کو چھوڑ کر تساوی مذاہب کا اعتقاد کر لے تو اس پر تقلید معین واجب نہیں رہتی۔ سوان باتوں کا پایا جانا عامی میں متصور نہیں۔

یہ تمہید ہو چکی تو اب جواب لکھا جاتا ہے کہ ہر چند امام شعرانی کے نزدیک بحق محبوب جو عین شریعت کا اصل نہ ہو تقلید ایک مذہب کی واجب ہے لیکن وجوب اسکا جہی تلک ہے کہ وہ حجاب تقلید میں بند رہے اور عین شریعت تک نہ پہنچے اور سب مذاہب کو مساوی نہ جانے اور جب کہ حجاب اس کا اٹھ جاوے اور وصول عین شریعت اس کو نصیب ہو اور اپنے اعتقاد ترجیح مذہب کو چھوڑ کر سب مذاہب کو مساوی جاننے لگے تو اسوقت وہ وجوب تقلید معین سے آزاد ہو جاتا ہے اور التزام مذہب اس پر واجب نہیں رہتا چنانچہ عبارت منقولہ مخاطب سے یہ مطلب ثابت ہوتا ہے اور کئی اور عبارتوں میں شعرانی کی صریح بھی آچکا ہے صفحہ ۳۸ میں میزان کے ہے:

فان وصلت الی شہود عین الشریعة الاولیٰ فہناک لا یجب  
علیک التّقیّد بمذہب لانک تری اتصال جمیع مذاہب  
المجتہدین بہا و لیس مذہب اولیٰ بہا من مذہب فیرجع  
الامر عندک الی مرتبتی التّخفیف و التّشدید بشرطہا۔ انتہی

اور رفع اس حجاب کا اور وصول عین شریعت کا جس سے وجوب عین مذہب رفع ہو جاتا ہے امام شعرانی کے نزدیک دو طریق سے ہے ایک طریق کشف اور ذوق دوسرا طریق تصدیق و تسلیم۔ سوا اگرچہ رفع حجاب طریق اول سے تو ان کے نزدیک اہل باطن و صاحبان کشف ہی سے مختص ہے اور اس طریق سے خاص کر انہیں کا التزام چھوٹتا ہے لیکن رفع اس حجاب کا طریق ثانی سے تمام علماء کے واسطے حاصل ہو سکتا ہے اور اس طریق سے سب علماء کا مذہب چھوٹ جا سکتا ہے۔ سوا امام شعرانی نے حاصل کرنے اس طریق کے سب علماء کو وصیت کی ہے اور اس طریق سے رفع حجاب اور ترک التزام مذہب کا سب مجوبین کو ارشاد کیا ہے جہاں پر کہ کہا ہے کہ جن کو وصول

شریعت بطریق ذوق وکشف میسر نہیں اور رفع حجاب اونکا اس طریق سے متصور نہیں تو وہ طریق تسلیم ہی کو اختیار کر لیں اور اسی طریق سے اپنا حجاب اوٹھا کر ترجیح و تعیین مذہب معین کو چھوڑ دیں اور سب مذاہب کو مساوی جان لیں اور جیسے منہ سے سب مذاہب کو ہدایت پر کہتے ہیں ویسے ہی دل سے بھی اعتقاد کر لیں اور نفاق سے بچ جاویں اور التزام مذہب معین کو ترک کر کے سب مذاہب کو دومرتبہ تخفیف و تشدید عزیمت و رخصت پر منقسم سمجھ کر لائق رخصت ہوں تو اس پر عمل کریں خواہ کسی مذہب میں ہو لائق عزیمت ہوں تو اس پر عمل کریں خواہ کسی مذہب میں ہو اور یہ نہ سمجھیں کہ فلاں رخصت ہمارے مذہب میں نہیں ہے ہم کیونکر عمل میں لائیں اور فلاں عزیمت ہمارے امام نے نہیں فرمائی ہم کس طرح اختیار کریں بلکہ یقیناً جان لیں کہ در صورت ان کے اہل رخصت ہونے کے یہ عمل بالرخصت کے امام کی طرف سے مختار ہیں خواہ وہ کسی مذہب میں ہو اور در صورت ان کے اہل عزیمت ہونے کے یہ عمل بالعزیمت کے امام کی طرف سے مامور ہیں خواہ وہ کسی مذہب میں ہو۔ کسی امام نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم کہیں عزیمت ہو خواہ رخصت وہ ہر شخص کو ہماری اتباع سے واجب القبول ہے وہ اس کا اہل ہو خواہ نہ ہو اور ہر شخص کو ہماری اتباع سے اور مذاہب کی رخصتوں اور عزیمتوں پر عمل کرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ اس عمل کی اہلیت رکھتا ہو۔

حاصل کلام شعرانیؒ یہ ہے کہ سب علماء کو لازم ہے کہ اپنے حجاب تقلید و ترجیح مذہب کو دور کریں اور تساوی مذاہب کے قائل ہو جاویں کشف و یقین سے محروم ہوں تو تسلیم ہی پر اکتفا کریں اور تخصیص اور تعیین مذاہب کو بالائے طاق رکھ کر سب مذاہب سے جس بات کے اہل ہوں اس پر عمل کر لیا کریں۔ اس مضمون سے تمام کتاب میزان مشحون ہے اور اسی کے اثبات میں یہ کتاب تصنیف ہے اور اس میں صد ہا علماء کے اقوال سے اس مضمون کی تائید ہے طالب شائق اس کتاب کو اول سے آخر تک مطالعہ کرے اور حظ اس تقریر کا اٹھاوے۔ ہم اس مقام میں چند عبارتیں اس کی جو مصدقہ اس مضمون کی ہیں نقل کرتے ہیں۔ صفحہ ۴ میں اس کتاب کے فرماتے ہیں:

و کان من اعظم البوا عث علی تالیفها للاخوان فتح باب العمل بما تضمنه قوله تعالیٰ شرع لکم من الدین ما و صی بہ

نوحاً و الذى او حيناً اليك و ما و صينا به ابراهيم و موسى و عيسى ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه و ليطابقوا فى تقليد هم بين قولهم باللسان انّ سائر آئمة المسلمين على هدي من ربه و بين اعتقادهم ذلك بالجنان ليقوموا بواجب حقوق آئمتهم فى الابد معهم و يجوزوا الثواب المرتب على ذلك فى الدار الآخرة و يخرج من قال ذلك منهم بلسانه انّ سائر آئمة المسلمين على هدي من ربه و لا يعتقد ذلك بقلبه عما هو متلبس به من صفة النفاق الاصغر ويسد المقلدون باب المبادرة الى الانكار على من خالف قواعد مذهبهم ممن هو من اهل الاجتهاد فى الشريعة من دخول جميع اقوال الآئمة المجتهدين و مقلديهم الى يوم الدين فى شعاع نور الشريعة فتأمل و تدبر فيما ارشدك يا اخى اليه و ذلك ان تعلم و تحقق جازماً انّ الشريعة المطهرة جاءت من حيث شهود الالام و النهى فى كل مسألة ذات خلاف على مرتبتين تخفيف و تشديد لا على مرتبة واحدة كما يظنه بعض المقلدين ثم ان لكل من المرتبتين رجا لافى حال مباشرتهم التكليف فمن قوى منهم من حيث ايمانه و جسمه خو طب بالعزيمة و التشديد الوارد فى الشريعة صريحاً او المستنبط منها فى مذهب ذلك المكلف او غيره و من ضعف منهم من حيث مرتبة ايمانه او ضعف جسمه خو طب بالرخصة و التخفيف الوارد كذلك فى الشريعة صريحاً او مستنبطاً منها فى مذهب ذلك المكلف او مذهب غيره انتهى

ملخصاً

اور صفحہ ۷۷ میں اس کے فرماتے ہیں:

فا عمل يا اخى بهذه الميزان و علمها لا خوانك من طلبه

المذاہب الا ربعة لیحیطوا بہا علماً ان لم یصلوا الی مقام الذوق لها بطریق الكشف كما اشار الیہ قوله تعالی فان لم یصبها وابل فطلّ و لیفوزوا - ایضاً لصحة اعتقادہم فی کل آئمتہم و مقلد یہم و لیطابقوا بقلوبہم قولہم باللسان ابّ سائر الآئمة علی ہدی من ربہم ان لم یکن ذلک کشفاً و یقیناً فلیکن ایماناً و تسلیماً انتہی اور صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

انّ من الواجب علی کل مقکدٍ من طریق الانصاف ان لا یعمل برخصۃ قال بہا امامہ الا ان کان من اہلہا و انه یجب علیہ العمل بالعزیمۃ التی قال بہا غیر امامہ حیث قدر علیہا انتہی و قد مرّ اتّ من ہذا

اور صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں:

ثم لا یخفی یاخی ان کل من فعل الرخصۃ بشرطہا او المفضول بشرطہ فهو علی ہدی من ربہ فی ذلک و لو لم یقل بہ امامہ۔

اور صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں:

قال الزرکشی و بعد از علمت ہذا فحینئذ تعرف انّ احداً من الآئمة الا ربعة او غیرہم لم یتقلد امر المسلمین فی القول برخصۃ او عزیمۃ الا علی حدّ ما ذکرنا من ہذہ القاعدۃ فینبغی لكل مقلدٍ للآئمة للآئمة ان یعرف مقاصدہم انتہی کلام الزرکشی و هو اعظم شاہد لصحۃ ہذہ المیزان فلم ینقل لنا عن احدٍ من الآئمة الا ربعة و لا غیرہم فیما بلغنا انه کان یطرد الا مر فی کل عزیمۃ قال بہا او رخصۃ قال بہا فی حق جمیع الامۃ ابدأ و انما ذلک فی حق قومٍ دون قومٍ و قد بلغنا انه کان یفتی الناس بالمذاہب الاربعۃ الشیخ

الامام الفقيه المحدث المفسر الاصولي الشيخ عبد العزيز  
الديرميني و شيخ الاسلام عز الدين بن جماعة المقدسي و  
الشيخ العلامة الشيخ شهاب الدين البرلسي والشيخ على  
بن تيميّ الضرير و نقل الشيخ الجلال السيوطي عن جماعة  
كثيرة من العلماء انهم كانوا يفتنون الناس بالمذهب الاربعة  
لاسيما العوام الذين لا يتقيدون بمذهب الي آخر ما قال  
اور صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں:

فان قلت فعلى ما قررت من ان سائر الائمة الاربعة على  
هدى من ربهم فكل شخص يزعم انه يعتقد ان سائر آئمة  
المسلمين على هدى من ربهم نفرت نفسه من العمل بقول  
غير امامه و حصل له به الحرج و الضيق فهو غير صادق في  
اعتقاده المذكور فالجواب نعم و الا مر كذالك و لا يكمل  
الاعتقاد الا ان تساوى عنده العمل بقول كل مجتهد على حد  
سواء بشرطه السابق في الميزان انتهى ما قال و اراد رعاية  
المقلد للعزيمة او الرخصة كما مرّ.  
اور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں:

و سمعت سيدي عليا الخواص رحمه الله يقول لا يكمل  
لمؤمن العمل بالشرعية كلها و هو مقلد بمذهب واحد ابدأ و  
لو قال صاحبه اذا صحّ الحديث فهو مذاهبى لترك ذلك  
المقلد الاخذ بالحديث كثيرة صحت عند غير امامه الى ان  
قال بعد ختم كلام الخواص و هو كلام نفيس فان الشريعة  
انما يكمل احكامها بضم جميع الالاحاديث و المذهب  
بعضها الى بعض حتى تصير كانهما مذهب واحد و مرتبتين  
انتهى ملخصاً  
نيز فرماتے ہیں:

فان قلت فاذن من الزم الناس بالتقئيد بمذهبٍ واحدٍ فقد ضيق عليهم و شقَّ عليهم فالجواب انه ليس في ذلك مشقة لانَّ صاحب ذلك المذهب لم يقل بالزام الضعيف بالعزيمة بل جوز له الخروج من مذهبہ الى الرخصة التي قال بها غيره فرجع مذهب هذا الامام الى مرتبتى الشريعة. انتهى اور صفحہ ۲۳۳ میں جلد ثانی کے فرماتے ہیں:

و لیکن ذلک آخر ما فتح اللہ بہ من ایضاح کتاب المیزان الشعرا نية المدخله لجميع اقوال المجتهدين و مقلديهم في الشريعة المحمدية و توجيه اقوالهم و قد حا و لت الجمع بين اقوال الآئمة و مقلديهم و توجيه كل منهما لجميع الاخوان من مقلدى الآئمة الاربعة بين اعتقادهم بالجنان و قولهم باللسان ان سائر آئمة المسلمين على هدى من ربهم ايماناً و تسليمًا ان لم يصلوا الى ذلك نظراً و استدلالاً كما مرَّ بيانه في الخطبة. انتهى

ان عبارات سے ہمارا مدعا تصدیق ہوا اور خوب محقق ہو گیا کہ اگرچہ امام شعرانی نے بحق محبوب تا وقتیکہ وہ حجاب میں پھنسا ہوا التزام مذہب معین کو واجب کہا ہے لیکن اس حجاب میں پھنسنے رہنے اور اوس کے سبب سے ایک مذہب پر ہمیشہ جمے رہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اوس حجاب کے اٹھا دینے اور التزام مذہب معین کے چھوڑ دینے کی نہایت تاکید سے بار بار وصیت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر محبوب کا حجاب کشف و یقین سے نہ اٹھے اور اسکو ذوق و یا نظر و استدلال سے وصول اس رتبہ کا نصیب نہ ہو تو وہ تصدیق و تسلیم ہی سے شرف اس رتبہ کا حاصل کرے اور ہمارے کہہ دینے ہی سے اپنے حجاب تقلید و ترجیح مذہب کو اٹھا کر سب مذاہب کو مساوی جان لے اور التزام مذہب معین ترک کر کے سب مذاہب میں سے جس بات کا اپنے تئیں اہل جانے اس پر عمل کر لیا کرے۔ اب حضرات مخاطبین کو دیکھئے کہ تمام میزان میں جزو کی کتاب میں سے جو اس مضمون میں تصنیف ہے دوسطریں اپنے ڈھب کی سمجھ کر لے لی ہیں اور باقی

کتاب کو بالائے طاق رکھا تو گویا آپ لوگوں نے فرط عادت تقلید سے اس شخص کی تقلید کو اختیار کیا ہے جس نے لا تقربوا الصلوٰۃ کو نماز نہ پڑھنے کی دلیل سمجھ کو پیش کیا تھا اور انتم سکاری کو اوروں کے واسطے چھوڑ دیا تھا واہ سبحان اللہ تقلید ہو تو ایسی ہو۔

یہاں تک جو بات ایک ایک روایت مخاطب کے جو بحث اول اور بحث دوم میں بہوس اثبات حصر کا رد در مذاہب آئمہ چہار اور تمنائے وجوب تقلید مذہب مجتہد واحد لا تھا تحریر ہوئی۔ اب بجواب اوس خرافات مخاطب کے جو بجواب بعض عبارات فتویٰ علماء کے بولا ہے قلم اٹھایا جاتا ہے اس کے بعد جواب بحث سوم اور چہارم اور پنجم رسالہ جناب کا قلم بند کیا جائے گا۔

پس واضح ہو کہ علمائے دہلی کے فتویٰ میں شواہد عدم ثبوت تقلید معین سے یہ عبارت میزان شعرانی کی منقول ہے:

وكان الامام ابن عبد البر يقول لم يبلغنا عن احد من  
الائمة انه امر اصحابه بالتزام مذهب معين لا يرى  
صحة خلافه بل المنقول عنهم تقرير هم الناس على العمل

بفتویٰ بعضہم بعضاً لانہم کلہم علی ہدیٰ من ربہم  
یعنی حافظ ابن عبد البرؒ کہا کرتے کہ کسی امام کا حکم دینا الزام مذہب معین کا  
اپنے اتباع کو مروی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے فتویٰ پر عمل کرنے کی تقریر اور  
اجازت ان سے منقول ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ عبارت حق میں اس شخص کے ہے  
جو درجہ اجتہاد کے قریب ہو اور اگر اس عبارت کو اس شخص پر محمول نہ کریں تو اس میں اور  
اوس عبارت میں جو وجوب التزام مجہوب میں گزر چکی ہے تعارض ہوگا۔

جواب الجواب میں فقیر ملتئم ہے کہ اگرچہ شعرانی نے اوس عبارت میں تا  
رہنے حجاب مجہوب کے اس کے التزام مذہب کے وجوب پر تصریح کی ہے لیکن اوس  
حجاب میں پھنسے رہنے اور اوس التزام پر جسے رہنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ بہت  
جگہ اس میزان میں اوس حجاب کے اٹھا دینے کا کشف و نظر سے خواہ تسلیم و تصدیق سے  
ارشاد کیا ہے اور التزام مذہب کے ترک کر دینے کا بڑی تاکید اور تشدید اور دلیلوں کے

زور اور تائید سے حکم دیا ہے چنانچہ مفصل بیان اسکا بکواب آخر روایات متمسکہ مخاطب کے گزرا لہذا اس عبارت متضمنہ التزام اور اس عبارت مویدہ عدم التزام میں کچھ تعارض نہیں رہا پس تاویل کرنا اور خاص کر دینا اس عبارت کا بحق صاحب قرب رتبہ اجتہاد کے جس کو مخاطب نے اس تعارض موہوم پر متفرع کیا ہے باطل ہو گیا۔ علاوہ یہ کہ بہتیری عبارتوں میں شعرانی کی امر عدم التزام بحق عامہ مقلدین کے پایا جاتا ہے اور ان میں لفظ کل مقلد موجود ہے چنانچہ عبارات منقولہ سابق میں گزر چکا ہے۔ اس سے بھی تاویل کرنا اور خاص کرنا آپ کا عبارت مسطورة الفتویٰ کو اس شخص سے جو رتبہ اجتہاد کے قریب ہو باطل ہوتا ہے اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ میں داخل ہوتا ہے

اور اس فتویٰ میں عدم التزام کے مویدات سے اجماع صحابہ کو قرانی سے  
بواسطہ امام شعرانی کے نقل کیا ہے:

هكذا الفاظه و نقل القرافي الا جماع من الصحابة على انه  
من استفتى ابابكر و عمر و قلد هما فله ان يستفتى بعد ذلك  
غيرهما من الصحابة ويعمل به من غير تكبير  
اس کے جواب میں آپ نے ملا علی قاری سے بلا نام و نشان اس کی کتاب  
کے نقل کیا ہے:

انما كان ذلك في ذلك الزمان لانّ مسائل الصحابة لم تكن  
كافية لعمامة الوقائع لانهم لم تمهدوا الاصول للاستخراج  
الاحكام فلاجل الضرورة يحل للمقلد اتباع الامامين اما في  
زماننا فمذهب الآئمة الاربعة كافية لمعرفة الكل فلا  
ضرورة الى اتباع الامامين -

تمام ہوا کلام ملا علی قاری کا مطابق نقل مخاطب کے، جیسا غلط و صحیح آپ  
کے رسالہ میں منقول تھا ویسا ہی ہم نے نقل کر دیا ہے اور جو اس میں غلطیاں ہیں وہ  
حضرت مخاطب کی لیاقت علمی کی نشانیاں ہیں اسی واسطے ان کو تغیر نہیں دیا اور حاصل  
مطلب (چنانچہ مخاطب کے پیشوا محمد شاہ نے رسالہ مدار الحق میں مطلب اس عبارت کا یہی ٹھہرایا ہے اور



عدم التزام مذہب کو فعل حرام سمجھ کر اس کے رواج کو زمانہ صحابہ میں بحکم اسی قاعدہ الضرورات تبيح .. الخ کی ضرورت پر حمل کیا ہے اور ایک جگہ اس رسالہ میں اس عدم التزام مذہب کو حکم میں گوشت خنزیر اور خون اور اس جانور کی جس پر غیر خدا کا نام پکارا جاوے ٹھہرا کر اس کے جواز کی توایتوں کو تمسک اسی قاعدہ کی ضرورت پر حمل کیا ہے اور آیت حرمت علیکم المیتة .. الا یہ اس پر دلیل پیش کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلب اس عبارت کا وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو اس کے جواب کو جو متن میں مثبت ہے توجہ سے سننا چاہیے۔ محمد حسین) اس کا ٹھوٹا جملہ لا جل الضرورة یحلّ کے یہ ہے کہ زمانہ صحابہ میں بھی التزام مذہب ایک ہی شخص کا واجب تھا اور اتباع دوسرے کا حرام لیکن صحابہ میں اس واجب کا متوک ہونا اور اس فعل حرام کا مروج رہنا ضرورت کے سبب سے تھا اور بحکم قاعدہ الضرورات تبيح المحظورات ( ضرورتیں مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو) کے اس ترک واجب اور فعل حرام پر اتفاق ہو گیا تھا نعوذ باللہ من قولهم ذلک کبرت کلمة تخرج من افواہهم ان یقولون الا کذباً (پناہ پکڑتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے ان کی اس بات سے۔ یہ بڑی بات ہے جو نکلتی ہے ان کی موبوں سے۔ نہیں کہتے مگر جھوٹ)

جواب الجواب میں فقیر کہتا ہے کہ اولاً ملا علی قاری سے ایسی واہی بات کہنے کی امید نہیں۔ غالباً یہ ان لوگوں کا افتراء ہے۔ اور اگر ان کو اپنی راست بازی کا دعویٰ ہے تو اس کلام کی سند صحیح کتاب معتبر و مشہور و متداول سے نکال کر بتلاویں۔ اور اگر انہوں نے بالفرض یہ بات کہی بھی ہے، تو قول ان کا نام مقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہے اس لئے کہ آپ کا فعل اجماعی صحابہ کو حرام کہنا اور اس کے وقوع کو ضرورت پر حمل کرنا اس وقت صحیح ہوتا جب کہ وجوب اتباع امام واحد اور حرام ہونا اتباع دو اماموں کا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہوتا، تا کہ اس کی رعایت سے آپ کو اس فعل اجماعی میں گنجائش تاویل اور کلام کی نکلتی، ورنہ آپ جس اجماع کو صحابہ کے چاہیں گے فعل حرام قرار دے کر اس کے وقوع کو ضرورت پر حمل کر لیں گے اور ایک رکن دین کی بیخ کو کندہ کر ڈالیں گے اور آج تک وجوب اتباع امام واحد اور حرام ہونا اتباع دو اماموں کا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف یعنی عدم وجوب اتباع امام واحد دلیل سے ثابت ہے چنانچہ اقوال علماء کے مصرح اس مدعا کے کہ اتباع امام واحد واجب نہیں اور اس کے وجوب پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اتباع دو اماموں کا حرام نہیں بلکہ بلا تردد جائز

ہے عنقریب نقل کی جاویں گی پھر باوجود ثابت نہ ہونے و جوہ اتباع امام واحد کے اور ثابت نہ ہونے حرمت اتباع دو اماموں کے اوس اجماع طلعی صحابہ کو کیونکر فعل حرام مان کر وقوع اوس کا ضرورت کے سبب تسلیم کیا جاوے، اس میں تو اجماع صحابہ سے انکار ہے اور رکن سوم اسلام کا ابطال ہے۔

اب سنو اون اقوال علماء کو جو و جوہ اتباع امام واحد اور حرمت اتباع دو اماموں کی نفی کرتی ہیں اور اسکے خلاف یعنی عدم تعیین مذہب کی تصدیق کرتی ہیں اور اس کلام نافر جام ہادم رکن اسلام کی جڑ اوکھارتی ہیں پس اولاً انہیں حضرت ملا علی قاری کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔ شرح عین العلم میں مسئلہ احتساب میں لکھتے ہیں کہ احتساب یعنی روکنا ممنوعات شرعیہ سے محل اختلاف میں نہ چاہیے پس حنفی شافعی کو متروک لتسمیہ (یعنی وہ جانور جس پر ذبح کے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھیں) عمداً کی کھانے سے اور ضب (یعنی بمعنی سوسمار جسکو ہندی میں گوہ کہتے ہیں) کھانے سے نہ نہ روکے اور شافعی حنفی کو نبیذ (یعنی نچوڑا کھجور وغیرہ کا چونشہ نہ دے) غیر مسکر کے پینے سے اور ذوی الارحام کی وراثت لینے سے نہ روکے اور اگر شافعی اپنے مذہب والے نبیذ پیتے دیکھے یا حنفی اپنے مذہب والے کو سرخ کپڑا پہنتے دیکھے تو یہ صورت محل تا مل و نظر ہے سوظاہر بنا بر بیان احياء العلوم کے اس صورت میں روکنا لازم ہے کیونکہ اس میں خلاف اپنے اپنے مذہب کا پایا جاتا ہے اور یہ بری بات ہے۔ اس کلام کے بعد اس کا خلاف ایک جماعت علماء سے نقل کرتے ہیں اور اوس میں عام اجازت دیتے ہیں کہ جس مذہب سے کوئی چاہے موافق اپنی مرضی کی باتیں نکال لے اور بلاشک رخصتوں پر عمل کیا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سوال کرو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی عالم کے تابع ہو وہ اللہ کو باسلامت ملا۔ پھر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی ہو جاوے یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بلکہ علماء کو یہ تکلیف دی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت پر عمل کریں یعنی خواہ کسی مذہب کے موافق ہو اور جہلاء کو یہ تکلیف دی ہے کہ علماء کا اتباع کریں یعنی خواہ کوئی ہو اور کسی مذہب کا حکم بتاوے۔ یہ ہے حاصل ترجمہ کلام جناب کا اور اصل کلام آپ کا بقدر ضرورت سابقاً اس رسالہ میں گزر چکا ہے۔ اور اسی مضمون کا دوسرا کلام آپ کا سابقاً اسم القوارض سے منقول ہو چکا ہے،

اب اور علماء مذاہب کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے۔  
 کتاب طوابع الانوار حاشیہ در مختار میں ملا عبد سندھی، شیخ ابوالمعالیٰ سے نقل  
 کر کے فرماتے ہیں:

و جوب تقلید مجتہد معین لا حجة علیه لا من جهة الشريعة  
 و لا من جهة العقل كما ذكره الشيخ ابن الهمام من الحنفية في  
 فتح القدير و في كتابه المسمى بتحرير الاصول و بعدم و  
 جو به صرح الشيخ ابن عبد السلام في مختصر منتهى  
 الاصول من المالكية و المحقق عضد الدين من الشافعية و  
 ذكر ابن امر حاج في شرح التحرير ان القرون الماضية من  
 العلماء اجمعوا على انه لا يحل لاحكام و لا مفتي تقلد ر جل  
 واحد بحيث لا يحكم و لا يفرى في شيء من الاحكام الا  
 بقوله - انتهى

اور قول سدید میں ابن ملا فروغ مکی حنفی فرماتے ہیں:

اعلم انه لم يكلف الله تعالى احداً من عباده بان يكون  
 حنفياً او ما لکياً او شافعیاً او حنبلیاً بل او جب عليهم  
 الايمان بما بعث به سيدنا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور شرح تحریر میں سید بادشاہ لکھتے ہیں:

افتی الشیخ المتفق علی علمه و صلاحه العلامة عز الدین بن  
 عبد السلام فی فتاواه لا یتعین علی العامی اذا قلد اما ما فی  
 مسئلة ان یقلده فی سائر المسائل لان الناس من لدن  
 الصحابة الى ان ظهرت المذاهب يتساءلون العلماء  
 المختلفین من غیر نکیر

اور تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف میں شیخ عبدالحق  
 مخاطبین کے امام بلکہ دین و ایمان نے بعض جزئیات فقہ متضمنہ عدم التزام مذہب کو نقل  
 کر کے فرمایا ہے:

وهذاكله دليل على انه يجوز الرجوع من فقيه الى فقيه و ان يكون الشخص حنفياً المذهب في مسئلة و شافعي المذهب

او غيره في اخرى و لا يجب تقليد امام بعينه

اور کتاب تحمیر شرح تحریر میں ابن امیر حاج نے اور اس کتاب کے مختصر میں سید بادشاہ نے اور مسلم الثبوت میں فاضل محبت اللہ حنفی نے اور اس کی شرح میں مولوی عبدالعلی نے اور معتنم الحصول میں فاضل حبیب اللہ قندھاری نے اور سوائے ان کے اور بہت سے علماء اصولیین نے فرمایا ہے

( لا واجب الا ما او جبه الله و رسوله و لم يوجب الله و رسوله على احدٍ ان يتمذهب بمذهب رجلٍ من الائمة فيقلده في كل ما ياتي و يذر غيره و زاد في شرح المسلم فايجا به تشریح جدید

(ایک جاہل غوی نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ جو اصولیین نے وجوب تقلید معین کی نفی کی ہے سومرادان کی اوس نفی وجوب سے نفی فرضیت ہے نہ نفی اس وجب کے جسکا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہوتا ہے چنانچہ حنفیہ کے نزدیک مقرر ہے کیونکہ اصولیوں کے نزدیک وجوب بمعنی فرض بولا جاتا ہے، اسکا جواب مفصل بضمین رد رسالہ میں جاہل کے لکھا جاوے؟ گا اس مقام پر اتنا کہا جاتا ہے کہ شافعی تو اس وجوب مصطلح حنفیہ کے قائل ہی نہیں پس ان کی عبارتوں میں تو گنجائش نہیں کہ نفی وجوب سے نفی فرضیت خاص کر مراد لیں اور وجوب مصطلح حنفیہ کو حکم نفی سے بچا رکھیں، رہے اصولیین حنفیہ سوان کے نزدیک بھی کتب اصول میں معنی وجوب کے خاص کر فرض نہیں لئے جاتے بلکہ اعم اور شامل لئے جاتے ہیں جو واجب اور فرض دونوں کو شامل ہوں چنانچہ توضیح میں صفحہ ۳۴۵ لکھا ہے - وقد يطلق الواجب عندنا على المعنى الاعم، ايضاً اى اعم من الفرض و الواجب بالتفسير المذكور وهو ان يكون الفعل اولى من الترك مع منع الترك اعم من ان يكون هذا المعنى بالقطعى او الظنى انتهى - پس بنا براس اطلاق کے نفی وجوب ان عبارات میں نفی فرضیت اور نفی وجوب مصطلح حنفیہ دونوں کو شامل ہوگی باقی تفصیل اس کی رد میں رسالہ مدار الحق میں اس جاہل کے ہوگی - انشاء اللہ - محمد حسین بنا لوی)

اور کتاب تقریر الاصول میں علامہ اکمل لکھتے ہیں:

و من المعلوم انه لا يشترط ان يكون للمجتهد مذهب مدون

و انه لا يلزم احداً ان يتمدھب بمذھب احدٍ من الآئمة  
 بحيث ياخذ باقواله كلها و يدع اقوال غيره كلها  
 اور عقد الفريدي میں ملاحسن شرنبالی حنفی بعد بیان طویل اور بحث عریض کے  
 لکھتے ہیں:

فيحصل مما ذكرناه انه ليس على الانسان التزام مذھب  
 معين و انه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذھبه  
 مقلداً فيها غير اماه مستجمعاً شروطه الى آخر ما قال

ان اقوال مدللہ سے ثابت ہوا کہ وجوب اتباع مجتہد اور حرمت اتباع دو  
 مجتہدوں کی شرعاً ثابت نہیں اور اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں بلکہ اس کا خلاف یعنی  
 عدم التزام مذھب مجتہد واحد اور جواز اتباع مذھب مجتہدین مختلفین بلا رتیب ثابت  
 ہے اور دلائل سے موید ہے باوجود اس کے پھر کس مانع کی اقتضا سے اور کس مشکل کے  
 مقتضا سے اس اجماع قطعی صحابہ کو ظاہر سے پھیر کر اس میں اس تاویل و تسویل کو جگہ  
 دیوں کہ تھا تو اتباع دو مجتہدوں کا زمانہ صحابہ میں بھی حرام لیکن اجماع صحابہ کا اس فعل  
 حرام پر ضرورت کے سبب سے ہو گیا تھا اور صحابہ نے بحکم قاعدہ الضرورات تبیح  
 المحظورات (یعنی ضرورتیں مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو) کے اس فعل حرام پر اتفاق کر لیا تھا  
 نعوذ باللہ من ذلک یہ بات پیروان صحابہ کو تو منہ سے نکالنی بڑی مشکل ہے اہل بدعت جو  
 چاہیں سو کہیں۔

علاوہ یہ کلام اور وجہ سے بھی باطل ہے وہ یہ ہے کہ اگر صحابہ کے وقت میں  
 بسبب اس ضرورت کے کہ ان کے مسائل سب حوادث کے واسطے کافی نہ تھے اور  
 اصول ان کے مہم نہ تھے عدم التزام فعل حرام لا چاری کو حلال تھا تو آئمہ اربعہ وغیر ہم  
 مجتہدین ہی کے زمانہ میں یہ عدم التزام حرام سمجھا جاتا اور رواج اس کا موقوف ہوتا اس  
 وقت تو مسائل تام و عام و کافی و وافی ہر ایک مجتہد کے مذھب میں غالباً مضبوط ہو چکے  
 تھے اور قواعد مہم ہو چکے تھے حالانکہ زمانہ مجتہدین میں بھی اس عدم التزام کا رواج  
 موقوف نہ ہوا اور باوجود دفع ضرورت کے ایک ایک امام کا اتباع رائج نہ ہوا اور کسی نے  
 آئمہ مجتہدین سے اس فعل حرام سے لوگوں کو نہ روکا اور امر واجب یعنی اتباع مذھب

امام واحد کا حکم نہ دیا چنانچہ عبارات منقولہ سابق سے صاف ثابت ہو چکا ہے اور جناب مخاطب بھی اس امر کے مقرر ہیں چنانچہ صفحہ ۱۳ میں اپنے رسالہ کے فرماتے ہیں:

آنچہ عجیب گفتہ کہ بیچ روایت از اصحاب و آئمہ اربعہ در وجوب تقلید مذہب معین صادر شدہ جو ابش آنکہ مسلم دارم کہ روایت از ایشان شدہ لیکن بادعویٰ کلنیم کہ در ان زمان تقلید ہمذہب معین واجب بود از جهت کثرت اجتہاد بلکہ بعد از مائتین تقلید ہمذہب معین در میان امت جاری شدہ بسبب

قلت اجتہاد۔ انتہی بلفظہ الشریف

اور اگر کہو کہ آئمہ اربعہ وغیرہم مجتہدین کے وقت میں مسائل کافی نہ ہو چکے تھے اور قاعدہ و اصول مقرر نہ ہوئے تھے اور وہ ضرورت جو زمانہ صحابہ میں درپیش تھی ان کے زمانہ میں مرتفع نہ ہوئی تھی اسلئے ان میں بھی اس فعل حرام یعنی عدم التزام کا رواج رہا تو جواب اس کا یہ ہے کہ پھر کیا ملاجی ہی کے وقت گیا رھوئیں صدی میں سب مذاہب کے اصول مہمہ ہوئے تھے اور کیا اسی وقت آئمہ اربعہ کے مذہب کل مسائل کی معرفت کو مکلفی بنے تھے اور کیا اوسی وقت وہ ضرورت مستمرہ متوارثہ مرتفع ہوئی تھی تا بحکم ارتفاع اوس ضرورت کی اتباع مذہب واحد کا گیا رھوئیں صدی میں واجب ہو گیا ہو۔ یہ تو دیوانوں کی باتیں ہیں صاحب ہوش و حواس ایسی باتیں کب کہتا ہے اور ملا علی قاری کی یہ کب شان ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہو۔ الحق یہ عبارت ان خانیوں نے اپنے پاس سے بنا کر درج رسالہ کر لی ہے یا کسی اور مفتری نے کسی کتاب میں ملاجی کی ملا دی ہے چنانچہ اکثر علماء کی تصنیفات میں یہ خیانتیں مفسدوں سے واقع ہوئی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ عدم التزام مذہب پر اوس کی مشروعیت اور حقیقت کے سبب سے تھا لا چاری اور ضرورت کی جہت سے نہ تھا اور اوس اجماع کے حکم سے زمانہ مجتہدین میں بھی اوس عدم التزام کا رواج چلا آیا اور ان کے بعد اور سلف صالحین اور خلف منصفین میں بھی اوس کا رواج چلا آیا ہے اور اس وقت بھی بحکم اوس اجماع کے وہ عدم التزام محمود اور مباح ہے اور ناجائز کہنے والا اس کا اجماع صحابہ کا منکر ہے و اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

اور جو آپ نے اس کلام مردود کی تائید میں عبارت برہان امام الحرمین کی

اس مضمون کی نقل کی ہے کہ عمل بمذاہب صحابہ جائز نہیں بلکہ اتباع مذہب آئمہ اربعہ لازم ہے کیونکہ انہوں نے مسائل کو واضح کر دیا ہے یہ عبارت باوجودیکہ تائید سے اوس کلام کے عاری ہے کیونکہ اس میں تعیین مذہب کا ذکر نہیں تاہم جواب اس کا ہوا مش میں اس رسالہ کے گزر چکا ہے۔

اور جو آپ نے عبارت شرح سفر عبدالحق کے اس مضمون کی نقل کی ہے کہ اقرار متاخرین کا یہی ہے کہ مذہب کو معین کر لے اور دوسری عبارت شیخ کی اس مضمون کی کہ عوام بلکہ علماء اس زمانہ کو متابعت مجتہدین سے چارہ نہیں،

جواب اول عبارت کا ان میں سے یہ ہے کہ تحقیقات سابقہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ متفق علیہ صحابہ کرام بھی یہی عدم تعیین مذہب ہے اور معمول و مروج زمانہ آئمہ اربعہ وغیرہم متقدمین و سلف صالحین بھی یہی عدم تعیین ہے اور اکثر علماء متاخرین نے بھی اسی عدم تعیین کو حق اور مدلل کہا ہے اور خود حضرت شیخ صاحب نے بھی عمداً یا خطاء اقرار کیا ہے کہ متقدمین میں تعیین مذہب کا رواج نہ تھا اور یہی قریب بانصاف ہے اور یہی آیت فاستلوا اہل الذکر کے عام اور مطلق ہونے کا مقتضا ہے چنانچہ عبارت آپ کی نقل کی جاتی ہے پھر قرار داد بعض متاخرین کو بمقابلہ اجماع صحابہ اور سلف صالحین اور اکثر متاخرین کے اور بمقابلہ اقرار خود حضرت شیخ کے کون پوچھتا ہے اور وہ عبارت جناب کی متضمن اوس اقرار کے یہ ہے جو صفحہ ۲۷ میں شرح سفر السعاده کے فرماتے ہیں:

گویند کہ طریقہ پیشینیاں برخلاف این بودایشاں اتباع مجتہد واحد را از واجبات نمی داشتند مجتہدان را عمل باجتہاد خود بود و سبیل عوام رجوع بایشاں بی آنکہ التزام متابعی احدی کنند و انکار برد گیرے نمایند حتی در مسائل نوشته اند کہ اگر مردے (یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری کی کتاب القضا میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول ہے۔ محمد حسین) را در مادہ زینواقعہ افتاد و حکم آن از مفتی پرسید و بجانے از حل و حرمت حکم کرد و بحکم وی عمل نمود وقت دیگر باز نے دیگر همان واقعه رونمود و بمفتی دیگر کہ نہ بر مذہب اول ست رجوع آورد وی برخلاف اول حکم کرد اگر بایں زن دیگر معاملہ بحکم این مفتی دیگر کند

جائز باشد ہر چند واقعہ کی سست آن زن مثلاً بحکم مذہب اول حلال بود و ایں بحکم مذہب ثانی حرام و لیکن در مادہ یک زن درست نبود اسکے بعد شیخ نے ایک جماعت سے مشروط ہونا انتقال کا ساتھ ان شروط کے جن کا بیان سوالات عشرہ میں سابقاً لکھا گیا ہے نقل کیا ہے بعد اس کے پھر قول متقدمین اور مویدات اس کے ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

وایشان گویند کہ مجتہد رانیز نرسد کہ یکے را بمذہب خود دعوت کند و التزام و اتباع خود را بروی لازم گرداند و نقل کردہ اند کہ بعضے مجتہدین نیز در وقت وجود مصلحت دفع جرح بمذہب غیر خود عمل کردہ اند تا می آرند کہ وقتی امام شافعی رحمہ اللہ حلق راس کردہ بود و موہیہا بر بدن و جامہ وے افتادہ بود پس ہم چناں نماز کرد ظاہر این بمذہب وی مانع جواز نماز یا کراہت آن بود و از امام ابو یوسف نیز می آرند کہ وقرے در امامت بود پس خبر دادند کہ موہے در چاہ کہ باں وضو کردہ بود افتادہ است۔ فرمود کہ امروز بقول برادران خود کہ اہل مدینہ اند عمل کردیم کہ چون آب بقدر قلتین گردد پلید نگردد و حجت این طائفہ آنست کہ تمامہ متمسک بکتب و سنت اند و مقتدایان دین اند دیگر تعیین و تخصیص را چہ وجہ باشد و نص

فا سئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون نیز ہمہرینست و ایں مذہب بظاہر نزدیک تر بانصاف نماید و ہم زودتر در آید ہذا آخر ما نقلناہ من کلام الشیخ مختصراً۔

اور ایسا ہی شیخ نے کتاب تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ و التصوف میں قول متقدمین معہ شواہد و دلائل کے نقل کر کے اخیر میں اس کے کہا ہے و هذا القول اقرب الی الانصاف والعدل۔ یعنی قول عدم تعیین مذہب نہایت قریب ہے انصاف اور عدل کے۔

پھر اب اس اقرار خود بدولت کے برخلاف اور اجماع صحابہ اور سلف صالحین کے خلاف دوسری بات آپ کی اپنی عقل سے کہیں یا متاخرین سے نقل کریں کیوں کر تسلیم کی جاوے۔



رہا جواب دوسری عبارت جناب کا سوا اس مقام پر اسی قدر بس ہے کہ مخاطب اس کو تائید میں تعین مذہب کے لایا ہے اور اس میں تعین کا ذکر نہیں، اس میں تو مطلق مجتہدین کی اتباع پر تصریح ہے سو مدعائے مخاطب سے اجنبی ہے۔ زیادہ تفصیل وجوہ فساد اس عبارت کی دریافت کرنی ہو تو کتاب دراسات کے اوائل میں دیکھو۔

اور نیز اس فتویٰ میں آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و ان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول الا یہ، نقل کر کے اس سے یہ بات نکالی ہے کہ مسئلہ تقلید مجتہد معین میں بھی طرف قرآن اور حدیث کے رجوع کرنا چاہیے اور دیکھا چاہیے کہ آیا یہ تقلید معین قرآن و حدیث سے فرض و واجب معلوم ہوتی ہے یا نہیں اور بلا رجوع قرآن و حدیث کے ناحق جھگڑنا نہ چاہیے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے وجوب تقلید اولی الامر مستفاد ہے سو آئمہ اربعہ ہیں بالا جماع، اور معنی فردوہ الی اللہ و الرسول کے یہ ہیں کہ عالم ہوں تو اپنے تنازع کو کتاب اور سنت کی طرف رد کریں اور اگر جاہل ہوں تو عالم بکتاب و سنت کی طرف رد کریں اور علماء کی پیروی کریں سو پیری منحصر ہے چاروں اماموں میں۔

جواب الجواب میں فقیر ملتمس ہے کہ واہ آپ کی تیز فہمی اور باریک بینی کے سوال از آسمان و جواب از ریسمان، علمائے دہلی تو یہ کہیں کہ بحکم اس آیت کے مسئلہ تنازعہ فیہا تقلید معین میں رجوع کتاب و سنت کی طرف لازم ہے اور بلا دلیل باہم تنازع مناسب نہیں اور آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تو وجوب اتباع آئمہ اربعہ کا نکلتا ہے۔ مرد آدمی ذرا آنکھ تو کھولو اور ہوش سنبھالو۔ انہوں نے کیا اس آیت پر عدم اتباع آئمہ اربعہ کا متفرع کیا تھا جس کے جواب میں تم اس آیت سے وجوب اتباع آئمہ اربعہ کا ثابت کرنے لگے اور نیز اس فتویٰ میں آیت کریمہ فاستئذوا اهل الذکر نقل کر کے اس سے یہ بات نکالی ہے کہ اس آیت میں اہل ذکر عام ہے پس بمقتضائے اس کے عموم کے ہر ایک اہل ذکر کا اتباع جائز ہو اور خاص کرنا ایک مذہب کا باطل ہو گیا۔ اس کے جواب میں بھی آپ نے وہی لفظ دریں چہ شک است، جو محمد شاہ کے رسائل سے سیکھ رکھا ہے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

واہل الذکر در احکام فروع دین منحصر ہستند بامان چہارتھی بلفظ

جواب الجواب میں فقیر ملتئم ہے کہ اس میں بھی آپ نے وہی کام کیا ہے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔

علمائے دہلی نے تو اس آیت سے بطلان تخصیص مذہب واحد استنباط کیا ہے اور آپ اوس کے جواب میں تخصیص آئمہ اربعہ ثابت کر رہے ہیں۔ منشا اس اندھا پن کا یہ ہے کہ جناب مخاطب نے یہ باتیں رسالہ تحفۃ العرب و العجم سے نقل کی ہیں اور وہاں یہ باتیں تخصیص مذہب آئمہ اربعہ کے ثبوت میں مرفوم ہیں اب جناب مخاطب بے سوچے سمجھے ہر موقع اور ہر ایک بات کے جواب میں اون باتوں کو نقل کرتے جاتے ہیں آفرین ہے تقلید ہو تو ایسی ہو اور درین چہ شک است کو یاد رکھا ہو تو ایسا ہی ہو۔

اب ایک اخیر جواب مخاطب عالی جناب کا متعلق ایک مضمون فتویٰ دہلی کی نقل کر کے اس کا جواب الجواب لکھا جاتا ہے۔ آپ صفحہ ۱۳ میں اپنے رسالہ کے فرماتے ہیں کہ

آنچه مجیب گفته که هیچ روایت از اصحاب و آئمہ اربعہ در وجوب تقلید مذہب معین صادر نشده جوابش آنکہ مسلم دارم کہ روایت از ایشان نشدہ لیکن مادعویٰ کلنیم کہ در آن زمان تقلید بمذہب معین واجب بود از جهت کثرت اجتهاد بلکہ بعد از ما بتین تقلید بمذہب معین در میان امت جاری شدہ بسبب قلت اجتهاد چنانچہ شاہ ولی اللہ در انصاف گفته اعلم ان الناس کانوا فی المائة الاولی و الثانیة غیر مجتمعین علی تقلید مذہب واحد بعینہ انتہی و بعد المأتین ظهر فیہم التمدہب باعیانہم

جواب الجواب:

یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ رواج تقلید معین کا بعد دو سو برس کے باطل ہے اور حق یہ ہے کہ دو سو برس کے بعد بھی تا خروج بعضے متاخرین متحصین مشددین یہی عدم التزام مروج چلا آیا ہے چنانچہ یہی حضرت شاہ ولی اللہ جن سے مخاطب نے بزعم خود رواج

مذہب بعد المائین نقل کیا ہے شیخ عز الدین بن عبدالسلام سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے لوگ بلا التزام مذہب مسائل پوچھتے رہے یہاں تک کہ متعصبین ظاہر ہوئے حیث قال فی عقد الجید:

قال یعنی عز الدین بن عبد السلام لم یزل الناس یسألون من اتفق من العلماء من غیر تقیید بمذہب معین و لا انکار علی احدٍ من السائلین الی ان ظهرت المذاهب و متعصبوا من المقلدین

اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ نے امام شعرانی سے رواج عدم التزام کا پہلوں اور پچھلوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و نقل یعنی الشیخ عبد الوہاب الشعرانی عن جماعة عظیمہ من علماء المذاهب انہم كانوا یعملون و یفتنون بالمذاهب من غیر التزام مذہب معین من زمن اصحاب المذاهب الی زمانہ علی وجہ یقتضی کلامہ ان ذلک لم یزل العلماء علیہ قدیمًا و حدیثًا حتی صار بمنزلة المتفق علیہ فصار سبیل المؤمن الذی لا یصحّ خلافہ۔

اور اس مضمون کی بعضی روایتیں بضمن رد قول منسوب بملا علی قاری کے سابقاً نیز گذر چکے ہیں۔ الغرض یہ قول آپ کا کہ بعد دو سو برس کے تقلید معین کا تمام امت میں رواج ہو گیا تھا باطل ہے۔ اور جو آپ نے اس قول باطل کی دلیل بیان کی ہے کہ دو سو برس کے پہلے اجتہاد کی کثرت تھی اس لئے اس وقت التزام مذہب واحد پایا نہیں گیا اور بعد دو سو برس کے اجتہاد کی قلت ہو گئی تو التزام کا رواج ہو گیا، یہ سراسر پوچ اور مجنون کی بڑ ہے بھلا کثرت اجتہاد مجتہدوں سے عامی مقلدوں اور عوام الناس کو کیا علاقہ کیا مجتہدوں کے کثرت اجتہاد سے عامی اور جاہل بھی مجتہد ہو گئے تھے کہ محتاج تقلید نہ رہے ہوں۔ علاوہ یہ کہ سابق میں آپ نے قلت مسائل کو جو فرع قلت اجتہاد کی ہے دلیل اور موجب عدم رواج التزام مذہب معین قرار دیا ہے اور صحابہ کے عدم التزام اجماعی کو اسی قلت کے سبب سے مروج مانا ہے اور اپنے زمانہ میں کثرت

مسائل کے سبب سے التزام مذہب واحد کو ضروری کہا ہے، اب یہاں اس کا عکس کہہ دیا یعنی قلت کو موجب التزام اور کثرت کو متقاضی عدم التزام۔ سچ کہتے ہیں کہ:

دروغ گو را حافظہ نباشد۔

اور جو آپ نے کلام حضرت شاہ ولی اللہ کو شاہد اپنے مدعا کا سمجھ کر نقل کیا ہے وہ سراسر آپ کی جہالت اور غلط فہمی ہے کیونکہ معنی کلام حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ نہیں کہ بعد دو سو برس کے عامہ امت محمدیہ میں تقلید مذہب معین کا رواج ہو گیا تھا بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ بعد دو سو برس کے مجتہدین منتسبین میں التزام مذہب معین کا اور اعتماد کرنے کا اور قواعد ایک ایک مذہب کے رواج ہو گیا تھا چنانچہ تشریح اور بیان اس کا سابقاً اس رسالہ میں گزرا ہے۔ فقط

یہاں تک جوابات مضامین بحث اول اور بحث ثانی مخاطب کے اور جوابات اون خرافات مخاطب کے جو جواب میں بعض عبارتوں فتویٰ علمائے دہلی کے بولا تھا تمام ہوئی۔ اب جواب بحث سوم و چہارم و پنجم رسالہ مخاطب کا لکھا جاتا ہے۔

## تجزی اجتهاد اور جواز استدلال بالحدیث بحق غیر مجتہد مطلق

پس واضح ہو کہ عنوان بحث سوم کا آپ نے یہ لکھا ہے،

بحث سوم در بیان شرط عدم تقلید و فتویٰ دادن از حدیث بغیر از ملاحظہ فقہ، اتہمی

اور واسطے اثبات مضمون اس عنوان کے آپ نے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ ایک عبارت شیخ عبدالرحمن مفتی مکہ کی جس کا یہ مضمون ہے کہ جو کوئی رتبہ اجتهاد تک نہ پہنچا ہو اس پر تقلید ایک مذہب کی واجب ہے اور اجتهاد ایک مدت سے مفقود ہے۔ شیخ قاسم اہل قرن تاسع نے اپنے زمانہ میں کہا ہے کہ اجتهاد مدت سے موقوف ہے آج کل کا تو کیا ہی کہنا۔ دوسری عبارت حضرت شاہ ولی اللہ کی جس کو مخاطب نے عدم جواز افتاء بحدیث کی دلیل سمجھ کر نقل کیا ہے اور کہا ہے۔

وفتویٰ دادن از حدیث بغیر ملاحظہ فقہ و تقلید مذہب مشرطت بانکہ پنج لاکھ

حدیث یادداشتہ باشد چنانچہ شاہ ولی اللہ در اقتضا دگفتہ سنئل احمد

ایکفی الر جل مائة الف حدیث حتی یفتی من الحدیث. قال لا۔

حتی قیل خمسائة الف حدیث. قال ار جوا۔ انتھی

یعنی پانچ لاکھ حدیث یاد ہو، تو حدیث سے فتویٰ دیں۔

جواب: عبارت اول کا یہ ہے کہ حکم و وجوب تقلید معین کا بحق اوس شخص کے جو رتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو سراسر باطل ہے چنانچہ بار بار دلائل اور نقول بطلان اس حکم کی گزر چکی ہیں ہاں البتہ مطلق تقلید بحق غیر مجتہد واجب ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں کہ وہ غیر مجتہد کسی قسم کا اجتہاد نہ رکھتا ہو اور مقلد محض ہو اور اگر وہ بعض مسائل میں مجتہد ہو اور بعض میں مقلد جس کو علماء مجتہد فی بعض المسائل کہتے ہیں اور بنا بر مذہب حق تجزی اجتہاد و تقلید کے مجتہد ہونا ایسے شخص کا مسلم رکھتے ہیں تو ایسے شخص کے حق میں ان مسائل میں جن کو یہ اپنے اجتہاد سے قرآن و حدیث سے نکال لے سکتا ہے مطلق تقلید واجب نہیں چنانچہ مولانا عبدالعلی شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

غير المجتهد المطلق و لو كان عالماً يلزمه تقليد المجتهد

فيما لا يقدر عليه من الاجتهاديات اى تحصيله باجتهداه

بناءً على التجزى فى الاجتهاد و يلزمه التقليد مطلقاً فيما

يقدر عليه و فيما لا يقدر عليه بناءً على نفته اى التجزى و

قد عرفت انّ الحق هو الاول۔ انتھی کلامہ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ بنا بر مذہب تجزی اجتہاد کی جو حق اور معتبر ہے مجتہد فی البعض کو تقلید مجتہد فی المطلق کے اون مسائل میں جن کے استنباط پر یہ قادر ہے واجب نہیں۔ اور جو آپ نے کہا ہے کہ اجتہاد مدت سے مفقود ہے، یہ بھی وہم یا مغالطہ ہے اس لئے اگرچہ اجتہاد مطلق مستقل چند مدت سے نہیں پایا گیا لیکن اجتہاد فی البعض اور اجتہاد منتسب تو آج تک جاری ہے اور یہ رتبہ اجتہاد اس وقت بھی بہتروں اہل حدیث کو حاصل ہے اگر ہم ان لوگوں کا نام ذکر کریں تو مبتدعین جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لہذا ذکر اسامی سے ان کے سکوت ہی مناسب ہے۔ ہم نے تو اسی اجتہاد فی البعض کے وجود کا دعویٰ کیا ہے اور علماء محققین اجتہاد مطلق کے جواز وقوع کا بارھویں صدی میں دعویٰ کر گئے ہیں اور اصولیین کتب اصول میں قیامت تک اس کے امکان وقوع پر

تصریح کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، عقد الجید میں فرماتے ہیں:

حقیقة الاجتهاد اسفراغ الجهد فی ادراك الاحکام الشرعية  
الفرعية عن ادلتها التفصيلية الراجعة کلیاتها الى اقسام اربعة  
الكتاب و السنة و الاجماع و القیاس و يفهم من هذا انه اعم  
من ان يكون استفراغاً فی ادراك حکم ما سبق التکلم فيه من  
العلماء السابقين او لا و افقهم فی ذلك او خالف و من ان  
يكون ذلك باعانة البعض فی التنبه على صور المسائل و  
التنبيه على ما خذ الاحکام من الادلة التفصيلية او بغير  
اعانة منه فمما يظن فيمن كان موافقاً لشيخه فی اكثر المسائل  
لكنه يعرف لكل حکم دليلاً و يطمئن قلبه بذلك الدليل و هو  
على بصيرة من امره انه ليس بمجتهد ظن فاسد و كذلك ما  
يظن من ان المجتهد لا يوجد فی هذه الازمنة اعتماداً على  
الظن الاول بناء فاسد على فاسد -

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اجتہاد نام استنباط احکام کا ہے خواہ وہ  
احکام پہلوں نے بھی نکالیے ہوں خواہ اسی مجتہد نے نئی نکالی ہوں اور خواہ وہ دوسری  
مجتہد کی اعانت سے نکالی ہوں خواہ بے اعانت اور جو شخص مسائل کو دلائل سے جانتا ہے  
وہ مجتہد ہے اگرچہ وہ اکثر مسائل میں اپنے شیخ کا موافق ہے اور ان معنی مجتہد کا وجود اس  
زمانہ میں بھی پایا جاتا ہے اور جو کوئی اس کی نفی کرتا ہے وہ فاسد الظن اور معنی اجتہاد سے  
جاہل ہے اور مولانا نظام الدین شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

اعلم ان بعض المتعصبين قالوا اختتم الاجتهاد المطلق على  
الائمة الربعة و لم يوجد مجتهد مطلق بعد هم و الاجتهاد فی  
المذهب اختتم على العلامة النسفی صاحب الكنز و لم يوجد  
مجتهد فی المذهب بعده و هذا غلط رجم بالغیب فان سئل  
من اين علمتم هذا لا يقدر و ن على ايراد دليل اصلاً ثم هو  
اخبار بالغیب و تحکم على قدرة الله تعالى فمن اين يحصل

علم ان لا يوجد الى يوم القيامة احد يتفضل الله عليه بنيله  
مقام الاجتهاد فاجتنب عن مثل هذه التعصبات۔  
اور اس کے ولد ارشد مولانا عبدالعلی اپنی شرح میں یہ قول متحصین کا نقل کر  
کے فرماتے ہیں:

و هذا كله هو س من هوسا تهم لم يا توا بد ليل و لا يعبأ  
بكلامهم و انما هم من الذين حكم الحدیث انهم افتوا بغير علم  
فضلوا و اضلوا و لم يفهموا ان هذا اخبار بالغيب في خمس  
لا يرلمهن الا الله۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اجتہاد کے واسطے بعضی ایسی شرطیں ہیں جو آج کل  
کسی میں پائی نہیں جاتیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شرطیں اجتہاد مطلق کے واسطے ہیں  
نہ واسطے اجتہاد فی البعض کے چنانچہ علامہ شامی شرح درمختار میں تلویح سے نقل کر کے  
کہتا ہے:

و شرطه الاسلام و العقل و البلوغ و كونه فقيه النفس ای  
شديد الفهم باطبع و علمه باللغة العربية و كونه حاصلاً و  
بكتاب الله فيما يتعلق بالاحكام و عالماً بالحدیث متنناً و  
سنداً و ناسخاً و منسوخاً و با لقياس و هذه الشروط في  
المجتهد المطلق الذي افتى في جميع الاحكام و اما  
المجتهد في حكم دون حكم فعليه معرفة ما يتعلق بذلك  
الحكم مثلاً الاجتهاد في حكم يتعلق بالصلاة لا يتوقف على  
معرفة جميع ما يتعلق باحكام النكاح۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ان شروط کو عقد الجدید میں تفصیل سے بیان کر کے  
فرمایا ہے: و انما يشترط الامور المذكورة في المجتهد المطلق . الخ۔  
اور جواب دوسری عبارت کا یہ ہے کہ رسالہ انصاف میں یہ عبارت بایں لفظ  
کہ حتی یفتی من الحدیث ہرگز نہیں اور وہاں حدیث سے فتویٰ دینے کا کوئی  
سوال نہیں۔ مخاطب نے ازراہ کمال دینداری اور امانت شعاری کے لفظ، من الحدیث،

کا پاس سے ملا کر اس عبارت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ فتویٰ دے حدیث سے -  
نعوذ باللہ من هذا الكذب ، اور باوجود ارتکاب اس فعل شنیع تحریف و تغیر و کذب و جعل  
سازی کے پھر اخیر رسالہ میں کہا ہے کہ

اس فقیر سراپا تقصیر از برائے خیر خواہی مسلمانان میں چند عبارات بطریق  
اختصار از کتب معتبرہ مع ترجمہ نوشتہ از خداوند کریم رجائے ثواب دارد  
پھر ختم کلام پر کہا کہ:

اسی کمترین ہیج تغیر و تحریف در عبارت کتب نکرده چنانچہ بر علمائے ماہران مخفی  
نیست و اگر کسی را شک باشد باید کہ ہمراہ کتب مذکورہ مقابلہ کند تا یقین  
حاصل شود۔ هذا آخر کلامہ الکاذب

سبحان اللہ! کیا دلیر سارق ہے اور کیا صریح جعل سازی کر کے پھر اپنے  
امتحان صدق و امانت کی اجازت دیتا ہے:

چہ دلاور است دزدے کہ بلف چراغ دارد

شائد یہ سمجھا ہوگا کہ رسالہ انصاف کس کے پاس ہوگا اور کون میرے قول کی  
تصدیق اور تصحیح نقل کرتا پھرے گا اور یہ نہ سمجھا کہ لکل فرعون موسیٰ مثل سائر ہے  
اور دفع احتمال مبطلین علماء حقانیوں میں رانج و دائر ہے۔

اب سنو حقیقت حال اس عبارت کی کہ وہ دراصل کس لفظ سے ہے اور معنی کیا  
رکھتی ہے آیا مدعائے مخاطب سے بھی کچھ تعلق رکھتی ہے یا اس سے محض اجنبی اور مخالف  
ہے پس واضح ہو کہ الفاظ اس عبارت کے جن میں لفظ ، من الحدیث ، کا بعد لفظ یفتی  
کے نشان نہیں یہ ہیں:

سئل احمد یکفی للرجل مائة الف حدیث حتی یفتی قال لا۔

اور مطلب اس کا بشہادت ما قبل و ما بعد کے یہ ہے کہ پوچھے گئے امام احمد  
کہ بھلا ایک لاکھ حدیث واسطے فتویٰ دینے کے فقہ اور اجتہاد سے برعایت ان قواعد  
کے کہ اولاً حکم اس فتویٰ کا قرآن میں دیکھیں وہاں سے نہ ملے تو حدیث میں دیکھیں  
وہاں سے نہ ملے تو قول متفق علیہ جمہور خلفاء و فقہاء کو تلاش کریں وہ نہ ملے تو کسی بڑے  
عالم اور پورے ضابطہ کا قول تلاش کریں وہ نہ ملے تو قول مشہور کو ڈھونڈیں وہ بھی نہ



ملے تو قرآن وحدیث کے عموم اور ایماء سے نکالیں، آیا کافی ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان قواعد کی رعایت سے اجتہادی فتویٰ دینے کے واسطے کم از کم پانچ لاکھ حدیث درکار ہے، تو حاصل اس کا یہ ہوا کہ ایسے اجتہاد کے واسطے پانچ لاکھ حدیث شرط ہے نہ یہ کہ حدیث پر فتویٰ دینے کے واسطے پانچ لاکھ حدیث کا یاد ہونا شرط ہے بلکہ حدیث پر فتویٰ دینے کی تو اس میں دوسرے ہی درجہ یعنی قرآن کے بعد وصیت ہے۔ پس یہ عبارت مدعائے مخاطب کے موافق نہ ہوئی بلکہ مخالف اور مناقض ٹھہری۔ یہ ہم نے خلاصہ ترجمہ کلام جناب شاہ ولی اللہ کا واسطے اظہار مطلب اس عبارت کے لکھا ہے اور اصل عبارت جناب کی یہ ہے جو بضمن بیان اسباب اختلاف اہل حدیث اور اصحاب رائے کے بعد ذکر روش و کمال طبقہ عبدالرحمن بن مہدی و یحییٰ بن قطن و احمد بن حنبل وغیرہم کے دربارہ تحقیق و تفتیش احادیث و تنقید رجال کے فرماتے ہیں:

و هذه الطبقة هي الطراز الاول من طبقات المحدثين فرجع المحققون منهم بعد احكام في الرواية و معرفة مراتب الاحاديث الى الفقه فلم يكن عندهم من الرأى ان يجمع على تقليد رجل ممن مضى مع ما يرون من الآثار و المناقضة في كل مذة من تلك المذاهب فاخذوا يتبعون احاديث النبي ﷺ و آثار الصحابة و التابعين و المجتهدين على قواعد احكامها في نفوسهم و انا ابينها لك في كلمات يسيرة كان عندهم انه اذا وجد في المسئلة قرآن ناطق فلا يجوز التحول منه الى غيره و اذا كان القرآن محتماً لوجوه فالسنة قاضية عليه فاذا لم يجدوا في كتاب الله اخذوا سنة رسول الله ﷺ سواء كان مستفيضاً دائماً بين الفقهاء او يكون مختصاً باهل بلد او اهل بيت و سواء عمل به الصحابة و الفقهاء او لم يعملوا به و متى كان في المسئلة حدیث فلا يتبع فيها خلاف اثر من الآثار و لا اجتهدوا و احديث من المجتهدين و اذا فرغوا جهدهم في تتبع الاحاديث و لم

يجدوا في المسئلة حد يثاً ا خذوا باقوال جماعة من الصحابة و التابعين و لا يتقيدون بقول دون قوم فان التفق جمهور العلماء و الفقهاء على شىء فهو المقنع و ان اختلفوا ا خذوا بحد يث اعلمهم علماً و اورعهم ورعاً او اكثرهم ضبطاً او ما اشهر عنهم و ان و جدوا شيئاً يستوى فيه قولان فهي مسئلة ذات قولين فان عجزوا عن ذلك تأملوا في عمومات الكتاب و السنة و ايمانتهما و اقتضاءاتهما و حملوا نظير المسئلة عليها في الجواب و كانت هذه الاصول مستجربة عن صنيع الاوائل و تصريحاً تهم الى ان قال مولانا بعد ايراد عدة روايات تؤيد هذه الاصول عن الصحابة و التابعين و من بعدهم من المجتهدين و بالجملة فلما مهّدوا الفقه على هذه القواعد فلم تكن مسئلة من المسائل التي تكلم فيها من قبلهم و التي رفعت في زمانهم الا و جدوا فيها حد يثاً مرفوعاً متصللاً او مرسلأ او موقوفاً صحيحاً او حسناً او صالحاً للاعتبار او و جدوا اثراً من آثار الشيخين و سائر الخلفاء و قضاة الا مصار و فقهاء البلدان او استنباطاً من عموم او ايمان او اقتضاء فيسر الله لهم العمل بالسنة على هذا الوجه و كان اعظمهم شأناً و اوسعهم رواية و اعرفهم للحد يث مرتبة و اعلمهم فقهاً ا حمد بن محمد بن حنبل ثم اسحاق بن راهويه و كان ترتيب الفقه على هذا الوجه يتوقف على جمع شىء كثير من الاحاديث والآثار حتى سئل ا حمد يكفي للرجل مائة الف حد يث حتى يفتى قال لا قيل خمس مائة الف حد يث قال ار جوا كذا في غاية المنتهى و مراد الا فتاء على هذا الاصل.

تمام ہوا کلام مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کا جو رسالہ انصاف میں فرمایا اور ایسا ہی بعینہ آپ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۴ سے صفحہ ۱۵۵ تک مرقوم ہے تو دیکھو اس میں جملہ مرادہ الافاء علیٰ هذا الاصل یعنی مراد احمد کی اس کلام سے یہ ہے کہ اگر کوئی اس طور پر یعنی برعایت ان قواعد ہفتگانہ فتویٰ فقہی دینا چاہے تو اس کو پانچ لاکھ حدیث درکار اور جملہ کان تر تیب الفقہ علیٰ هذا الوجه یتوقف علی جمع شیء کثیر من الاحادیث.. الخ، یعنی ترتیب فقہ و اجتہاد کی اس طور پر یعنی برعایت ان قواعد ہفتگانہ کے موقوف ہے جمع کرنے بہت سی احادیث کے، یہ جملے کیسے صریح ناطق ہیں کہ اس عبارت میں یادداشت پانچ لاکھ حدیث کی فتویٰ فقہی اجتہادی کے واسطے شرط ٹھہرائی ہے نہ واسطے فتویٰ دینے موافق حدیث صحیح صریح کے بلکہ حدیث کے موافق فتویٰ دینے کی تو اس میں عین وصیت ہے چنانچہ ابتداء میں اس عبارت کے صاف تصریح ہے کہ بعد قرآن کے حدیث میں مسئلہ تلاش کریں۔ پس اگر اس میں پائیں تو اس کا اتباع کریں اس کے خلاف کسی مجتہد کے اجتہاد کا اتباع نہ کریں۔ پس اس سے مخاطب جمع سازی اور دروغ اور مخالف ہونا اس عبارت کا اس کے دعویٰ سے ثابت ہو گیا۔

اب ہم بمقابلہ اس کے اس دعویٰ کے کہ حدیث سے فتویٰ دینا بدون ملاحظہ فقہ کے سوائے یادداشت پانچ لاکھ حدیث کے جائز نہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فقہ سے فتویٰ دینا بدون ملاحظہ قرآن و حدیث کے اور بلا دریافت اصل اس مسئلہ فقہی کے حدیث و قرآن سے ہرگز جائز نہیں بلکہ بتصریح امام مذہب حنفی حضرت امام ابوحنیفہ کوئی کے حرام ہے آپ کہا کرتے:

حرام علی من لم یعرف دلیلہ ان یفتی بکلامی  
اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ کہتے

لا یحل لاحد ان یفتی بکلامنا ما لم یعلم من این قبلنا  
یہ قول آپ کا میزان شعرانی کے صفحہ ۶۳، اور تحصیل التعرف فی  
معرفة الفقہ و التصوف میں، جو شیخ عبدالحق کی تصنیف ہے، منقول ہے اور معنی  
اس کے یہ ہیں کہ جس کو ہماری کلام کی دلیل یعنی قرآن و حدیث سے معلوم نہ ہو اس پر

حرام ہے کہ ہماری کلام سے فتویٰ دے اور امام احمد بن حنبلؒ جن کے کلام کو تم نے دلیل عدم جواز افتاء بالحدیث سمجھ لیا تھا کہا کرتے کہ حدیث ضعیف بھی ہو تو مجھے بہتر معلوم ہوتی ہے لوگوں کی رائے یعنی قیاس کی باتوں سے اور ان کے بیٹے عبداللہؒ نے ان سے پوچھا کہ ایک شہر میں ایک شخص تو محدث ہے لیکن اس کو صحیح و ضعیف کی پہچان نہیں اور دوسرا وہ شخص جو رائے یعنی قیاسی باتوں سے واقف ہے ان دونوں میں سے مسائل دین کس سے پوچھیں۔ آپ نے جواب دیا حدیث والے سے پوچھیں قیاس والے سے نہ پوچھیں چنانچہ میزان شعرانی کے صفحہ ۶۸ میں منقول ہے:

وكان ولد عبد الله يقول سألت الامام احمد بن حنبل  
عن الرجل يكون في بلد لا يجد فيها الا صاحب حدیث لا  
يعرف صحيحه من سقمه و صاحب الرأى فمن يسأل منهما  
عن دينه فقال يسأل صاحب الحدیث و لا يسأل صاحب  
الرأى و كان كثيراً ما يقول ضعيف الحدیث احب اليانا من  
رأى الرجال و كذا لك نقل عن الامام داؤد.

یہاں تک جواب بحث سوم کا تمام ہوا۔ اس بحث سوم کے ذیل میں مخاطب نے بمقابل فتویٰ ثانی علمائے دہلی کے بعد تسلیم اصح ہونے بخاری کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ احوال میں عمل ہدایہ پر بہتر ہے کیونکہ ہدایہ بھی صحیح ہے اور شاہد اس دعویٰ پر عبارت شرح سفر السعادة اور عبارت میزان کو جو صفحہ ۵۰ بضمن کلام عثمان منقول ہو چکی ہیں، پیش کیا ہے۔ پھر اس دعویٰ پر یہ تفریع کی ہے کہ جب کہ بخاری اور ہدایہ دونوں صحیح ٹھہری تو دونوں پر عمل جائز ہوا لیکن بہتر یوں ہے کہ واقف اقسام حدیث اور حال رواۃ بخاری پر عمل کرے اور جو ایسا نہ ہو وہ ہدایہ پر عمل کرے خصوصاً مقلد حنفی کہ اس کو ہدایہ پر عمل کرنا لازم ہے تاکہ بسبب ناوانی کے تلفیق میں نہ پڑے۔

جواب اس مضمون کا بتشریح حال بخاری و ہدایہ کے رسالہ منخ الباری میں گزر چکا ہے اور خاص کر حال عبارت شرح سفر اور عبارت میزان کا کہ ان کو توثیق و تصحیح ہدایہ سے کچھ علاقہ نہیں صفحہ ۵۰ میں اس رسالہ کے گزر چکا ہے۔ اور بیان جواز تلفیق کا صفحہ ۸۲ میں اس رسالہ کے ہولیا ہے اب دوبارہ رد اس کلام کا موجب تطویل ہے۔

## اثبات اجتہاد اصحاب صحاح ستہ کا

اور عنوان بحث چہارم کا آپ نے یہ لکھا ہے بحث چہارم در میان تقلید مفسرین و محدثین و صحاح ستہ، اور شامد مراد آپ کی صحاح ستہ سے جامعین صحاح ستہ ہو گی، پھر اس بحث کے ابتداء میں آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بعد دو سو سال کے سب محدثین اور مفسرین وغیرہم مقلدین اور منسوب ب مذہب چلے آئے ہیں اور اس پر چند عبارتیں رسالہ انصاف کی جن میں مجتہد منتسب ہونے اصحاب صحاح ستہ کا بالفاظ صریحہ ذکر ہے شاہد لا کر اس پر یہ تفریح کی ہے کہ جب ایسے اکابروں نے تقلید نہ چھوڑی تو اس وقت کے غیر مقلد کیوں چھوڑتے ہیں اور باوجودیکہ حدیثوں پر ان محدثوں کے عمل کرتے ہیں پھر ان کا مذہب قبول کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محدثین مسائل فرعیہ میں کسی کے مقلد نہ تھے اور کسی کے مذہب کے پابند نہ تھے۔ احادیث و قرآن پر عمل کرتے اور یہی اپنا مذہب رکھتے سو یہی طریق اہل حق کا ہے جن کو مخاطب نے غیر مقلد کہا ہے۔ پس طریق محدثین اور اس وقت کے اہل حق کا سر بسر موافق ٹھہرا اور ان میں اور ان میں کسی طرح کا اختلاف نہ رہا۔ اور جو آپ نے عبارات انصاف بہوس اثبات تقلید ان کے لوگوں کی نقل کی ہیں ان عبارات سے مجتہد ہونا ان لوگوں کا ثابت ہوتا ہے نہ مقلد ہونا کیونکہ ان میں بعض عبارتوں میں تو صریح اطلاق مجتہد بحق بعض اوان اکابر کے موجود ہے چنانچہ کہا ہے:

و اما ابو داؤد و الترمذی فہما مجتہدان منتسبان الی احمد

و کذا لک ابن ماجہ و الدارمی فیما نری۔

اور باقی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب شافعی وغیرہ کی طرف منتسب تھے سو ان کے منتسب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اصول اجتہاد اور طریق ترتیب دلائل و استنباط میں شافعی وغیرہ کے موافق تھے اور ان کی رائے ان کی رائے سے متحد تھی نہ یہ کہ یہ لوگ شافعی وغیرہ کی فروعات میں جو محل بحث ہیں مقلد تھے اثبات

اس کا بنقل عبارات اسی رسالہ انصاف اور بیان دلائل کے اس مجلد کے صفحہ ۶۹ سے ۷۳ تک متن منخ الباری میں ہو چکا ہے۔ اس مقام میں خود مخاطب کے کلام و اقرار سے اس مضمون کو ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ نے صفحہ ۷۱، اور ۱۸ میں اپنے رسالہ کے صریح اقرار کر لیا ہے کہ یہ لوگ مجتہد مطلق تھے اور منسوب بمذہب شافعی ہونا ان کا محض اس جہت سے تھا کہ انہوں نے اپنے اجتہاد کو اصول امام شافعی پر بنا لیا ہے اور ان کا اجتہاد ان کے اجتہاد سے موافق ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

وبعض از ایشاں و غیر ایشاں کہ بدرجہ اجتہاد رسیدہ بودند مثل امام محمد و ابی یوسف و محمد بن اسماعیل بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و غیر ہم بسبب اجتہاد مخالفت از امام خود کردہ انداز مذہب امام خود خارج نمی شوند۔

اس پر عبارات انصاف سے یہ وصف امام بخاری میں ثابت کر کے کہا ہے و ازیں قسم ست امام محمد و ابی یوسف در طبقات حنفی و ہر یک از ایشاں مجتہد مطلق بود کہ اورا مجتہد فی المذہب نیز گویند و مجتہد مطلق آنت کہ اجتہاد خود را با اصول و قواعد دیگر بنا کند پس ہر کس کہ اجتہاد خود را با اصول ابوحنیفہ بنا کرد چنانچہ محمد و ابی یوسف منسوب باوشند و اگر اجتہاد خود را با اصول شافعی بنا کرد چنانچہ مسلم و بخاری منسوب باوشند۔

اسی طرح دو چار اوروں کو مجتہد بنا کر معنی ان کے منتسب ہونے کے جیسے ہم نے بیان کئے ہیں ویسے ہی آپ نے رسالہ انصاف سے نقل کئے ہیں چنانچہ فرمایا ہے:

و معنی انتسابه الی الشافعی انه جری علی طریقہ فی  
الاجتہاد و استقراء الادلّة و ترتیب بعضها علی بعض و  
وافق اجتہادہ اجتہادہ۔

اس بیان سے مخاطب کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجتہد تھے نہ مقلد۔ غایۃ مافی الباب یہ کہ آپ کے نزدیک اجتہاد ان کا منتسب ہونا نہ مستقل چنانچہ کلام مابعد سے آپ کے جو اجتہاد مستقل کی سوائے آئمہ اربعہ کے اوروں سے نفی کرتا ہے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ ان محدثین کے اجتہاد مستقل کی نفی کرتے ہیں نہ اجتہاد منتسب کی سوا سے مقلد ہونا ان محدثین کا لازم نہیں آتا۔ پس معلوم نہیں کہ آپ باوجود ایسے

صریح اقراروں کے پھر ان لوگوں کو مقلد کیوں کہتے ہیں پس کیا تو آپ مجتہد منتسب اور مجتہد مستقل اور اجتہاد اور تقلید کے معنی نہیں سمجھتے فقط میاں مٹھو کی طرح الفاظ ہی یاد کر رکھے ہیں چنانچہ مجتہد مطلق کو مجتہد فی المذہب قرار دینا آپ کا اس احتمال کا موید ہے اور بیان مفصل اس کا ابتدائے رسالہ میں ہو چکا ہے اور کیا بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد بات کہہ کر بھول جاتے ہیں اور کیا دیدہ دانستہ بحکم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت بنظر اغوائے خلق اللہ یہ چالاکیاں کر رہے ہیں۔

اور عنوان بحث پنجم کا آپ نے یہ لکھا ہے: بحث پنجم در بیان سند ہر یک از

آئمہ اربعہ باصحاب ابرار

پھر اس بحث کی ابتداء میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ سب آئمہ کی سند استفادہ علوم اور استفہام احکام اصحاب تک پہنچتی ہے اور شہد اس پر یہ عبارت میزان جس میں بعض اسانید آئمہ کا بیان ہے وارد کی ہے:

الا ما م ابو حنیفة عن عطا عن عبد الله بن عباس عن رسول  
الله ﷺ ، الا ما م لك عن نافع عن ابن عمر عن رسول  
الله ﷺ ، الا ما م الشافعی عن ما لك عن نافع عن ابن عمر  
عن رسول الله ﷺ ، الا ما م احمد عن الشافعی عن ما لك  
عن نافع عن ابن عمر عن رسول الله ﷺ -

پھر اس پر یہ تفریح کی ہے کہ جب کہ سند سب آئمہ کے اصحاب تک پہنچی تو مقلد ان کے عین مقلد اصحاب کے ہوئے پس ان پر طعن کرنا عین اصحاب پر طعن ہوا اور یہ عین گمراہی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کی ہر بات ایسی ہی اسانید متصلہ سے اصحاب تک نہیں پہنچتی اور نہ میزان شعرانی میں اس کا دعویٰ ہے بلکہ بعضی باتیں آئمہ کی ایسی اسانید سے اصحاب اور آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہیں اور یہی بات میزان کی مقام بیان اسانید سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہاں یہ چاروں اسانید بطور تمثیل کے بیان کے ہیں نہ بطور قاعدہ کلیہ کے چنانچہ قبل بیان اون اسانید کے صفحہ ۵۶ میں صاف فرمایا ہے:

هذا مثال صورة اتصال مذا هب المجتهدین و اقوال مقلدہم

## بنحو الكتاب و السنة من طريق السنن فتامله

اس کے بعد وہ چاروں اسانید ذکر کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مخاطب سمجھ بیٹھا ہے کہ آئمہ اربعہ کی ساری باتیں ایسی ہی اسانید متصلہ سے اصحاب تک پہنچتی ہیں سو غلط ہے اور کیونکر غلط نہ ہو جس حالت میں کہ بہتیری باتیں آئمہ اربعہ وغیرہم کی اس قسم (قسم اول) سے ہیں جن کی اسناد اصحاب تک نہیں پہنچتی کوئی تابعین تک رہتے ہیں کوئی تبع تابعین تک کوئی مرسل ہے کوئی مقطوع کوئی منقطع ہے کوئی معضل چنانچہ ماہرین علم اسانید اور ناظرین کتب حدیث پر مخفی نہیں خصوصاً حال مرویات امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا تو ادنیٰ طالب علموں پر جن کو موطا امام مالک اور مسند خوارزمی میں نظر ہے پوشیدہ نہیں اور بہتیری باتیں آئمہ اربعہ وغیرہم کی اس قسم کی (قسم دوم) ہیں جن کی سند بجز قیاس کے اور کچھ نہیں ہے۔ آئمہ نے بسبب میسر نہ آنے حدیث کے ان باتوں کو اپنے قیاس سے فرمایا ہے اور ان کے بعد احادیث صحیحہ مخالف ان قیاسی باتوں کے محدثین کے نزدیک ثابت ہوئی ہیں اور اس قسم کی باتیں سب اماموں سے بڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں پائی جاتی ہیں یہ اس لئے کہ ان کے وقت میں علم حدیث کا متفرق شہروں اور سرحدوں اور دیہات میں زبانی زبانی چرچا تھا نہ اس وقت لوگوں نے ان متفرق مواضع کا سفر کر کے حدیثیں حاصل کیں اور نہ کوئی کتاب جامع جو سب کو گھر بیٹھے مل جاتی کسی نے تصنیف فرمائی اس لئے آپ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں پس آپ نے لا چاری کو بہت مسائل میں قیاس دوڑایا بخلاف اور اماموں کے کہ ان کے وقت میں احادیث کی تدوین و تصنیف ہو گئی اور لوگوں نے سفر کر کے حدیثیں جمع کر دیں لہذا ان اماموں کو بہ نسبت ابوحنیفہؒ کے بہت حدیثیں پہنچیں اور ان کے مذہب میں نسبت مذہب ابوحنیفہؒ کے قیاس کم پایا گیا اور اس بات میں امام ابوحنیفہؒ کا کچھ کسر شان نہیں اور نہ وہ کسی کے محل و طعن و کلام میں ہیں کیونکہ وہ معذور تھے اور بوقت نہ ملنے نصرت کے قیاس کے مامور تھے البتہ ان کے بعض مقلد متعصب جن کو صحیح حدیثیں بخاری و مسلم کی مخالف اقوال قیاسی ان کے امام کے سنائی جاتی ہیں تو یہ اقوال امام کے نہیں چھوڑتے اور حدیث صحیح کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں:

مارا بحدیث چہ کار، قول امام بیار



یہ بے شک محل طعن و لعن ہیں ہیں اور جس قدر لے دے ان پر کوئی کرے یہ اس کے لائق ہیں اور انہیں کے حق میں زبان طعن و تشنیع اہل حق کی جاری ہے ورنہ مجتہدوں کو کون برا کہتا ہے اور ان کے مسائل حقہ پر جن کی اسناد متصل آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب تک پہنچتی ہے کون طعن کرتا ہے۔

## شعرانی کا قول کہ امام ابوحنیفہ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں

یہ ہم نے امام شعرانیؒ کے کلام کا خلاصہ ترجمہ لکھ دیا ہے اور ان کی کتاب سے بیان قسم ثانی اقوال آئمہ کا اور حال نہ پہنچنے بہتیری روایتوں کا امام ابوحنیفہؒ کو اور حال کثرت قیاس کا ان کے مذہب میں اور بیان ان کے معذور ہونے کا اور ان کے بعض اتباع متعصبین کے لائق طعن و ملامت ہونے کا نقل کر دیا ہے پس جس کو اس بیان کی صحت میں کچھ کلام ہو یا اس میں بے ادبی اور سوء ظنی یا خلاف گوئی کا گمان ہو تو وہ امام شعرانی کے حق میں جو کہنا ہے سو کہے اور ان کی کتاب کا رد لکھے مجھ ناقل اور مترجم کو معاف رکھے اور اگر میری نقل کی صحت اور مطابقت میں کچھ تردد ہو تو امام شعرانی کا کلام متضمن اس بیان کا میزان کبریٰ میں دیکھ لے صفحہ ۷۲، اور ۷۳ میں اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

و اعتقادنا و اعتقاد کل منصفٍ فی الامام ابی حنیفہ انہ لو عاش حتی دونت احادیث الشریعة بعد ر حیل الحفاظ فی جمعها من البلاد و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و ترک کل قیاس کان قاسه و کان القیاس قلّ فی مذہبه کما قلّ فی مذہب غیره بالنسبة الیه لکن لما کانت ادلة الشریعة متفرقة فی عصره مع التابعین و تابع التابعین فی المدائن و القعری و الثغور کثر القیاس فی مذہبه بالنسبة الی غیره من الآئمة لعدم وجود النص فی تلك المسائل التي قاس فیها بخلاف غیره من الآئمة فان الحفاظ كانوا قد حلوا فی طلب

الاحادیث و جمعها فی عصرهم من المدائِن و القرى و دُونوها فجاوبت ا حادیث الشریعة بعضها اله بعض فهذا كان سبب كثرة القیاس فی مذ هبه و قلته فی مذا هب غیره و یحتمل انّ الذی ا ضاف الی الامام ابی حنیفه انه یقدّم القیاس علی النص ظفر بزلک فی کلام مقلدیه الذین یلزمون العمل بما وجدوه عن امامهم من القیاس و یترون الحدیث الذی صح بعد موت الامام فالامام معذور و اتباعه غیر معذورین و قولهم انّ امامنا لم یأخذ بهذا الحدیث لا ینتھض حجة لاحتمال انه لم یظفر به او ظفر به و لن لم یصح عنده و قد تقدم قول الآئمة کلّهم اذا صح الحدیث فهو مذ هبنا و لیس لاحد معه قیاس و لا حجة الا طاعة الله و رسوله بالتسلیم له . انتهى ما قال اشعرانی ناقلاً عن بعض الآئمة .

اور صفحہ ۳۰ میں اس کے فرماتے ہیں

و اعتقادنا فی جمیع آئمة المجتهدین انهم كانوا لا یثبتون لهم قولاً فی الشریعة الا عند فقہم النصفی ذلک عن الشارح فلو انّ الامام ابی حنیفه ظفر بحدیث من مسّ فرجه فلیتوضأ لقال به ایضاً و حملہ علی اهل العافیة من الوسواس مثلاً او الی الا کابر من العلماء و الصالحین و نزل الحدیثین علی مرتبتی المیزان اور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں:

فان قلت فما اصنع بالاحادیث الذی صحّت بعد موت امامی و لم یأخذ به فالجواب الذی ینبغی لك ان تعمل بها فانّ امامک لو ظفر بها و صحّت عنده لربما امرک بها فانّ الآئمة کلهم اسرى فی ید الشریعة اور صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

خلاف ما عليه بعض المقلدين حتى انه قال لو وجد ت حديثاً فى البخارى و مسلم لم يأخذ به اما مى لا اعمل به ذلك جهل منه بالشریعة و اول من يتبرء منه اما مه و كان من الواجب عليه حمل اما مه على انه لم يظفر بذلك الحديث او لم يصحّ عنده انتهى مختصراً و قد مرّ بتما مه سابقاً۔

تمام ہوا جواب رسالہ مخاطب کا فا الحمد لله على ذلك حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فيه كما يحب و يرضى ۔  
اب ہم اپنے اس رسالہ کو ایک خاتمہ پر ختم کرتے ہیں۔

## خاتمة الرساله

اولاً راقم کا یہ ارادہ تھا کہ رسالہ مخاطب کے جواب میں اختصار اور اجمال اختیار کریں اور اسکی اکثر باتوں کے جواب میں معیار الحق کے جوابوں پر اکتفا کریں اور جن کتابوں کے حوالے سے فتویٰ علماء دہلی میں عدم ثبوت تقلید معین کا دعویٰ کیا ہے ان کی عبارتوں کے پتہ و نشان معیار الحق میں بتلا دیں اور اس میں نہیں ان کو بضمن خاتمہ کے بعینہا نقل کر دیں اصل تمام عبارتیں کتب مذکورہ الفتویٰ کی نقل کرنے کی تکلیف نہ اٹھائیں چنانچہ ابتدائے رسالہ میں اس ارادہ کو ظاہر بھی کر چکے ہیں لیکن بعد تحریر جوابات چند اقوال مخاطب کے قلم راقم میں ضبط نہ رہا اور یہ فرط حمیت حق سے بے بس ہو گیا اور تنگی میدان اختصار سے لاچار ہو کر عرصہ و سبب و تفصیل میں تیز گام ہو چکا پس مخاطب کے ہر قول کے جواب میں طومار لکھتا گیا اور اصل عبارات مذکورہ الفتویٰ اور ان کے سوائے اور بیسیوں روایات سلف و خلف متضمنہ نقلی تقلید معین کو بوجہ بے سند زد کرتا گیا۔ پس اب اور روایات کے نقل کرنے کی خاتمہ میں کچھ حاجت نہیں رہی اور نقلی و جوب تقلید معین بہت نقول اور دلائل سے واضح ہو گئی۔ سو جس دل میں تو حید و اتباع سنت کا نور ہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور جو کور باطن ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم کا مصداق ہے وہ اس کی وہ چند تفصیل و بیان سے بھی راہ حق

نہ پاوے گا :

و من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى و اضلّ سبيلاً  
( فيه اقتباس بالآية و المراد باسم الاشاره ههنا هذه  
الرسالة و بالآخرة روايات اخر مبسوطة في مطاوى  
الكتب الكبار و قد اقتبس بهذه الآية على نحو ما فعلنا  
الامام سيوطى فى تتمته لتيمم تفسير الجلال المحلى )

اللہ تعالیٰ سب مومنوں کے دلوں کو نور تو حید و اثبات سنت سے روشن کرے  
اور ظلمت تقلید تعصّبانہ سے پناہ میں رکھے آمین ثم آمین ۔

اختتم الكتاب بعون الملك الوهاب

## ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۴۔ اگست ۱۸۷۷ء

ایک کار سپانڈنٹ ہم کو خبر دیتے ہیں کہ بارہویں ماہ حال (جولائی ۱۸۷۷ء) کو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری روپڑ ضلع انبالہ سے واپسی کے وقت ایک شب کے لئے لودھانہ میں ٹھہرے۔ وہاں مولوی عبدالعزیز صاحب وغیرہ نے چاہا کہ ایک مجمع میں مولوی صاحب موصوف کو بلائیں اور شور و غل مچا کر کاٹھ گڈھ کے الزام کو دور کریں۔ اسی نیت سے انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب ممدوح کو ایک رقعہ لکھا جس میں مسائل عشرہ مندرجہ اشتہار کے جواب میں تقریری مباحثہ کی درخواست کی تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب نے بھی اس کے جواب میں ایک رقعہ لکھا جس میں مولوی عبدالعزیز وغیرہ مولوی صاحبان کو پابندی قوانین و کارروائی کا ٹھ گڈھ کی یاد دلائی۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالعزیز وغیرہ مولوی صاحبان نے دوسرا رقعہ لکھا جس میں مولوی محمد حسین صاحب کی بات کا جواب نہ تھا۔  
مولوی محمد حسین صاحب نے پھر اس کا جواب لکھا، لیکن ادھر سے پھر کچھ جواب نہ آیا۔

چنانچہ ان چاروں رقعوں کی نقل مطابق اصل ارسال خدمت کرتا ہوں۔  
امید ہے کہ آپ اس کو معہ ان رقعوں کے اپنے اخبار کے ضمیمہ میں جگہ دیں گے۔  
زیادہ تسلیم۔

راقم: ثالث بالخیر

نحمدہ و نصلی - بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف جناب مولوی محمد حسین صاحب لاہوری سلمہ حال وارد لدھیانہ  
آپ کے اشتہار مشتملہ اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

ہمارے ملاحظہ میں گذرے۔ چونکہ ان کے جوابات حسب درخواست آپ  
کے ہم پر لازم ہیں اور آپ نے اس میں تحریراً و تقریراً درخواست کی ہے  
سواب آپ اتفاقاً یہاں وارد ہیں، تو بہتر ہے ایک مجلس میں حسب شرائط  
مجوزہ مباحثہ مقام کاٹھ گڈھ ضلع ہوشیار پور ہم کو منظور ہیں۔ ان شرائط کی  
پابندی سے ہم ذرا قدم پس و پیش نہ کریں گے۔

اب آپ براہ مہربانی تحریر فرمادیں کہ آپ اپنے سوالوں کا جواب تقریراً کس  
وقت سننا چاہتے ہیں۔ زیادہ والسلام۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء۔

الراقم: خادم الطباء: محمد۔

العبد۔ خادم العلماء اسماعیل۔

الراقم عبدالعزیز، بقلم عبداللطیف

جواب اس کا مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے

مولوی صاحبان والا شان مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد اسماعیل  
صاحب و مولوی محمد صاحب

بجواب رقعہ سامی مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء اولاً یہ التماس ہے کہ میں نے  
اپنے اشتہار میں کہیں نہیں لکھا کہ تقریراً کوئی جواب پیش کرے، بلکہ تحریری  
جواب کا اس میں مطالبہ ہے۔ دیکھو ضمیمہ اس اشتہار کا جو ۸ جون کو چھپا ہے  
جس میں چند لکھنے لکھانے پر تصریح ہے۔ لہذا آپ کو لازم ہے کہ آپ  
جواب اس کا کسی مشہور اخبار میں چھپوادیں یا بطور مستقل اس کو چھپوا کر شائع  
کریں۔

قطع نظر اس سے شروط مجوزہ کاٹھ گڈھ میں سے شرط دوم کا ذمہ دار یہاں  
کون ہوگا اور مکان مناظرہ کون سا تجویز کیا ہے۔ آپ اسکی تعیین فرمادیں۔

اور اگر کوئی ثالث ذمہ دار ہو اور اقرار نامہ ذمہ داری فسادِ بتسلیم دوسو روپے جرمانہ کے لکھ دے اور مکان بھی کسی ثالث کا تجویز ہو، تو ہم کو عذر نہیں ہے۔

ثانیاً آپ مناظرہ کا ٹھہ گڈھ میں جن مسائل کی جواب دہی سے بالکل انکاری تھے اور کہتے تھے کہ جب تک کسی مسئلہ میں علماءِ حرمین کی منصفی منظور نہ ہو ہم گفتگو نہیں کریں گے۔ اب جو آپ درخواست گفتگو کرتے ہیں، کیا اس اصرار سے انکار و رجوع کیا ہے، یا اب بھی وہی بات پیش کریں گے۔

اگر اس سے رجوع ہے تو صاف لکھیں کہ ہم علماءِ حرمین کی منصفی کی خصوصیت میں خطا پر تھے، اب اس کا ذکر نہ لاویں گے۔ اور اگر اب بھی وہی بات پیش کرنی ہے، تو یہ گفتگو عبث ہے، پہلے وہی گفتگو طے ہونی چاہیے۔

ثالثاً آپ کا اقرار تھا کہ اگر آئندہ گفتگو ہوگی تو کاٹھ گڈھ میں ہوگی اب یہاں کیوں تجویز کی ہے اور اس اقرار سے کیوں انحراف فرما رہے ہیں۔

جواب ان تینوں باتوں کا جلد لکھیں۔

الراقم محمد حسین

بسم الله الرحمن الرحيم

بخدمت شریف مولوی محمد حسین صاحب

جواب آپ کے عنایت نامہ کے مختصراً لکھا جاتا ہے کہ مکان شیخ احمد جان سوداگر چوڑی بازاں برائے مباحثہ تقریری کے ہم نے تجویز کیا ہے۔ جس قدر تعداد زرقند کا اقرار نامہ چاہیے، اسی شیخ احمد جان صاحب لکھالیں۔

غرض کہ ہم ہر طرح سے تقریری مباحثہ کو حاضر ہیں۔ آپ ضرور بالضرور وقت تحریر فرماویں تا مل نہ کریں۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء۔

الراقم خادم الطالب۔ محمد۔

الراقم عبدالعزیز۔

الراقم اسماعیل۔ بقلم عبداللطیف۔

مرقومہ یکم رجب ۱۲۹۲ھ

مولوی محمد حسین بٹالوی کا جواب



مولوی صاحبان محمد اسماعیل و محمد عبدالعزیز و محمد صاحب  
آپ نے میری ایک بات کا جواب لکھا، دو باتوں کا خیر کا جواب نہیں لکھا۔ اور  
بڑی بات جواب طلب وہی ہے جو دوسری ہے۔ اب اس کا جواب لکھیں۔  
اور مکان شیخ احمد جان ہم کو منظور نہیں ہے، یہ شخص ثالث نہیں ہے، آپ  
کا طرف دار ہے۔ پہلی دفعہ جو یہ رقعہ لے کر آیا تھا تو زبانی سخت سست الفاظ  
مجلس عام میں ہم کو کہہ گیا ہے۔ یہ گھر میں کیا ڈھیل کرے گا۔  
محمد حسین۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء

مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

(جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشہر کیا ہے۔

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں) میں نے اشتہار مطبوعہ ۲۶ مئی میں دس  
سوال علماء حنفیہ پنجاب و ہندوستان کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی تھی کہ ان  
کے جواب میں آیت قطعی الدلالة یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ  
معنی مقصود پر قطعاً دلالت کرے پیش کریں۔ اس کے جواب میں مجھے ایک تحریر ملی ہے  
جس میں پانچ مسلوں کے جوابات ہیں لیکن کسی جواب میں کوئی آیت قطعی الدلالة  
مذکور نہیں نہ حدیث صحیح۔ لہذا میں ان جوابات کا خلاصہ نقل کر کے ان کے جوابات تحریر  
کرتا ہوں۔ بدون اس کے کہ میں کسی کو مخاطب کروں یا اس تحریر کے لغویا غیر مہذبانہ  
عامیانہ باتوں کا جواب دوں اس کی ایک تو یہ وجہ ہے کہ لغو و خلاف باتوں کا جواب  
دینا اسی کا کام ہے جو ویسا بن جاوے۔

وجہ دوم یہ کہ محرر اس تحریر نے خود اپنے تئیں چھپا یا ہے اور اپنی تحریر کو ایک  
لڑکے کے نام سے جو ہنوز مکتب میں اردو، فارسی کے ابتدائی رسالہ پڑھتا ہے چھپوایا ہے



غرض اس کی اس پردہ کرنے میں ایک تو یہ ہے کہ جو باتیں عامیانه خلاف از شان علماء یا غیر مہذبانہ بعید از عادت شرفا اس میں درج ہیں وہ اس لڑکے کے ذمہ لگیں، محرر صاحب اس سے بری سمجھے جاویں۔

غرض دوم یہ کہ وہ لڑکا ملازمان پولیس کا بیٹا بھتیجہ ہے۔ پس بلحاظ ملازمت اس کے متعلقان کے کوئی جواب میں قلم نہ اٹھائیگا اور عیب و صواب اس تحریر کا شہرہ عام نہ ہوگا۔

پس بلحاظ ان دو وجہ کے میں کسی کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان غیر مہذب باتوں کا جواب لکھتا ہوں۔ کانا ما کان و عمن کان۔

پس واضح ہو کہ اول سوال میرا یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا رفع یدین نہ کرنا کسی حدیث سے ثابت کیا جائے۔ اس کے جواب میں یہ قصہ پیش کیا ہے:

اجتمع ابو حنیفہ والاوزاعی بمكة فقال الاوزاعی لا بی حنیفہ ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوة عند الركوع و عند الرفع منه فقال ابو حنیفہ انه لم یصح من رسول الله ﷺ فی ذلك شئى فقال کیف لم یصح و حدثنی الزهری عن سالم عن ابيه عن رسول الله ﷺ ان كانه یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة و عند الركوع فقال له ابو حنیفہ حد ثنا حماد و عن ابراهیم عن علقمه و الاسود عن عبد الله بن مسعود ان رسول الله ﷺ كان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوة ثم لا یعود من ذلك فقال الاوزاعی احدثك عن الزهری عن سالم عن ابيه عن النبی ﷺ و تقول حدثنی حماد عن ابراهیم فقال له ابو حنیفہ كان حماد افقه من الزهری و كان ابراهیم افقه من سالم و علقمه لیس بدون ابن عمر فی الفقه وان كانت لابن عمر صحبة و للاسود فضل كثير و عبد الله عبد الله له فضل كثير فی الفقه و حق الصحبة من صغره عند النبی ﷺ علی عبد الله بن عمر فسکت الاوزاعی۔ انتھی

نقل کیا اس کو خوارزمی نے اپنی مسند میں اور ابن الہمام نے فتح القدر میں اور مولوی احمد علی سہارن پوری نے حاشیہ بخاری میں۔

جواب، اس قصہ کے دو ہیں:

اول یہ کہ یہ قصہ ضعیف بلکہ جعلی و وضعی ہے اور جو حدیث عدم رفع کی اس میں مذکور ہے وہ بھی اس شخص کی خانہ ساز ہے جس نے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔

جواب دوم یہ کہ اگر بطور فرض محال اس قصہ کو تسلیم بھی کیا جاوے تو بھی وہ حدیث جو اس قصہ میں محمل تمسک و مدار استدلال ہے ضعیف ہے اور اس کے راوی محل کلام ہیں۔

تفصیل جواب اول یہ ہے کہ ضعیف اور وضعی ہونا اس قصہ کا بین دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

دلیل اول جو اس کے ضعف کی مثبت ہے یہ ہے کہ دراصل یہ قصہ مسند خوارزمی میں ابن عینیہ سے مذکور ہے اسی سے فتح القدر میں لائے ہیں اور اسی سے حواشی بخاری میں۔ اور حدیث بلا اسناد جس کی مبداء سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے چنانچہ شرح نخبہ الفکر کے صفحہ ۳۶ میں ہے:

ثم المر دود اما ان يكون لسقطٍ او طعنٍ فالسقط اما ان يكون من مبادى السند او من آخره فالاول معلق وانما ذكر المعلق فى قسم المر دود للجهل بحال الراوى المحذوف. انتهى مختصراً.

اور کبھی معلق مقبول بھی ہو جاتی ہے جب دوسرے طریق سے اس کی سند متصل ہو جائے جیسا بخاری و مسلم کے تعلیقات ہیں۔ ان میں بھی ابن الصلاح وغیرہ نے یہ کلام کی ہے کہ جو تعلیقات ان میں بصیغہ جزم نہیں ہے وہ نہیں ہے۔ چنانچہ شرح نخبہ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے:

ان وقع هذا التعليق والحذف فى كتاب الزمت صحته كالبخارى و مسلم فما اتى فيه بصيغة الجزم كقال فلان و

روی فلان دلّ علی انه ثبت اسنادہ و ما اتی بغير الجزم ففیه  
مقال

اور بہت ظاہر ہے کہ مسند خوارزمی اس قسم کی کتاب نہیں جس میں صحت کا التزام ہو اور غیر صحیح اس میں پایا نہ جاوے بلکہ وہ طبقہ رابعہ سے ہے جس میں ضعاف تو کیا موضوعات بھی مندرج ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۴۰ میں کتب طبقہ رابعہ کا ذکر کر کے کہا ہے:

و کاد مسند الخوارزمی ان یکون من هذه الطبقة، و اصلح  
هذه الطبقة ما کان ضعيفاً محتملاً و أسوؤها ما کان  
موضوعاً او مقلوباً بشید النکاره، و هذه الطبقة مادة  
کتاب الموضوعات لابن الجوزی۔

جس کو ہماری اس دلیل میں کلام ہو وہ یہ ثابت کرے کہ مسند خوارزمی ایسی کتاب ہے جس میں صحت کا التزام ہے اور اس کی تعلیق بھی مثل تعلیقات صحیحین کے صحیح گئے جاتے ہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس قصہ کی سند نقل کرے، لیکن ساتھ اس کے تصحیح بھی آئمہ حدیث سے جن پر تصحیح کے باب میں اعتماد ہے، معرض نقل میں لاوے۔ مجرد وجود سند اور اس کے رجال کی توثیق اور اس کے تصحیح جو آج کل کے لوگوں کے خیال میں آوے کافی نہ ہوگی۔ چنانچہ امام ابن الصلاحؒ جو ۶۴۳ھ میں گزر چکے ہیں (کما نص علیہ الذی فی الطبقات) اپنی کتاب علوم الحدیث جو مقدمہ ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے صفحہ ۷۰-۱۰۰ میں فرماتے ہیں:

اذا وجدنا فیما یروی ن اجزاء الحدیث و غیرها حدیثاً  
صحیح الاسناد و لم نجدہ فی احد الصحیحین و لا منصوصاً  
علی صحته شئ من مصنفات آئمة الحدیث المعتمده  
المشهوره فاننا لا نتجاسر علی جزم الحکم بصحته فقد تعذر  
فی هذه الاعصار الاستقلال با دراک الصحیح بمجرد  
اعتبار الاسانید لانه من اسناد فی ذلك الا و تجد فی رجاله  
من اعتمد علی روايته علی ما فی کتابه عیراً عما یشرط فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الصحيح فأل الا مر اذن فى معرفة الصحيح و الحسن الى  
 الاعتماد على ما نصّ عليه آئمة الحديث فى تصانيفهم التى  
 يو من فيها لشهرتها من التغيير و التحريف و صار معظم  
 المقصود بما يتداول من الا سائداً خارجاً عن ذلك ابقاء  
 سلسلة الاسناد التى خصت بها هذه الامة زاده الله شرفاً .  
 (ابن ان قال) - ثم ان الزيادة فى الصحيح على ما فى الكتابين  
 يتلفها طاب لهما ما اشتمل عليه احد المصنفات المعتمدة  
 المشهورة لائمة الحديث كما بى داود السجستاني و ابى  
 عيسى الترمذى و ابى عبد الرحمن النسائى و ابى بكر بن  
 خزيمة و ابى الحسن الدارقطنى و غيرهم منوصاً على  
 صحته فيها لا يكفى مجرد كونه موجوداً فى كتاب ابى داود  
 و كتاب الترمذى و كتاب بالنسائى و سائر من جمع فى  
 كتابين الصحيح و غيره - الخ

اور امام نووىؒ نے کہا کہ صحیحین کے سوائے اور کتابوں کی حدیث بدون نظر و  
 تحقیق شروط صحت کے لائق عمل نہیں ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

انما يفترق الصحيحان و غيرهما من الكتب فى كون ما  
 فيهما صحيحاً لا يحتاج الى النظر فيه بل بحيث العمل  
 بهمطلقاً و ما كان فى غيرهما لا يعمل به حتى ينظر و يوجد  
 فيه شروط الصحة -

ایسا ہی قاضی محمد بن علی الشوکانی الیمانیؒ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے۔

دلیل دوم۔ جس سے اس قصہ کا وضعی و جعلی ہونا ثابت ہو یہ ہے کہ اس میں

امام ابو حنیفہؒ سے یہ بات منقول ہے کہ لم یصح عن رسول الله ﷺ فى رفع  
 الیدین شیء - یعنی آنحضرت ﷺ سے رفع یدین کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں  
 ہوئی، اور یہ بات سراسر کذب ہے یا جہالت کی بات ہے۔ اس لئے کہ حدیث رفع  
 یدین کے صحت و ثبوت میں آج تک کسی کو علماء مسلمین سے کلام نہیں ہے۔ اور ادنیٰ

طالب علم جن کے کان میں حدیث کی صدا پہنچتی ہوگی اس سے بے خبر نہیں ہے۔ صدہا احادیث اس باب میں مروی ہیں اور بقول عراقی شرح تقریب میں پچاس صحابی و باعتراف عینی حنفی<sup>ؒ</sup> شرح بخاری میں کئی اوپر تیس صحابی نے اس رفع یدین کو آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور کثرت رواۃ سے یہ حدیث رفع یدین حد تو اتر معنوی کو پہنچ گیا ہے یہاں تک کہ امام جلال الدین سیوطی<sup>ؒ</sup> نے اس کو مجملہ اخبار متواترہ کے شمار کیا ہے اور اپنے رسالہ الا زہار المتناثرہ فی اخبار المتواترہ میں اس کو درج فرمایا ہے۔ عراقی نے تقریب میں عشرہ مبشرہ کو اس کا راوی ٹھہرایا ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں جس کو عشرہ مبشرہ نے باتفاق روایت کیا ہو۔ بجز حدیث رفع یدین کے۔ اسی واسطے امام علی ابن مدینی نے جو امام بخاری اور امام مسلم کا استاد ہے فرمایا ہے کہ حدیث رفع یدین تمام خلقت پر حجت ہے اور جو کوئی اس کو سنے اس کو لازم ہے کہ رفع یدین کرے۔ چنانچہ تخریج مسند رافعی میں لکھا ہے کہ:

قال ابن المدینی فی حدیث الزہری عن سالم عن ابیہ هذا الحدیث عندی حجة علی الخلق فکل من سمعه فعليه ان يعمل به لانه لیس فی اسنادہ شئی

پس ایسی حدیث متواتر یا مشہور کو بجز کاذب یا جاہل کے کون غیر صحیح کہہ سکتا ہے اور چونکہ جناب امام ابوحنیفہ<sup>ؒ</sup> ہمارے اور تمام منصفوں کے اعتقاد میں تہمت کذب سے بری ہیں اور علم حدیث سے ایسے بے خبر نہیں ہیں جن پر ایسی خبر مشہور مخفی رہے اسلئے ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ بات جو ان کے نام لگائی ہے محض کذب ہے اور یہ قصہ جو اس میں یہ کتاب درج ہے سراسر بناوٹی ہے۔

اور ایک اور وجہ اس بات کے کذب ہونے کی یہ ہے کہ حنفیہ حدیث رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں اور اسی کو مذہب امام بتلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دعویٰ منسوخ ہونے ایک شے کا فرع مان لینے اسے بلکہ ثبوت اور وجود کے ہے اس لئے کہ اگر اس کے وجود کو نہ مانیں تو مورد نسخ کس چیز کو کہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں حنفیہ اور ان کے امام حدیث رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں تو انہوں نے ہرگز نہ کہا ہوگا کہ رفع یدین میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ پس خود الفاظ و

معانی اس بات سے ثابت ہوا کہ یہ بات وضعی ہے اور کتب اصول حدیث میں ثابت ہے کہ کبھی موضوع ہونا حدیث کا اس کے الفاظ اور مضامین سے بھی ثابت ہو جاتا ہے گو اس کے واضح کا علم نہ ہو اور اس کے وضع کرنے کا اقرار پایا نہ جاوے۔ کتاب علوم الحدیث ابن الصلاح صفحہ ۷۸ میں ہے:

و انما يعرف كون الحديث موضوعاً باقرار واضعه او ما ينزل منزلة اقراره فقد يفهمون الوضع بقريضة حال الراوى و المروى و قد وضعت احاديث طويلة يشهد بوضعها ركائة الفاظها و معانيها۔

اور حاشیہ شرح نخبہ صفحہ ۴۵ میں ہے:

ربما يجتمع ركة اللفظ و المعنى و ذلك ابلغ بل ركائة المعنى كافية فى الدلالة على الوضع۔

اور جواہر الاصول میں ہے:

الموضوع هو اردى اقسام الحديث و يعرف باقرار واضعه او معنى اقراره على ما قالوا او قريضة فى الراوى و المروى كركائة اللفظ و المعنى او كليهما فى اى معنى كان

ملا علی قاری حنفیؒ نے جب اس بات کو کذب سمجھا اور شان امام سے بعید پایا تو اس کی یہ تاویل کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حدیث رفع بدین معنی کی راہ سے صحیح نہیں اسلئے کہ اس کے معارضے اور مقابلے میں حدیث عدم رفع بھی پائی جاتی ہے چنانچہ شرح موطا و شرح مشکوٰۃ میں لکھتا ہے:

ای لم یصح معنی اذ هو معارض و الا فاسنادی صحیح۔  
 و لیکن یہ تاویل باطل ہے اور نہایت بعید۔ کسی نے حدیث صحیح کو بسبب تعارض کے معنی کی راہ سے غیر صحیح نہیں کہا ایسا تعارض تو بعض آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے اور صد ہا حدیث میں بھی موجود ہے۔ علماء ان آیات و احادیث کو باوجود تعارض کے صحیح و مقبول جانتے ہیں۔ چنانچہ شرح نخبہ میں لکھا ہے:

ثم المقبول ینقسم الی معمول به و الی غیر معمول به لانه ان

سلم من المعارضة فهو المحكم و ان عورض فان امکن الجمع

فهو النوع المسمى بمختلف الحديث -

اور برخلاف اس کے کسی سے پایا نہیں گیا کہ اس نے تعارض کے سبب کسی حدیث کو غیر صحیح کہہ دیا ہو۔ پس ایسی تاویل بعید جس کو نہ لفظ سے مناسب ہے نہ کسی محاورہ سے موافقت کیونکہ تسلیم کی جاوے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ بات سراسر کذب ہے اور اس کے سبب سے وہ قصہ وضعی بنتا ہے۔

دلیل سوم جس سے اس قصہ کا وضعی یا مہمل ہونا ثابت ہو، یہ ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات نقل کی ہے:

كان حماد افقه من الزهري و كان ابراهيم افقه من سالم . الخ  
یہ بات بھی کسی وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتی۔ بعض وجوہ سے تو کذب معلوم ہوتی ہے اور بعض وجوہ سے مہمل و لغو اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کذب اور لغو دونوں سے مبرا ہیں، اس لئے نسبت کرنا اس کا طرف امام ابوحنیفہؒ کے کذب متصور ہوگا اور اس قصہ کو جعلی و وضعی خیال کیا جائے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کلام کے تین معنی و محمل ہیں۔ اول یہ کہ اس کو دعویٰ لم یصح فی ذلك شئ کی تائید ٹھہرائیں اور مشعر عدم صحت حدیث حضرت ابن عمرؓ جو امام اوزاعیؒ نے پیش کی تھی بناویں اور تقریر اس کی یوں کریں کہ حدیث حضرت ابن عمرؓ رفع یدین میں صحیح نہیں اس لئے کہ اس کے راوی بہ نسبت رواۃ عدم رفع کے فقہ یعنی اجتہاد میں کم ہیں اور حدیث راوی قلیل الفقہ کے صحیح نہیں ہوتی۔ سو اس محمل کی نظر سے یہ کلام سراسر کذب و باطل ہے اور مخالف جملہ علماء سلف و خلف کے جن میں خود جناب امام ابوحنیفہؒ بھی داخل ہیں کسی نے ان میں سے مطلق فقہ راوی کو شرط صحت نہیں ٹھہرایا ہے چہ جائے کہ زیادت فقہ۔ توضیح میں صفحہ ۲۴۷ شروط راوی فقط چار چیزیں ٹھہرائی ہیں۔ عقل و ضبط و عدالت و اسلام۔ حیث قال

فصل فی شروط الراوی و ہی اربعة العقل و الضبط و  
العدالت و الاسلام -

ایسا ہی رسالہ اصول طبری میں ہے، حیث قال:

و فيه فصلا ن الاول فی العدالة و الضبط فالعدل ان یکون

الراوی بالغاً مسلماً و عاقلاً سليماً... (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۲۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

(یہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹، ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء ہے۔ یہاں پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے، منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

من اسباب الفسق و خوارم المردة و الضبط ان يكون متيقظاً حافظاً غير .. مفضل؟ و لا ساه و لا شك في حالتى التحمل و الاء فان حد يث عن .. حفظه ينبغى ان يكون حافظاً و ان حدث عن كتابه ينبغى .. ان يكون ضابطاً له و ان حدث بالمعنى ينبغى .. ان يكون عارفاً بما ... بالمعنى -

ایسا ہی مقدمہ ابن صلاح و شرح نجیہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مرقوم ہے۔ تو دیکھو ان شروط راوی میں فقہ.. (نہیں) یعنی اسکا مجتہد ہونا کہاں شمار کیا گیا ہے۔ اور جو توضیح میں ضبط کے معنی میں لکھا ہے

اما الضبط فهو سماع الكلام كما ... ثم فهم معناه ، اس کا محمل وہ شخص ہے جو حکایت بالمعنی کرے چنانچہ طیبیؒ کے کلام میں گذرا اور ایسا ہی ابن صلاحؒ نے کہا ہے۔ اور اگر مراد اس کی یہ نہیں بلکہ عام روایت میں فہم معنی کو شرط ٹھہرایا ہے تو کلام اس کے غلط اور مخالف اجماع قرون اس پر ہونے کے ہے۔ اسی واسطے تلوتح میں اس معنی کو اس کلام کو رد کر دیا ہے چنانچہ کہا ہے:

اما الضبط لا يخفى ان الضبط بهذا المعنى لا نشترط فى .. قبول الرواية لانهم كانوا يقبلون اخبار الاعراب الذين لا يتصور منهم الا تصاف بذلك و شاع و ضاع من غير نكير الا ان هذا يفيد .. ما كان على ما صرح به فى سائر كتب الاصول و اليه اشار فخر بن .... بقوله و هو مذ هبنا فى الترجيح -



بعض حنفیان اصولیین نے یہ لکھا ہے کہ اگر حدیث راوی غیر فقیہ کی سب قیاسوں کے مخالف ہو تو وہ مقبول نہیں ہے و لیکن اس بات کو... سے کچھ تعلق نہیں.... اس قسم سے نہیں ہے با ایں ہمہ ان لوگوں کے قول کو انہیں کے محققین علماء نے رد کر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ حدیث صحیح علی الاطلاق مقبول ہے اگرچہ راوی اس کا فقیہ نہ ہو اور وہ سب قیاسوں کی مخالف ہو اور اس بات کو مذہب ابوحنیفہ و آئمہ سلف کا بتلایا ہے اور اسکے خلاف کا بدعت و مستحدث نام رکھا ہے۔ کتاب تنقیح صفحہ ۲۲۵؟ میں دلیل اشراط فقہ راوی حدیث مخالف قیاس میں یہ لکھی ہے:

ان النقل بالمعنى كان مستفيضاً فيهم فاذا قصر فهم الراوى  
لم يؤمن ان يذهب شىء من معانيه فيدخله تشبه زائدة  
تخل عنها القياس -

پس اس دلیل کو تلویح و فضول و غایۃ تحقیق میں مفصل رد کر دیا ہے۔ چنانچہ

تلویح میں فرمایا ہے

و فى بحث اما اولاً فان الشبه فى القياس فى امر ستة حكم  
الاصل و تعليله فى الجملة و تعيين الوصف الذى به التعليل  
و وجود ذلك الوصف فى الفرع و نفي المعارض فى الاصل  
و نفيه فى الفرع - و اما ثانياً فلان الظاهر من حال عدول  
الصحابة نقل الحديث بلفظه و لهذا تجد فى كثير من  
الاحاديث شك الراوى و انما استفاض النقل بالمعنى عند  
العلماء لتقرر لفظ الحديث بالرواية و التدوين - و اما ثالثاً  
فلا نهنقل عن كبار الصحابة انهم تركوا القياس بخبر الواحد  
الغير المعروف بالفقہ و قد نقل احب الكشف ما يشير الى ان  
هذا الفرق مستحدث انتهى

اور فضول میں فرمایا ہے:

فا ما عند ابى الحسن الكرخى و من تابعه من اصحابنا  
فليس فقه الراوى شرطاً لتقديم الخبر على القياس بل يقبل

خبر کل عدل مطلقاً بشرط ان لا يكون مخالفاً للكتاب السنة المشهورة لان تغيير الخبر من الراوى بعد ثبوت عدالته و ضبطه امر مو هو م و الظاهر انه يروى لما سمع و لو غير لغيره على وجه لا يتغير المعنى اهذا.. هو الظاهر من حال الرواة العدول خصوصاً من الصحابة لمشاهدتهم احوال النصوص و هم من اهل اللسان -

اور غائیة التحقیق میں جو شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف کی تصنیف ہے فرمایا ہے:

قال صدر السلام ابو اليسر و اليه مال اكثر العلماء لان التغيير من الراوى بعد ثبوت عدالته و ضبط امر مو هو م و الظاهر انه يروى كما سمع و لو غير لغيره على وجه لا يتغير المعنى هذا هو الظاهر من الصحابة و رواة العدل لان الاخبار وردت بلسانهم فعلمهم بلسانهم يمنع عن غفلتهم عن المعنى و عدم تفهمهم اياه بعدا لتهم و تقواهم ترفع تهمة الزيادة و انقصان عليه قال فلاں القياس هو الذى يوجب وهنا فى رواية و الموقف على القياس الصحيح بتعذر فيجب القبول كى لا يتوقف العمل بالاختبار و استدلال غيره على صحة هذا القول بان؟ قبل حديث حسن بن مالك فى الجنين وقضى به و ان كان مخالفاً لقياس الجنين ان كان حياً و جبت الدية كاملة و ان كان ميتاً فلا يجب شئى و لهذا قال كذبنا بان نقضى فيه برأينا و فيه سنة رسول الله ﷺ و قيل ايضاً خبر الضحاك فى توريث المرأة من دية زوجها و كان القياس عنده خلاف ذلك لان الميراث انما يثبت فيما كان فى ملك المورث و الزوج لا يملك الدية قبل الموت لانها تجب بعد الموت و معلوم انهما لم يكونا من فقهاء الصحابة

و لم ينقل هذا القول عن اصحابنا بل المنقول عنهم ان خبر  
الواحد مقدم على القياس ولم ينقل التفصيل الا ثرى انهم  
عملوا بخرابى هريره فى الصائم اذا اكل او شرب ناسياً و  
ان كان مخالفاً للقياس حتى قال ابو حنيفة لولا الرواية  
لقلت بالقياس و قد ثبت عن ابى حنيفة انه قال ما جاء عن  
الله تعالى و عن رسول الله صلّى الله عليه وسلم فعلى الراس و العين و لم  
ينقل عن احد من السلف اشتراط الفقه فى الراوى فثبت  
انه قول مستحدث انتهى -

اور جب کہ اجلہ حنفیہ کی نقل سے ثابت ہو گیا کہ نزدیک سب آئمہ کے  
خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے مطلق فقہ راوی کم ہو خواہ زیادہ شرط صحت و قبولیت مطلق حدیث  
نہ تھی؟ خواہ وہ حدیث قیاسوں کی مخالف ہو خواہ موافق نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہ کلام  
ان معنی کر کذب ہے اور امام ابوحنیفہؒ پر افتراء ہے اسی واسطے علامہ محمد معین سندھیؒ نے  
جو اجلہ اہل سنت احناف سے ہیں، دراسات میں فرمایا ہے:

الرابع كما دل العقل على ان فقه الراوى لا اثر له فى صحة  
الرواية لا يسند قول ذلك الى ابى حنيفة دل النقل من  
الثقات على انه موضوع مختلق على السلف الصالح و  
مستحدث من للمتأخرين ممن لا يعبا به بقوله على و  
ضوح فساده شهد بذلك .. فخر الاسلام و الشيخ الاجل  
عبد العزيز صاحب ... و التحقيق هو شيخ الامام ابن  
الهام و صرح بذلك فى التحقيق فقال و لم ينقل عن احد  
من السلف اشتراط الفقه فى الراوى فثبت انه قول مستحدث  
انتهى -

و اذا اجتمع العقل و النقل قويت الامارات و صارت دليلاً  
قطعياً على كذب الحكاية و اختلافاً  
محمل دوسرا اس کلام کا یہ ہے کہ اس کو تائید دعویٰ لم یصح کی نہ ٹھہراویں

بلکہ اس دعویٰ کو بے دلیل سمجھیں اور اس کلام کو مشعر ترجیح حدیث عدم رفع کے اوپر حدیث رفع یدین کے قرار دیں چنانچہ ابن الہمام نے بعد ختم اس قصہ کے لکھا ہے:

فرجح الا ما بفقہ الرواة کما رجح الاوزاعی بعلو الاسناد  
گو حاصل اس کا بنا بر اس کے کہ ما بہ الترجیح یہاں فقہ راوی قرار دی گئی ہے اور ما بہ  
الترجیح میں اشتراک مفضل و مفضل علیہ کا ممکن نہیں ہے یہ ہوگا کہ راوی حدیث عدم رفع  
یدین فقیہہ ہیں نہ کہ راوی حدیث رفع یدین کے۔ اس لئے حدیث عدم رفع کو حدیث  
رفع یدین پر ترجیح ہے۔ سوان معنی کر بھی یہ کلام سراسر کذب ہے اس لئے کہ فقیہہ  
ہونے میں راویوں حدیث کے رفع یدین کے کسی کو کلام نہیں ہے علماء ماہرین پر تو یہ  
بات مخفی نہیں تھی ولیکن بنظر اعلام متوسطین کے چند نقول معتبرین اس باب میں پیش کئے  
جاتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ اول راوی اس حدیث کے ابن عمر ہیں سوان کے حق میں  
اصولیین حنفی لکھتے ہیں کہ یہ فقہ و اجتہاد میں معروف و مشہور ہیں تو ضیح میں لکھا ہے صفحہ  
:۲۲۵

واما ان كان معروفاً بالفقہ و الاجتہاد كالخلفاء الراشدين  
و العبادلة ای عبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس و عبد  
الله بن عمر فحدیثه یقبل و افق القیاس۔  
ایسا ہی اکمال فی اسماء الرجال و تقریب التہذیب میں ہے جس کو زیادہ  
تفصیل ان کے علم و کمالات کی دیکھنی منظور ہو وہ جامع الاصول و طبقات ذہبی کا مطالعہ  
کرے

دوسرے سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ، یہ اپنے وقت میں بڑے فقیہ نامی تھے فقہاء  
سبعہ اہل مدینہ میں معدود تھے جامع الاصول میں ہے:

سالم بن عبد الله القرشي العدوي احد فقهاء المدينة من  
سادتهم و علماءهم و ثقافتهم۔ انتہی مختصراً۔  
ایسا ہی اکمال، تقریب، و شخص طبقات میں ہے  
تیسرے زہریؒ جن کے حق میں تقریب میں ہے: الفقیہ الحافظ

المتفق على جلالته و اتقائه و هو من راس الطبقة الرابعة  
اس سے بڑھ کر جامع الاصول و ملخص طبقات ذہبی ہے من شاء

فليراجعها

چوتھے اوزاعیؒ پیش کر نیوالا اس حدیث کا بمقابلہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ بھی فقہ  
و حدیث کے امام تھے۔ کہا تقریب میں ابو عمر الفقیہ ثقة جلیل اور کہا جامع  
الاصول میں:

هو شيبانى امام اهل الشام و لم يكن بالشام اعلم بالسنه منه  
قيل انه اجاب فى سبعين الف مسئله - انتهى مختصرا -

اور کہا ملخص طبقات میں الاوزاعی الحافظ حجة لم يكن  
ان يضر فى هذه الكرا ديس و هو شيخ الا سلام كثير  
الاجتهاد فى العبادة حافظ اهل زمانه خاشع عالم الامة  
امام عصره قال الذهبي كان اهل الشام ثم اهل الاندلس  
على مذهب الاوزاعى مدة العمر قنى الحار فون به و بقى

منه ما يوجد فى كتب الخلاف - انتهى مختصرا

تو دیکھو کس مرتبہ کی فقہت راویوں حدیث ابن عمرؓ کی ثابت ہے جیسا کہ  
فقہیہ ہونا ان راویوں کا بشہادت اجلہ علماء کے ثابت ہوا، اور ان کا غیر فقیہ کہنا صاف  
کذب ہوگا۔ اور نسبت اس کی طرف ابوحنیفہؒ کی نیز کذب۔

محمل تیسرا اس کا یہ ہے کہ اس کو مشعر حدیثوں کی بزیادہ فقہ ٹھہراویں اور  
یوں کہیں کہ راوی تو دونوں کے فقیہ ہیں لیکن رواۃ حدیث عدم رفع کے زیادہ فقیہ ہیں  
جیسا کہ الفاظ اس قصہ کے اس پر شاہد ہیں اس میں کئی جگہ فلاں اور... تفصیل بولا ہے  
جس سے نفس فقہ میں شراکت معلوم ہوتی ہے اور زیادہ فقہ میں ترجیح اس محمل کی راہ سے  
..... خلاف واقع معلوم ہوتی ہے۔ ثانیاً خلاف فطرت صحیحہ کے، ثالثاً لغو و عبث اور نسبت  
کرنا امر خلاف.... اصول و لغو و عبث کا طرف جناب ابوحنیفہؒ کے.... کچھ متصور نہیں ہو  
سکتا۔ اس سے بھی کذب یا لغو ہونا بجز کہنے کا ثابت ہوتا ہے۔ تفصیل امر اول یہ ہے کہ  
حماد کو زہری اس قصہ کہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ زہری کی جلالت و امامت و فقہت و

عدالت مسلم و مشہور۔ اور حماد کے ضبط و عدالت .. میں قصور۔ زہری کا تو مجمل حال عنقریب لکھا جا چکا ہے، حماد کا حال تقریب میں لکھا ہے:

حماد بن ابی سلیمان اب الا شعری مو لا ہم اسما عیل  
الکوفی فقیہ صدوق له او هام من السادسہ رمی بالارجاء  
یہ الفاظ جو حماد کے حق میں کہے گئے ہیں وہی ہونا اور مرتبہ جی ہونا اس کی ضبط  
و عدالت دونوں کو ہیں۔ چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے:

ثم الطعن اما ان یکون بکذب الراوی ... بذلك او فحش او  
غفلة او فسقه او وهم او مخالفة او تهمة او سوء حفظه او  
بدعته

اور اس کے رتبہ کو زہری سے تین درجہ کم کرتے ہیں زہری صحابہ سے اتر کر  
دوسرے رتبہ فقہ و کمال نیچے ملا اس لئے کہ ان کے حق میں مکرر الفاظ تو شیع کہے گئے ہیں  
جو دوسرے میں ہی معزز ہیں اور حماد پانچویں مرتبہ میں ہے جس کے لئے ضعف مرتبہ  
الفاظ بولے گئے ہیں۔ تقریب التہذیب میں بیان و شرح مراتب میں ہے:

اما المراتب فا ولها الصحابة فاصرح بذلك شرفهم .. اكد  
مدحه اما بالفعل كما وثق الناس او بتكرير الصفة لفظاً او  
معنى كثرة حافظ الى ان قال الخامسة من قصر عن كثرة  
ثقة قليلاً و اليه الاشارة بصدوق سئى الحفظ او صدوق او  
هام او تغير باخره و ملتحق بذلك من رمى بنوع من البدعة  
كالتمسيع و القدر و النصب و الارجاء و التجهم مع بيان  
الداعية من غير هـ۔

پس ایسے ضعیف قلیل الضبط قاصر عدالت کو بہ نسبت ایک امام جلیل الشان  
متفق الضبط و الفقہ سے کیوں کرافتہ مانا جاوے۔ کیا بدون ضبط حدیث کے حدیث میں  
افتہ ہونا ممکن ہے یا باوجود جرح بدعت فقہ کا اعتبار ہے حاشا و کلا۔

اگر فقہ فقط تیزی طبع اور باتیں بنانے کا نام ہے تو اس کا اعتبار نہیں اور نہ  
شرع میں اس کا فضل وارد ہے اور اگر کتاب و سنت میں سمجھ دار ہونے کا نام فقہ ہے تو

ظاہر ہے کہ اس میں زیادہ وہی ہوگا جو قرآن و حدیث زیادہ جانتا ہوگا اور ان میں خوب ضابط و ماہر و بائیں ہمہ ارجحیت سے مبرا۔ اس کی تائید میں مجھے ایک بات یاد آئی کہ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ ہمارا استاد زیادہ فقیہ ہے یا تمہارا استاد۔ انہوں نے کہا تم بتلاؤ علم قرآن و حدیث و آثار صحابہ میں کون زیادہ ہے۔ جب امام محمدؒ نے اعتراف کیا کہ امام مالکؒ زیادہ ہیں، تو امام شافعیؒ نے اس سے امام مالکؒ کا زیادہ فقیہ ہونا ثابت کر دیا۔ چنانچہ فاضل قندھاری مغتتم الحصول میں فرماتے ہیں:

وكون ابى حنيفة افقه من مالك لا يقتضى كونه افقه من كل  
اهل المدينة على ان الخصم بل الشافعية على ان مالكا هو  
الا علم فقد ذكر اليا فعى ان الشافعى قال لمحمد بن الحسن  
نا شد تك الله من اعلم بكتا ب الله صا حبا او صا حبكم ثم  
بالسنة ثم باقا ويل الصحابة فقال محمد بن الحسن فى كل  
ذلك اللهم صا حبكم فقال الشافعى فلم يبق الا القياس ، و  
القياس لا يكون الا على هذه الاصول

اور اس قصہ کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ وفيات الاعیان میں ذکر کیا ہے جس

کے الفاظ یہ ہیں:

قال الشافعى قال لى محمد بن الحسن ايهما اعلم صا حبنا  
ام صا حبكم يعنى ابا حنيفة و مالكا قال قلت على الانصاف  
قال نعم قلت نا شد تك من اعلم بالقرآن صا حبا ام  
صاحبكم قال اللهم صا حبكم . قال قلت نا شد تك الله من  
اعلم بالسنة صا حبنا ام صا حبكم قال اللهم صا حبكم .  
قال قلت نا شد تك الله من اعلم باقا ويل اصحاب رسول الله  
صلى الله عليه وسلم قال اللهم صا حبكم قال الشافعى فلم يبق الا القياس ،  
و القياس لا يكون الا على هذه الاصول فعلى اى شئى

تقيس

اور جب کہ اکابر مجتہدین نے اقرار و تسلیم سے معلوم ہوا کہ جو کوئی قرآن و

حدیث میں زیادہ ہے وہی زیادہ فقیہ سے تو پھر کس طرح تسلیم کیا جاوے کہ حماد جو ضبط حدیث میں قاصر ہے نسبت امام زہری جلیل الشان کے زیادہ فقیہ ہو۔

ایسا ہی افقہ ہونا ابراہیم کا بہ نسبت سالم بن عبد اللہ بن عمر کے خلاف واقع معلوم ہوتا ہے۔ سالم بن عبد اللہ کثیر العلم صحابہ کے شاگرد تابعین طبقہ ثالثہ سے فقہ میں اس رتبہ کے امام کہ فقہاء سبعہ اہل مدینہ میں شمار کئے گئے۔ چنانچہ جمل احوال ان کا مذکور ہو چکا ہے اور ابراہیم بے چارہ پانچویں طبقہ کے لوگوں سے جس نے دو صحابہ کو دیکھا ہے اور کسی سے کچھ نہیں سنا اور باپ ہمہ زبان عربی سے بھی خوب واقف نہ تھا۔ بسا اوقات اس میں خطا کرتا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن احمد ذہبی نے لکھا ہے:

ابراہیم النخعی احد الاعلام يرسل عن حماد لم يصح له  
سماع عن صحابي وكان لا يحكم العربية ربما انتهى  
كما نقله عنه احمد بن يحيى بن سعد الدين التفتازاني في  
المجموعة له المشهورة بده عقده

اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایک زبان سے خوب واقف نہ ہو اس میں خطا کرتا ہو وہ اس میں اجتہاد و تفقہ کیا کریگا اور اس کا زیادہ فقیہ ہونا نسبت ایک مسلم الاجتہاد اہل لسان کے کیونکر مسلم ہوگا۔ اب رہا افقہ ہونا علقمہ اور اسود اور ابن مسعود کا ابن عمر سے سو بھی موافق واقع نہیں ہے۔ علقمہ کو تو خیر خود اس قصہ میں افقہ نہیں کہا اتنا ہی کہا ہے کہ علقمہ، ابن عمر سے کم نہیں اور ظاہر ہے کہ کم نہ ہونے سے زیادہ ہونا لازم نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں مساوی ہوں۔ ایسا ہی اسود کو افقہ نہیں کہا۔ اس کے حق میں اتنا ہی کہا کہ اسود کے لئے بزرگی ہے۔ اس میں یہ نہیں پایا جاتا کہ فقہ میں بزرگی ہے۔ اگر یہ مقصود اس کلام سے ہوتا تو ابوحنیفہؒ قول صحابی کو قول تابعی پر علی الاطلاق مقدم نہ کہتے اور حنفیہ بہ تقلید امام تقلید صحابہ کو واجب نہ بتلاتے بلکہ اس میں یہ تفصیل کرتے کہ اگر صحابی بہ نسبت تابعی کے زیادہ فقیہ ہو تو اس کا قول مقدم ہے اس لئے کہ مدار تقلید کا اجتہاد ہے۔ پس جو شخص فقہ و اجتہاد میں کم ہو وہ افقہ سے تقلید میں کس طرح مقدم ہو سکتا ہے حالانکہ ابوحنیفہؒ نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ قول صحابی ہمارے اقوال سے مقدم ہیں۔ روضۃ العلماء میں زندوبی نے لکھا ہے:



یعنی ابا حنیفہ سئل اذا قلت قولا و کتاب اللہ یخالفہ قال  
اتركوا قوله بكتاب الله فقیل اذا كان خبر الرسول یخالفہ  
قال اتركوا قولی خبر الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقیل اذا كان قول  
الصحابۃ یخالفہ قال اتركوا قولی بقول الصحابة انتهى .

اور مدخل میں بہیقی نے کہا ہے: قال عبد الله سمعت ( یعنی  
ابن المبارک ) ابا حنیفہ یقول اذا جاء عن النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فعلى  
الراس و العين و اذا جاء من اصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نختار  
قولهم و اذا جاء عن التابعین زامننا ہم .

اور جو ابن مسعود کے حق میں کہا ہے کہ ان کو ابن عمر پر فضیلت ہے فقہ میں  
اور حق صحبت میں صغریٰ سے، یہ بھی موافق واقع معلوم نہیں ہوتے جیسے ابن مسعود صغیر  
سنی سے حضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس رہے، ویسے ہی ابن عمر صغیر سنی سے صحبت میں رہے ایسا  
ہی ان کی علم و فقاہت کو سمجھنا چاہیے۔ وہ بھی علم میں بڑے متحر اور فقہ و اجتہاد میں مشہور،  
اسی واسطے ابن مسک کے ہم سلک ہو کر عبدالہ ثلاثہ میں گئے گئے ہیں۔ کتاب توضیح  
سے عنقریب نقل ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عمر عبدالہ ثلاثہ سے اور فقہ و اجتہاد میں  
معروف و مشہور ہیں۔ اب اور سنو، تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

عبد الله بن عمر بن الخطاب ابو عبد الرحمن ولد بعد  
المبعث بیسیر و استصغریوم احد و هو ابن اربع عشرة  
سنة و هو احد المکثرین من الصحابة و العبادلة و کان  
اشد اشد الناس اتباعاً للاثر .  
اور جامع الاصول میں ہے:

هو ابو عبد الرحمن عبد الله بن عمر بن الخطاب اسلم و هو  
صغیر کان من اهل الورع و العلم و الزهد و شدید التحری و  
الترقی فی فتیاء  
اور خص طبقات ذہبی میں لکھا ہے:

.... الامام ابو عبد الرحمن العدوی المدنی الفقیہ .. و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

العمل - قال جابر ما منا الامالت به الدنيا عبد الله بن عمر من ابى جعفر محمد بن على قال ... اذا سمع من رسول الله ﷺ حديثاً اجدر ان لا يزيد منه من بن عمر - ان کی جودت طبع و ذکا جو مادہ تفقہ کا ہے اس قدر تھا کہ صغیر سنی میں بعض باتوں میں ... سے فوق لے جاتے - چنانچہ صحیح بخاری میں باب طرح الامام المسألة على اصحابه ليختبر ما عندهم من العلم وغيره ابواب میں روایت ہے (عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : انّ من الشجر شجرة لا يسقط ورقها - و انها مثل المسلم فحدثوني ما هي - فوقع الناس في شجر البوادي ، قال عبد الله : و وقع في نفسى انها النخلة ، فاستحييت ثم قالوا : حدّ ثنا ما هي يا رسول الله ﷺ . قال : هي النخلة - صحيح بخاری حدیث نمبر ۶۱

عبد الله بن دينار عن ابن عمر عن النبي و : انّ ، من الشجر شجرة لا يسقط ورقها، و انها مثل المسلم، حدّثوني ما هي ؟ - قال : فوقع الناس في شجر البوادي - قال : فوقع في نفسى انها النخلة، ثم قالوا : حدّ ثنا ما هي يا رسول الله - قال : هي النخلة - صحيح بخاری حدیث نمبر ۶۲

عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر : انّ رسول الله ﷺ قال : انّ من الشجر شجرة لا يسقط ورقها - و هي مثل المسلم، حدّثوني ما هي - فوقع الناس في شجر البوادي ، و وقع في نفسى انها النخلة - قال عبد الله - فاستحييت، فقالوا : يا رسول الله ﷺ ۱۱ خبرنا بها - فقال رسول الله ﷺ هي النخلة - قال عبد الله : فحدثت ابي بما وقع في نفسى فقال : لأن تكون قلتها احب اليّ من ان يكون لي كذا و كذا - صحيح بخاری حدیث نمبر ۱۳۱) کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ درختوں میں ایک درخت ہے جس کا پتہ نہیں جھڑتا اور وہ مثل مسلمان کے ہے۔ وہ کونسا درخت ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ جو سب لوگوں سے کم سن تھے سمجھ گئے کہ وہ درخت خرما ہے لیکن حیا کے سبب نہ بولے۔ جب آنحضرت ﷺ نے بتلا دیا تو انہوں نے اپنے باپ کے پاس یہ بات ظاہر کی۔ تس پر انہوں نے افسوس کیا اور کہا اگر کہہ دیتا تو مجھے فلاں نعمت سے اچھا ہوتا۔ جب کہ ان کا ایسا حال .. و کثرت علم کا ثابت ہے اور صغیر سنی سے ان کو صحبت بھی

حاصل ہے تو دعویٰ فضیلت.. کا ان پر حق صحبت صغیر سنی میں فقہ میں... واقع نہ ہوگا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ دعویٰ افضلیت روات حدیث عدم رفع کا بہ نسبت روات رفع کے موافق واقع نہیں۔ خصوصاً دعویٰ افقہ ہونے حماد کا زہری سے اور ابراہیم کا سالم سے، عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۳۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

اس کے کذب ہونے میں کچھ بھی خفا نہیں۔ اسی نظر سے اکابر حنفیہ جو حنفی مذہب کی نصرت کا ٹھیکہ لے کر اس کی مدد میں جہاں تک بن پڑا کوشش کر گئے ہیں اور اس کی تصحیح سے لاچار ہو کر اس کے غیر صحیح ہونے کو مان گئے ہیں چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفی کتاب محلی میں اس عدم تسلیم کو ان عمدہ الفاظ سے ظاہر کر رہے ہیں:

قال بعض الشراح و فیہ انه لو سلم کون حماد و ابراہیم افقہ من الزہری و سالم و سلم کون ما رواہ الفقہاء را جحاً علی من دو نہم فی الفقہ اذا کانوا حفاظاً و ا حفظ الی آخر ما سیجیء بما... بہ تا مل او عدم تسلیم شیخ سلام اللہ الحنفی

واجب ہے تا مل اور عدم تسلیم شیخ سلام اللہ حنفی بھی جو مسلم القول علماء حنفیہ کے ہیں ثابت ہوا تو اس کے متابعات میں ذکر کرنا قول علامہ محمد معین حنفی صاحب دراسات کا اگرچہ خصوم اس کے نام سے جلتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب حنفی سے اجنبی سمجھتے ہیں۔ نامناسب نہیں ہے منصف اس کو مانیں گے متعصب شیخ ہی کے قول کو کافی جانیں:

قال رحمہ اللہ و کون روا تہ افقہ من رجال حدیث ابن عمران سلم فلا نسلم حصول الترجیح بحدیث ابن مسعود الی آخر ما سیجیء۔

تفصیل امر دوم یہ یعنی بیان مخالف ہونے اس کلام کا بنظر محمل ثالث کے اصول صحیح سے یہ ہے کہ منجملہ اصول صحیحہ عقلیہ کی خبر نقل بھی شاہد ہے ایک یہ اصل ہے کہ جب تک دو دلیلوں ہر عمل ہو سکے ایک کو ان دونوں سے مہمل و بے کار نہیں کرنا

چاہیے۔ بناء علیٰ ہذا الاصل ایک اور اصل مقرر ہے کہ جب تک دو حدیثوں صحیح میں جمع و توفیق ممکن ہو ان میں سے ایک کو ترجیح دینا اور دوسرے کو مرجوح سا قاطع العمل ٹھہرانا جائز نہیں چنانچہ امام ابن الصلاح کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں:

النوع السادس و الثلاثون معرفة مختلف الحديث انما يكمل للقيام به الآئمة الجامعون بين صناعتى الحديث و الفقه الغواصون على المعانى الدقيقة اعلم ان ما يذكر فى هذا الباب ينقسم الى قسمين احدهما ان يمكن الجمع بين الحديثين و لا يبعد ابداء وجه ينفى تنافيهما فتعين حينئذ المصير الى ذلك القول بهما معا مثاله حديث لا عدوى و لا طيرة مع حديث لا يورد مهر فى على مصحح و فرض المجذوم فرار كمن الاسد الى ان قال بعد ذكر وجه الجمع بينهما و قدر و يناه عن محمد بن اسحاق بن خزيمه الامام انه قال لا اعرف انه روى عن النبى صلى الله عليه وسلم حديثان متعارضان باسنادين صحيحين متضادين فمن كان عنده فليأتني به لا الف بينهما۔

القسم الثانى ان يتضادا بحيث لا يكمن الجمع بينهما و ذلك على خبرين احدها ان يظهر كون احدهما ناسخاً و الآخر منسوخاً فيعمل الناسخ و يترك المنسوخ و الثانى ان لا يقوم دلالة على ان الناسخ ايهما و المنسوخ ايهما فيفزع حينئذ الى الترجيح و يعمل بالارجح منهما و الا ثبت كالترجيح بكثرة الرواة او بصفاتهم فى خمسين و جهاً من وجوه الترجيحات اكثر

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے نخبہ میں کہا ہے:

و ان عورض بمثله فان امکن الجمع هو النوع المسمى بمختلف الحديث اولاً و ثبت التاخير فهو الناسخ و

المنسوخ اولاً فالترجيح ثم التوقف  
اور اس کی شرح میں کہا ہے :

فصار ما ظاهره التعارض واقعاً على هذا الترتيب الجمع  
ان امکن فا اعتبار الناسخ و المنسوخ فالترجيح ثم التوقف -  
اور شیخ ابوالفیض محمد بن علی الفارسی نے جوہر الاصول میں کہا ہے :

و المختلف قسماً ان احدهما ان يمكن الجمع بينهما فتعين  
المصير الى ذلك و يجب العمل بينهما كحدیثی لا عدوی و لا  
یورد و الثانی ان لا يمكن الجمع بوجه فان علمنا احدهما  
ناسخاً قدمناه و ان علمنا بالراجح منهما كالترجيح  
بصفات الرواة او اكثر تهم فی خمسين و جهاً من انواع  
الترجيح جمعها الا امام ابو بكر الحازمی فی كتابه الناسخ و  
المنسوخ

اور امام نووی نے شرح مسلم صفحہ ۲۵۳ میں بذیل حدیث پڑھنے دو رکعت  
کے بعد وتر کے کہا ہے کہ یہ رکعتیں یہاں جواز کے لئے پڑھی گئی ہیں پھر کہا:

و ما اشار اليه القاضي عياض من ترجيح الاحاديث  
المشهوره ورد رواية الركعتين جالساً فليس بصواب لان  
الاحاديث اذا صحت و امکن الجمع تعین و قد جمعنا بتنهما  
اور شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں کہا:

فيه انه لو سلم كون حماد و ابراهيم افقه من الزهري و  
سالم و سلم كون ما رواه الفقهاء راجحاً على من دونهم في  
افقه اذا كانوا حافظاً او احفظ؟ انما يصار الى الترجيح اذا  
لم يمكن الجمع و قد امکن الرفع على حال دون حال  
ايضا ہی اور بہت کتب اصول میں ہے۔ استقصاء عبارت سب کا موجب  
طول ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رجوع کرنا طرف ترجیح کے باوجود امکان جمع  
کے خلاف اصول حقہ صحیحہ ہے اور سرزد ہونا ایسی بات کا امام کی شان سے بعید ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مذہب ابوحنیفہؒ یہی ہے کہ ترجیح جمع پر مقدم ہے چنانچہ کتب اصول مذہب حنفی تو ضیح وغیرہ میں یہ مسئلہ مرقوم ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مجرد مذکور ہونے سے اس مسئلہ کے کتب اصول مذہب حنفیہ میں یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ ان کتابوں میں بہت باتیں ایسی مندرج ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے مروی نہیں علماء حنفیہ نے ان کو اپنی طرف سے گھڑ کر امام ابوحنیفہؒ کے ذمہ لگا یا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۶۵-۱۶۶ میں فرماتے ہیں۔

و منها ای المسائل التي ضلت في بواديها الافهام، وزلت  
الاقلام، وزلت الاقلام

انی و جدت بعضهم يزعم ان بناء الخلاف بين ابى حنيفه  
والشافعي على هذه الاصول المذكورة في كتاب البزدوى  
ونحوه، وانما الحق ان اكثرها اصول مخرجة على قولهم:  
وعندى ان المسئلة القا ئله بان الخاص مبين، و لا يلحقه  
البيان، وان الزيادة نسخ، وان العام قطعى كالخاص، وان  
لا ترجيح بكثرة الرواة، وانه لا يجب العمل بحدیث غیر  
الفقيه اذا انسد باب الرأى، وان لا عبرة بمفهوم الشرط و  
الوصف اصلاً وان موجب الامر هو الوجوب البتة:  
وامثال ذلك اصول مخرجة على كلام الآئمة، وانه لا تصح  
بها رواية عن ابى حنيفه و صاحبیه، وانه ليست المحافظة  
عليها و التكلف فى جواب ما يرد عليها من صناعات المتقدمين  
فى استنباطها كما يفعل البزدوى وغيره ا حق من  
المحافظة على خلافها و الجواب عما يرد عليه.

(الى ان نكر لها امثلة ثم قال) و يكفيك دليلاً على هذا قول  
المحققين فى مسئلة: لا يجب العمل بحدیث من اشتهر  
بالضبط و العدالة دون الفقه اذا انسد باب الرأى كحدیث  
المصراة ان هذا مذہب عيسى بن ابان، و اختاره كثير من

المتاخرین -

و ذهب الکرخی و تبعه کثیر من العلماء الی عدم اشترتا ط  
 فقہ الراوی لتقدیم الخبر علی القیاس، قالوا: لم ینقل هذا  
 القول من اصحابنا، بل المنقول عنهم ان خبر الواحد مقدم  
 علی القیاس، الا ترى انهم عملوا بخبر ابی حنیفہ فی الصائم  
 اذا اکل او شرب ناسیاً، و ان کان مخالفاً للقیاس حتی قال  
 ابو حنیفہ: لو لا الروایة لقلت با لقیاس۔ و یرشدک ایضاً  
 اختلا فہم فی کثیر من التخریجات اخذاً من صنائعہم و رد  
 بعضهم علی بعض۔

پس جو مدعی اس امر کا ہے کہ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے عندیات و اعتقادات  
 سے ہے وہ عقل صریح و بسند صحیح یہ مسئلہ ان تک پہنچاؤے اور اس وقت ہم یہ نہ کہیں گے  
 کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ بات نہ کہی ہوگی ان کی شان سے یہ بعید ہے اس کی جگہ یوں  
 کہیں گے کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہ بات کہی تو برا کیا اور حق و صواب کا خلاف کیا۔  
 الغرض یہ مسئلہ غلط ہے اب چاہو اس کا صدور امام سے نہ سمجھو اور اس حکایت کو کذب  
 جانو چاہو ان کو اس کا قائل ٹھہرا کر ان کا تخطیہ پسند کرو۔

تفصیل امر... بباعث عبث و بے فائدہ ہونے اس کلام کا محمل ثالث... راہ  
 سے یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ رواۃ حدیث ابن مسعودؓ کے زیادہ فقیہ ہیں لیکن یہ  
 زیادتی اکیلی کس کام آتی ہے اور کب اس حدیث کو حدیث ابن عمرؓ پر ترجیح دیتی ہے جس  
 حالت میں کہ بمقابلہ اس کے حدیث ابن عمرؓ میں تین وجہ قوی ترجیح کے پائے جاتے  
 ہیں۔

وجہ اول ترجیح حدیث ابن عمرؓ کی یہ ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے  
 راوی ثقہ با اتفاق علماء مسلمین کے یہاں تک کہ کوئی موافق یا مخالف اس میں دم نہیں مارتا  
 اور کسی مسلمان نے آج تک اس میں کلام نہیں کی بخلاف حدیث ابن مسعودؓ کے کہ اس  
 کی صحت میں کلام ہے۔ کوئی طریق اس کا کلام سے خالی نہیں ہے طریق حماد جو اس  
 حکایت میں گھڑ لیا ہوا ہے اس کا ضعف کچھ بیان ہو چکا ہے کچھ آئندہ تفصیل جواب ثانی

میں بیان ہوگا اگر کوئی اور طریق اس کا... تو اس کا حال ضعف میں سن لے گا یا ہم کسی موقع پر بیان کر دیں گے اسی واسطے آئمہ سلف اور خلف جیسے ابن مبارک اور ابوداؤد اور بخاری اور علی بن المدینی اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن آدم اور ابو حاتم اور ابن حبان اور بیہقی اور دارقطنی... اور صنعانی نے مطلقاً بدون تخصیص کسی... حدیث کو ضعیف کہا ہے چنانچہ جو اقوال ان آئمہ... تفصیل جواب دوم میں نقل کی جائے گی۔

وجد دوم حدیث ابن عمرؓ کی علو اسنادی ہے یعنی ابن عمرؓ کی حدیث کی سند عالی ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ سے لے کر... تک تین واسطے ہیں اعنی ابن عمرؓ اور سالمؓ اور زہری بخلاف حدیث ابن مسعودؓ کے کہ اس کی سند نازل ہے... اور اس میں تین واسطے سے زیادہ واسطے ہیں یعنی حماد اور ابراہیم اور علقمہ واسود۔ وابن مسعود اور محدثین سلف و خلف کے نزدیک عالی سند کو نازل پر ترجیح ہے کیونکہ سند عالی میں بسبب کم ہونے واسطے کے خلل کا احتمال کم ہے اور نازل میں بسبب کثرت واسطوں کے خلل کی زیادتی کا خوف اس لئے ہے۔ (غرض) یہ علو سند بڑی بھاری وجہ ترجیح کی ہے امام عبد اللہ بن المبارکؒ ہم صحبت ابو حنیفہؒ کے اور امام احمد بن حنبلؒ اور رئیس الآئمہ یحییٰ بن معین اور حاکم ابو عبد اللہ اس علو سند کو بڑی بھاری بات سمجھتے ہیں اور اس کو سنت سلف بتلاتے اور اس کی رغبت دلاتے۔ امام ابن الصلاحؒ نے اٹھائیسویں نوع میں کتاب معرفۃ علوم الحدیث کے فرمایا ہے:

و روینا عن احمد بن حنبل انه قيل له اير حل الر جل في طلب العلو فقال بلى و الله لقد كان علقمه و الاسود يبغهما حدیث عن عمر فلا یقنعان حتی یخر جا الے عمر فیسمعان منه

اور کہا اٹیسویں نوع میں

و روینا عن عبد الله بن المبارک قال الاسناد من الدين لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء و طلب العلو سنة ایضاً و استحباب الرحلة فيه علی ما سبق ذکره قال احمد بن حنبل طلب الاسناد العالی سنة عن السلف و قد روینا ان یحیی بن



معین قیل له فی مرضه الذی مات فیہ ماتشتہی قال بیت خال و اسناد عال قلت العلوی بعد الاسناد من العلوی لان کل رجل من رجالہ یحتمل ان یقع الخلل من جهة سهواً او عمدًا ففی قلتہ قلة جهات الخلل و فی کثر تہم کثرة جهات الخلل و هذا جلی واضح -

اور کہا علویؒ نے حاشیہ صفحہ ۷۲ شرح نخبہ میں:

وقال الحاكم في طلب الاسناد العالي سنة صحيحة فذكر حديث انس في لجئى الاعرابى و قوله يا محمد انا ناهيوك .. فزعم كذا الحديث قال ولو كان طلب العلو في الاسناد غير مستحب لا نكر عليه سواه عما خبره رسوله عنه ولا مره با لاقتضاء على ما خبره الرسول عنه

اور حافظ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے:

ولما كان الاسناد من خصائص هذه الامة و ذلك انه ليست امة من الامم يمكنها ان تسند عن نبيها اسنادا متصلًا غير هذه الامة فلهذا كان الطلب الاسناد العالي مرغبا فيه كما قال الامام احمد بن حنبل الاسناد العالي سنة عن سلف و قيل ليحيى بن معين في مرض موته ماتشتہی قال بيت خال و اسناد عال و لهذا تداعت رغبات كثير من الائمة النقاد و الجهابذة الحفاظ الى الرحلة الى اقطار البلاد و طلبا لعلو الاسناد و ان كان قد منع من جواز الرحلة بعض الجهلة من العباد فيما حكاه الراهمزى في كتابه الفاضل ثم اعلم ان علو الاسناد ابعد من الخطا و العلة من نزوله و قال بعض المتكلمين كلما طال الاسناد كان النظر في التراجع و الجرح و التعديل اكثر فيكون الاجر على قدر المشقة و هذا لا يقابل ما ذكرناه و الله اعلم انتهى كلامه

علی ما نقله خیر معا صرینا السید العلامہ ابو الطیب فی  
منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول -

وجہ سوم ترجیح حدیث ابن عمرؓ کی مروی ہونا اس حدیث ابن عمرؓ کی مروی ہونا  
اس حدیث ابن عمرؓ کا ہے سوائے ان کے پچاس صحابہ سے اور پہنچنا اس کا حد تو اتر  
معنوی کو بخلاف ابن مسعودؓ کی حدیث کے جو ایک ابن مسعودؓ تک بھی سند صحیح سے نہیں  
پہنچ سکتی اور نہ کسی اور صحابی سے سند صحیح سے ثابت ہے۔ اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفی شیخ  
عبداللہ حنفی دہلوی کے پوتے نے محلی شرح موطا میں ناچار ہو کر مان لیا ہے کہ اگر حنفیہ  
کے اصول پر ترجیح کو جمع و تطبیق پر مقدم ہی سمجھا جاوے تو بھی یہ قاعدہ مفید نہیں اور  
جواب امام کا پورا بن نہیں سکتا۔ یہ جواب تب پورا ہوتا جب کہ راوی حدیث رفع یدین  
سوا ابن عمر کے اور کوئی نہ ہوتا حالانکہ وہ پچاس صحابی سے مروی ہے چنانچہ بعد ان دو  
عبارتوں کے جو بضمن تفصیل امر اول و ثانی متفرق گزر چکی ہیں یہ بات انہوں نے کہی  
ہے ہم اس مقام میں پوری عبارت واسطے اتمام فائدہ طلبا و ناظرین کے نقل کرتے ہیں  
- شیخ موصوف بعد نقل کرنے اس حکایت موضوعہ مکذوبہ کے فرماتے ہیں:

فیہ انہ لو سلم کون حماد و ابراہیم افقہ عن الزہری و سالم  
و کون ما رواہ الفقہاء راجحاً علی من دونہم فی الفقہ اذا  
کانوا حفاظاً او احفظ و انما یصار الی الترجیح اذا لم  
یمکن الجمع و قد امکن بحمل الرفع علی حال دون حال و لو  
سلم تقدیم الترجیح علی الجمع کما هو اصل الحنفیۃ فانما  
یتم الجواب اذا اقتصر روایۃ علی ابن عمر و قد تقدم انہ رواہ  
خمسون قال الامام البخاری فی جزء رفع الیدین و من زعم  
انہ بدعۃ فقد طعن فی الصحابۃ لانه لم یثبت عن احد منهم  
ترکہ -

جب شیخ سلام اللہ سے جو مخاطبین کے نزدیک مسلم القول ہے یہ تسلیم و  
اعتراف ثابت ہے اور خصوم پر قوی حجت تو اس کے متابعات میں قول علامہ محمد معین حنفی  
کا نقل کرنا نا مناسب نہیں ہے گو خصوم اس کو نہ مانیں، طلاب حق اور اہل سنت تو اس

سے نفع اٹھائیں گے۔ جناب ممدوح نے فرمایا ہے :

علی ان حدیث ابی عمر فی الرفعات قد عرفت فیما سبق انه  
قل حدیث یوازیه فی القوة و انه من المتواتر۔ . . ہو طور

موطر لایز عزعہ عا صفات الریاح فضلاً عن غیرہا  
پھر امام ابن الجوزیؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص حدیث رفع یدین کا ان  
احادیث سے مقابلہ کرنا چاہے جو عدم رفع میں مروی ہیں وہ احمق ہے ذکر کیا اس کو ابن  
حجر عسقلانیؒ نے تخریج بمسند رافعی میں۔ چنانچہ فرمایا ہے

و لقد صدق ابن الجوزی حیث حکم علی من حا ول  
معارضة حدیث الرفعات بما روی من الا حدیث فی عد مہا  
فقال ما ابلہ من یحتج بھذہ الا حدیث یعنی التی تروی فی  
عدم الرفع الا مرة فی التحریم لیعارض بها الا حدیث

التامہ حکاہ الحافظ ابن حجر فی تخریج مسند الرا فعی

خلاصہ اس بیان کا یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ حدیث ابن مسعودؓ کے راوی  
فقہ ہیں جس سے ایک وجہ ترجیح اس کی اس حدیث میں پائی جاتی ہے، لیکن اس کے  
مقابل حدیث ابن عمرؓ میں تین وجہ ترجیح کی پائی جاتی ہیں صحت سند جس میں ثقاہت  
رواۃ بھی مندرج ہے علوسند کثرت طرق جو شہرت اور تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہے  
پس ایک وجہ فرضی الوجود کو تین وجہ تحقیقی یقینی پر کس طرح ترجیح ہو سکتی ہے اور فقہ راوی  
کے باوجود اس کے غیر ثقہ وہی بدعتی ہونے کے کب کام آتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ  
وہ کلام مجمل ثالث کی راہ سے بھی صحیح و لائق تسلیم نہیں ہو سکتی بلکہ کذب اور خلاف اصول  
صحیحہ اور عبث و بے فائدہ معلوم ہوتی ہے جیسے مجمل اول کی راہ سے ضعف اور ثانی کی راہ  
سے کذب معلوم ہو چکی ہے۔ اس سے تیسری دلیل کذب پر اس حکایت کے قائم ہو گئی  
۔ پس شہادت تین دلائل کے ثابت ہو گیا کہ یہ قصہ ضعیف بلکہ وضعی و جعلی ہے اور  
جناب ابو حنیفہ کی شان نہیں ہے کہ ایسی باتیں اپنی زبان گو ہر افشان سے فرمائیں جو  
اس جعلی قصہ میں مندرج ہیں۔

تفصیل جواب دوم یہ ہے کہ بعد فرض و تسلیم صحت اس قصہ کے محل استشہاد و

مناط استدلال اس میں حدیث ابن مسعود ہی ہے جس کو امام نے حماد سے نقل کیا ہے اور اس نے ابراہیم سے .. الخ۔ سو اسناد کی جہت سے ضعیف ہے دو راوی اس کی اسناد میں ضعیف ہیں ایک حماد دوسرا اور۔ حماد کا ضعف تو بضمن تفصیل امر اول امور متفرعہ محمل ثالث محامل مذکورہ دلیل ثالث کے ثابت ہو چکا ہے۔ رہا دوسرا راوی سو تفصیل اس کے حال کی اور ذکر کرنا اس کے نام کا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ اتنا کہتا ہوں کہ امام یحییٰ بن سعید قطان اور ابن عدی اور دارقطنی اور نسائی اور بخاری وغیرہم نے اس کو ضعیف کہا ہے بعض نے علت ضعف سوء حفظ بیان کی بعض نے کچھ اور اور ان کے کلمات ان کی تصنیفات میں ہیں جیسی بخاری کی کتاب الضعفاء اور نسائی کی...ضعفاء۔ اور بعض آئمہ کے اقوال حافظ ابن... نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ذہبی نے جس کو مسلم الثبوت میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے: هو من اهل المعرفة... فی نقد الرجال میزان الاعتدال میں اور ابن الہمام وعینی حنفی نے شروع ہدایہ میں نقل کیا ہے۔ پس اگر ہمارے مخاطبین حساب دوستان درد دل سمجھ گئے اور اس شخص کو پہچان کر اس کے ضعف کو مان گئے یا حماد کے ضعیف ہونے سے اس حدیث کو ضعیف جان کر منفعیل ہو گئے تو حاجت تفصیل باقی نہ رہے گی۔ ان کا اس راوی کے... کلام مان لینا کافی ہوگا۔ یہ نہ ہوا تو فقط حماد کا ضعف، ضعف حدیث کے لئے وافی ہوگا اس لئے کہ تمام سند سے ایک راوی کے ضعیف ہونے سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے اور اگر انہوں نے حماد کے ضعف کو نہ مانا اور اس دوسرے راوی کے ضعف کو بھی نہ جانا یا ان مجمل حوالوں کو خلاف واقع سمجھا تو لاچار ہو کر ہم کو تفصیل کرنی پڑے گے (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۴۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۲۵۔ اگست ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار بحرہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)  
بالفعل مجھ کو تفصیل حال اس راوی سے دو مانع روکتے ہیں:

ایک یہ کہ وہ راوی اگرچہ خاص کر حدیث میں ضعیف ہے و لیکن وہ کئی اور علوم دین و فضائل و کمالات میں ہم سزا اور علماء کے ہے اور میرا بھی معتقد فیہ ہے۔ اور اگر میں نے ذکر اس کے ضعیف ہونے کا علم حدیث میں کیا تو عوام جہلاء خصوصاً وہ جن کو ان کی جناب میں پہلے سے سوء ظنی ہے ان کے باقی کمالات کو مٹانے لگیں گے اور ان کو حقارت سے یاد کریں گے۔ یہ بات مجھے منظور نہیں۔ اور انصاف سے بھی بعید ہے کہ ایک وصف کے نہ ہونے سے دوسری صفت کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ جامع ہونا جمیع صفات و کمالات کا لوازم کمال سے ہے۔ سلف میں بہت ایسے گزرے ہیں کہ وہ ایک فن میں کامل تھے دوسرے سے واقفی نہیں رکھتے تھے باوجود اس کے وہ اپنے فن کے امام مانے گئے کسی نے ان کو اہانت سے متہم نہیں کیا۔ ملخص طبقات ذہبی میں حلیمی کے ذکر میں کہا ہے:

العلامة البارع رئيس اهل الحديث بما وراء النهر القاضي  
ابو عبد الله الحسين بن الحسين بن محمد بن عبد الحليم  
الفجاري الشافعي كان من اذكيا زمانه الجامع الجلالة في  
العلم ترك حديثه وكذا لك شيخه مع عبادته فكم من امام  
في فن مقصر عن غيره كسيبويه مثلاً امام في النحو و لا  
يدري ما لحدیث و وكيع امام في الحديث و لا يعرف العربية  
و كابي نواس راس في الشعراء عن غيره و عبد الرحمن بن  
مهدى امام في الحديث و لا يدري ما لطلب . و محمد بن  
الحسن راس في الفقه لا يدري ما القراءة و كحفص امام  
القراءة تأسف في الحديث : و للحروب رجال يعرفون بها  
اس کا موید ہے جو کہا گیا ہے لكل فن رجال۔ اور نیز کہا گیا ہے:

ہر گلے رارنگ و بوئے دیگرست

مانع دوم۔ یہ کہ خصوصاً حاسدین میرے اس محدثانہ کلام کو اہانت پر حمل کریں گے اور مجھے اس شخص کی طرف سے منحرف و غیر معتقد قرار دیں گے حالانکہ میں ان کے معتقدین سے ہوں۔ اور سوائے اسکے کہ میں ان کو علم حدیث میں بہ نسبت اور آئمہ اس

فرن کے کم سمجھتا ہوں، کوئی بدگمانی نہیں رکھتا و اللہ علی ذلك شهيد و كفى به شهيداً۔  
پس بلحاظ ان دو مانع کے میں تفصیل نام و حال اس دوسرے راوی سے تعرض نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ لوگ خود درپے تفتیش ہوئے اور میرے اس بیان کے مذنب ہو کر اس راوی کے حال کے کرید کرنے لگے تو ان کے مقابلہ میں میں بھی قلم اٹھاؤنگا۔ اس صورت میں بدنام کرنے والے اس شخص کے عوام میں وہ لوگ ہوں گے نہ راقم۔ غیر معتقدان کے وہ قرار دیئے جائیں گے نہ یہ عاجز۔ و قد جاء الوزر علی البادی۔ اور اگر کسی ثالث بالخیر کو بنظر انصاف و تحقیق کے ابھی سے ملاحظہ حال اس شخص کا منظور ہو تو وہ تمام رواۃ اس اسناد کے تفتیش کرے ان میں خود بخود اس شخص کو پہچان جاوے گا اور اس کے حق میں اقوال علماء مذکورین جیسے ہم نے مجملاً ذکر کئے ناطق پاوے گا۔

باجملہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے دو راوی مجروح ہیں۔ اسی واسطے آئمہ حدیث نے حدیث حضرت ابن مسعودؓ کو بلا تفصیل و تخصیص کسی طریق کے ضعیف کہہ دیا ہے۔ اگر یہ طریق ضعف رواۃ سے محفوظ ہوتا تو علی الاعلان اس کو ضعیف نہ کہتے اس طریق کو اس سے مستثنیٰ کرتے۔

اب سنو اقوال ان آئمہ کے جو حدیث ابن مسعودؓ کو ضعیف فرما گئے ہیں۔ پس سننا چاہیے کہ عبد اللہ بن مبارکؓ نے جو امام ابوحنیفہؒ کے صحبتی ہیں اس نے حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہوئی۔ ایسا ہی امام بخاریؒ اور امام احمدؒ و امام علی بن المدینیؒ اور امام ابوداؤدؒ اور امام یحییٰ بن آدمؒ اور امام ابو حاتمؒ اور امام دارقطنیؒ اور امام دارمیؒ اور امام حمیدیؒ کبیرؒ اور امام بیہقیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ بڑی اچھی حدیث اہل کوفہ کے پاس یہی حدیث ابن مسعودؓ کی ہے اور حقیقت میں یہ بڑی ضعیف ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح موطا میں بعد نقل کرنے حدیث ابن مسعودؓ کے کتاب ترمذی و ابوداؤد سے کہا ہے:

قال ابو داؤد و هذا حدیث مختصر من طویل لیس  
هو الصحيح علی ذلك اللفظ قال الحافظ ابن حجر فی  
تخریج الراعی قال ابن المبارک لم یثبت عندی و ضعفه

احمد و شیخہ یحیٰ بن آدم و البخاری و ابو داؤد و ابو حاتم و الدار قطنی و الحمیدی الکبیر و البهیقی و قال ابن حبان هذا احسن خبر روى اهل الكوفة و هو فى الحقيقة اضعف شئى يعول عليه لان له علة توهنه و وقع فى الخلاصه للنووى حكاية الاتفاق على تضعيف هذا الحديث انتهى -

و قال ابن القطان هو عندى صحيح ولا يقول ثم لا يعود فقد قالوا ان وكيعاً كان يقول من قبل نفسه وكذا قال الدار قطنى انه صحيح الا هذه اللفظة ذكره الحافظ فى تخریج الهدایة

اور امام محمد بن علی شوکانی نے فوائد مجموعہ میں کہا ہے:

و قد ضعفه ابن المبارك و احمد و البخاری - و قال النووى فى الخلاصة اتفقوا على تضعيف هذا الحديث، انتهى - و قد عارضه احدث متواترة على نحو عشرين صحابياً - و التبت مقدم على النافى على فرض صلاحية هذا الحديث و الفرد للاعتبار فكيف و هو كما ترى -

ملا علی قاری نے کتاب موضوعات میں بعض آئمہ سے نقل کیا ہے:

و منها احدث المنع عن رفع اليدين فى الصلوة عند الركوع و الرفع منه كلها كذب باطل لا يصح منها شئى كحديث ابن مسعود الا صلى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلي فلم يرفع يديه الا لاول مرة قال ابن المبارك قد ثبت حديث سالم عن ابيه فى الرفع و لم يثبت حديث ابن مسعود كحديثه الا آخر صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابي بكر و عمر فلم يرفعوا الا عند افتتاح الصلوة و هو منقطع لا يصح -

اور شیخ ابن طاہر حنفی نے اپنے رسالہ موضوعات میں کہا ہے:

و قال ابن حبان هذا احسن خبر روى اهل الكوفة و هو فى الحقيقة اضعف شئى - و قال النووى اتفقوا على ضعفه -  
ان دو صاحبوں اخیر الذکر نے حمیت مذہبی کو کام میں لا کر اس جرح کا کچھ  
جواب بھی دیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے بعد نقل اس کلام کے کہا ہے:

قلت حدیث ابن مسعود رواه ابو داؤد و الترمذی قال  
الترمذی حدیث حسن و اخرجه النسائی عن ابن المبارک  
بسندہ فما نقل عن ابن المبارک غیر ضار بعد ما ثبت  
بالطریق التی ذکرناھا -

اور شیخ ابن طاہرؒ نے بعد نقل کرنے کلام نوویؒ کے کہا ہے:

قال الزرکشی نقل الایقان لیس بشیء فقد صحه ابن  
حزم و الدارقطنی و ابن القطان و غیر ہم و بوب علیہ  
النسائی رخصتہ فی ترکہ و نقل ابن حجر فی تخریج  
احادیث الہدایہ تصحیحه عن الدارقطنی و ابن القطان -

اور ذکر صحیح امام ابن حزمؒ اور تحسین امام ترمذیؒ کا صاحب محلی نے بھی اپنی

کتاب میں کیا ہے۔

پس جواب ملا علی قاریؒ کی پہلی بات کا یہ ہے کہ اگرچہ امام ترمذیؒ نے اس  
حدیث کی تحسین کی ہے لیکن خود ہی ابن المبارکؒ سے اس کی تضعیف نقل کر دی ہے  
چنانچہ صفحہ ۳۶ میں اپنی کتاب کے کہا ہے:

و قال عبد اللہ بن المبارک قد ثبت حدیث من یرفع و ذکر  
حدیث الزہری عن سالم عن ابیہ و لم یثبت حدیث  
ابن مسعود ان النبی ﷺ لا یرفع یدیه الا فی اول مرۃ -

پس باوجود نقل اور تسلیم اس کلام کے پھر حسن کہنا ان کا کیونکر لائق تسلیم و قبول  
ہے خصوصاً جس حالت میں کہ ترمذی کو صحیح و تحسین میں تساہل بھی ہے۔ اسی واسطے اس  
کی جامع، سنن ابی داؤد و نسائی سے نیچے درجہ شمار کی جاتی ہے اور اس پر بسبب صحیح کہنے  
بعض احادیث ضعیفہ کے سخت تشنیع محدثین واقع ہوئی ہے چنانچہ دیباچہ محلی شرح موطا



میں نقل ہے:

قال الذہبی انحطت رتبة جامع الترمذی عن سنن ابی داؤد و النسائی لآخر اجه حدیث . . و الکلبی و امثالها. فی المیزان لا تغتر بتحسین الترمذی فعند المخالفة غالباً ضعاف .

اور حافظ ابن قیم زاد المعاد میں بعد نقل کرنے حدیث علی مرتضیٰ در باب مسئلہ جواز اجتماع نام اور کنیت آنحضرت ﷺ کے جس کو ترمذی نے حسن اور صحیح کہا، فرمایا ہے و حدیث علی فی صحته نظر و للترمذی نوع تساهل فی التصحیح - اور تائید کرتا ہے اس کی جو امام شوکانی نے صفحہ ۲۵۴ میں فوائد مجموعہ کے ایک حدیث سخت ضعیف نقل کر کے کہا ہے:

و فی اسنادہ کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف قال ابن حبان له عن ابیه عن جدہ نسخة موضوعة قد روی له الترمذی و صحح حدیثہ و اعترض علیه بذلك.

اور جواب دوسری بات کا جو درحقیقت ابن ہمام کی طبع زاد ہے اور ان کی تقلید سے ملا علی قاری و شیخ عبدالحق دہلوی و ابراہیم حلبی نے وہ بات کہی ہے یہ ہے کہ وہ طریق جس سے حدیث ابن مسعود، ابن مبارک سے نسائی نے روایت کی ہے وہی طریق عاصم بن کلیب کا ہے جس میں بڑی زور شور سے محدثین کے کلام مشہور و معروف اور ان حضرات کو معلوم ہے۔ پس ذکر کرنا اس طریق کا بمقابلہ جرح ان آئمہ جارحین کے کب لائق ہے اور اگر ابن مبارک کے روایت کرنے سے اس حدیث کو طریق عاصم سے یہ حضرات سمجھ گئے ہیں کہ ابن مبارک نے اس کو صحیح سمجھا ہے اور عاصم بن کلیب کی تعدیل کی ہے تو یہ محض ناواقفی کی بات ہے۔ اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی ثقہ کسی شخص سے کوئی روایت کرے تو اس سے اس شخص کی تعدیل اس ثقہ کی طرف سے متصور نہ ہوگی چنانچہ امام ابن صلاح نے ۲۳ ویں نوع میں اپنی کتاب علوم الحدیث کے فرمایا ہے:

السابعة اذا روی العدل عن رجل و سماه لم تجعل رواية عنه تعدیلاً منه له لان ذلك يتضمن التعديل و الصحيح هو

الاول لانه يجوز ان يروى عن غير عدل فلم يتضمن روايته

عند تعديله

اور جواب ابن طاہرؒ کی پہلی بات کا یہ ہے کہ امام ابن حزمؒ کی تصحیح اگر سبب جرح حدیث کو اٹھا کر ہوتی تو صلاحیت معارضہ رکھتی اور جس حالت میں کہ جارحین نے سبب جرح مبین و مفصل بیان کیا ہے اور امام ابن حزمؒ نے اس کو نہیں اٹھایا تو انکا جرح اس کی تصحیح پر مقدم ہے چنانچہ کتاب مسلم الثبوت میں جو حنفی مذہب میں معتبر کتاب ہے کہا ہے:

اذا تعارض الجرح و التعديل فالتقديم للجرح مطلقاً عند الاكثر و قيل للتعديل عند زيادة المعدلين و محل الخلاف اذا اطلقا او عين الجرح سببا لم ينفذ العدل او نفاه لاتبعين-

اور مقدمہ امام ابن الصلاحؒ کی تیسویں نوع میں لکھا ہے:

اذا جتمع فى شخص جرح و تعديل فالجرح مقدم لان المعدل يخبر عما ظهر من حاله و الجرح يخبر عن باطن خفى على المعدل فان كان عدد المعدلين اكثر فقد قيل التعديل اولى والصحيح الذى عليه الجمهور ان الجرح اولى لما ذكرناه و الله اعلم -

ایسا ہی اور کتب اصول حدیث میں مرقوم ہے۔ بناءً على هذا تصحیح ابن حزم کا لعدم ہے اور قول امام نووی کا کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے بلا غبار صحیح ہے۔ اور مراد اس کی یہ ہے کہ یہ حدیث باتفاق ان لوگوں کے جن کے اقوال مستند بدلیل ہیں اور اعتبار رکھتے ہیں ضعیف ہے۔ اب رہا صحیح کہنا دارقطنی اور ابن قطان کا سو محض بحسب زعم شیخ ابن طاہرؒ کے ہے بحسب واقع ان دونوں صاحبوں نے تصحیح اس حدیث کی بدون لفظ ثم لا يعود کے کی ہے چنانچہ عنقریب محلی شرح موطا کی عبارت میں گذرا۔

و قال ابن القطان هو عندى صحيح و لا تقول ثم لا يعود فقد قالوا ان و كيعاً كان يقول من قبل نفسه - و كذا قال

الدار قطنی انه صحیح الا هذه اللفظ ذكره الحافظ في  
تخريج الهداية، نہ صحیح کل متن کی اور نہ صحیح خاص اس اسناد کے۔  
پس نسبت کرنا شیخ صاحب کا صحیح اس حدیث کو بلا تفصیل اور حوالہ کرنا اس کا  
تخریج مسند رافعی پر بجز خطایا مغالطہ کے کیا متصور ہے۔

جواب دوسری بات ابن طاہر کا یہ ہے کہ استنباط کرنا نسائی کا اس حدیث  
سے عدم رفع میں اس پر دال نہیں ہے کہ یہ حدیث نسائی کے نزدیک صحیح ہے اور راوی  
اس کے اس کے نزدیک ثقہ۔ محدثین بسا اوقات ایک حدیث ضعیف راوی ضعیف سے  
باوجود اس کے ضعیف ہونے کے نقل کر دیتے ہیں اور اس کو عمل میں لے آتے ہیں اور  
وہ اس حدیث کے صحیح شمار نہیں کئے جاتے چنانچہ مقدمہ ابن الصلاح سے عنقریب نقل  
ہو چکا ہے کہ جب کوئی ثقہ کسی شخص سے روایت کرے تو اس کے روایت کرنے سے  
اس کی تعدیل ثابت نہیں ہوتی۔ اسی عبارت کے متصل اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ  
اگر کوئی عالم کسی حدیث پر عمل کر لے اور اس کو حجت ٹھہرا لے تو اس سے اس کی صحیح  
ثابت نہیں ہوتی چنانچہ کہا ہے:

و هكذا نقول ان عمل العالم او فتياہ علی وفق حدیث لیس  
حکماً منه بصحة ذلك الحدیث و کذا لك مخالفة للحدیث  
لیس قد حاً منه فی صحته ولا فی راویہ۔

اور خاص کر امام نسائی کی تو یہ عادت ہے کہ ہر راوی ضعیف کی حدیث کو اخذ  
کر لیتا ہے جب تک کہ اس کے ضعف و متروک ہونے پر اتفاق نہ ہو اگرچہ بہت لوگ  
اسکو ضعیف کہیں چنانچہ طیبی کے اصول میں ہے:

قیل کان مذہب النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی  
ترکہ۔

ایسا ہی شرح نخبہ میں ہے صفحہ ۹۴۔

اور جو شخص ضعیف راوی سے باوجود علم اس کے ضعف کے حدیث کو روایت  
کرے اس کی روایت سے صحیح کب مستفاد ہو سکتی ہے۔ اس بیان سے سب اعتراضات  
حنفیہ کے اوپر جا رحین اس حدیث کے مندرفع ہوئے اور ضعف اس حدیث کا

بلا مزاحمت ثابت ہو گیا، جس سے جواب ثانی کامل ہوا۔ اور اس سے دو جواب اس قصہ مکذوبہ موضوعہ کے پورے ہو گئے اب ہم دونوں کو ایک تتمہ اور ایک لطیفہ سے ختم کرتے ہیں۔

تتمہ:

یہ جو بضمن دلیل اول ابن الصلاحؒ کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں صحیح احادیث مجرد اعتبار اسانید سے معتذر ہے اور باب تصحیح میں تصریح و تخصیص آئمہ سلف کے بکار ہے اس میں بعض علماء نے جو ابن الصلاحؒ سے پیچھے ہوئے جیسے عراقیؒ، نوویؒ، سیوطیؒ، ابن جماعیؒ، یہ کلام کیا ہے کہ اگر کسی کو پچھلے زمانوں میں وہ قوت تمیز حاصل ہو جو متقدمین کو تھی تو وہ بھی اپنے اجتہاد سے حدیث کو صحیح کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابوالحسن قتانؒ نے ابن الصلاحؒ کے زمانہ میں اور حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ نے اور حافظ زکی الدین منذریؒ وغیرہ نے اس کے پیچھے بعض احادیث کو صحیح کہا ہے لیکن اس کلام کو میرے مدعا سے مخالفت نہیں ہے میرا مدعا جس پر میں نے عبارت ابن الصلاحؒ کو شاہد ٹھہرایا ہے اس مقام میں اسی قدر ہے کہ مجرد وجود سند اور ثقاہت اس کے رجال کے جو آج کل کے لوگوں کے خیال میں آدے کافی نہ ہوگی جب تک کہ اس فن کے ناقد آئمہ حدیث سے اس کی تصحیح ثابت نہ ہو، سو اس میں معتقدین ابن الصلاحؒ کو بھی کلام نہیں انہوں نے بھی منصب تصحیح کے واسطے کمال معرفت و قوت و تمیز و اتقان کو شرط ٹھہرا رکھا ہے اور یہ نہیں کہا کہ کس و ناکس یہ منصب رکھتا ہے۔ رہا یہ امر کہ جو ابن الصلاحؒ اور اس کے معتقدین میں اختلاف ہے ابن صلاح کے نزدیک تصحیح متقدمین سے مخصوص ہے۔ متاخرین پر اس کا دروازہ بند ہے اس کے معتقدین کے نزدیک یہ منصب آئمہ متاخرین میں بھی پایا جاتا ہے، اس میں حق پر کون ہے، سو یہ دوسری بات ہے جس سے اسجگہ بحث نہیں اور اگر کسی کو اس میں بحث منظور ہے تو اس گفتگو سے جس میں یہ تحریر ہو رہی ہے علیحدہ ہو کر اس میں بحث شروع کرے۔ میں اس اختلاف میں حق بجاناب ابن الصلاحؒ خیال کرتا ہوں اور اس کے مقابلین میں خطا کا گمان رکھتا ہوں اور میں اس میں کچھ تحریر بھی کر چکا ہوں۔ من شاء فلیبراجعہا

لطیفہ:

بعض مضامین میرے ان جوابوں کے ہمارے مخاطب پردہ نشین کو جو ایک بچہ کے حجاب میں بحث کر رہا ہے بوا سطرہ تحریر میرے احباب کے پاس پہنچے اس کے جواب میں جو کچھ گوہر افشانی ان سے ہوئی ہے وہ اس مقام میں نقل کر دینا موجب لطف سمجھتا ہوں اور اس میں دو فائدے مد نظر رکھتا ہوں۔ ایک یہ کہ اس شخص کو پھر حوصلہ قلم اٹھانے کا میری اس تحریر کے جواب میں باقی نہ رہے، دوسرے یہ کہ اس ک علمیت و فضیلت جس کا وہ مدعی ہے اور بلحاظ اس فضیلت کے طالب کہنے کو اپنی ہتک سمجھتا ہے لوگوں پر منکشف ہو جاوے۔

پس واضح ہو کہ اولاً جو میں نے لکھا ہے کہ یہ قصہ بلا اسناد ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے تو کتب معتبرہ سے نشان دے دیا اور وہ بلا مسند ہیں۔  
ہذا کلامہ -

اسکا جواب یہ ہے کہ سند و اسناد اصطلاح اہل اصول میں کتاب معتبرہ کو نہیں کہتے بلکہ طریق متن حدیث کو کہتے ہیں یعنی ان راویوں کو جن کے ذریعہ سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔ دیکھو شرح نجبہ اور دو تین ورق کارسالہ اصول جو جامع ترمذی کے ابتداء میں لگ رہا ہے۔ شرح نجبہ کی عبارت یہ ہے:

الاسناد حکایة طریق المتن -

اور اس کی دوسری جگہ میں ہے:

الاسناد هو الطريق الموصله الى المتن و المتن ما ينتهي اليه

الاسناد -

پس آپ کا کتاب فتح القدير و خوارزمی کو سند سمجھنا بجز ناواقفی کے اصول حدیث میں کیا متصور ہوا، اور اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ ہے وہ باسناد مصطلح اہل اصول ہے تو یہ خلاف واقع ہے ان کتابوں میں باسناد باتیں بھی ہیں اور بلا اسناد بھی ہیں۔ دیکھو یہی قصہ مناظرہ کا جس کی سند سفیان تک نہیں پہنچائی۔ اور ثانیاً جو میں نے لکھا ہے کہ یہ قصہ خوارزمی میں ابن عیینہ سے بلا اسناد قبول؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ نہیں سفیان سے ہے (ایسا ہی سفیان صا سے جناب کی تحریر میں ہے،

اور دراصل یہ لفظ سین سے ہے۔ محمد حسین) پھر فرمایا ہے کہ اب کہو کون سا سلسلہ اسناد کا ٹوٹا ( عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۵۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ہشتم ستمبر ۱۸۷۷ء

(مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتمل کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری) کہ شاگرد کا شیخ سے فاصلہ رہا ہے فرق باعتبار.. اسماء الرجال تاریخ دین سے نکالو ورنہ دروغ بے فروغ سے کیا حاصل ہے۔ ہذہ کلامہ -

اس کے جواب میں، میں (یعنی محمد حسین بٹالوی) کہتا ہوں کہ آپ کا یہ کہنا کہ ابن عینیہ ابن صفیان ہے اس سے آپ کی ناواقفی مشاہیر... سے ثابت ہوتی ہے جناب من! ابن عینیہ ہی سفیان کو کہتے ہیں اگر کسی استاد سے مشکوٰۃ بھی پڑھ لیتے تو یہ بات نہ کہتے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ کون سا سلسلہ اسناد کا ٹوٹا ہے کہ شاگرد کا شیخ سے فاصلہ رہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث کے کوچہ میں کبھی قدم نہیں رکھا آپ نے خوارزمی کو شاگرد اور ابن عینیہ کو شیخ سمجھ کر سلسلہ سند کو متصل سمجھ لیا ہے اور یہ بات اہل حدیث کے درس میں بیٹھنے والا نہ کہے گا جناب من خوارزمی ساتویں صدی میں ہوا اور سفیان بن عینیہ تیسری صدی میں گزر چکا۔ سنہ پیدائش خوارزمی، فوائد یہی فی تراجم الحنفیہ کے صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے:

محمد بن محمود بن محمد بن الحسن الخوارزمی ابو المؤید  
الخطیب و لد سنہ ۶۰۳ ثلاث وست مائة  
اور سن وفات ابن عینیہ تقریب میں صفحہ ۱۵۲ بیان کیا ہے:

سفیان بن عینیہ بنابی عمرا ن میمون الہلالی ابو محمد  
الکوفی ثم المکی ثقة حافظ فقیہ اما م حجة الا انه تغیر حفظه  
بآخره .. الی ان قال .. مات فی رجب سنہ ثمان و تسعین  
یرید بعد المائة كما صرح به فی خطبة الكتاب

پس باوجود تین سو برس کے فاصلہ کے دو شخصوں میں ایک کو شاگرد اور دوسرے کو استاد خیال کرنا بجز جناب فضیلت مآب کے کس سے ہو سکتا ہے اور ایسی دلیری اور بہادری جس میں عقل و نقل دونوں سے مقابلہ ہو بجز آپ کے کون کر سکتا ہے

ثالثاً جو میں نے بحوالہ کتب اصول لکھا ہے کہ حدیث معلق ضعیف ہوتی ہے اس کے جواب میں آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ بانی مابانی اصول کون ہیں حنفی شافعی یا صحابہ کرام یا آنحضرت ﷺ۔ دوسرے یہ کہ یہ بات اصول حدیث میں کہاں ثابت ہے، بیان کرو یا حوالہ کتاب کا دو۔ اس کے جواب میں یہ التماس ہے اگرچہ بنانے والے کتب اصول کے صحابہ اور رسول اللہ ﷺ نہیں لیکن اقوال صحابہ اور احادیث آنحضرت ﷺ اور آیات کتاب اللہ سے وہ اصول مستنبط ہیں جن پر ہمارا اعتماد ہے۔ اسی مسئلہ ضروری... اسناد کو ملاحظہ فرمائیں جس سے حدیث معلق کی بے اعتباری نکلتی ہے کہ اس میں آیات و احادیث و آثار موجود ہیں جن کی تفصیل خطبہ صحیح مسلم میں مرقوم ہے اور ثبوت ضعیف حدیث معلق کا شہادت کتاب و نقل عبارت سے ہماری تحریر میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح کی اور چند باتیں قلم گو ہر افشان میں لائے ہیں لیکن نقل کرنا ان سب کا موجب تضيغ اوقات نظر آیا، لہذا مشتے نمونہ خردار پر اکتفا کیا گیا۔

و لیکن هذا آخر ما کملت به الجواب عن حکایة المناظرة  
التي وضعها الکاذبون و نقلها القاصرة ذلك الحجة البالغة  
القاهرة فله الحمد على ما اسبغ علينا من نعمة الباطنة و  
الظاهرة

دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آہستہ آہستہ آئین کہنا کسی حدیث صحیح قطعی الدلالة سے ثابت کیا جائے یا کوئی آیت قطعی الدلالة اس میں پیش کی جائے۔ اس کے جواب میں ہمارے محفی مخاطب نے یہ لکھا ہے کہ صاحب صحیح بخاری نے صفحہ ۱۰۷ میں کہا ہے کہ آئین دعا ہے اور بہت ظاہر ہے کہ آئین ایک طرح کی دعا ہے پس دلیل قوی معشر عظیمہ اعنی علماء حنفیہ کی یہ آیت ہے قال اللہ تعالیٰ: ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة۔ الآیہ۔ (ترجمہ۔ دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر چپے)۔ اور اس تحریر سے ہماری بلا تکلف

شکل اول منعقد و ہو پیدا ہوتی ہے کما لا یخفی علی ادنی عاقل۔ اور اس دلیل ہماری کو صاحب قسطلانی شارح صحیح بخاری نے صفحہ ۸۴ سطر ۱۶ میں بیان کیا ہے۔ پس ثابت ہوا قول بخاری اور آیت قرآن مجید سے کہ آمین کو آہستہ کہنا چاہیے نہ چلا کر اور پکار کر۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کے کچھ اور معنی کئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلد کسی مفسر شافعی وغیرہ کے مت بنو ترجمہ قرآن کا کتب لغت وغیرہ سے کر لو اور دلائل باعتبار احادیث کے ہیں اس قرطاس میں گنجائش نہیں۔

جواب اس کا دو طریق سے ہے۔ طریق عامی، طریق خاص اصولی۔  
تقریر طریق عامی جس کو عوام بھی سمجھ سکیں، یہ ہے کہ اس استدلال میں آپ کے تین وجہ سے کلام ہے۔

اول یہ کہ اس آیت میں بزعم جناب کے دعا کے آہستہ کہنے کا ارشاد ہوا ہے نہ بہ آہستگی آمین کا۔ حکم آہستگی آمین اس سے تب مستفاد ہے جب کہ آمین دعا ہو اور دعا ہونا آمین کا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ مجیب نے اس پر کوئی دلیل کتاب اللہ یا حدیث سے جس کا ہمارے اشتہار میں مطالبہ ہے پیش کی ہے۔ اور جو بزعم خود قول بخاری کو دلیل سمجھ کر لایا ہے وہ آیت یا حدیث نہیں ہے۔ پس حکم آہستگی آمین کا اس آیت سے ثابت نہ ہوا۔

وجہ دوم یہ کہ اس آیت میں مراد اخفاء سے بہت نہ چلانا ہے، نہ ایسا آہستہ کہنا جس کو کوئی نہ سنے۔ چنانچہ اور کئی آیتیں اس مراد کی تفسیر کرتی ہیں۔ از انجملہ یہ آیت۔ و لا تجہر بصلو تک و لا تخافت بها و ابتغ بین ذالک سبیلاً (الاسری: ۱۱۰)۔ یعنی نہ بہت اونچی دعا مانگ نہ بہت آہستہ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ راہ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت دعا کے باب میں نازل ہوئی ہے رواہ البخاری فی صحیحہ۔

(حد ثنا طلق بن غنام : حد ثنا زائدہ عن هشام ، عن ابیہ ، عن عائشہؓ ، قالت : انزل ذلک فی الدعاء - بخاری حدیث نمبر ۴۷۲۳)

حد ثنا عبید بن اسما عیل : حد ثنا ابو اسامۃ عن هشام ، عن ابیہ ، عن عائشہؓ : قالت : نزلت هذه الآیة ( و لا تجہر بصلو تک و لا تخافت بها ) فی الدعاء - صحیح بخاری



حدیث نمبر ۷۵۲۶

تفسیر معالم التزیل میں امام بغویؒ نے لکھا ہے: وقال قوم: نزلت الآیة فی الدعا، وهو قول عاتشةؓ والنخعی، ومجاهد ومکحول، أخبرنا عبد الواحد الملیحی، انا احمد بن عبد الله النعمی، انا محمد بن یوسف، ثنا محمد بن اسماعیل، ثنا طلق بن غنام، ثنا زائدة عن هشام عن ابيه، عن عاتشةؓ (فی قوله تعالی) (ولا تجهر بصلاک ولا تخافت بها)، قالت: انزل ذلك فی الدعا

بناءً علیہ اس آیت سے چلائے کی ممانعت اور میانہ آواز سے دعا مانگنے کی ہدایت نکلی۔ پس اگر بطور تنزل مانا بھی جاوے کہ آمین دعا ہے، تو اس سے حکم آمین اسی قدر مستفاد ہوا کہ آمین کو چلا کر نہ کہیں بلکہ میانہ آواز سے، جو نہ بہت بلند ہونہ بہت پست اور یہ مفید مدعا مخالفین نہیں ہے۔ ان کا مدعا اور مذہب تو یہ ہے کہ آمین ایسی آہستہ کہی جاوے جس کو پاس والے نہ سنیں۔ پس اس کو دعا مان کر بھی کام نہ بنا۔

وجہ سوم یہ کہ اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ مراد اذخفاء سے اس آیت میں ایسی آہستگی ہے جس میں آواز نہ نکلے تو بھی حکم آمین اس سے مستثنیٰ رہے گا۔ اس لئے کہ جس پیغمبر ﷺ پر یہ آیت اتری اسی نے آمین کو اور کئی دعاؤں میں جہر کیا ہے۔ پس اگر حکم آمین اور ان دعاؤں جہری کا اس سے مستثنیٰ نہ ہوتا تو وہ آمین وغیرہ دعائیں جہر سے کیوں کرتے۔ کیا یہ آیت آنحضرت ﷺ سے پیچھے حنیفوں کے امام پر اتری ہے؟ یا آنحضرت ﷺ کی سمجھ میں اس کے معنی نہیں آئے؟ یا حضرت ﷺ نے دیدہ و دانستہ آیت کا خلاف کیا ہے؟ مسلمان کی تو یہ شان نہیں ہے کہ کوئی بات ان میں سے آنحضرت ﷺ کے لئے تجویز کرے۔ اس آیت سے تمسک کرنے والے جو چاہیں سو فرماویں۔ الحاصل اذخفاء آمین جس طرح کہ حنیفہ کا مذہب و ادعا ہے اس آیت سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ یہ تین امر ثابت نہ کریں:

اول آمین کا دعا ہونا۔

دوم مراد ہونا اذخفاء سے آمین آہستہ کہنا جس کو کوئی نہ سنے۔

سوم آمین کا اس آیت سے مستثنیٰ نہ ہونا۔

اور بدون اثبات ان امور کے اس آیت سے تمسک کرنا ایسا ہے ایسا ہے

جیسے کوئی بکری کو حرام کہے اور اس کی دلیل میں آیت حرمت خنزیر پیش کرے یا آیت حلت شتر بھیڑ سنا دے۔ اور ہر چند جہلاء کے سامنے تو یہ تمسک و استدلال بالآیۃ شمار کیا جاویگا لیکن علماء کے نزدیک یہ بجز جہالت مستدل کچھ متصور نہ ہوگا۔

## تقریر طریق خاص اصولی

جس کو واثقان اصول فقہ و اصول مناظرہ و اصول منطق سمجھ سکتے ہیں اور اس میں انہیں وجوہ ثلاثہ مذکورہ سابق کی علمی طرز پر تفصیل ہے، کہ تصویر استدلال مجیب کے جس کو آپ نے بغرض اظہار منطق دانی کے شکل اول سے تعبیر فرمایا ہے اس طرح ہے:

الآمین دعا و کل دعا يجب اخفاء بحيث لا يسمعه من يلي

الداعى فلآمين يجب اخفاء كذلك

اس میں تین وجہ سے کلام ہے۔ اول یہ کہ اس کا صغری ممنوع و غیر مسلم ہے، کیوں جائز نہیں کہ آمین اسم فعل ہو جس کے معنی یہ ہیں ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے۔ یا یہ دعا کی طرح حدیث میں آیا ہے یا یہ اللہ کا نام ہو، جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

قال ابن عباس و قتاده معناه كذلك يكون و قال مجاهد

هو اسم من اسماء الله تعالى و هو طابع الدعاء و قيل خاتم

الله على عباده و دفع به الآفات عنهم كخاتم الكتاب يمنع من

الفساد و ظهور ما فيه. انتهى.

اور سنن ابوداؤد میں ابوصحیح سے مروی ہے:

قال كناً نجلس الى ابى زهير النّميري، و كان من الصحابة،

فيتحدث احسن الحديث فاذا دعا الرجل منا بدعاء قال:

اختمه بآمين. فانّ امين مثل الطابع، على الصحيفة. قال

ابو زهير اخبركم عن ذلك، خر جنا مع رسول الله ﷺ ذات

ليلة، فاتينا على رجلٍ قد الحّ في المسألة. فوقف النبي ﷺ

يستمع منه. فقال النبي ﷺ: او جب ان ختم. فقال رجل من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

القوم: بائى شىء يختم۔ فقال بآمين۔ فانه ان ختم بآمين  
فقد اوجب۔ فانصرف الرجل الذى سأل النبى ﷺ، فاتى  
الرجل فقال: اختم يا فلان! بآمين و ابشر و هذا لفظ  
محمود (سنن ابو داؤد حديث نمبر ۹۳۸)۔

طرفہ یہ کہ کلام امام ابوحنیفہؒ جو مبسوط میں منقول ہے نیز اس کی مؤید ہے کہ  
آمین دعا نہیں۔ مبسوط میں لکھا ہے:

روى عن ابى حنيفة انه قال ولا يقول الا ما آمين انما  
يقول الما موم و ذلك لان الامام داع و الما موم مستمع و  
انما يؤمن المستمع لا لداعى كما فى سائر الادعية خارج  
الصلوة۔

اور موطا امام محمد میں ہے:

فاما ابو حنيفة فقال يؤمن خلف الامام ولا يؤمن الا ما م۔  
اور یہ قول امام کا کہ امام آمین نہ کہے ہمارے نزدیک لائق اعتماد نہیں اس  
لئے کہ حدیث میں صریح آچکا ہے کہ امام آمین کہتا ہے محل تمسک ہمارا اس نقل میں یہ  
قول امام کا ہے کہ امام داعی ہے اور داعی کی شان سے آمین کہنا نہیں ہے۔ اس سے  
صاف ثابت ہوا کہ آمین دعا نہیں بلکہ منافی دعا ہے۔ اور یہ قول حنفیہ پر سخت حجت ہے  
۔ اور جو مجیب نے قول بخاریؒ سے جو دراصل قول عطا تابعیؒ کا ہے آمین کے دعا ہونے  
پر استدلال کیا وہ اولاً بجائے خود حجت نہیں خصوصاً ہمارے اشتہار کے جواب میں جس  
میں آیت قطعی الدلالة یا حدیث صحیح قطعی الدلالة کا مطالبہ ہے، ثانیاً معارض ہے ساتھ  
اقوال ان آئمہ کے جن کی تقلید حنفیہ پر واجب ہے اور اس کا خلاف بزعم ان کے حرام۔  
رابعاً اس حدیث مرفوع سے مخالف ہیں جو ابو داؤد سے نقل ہوئی۔ آئندہ اگر مخاطب کو  
اس آیت سے استدلال کی ہوس ہے تو ان معارضات کو اٹھائے اور بدلیل صریح  
قرآن و حدیث ثابت کرے کہ آمین دعا ہے ورنہ اس آیت سے تمسک کرنا بڑی شرم  
کی بات ہے۔

تنبیہ:

ایک موسوس نے جس کے برابر زمرہ مقلدین میں کوئی کذاب نہیں دیکھا نہ سنا آئین کے دعا ہونے پر آیت قد ا جیبت دعو تکما سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ موسیٰ دعا کرتے تھے اور ہارون آئین کہتے تھے۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے فعل کو دعا کہا اس سے معلوم ہوا کہ آئین بھی دعا ہے۔ انتہی کلامہ  
اس کا جواب اس نظر سے لکھا جاتا ہے کہ مبادا کوئی اس کو دیکھ کر چونک اٹھے اور ہمارے مقابلہ کو مستعد ہو جائے پھر ہم دوبارہ اس کی جواب دہی کی حاجت پڑے۔ پس سنا چاہیے۔

اولاً یہ کہنا کہ آپ کا کہ حضرت ہارون محض آئین کہتے تھے دعا نہ مانگتے تھے، ثبوت طلب ہے۔ خصم اس کو نہیں مانتا اور اس میں بعض اقوال مفسرین کو بدون مستند کے کتاب اللہ و سنت سے حجت نہیں جانتا۔

ثانیاً اگر بطور تنزل حضرت ہارون کا فقط آئین کہنا مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں دعا کا اطلاق دعا ہارون و موسیٰ دونوں کے فعل پر بطور مجاز و تغلیب کے ہے کہ نہ بحسب حقیقت چنانچہ معارضات اربعہ سابقہ حقیقی ہونے سے اس اطلاق کے قرآن صاف قویہ ہیں اور بسا اوقات ایک متجاور پر دوسرے کے وصف کا حکم کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آیت:

يُخْرِجُ مِنْهُمَا الْوَلُؤُؤَ وَالْمَرْجَانَ (الرحمان: ۲۲)

میں، موتی نکلنے کو دونوں دریاؤں کی طرف نسبت کیا ہے حالانکہ واقع میں وہ دریا شور سے نکلتے ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و انما یخرج ای اللؤلؤ من المالح دون العذب، و هذا جائز فی کلام العرب ان یدکر شیئان ثم یخص احدهما بفعل کما قال عز و جل: یا معشر الجن و الانس ألم یأ تکم رسل منکم (الانعام: ۱۳۰) و کانت الرسل من الانس دون الجن۔

(و قال بعضهم یخرج من ماء السماء و ماء البحر۔ قال ابن جریج: اذا

أمطرت السماء فتحت الا صداد افواها فھیچما وقعت قطرة كانت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(لؤلؤة).

تفسیر بیضاوی میں ہے:

( كِبَار الدَّرَرِ وَ صِغَارِهِ، وَ قِيلَ الْمَرْجَانُ الْخَرْزَالُ أَحْمَرٌ، وَ انْ صَحَّ انْ الدَّرَرُ يُخْرَجُ مِنَ الْمَلْحِ فَعَلَى الْاَوَّلِ ) انما قال منهما لأنّه مخرج من مجتمع الملح و العذب، او لأنهما لما اجتماعا صارا كالشئء الواحد فكأن المخرج من احدهما كالمخرج منهما.

اسی طرح پر جائز ہے کہ دعا حقیقہ فعل حضرت موسیٰ کا نام ہو نہ فعل حضرت ہارون کا، و لیکن حق تعالیٰ نے بسبب مجاورت دونوں کے اس کو دونوں کے فعل پر اطلاق فرمایا ہے۔ پس جب تک جناب موسوس اولاً بمقتل متصل ... ہارون کا فقط آئین کہنا ثابت نہ کریں و ثانیاً حقیقت ہونا اطلاق دعا کا اوپر آئین حضرت ہارون کے بمقتل صریح کتاب و سنت یا محاورہ متواترہ یا مشہورہ عرب عرباء کے ثابت نہ کریں استدلال آپ کا اس آیت قد ا جیبت دعوتکما پر محض و سواس و تلیس ہے۔ عصمنا اللہ منہ وجہ دوئم: یہ کہ کبریٰ شکل جناب کا صدق محل منع ہے اور وجوب انخفاء دعا جس کو کوئی نہ سنے غیر مسلم ہے۔ اور دلالت آیت ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة کی اس پر ممنوع ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ مراد انخفا سے اس آیت میں یہ ہو کہ شور و غل نہ مچاؤ۔ نہ یہ کہ بالکل پست آواز کرو جس کو کوئی نہ سنے چنانچہ جملہ ان اللہ لا یحب المعتدین، جو اس آیت کے اخیر میں ہے اسی معنی کا مؤید ہے جو ہم نے تجویز کئے ہیں۔ اور آیت

لا تجهر بصلواتک و لا تخافت بها و ابتغ بین ذلک سبیلاً اور آیت

واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خفیة دون الجهر من القول بالغدو و الاصل و لا تکن من الغافلین (الاعراف: ۲۰۵) نیز اسی کے مؤید ہے اور حدیث عائشہؓ کہ یہ آیت دعا میں میں نازل ہوئی ہے اسی معنی کی مفسر ہے۔ و حدیث ابی موسیٰؓ جس میں صاف تصریح ہے کہ لوگ چلا کر اللہ کا نام لیتے تھے جس پر آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو روکا اسی

کی طرف مشعر۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں بذیل آیت ادعوا ربکم (الاعراف: ۵۵) کے لکھا ہے:

ان الله لا يحب المعتدين ای المعتدين فی الدعاء  
وقیل اراد به الاعتداء بالجهر والصیاح، قال ابن جریر:  
من الاعتداء رفع الصوت و النداء بالدعا و الصیاح۔  
روینا عن ابی موسی قال: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ  
اشْرَفَ النَّاسَ عَلَى وَاِدٍ فَرَفَعُوا اصْوَاتَهُمْ بِالْتَكْبِيرِ، فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِرْبِعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَنْكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصْمًا و  
لَا غَاثِبًا، اَنْكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا۔

اور یہ حدیث حضرت ابو موسی اشعریؓ کی صحیح بخاری میں موجود ہے (جو یوں ہے

: عن ابی موسی الاشعریؓ قال: کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنَّا اِذَا اشْرَفْنَا عَلَى وَاِدٍ هَلَّلْنَا  
كَبْرًا نَارًا تَفْعَتُ اصْوَاتَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِرْبِعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ، فَاَنْكُمْ لَا  
تَدْعُونَ اَصْمًا و لَا غَاثِبًا، اِنَّهُ مَعَكُمْ، اِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۹۹۲

عن ابی موسی الاشعریؓ قال: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ او قَالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُو  
لُ اللَّهِ ﷺ اشْرَفَ النَّاسَ عَلَى وَاِدٍ فَرَفَعُوا اصْوَاتَهُمْ بِالْتَكْبِيرِ: اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا  
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِرْبِعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَنْكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصْمًا و لَا غَا  
ثِبًا۔ اَنْكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا و هُوَ مَعَكُمْ۔ و انا خلف دابة رسول الله ﷺ فسمعتني  
و انا اقول: لا حول و لا قوّة الا بالله، فقال لي: يا عبد الله بن قيس، قلت: لبيك  
رسول الله۔ قال: الا اذ لك على كلمة من كنز من كنوز الجنة۔ قلت: بلى يا رسول  
الله فذاك ابى و امى، قال: لا حول و لا قوّة الا بالله۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۲۰۲،

عن ابی موسی قال: کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِی غَزَاةٍ فَجَعَلْنَا لَا نَصْعَدُ شَرْفًا و لَا نَعْلُوا  
شَرْفًا و لَا نَهْبِطُ فِی وَاِدٍ اِلَّا رَفَعْنَا اصْوَاتَنَا بِالْتَكْبِيرِ، قَالَ: فَدَنَا مِنَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِرْبِعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ، فَاَنْكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصْمًا و لَا غَاثِبًا، اِنَّمَا  
تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ، اَلَا اَعْلَمُكَ كَلِمَةً هِيَ مِنْ كُنُوزِ  
الْجَنَّةِ۔: لا حول و لا قوّة الا بالله۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۱۰

عن ابى موسى قال : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلُوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ : ارْبَعُوا عَلَيَّ وَانْفُسَكُمْ فَأَنْتُمْ لَا تَدْعُونَ اصْمَ وَلَا غَاثِبًا . تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا قَرِيبًا . ثُمَّ أَتَى عَلَيَّ وَانَا أَقُولُ فِي نَفْسِي : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ . فَقَالَ لِي : يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ، فَإِنَّهَا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ ، أَوْ قَالَ : الْإِدْلَکُ . صَحِيحٌ بَخَّارِي حَدِيثٌ  
نمبر ۷۳۸۶)

اور نیز معالم میں صفحہ ۳۷۱ بذیل آیت دوم یعنی اذکر ربک فی نفسک .. الخ کے لکھا ہے :

اراد فی صلوة الجهر لا تجهر جهراً شديداً بل فی خفض و سکون ، تسمع من خلفک . و قال مجاهد و ابن جریج : امر ان یذکروه فی الصدور و بالتضرع الیه فی الدعا و الاستکانة ، دون رفع الصوت و الصیاح بالدعا .

اور نیز تفسیر معالم میں صفحہ ۵۴۰ بذیل آیت سوم لا تجهر بصلوتک و لا تخافت بها (الاسراء: ۱۱۰) کے لکھا ہے :

ا خبرنا عبد الواحد بن احمد الملیحی ، انا احمد بن عبد الله النعمی انبانا محمد بن یوسف ، ثنا محمد بن اسما عیل ، انا یعقوب بن ابراہیم حدثنا ہیشم ، ثنا ابو بشر ، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالی : و لا تجهر بصلوتک و لا تخافت بها ، قال : نزلت و رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مختف بمكة ، کان اذا صلّى باصحا به رفع صوته بالقرآن ، فاذا سمعه المشركون سبّوا القرآن و من انزله و من جاء به . فقال الله تعالی لنبيّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : و لا تجهر بصلوتک ، ای بقرأتک فیسمع المشركون فيسبّوا القرآن ، و لا تخافت بها عن اصحابك ، فلا تسمعهم . و ابتغ بين ذلك سبيلاً .

و بهذا الاسناد عن محمد بن اسما عیل قال حدثنا مسدد عن ہیشم عن ابی بشر باسناد مثله و زاد وابتغ بين ذلك

سببلاً - اسمعہم و لا تجہر حتی یا خذوا عنک القرآن۔  
 و قال قوم: نزلت الآیة فی الدعا و هو قول عائشہ رضی  
 اللہ عنہا، و النخعی و مجاہدو مکحول۔  
 ا خبرنا عبد الواحد الملیحی، انا ا حمد بن عبد اللہ النعیمی،  
 انا محمد بن یوسف، حد ثنا محمد بن اسماعیل، ثنا طلق بن  
 غنام، ثنا زائدة عن هشام عن ابيه، عن عائشہ رضی اللہ  
 عنہا، (فی قوله تعالیٰ) و لا تجہر بصلو تک و لا تخافت بها،  
 قالت: نزلت ذلك فی الدعا۔

و قال عبد اللہ بن شداد: کان الاعراب من بنی تمیم اذا سلم  
 النبی ﷺ: قالوا اللهم ارزقنا ما لآ و ولدآ فیجہرون بذلك۔  
 فانزل اللہ هذه الآیة: و لا تجہر بصلو تک۔  
 ای: لا ترفع صوتک بقرأتک او بدعائک و لا تخافت بها۔ و  
 المخافتہ خفض الصوت و السکوت۔ و ابتغ بین ذلك سببلاً  
 ای بین الجهر و الخفاء۔

ا خبرنا ابو عثمان سعید بن اسماعیل الضبی، انا ابو محمد  
 عبد الجبار بن محمد الخزاعی، ا خبرنا ابو العباس محمد بن  
 ا حمد المحبوبي، ثنا ابو عیسیٰ الترمذی، ثنا محمود بن  
 غیلان ثنا یحییٰ بن اسحاق، ثنا حماد بن سلمة، عن ثابت  
 عن عبد اللہ بن رباح الانصاری، عن ابي قتاده ان النبی  
 قال لا بی بکر: مررت بک و انت تقرأ القرآن و انت تخفض  
 صوتک۔ فقال انیأ سمعت من نا جیت۔ فقال ارفع قليلاً۔ و  
 قال لعمر: مررت بک و انت تقرأ و انت ترفع صوتک۔ فقال  
 انی او قظ الو سنان و اطرده الشیطان۔ فقال اخفض قليلاً۔  
 تمام ہوئیں عبارتیں تفسیر معالم التزیل کی۔



## ضمیمہ نمبر ۶۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۵ ستمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد

صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور یہ جو اس میں اول حدیث حضرت ابن عباسؓ منقول ہے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۶۸۶ و جامع ترمذی میں بصفحہ ۱۵۹ موجود ہے اور جو آخر میں حدیث حضرت ابن عباسؓ لائے ہیں یہ ترمذی میں بصفحہ ۶۲ جلد اول میں موجود ہے اور جو حدیث حضرت عائشہؓ سے نقل فرمائی وہ صحیح بخاری کے صفحہ ۶۸۶ و ۹۳۶ میں آئی ہے۔ اور قسطلانیؒ نے شرح اس حدیث میں ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے حدیث حضرت عائشہؓ وحدیث اول حضرت ابن عباسؓ میں تطبیق و توفیق ہو سکتی ہے۔ حیث قال:

عن عائشہ انہا قالت انزل ذلك اى قوله و لا تجهر الخ - فى الدعاء من باب اطلاق الكل على الجزء اذ الدعاء من بعض اجزاء الصلوة و اخرج الطبرى و ابن خزيمة و الحاكم من طريق خفض بن غياث عن هشام الحدیث و زاد فيه فى التشهد و هو مخصص لحدیث اذ ظا هرہ اعم من ان يكون داخل الصلوة و خارجها و عنه ابن مردويه من حدیث ابى هريره كان رسول الله ﷺ اذا صلى عند البيت رفع صوتہ بالدعاء او مرادها معناها اللغوى على ما لا يخفى

اور تفسیر بیضاوی میں بصفحہ ۲۸۵ بذیل آیت تنازع فیہا کے لکھا ہے:

انه لا يحب المعتدين، المجاوزين ما امروا به فى الدعاء وغيره، نَبَّه به على ان الدعاء ينبغى ان لا يطلب ما لا يليق به كرتبة الا لانياء عليهم الصلوة والسلام، و الصعود الى السماء، و قيل هو الصياح فى الدعاء و الاسهاب فيه، (و عن النبى ﷺ فس يكون قوم يعتدون فى الدعاء، و حسب المرء ان يقول: اللهم انى اسألك

الجنة و ما قرب اليها من قول و عمل، و اعوذ بك من النار و ما قرب اليها من قول و عمل ثم قرأ: انه لا يحب المعتدين )

اور بذیل آیت دوم صفحہ ۳۰۸ لکھا ہے:

و اذ كر ر بك فى نفسك، عام فى الا نكار من القرأة و الدعاء و غيرهما، او امر للما موم بالقرائة سرأ بعد فراغ الامام عن قرأته كما هو مذهب الشافعى، تضرعاً و خفيه، متضرعاً و خائفاً، دون الجهر من القول، و متكلماً كلا ما فوق السر و دون الجهر فانه اذ حل فى الخشوع و الا خلاص، (بالغدو و الاصال، باوقات الغدو و العشيات، و قرىء، و الايصال، و هو مصدر اصل اذا دخل فى الاصيل و هو مطابق للغدو، و لا تكن من الغافلين، عن ذكر الله.) -

اور تفسیر جلالین میں بذیل آیت دوم لکھا ہے:

و فوق السرّ دون الجهر من القول له قصداً بينهما -

اور طرفہ یہ کہ مفسرین اسی آیت متمسکہ مخاطب سے اخفا اور جہر دونوں کو نکالتے ہیں۔ اور اس آیت کو دعاء سری و جہری دونوں کے مشروعیت کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ تفسیر عباسی میں ہے:

ادعوا ر بكم تضرعاً علانية و خفية سرأ و يقال تضرعاً مستكيناً و خفيه له خوفاً

تفسیر معالم التنزیل میں بذیل آیت تدعو نہ تضرعاً و خفیه (الانعام: ۶۳) جو اس آیت سے لفظ و معنی میں متفق ہے، لکھا ہے: ای علانية و سرأ ایسا ہی تفسیر جلالین میں ہے اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے:

معلنين و مسرین، او اعلاناً و اسراراً -

اور اگر مراد خفیه کے اس آیت میں عدم مطلق جہر ہوتا نہ عدم جہر عذیف تو مفسرین یہاں اخفاء کے ساتھ جہر کو جمع نہ کرتے اور حق تعالیٰ بھی آیات سابق الذکر میں سر و جہر کو جمع نہ فرماتا۔ پس ان آیات اور اقوال مفسرین و احادیث سید المرسلین ﷺ و

اقوال صحابہ و تابعین سے صاف ثابت ہوا کہ یہاں مراد اخفا سے ایسا اخفا ہے جو مطلق جہر کے منافی نہیں ہے بلکہ جہر عدیف کے منافی ہے جس کو چلا نا کہتے ہیں۔ حنفیہ سلف و خلف سے جو اس آیت کو تمسک کرتے ہیں عموماً اور مخاطب سے خصوصاً ہم کو تعجب و افسوس ہے کہ ان آیات کو مطلق جہر کی ممانعت پر دلیل پکڑتے ہیں اور عوام کا لانعام کو قرآن کی آڑ میں بہکاتے ہیں۔ مجھے اپنے مخاطب کم علم نا فہم پر اتنا افسوس نہیں جس قدر اس کے پیشوایان مذہب پر افسوس ہے جیسے ملا علی قاریؒ، شیخ عبدالحق دہلویؒ کہ یہ باوجود اس کے کہ عالم و محدث کہلاتے اور فقہ اور حدیث اور تفسیر میں نظر رکھتے سب طرف سے آنکھ بند کر کے اس آیت سے ہاتھ مار گئے ہیں اور اس کو مطلق جہر کے منافی پر دلیل ٹھہرا گئے۔ الحق، تقلید نے ان کی آنکھوں پر پٹی لگا رکھی تھی اور بیساختہ ناحق میں ان کی قلم و زبان جاری کی۔ فانالہ وانا الیہ راجعون۔

تنبیہ لطیف:

جناب مجیب نے کہیں سے سن لیا ہوگا کہ مفسرین نے معنی اس اخفا کے ایسے کئے ہیں جو مطلق جہر کے منافی نہیں رہتے بلکہ جہر عدیف کے منافی ہیں، چنانچہ ہم نے تفصیل سے لکھ دیا ہے، پس اسکے جواب میں اپنی اخیر تقریر میں فرمایا ہے کہ مقلد کسی مفسر شافعی وغیرہ کے مت بنو، ترجمہ قرآن کا کتب لغت وغیرہ سے کر لو۔

اس کے جواب میں راقم ملتمس ہے کہ بیان مفسرین اس معنی کی تفصیل میں بے دلیل نہیں ہے بلکہ آیات قرآن و احادیث نبویہ و آثار صحابہ کے اس بیان پر شاہد عدل ہے پس اتباع مفسرین اس معنی کے قبول کرنے میں عین اتباع آیات و احادیث ہے کہ تقلید مفسرین۔

ثانیاً قول جناب کا اگر اسی محل میں محدود مقصود ہے تو یہ دھیگا دھیگی ہے آپ اس کو انصاف سمجھتے ہیں تو دلیل خصوصیت کی بیان فرماویں اور اگر تمام قرآن کی نسبت یہ قول فرمایا ہے کہ جو معنی قرآن کے لغت سے ثابت ہوں وہ کر لو اس میں کسی کی تقلید نہ کرو تو، دل ماشاد و چشم ماروشن، ہم بھی اسی بات کے مشتاق ہیں اور اسی آب زلال کے پیاسے کہ لوگ تقلید مفسرین و فقہاء کی چھوڑ دیں اور بدون پابندی کسی مفسر و فقیہ کے قرآن و حدیث کے ظاہر معنی پر جو جمہور اہل لسان سمجھتے ہیں عمل کریں۔ سوا الحمد للہ آپ

نے بھی اس کی اجازت دی اور اپنی زبان گوہر افشاں سے یہ کلمہ فرمایا۔ اس تقدیر پر ہم آپ کے اس کلمہ کے شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا عمل بھی اس کے موافق کرے۔ لیکن اس مقام میں باوجود صدق اس قانون کے مفسرین کا اتباع چھوڑنا مناسب نہیں اس لئے کہ یہاں مفسرین کے کلمات کتاب اللہ و سنت و آثار صحابہ کے موافق ہیں جو لغت عرب عربا سے مخالف نہیں۔

وجہ سوم۔ یہ کہ بعد تسلیم صدق کبریٰ کے کلیہ کبریٰ ممنوع ہے اور دلیل جناب جس سے یہ کلیہ نکالی ہے منقوض ہے بہت موانع سے حکم و مفاد اس دلیل کا جو آپ سمجھے ہیں مختلف ہے بہت جگہ قرآن سے جہر دعا کی مشروعیت نکلتی ہے اور سینکڑوں مواضع میں آنحضرت ﷺ سے بہ جہر ثابت ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ إِذَا مَا سَمَّكَ الضَّرَّ فَالِيهِ تَجْتَرُونَ (نحل: ۵۳)۔

(یعنی جب تم کو دکھ لگتا ہے تو تم اس کی طرف آوازیں بلند کرتے ہو)۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے بطور احسان جتانے کے فرمائی ہے اور اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ اور بہت مواقع میں جیسے بعد خروج از نماز و بوقت قیام از خواب و بوقت صبح و شام و بوقت خواب و بیداری اور گھر سے نکلنے وقت اور داخل ہوتے ہوئے اور مجالس میں بیٹھے ہوئے اور مجالس سے اٹھتے وقت اور مواقع سفر و نزول غم و بلا میں بوقت لباس پہننے اور کھانا کھانے اور بیت الخلا میں جانے اور اس سے نکلنے کے اور بوقت دیکھنے چاند اور سننے آواز رعد اور دیکھنے بادل اور آندھی کے اور دن عرفہ کے اور شب قدر میں اور بجواب چھینک کے اور کسی سائل دعا کی درخواست پر اور ان کے سوائے صد ہا مواضع میں آنحضرت ﷺ سے دعائیں و استعاذہ مروی ہیں جن کا ظاہر جہر ہے اور وہ دعائیں صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ ظاہر محتمل تاویل ہوتا ہے اور خصم کو اس میں چوں چرا کی گنجائش رہتی ہے اس لئے اس مقام میں چند ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں جن میں جہر آنحضرت ﷺ یا آپ کی تقریر کسی کی جہر پر مخصوص ہے اور تاویل انکار کو اس میں گنجائش نہیں۔ وہ یہ ہیں جو نمبر وار لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری (حدیث نمبر ۶۳۶۳) عن ام خالد قالت سمعت النبی ﷺ علیہ وسلم اللہ یتعوذ من عذاب القبر (الحدیث)

(عن موسى بن عقبى قال : حدثنى ابنة خالد بن سعيد بن العاصى : انها سمعت النبي و هو يتعوذ من عذاب القبر (صحيح بخارى حدیث نمبر : ۱۳۷۶) )  
 ۲۔ صحیح مسلم (حدیث نمبر ۲۳۳۲) عوف سے بن مالک روایت ہے۔

قال صلّى رسول الله ﷺ على جنازة، فحفظت من دعاءه ه  
 هو يقول: اللهم اغفر له و ارحمه و عافه و اعف عنه، و اكرم نزله ،  
 و وسّع مدخله، و اغسله بالماء و الثلج و البرد، و نقّه من الخطايا كما  
 نقّيت الثوب الا بيض من الدّنس، و أبدله داراً خيراً من داره ، و  
 اهلاً خيراً من اهله، و زو جاً خيراً من زوجه، و ادخله الجنّة ، و  
 أعذه من عذاب القبر و من عذاب النار۔

اس روایت کے اخیر میں ہے کہ اس دعاء نبوی کے لئے عوف نے یہ آرزو کی کہ میت  
 میں ہوتا تاکہ وہ دعا مجھے بھیجتے۔ قال : تمنّيت ان اكون انا ذلك الميت۔

۳۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۰۰ میں ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر اونٹنی کی  
 اوجھڑی وغیرہ ڈال دی۔ جب بی بی فاطمہؑ آئیں تو انہوں نے اٹھایا؟ جب آنحضرت  
 ﷺ نماز پڑھ چکے تو باواز بلند بدعا کی جس کو سن کر مشرکین ڈر گئے چنانچہ راوی کہتا ہے

(عن عبد الله بن مسعود: بينما رسول الله ﷺ يصلّى عند البيت، و ابو

جهل و اصحاب له جلوس - و قد جزور بالامس۔ فقال ابو جهل: ايتكم يقوم

الى سلا جزور بنى فلان فيأخذہ ، فيضعه فى كتفیی محمد اذا سجد۔

فانبعث اشقى القوم فأخذہ ، فلما سجد النبي ﷺ وضع بين كتفيه۔

قال : فاستضحكوا۔ و جعل بعضهم يميل على بعض۔ و انا قائم انظر۔ لو

كانت لى منعة طرحتہ عن ظهر رسول الله ﷺ۔ و النبي ﷺ ساجد ، ما

يرفع رأسه ، حتى انطلق انسان فأخبر فاطمة ، فجاءت ، و هى جو يرية،

فطرحته عنه۔ ثم اقبلت عليهم تشتمهم (فلما قضى النبي ﷺ صلوته

رفع صوتہ، ثم دعا عليهم، و كان اذا دعا، دعا ثلاثاً۔ و اذا

سأل، سأل ثلاثاً۔ ثم قال: اللهم! عليك بقريش۔ ثلاث مرات

۔ فلما سمعوا صوتہ ذهب عنهم الضحك و خافوا دعوتہ

( ثم قال : اللهم بأبي جهل بن هشام ، و عتبة بن ربيعة ، و شيبه بن ربيعة ،  
و الوليد بن عقبة ، و امية بن خلف ، و عقبه بن ابي معيط .  
و ذكر السابغ و لم احفظه ،

فو الذى بعث محمداً ﷺ بالحق ! لقد رأيت الذين سمى صرعى يوم بدر . ثم  
سحبوا الى القليب ، قليب بدر ( صحيح مسلم )

۴۔ سنن ترمذی (حدیث نمبر ۳۴۱۹) میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے :

سمعت رسول الله ﷺ يقول ليلة حين فرغ من صلواته:  
اللهم انى استلک رحمة من عندك تهدي بها قلبى، و تجمع بها  
أمرى، و تلمّ بها شعثى، و تصلح بها غائبى، و ترفع بها  
شاهدى، و تزكى بها عملى، و تلهمنى بها رشدى، و تردّ بها  
الفتى، و تعصمنى بها من كل سوء، اللهم اعطنى ايما نأ و  
يقيناً ليس بعده كفر، و رحمة انا ل بها شرف كرامتك فى  
الدنيا و الآخرة، اللهم انى استلک الفوز ( فى العطاء و  
يروى ) فى القضاء و نزل الشهداء و عيش السعداء و النصر  
على الاعداء .. الخ.

## ضمیمہ نمبر ۷۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۲۲ ستمبر ۱۸۷۷ء

(یہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء ہے جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر  
احد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

۵۔ ابوداؤد میں عن فضالة بن عبید يقول سمع رسول الله ﷺ رجلاً  
يدعو فى صلواته .. الخ

۶۔ اس میں ہے بصفحہ ۲۰۸ عن بريدة ان رسول الله ﷺ سمع رجلاً  
يقول اللهم انى استلک انت الله لا اله الا انت . الخ .

اس میں ہے بصفحہ ۲۱۴ عن انس بن مالك قال :كنت اخدم النبی ﷺ

فكنت اسمعه كثيراً يقول: اللهم انى اعوذ بك من الهم والحزن و ظلع  
 الدين و غلبة الرجال - (سنن ابوداؤد حديث نمبر ۱۵۴۱ء)  
 ۸- اس میں ہے صفحہ ۲۱۰۔ حد ثنا مسدد و سليمان بن داؤد العتكي، و  
 هذا حديث مسدد، قالوا: حد ثنا المعتمر قال: سمعت داؤد الطفاوى  
 قال: حدثنى ابو مسلم البجلي عن زيد بن ارقم قال: سمعت النبى  
 ﷺ يقول: وقال سليمان: كان رسول الله ﷺ يقول فى دبر  
 صلوته،

اللهم! ربنا ورب كل شيء، انا شهيد أنك انت الرب و حدك لا شريك  
 لك، اللهم! ربنا ورب كل شيء، انا شهيد ان محمداً عبدك و رسولك  
 ، اللهم! ربنا ورب كل شيء، انا شهيد ان العباد كلهم اخوة، اللهم! ربنا  
 و رب كل شيء اجعلنى مخلصاً لك و اهلى فى كل ساعة فى الدنيا و  
 الآخرة، يا ذا الجلال و الاكرام اسمع و استجب، الله اكبر الاكبر،  
 اللهم! نور السماوات و الارض -

قال سليمان: رب السماوات و الارض - الله اكبر الاكبر، حسبى  
 الله و نعم الوكيل، الله اكبر الاكبر (سنن ابوداؤد حديث نمبر ۱۵۰۸)۔

۹- اس میں ہے صفحہ ۱۰۰ جلد ۲۔ سئل مروان اباهيرى: كيف سمعت  
 رسول الله ﷺ يصلى على الجنائز. قال ابو هريره: اللهم أنت ربها  
 و أنت خلقتها - و انت هديتها للاسلام و انت قبضت روحها و انت  
 اعلم بسرّها و علانيتها، جئنا شفعا (له) فاغفر له (سنن ابوداؤد  
 حديث نمبر ۳۲۰۰)

۱۰- اس میں ہے صفحہ ۱۰۱ جلد ۲ حد ثنا عبد الرحمن بن ابراهيم الدمشقى،  
 حد ثنا الوليد - ح - و حد ثنا ابراهيم بن موسى الرازى، اخبرنا  
 الوليد، و حديث عبد الرحمن، اتم قال: حد ثنا مروان بن جناح عن  
 يونس ابن ميسره بن حلبس، عن واثة بن الاسقع قال: صلى بنا  
 رسول الله على رجل من المسلمين فسمعته يقول: اللهم ان فلان

بن فلانٍ فی دَمَتک ففہ فتنۃ القبر ،

قال عبد الرحمن: فی ذمتک و حبل جوارک، ففہ من فتنۃ القبر و عذاب النار ، و انت اهل الوفاء و الحقّ اللہم فاغفر له و ارحمه انّک

انت الغفور الرحیم - (سنن ابو داؤد حدیث نمبر ۳۲۰۲)

اسی قسم کی اور صدہا احادیث ہیں جن میں جبراً آنحضرت ﷺ کا ادعیہ و اذکار میں منصوص ہے و لیکن اس مقام بخوف تطویل اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب مدعیان کلیہ کبری و مستدین آیت مذکورہ آپ ہی غور فرمائیں کہ باوجود ثبوت جبر بعض دعاؤں کے اجازت و تقریر الہی و فعل تقریر حضرت رسالت پناہی سے وہ کلیہ کہاں رہتی ہے و لیکن اس غور کے واسطے علم و فہم و انصاف و حیا شرط ہے۔ کما قیل۔

آنانکہ چشم بر گل تحقیق واکنند  
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیاکنند  
در مبحث کہ غیر خموشی علاج نیست  
پر ہرزہ ست تکیہ بچون و چراکنند

پس اگر مستدین آیت مذکور میں کچھ انصاف سے بہرہ ہوتا تو بعد علم اس بات کے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض ادعیہ میں جبر کیا ہے کبھی اس آیت سے تمسک نہ کرتے اور اس سے وجوب اخفا عموماً ادعیہ میں نہ نکالتے انہوں نے اتنا نہ سوچا کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ پر اتنی تھی اور آنحضرت ﷺ کو اس کے معنی مراد پر سب سے بڑھ کر اطلاع تھی باوجود اس کے جب آنحضرت ﷺ نے بعض ادعیہ میں جبر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم نے تراش کئے ہیں۔ یہ نہیں تو اتنا ہی سوچتے کہ ہم خود صدہا دعاؤں میں جبر کرتے ہیں اور ربنا، ربنا، یا خدا، پکارتے ہیں اور طرفہ یہ کہ یہی آئین جو نماز میں کڑوی معلوم ہوتی ہے خارج از نماز امام کے ساتھ مقتدیوں سے مل کر اونچی آواز سے کہتے ہیں اور اللہم ربنا آمین اللہم ربنا آمین چار لفی مدوں سے پکارتے ہیں۔ سو اگر مقتضائے و فجوئی آیت مذکور کا یہی عموم ہے اور لفی مطلق جبر ہے تو ہم اس کا خلاف کیوں کرتے ہیں۔ کیا وہ دعائیں اور وہ آئین خارج از صلوة دعائیں نہیں ہیں، یا عموم حکم آیت ان کو شامل نہیں، و لیکن آفت تقلید نے



ان کی آنکھوں کو بند کر دیا ہے اور ان کو کوئی بات سوچنے سمجھنے نہیں دی، جو آتا ہے اسی آیت کو آمین کے رد میں پڑھ سنا تا ہے، کوئی اس کے ترجمہ لفظی یا عموم و خصوص افرادی کو نہیں سوچتا۔ فنا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کلیہ کبری لائق تسلیم نہیں اور چونکہ کلیہ کبری شکل اول کی شرائط سے ہے اس لئے انتاج اس شکل کا باوجود فقہان اس شرط کے ممکن نہیں۔ اور یہ مدعا باصلاح اصول فقہیوں ادا ہو سکتا ہے کہ قول جناب مخاطب کا ہر دعائیں اخفا واجب ہے علی العموم صحیح نہیں اور دلائل جن سے یہ عموم نکالا ہے اپنے عموم پر نہیں آیات کتاب اللہ و احادیث نبویہ سے اس میں تخصیصات لاحق ہیں جن کی تفصیل گزر چکی اور جب ان تخصیصات کو خصوصاً مانتے ہیں تو تخصیص جہر آمین کی مانتے کیوں شرم آتی ہے۔ کیا دعاء جہری و آمین خارج از صلوة اس عموم کی تخصیص ہو کر جائز و حلال ہیں و آمین داخل صلوة غیر تخصیص و حرام۔ لا حول و لا قوا الا باللہ۔ اس تقریر عموم و تخصیص میں یہ شبہ خصوص کا باقی ہے کہ اس سے تخصیص عموم کتاب اللہ کے ساتھ خبر واحد کے لازم آتی ہے جب کہ متاخرین حنفیہ ناجائز بتلاتے ہیں سو اس کا جواب تفصیل جواب سوال کے جواب میں آوے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

خلاصہ تقریر طریق خاص اصول کا یہ ہوا کہ اولاً اس کا صغری ممنوع ہے ثانیاً صدق کبری ممنوع۔ ثالثاً کلیہ کبری ممنوع۔ پس جب تک حضرت مجیب صاحب ہمارے ان ممنوع ثلاثہ کو بدلائل بینہ نہ اٹھائیں استدلال آپ کا آیت سے نامسموع و غیر مقبول ہے۔

و لیکن هذا آخر ما یختم به الکلام فی المسئلة الجهر بآمین  
الذی هو خاتم الدعاء كما قاله سید المرسلین فله الحمد و له  
المنة علی ما وفقنا لا فحما المخاصمین و علی رسوله  
الصلوة و السلام و علی آله و اصحابه اجمعین۔

تیسرا سوال: میرا یہ تھا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا آنحضرت ﷺ کا کسی حدیث قطعی الدلالة سے ثابت کیا جاوے۔ اس کے جواب میں ہمارے مخاطب

مستور نے فرمایا ہے صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۲ میں حدیث مذکور ہے کہ کہا راوی نے کہ تھے لوگ حکم کئے جاتے کہ رکھیں ہاتھ اپنا دایاں اور پونچے بائیں اپنے کے اور ایسے ہی صاحب ترمذی کی روایت سے ثابت ہے۔ لیکن یہ ہر دو حدیث مجمل ہیں بیان ان کا یہ یہ حدیث کہ روایت کیا ابو بکر ابی بن شیبہ نے

رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت

السرة (ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے نبی ﷺ کو رکھا، دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ

پر نماز میں زیر ناف)۔

تحقیق کیا مولوی قطب الدین مرحوم نے تنویر الحق کے صفحہ ۱۰۳ میں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بشرط مسلم اور نظیر حسین صاحب نے جو استاد مشہور صاحب کے ہیں معیار میں کچھ جواب نہیں دیا اور بلا وجہ کسی حدیث کو کہہ دینا مناظرہ اور علم سے بعید ہے۔ فتا مل۔

جواب اس کا یہ ہے کہ وارد کرنا حدیث بخاری کا جس کی تائید میں روایت ترمذی کا بھی نام لے دیا ہے اس مقام میں بجز اظہار ناواقفی و کم فہمی کے مشعر کسی امر کا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ حدیث بیان محل ہاتھ رکھنے سے ساکت ہے۔ چنانچہ مخاطب نے اس کے مجمل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ پس وارد کرنا اس کا میرے سوال کے جواب میں کیا معنی رکھتا ہے؟ شاید جناب مخاطب کی غرض اس سے یہ ہو کہ عوام میں یہ مشہور ہوگا کہ مولانا صاحب نے جواب سوال سوم کا حدیث بخاری سے ادا کیا ہے۔ پس اگر یہی غرض تھی تو کوئی بڑی لمبی سی حدیث بخاری کی خواہ وہ کسی مضمون بیع و شرا میں ہوتی نقل کر دیتے، پس عوام میں خوب آپ کا نام ہوتا۔ رہے علماء سو جیسے وہ اس استدلال پر ہنستے ایسے اس پر ہنستے ہیں۔ اب رہی حدیث ابن ابی شیبہ کی سوزیف ہے اس کی سند میں انقطاع ہے راوی اس کا علقمہ بن وائل ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اس نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا، نہ اس سے کچھ سنا۔ نفی سماع تقریب التہذیب میں موجود ہے حیث قال:

علقمہ بن وائل بن حجر بضم المهملة و سکون الجیم

الحضری الکوفی صدوق انه لم یسمع من ابیه۔

اور نفی لقاء کی شیخ ابن ہمام کر چکا ہے جو حنفیوں کا جد استاد ہے، اور حنفی مذہب کی نصرت کو فرض جان کر مدت العمر ساعی رہنا اور اس نصرت کی غرض سے اس نے بعض باتوں میں خلاف حق کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس مذہب کے پاس سے علماء سلف و خلف کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ ایک بات اس میں یہ کہہ رکھی ہے کہ مقدم سمجھنا صحیح بخاری اور مسلم کا اور کتابوں سے جس کو جملہ محدثین مانتے آئے ہیں، تسلیم نہیں۔ حیث قال

فی تتمۃ باب النوافل من فتح القدير و قول من قال اصح  
الا حدیث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد به البخاری ثم ما  
انفرد به مسلم ثم ما اشتمل علی شرطهما من غیرہ ثم ما  
اشتمل علی شرط احدهما تحکم يجوز التقليد فیہ

اور اس بات میں بجز نصرت مذہب حنفی کے کچھ مقصود اس کا نہیں، چنانچہ شیخ عبدالحق حنفیؒ نے شرح سفر السعادة میں اس بات کا اقرار کیا ہے، حیث قال  
واین سخن نافع و مفید است در غرض از شرح این کتاب کہ اثبات و تائید  
مذہب آئمہ مجتہدین خصوصاً مذہب حنفی است و غرض شیخ ابن الہمام نیز ہمیں  
ست۔

اور اس کی بات کے علامہ سندھیؒ نے دراسات اللیب میں اور مولانا صدیق حسن نے منج الوصول میں بخوبی رد کر دیا اور کچھ بھی کلام اس میں میرے رسالہ منج الباری فی ترجیح صحیح البخاری میں بھی موجود ہے۔ اسی حضرت ابن الہمام نے فتح القدير میں صاف فرما دیا ہے کہ علقمہ بن وائل، اپنے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا ہے چنانچہ حدیث شعبہ احناف آئین میں جو اسی علقمہ بن وائل سے مروی ہے جس کو وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے نقل کر کے پہلے اسی کی یہ تین خطائیں ذکر کی ہیں کہ اس میں شعبہ نے رفع کی جگہ اخی کہہ دیا ہے اور ابن العنسی کی جگہ ابو العنسی اور علقمہ کو بیچ میں بڑھا دیا ہے

و فیہ علة اخرى ذکرها الترمذی فی عللہ الکبیر انه سئل  
البخاری هل سمع علقمہ من ابیہ فقال انه ولد بعد موت ابیہ

لسنّ شہر -

اسکا قول حنیفوں پر قرآن سے بڑھ کر حجت ہے، اسی واسطے ہم نے اس کے حال کے بیان میں تفصیل کی ہے، اور ثبوت اس امر کا کہ حدیث منقطع جس کی سند میں انقطاع ہو اقسام ضعیف سے ہے اور لائق عمل و اعتبار کے نہیں ہے چھوٹی بڑی کتابوں میں اصول کی موجود ہے۔ مختصر الاصول طیبی میں ہے:

و الضرب الثاني ما يختص بالضعيف الى ان عد فيه المنقطع ففقال المنقطع ما لم يتصل بسنده باي وجه كان سواء ترك الراوي من اول الاسناد او وسط او آخره الا ان غالب استعماله في من دون التابعي كما لك عن ابن عمر اور نخبۃ الفکر میں ہے:

ثم المراد اما ان يكون لسقط او علق فالسقط ان يكون من مادي؟ السند من مصنف او من آخره بعد التابعي او غير ذلك فاول المعلق و الثاني المرسل و الثالث ان كان باثنين فصاعداً مع التوالي فهو المعضل و الا فالمنقطع -

ایسا ہی جو اہر الاصول اور منج الوصول اور مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔ اس بیان سے ضعف اس حدیث کا بدلیل صریح ثابت ہوا جس سے آپ کا یہ کہنا کہ کسی حدیث کو بلا وجہ ضعیف کہہ دینا مناظرہ اور علم سے بعید ہے مندرج ہو گیا۔ اب انصاف فرمادیں کہ ہمارا ضعیف کہنا اس حدیث کا بدلیل ہے بے دلیل اور سند اس کی منقطع ہے یا متصل۔

اور جو آپ نے اس کی تصحیح میں یہ بات فرمائی ہے (تحقیق کیا مولوی قطب الدین خان مرحوم نے تنویر الحق کے صفحہ ۱۰۲ میں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بشرط مسلم کے اور نذیر حسین صاحب نے جو استاد مشہور صاحب کے ہیں معیار میں کچھ جواب نہیں دیا) یہ محض کذب ہے۔ تنویر الحق میں کچھ تحقیق اس حدیث کی موجود نہیں ہے ہاں اس میں مجرد دعویٰ صحت ہے چنانچہ پوری عبارت اس کی نقل کی جاتی ہے

( کہا ابو بکر بن ابی شیبہ نے حد ثنا و کعب عن موسی بن عمر عن علقمہ بن واثل

عن وا ثل بن حجر عن ابيه ر آيت النبي ﷺ و وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة - یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم کے

تمام ہوئی عبارت تنویر الحق بلا کم و کاست -

تو دیکھو اس میں کسی قسم کی تحقیق نہیں کی ہے، خالی دعویٰ ہے جس کو کوئی تحقیق نہیں کہہ سکتا ہے۔ تحقیق تب ہو جب کہ اس دعویٰ میں دلائل و شواہد سے بحث کی جاوے۔ پس تحقیق کہنا آپ کا مجرد دعویٰ کو بجز کذب اور تغلیط کے کیا متصور ہے آپ نے جب دیکھا کہ اب حق حق کہنے سے تو کام نہیں چلتا تو کہا چلو ایک کذب بھی اس میں ملا دیں اور لوگوں کو جھوٹ کر بہکا دے، لیکن یہ نہ سوچا کہ تنویر الحق کسی اور کے پاس بھی ہوگی اس میں دیکھنے والے کو کوئی تحقیق نظر نہ آوے گی تو مجھے کیا کہا جاوے گا۔ آنحضرت ﷺ نے صحیح فرمایا ہے اذا لم تستحي فاصنع ما شئت -

الحاصل کلام آپ کی بجواب مسئلہ سوم بالکل بے معنی و لایعنی ہے جو حدیث صحیح اس میں آپ لائے ہیں اس کو زیر ناف سے کچھ علاقہ نہیں اور جس میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں۔

### تنبیہ لطیف

مقلدین سبھی ایک روش رکھتے ہیں۔ پڑھے ہوئے ان پڑھ سبھی ایک بولی بولتے ہیں الا من عصمه الله تعالى۔ ان پڑھ پر (جس نے بجز تنویر الحق وغیرہ اردو رسائل کچھ نہیں دیکھا جو کچھ لکھا اسی سے لکھا جیسے ہمارے مخاطب مستور ہیں) کچھ افسوس نہیں، افسوس ان پر ہے جو لوگوں میں خواندہ مشہور ہیں۔ پھر ان پڑھوں کی چال چلتے ہیں جیسے مولوی وحید الزمان لکھنوی حیدرآبادی ہیں کہ ترجمہ اردو شرح و قایہ میں یہی بولی بولے ہیں اور اس حدیث زیر ناف کی تصحیح میں اپنے علم کا حال کھولے ہیں چنانچہ صفحہ ۹۷ میں اس کتاب کے فرماتے ہیں:

اور کہا بعض جہلاء نے کہ نہیں ہے کوئی حدیث مرفوع اس باب میں واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ کہا ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں

حد ثنا و کيع عن موسى بن عمر عن علقمه بن وا ثل بن حجر عن ابيه ر آيت النبي ﷺ و وضع يمينه على شماله في

## الصلوة تحت السّرة

پھر اس کا ترجمہ کر کے کہا ہے:

بعض علماء نے هذا حدیث صحیح من حیث السند لان فیہ

رجالاً کلّهم سوى الصحابی ثقّات

(یعنی یہ حدیث صحیح ہے اس واسطے کہ جتنے راوی ہیں اس میں صحابی چھوڑ کر سب ثقّہ ہیں)۔

سو اس میں آپ نے وہی چال اختیار کی جو ہمارے مخفی مخاطب نے کی۔ وہ بے چارہ تنویر الحق کے بھروسہ پر مدعی صحت ہوا، یہ حضرت بعض علماء (جس سے شائد دوسرا بھائی جناب کا ہو یا کوئی اور عالم تقلیدی) کے توکل پر مجرد توثیق رِوَاة کی نظر سے مدعی صحت اس حدیث کے ہو بیٹھے ہیں۔ پھر بایں ہمیں سرمایہ بڑے فخر سے اپنی باتوں پر نازاں ہیں اور اپنے مقابلین اہل حدیث کو جاہل بتلاتے ہیں۔ ان کی لُن ترانیاں کسی نے دیکھنی ہوں تو دیا چاچا اس کتاب کو دیکھئے پھر ان شیخیوں کو ان تحقیقوں کے مقابل کر کے داد حق دے۔

جناب من! مجرد ثقّہ ہونے سے رِوَاة کے حدیث صحیح نہیں ہو جاتی جب تک کہ ساتھ اس توثیق رِوَاة کے تین وصف اور اس میں محقق ہوں اور باثبات و تحقیق ان چاروں اوصاف کے تصحیح اس کی عمل میں نہ آوے یا کوئی امام جلیل الشان جو فن تصحیح میں مسلم القول ہو اس کی تصحیح نہ کرے۔ ثبوت ضرور ہونے تصحیح آئمہ کا بضمن بحث رفع یدین گذر چکا۔ اس مقام میں ضروری ہونا محقق ان اوصاف کا جو علاوہ توثیق رجال سے صحت حدیث کے واسطے بکار ہیں بیان کرتا ہوں۔ سوتین صفتیں یہ ہیں۔

۱۔ متصل ہونا اس کے اسناد کا۔ ۲۔ منثقی ہونا شذوذ کا۔ ۳۔ منثقی ہونا چھپے عیب کا۔ چنانچہ تعریف حدیث صحیح سے جو چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھی ہے، ان اوصاف کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نخبہ اور اس کی شرح الشرح میں ہے:

و خبر الا حاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شانہ هو الصحیح لذاتہ فبا القید الاول خرج من عرف ضعفه او جهل عيبه كما سيجيء بيانها وبالثنائي المعضل وكذا قليل الضبط وبالثلث المنقطع والمعضل

المرسل -

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے:

اما الحدیث الصحیح فهو الحدیث المسند الذی یتصل سندہ  
بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتہاہ و لا  
یکون شاذاً و لا معللاً و فی ہذہ الاوصاف احتراز عن العلق  
و العضل و الشاذ و ما فیہ علّة قادحة و ما فی رواۃ نوع

جرح

ایسا ہی خلاصہ اصول طیبی و جواہر الاصول و منیج الوصول میں ہے۔ اور طرفہ یہ  
ہے کہ اسی کتاب کے دیباچہ میں خود مولوی صاحب نے ایسا ہی فرمایا ہے:  
صحیح اس کو کہتے ہیں جس کو دیندار پر ہیزگار، خوب یاد رکھنے والے لوگوں  
نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اس میں کوئی پوشیدہ ہو اور معتبر  
لوگوں کے مخالف بھی نہ ہو۔

پھر تعریف حسن ذکر کر کے فرمایا ہے ضعیف حدیث اس کو کہتے ہیں جو صحیح اور  
حسن کے مخالف ہو یا اس کے راوی میں کوئی وجہ ضعف مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت  
وغیرہ پائی جاتی ہو یا اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو۔ تو اگر اول سے کوئی راوی  
ساقط ہے تو اس کا نام معلق ہے اور اگر اثناء سے ساقط ہو مثلاً صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور  
تابعی بیان کرے تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو معضل ہے  
نہیں تو منقطع۔ بناء علیہ آپ کو لازم تھا کہ فقط توثیق رواۃ سے دعویٰ صحت کا نہ کرتے  
بلکہ اتصال سند بھی ثابت کرتے لقاء و سماع ہر ایک راوی کا اپنے شیخ سے ثبوت کو  
پہنچاتے۔ پھر نفی شد و ذہنی علت بدلیل کرتے۔ ان چاروں مراتب کو طے کر کے دعویٰ  
صحت اس حدیث کا زبان پر لاتے، پھر اس کی صحت کے منکر کو جاہل بتلاتے۔ افسوس  
آپ نے بدون اثبات ان امور رابعہ کے دعویٰ صحت بجز تقلید بعض مجاہل کے کیا اور  
یہ نہ جانا کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ راوی اس کا علقمہ جو اپنے باپ کے پیچھے پیدا  
ہوا ہے اور باپ ہمہ اپنے مقابلین منکرین صحت اس حدیث کو جاہل بتلا یا تو گویا اپنے  
کلام میں اپنے جہل و ناواقفی کا اظہار کیا یا میری اس بات کو تصدیق کیا کہ مقلدین

جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور عالم کہلا کر کجباب تقلید ان پڑھوں کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔ پس شق اول آپ کو مطالعہ کتب توارنخ و اسماء رجال کا جس نے حال انقطاع و اتصال اسانید کا معلوم ہوا لازم ہے پھر ترمیم اس ترجمہ شرح وقایہ کی واجب۔ اور شق ثانی ترک کرنا اس تقلید کا جو دیدہ دانستہ خلاف حق پر باعث ہوئی ہے۔ غرض اس واسطے شیخ سعدی یا بعض اکابر نے فرمایا ہے

ز تقلید اندیشہ بس واجب است  
کہ تقلید پابند ہر طالب است

## ضمیمہ نمبر ۸۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)  
اور حافظ ناصر الاسلام حافظ ابن حزم ظاہری نے اس تقلید کے رد میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا اخیر یہ ہے:

و اهرب عن التقليد فهو ضلالة  
ان المقلد في سبيل الهالك

اور اسی نظر سے اکابر حنفیہ جو حنفی مذہب کے اعیان اور رؤساء شمار کئے جاتے ہیں اس تقلید کو عارض سمجھ کر اس کے نام سے بھاگتے اور صاف کہتے کہ ہم ابوحنیفہؒ کی ہر بات میں تابع نہیں ہیں۔ منجملہ ان کے امام طحاوی حنفی ہے جو کہا کرتا:  
کیا جو کچھ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے میں اس کا قائل ہوں۔ مقلد نہ ہوگا مگر متعصب یا بے وقوف۔

ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجر قسطلانی نے لسان المیزان میں۔ چنانچہ ملا حیات سندھی حنفی رسالہ ایقاف علی سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں۔

نقل الحافظ ابن حجر في لسان الميزان عن الطحاوي انه  
قال او كلما قال ابو حنيفة اقول به و هل يقلد الا عصبى او



غیبی فطارت هذا الكلمة بمصر حتى صارت مثلاً  
 اور جب کہ یہ روش حضرت لکھنؤ کی اس مسئلہ میں معلوم ہوئی تو اسی بات پر  
 باقی کتاب کو قیاس کرنا چاہیے۔ اکثر اس میں ایسی ہی باتیں بالوکی دیوار اور سراب کے  
 آثار ہیں۔ اگر مجھے حق تعالیٰ نے توفیق دی اور اس پر چرکوترقی بخشی تو میں سب  
 مضامین واہیہ اس کتاب کو اس پرچہ میں حسب موقع حرف بحرف رد کرونگا انشاء اللہ  
 تعالیٰ۔ و ما توفیقی الا باللہ و هو حسبی و نعم الوکیل۔

و لیکن هذا اختتام الكلام على وضع الیدین تحت السرة  
 فی الصلوة المخالف لهدی النبی المبعوث بالحجج... فله  
 الحمد على ما وفقنا لا بطل الباطل بالآیات الواضحات و  
 على رسوله الصلوة والسلام و على انه الطيبين و ازواجه  
 الطاهرات

چوتھا سوال میرا یہ تھا کہ مقتدی کو خاص کر سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا  
 اللہ تعالیٰ یا آنحضرت ﷺ کا آیت قطعی الدلالة یا حدیث صحیح قطعی الدلالة سے ثابت کیا  
 جائے

اس کے جواب میں مخاطب مستور نے یہ فرمایا ہے:

جواب اس کا موقوف ہے اوپر چند مقدمات کے:  
 اول یہ کہ عام غیر مخصوص البعض قطعی ہوتا ہے مثل خاص کے جیسا خاص  
 معارض ہوتا ہے عام سے ایسا ہی عام معارض ہوتا ہے ساتھ خاص کے۔  
 ثانی یہ کہ حجت متواتر یا حدیث مشہور یا خبر واحد میں مخالف سمجھا جاوے  
 اور تقدم و تاخر زمانہ معلوم نہ ہو تو متواتر پر عمل کیا جاتا ہے۔  
 ثالثاً یہ کہ عبرت واسطے عموم الفاظ کے ہے نہ واسطے خاص مورد کے جب  
 تک کہ مورد میں کچھ خصوصیت ثابت نہ ہو۔

جب تینوں امر مہم ہو چکے تو کہتے ہیں ہم کہ الحمد للہ کا پیچھے امام کے پر  
 ہنا منع ہے بہو جب آیت کریمہ کے قال اللہ تعالیٰ

فلاذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا .. الآية

(ترجمہ: پس جس وقت پڑھا جاوے قرآن پس سنو تم اس کو اور چپکے رہو)۔

غرض بموجہ دو مقدموں پہلوں کے عمل کیا جاوے گا ساتھ آیت شریف کے اور چھوڑا جاوے گا عمل خلاف اس کے کا جو ہو حدیث بشرط صحت قتم احاد وغیرہ سے اور موید ہے اسی امر کو روایت سعد بن ابی وقاصؓ سے

وانه قال وددت ان الذى يقرأ خلف الامام فى فمه جمرة

(ترجمہ: تحقیق سعد بن وقاص صحابی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا دوست رکھتا ہوں

میں کہ تحقیق وہ شخص پڑھے پیچھے امام کے اس کے منہ میں انگارے بھریں)۔

روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے۔ اور ایسا ہی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس نے

پڑھا پیچھے امام کے پس تحقیق چوک گیا وہ سنت سے۔ روایت کیا اس کو ابو بکر

بن ابی شیبہؓ نے اور طحاویؒ نے۔ اگر کسی کو خلیجان ہو کہ آیت خاص ہے واسطے

خطبہ کے بسبب ورود اور شان نزول کے تو رفع کیا گیا ہے ساتھ مقدمہ

ثالث کے دیکھو اللہ تعالیٰ نے ایک شرط کی دو جزائیں بیان فرمائیں تاکہ

شامل ہونما زسر یہ جہر یہ کو کمالا یخفی علی من له ادنی مسکة فی العلم

اس کا جواب بھی مثل جواب سوال سومؓ دو طریق سے ہے۔ طریق عامی اور

طریق خاص اصولی۔ تقریر طریق عامی کی یہ ہے کہ ہم نے جواب مسئلہ میں آیت یا

حدیث قطعی الدلالة مانگی ہے اور یہ آیت ممانعت قرآۃ فاتحہ میں پیچھے امام کے قطعی

الدلالة نہیں ہے، دو وجہ سے۔

وجہ اول یہ کہ اس آیت میں بوقت پڑھے جانے قرآن کے انصات و

استماع کا امر ہے یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اور سکوت کرو۔ سونپا ہر ہے

کہ سننا چپکے ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آہستہ پڑھتے بھی جائیں اور سنتے

بھی جاویں۔ اور ایسا ہی سکوت بالکل ہی نہ پڑھنے کو نہیں چاہتا بلکہ آہستہ پڑھنے پر بھی

سکوت بولا جاتا ہے۔ پس آیت سے قطعاً ثابت نہ ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو

اس وقت کچھ نہ پڑھو محض چپکے ہو رہو۔ ثبوت اس امر کا کہ آہستہ پڑھنے پر سکوت بولا

جاتا ہے یہ ہے کہ حدیث بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا ہے کہ آنحضرت

ﷺ مابین تکبیر تحریرہ و قرآن قرآن کے سکوت فرماتے، تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس حالت سکوت میں کیا پڑھا کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھتا ہوں: اللہم باعد بینی و بین خطایا۔ الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں:

عن ابی ہریرہ قال قال کان رسول اللہ ﷺ یسکت بین التکبیر و بین القراءة اسکاتاً، قال: احسبه قال: ہنیئاً۔  
فقلت: بابی و امی یا رسول اللہ ﷺ، اسکاتک بین التکبیر و بین القراءة ما تقول۔ قال: اقول: اللہم باعد بینی و بین خطایا، کما باعدت بین المشرق و المغرب، اللہم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابيض من الدّنس، اللہم اغسل خطایا بالماء و الثلج و البرد۔ رواہ الشیخان ( صحیح

بخاری حدیث نمبر ۷۴۴)

ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں دو سکتہ کرتے۔ ایک بعد تکبیر کے اور ایک بعد قرآن فاتحہ کے۔ چنانچہ سمرہ بن جندب سے روایت ہے: انہ حفظ عن رسول اللہ ﷺ سکتین، سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من قرأت غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔  
رواہ اصحاب السنن

شیخ عبدالحقؒ نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں بذیل شرح اس حدیث کے لکھا ہے کہ سکتہ اول اتفاقی ہے جس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے حیث قال:

انّ السکتۃ الاولی متفق علیہا یقرأ فیہا دعاء الافتتاح

اس سے صاف ثابت ہوا کہ آہستہ پڑھنے کو بھی سکوت کہا جاتا ہے۔ پس جائز ہے کہ آیت کریمہ میں اسی معنی کی راہ سے سکوت کا ارشاد ہونہ اس معنی سے کہ بالکل کچھ نہ پڑھا جاوے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث سکتہ میں اطلاق سکوت کا قرآن آہستہ دعا پر مجازاً آیا ہے نہ حقیقہً چنانچہ شیخ عبدالحقؒ نے اسی عبارت کے متصل یہ بھی کہا ہے کہ:

وهی لیست السکتۃ فی الحقیقۃ بل المراد بہ عدم الجهر

## بالقرأة

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی معنی سکتہ کے ایسے نہیں جو آہستہ پڑھنے پر حقیقتاً صادق آویں۔ پس تجویز کرنا ایسے معنی کا آیت میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس معنی کر اور جس طرح اس حدیث میں اطلاق سکوت کا عدم جہر قرأة پر پایا گیا ہے اور یہی عدم جہر مراد ٹھہرایا گیا ہے اسی معنی کر اور اسی طرح اس آیت میں اطلاق انصت و سکوت کا عدم جہر قرأة پر ہو سکتا ہے اور یہی عدم جہر اس سے مراد بن سکتا ہے۔ وہ حقیقتاً ہے تو یہ بھی حقیقتاً وہ مجازاً ہے تو یہ بھی مجازاً ہے۔ اس میں اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہاں حدیث سکتہ میں تو معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لینے پر ایک قرینہ باعث ہے وہ یہ کہ دوسری حدیث سے آنحضرت ﷺ کا آہستہ دعا پڑھنا بجائے اس سکتہ کے ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں معنی حقیقی سکتہ کے مراد نہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا ہی اس آیت میں معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی سکتہ کے مراد لینے پر قرینہ صارفہ موجود ہے وہ یہ کہ حدیث سے آنحضرت ﷺ کا تجویز کرنا پڑھنا فاتحہ کو بوقت قرأة امام اور خاص کرنا ممانعت جہر سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں معنی حقیقی انصت کے مراد نہیں۔ مراد اس سے معنی مجازی انصت کے ہیں جس سے آہستہ پڑھنا منافی نہیں ہے۔

ثبوت اس امر کا کہ آنحضرت ﷺ نے ممانعت قرأة ... سے خاص کیا اور مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کا امر فرمایا ہے یہ کہ موطا مالک صفحہ ۲۹ میں ہے:

ما لك عن الزهري عن اكميه عن ابي هريره ان رسول الله  
انصرف من صلوة جهر فيها بالقرأة فقال أقرأ معي احد  
قال فقال ر جل، نعم يا رسول الله. قال فقال رسول الله  
اني اقول مالي انازع القرآن .

اور یہ حدیث سنن ابوداؤد میں صفحہ ۱۱۹

(ابوداؤد میں یہ حدیث اور اس سے متعلق جو کچھ یوں ہے درج ذیل ہے۔)

حدثنا القعنبي عن مالك، عن ابن شهاب، عن ابن اكمية الليثي، عن ابي هريرة : ان  
رسول الله ﷺ انصرف من صلوة جهر فيها بالقرأة فقال : هل قرأ معي احد منكم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آنفاً۔ فقال رجل : نعم يا رسول الله ﷺ۔ قال : انى اقول ما لى انازع القرآن۔ قال :  
 فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه النبى بالقراءة من الصلوات  
 حين سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ

قال ابو داؤد : روى حديث ابن اكمية هذا معمر و يونس و اسامة ابن زيد ، عن الزهرى  
 على معنى مالك - سنن ابوداؤد حديث نمبر ۸۲۶

حد ثنا سفيان عن الزهرى قال : سمعت ابن اكمية يحدث سعيد بن المسيب قال :  
 سمعت ابا هريرة يقول : صلى بنا رسول الله ﷺ صلاة نظن انها الصبح - بمعناه الى  
 قوله : ما لى انازع القرآن۔

قال ابو داؤد : قال مسدد فى حديثه قال معمر : فانتهى الناس عن القراءة فيما جهر به  
 رسول الله ﷺ و قال ابن السرح فى حديثه : قال معمر عن الزهرى قال ابو هريرة :  
 فانتهى الناس - و قال عبد الله بن محمد الزهرى من بينهم قال سفيان و تكلم الزهرى  
 بكلمه لم اسمعها فقال معمر انه قال : فانتهى الناس۔

قال ابو داؤد : و رواه عبد الرحمن بن اسحاق عن الزهرى ، و انتهى حديثه الى قوله  
 : ما لى انازع القرآن ، و رواه الاوزاعى عن الزهرى قال فيه : قال الزهرى : فاتعظ  
 المسلمون بذلك فلم يكونوا يقرؤون معه فيما يجهر به

قال ابو داؤد : سمعت محمد بن يحيى بن فارس قال قوله : فانتهى الناس من كلام  
 الزهرى (سنن ابوداؤد حديث نمبر ۸۲۷)

، و جامع الترمذى میں مروى ہے

(ترمذى يوں روایت ہے: حد ثنا سفيان ( بن عينية ) عن الزهرى ، عن محمود بن الربيع  
 ، عن عبادة بن الصامت عن النبى ﷺ قال : لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ۔

قال ، و فى الباب عن ابى هريرة ، و عائشه و انس و ابى قتاده و عبد الله بن عمرو  
 قال ابو عيسى : حديث عبادة حديث حسن صحيح ، والعمل عليه عند اكثر اهل العلم  
 من اصحاب النبى ﷺ ، منهم : عمر بن الخطاب ، و ( على بن ابى طالب ) ، و جابر  
 بن عبد الله ، و عمران بن حصين ، و غيرهم ، قالوا : لا تجزىء صلاة الا بقراءة فاتحة  
 الكتاب۔ ( و قال على بن ابى طالب : كل صلاة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهى خداج

غیر تمام۔) و به یقول ابن المبارک و الشافعی و احمد و اسحاق (سنن ترمذی۔ حدیث نمبر (۲۳۸))

اور اسی قدر لفظ حدیث کے محفوظ ہیں، اور جو آگے ان کتابوں میں مذکور ہے

فانتھی الناس عن القرآة مع رسول الله

یعنی لوگ باز آگئے حضرت کے ساتھ پڑھنے سے، یہ باتفاق آئمہ محدثین کے حدیث سے نہیں ہے، بلکہ زہری کی کلام ہے جو پایہ حجت سے ساقط ہے چنانچہ سلام اللہ حنفی نبیرہ شیخ عبدالحق دہلوی محلی شرح موطا میں کہا ہے:

قال ابو داؤد و سمعت محمد بن یحی فارس قوله فانتھی الناس من کلام الزہری۔

و کذا روی الاوزاعی عن الزہری فاتعظ المسلمون بذلك فلم یکنوا یقرؤون فيما یجهر فیہ رسول الله ﷺ قال النووی و کونه من کلام الزہری متفق علیہ عند الحفاظ منهم البخاری و الاوزاعی و الذہبی.. انتھی۔ ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ میں کہا ہے:

نقل میرک عن ابن الملقن ان قوله فانتھی الناس۔ الخ، هو من کلام الزہری لا مر فوعاً قاله البخاری و الذہبی و ابن فارس و ابو داؤد و ابن حبان و الخطابی و غیرہ۔ اور امام محمد بن علی الشوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے:

قوله فانتھی الناس عن القرآة مد رج فی الخبر كما بینه الخطیب و اتفق علیہ البخاری فی تاریخه و ابوداؤد و یعقوب بن سفیان و الذہبی

ایسا ہی کہا ہے قرطبی مالکی نے اپنی تفسیر میں۔

دیکھو اس حدیث سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے اونچی پڑھنے پر جو باعث خلجان و منازعہ ہوا تھا انکار کیا اور اسی سے منع فرمایا چنانچہ جامع ترمذی میں بعد روایت کرنے اس حدیث کے کہا ہے:

و ليس فى الحدیث ما یدخل على من رأى القرآنة خلف الامام لان ابا هريره هو الذى روى عن النبى ﷺ انه قال من هذا الحدیث و روى ابو هريره عن النبى ﷺ انه قال من صلى صلوة لم یقرأ فیها بام القرآن فهى خداج غیر تمام فقال له حامل الحدیث انى اكون احیاناً وراء الامام قال ارأبها فى نفسك انتهى كلام الترمذى -

و معنى قول ابى هريره اقرأ بها فى نفسك اقرأ بها سرّاً بحيث یسمع نفسك و لهذا اتفقوا على ان الجنب لو تدبر القرآن بقلبه من غیر حركة اللسان لا تكون قارئاً مرتكباً لقرآنة الجنب المحرمة قال النووى فى شرح المسلم

( سنن ابوداؤد - عن ابى هريره قال : قال لى رسول الله : اخرج فناد فى المدينة انه لا صلاة الا بقرآن و لو بفاتحة الكتاب فما زاد - و لو بفاتحة الكتاب فما زاد - سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۱۹ )

عن ابى هريره قال : امرنى رسول الله ﷺ ان انادى انه لا صلاة الا بقرآنة فاتحة الكتاب فما زاد - سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۰

حد ثنا القعنّى عن مالك عن العلاء بن عبد الرحمن انه سمع ابا السائب مولى هشام بن زهرة یقول : سمعت ابا هريره یقول : قال رسول الله ﷺ : من صلى صلاة لم یقرأ فیها بأم القرآن فهى خداج ، فهى خداج ، فهى خداج غیر تمام -

قال : فقلت : يا ابا هريره ! انى اكون احیاناً وراء الامام -

قال : فغمّ ذراعى و قال : اقرأ بها يا فارسى فى نفسك ! فانى سمعت رسول الله ﷺ یقول : قال الله عز و جل : قسمت الصلاة بينى و بين عبدى نصفین ، نصفها لى و نصفها لعبدى ، و العبدى ما سأل .. الحدیث - سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۱ )

اور کہا امام شوکانی نے نیل الاوطار میں بذیل حدیث مذکور کے:

و المنازعة ، قال صاحب النهاية نازع اي جاذب كانهم  
 جهروا بالقرأة خلفه فانست عليه الحديث استد ل به  
 القائلون بانه لا يقرأ المؤتم خلف الامام في الجهرية وهي  
 خارج عن محل النزاع لان الكلام في قرأة المؤتم خلف  
 الامام سرأ و المنازعة انما تكون مع جهر المؤتم لا مع  
 اسراره -

اور کہا قرطبی مالکی نے اپنی تفسیر میں:

و المعنى فى حدیثه لا تجهر و اذا جهرت فان ذلك تنازع  
 و تجاذب و تخالغ اقرؤا فى انفسكم بنیه حدیث عبادہ و  
 افتى الفاروق برأى ابى هريرة الراوى لمحدثين فلو فهم  
 المنع جملة من قوله ما لى انازع القرآن لما افتى بخلافه  
 قلت و سيجىء حدیث عبادہ و افتاء عمر الفاروق عنقريب  
 انشاء الله -

ایسا ہی معنی حدیث منازعت کے مرقات الصعود اور نہا یہ جزری میں لکھے  
 ہیں ان سب کی کلام سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اونچے پڑھنے  
 پر انکار کیا ہے نہ مطلق قرأة سے۔ اور سنن ابوداؤد میں ہے۔

عن عمران بن حصين: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ  
 رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ بِسَبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلَى - فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ:  
 اَيُّكُمْ قَرَأَ - قَالُوا رَجُلٌ ، قَالَ: قَدْ عَرَفْتُمْ اِنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجْنِيهَا )

سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۸)

یہ حدیث بھی صریح اس امر میں ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے  
 سبح اسم ربك اونچے سے پڑھا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر انکار کیا اور فرمایا کہ  
 مجھے اس نے خلیجان میں ڈالا۔ اور مشکوٰۃ صفحہ ۷۳ میں ہے:

عن ابن عمر البياضی قال قال رسول الله ان المصلی  
 یناجی ربه فلینظر ما ینا جیه به و لا یجهر بعضکم علی



بعض بالقرآن رواہ احمد۔

یہ بھی صریح ہے کہ مقتدی امام پر یا دوسرے مقتدی پر جہر نہ کرے۔ الغرض یہ سب حدیثیں خاص جہر سے ممانعت کرتی ہیں نہ مطلق قرأت سے۔ اب وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن میں امر قرأت فاتحہ مقتدی کے واسطے وارد ہے:

عن محمد بن اسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال لکننا خلف رسول الله في صلوة الفجر فقرأ رسول الله ﷺ فثقلت عليه القرأة فلما فرغ قال لعلمكم تقرؤون خلف اما مكم قلنا نعم يا رسول الله قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقره بها رواه انوداؤد و الترمذی و قال حسن و في لفظ لا تقرأه بشيء من القرآن اذا جهرت به الا با م القرآن رواه ابو داؤد و انسائی و الدار قطنی و قال رجاله كلهم ثقات و عن عباده ان النبي ﷺ قال لا يقرؤن احد منكم بشيء من القرآن اذا جهرت به الا با م القرآن رواه الدار قطنی و قال رجالهم كلهم ثقات كذا في منتقى الاخبار و في شرحه نیل الاوطار اخرجه ايضاً احمد و البخاری في جزء القرأة و صححه ابن حبان و الحاكم و البهيقی من طريق ابن اسحاق قال حدثني مكحول عن محمود بن ربيع عن عبادة و تابعه زيد بن واقد و غيره مكحول الى ان قال محمد بن اسحاق قد صرح بالتحديث فذهبت مظنة تدليسه و تابعه من تقدم انتهى كلام الشوكاني

قلت قول الشارح محمد بن اسحاق قد صرح بالتحديث فذهبت مظنة تدليسه جواب عما قيل في ابن اسحاق انه مدلس و قد اتى باللعنة كما في رواية الترمذی و غيره تفصيله ان محمد بن اسحاق و ان كان من عادته التدليس

لا كنه صرح في هذا الحديث بالتحديث كما في رواية  
 البهيقي وغيره حيث قال حدثني مكحول الخ - و تقرر في  
 اصول الحديث ان المدلس الثقة اذا صرح بالتحديث او  
 السماع في الرواية فردا نية مقبولة و مظنة التدليس عنه  
 في تلك الرواية مرفوعة يبقى الكلام في ثبوت ثقته فيكفي  
 في ذلك حجة على القوم قول امام الحنفية بل ايما نهم ابن  
 الهمام في فتح القدير حيث قال و هو له توثيق ابن اسحاق  
 هو الحق لازمنا نقل فيه عن مالك لا ثبت و لو صح لم  
 يقبله اهل العلم كيف و قد قال شعبه فيه اي في ابن اسحاق  
 هو امير المؤمنين يعني في الحديث و روى عنه مثل الثوري  
 و ابن ادريس و حماد بن زيد و يزيد بن زريع و ابن عليّ و  
 عبد الوارث و ابن المبارك و احتمل احمد و ابن معين و  
 عامة اهل الحديث غفر الله لهم و قد اطال البخاري في  
 توثيقه في كتاب القرأة خلف الامام له و ذكره ابن حبان  
 في الثقات و ان كان مالكا رجح عن الكلام في ابن اسحاق و  
 اصطلاح معه و بعث اليه هديته ذكرها انتهى ما في فتح  
 القدير - و نقل الامام الذهبي في ميزان الاعتدال في حقه  
 عن احمد بن حنبل هو حسن الحديث و عن ابن المديني  
 حديثه عندي صحيح و عن يحيى ابن كثير و غيره سمعنا  
 شعبة يقول ابن اسحاق امير المؤمنين في الحديث و عن ابي  
 زرعه سألت يحيى بن معين عن ابن اسحاق قال صدوق  
 الحجة و عن الشافعي قال قال الزهري لا يزال بهذه الا  
 لحررة علم ما دام بها ذلك يريد محمد بن اسحاق - و عن  
 سفيان عن الزهري نحوه و لفظه ولا يزال بالمدينة علم ما  
 دام بها و عن شعبه لو كان بي سلطان لا مرت ابن اسحاق

على المحدثين و نقل ايضاً من الآئمة الآخرى تضعيفه و الكلام فيه ثم قال بعد .. و اليتى فالذى يظهر لى ان محمد بن اسحاق صالح حسن الحديث صالح الحال صدوق و ما انفرد به ففيه نكارة فان فى حفظه شيئاً و قد احتج به ايمته انتهى كلام الذهبى - و قد علمت انه ليس بمنفرد فى هذه الرواية بل قد تابعه عليها زيد بن واقد و غيره و اليه اشار الشارح بقوله و تابعه من تقدم انتهى

یہ حدیث بھی صریح ہے اس بات میں کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو پڑھنے سورہ فاتحہ کا امر فرمایا اور ممانعت قرأت کو جہر سے مخصوص کیا۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے اجل اصحاب سے مروی ہے چنانچہ فتویٰ ابو ہریرہؓ کا بذیل کلام ترمذی اور قرطبی کے نقل ہو چکا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ سے طاوی حنفی شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم تیمی نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام پوچھا تو آپ نے فرمایا پڑھا کر۔ پھر ان سے کہا اگر چہ آپ کے پیچھے ہوں۔ فرمایا اگر چہ میرے پیچھے ہو۔ پھر اس نے کہا اگر چہ آپ قرآن پڑھتے ہو کہا اگر چہ میں قرآن پڑھتا ہوں۔ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں۔ (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۹۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹، ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشہر کیا منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

عن ابراہیم تیمی قال سئلت عمر بن الخطاب عن القراءة خلف الامام فقال لى اقرأ. قلت وان كنت خلفك. قال وان كنت خلفى. قلت وان قرأت قال وان قرأت -

یہ بھی صریح ہے اس باب میں کہ اکابر صحابہ کے نزدیک بھی معنی اس آیت کے یہ نہیں ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے کے وقت کچھ نہ پڑھو بلکہ معنی اس کے یہی ہیں کہ

قرآن کے سامنے اونچی نہ پڑھو اور اگر وہ اس آیت سے ممانعت بالکل نہ پڑھنے کی سمجھتے تو اپنے پیچھے قرآن پڑھنے کی اجازت نہ دینے (یعنی قرآن پڑھتے ہوئے فاتحہ پڑھنے کی) ایسا ہی مورد نزول اس آیت کا اس معنی ممانعت خاص جہر قرآۃ کی متعین ہونے کا مؤید ہے اور اقوال صحابہ و تابعین جو شان نزول اس آیت میں مروی ہیں اس کے شاہد - تخریج ہدایہ میں ہے جو زیلعی حنفی کی تصنیف ہے۔

البہیقی عن مجاہد قال قال رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الصلوۃ فسمع قرآۃ فتی من الانصار فنزل و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا و هذا مرسل و للدارقطنی من حدیث ابی ہریرہ نزلت هذه الآیة فی رفع الصوت و هم خلف رسول اللہ فی الصلوۃ انتھی ما فی تخریج الزیلعی ایسا ہی تفسیر معالم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے، جیٹ قال:

نزلت هذه الآیة فی رفع الاصوات و هم خلف رسول اللہ فی الصلوۃ

ایسا ہی اور اقوال معالم میں منقول ہیں جو اس کے مؤید ہیں

(معالم التزیل میں منقول اقوال یوں ہیں: اختلفوا فی سبب نزول هذه الآیة - فذهب جماعة الی انها فی القرآۃ فی الصلوۃ۔

روی عن ابی ہریرہ انہم کانوا یتکلمون فی الصلوۃ بحواججهم فأمروا بالسکوت و الاستماع الی قرآۃ القرآن

و قال قوم: نزلت فی ترک الجہر بالقراءۃ خلف الامام۔

روی زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی ہریرہ قال: نزلت هذه الآیة فی رفع الاصوات و هم خلف رسول اللہ ﷺ فی الصلاة۔

و قال الکلبی: کانوا یرفعون اصواتهم فی الصلوۃ حین یسمعون ذکر الجنة و النار۔ و عن ابن مسعودؓ انه سمع ناساً یقرؤن مع الامام، فلما انصرف قال: اما انکم ان

تفقهوا و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا کما امرکم اللہ؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و هذا قول الحسن و الزهرى و النخعى : ان الآية فى القرآن فى الصلاة -  
و قال سعيد بن جبیر و عطاء و مجاهد : ان الآية فى الخطبة، امروا بالانصات  
لخطبة الامام يوم الجمعة ، و قال سعيد بن جبیر : هذا فى الانصات يوم الاضحى و  
الغفر و يوم الجمعة ، و فيما يجهر به الامام - و قال عمر بن عبد العزيز : الانصات  
لقول كل و اعظ - و الاول او لاها ، و هو انها فى القراءة فى الصلاة لان الآية مكية و  
الجمعة و جبت بالمدينة - و اتفقوا على انه ما مور بالانصات حالة ما يخطب الامام -  
اخبرنا عبد الوهاب بن محمد الخطيب، ثنا عبد العزيز بن احمد الخلال، ثنا ابو  
العباس الاصم، ثنا الربيع، ثنا الشافعى، ثنا مالك عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى  
هريرة : ان رسول الله ﷺ قال : اذا قلت لصاحبك انصت و الامام يخطب يوم  
الجمعة فقد لغوت -

و اختلف اهل العلم فى الوراثة خلف الامام فى الصلوة فذهب جماعة الى ايجابها  
سواء جهرا الامام بالقراءة ام اسرّ - روى ذلك عن عمر و عثمان و على و ابن عباس  
و معاذ ، و هو قول الاوزاعى و الشافعى ،  
و ذهب قوم الى انه يقرأ فيما اسرّ الامام فيه القراءة و لا يقرأ اذا جهر - يروى ذلك  
عن ابن عمر و هو قول عروة بن الزبير و القاسم بن محمد ، و به قال الزهرى و مالك  
و ابن المبارك و احمد و اسحاق - و ذهب قوم الى انه لا يقرأ سواء اسرّ الامام او  
جهر - يروى ذلك عن جابر ، و به قال الثورى و اصحاب الرأى - و تمسك من لا يرى  
القراءة خلف الامام بظاهر هذه الآية ،

و من اوجبها قال الآية فى غير الفاتحة و اذا قرأ الفاتحة يتبع سكتات الامام و لا  
ينزع الامام فى القراءة ، و الدليل عليه ما :

اخبرنا ابو عثمان سعيد بن اسما عيل الضبى، ثنا ابو محمد عبد الجبار بن محمد  
الجراحي، ثنا ابو العباس المحبوبي، ثنا ابو عيسى الترمذى، ثنا هناد، ثنا عبدة بن  
سليمان، عن محمد بن اسحاق عن مكحول، عن محمود بن الربيع، عن عبادة بن  
الصامت قال : صلى النبى الصبح فثقلت عليه القرآءة ، فلما انصرف قال : انى اراءكم  
تقرؤون وراء اماكم ؟ قال : قلنا : يا رسول الله اى و الله ، قال : لا تفعلوا الا بأمّ

القرآن فانہ لا صلوة لمن لم یقرأ بها۔) پس یہ سب کی سب احادیث اور آثار قرآن تو یہ اس امر پر ہیں کہ معنی انصاف کی اگر حقیقت چپکا رہنا اور بالکل کچھ نہ پڑھنا ہی فرض کیا جائے تو وہ اس آیت میں مراد نہیں ہے بلکہ مراد اسی سے اس جگہ معنی مجازی ہیں جو آہستہ قرآن پڑھنے کے منافی نہیں ہیں جیسے حدیث سکتہ میں بقرینہ دوسری حدیث کے معنی حقیقی اس کے مراد نہیں بلکہ مجازی معنی سکتہ کے مراد ہیں جو آہستہ دعا پڑھنے کے مخالف نہیں اور اگر انصاف سے اس آیت میں معنی حقیقی یعنی بالکل نہ پڑھنا مراد ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے خیال مبارک میں یہ معنی گذرتے آنحضرت ﷺ کے اصحاب بھی اس کو سمجھتے بلکہ حق تعالیٰ جو منزل اس آیت کا ہے موقع دیکھ کر اس آیت کو نازل فرماتا کہ رفع صوت کی رد میں اس کو نہ لاتا۔ شاید ہمارے مقابلین باوجود اس کے کہ وہ قول صحابی کو حجت جانتے ہیں خصوصاً جو بیان مورد نزول میں ہو اور وہ اس کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں چنانچہ ان کا امام ابن الہمام فتح القدر میں فرماتا ہے

قول الصحابی حجة عندنا يجب تقليده ما لم ينفه شيء من السنة -

ہماری ضد میں اس قول سے منکر ہو جاویں اور کہنے لگیں کہ حق تعالیٰ نے تو اس آیت کو خاص کر جہر کے رد میں نازل نہیں کیا اصحاب اور تابعین نے اس کو غلط فہمی سے اس سے خاص سمجھا ہے اور بنا بر اس غلط فہمی کے فتویٰ قرأت کا پیچھے امام کے دیا جس نے دیا و لیکن مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں وہ کیا کہیں گے آیا آنحضرت ﷺ نے بھی اس آیت کے معنی کو نہیں سمجھا اور خاص جہر کی ممانعت پر اس آیت کو غلطی سے حمل کیا اور بنا بر اس غلط فہمی کے متقدموں کو جہر قرأت سے پیچھے اپنے منع فرمایا اور آہستہ پڑھنے کا ارشاد کیا، یا یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے نہیں اتری ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ یا ان کے شاگردان پر اتری۔ مسلمان کی تو یہ طاقت نہیں کہ کوئی بات ان میں سے تجویز کرے، ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں یہ لوگ آگے کیا کچھ نہیں کہہ گئے ان سے یہ کہنا بھی بعید نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی کو نہیں سمجھا ہمارے امام نے جو انبیاء اور اولیاء کا استاد ہے خوب سمجھا ہے چنانچہ صاحب درمختار نے اپنے امام کی فہم اور اجہاد کو حضرت عیسیٰ و موسیٰ کے علم و تعلیم پر ترجیح دی ہے

اور کتاب در مختار میں (جس کو بعض حنفی کتاب آسانی سمجھتے ہیں اور بسند متصل عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقنہ عن ابن مسعود عن النبی ﷺ عن جبریل عن اللہ عز و جل خدائے تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ مجمع عام میں ایک حنفی نے میرے سامنے یہ دعویٰ کیا اور یہ سند پڑھ کر سنائی)۔ صاف لکھ دیا ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی بنی اسرائیل میں ہوتا تو وہ یہود اور نصاریٰ نہ بنتے اور کہا ہے کہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰؑ اتریں گے تو اسی مذہب پر حکم کیا کریں گے حیث قال:

لو کان فی امت موسیٰ و عیسیٰ مثل ابی حنیفہ لما تھو دوا و  
لما تنصروا .. الی ان قال .. و قد جعل الیہ الحکم لا صحابہ  
و اتباعہ من زمنہ الی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ  
عیسیٰ - انتھی -

اور سچے معتقدین کے تابعین امام نے حضرت خضرؒ کو جو بقول بعض اکابر نبی  
تھے اور ان کے حق میں حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے

آتیناہ رحمۃً من عندنا و علمناہ من لدنا علماً  
امام ابوحنیفہؒ کا شاگرد بنایا ہے اور کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے پانچ برس تک  
امام ابوحنیفہؒ کی زندگانی ان سے علم پڑھا ہے اور ۲۵ برس ان کی قبر پر سے، چنانچہ طحاوی  
نے شرح در مختار میں یہ قول نقل کیا ہے:

اعلم ان اللہ تعالیٰ قد خص ابا حنیفہ بالشریعة و الکرامة  
و من کراماتہ ان الخضر علیہ السلام کان یجی الیہ کل یوم  
وقت الصبح و یتعلم منه احکام الشریعة الی خمس سنین  
فلما توفی ابو حنیفہ نا جی خضر ربه الہی ان کان لی عند  
ک منزلة فاذن لابی حنیفہ حتی یعلمنی من القبر علی حسب  
عادته حتی اعلم شرع محمد ﷺ علی الکمال لتحصل لی  
الطریقة و الحقیقة فتودی ان اذہب الی قبرہ و تعلم منه ما  
شئت فجاء الخضر و تعلم منه ما شاء کذلک الی خمس و  
عشرین سنة حتی اتم الدلائل و الاقوال -

اور ہر چند بعض حنفی نے از راہ انصاف و دیانت کے یا بعض رفع طعن و ملامت کے ان غالیوں کے ان اقوال کو رد یا تاویل کر دیا ہے چنانچہ طحاویؒ نے در مختار کے دوسرے مقولہ کے ذیل میں کہا ہے:

و الذی ینبغی الطائفة الحنفیة ان لا یتکلموا بہذہ الالفاظ  
الموہم فانہا موجبة للتکلم فیہم بل ان بعض الحمقاء یسبون  
الامام و ینفون عنہ الا جتہاد فالاولیٰ یجنبہ

مگر ان اقوال سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں ایسے دلیر بھی ہیں جو ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جن کے رد یا تاویل کی ان کے بھائیوں یا حمایتیوں کی حاجت پڑتی ہے۔ پس ایسے شیر بہا دروں سے یہ بھی بعید نہیں کہ صاف کہہ دیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی کہ مقتدیوں کو قرأت فاتحہ کا پیچھے امام کے امر فرمایا فوائے کلام و مقضائے مقام تو یہی ہے کہ سبھی حنفی جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کو صحیح مان کر، نقد و جرح سے سالم جان کر اس کے مقابلہ میں قرآن کی آیت پڑھ دیتے ہیں بے شک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے، ورنہ حدیث کے مقابلہ میں کبھی قرآن نہ پڑھیں بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں لیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے اس لئے وہ ایک ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدہ کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی، اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے مگر چونکہ وہ اس قاعدہ کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدہ پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹی ہے وہاں اس قاعدہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی بلکہ رائے فقیہ سے تمسک کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کے لئے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کی فہم کو آنحضرت ﷺ کی فہم سے اچھا جانتے ہیں۔ اب میں واسطے تصدیق اپنے دعویٰ کے ایک مثال جس سے یہ ثابت ہو کہ قاعدہ ان کا محض انکار کی آڑ ہے اور حقیقت میں وہ اس کی پابندی نہیں کرتے ذکر کرتا ہوں۔

مسئلہ جمعہ قرآن میں یوں ناطق ہے:



اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و  
ذروا البیع۔ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (الجمعة: ۹)

## ضمیمہ نمبر ۱۰۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(مضمون متعلقہ اشہار بجزیہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچ مسئلوں کا جواب ہے جن کو ظفر احمد

صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری

(تصحیح: پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ میں کارپردازوں کی غلط کاری سے نمبر ۹ کی جگہ ۸ لکھا گیا ہے حالانکہ ضمیمہ نمبر ۸ ماہ  
ستمبر کی ۲۹ تاریخ کو چھپ کر شائع ہو چکا ہے مہربانی کر کے ناظرین اس کی صحت کریں)۔

جب اذان ہو دن جمعہ کے تو دوڑ و طرف ذکر خدا کے یعنی نماز جمعہ کے اور سودا تجارت  
چھوڑ دو۔ تا دیکھو اس میں صریح ہے اس میں کہ جمعہ کے واسطے بادشاہ یا شہر یا بازار  
ہونے کی کچھ شرط نہیں۔ پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور اس کو بمقابلہ ایک قول  
صحابی کے، بلکہ بقول ایک عالم مذہب حنفی جس کا قول بالاتفاق حجت نہیں، ترک کر  
رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں، حاکم نہیں، بازار کو چھ نہیں، وہاں جمعہ صحیح نہیں  
چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا  
يجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا  
فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع، و المصر الجامع کل  
موضع له امیر و قاض ینفذ الا حکام و یقیم الحدود و هذا  
عن ابی یوسف روی عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد  
هم لم یسعهم، الاول اختیار الکرخی و هو الظاهر، و الثانی  
اختیار الشلجی؟ و قال فی فتح القدر فی تخریج الحدیث  
رفعه المصنف و انما رواه ابن ابی شیبہ موقوفاً علی علیؑ و  
فی حاشیة الهدایة صفحہ ۱۴۸ فی تفسیر المصر: قال  
الکرخی: هو اقیمت فیہ الحدود و نفذت فیہ الا حکام و هو  
اختیار الز محشری،

و عن ابى عبد الله البلخى انه قال : احسن ما سمعت انه اذا  
اجتمعوا فى اكبر مساجد هم لم يسعوا فيه فهو مصر جامع. و  
عن ابى حنيفة هو بلدة كبيرة فيها سلك و اسواق و لها  
رساتيق و يرجع الناس اليه فى ما وقعت لهم من الحوادث.

ان عبارات میں غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے  
عمل کہاں چلا گیا، اور اس قاعدہ کو کون لے گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابندی قاعدہ  
کی نہیں ہے بلکہ پابند تقلید امام کے ہیں۔ پس اگر اس کی محافظت قرآن کے اخذ کرنے  
میں دیکھتے ہیں تو اس کو ہاتھ مارتے ہیں اور اگر وہ تقلید حدیث پر عمل کرنے سے  
قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔

یہاں سے صدق کلام امام رازی کا معلوم ہوا جو اس نے کہا ہے کہ مذہب حنفی  
قانون مستقیم پر مبنی نہیں ہے، کبھی قرآن کی طرف رجوع کرتے، کبھی قیاس کی طرف،  
کبھی حدیث کی طرف دوڑتے ہیں، کبھی آثار کی طرف۔ چنانچہ رسالہ ترجیح مذہب  
شافعی میں فرماتے ہیں:

و اما اصحاب الرأى فان امرهم فى باب الخبر و القياس  
عجيب - فتارة يرجعون القياس على الخبر و تارة بالعكس -  
اما الاول فهو مذنبنا ان التصريفة سبب مثبت للرد و عند  
هم ليس كذلك و دليلنا ما اخرج فى الصحيحين.. الى ان  
نقله بتما مة ثم قال :

و اعلم ان الخصوم لما لم يجدوا لهذا الخبر تا و يلاً - البتة  
بسبب انه مضر فى محل الخلاف اضطروا الى ان يطعنوا فى  
ابى هريرة - و قالوا انه كان متساهلاً فى الرواية و ما كان  
فقيهاً. و القياس على خلاف هذا الخبر لانه يقتضى تقدير  
خيار العيب بالثلاث و يقتضى تقويم اللين بصاع من تمر من  
غير زيادة و لا نقصان و يقتضى اثباتاً عوض مقابلة لين  
حادث بعد العقد و هذه الاحكام مخالفة الاصول فوجب

رد الخبر لا جل القياس، هذا كلا مهم في ترجيح القياس على الخبر، اما كلا مهم في ترجيح الخبر على القياس الجلى فهو من وجوه احدى ان انتفاض الطهارة بسبب القهقهة في الصلة امر يا به القياس الظاهر ثم انهم اثبتوا ذلك بسبب خبر ضعيف ما قبله احد من علماء الحديث. وثانيتها وهو اعجب من الاول انهم يقدمون عمل الصحابة على القياس الجلى بل على الدليل المستفاد من نص القرآن.

اما الاول فلانه اذا وقعت عصفورة في بئر وتفسخت قالوا ينزح منها عشرة ادل ويصير الباقي طاهراً. وصریح العقل يشهد بدفع هذا الحكم لان ماء البئر شيء متشابه الاجزاء فكيف يعقل ان يكون نزح بعض ذلك الماء سبباً بصيرورة الباقي طاهراً. فعند هذا قالوا انما حكمنا بذلك لانه نقل عن بعض الصحابة.

واما الثاني فان البائنة في مرض الموت صريح كتاب الله تقتضى انها ليست زوجته له لانها لو كانت زوجته لكان اذا ماتت يجب ان يرث عنها لقوله تعالى:

ولكم نصف ما ترك ازواجكم. (الآية)

وبالاجماع الزوج لا يرث منها فثبت انها ليست زوجة له، واذ ثبت هذا وجب الا يرث منه لان الربع نصيب الزوج الزوجات فممتنع ان يكون شيء منه نصيباً لهذه البائنة بدليل ظاهر من كتاب الله تعالى في هذه المسئلة.

ثم انهم قالوا انها ترث بدليل ان عثمان بن عفان قضى بذلك في حق تماضر زوجة عبد الرحمن بن عوف، والعجب ان ابن عوف وابن الزبير كانا مخالفين لعثمان في هذه الفتوى ثم انهم قدموا فتوى عثمان في هذه المسئلة على

ظاہر الكتاب اللہ تعالیٰ مثبت انہم تارۃ یقد مون القیاس  
 علی الخبر و تارۃ یقد مون عمل بعض الصحابة علی الكتاب  
 و تارۃ یعکسون الا مرفی هذه الابواب و ذلك یدل علی  
 ان طریقہم غیر بینۃ علی قانون مستقیم۔ انشد بعضهم

دین النبی محمد مختار  
 نعم اعطیہ للفتی ال خبار  
 و لربما غلط الفتی سبل الہدی  
 و الشمس واضحۃ لہا انوار  
 لا تغفلن عن الحدیث و اہلہ  
 فا الرأی لیل و الحدیث نهار

انتہی کلام الرازی

اور یہ طریق ان کا خلاف طریق سلف صالحین صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین  
 خصوصاً امام ابو حنیفہ کے ہے۔ بلکہ ارشاد آنحضرت ﷺ کے جو سب اماموں کے امام  
 ہیں نیز مخالف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے قول سے ثابت ہے حدیث و جوہ اتباع میں  
 مثل قرآن ہے۔ اور آئمہ دین سلف صالحین حضرت کارتبہ جناب باری سے بالا ہے  
 اور نہ اس وجہ سے کہ پایہ ثبوت حدیث کا قرآن سے اعلیٰ، بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن  
 میں اجمال اور ابہام ہوتا ہے۔ اور حدیث اس کی مفسر مبین بنتی ہے۔ اس لئے انہوں  
 نے یہ اتفاق کر رکھا ہے کہ:

السنة قاضية على كتاب الله و ليس كتاب الله بقاض على  
 السنّة۔

یعنی حدیث قرآن پر حاکم ہے اور قرآن حدیث پر حاکم نہیں ہے۔ ان لوگوں  
 نے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم و اجمال قرآن کو پیش  
 کرے اور اس کی دستاویز سے حدیث کو متروک العمل بتاوے، مبتدع ہے، اور اہل  
 سنت والجماعت سے خارج ہے۔ پس پہلے قول آنحضرت ﷺ کا نقل کیا جاتا ہے۔ پھر  
 اقوال ان آئمہ کے معرض نقل میں آویں گے۔

سنن ابی داؤد میں مقدم بن معدی کرب سے روایت ہے :

عن رسول الله ﷺ انه قال الا انى او تيت الكتاب و مثله معه الا يوشك ر جل شعبان على ار يكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه و ما وجدتم فيه من حرام فحرموه الا لا يحل لكم الحمار الا هلى و لا كل ذى ناب من السباع و لا لقطعة معاهد -

اور سنن دارمی میں صفحہ ۷۶۷ یہ باب مقرر کیا ہے کہ:

السنة قاضية على كتاب الله

اور اس میں اس حدیث کو معرض استدلال میں پیش کیا ہے الفاظ اس کے یہ ہیں:

ان رسول الله ﷺ حرم اشياء يوم خيبر الحمار وغيره ثم قال يوشك الرجل متكئاً على ار يكته يحدث بحد يثي فيقول بيننا وبينكم كتاب الله فما وجدنا فيه من حلال استحلتناه و ما وجدنا فيه من حرام حرمانا الا و ان ما حرم رسول الله ﷺ فهو مثل ما حرم الله به -

اسی باب میں صفحہ ۷۷۷ کی بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے:

انه قال السنة قاضية على القرآن و ليس القرآن بقاض على السنة -

اور حسان سے روایت کیا ہے

انه قال : كان جبريل ينزل على النبي ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن

اور کجول سے نقل کیا ہے:

قال: السنة سنتان سنة الاخذ بها فرضة و تركها كفر و سنة الاخذ بها فضيلة و تركها الى غيرها حرج اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے:

انه حدث يوماً بحدیث عن النبي ﷺ فقال ر جل فى كتاب

اللہ -

## ضمیمہ نمبر ۱۱۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء

(ایقینہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹، ۲۶، ۲۷ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

ما یخالف هذا فقال الا انی احد ثك عن رسول الله ﷺ  
وتعرض فيه بكتاب الله وكان رسول الله ﷺ اعلم بكتاب  
الله منك .

اس قول کو ناظرین ملاحظہ فرماویں بعینہ وہی جو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ  
قرآن اچھا سمجھتے تھے یا اور۔ اور اس میں بصفحہ ۲۸ حضرت عمر فاروقؓ سے نقل ہے:

انه قال سياتى ناس يجادلوننى بشبهات القرآن فخذوهم  
بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله .  
اس حدیث کی شرح میں طیبیؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

فى هذا الحديث تو بيخ و تقریب ينشاء من غضب عظيم على  
من ترك السنة و ما عمل بالحديث استغناء عنها بالكتاب  
بمن رجح الرأى على الحديث و اذا سمع حديثاً من  
الا حاديث الصحيحة قال لا على ان اعلم بها فان له مذهباً  
اتبعه .

امام ابی حنیفہؒ سے میزان کبریٰ میں شعرانی نے نقل کیا ہے:

انه دخل عليه مرة رجل من اهل الكوفه و الحديث يقرى  
عنده فقال الرجل دعونا عن هذه الاحاديث فزجره الا  
ما اشد الزجر و قال له لولا السنة ما فهم احدنا القرآن ثم  
قال للرجل ما تقول فى لحم انفراد و اين دليله من القرآن  
فاقم الرجل فقال للامام فما تقول انت فيه فقال ليس

هو من بهيمة الانعام ثم قال الشعرا نى فانظر يا اخی الى  
مفاضلة الامام عن السنة و زجره من عرض له بترك انظر  
فى احاديثها الى آخر ما يليق بالمراجعة -

ایسا ہی امام شافعیؒ سے میزان میں نقل کیا ہے جیٹ قال :

روى الهروى بسنده الى الامام الشافعى انه قال حدیث  
رسول الله ﷺ مستغن بنفسه اذا صح انتهى - يعنى انه لا  
يحتاج الى قول اذا صح دليله لان السنة قاضية على  
القرآن ولا عكس وهى مبينة لما اجمل منه انتهى ما فى الميزان  
اور جگہ امام شعرائیؒ نے اس پراجماع کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب منہین  
میں کہا ہے :

قد اجتمعت الامة على ان السنة قاضية على الكتاب و ليس  
الكتاب بقاض على السنة - انتهى  
ایسا ہی امام احمدؒ سے ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے جیٹ قال :

ذكر احمد الا حتجاج على ابطال قول من عارض السنن  
بظاهر القرآن و ردها بذلك و هذا فعل الذين يستمسكون  
بالمتشابه فى رد المحكم فان لم يجدوا لفظاً متشابهاً غير  
المحكم استخرجوا من المحكم وصفاً متشابهاً و ردوه به لهم  
طريقان فى رد السنن احدهما ردها بالمتشابه من القرآن  
او من السنن الثانى جعلهم المحكم متشابهاً و اما طريقة  
الصحابة و آئمة الحديث كالشافعى و الامام احمد و مالك  
و ابى حنيفة و ابى يوسف و البخارى و اسحاق فعكس هذه  
الطريق و هى انهم يردون المتشابه الى المحكم و يوافق  
النص المحكم ما يفسر لهم التشابه و يبينه لهم فيتفق دلالته  
مع دلالة المحكم و يوافق النصوص بعضها بعضاً و يصدق  
بعضها بعضاً فانها كلها من عند الله و ما كان من عند الله فلا

خلاف فيه و لا تناقض و فصله فى موضع اخر و مثله بامثله منها رد المحكم الصريح الذى لا يحتمل الا و جهاً واحداً من و جوب الطمانية و توقف اجزاء الصلوة و صحتها عليه كقوله لا تجزى صلوة لا يقيم الرجل فيها صلته فى ركوعه و سجوده و نحوه بالمتشا به من قوله و اركعوا و اسجدوا - و منها رد المحكم الصريح من تعيين التكبير للدخول فى الصلوة بالمتشا به من قوله و ذكر اسم ربه فصلى - و منها رد المحكم فى اشتراط النية لعبادة الوضوء و الغسل بالمتشا به من قوله اذا قمت الى الصلوة فاغسلوا و جوهكم .. الخ و لم يامر بالنية - و منها رد السنة الثابتة المحكمة فى النهى عن بيع الرطب بالتمر بالتشا به من قوله و احل الله البيع و بالمتشا به من القياس فى غاية الفساد و منها رد السنة الصحيحة الصريحة فى النهى عن الجلوس على فرش الحرير كما فى صحيح البخارى بالتشا به من قوله و هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعاً - و منها رد السنة الصحيحة الصريحة المحكمة فى خرس الثمار فى الزكوة و العرايا و غيرها اذا بدء صلاحها بقوله انما الخمر و الميسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشيطان -

و منها رد السنة الصحيحة المحكمة فى استحباب صلوة النساء جماعة لا مفردات كما فى المسند و السنن بالتشا به من قوله لن يفلح قوم و لو ا امرهم امرءة الى ان ذكر منها ردهم السنة فى مسئلة الفاتحة و الجهر بآمين فقام و منها رد النصوص المحكمة الصريحة الصحيحة فى تعيين قراءة فاتحة الكتاب فرضاً بالتشا به من قوله فاقرؤا ما يسر منه



و منها ترك السنة المحكمة الصحيحة في الجهر بآمين كما في الصحيحين فرد بقوله تعالى و اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا و الذي نزلت عليه هذه الآية هو الذي رفع صوته بالتأمين و الذين امروا بها رفعوا اصواتهم و لا معارضة بين الآية و السنة بوجه الى آخر ما ذكر من الامثلة التي تزيد على سنين - و من لم تيسر له مطالعة ذلك الكتاب فعليه بمطالعة الانتفاذ الرجح شرح الاعتقاد الصحيح و الجنة في الاسوة الحسنة بالسنة لخير معا صرينا السيد ابيالطيب لزال معوانا لسنة السنة -

ان احاديث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرار داد آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب و تابعین و ائمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور عمل میں قرآن کی مانند بلکہ بڑھ کر ہے پس جس نے حدیث صحیح کو مجمل و مبہم آیت قرآن سے رد کیا وہ تمام سلف کا مخالف ہوا پھر اگر وہ اس مخالفت میں معتمد ہے تو مبتدع ہے ورنہ احمق اور جاہل ہے کا ثنا من کان و متی کان و اینما کان - یہ شخص بلا ریب یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ معنی آیت نہیں سمجھتے تھے جیسا میں سمجھتا ہوں یا وہ جس کا میں مقلد ہوں ایسے شخص سے مسئلہ فرعی میں بحث فضول ہے اولاً اس سے حقیقت نبوت و امامت بحث کرنی بکار ہے اور خواص نبوت و امامت میں گفتگو لازم - ہمارے مخاطبین اگر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق جانتے ہیں اور ان کی فہم کو اپنی اور امام کی فہم سے افضل مانتے ہیں تو اس بحث کے طالب نہ ہوں گے اور بدوں چوں و چرا کے مان لیں گے کہ اگر معنی آیت انصتوا کے یہی ہوتے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اصلاً و مطلقاً کسی طرح کچھ نہ پڑھو تو آنحضرت ﷺ کے خیال مبارک میں آتے اور وہ مقتدیوں کو بحالت قرأت امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد نہ فرماتے اور ممانعت قرأت خلف الامام کو کو جہر سے خاص نہ کرتے اور جس حالت میں آپ نے اس ممانعت کو جہر سے خاص کیا اور آہستہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے (حاشیہ - قید آہستگی کی اگرچہ حدیث عبادہ بن صامت میں جو سابقاً نقل ہو چکی ہے مذکور نہیں انہیں اسی حدیث ابن حبان نے بروایت السنن .. زیادہ لیکر

احد کم لقاء الكتاب في نفسه كوروايت کیا ہے۔ دیکھو تخریج الہدایہ) تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم یا ہمارے امام جی سمجھتے تھے۔

وجہ دوم۔ ہم نے فرض کیا اور علی التزمل مان لیا کہ آیت مذکور میں مطلقاً قرأۃ سے اگرچہ سراً ہو ممانعت مقصود ہے اور انصاف بالکل چپکے رہنے کا ہی نام ہے پھر بھی اس ممانعت سے خاص قرأۃ فاتحہ کے پیچھے امام کے یقیناً نہیں نکلتی قرأۃ فاتحہ حکم اس آیت سے مخصوص مستثنیٰ ہو سکتی ہے اور احادیث نبوی میں جو وجہ اول میں منقول ہو چکی ہیں جن میں مقتدیوں کے واسطے قرأۃ فاتحہ کا ارشاد ہے یہی بات پائی جاتی ہے اور کیونکر نہ ہو جس نبی پر یہ آیت اتری ہے اسی جناب سے فاتحہ پڑھنے کا ارشاد صادر ہوا ہے اگر اس آیت میں ممانعت عام مراد ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس کا خلاف نہ کرتے اور مقتدیوں کو خاص قرأۃ فاتحہ کا امر نہ فرماتے یہ جواب اس آیت سے محدثین و آئمہ مجتہدین نے جو قرأۃ فاتحہ کو بحق مقتدی واجب بتاتے ہیں دیا ہے چنانچہ کہا امام بغوی نے بیچ معالم کے:

و يتمسك من لا يرى القراءة خلف الامام بظاهر هذا الآية و  
من او جبها قال الآية في غير الفاتحة .

اور کہا شوکانی نے نیل الاوطار میں بجواب آیت وحدیث: اذا قرء  
فانصتوا کے:

انها عمومات و حدیث عبادہ خاص و مبنی العام علی  
الخاص و ا جب کما تقرر فی الاصول و هذا لا محیص عنه و  
تویدہ الا حدیث المتقدمه القاضیه لوجوب قرأۃ فاتحہ  
الكتاب فی کل رکعة من غیر فرق بین الامام و المأموم لان  
البرأۃ عن عهدتها انما يحصل بناقل صحیح لا بمثل هذه  
العمومات التي قرنت بما يجب تقديره عليه -

اور کہا امام رازی نے تفسیر کبیر میں بمقابل تمسک اس آیت کے۔

اصول الثالث و هو المعتمد ان الفقهاء اجمعوا علی انه يجوز (عبارت  
اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۱۲۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتمل کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد .. ان عموم قولہ تعالیٰ: و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا، یوجب سکوت الماموم عند قرأۃ الامام الا ان قولہ علیہ الصلوۃ والسلام: لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب، اخص من ذلك العموم و ثبت ان تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد لازم فوجب المصیر الی تخصیص عموم هذه الآیة بهذا الخبر۔

قلت و الخبر الذی اختاره مخصصاً البغوی و الشوکانی و غیرہما من الآئمة الشافعیۃ احم للخصم و ادفع لما یبديه من الاحتمالات لکونه نصاً فی الباب لا مساع فیہ لنوع من الارتیاب

اور کہا شیخ سلام اللہ حفی نے محلی شرح موطا میں:

واستدل من اسقطها فی الجهریۃ بقولہ تعالیٰ و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا و لقولہ صلی اللہ و سلم و اذا قرء الامام فانصتوا و قد اجیب عند مجمل الانصات فیما عدا الفاتحة

اس بیان سے ثابت ہوا کہ باوجود تسلیم اس امر کے کہ معنی انصات کے محض چپ رہنا ہے اور آیت سے مقصود معانی مطلق قرأۃ ہے اگرچہ سرّاً ہو اس آیت سے ممانعت قرأۃ خاص فاتحہ کی ثابت نہیں ہوتی۔

تقریر طریق خاص اصولی یہ ہے کہ جن مقدمات کو آپ نے موقوف علیہ

ٹھہرایا ہے وہ محل کلام ہیں۔ مقدمہ اولی جناب کہ عام قطعی ہے، ممنوع ہے اور آپ سے تعجب ہے کہ باوجودیکہ آپ مقام بحث و استدلال میں قائم تھے اس مقدمہ کو بے دلیل چھوڑ گئے اور اس کو باوجود مختلف فیہ ہونے کے اصول مسلمہ یا علوم متعارفہ سے خیال کر بیٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتب و رسائل اصول فقہ میں آپ کی نظر نہیں پڑی اور آواز غنی ہونے عام کے کبھی کان میں پہنچی ہے ورنہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔ اور اگر لاتے تو اس کو مدلل کر دکھاتے۔ ہم اس مقدمہ میں مذاہب علماء و اختلاف آراء کا ذکر کرتے ہیں شاید اس کے ملاحظہ سے آپ اس مقدمہ کی بجاہت کا دعویٰ چھوڑ دیں اور اس کو بدفع دلیل خلاف مدلل فرمائیں۔ کتاب توضیح میں ہے:

حکم العام التوقف عند البعض حتى يقوم الدليل لاني  
مجمل۔ و عند البعض يثبت الادنى في الجمع والواحد في  
غيره و عندنا و عند الشافعي يوجب الحكم في الكل۔ لكن  
عند الشافعي هو دليل فيه شبهة فيجوز تخصيصه بخبر  
الواحد والقياس لان كل عام يحتمل التخصيص هو شائع  
فيه۔ و عندنا هو قطعي مساو للخاص و سيجيء معنى القطع  
فلا يجوز تخصيصه بواحد منهما ما لم يخص بقطعي۔

یہ جو اس عبارت توضیح میں لکھا ہے کہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک عام قطعی ہے مراد اس سے عیسیٰ بن ابان وغیرہ متاخرین حنفیہ ہیں نہ آئمہ مذہب معتدین مثل امام ابوحنیفہ وغیرہ کے ہے چنانچہ تلوح میں اس اجمال کی تفصیل ہے حیث قال:

حکم العام عند عامة الاشاعرة التوقف حتى يقوم دليل  
عموم او خصوص و عند الثلجي و الجبائي الجزم  
بالخصوص كالواحد في الجنس و الثلاثة في الجمع و  
التوقف في ما فوق ذلك و عند جمهور العلماء اثبات الحكم  
في جميع ما يتناوله من الافراد قطعاً و يقيناً عند مشائخ  
العراق و عامة المتأخرين و ظناً عند جمهور الفقهاء و  
المتكلمين و هو مذہب الشافعي و المختار عند مشائخ

سمرقند حتی یفید و جو ب العمل دون الاعتقاد و یصح  
تخصیص العام من الكتاب بخبر الواحد و القیاس  
اور امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی کتاب محمول میں لکھا ہے:

يجوز تخصيص الكتاب عندنا وهو قول الشافعي و ابی  
حنيفة و مالك و قال قوم لا يجوز اصلاً و قال عيسى بن  
ابان ان كان قد خص قبل ذلك بدليل متصل او لم يخص  
اصلاً لم يجز و اما القاضي فانه اختار التوقف

یہاں تو امام رازیؒ نے کچھ متاخرین کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن  
تفسیر کبیر میں اس مسئلہ پر دعویٰ اجماع کیا ہے (جس سے آپ کی مراد اجماع آئمہ متقدمین و صحابہ  
و تابعین ہو سکتی ہے)۔ شیخ ابن الحاجبؒ مالکی نے مختصر الاصول میں مسئلہ تخصیص ذکر کر کے  
فرمایا ہے: و به قالت الآئمة الاربعة -

ایسا ہی معتنم الحصول میں کہا ہے۔ اور امام ربانی محمد علی الشوکانیؒ نے ارشاد  
القول میں کہا ہے:

اتفق اهل العلم سلفاً وخلفاً على ان التخصیص للعمومات  
جائز و لم يخالف في ذلك احد ممن يعتد به و هو معلوم من  
هذه الشريعة المطهرة حتى قيل انه لا عام الا و هو  
مخصوص الا قوله تعالى و الله بكل شئ عليم الى آخر ما  
ذكر من اشباه هذه الآية -

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ عام کو قطعی کہنا ایک شرذمہ متاخرین کا  
قول ہے۔ متقدمین آئمہ جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی داخل ہیں، اس عام کو ظنی کہتے اور  
تخصیص اس کی خبر واحد سے جائز رکھتے۔ پس ایسے اختلافی مسئلہ کو جس میں کثرت  
جانب خلاف ہے آپ نے کس طرح صحیح سمجھ لیا اور بلا تردد اس کو اصول مسلمہ سے قرار  
دے کر اپنے جواب کو اس پر متفرع کر دیا۔ آئندہ کچھ انصاف کو جائز رکھتے ہیں تو اس  
کو مدلل فرمائیں ورنہ اپنے جواب سے دست بردار ہو جائیں۔

ہر چند ہم کو اس مقام میں اس قدر منع کافی ہے اور تزییف جواب مخاطب

کے لئے اتنی کلام وافی، تاہم بغرض تشویق ناظرین ہم مقام منع سے ترقی کر کے مقام ادعاء میں قائم ہوتے ہیں اور غلط ہونا اس مسئلہ کا دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ مذہب حق و منصور مذہب جمہور ہے کہ عام ظنی الدلالة ہے اور اس مذہب پر دو دلیلیں قائم۔ ایک یہ کہ تخصیص عام میں ایسا شائع ہے کہ بمنزلہ مثل مشہور ہو گیا ہے۔ ما من عام الا و قد خص منه البعض یعنی کوئی ایسا عام نہیں جس میں تخصیص نہ ہو۔ پس شیوع تخصیص کا ہر عام میں مورث ظن و شبہ کا ہے چنانچہ توضیح کی عبارت میں خلاصہ اس دلیل کا گذرا اور تلویح میں اس کو مفصل بیان کیا ہے

حيث قال:

قد سبق ان القائلين بان العام يو جب الحكم فيما يتناوله منهم من ذهب الى ان موجب ظنى و منهم من ذهب الى انه قطعى بمعنى انه لا يجوز الخصوص احتمالاً لانا شيئاً عن الدليل تمسك الفريق الاول بان كل عام يحتمل التخصيص و التخصيص شائع فيه كثير بمعنى ان العام لا يخلو عنه الا قليلاً بمعونة القرائن كقولہ تعالى: ان الله بكل شىء عليم ، و لله ما فى السماوات و ما فى الارض ، حتى صار بمنزلة المثل ما من عام الا و قد خص منه البعض و كفى بهذا دليلاً على الاحتمال و هذا بخلاف احتمال الخاص المجاز فانه ليس بشائع فى الخاص شيوع التخصيص فى العام حتى ينشأ عنه عند احتمال المجاز فى كل خاص۔

پھر صاحب توضیح نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جو تخصیص عام کو ظنی کرتی ہے وہ شائع نہیں اور جو شائع ہے وہ ظنی نہیں کرتے۔ ظنی کرنے والی تخصیص وہ ہے جو کلام مستقل موصول سے ہو۔ سونہایت قلیل ہے چنانچہ کہا ہے:

ولا نسلم ان التخصيص الذى يورث شبهة فى العام شائع بلا قرينة فان المخصص اذا كان هو العقل او نحوه فهو فى

حکم الا استثنا علی ما یاتی و لا یورث شبهة فان کل ما یوجب العقل . کونہ غیر داخل لا یدخل و ما سوای ذلک یدخلہ فی العام و ان کان المخصص ہو الکلام فان کان متراخياً فلا نسلم انه مخصص بل ناسخ فبقی الکلام فی المخصص الذی یکون موصولاً و قلیل ما ہو۔

اس کے جواب میں صاحب تلویح نے یہ کہا ہے کہ یہ اعتراض سوء تو ہم صاحب توضیح سے پیدا ہوا ہے وہ مطلب کلام خصم یہ سمجھا ہے کہ جو تخصیص عام کو بقیہ افراد میں ظنی کر دیتی ہے وہ بہت شائع ہے۔ و مطلب کلام خصم بطور مطلب سعدی دیگر است، اور ہی ہے، وہ یہ ہے کہ قصر عام کا بعض افراد پر شائع ہے جو ہر عام کو ہر فرد میں ظنی بناتا ہے خواہ اس قصر کو آپ تخصیص بہ کہیں چنانچہ بعد نقل خلاصہ اعتراض توضیح کے کہا ہے:

و فیہ نظر لان مراد الخصم بالتخصیص قصر العام علی بعض المسمیات سواء کان بغیر مستقل او بمستقل موصول اور متراخ و لا شک فی شیوعہ و کثرتہ بہذا المعنی فاذا وقع النزاع فی اطلاق اسم التخصیص علی ما یکون بغیر المستقل او بالمستقل المتراخی فلہ ان یقول قصر العام علی بعض المسمیات شائع فیہ لمعنی ان اکثر العمومات مقصور علی البعض فیورث الشبهة فی تناول الحكم لجميع الافراد فی العام سواء ظهر له مخصص او لا و یصیر دلیلاً علی احتمال الاقتصاد علی البعض فلا یکون قطعياً و المصنف توہم ان مراد الخصم ان التخصیص شائع فی العام فیورث الشبهة فی ترنا و له الجميع ما بقى بعد التخصیص کما هو المذهب فی العام الذی خص منه البعض و لهذا قال لا نسلم ان التخصیص الذی یورث شبهة فی العام شائع بلا قرینة و قد عرفت ان المراد ان التخصیص ای

القصر على البعض شائع كثير في العمومات با لقرا ئن  
 المخصصة فيورث الشبهة البعضية في كل عام فيصير  
 ظنياً في الجميع و حينئذ لا ينطق بجواب المذكور عليه  
 اصلاً ولا يكون لقوله بلا قرينة معنى ثم لا يخفى ان قوله و  
 ان كان المخصص هو الكلام فان كان متراخياً فلا نسلم انه  
 مخصص لا يستقيم الا ان يريد بالمخصص الاول ما اراده  
 الخصم و لا فائدة في منع كونه مخصصاً بالمعنى الآخر  
 الاخص - انتهى

دوسری دلیل عام کے ظنی ہونے پر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین  
 عام کتاب اللہ کی خبر واحد سے تخصیص جائز رکھتے اور اگر عام ان کے نزدیک قطعی ہوتا  
 تو تخصیص اس کی خبر واحد سے جو باتفاق ظنی ہوتی ہے کبھی تجویز نہ کرتے۔

ذکر مذاہب آئمہ مجتہدین تو بضمن عبارت محصول و مختصر الاصول گذر چکا ہے  
 تفصیل مذاہب صحابہ بحث مقدمہ ثانیہ میں آوے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ  
 یہی کلام مضمون اثبات و استدلال ظنی ہونے عام میں۔

اب ابطال دلائل خلاف میں جن سے ظنیت عام کی متصور ہے کلام کی جاتی  
 ہے۔ پس واضح ہو کہ مدعیان قطعیت عام کی ایک یہ دلیل ہے کہ لفظ جب کسی معنی کے  
 واسطے موضوع ہوتا ہے تو وہ معنی اس کے لوازمات سے ہو جاتے ہیں اور جب تک کوئی  
 قرینہ اس کے خلاف پر دلالت نہ کرے وہ اس سے منفک نہیں ہوتے، بناء علیہ جب  
 کہ لفظ عام معنی عموم کے واسطے موضوع ہے تو وہ عموم اس کو لازم ہے جب تک دلیل  
 تخصیص ثابت نہ ہو۔ دوئم یہ کہ اگر بدون قیام قرینہ عام کے بعض مسمیات غیر مراد  
 سمجھے جائیں تو لغت و شرع سے امان اٹھا جاوے۔ شرع کے خطابات اکثر عام ہیں  
 پس اگر کسی کا عموم مراد نہ ہو تو احکام شرع درہم برہم ہو جائیں۔ ایسا ہی لغت میں جب  
 کوئی بات بلفظ عموم کہے تو چاہیے کہ وہ نافذ ہو۔ یہ دونوں دلیلیں صاحب توضیح نے ذکر  
 کی ہیں حیث قال:

لان اللفظ متى وضع لمعنى كان ذلك المعنى لازماً له الا ان



تدل القرينة على خلافه و لو جاز ارادة البعض بلا قرينة لا  
رفع امان عن اللغة و الشرع لان خطابات الشرع عامة -

جواب دلیل اول کا یہ ہے کہ اگرچہ بلا دلیل و بدون قرینہ تجویز کرنا غیر مراد  
ہونے معنی کسی لفظ کا لازم و ملزوم میں انفکاک کا قائل ہوتا و لیکن تجویز کرنا غیر مراد  
ہونے بعض افراد عام کا بلا دلیل و قرینہ نہیں شیوع تخصیص عام میں جو بمنزلہ ضرب المثل  
ہو رہا ہے دلیل قوی و قرینہ صریح اس تجویز پر ہے۔ چنانچہ عبارت تلوتح میں نقل ہو چکا۔

و التخصیص شایع فیہ بمعنی ان العام لا یخلو عنه الا  
قلیلاً بمعونة القرائن حتی سار بمنزلة المثل و کفی بهذا  
دلیلاً علی الاحتمال -

اس سے ثابت ہوا کہ عموم علی وجہ العموم لوازم شاملہ لفظ عام سے نہیں ہے پس  
انفکاک لفظ عام و معنی عموم کو انفکاک لازم کا ملزوم سے سمجھنا قلت تدبر سے ناشی ہے۔  
اگرچہ اکابر سے سرزد ہوا ہے۔

فا نظروا الی ما قیل لا الی من قال فان المحققین یعرفون  
الرجال بالحق لا الحق بالرجال -

جواب دلیل ثانی یہ ہے کہ رفع امان لغت و شرع سے تب متصور ہو جب کسی  
عام شرعی یا لغوی کو بلا دلیل و قرین مخصوص کر لیا جائے اور وہ بحسب ظاہر مدلول عموم عمل  
میں نہ آوے اور جس حالت کہ عام کو ظاہر عموم پر حمل کریں اور تا وقتیکہ اس میں قرینہ  
تخصیص نہ ہو مخصوص نہ سمجھیں تو وقف محض اس کی قطعیت دلالت میں رکھیں اور تردد فقط  
و خوب اعتقاد استغراق میں تو رفع امان کس طرح متصور ہے۔ یہ جواب بھی تلوتح میں  
مذکور ہے و لیکن اس میں بیان اس کا اس انداز پر ہوا ہے جو مورد ایک اعتراض کا ہوتا  
ہے ہم نے وہ انداز چھوڑ دیا اور اس طرز سے اس کو ادا کیا جس پر وہ اعتراض نہیں بن  
ہو سکتا ہے اس کے اخیر میں خلاصہ ہمارے جواب کا ان الفاظ سے موجود ہے:

و مع القول بوجوب العمل بالعموم الظاهر لا یرتفع الا مان  
اور یہی معنی ایجاب مع الظن کے ہیں جو امام شافعیؒ و جمہور فقہاء و متکلمین و  
مشائخ سمرقند سے تلوتح میں منقول ہے حیث قال فیما نقل عند سابقا:

و حکم العام اثبات الحکم مما یتناوله من الافراد ظناً عند جمهور الفقهاء و المتکلمین و هو مذہب الشافعی و المختار عند مشائخ سمرقند حتی یفید وجوب العمل دون الاعتقاد و یصح تخصیص العام من الكتاب بخر الواحد و القیاس انتهى مختصراً و قد مرّ تماماً۔

اس کی نظیر خبر واحد ہے اور قاسمین کے نزدیک قیاس کہ مفاد ان دونوں کا نظن ہے جو مفید اعتقاد نہیں ہو سکتا بایں ہمہ ظاہر مدلول ان کا واجب العمل ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ادلہ مدعیان قطعیت عام نا تمام ہیں و ادلہ ظنیت عام صحیح و ثابت بلا کلام۔ جس سے مقدمہ اولی جناب کا مخدوش ہوا اور پایہ صدق و اعتبار سے ساقط ٹھہرا جس سے استدلال جناب مخاطب کا آیت مذکورہ سے باطل ہوا۔

ایسا ہی مقدمہ ثانیہ جناب (کہ حجت متواترہ یا مشہورہ اور خبر واحد میں تخالف ہو تو عمل تواتر پر واجب ہے اور اختیار ترجیح لازم) علی الطلاق مسلم نہیں ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ حجت متواترہ و خبر واحد میں باہم تطبیق و توفیق عمل میں لاویں اور ایک کو دوسرے کے سامنے بالکل بالکل ساقط الاعتبار نہ ٹھہراویں۔ خصوصاً جس حالت میں کہ حجت متواترہ باوجود قطعیت ثبوت ظنی الدلالة ہو اور اس کے معارض خبر واحد باوجود ظنیت ثبوت کے قطعیت الدلالة جس سے دونوں میں مساواة متصور ہے اور جمع و تطبیق برعایت دونوں کے دو جہتوں کے مناسب نظر آتی ہے۔ پس اگر اس آیت سے تمسک کرنے کی حرص ہے تو اس مقدمہ کو مبرهن فرماویں اور ہماری سند منع کو اٹھوائیں ورنہ شرم و انصاف کو کام میں لاویں اور اس تمسک سے باز آویں۔ مقام ادعا و استدلال میں قائم ہونا اور مقدمات نظریہ دلیل کو بلا دلیل چھوڑ دینا نشان محصلین سے بعید ہے۔

یہ ہم نے بطور منع مقدمہ ثانیہ میں کلام کی ہے اب ہم اس مقام سے مترقی ہو کر خلاف اس مقدمہ کے مدعی بنتے ہیں اور عدم جواز ترجیح یا؟ امکان جمع و تطبیق بدلیل عقلی و نقلی ثابت کرتے ہیں۔

دلیل عقلی اس عدم جواز ترجیح پر یہ ہے کہ عموم آیات امثال

اتبعوا ما انزل الیکم من ر بکم

وما آتاكم الرسول فخذوه

وغیرہ نے (جو احصاء سے خارج ہیں جن سے حجیت آیات و احادیث سرور کائنات ﷺ ثابت ہے) جملہ آیات و احادیث کو متواتر ہوں خواہ اخبار احاد عموماً حجت ٹھہرایا ہے اور بلا تفصیل و اشتراط شہرت و تواتر واجب العمل بنایا ہے۔ پس مجرد تعارض و زیادت قوت تواتر سے خبر واحد کو متروک العمل ٹھہرانا، اور پایہ حجیت و اعتبار سے ساقط کرنا ابطال اس عموم کا ہے اور مخصوص کرنا اس کا ہے بلا تخصیص جو فریقین کے نزدیک جائز نہیں۔

دلیل عقلی جو انہیں اولہ عامہ سے مستفاد ہے یہ ہے کہ جمع و تطبیق میں دو دلیلوں متعارض کا اعمال متحقق ہے اور ترجیح میں ایک کا انفاء یقین اور بشہادت عقل اعمال دونوں کا ایک کے انفاء سے بہتر ہے۔ اس قاعدہ کو سب عقلاء مانتے ہیں اور ہر فن میں اس کو دستور العمل جانتے ہیں اور بنا براس کے جمع کو ترجیح پر مقدم کرتے ہیں۔  
صدر الشریعہ توضیح میں فرماتے ہیں:

اعمال الدلیلین واجب ما امکان فیعمل بكل واحد فی موردہ  
الا ان لا یمکن -

## ضمیمہ نمبر ۱۳۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

یکم دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار بحریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور اقوال اور آئمہ دین و فقہاء و محدثین کے مثل امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور ابوبکر حازمیؒ، ابوالفیض فارسیؒ و امام ابن کثیرؒ و امام ابن الصلاحؒ و شیخ سلام اللہ حنفیؒ کے جواب، جواب مسئلہ اول ضمیمہ نمبر ۳ صفحہ ۲۷۵ میں گذر چکے ہیں، جو صاف مصرح ہیں کہ باوجود امکان جمع تطبیق کے اختیار ترجیح جائز نہیں ہے۔ ان ادلہ سے ثابت ہوا کہ اختیار ترجیح باوجود امکان تطبیق بشہادت عقل و نقل ناجائز ہے اور تصریحات آئمہ کے خلاف۔ یہ تو ہے کلام مبطل تقدیم ترجیح کی جمع پر عموماً متعارضین میں۔ اب خصوصاً ترجیح عام میں بہ نسبت خاص کے جس سے اس مقام میں بحث ہے کلام کی جاتی

ہے۔ پس واضح ہو کہ یہی اولہ جو عموماً تقدیم ترحیح کے مہطل ہیں خاص کر ترحیح عام میں اوپر خاص کے جاری ہو سکتے ہیں۔

وعلاوہ ہراں ایک یہ دلیل بھی اس پر قائم ہے کہ اصحاب رسول اللہ نے عام کتاب اللہ کو خصوص سنت پر جو ان کو بروایت احاد صحابہ پہنچی تھی ترحیح نہیں دی بلکہ تخصیص اس عام کے خاص سے جمع تطبیق اختیار کے چنانچہ استدلال ان اولہ سے اجلہ علماء واکا بر فضلاء اصولین سے ثابت ہے اور مشاہیر کتب اصول میں موصول۔ امام رازی جو فن اصول وکلام میں امام تھے۔ اپنی کتاب موصول میں فرماتے ہیں:

المسئلة الاولى يجوز تخصيص الكتاب بخبر الواحد عندنا وهو قول الشافعي و ابى حنيفة و مالك و قال قول قوم لا يجوز اصلاً و قال عيسى بن ابا ن كان قد خص قبل ذلك بدليل متصل او لم يخص اصلاً لم يجز و اما القاضي فانه اختار التوقف . لنا ان العموم و خبر الواحد دليلان متعارضان و خبر الواحد اخص من العموم فوجب تقديمه على العموم و انما قلنا انهما دليلان متعارضان لان العموم دليل بالاتفاق و اما خبر الواحد فهو ايضاً دليل لان العمل به يتضمن دفع ضرر مظنون فكان العمل به واجباً فكان دليلاً و اذا ثبت ذلك و جب تقديمه على العموم لان تقديم العموم يفضى الى انفاءه بالكلية و اما تقديمه على العموم فلا يفضى الى انفاءه العام بالكلية فكان ذلك اولى كما في سائر المخصصات و اما جمهور الاصحاب فقالوا اجتمعت الصحابة على تخصيص عموم القرآن بخبر الواحد و بينوه بصور خمس .. الخ . و قد نقل مختصراً -

فاضل حبيب اللہ قندھاریؒ، معتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

مسئلہ تخصیص کتاب بخبر الواحد جائز فی المختصر و بہ قالت الآئمة الاربعة ... الى ان قال بعد ذکر استدلالات

الما نعين و الجواب عنها كما سنفصلها عنقريب ... -  
المجوزون - اولاً عام لكتاب قطعي المتن ظني الدلالة و  
خاص الخبر بالعكس فتساويا فوجب الجمع -

في المسلم تبعاً للتحريير يرد عليه مع ابتناؤه على ظنية  
دلالة العام ان قطعية دلالة الخبر ضعيف لضعف ثبوته لان  
الدلالة فرع الثبوت بخلاف قطعية الكتاب فلا مساواة -

اقول قطعية دلالة الخبر بمعنى ان ثبت ثبت مدلوله لا ينافي  
ضعف ثبوته فيجوز فثبت المساواة -

و ثانياً الصحابة خصوا واحل لكم ما وراء ذلكم بلا تنكح  
المرأة على عمّتها ولا على خالتها و يوصيكم الله في  
اولادكم بلا يرث القاتل ولا يتوارث اهل ملتين شيء و  
نحن معاشر الانبياء لا نورث - فان قيل تخصيص  
بالاجماع لا بالسنة - قلنا اجماع على التخصيص اذ وقع فلم  
ينكر - وان قيل انما يتم لو لم يخص من قبل بقاطع قلنا لو  
كان لتواتر كذا في السلم و اجيب بان تلك الاحاديث  
مشاهير فيجوز تخصيص العام بها كتقييد مطلق و هو  
المسمى بالزيادة على النص مع انه نوع من النسخ عندنا و  
لا يخفى ما فيه على القول بقطعية العام - انتهى ما في المغتتم  
قلت و انا ابو سعيد اللاهوري تعريض صاحب المسلم و  
التحريير بان الدليل مبني على ظنية العام مدفوع بان  
الظنية العام هو القول المنصور و هو المذهب للجمهور فلا  
ضير في ابتناء الدليل عليه و لا فتور -

و جواب الفاضل القندهاري بان قطعية الخبر بمعنى ان  
ثبت ثبت مدلوله لا ينافي في ضعف ثبوته اجاب عنه بعض  
الافاضل من معا صرينا في كتاب الا انتصار في جواب

المعيار بما نصه القطعية بهذا المعنى را جعة الى مدلولات الالفاظ متوقفة على ثبوت الدال وليست هي متحققة بعد فضلاً عن كونها قطعية مع ان القطعية بهذا المعنى موجودة في الموضوعات و المناكير و الشواذ و غيرها مما لا يثبت الحكم الشرعى اصلاً - و قال قبله بيسير انّ دلالة الدال صفة للدال و قطعيتها فرع قطعية الموصوف فما لم يكن الموصوف قطعياً لا يمكن قطعية صفة مثلاً اذا قيل ان جملة زيد قائم يدل قطعاً على ثبوت القيام لزيد فلا بد لالة القطعية ان يتحقق هذه الجملة في الواقع و اذا وقع الشك في تحققها الواقع فكيف تدل قطعاً على ثبوت القيام له فالخبر انما ليثبت الحكم الشرعى من حيث كونه خبر الرسول لا من حيث كونه كلاماً و الا على معنى كما هو الظاهر فدلالة الخبر على الحكم الشرعى قطعاً لا يمكن بكونه خبراً قطعاً .

و هذا كلام لا محصل له انما نشأ من قلة تدبر و سوء رؤية و تفكر لان صاحب هذا الكلام لم يفرق بين دلالة اللفظ و قطعيتها و بين صدق اللفظ و قطعية فتصدى لنفى قطعية الصدق و به عزم مع ان مطلوبه انما كان نفي قطعية الدلالة التي يدعيها الخصم فقال انّ هذه القطعية بالنسبة الى دلالة اللفظ مسلمة و نظر الى الواقع و نفس الامر منتفية و هذا نفي صريح للصدق و المطابقة و ليس نفي لما يدعيه الخصم من قطعية الدلالة و قوله قطعية الدلالة التي هي من الاوصاف فرع لقطعية الدال التي هو الموصوف فكلامه يوجد لا توجد غلط نشاء عن ذلك الخلط فان وجود الموصوف و تحققه في نفس الامر عبارة عن صدقه و ليس

ذک موقوفاً علیہ لصحة الدلالة التي هي من او صافه بل قد يتحقق هذه من العلم ينفية الا ترى الى ان قول القائل زيد حمار قطعى دلالة مع كذبه وعدم تحققه واقعاً - وما اشتبه عليه ان هذه القطعية غير نافعة لا يثبت بها الاحكام لوجودها في الموضوعات والشواذ ونحوها بلا كلام - فهذا تخليط آخر عليه لا تعلق له بهذا المقام - فان المدعى هنا ليس الا ان الخاص قطعى دلالة وان كان ظنياً ثبوتاً وتحققاً وان ضعف ثبوتها لا ينافي قطعية دلالتها فهذا لا يحوم الشك والريب حوله ولا يزعجه تخليط المخاطب وقوله ومع ذلك لا اترك له الجواب ولا آلو عن تمحيص الخطاء فيه من الصواب - فاقول الانتفاع بخبر الواحد القطعى دلالة الظن ثبوتها ليس بمجرد حكم الدلالة -

(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۱۴۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۸ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

بل هو مبنى على تسليمه وقبوله وصحة نقله من اهل الضبط والعدالة واذ لم يوجد ذلك في الموضوعات والمنكرات لم يجز الا انتفاع بها مع تساويها في وجوه الدلالات فقد علم بذلك ان مناط الانتفاع به امران الثبوت والدلالة فاعتبار احدهما دون الآخر ناش من قلة تدبر وعجالة - ثم ما يتحقق فيه من هذا المنط من خصوص خبر

الا حاد فهو مساوٍ للعالم من الكتاب عند جمهور اهل الاجتهاد. فكما ان الخاص لا ينفع بقطعية من كل وجه نظر الى ظنية ثبوته فلا يفيد الا وجوب العمل دون الاعتقاد فكذلك العالم لا ينتفع بقطعية ثبوته نظر الى ظنية دلالة حيث لا يحتج به الا في اعمال العباد فثبت هذا انهما سيئان و به استقام صحة ما اورده الفاضل القندهارى من البرهان.

واستدل الفاضل القندهارى ثانياً بان الصحابة خصوصاً عموم القرآن بخصوص الاخبار الاحاد. اجاب عنه صاحب الاقتصار تبعاً للفاضل الكهنوى الملقب ببحر العلوم فى تلك الديار. اولاً بان الاخبار الاحاد عندنا متواترات عند الصحابة لانهم سمعوها من النبي صلى الله عليه وسلم مشافهة فصارت عندهم قطعية واستشهد على هذه الدعوى بما قاله العلامة تفتازانى فى شرح العقائد. و صدر عنه مثل ذلك فى التلويح كما سيجىء. و ثانياً بان هذه الاخبار لم تخصص عموم الكتاب فان عموم قوله تعالى واحل لكم ما وراء ذلكم انما هو فى ما وراء المحرمات المذكوره سابقاً ومنها الاخت على الاخت ويفهم من مفهومها الموافقة حرمة الجمع بين المحارم فلم يدخل العمه على بنى اخيها فيما وراءكم فلا يكون مخصصاً بل الحديث لا يحكم ما دل عليه قوله وان تجمعوا بين الاختين. و عموم قوله تعالى يوصيكم الله لم يخص بحيث لا يرث القاتل ولا يتوارث اهل ملتين شتى. بل بقوله لا يتخذ المؤمنون الكافرين لان الميراث من باب الولاية ولم يخص ايضاً بقوله نحن معاشر الانبياء لان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن داخلاً فى الخطاب



وكل ما قاله هؤلاء لا يصح بوجه - اما ما قالوا ( اى صاحب  
الانتصار و الفاضل الكهنوى و العلامة التفناني ) اولاً فلان ما  
سمعه الصحابي عن النبي ﷺ و ان كان عنده كالمثواتر  
عندنا ولكن ليس كل ما وقع به التخصيص فهو مسموع لكل  
من المخصصين بل الظاهر المشاهدة بعضهم سمعه من النبي  
ﷺ و بعضهم عن بعض - الا ترى الى قول براء بن عازب  
الذي ذكره في التوضيح ما كل ما نحدثه سمعناه من رسول  
الله ﷺ و الى حديث معشر الانبياء انما يرويه عن النبي  
ﷺ ابو بكر و وافقه الآخرون بتسليم التخصيص له و  
التصديق ولو كان احد غيره سمعه من النبي ﷺ لقام  
بشهادته اذ وقع دعوى الارث من اهل البيت النبي الاكرم  
فان قلت قد اعترف اهل البيت و غيرهم بعلمه كما في  
صحيح البخاري و مسلم قلت ذلك اعتراف بالعلم بالسمع  
عن النبي ﷺ و العلم قد يحصل بالاجبار و هو التين ههنا  
كما تشهد به الآثار حيث تصرح بان سيدة النساء فاطمة  
الزهرا و زوجها اسد الله الغالب طلبا ارث النبي ﷺ و كذا  
عمه عباس بن عبد المطلب و لو كانوا سمعوا عن النبي ﷺ  
هذا الخبر لما خالفوه و لما اقدموا على هذا الامر - فثبت  
بهذا ان التخصيص تصريحاً او تقريراً وقع من الكل مع ان  
سمع بعض المخصصات لم يكن الا للقل فكون للمسموعا  
ت للصحابه كالمثواتر ات التقصى عن ما الزم عليهم من  
المقال - و ما قالوا ( اى صاحب الانتصار و فاضل الكهنوى )  
ثانياً فلان شمول الاختين للعمة و بنت اختها و كذا  
للخاله و بنت اختها مجرد ظن و تخمين لا يصح لغة و لا  
عرفاً و لا عقلاً باليقين اما الا و لان فظاهران و اما الثالث

فلا نالمفهوم الموافق من الاخت ليس كل ذات رحم حتى يشتمل ما نحن فيه وكونها ( اى الخالة للزوجة و بنت اختها و عمه الزوجة و بنت اخيها ) من المحارم مثل الاختين لم يثبت قبل هذا الحديث بدليل صريح و ان كان مستند هذه المجازفة القياس - فليجر ايضاً فى بنتيختين و بنتى عمتين بلا التباس - فتحرمان كما حرمت الاختان و لا يقول به احد كما اتفق عليه الفريقان - على انه على هذا التقدير تخصيص للقرآن بالقياس - و هو لا يجوز عند احد من علماء الناس - و كون آية لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء مخصصاً لآية الميراث لا يستقيم الا اذا ثبت كون هذه الاية موصولاً بتلك الآية كما يقتضيه مذهب الحنفية فى عدم جواز تراخي المخصص و ان الميراث من الولاية امقصودة فى الآيه و اثبات هذا ليس هينا و لا بينا - و على تقدير تراخي الآيه يكون آية الميراث منسوخة فلا يكون تخصيصها بحديث القاتل الا تخصيص القطعى بالظنى و دعوى عدم دخول النبى صلى الله عليه وسلم فى خطاب يوصيكم مع صلاحية شمول لفظ الضمير للموجودين زمن النزول المشافهين لهذه الآيه تحكماً بمحجة ظاهر الخطاب و يكذب فهم فهم اصحاب النبى و اهل بيته اهل اللسان او لى الالباب -

قال الشوكانى فى ارشاد الفحول على ما لخصه عنه صاحب الحصول - الخطاب الخاص بالامة نحوياً ايها الامة ، لا يشتمل الرسول صلى الله عليه وسلم قال الصفى الهندى بلا خلاف و اما اذا كان الخطاب بلفظ يشمل الرسول نحوياً ايها الناس يا ايها الذين امنوا يا عبيدى فذهب الاكثر الى انه

يشمله و قال جماعة لا يشملہ - و الحق ان الخطاب بالصيغة التي تشملہ يتنا و له بمقتضى اللغة العربية لا شك في ذلك و لا شبهة حيث كان الخطاب من جهة الله سبحانه

و ما يكذب به من فهم الا صحاب و اهل بيت النبي او الى الالباب فقد مر ذكره قريباً فلا نعيده خوفاً من الاطناب - فان قلت تبعاً للفاضل الكهنوي ان اهل البيت اذ طلبوا الارث ما ادخلوا النبي صلى الله عليه وسلم في عموم الخطاب - بل قاسوا حاله على حال امته في الباب - قلت لو ان الامر كذلك لتركوا قياسهم بمجرد سماع الخبر و لما اصر منهم على دعواه من اصر و هي سيدة النساء فاطمة الزهراء غضب على ابي بكر و هجرته ستة اشهر و لم تكلم الى ان وصلت الى ابيه خير البشر - لا يخفى ذلك على راجع كتب الصحاح و كشف القناع عن وجه الحق الصراح - و هذا الكلام اندفع به جميع ما قال هؤلاء خلافاً للمرآة فله الحمد و به الاعتصام

و جواب الفاضل القند هاري عن الاعتراض الاول على الدليل الثاني مؤيد بانہ لم يكن قبل هذه التخصيصات و جود للاجماع فكيف يدعى احد ان هذه التخصيصات وقع بالاجماع بل الحق كما قال الفاضل انه وقع منهم التخصيص و اذ لم ينكر فعد ذلك اجماعاً بلا محيص

و الجواب بان تلك الاحاديث مشاهير مجاب بانہ لا يخلوا اما ان يكون المراد بالشهرة منها المشتهرة المصطلحة عند الحنفية او الشهرة المبحوثة عنها في الاصول الحديثية فعلى الشق الاول لا يتصور لها و جود في القرن الاول الذي ظهر فيه تلك الاحاديث و وقع فيه التخصيصات و

على الشق الثاني فهو من اخبار الاحاد التي لا تليق عندكم لان تكون ناسخاً لليقينيّات

و يؤيد تفريع الشق الاول ما قال في التوضيح وغيره من كتب الاصول الخبر لا يخلو من ان يكون رواته في كل عهد قوماً لا تحصى عددهم ولا يمكن تواترهم على الكذب لكثرتهم وعدالتهم وتباين اماكنهم او يصير كذلك بعد القرن الاول او لا يصير بل رواته احاداً والاول متواتر والثاني مشهور والثالث لخبر الواحد - انتهى

و يؤيد تفريع الشق الثاني ما قاله حافظ ابن حجر في نخبة الفكر بعد ما عد المتواتر والمشهور والعزيز والغريب وكلها سوى الاول احاداً فيها المقبول والمردود لتوقف الاستدلال بها على البحث عن احوال رواتها دون الاول، انتهى -

وبهذا التأييد والجواب اندفع ما قال صاحب الانتصار في تشييد الاجماع والشهرة خلاف الحق والصواب فانه مبني على الغفلة عن معنى الشهرة والاجماع فمن امعن النظر في الاصول يؤمن به بلا نزاع

وما اشار اليه الفاضل من الاعتراض على هذا الجواب بقوله لا يخفى ما فيه المراد به ان العام عندهم قطعي يوجب اليقين وليس كذلك المشهور فان غاية مفاده الطمأنينة والتسكين فاذا هو سخط عن الاول بلا خفاء فلا يجوز تخصيصه به اذ هو نسخ بلا امتراء

اور امام رباني مجتهد يماني محمد بن علي الشوكاني ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

و اختلفوا في جواز تخصيص الكتاب العزيز بخر الواحد - فذهب الجمهور الى جوازه مطلقاً وذهب بعض الحنابلة الى المنع مطلقاً - وحكى ذلك عن طائفة من المتكلمين والفقهاء و

طا ئفة من اهل العراق و ذهب عيسى بن ابا ن الى الجواز اذا كان العام قد خصّ بدليل قطعى متصلاً كان او منفصلاً و ذهب القا ضى ابو بكر الى الوقف و الحق ما ذهب اليه الجمهور و يدل عليه اجماع الصحابة فانهم خصوا قوله سبحانه تعالى يو صيكم الله فى او لا دكم بقوله صلى الله عليه وسلم انا معشر الا نبياء لا نورث و خصوا التوارث بالمسلمين عملاً بقوله لا يرث المسلم الكافر - و ايضاً يدل على جوازه دلالة بيينة واضحة ما وقع من اوا مر الله عز و جل باتباع نبيه صلى الله عليه وسلم من غير تقييد فاذا جاء عنه الدليل كان اتباعه واجباً و اذا عارضه عموم قرآنى كان سلوك ؟ طريقة الجمع بيننا العام على الخاص متحتماً و دلالة العام على افرا ده ظنية لا قطعية فلا وجه لمنع تخصيصه بالاخبار الصحيحة الا حديث الى ان قال فى آخر الباب فى مسألة بناء العام على الخاص بعد ما ذكر الاختلاف فى البناء فى صورة العلم بتقديم احدهما و تاخر الآخر و الجهل بالتاريخ ما نصه و الحق الذى لا ينبغى العدول عنه فى صورة الجهل البناء و ليس عنه ما نع يصلح التثبيت به و الجمع بين الادلة ما امكن هو الواجب و لا يمكن الجمع مع الجهل الا بالبناء و قد تقرر ان الخاص اقوى دلالة من العام و الاقوى ارجح و فى العمل بالعام اهمال للخاص و ليس فى التخصيص اهمال للعام و قد نقل ابو الحسين الا جماع على البناء مع جهل التاريخ و الحاصل ان البناء هو الراجح على جميع التقادير المذكورة فى هذه المسئلة انتهى ما فى ارشاد الفحول على ما لخصه العلامة السيد ابو الطيب فى حصول المامول من علم الاصول -

اور علامہ تفتنازانی تلویح میں بجواب دلیل عدم جواز تخصیص کے (جس کا حاصل یہ ہے کہ کتاب اللہ قطعی ہے اور خبر واحد ظنی) فرماتے ہیں:

فقد یجاب بان عام الكتاب قطعی المتن لا الة و  
التخصیص انما یقع فی الة لانه وقع الة فی بعض  
الموارد فیکون ترک ظنی بظنی و بعبارة اخرى الكتاب  
قطعی المتن ظنی الة و الخبر بالعکس فکان لكل قوة من  
وجهه توجب الجمع و هو اولی من ابطال الخبر بالکیة و قد  
یستدل بان الصحابة کانوا یخصصون الكتاب بخبر  
الواحد من غیر نکیر اجماً علی جوازه و جوازه ان خبر  
الواحد قطعی عند الصحابة بمنزلة المتواتر عندنا لانه  
سمعه من النبی ﷺ مع انهم کانوا یخصصون الكتاب  
بالخبر بعد ما ثبت تخصیصه بقطعی من اجماع و غیره و قد  
عرفت ان العام الذی خص منه البعض یصیر ظنیاً و یجوز  
تخصیصه بخبر الواحد و القیاس - قلت و هذا الذی قاله  
العلامة فی الجواب عن الاحتجاج بالاجماع فیعيد من  
شانه كل البعد و قد مر ما یدفعه فی عبارة المغتتم و ما کتبه  
فی تائیدها و الذب عنها هذا.

اس نقل و تفصیل سے بیان اولہ تخصیص عیاں ہوا اور عدم جواز ترجیح عموم کتاب  
اللہ خصوص سنت پر ثبوت کو پہنچا۔ اب ابطال اولہ مخالفین جو اس تخصیص کو ناجائز کہتے  
ہیں اور عموم قرآن کو خصوص خبر واحد پر ترجیح دیتے ہیں عمل میں آتا ہے۔

پس واضح ہو کہ اولہ مخالفین دعوی عدم جواز تخصیص پر تین ہیں۔ اول یہ کہ عام  
کتاب اللہ قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہے۔ اور چونکہ تخصیص متراخی ناخ ہوتا ہے اس لئے  
تخصیص عموم قرآن کی خصوص خبر واحد سے جو اس سے متراخی ہے جائز نہیں۔ اور یہ  
دلیل ان کی دو وجہ سے نا تمام ہے اول یہ کہ عام کا قطعی کہنا بعض حنفیہ کی خانہ ساز بات  
ہے۔ مذہب جمہور بدلائل قویہ و براہین قطعیہ اس کا مذہب ہے۔ شیخ عبدالعزیز بخاری

نے جو اصول بزدوی کا شارح ہے تحقیق شرح حسامی میں لکھا ہے

موجب العام الذی لم یخص منه عند الجمهور من الفقهاء و  
المحدثین لیس بقطعی و هو مذہب الشافعی و ایہ ذہب  
ابو منصور الماتردی و جماعة من مشائخنا و عند عامة  
مشائخنا العراقیین کالکرخی و الجصاص موجبہ قطعی -  
اور علامہ تفتازانی نے حواشی شرح عضدی میں لکھا ہے۔

العام عند بعض الحنفیہ قطعی کا لخاص فلا يجوز  
تخصیصہ بخبر الواحد -

اور مختصر الاصول اور اس کی شرح عضدی میں ہے

اما التخصیص بخبر الواحد فقال بجوازه الاثمة الاربعة  
و قال ابن ابان من الحنفیة اذا كان العام قد خص من قبل  
بدلیل متعسلاً کان او متفصلاً قال الکرخی انما يجوز اذا  
کان قد خص من قبل بدلیل متفصل قطعياً کان او ظنیاً - و  
قد نقل هذین القولین الفاضل الجلیل العالم النبیل  
المولوی عبد الحی اللکهنوی فی رسالۃ الامام الکلام فیما  
یتعلق بالقرأة خلف الامام -

ایسا ہی تلویح اور محصول سے بضمن مقدمہ اولی مخاطب کے گذرا اور بضمن  
جواب الجواب مسئلہ اولی کے ضمیمہ نمبر ۳ میں حجۃ اللہ البالغہ سے نقل ہو چکا ہے مسئلہ  
قطعیّت عام آئمہ متقدمین سے مروی نہیں - یہ محض تخریج متاخرین کی ہے - ان نقول  
سے خلاف جمہور ہونا اس مسئلہ کا ثابت ہوا اور دلائل اس کے بطلان کے ہماری تقریر  
اثبات تخصیص میں ذکر ہو چکے ہیں -

وجہ دوم یہ کہ مترانی کو ناخ کہنا، اور مخصص کو موصول سے خاص کرنا یہ اسی  
خانہ ساز بات سے خانہ زاد ہے - اس کے سوا کوئی اس کا اصل و بنیاد نہیں - چنانچہ  
حسامی میں لکھا ہے

و اختلف فی خصوص العموم فعندنا لا یقع مترانیا و عند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الشافعی يجوز فيه التراخي وهذا بناء على ان العموم مثل  
الخصوص عندنا في اثبات الحكم قطعاً وبعد الخصوص  
لا يبقى القطع فكان تغييراً من القطع الى الاحتمال فيفيد  
بشرط الوصل انتهى -  
اور تنقیح متن توضیح میں لکھا ہے:

اختلف في التخصيص بالكلام المستقل فعند الشافعی يصح  
متراخياً وعندنا لا بل يكون نسخاً الى ان استدل لمذهب  
الشافعی بآيات ثم اجاب عنها باجوبة لا تخلوا عن  
التكلف والتعسف ثم قال واصحابنا قالوا كل ما هو تفسير  
يصح متراخياً اتفاقاً وما هو تغيير لا يصح الا موصولاً  
اتفاقاً كما الاستثناء وانما اختلفوا في التخصيص بناء على  
انه عندنا بيان تغيير وعندنا بيان تفسير لما عرف ان العام  
عنده دليل فيه شبهة فيحتمل الكل والبعض فبيان ارادة  
البعض يكون تفسيراً فيصح متراخياً كبيان المجمل وعندنا  
قطعي في الكل فيكون التخصيص تغيير موجب اقول لا  
فرق عند الشافعی بين التخصيص والاستثناء بناء على  
انالعام محتمل عنده فعلى هذا كلاهما يكونان تفسيراً عنده  
لكن الاستثناء لما كان غير مستقل لا بد من اتصاله و  
التخصيص مستقل فيجوز فيه التراخي وعندنا كلاهما  
تغيير وهو لا يجوز الا موصولاً  
اور ارشاد الفحول میں فرمایا ہے:

الفصل السادس في تاخير البيان عن وقت الحاجة اعلم ان  
كلما احتاج الى البيان من مجمل و عام و مجاز و مشترك و  
فعل متردد و مطلق اذا تاخر بيانها فذلك على وجهين -  
الاول ان يتاخر عن وقت الحاجة و ذلك في الواجبات



الفوریة لم یجز و لهذا نقل الباقلانی اجماعاً بباب الشرائع علی امتناعه .

الثانی تاخیرہ عن وقت ورود الخطاب الی وقت الحاجة الی الفعل . و ذلك فی الواجبات التی لیست بفوریة حیث یكون الخطاب لا ظاہر له کالاسماء المتواطیة و المشترکة او له ظاہر و قد استعمل فی خلافہ کتاب الخیر التخصیص و النسخ و نحو ذلک و فی ذلک مذاہب .

الاول . الجواز مطلقاً و علیہ عامة الفقہاء و المتکلمین اختارہ الرازی و ابن الحاجب .

الثانی المنع مطلقاً و الیہ ذهب ابو اسحاق المرزوی و الصیرفی و ابو بکر الدقاق و هو قول کثیر من الحنفیة و المعتزلة و ابن داؤد الظاہری و وافقہم بعض المالکیہ و الشافعیة و استدلل هؤلاء بما لا یسمن و لا یغنی من جوع . . الی ان قال : بعد ذکر مذاہب اخرى . زیفاً فهذه جملة المذاهب المرویة فی هذه المسئلة و انت اذا تتبعت موارد هذه الشریعة المطررة و جدتها قاضیة بجواز تاخیر البیان عن وقت الخطاب قضاء ظاہراً واضحاً لا ینکره

(یہاں نمبر اول تہم اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم۔ اعلان عام، مطبوع ہے جسے میں مترقات میں نقل کر رہا ہوں۔ بہاء) (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۱۵۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہور)۔

من له ادنی خبرة بها و ممرسة بها و لیس علی هذه المذاہب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

المخالفة لما قاله المجوزون اثاره من علم وقد اختلف القا ئلون بجواز التأخير في جواز تاثير البيان على التدريج بان يبين بياناً او لا ثم يبين بياناً ثانياً كالتخصيص بعد التخصيص و الحق الجواز لعدم و المانع من ذلك امن شرع و لا عقل فالكل بيان انتهى ما في ارشاد الفحول على ما لخصه في حصول المامول من علم الاصول

تلوِّح میں اس بات کی تائید کی ہے کہ یہ اختلاف عام و مجمل و مشترک و ظاہر مؤل سب میں جاری ہے اور کہا ہے کہ تخصیص میں مقارنت کو شرط کرنا محض اصطلاح ہے یعنی اس پر دلیل قائم نہیں ہے اور کہا ہے کہ اس اصطلاح پر حنفیہ چل نہیں سکتے۔ کبھی مترانی کو بھی تخصیص کہہ دیتے ہیں اور کہا ہے کہ ایسے تخصیص مقارن کا پایا جانا بھی کم ہے حیث قال:

وقد نهت على ان اشتراط الاستقلال و المقارنة في التخصيص مجرد اصطلاح من ان العمدة في التخصيص عند الجمهور انما هي الاستثناء و الشرط و الصفة و الغاية و بدل البعض على انه ليستمر لهم الجرى على هذا الاصطلاح التصريحهم بان العام اذا خص منه البعض صار ظنياً يجوز تخصيصه بخر الواحد و القياس و لا يخفى ان التخصيص بكلام مستقل مقارن في غاية الندرة ثم الخلاف في جواز التراخي جارٍ في كل ظاهر يستعمل في خلافه كالمطلق في المقيد و النكرة في المعين.

اور مولانا عبد العلی لکھنوی جن کو ہندوستان میں بحر العلوم کہتے ہیں اور ہرن میں اس کی سند لیتے ہیں، کتاب فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

مسئلہ لا يجوز تاخير المخصص عن العام بحيث يعد عرفاً تاخيراً عند الحنفية خلافاً للشافعية. قال الامام فخر الاسلام هذا مبني على الخلاف في قطعية العام فلما كان

قطعياً عندنا وبالتخصيص يصير ظنياً فالمخصص منزله من القطع الى الظن وهو بيان تغيير ولا يجوز تاخير فوجب القران بين المخصص والعام ولما كان عنده ظنياً محتملاً للتخصيص والتخصيص يقيد ظنياً كما كان فالمخصص لم يغيره من شيء بل قرر الاحتمال الذي كان قبله فيكون بيان تفسيره ولا فيه القران وفيه نظر ظاهر فان المخصص وان لم يكن مغيراً الوصفة لكنه يغير ما يفهم من ظاهره من غير قرينة وهو العموم لنا ان العام بلا مخصص يفيد ارادة الكل فالتاخير تجهيل ونقض الآمدى بتاخير النسخ فانه يجوز اتفاقاً ويجاب بانك اوجبت الى سماع الناسخ فلا تجهيل بخلاف المخصص فانه مفيد ان العموم غير مراد من الاصل وتجهيل وقد يجاب بان الدوام قطعاً ليس بالصيغة هناك بخلاف الكل في العام فتامل اعلم ان الدليل يجري في المخصص الثاني اى مخصص المخصوص فلا يجوز تاخير ايضاً ثم اشار الى توجيه كلمات المشائخ الدالة على جواز تاخير وقال لعل مراد المجوزين من التاخير المخصص تاخير المخصص التفصيلي عن الاجمالي فانه حينئذ بيان المجمل والمختار فيه جواز التاخير الى وقت الحاجة ثم ان تحمل عباراتهم هذا التوجيه لا يخلو عن بعد كما لا يخفى على الناظر فيها واعلم ان الشافعية انما جوزوا تاخير المخصص الى وقت الحاجة كما صرح به صاحب المحصول وحينئذ نقول العام لكونه ظنياً عندهم غير مطلوب الا اعتقاد لعمومه فان الظن لا يطلب الاعتقاد في الشرع ولا هو مطلوب العمل لان الكلام في ما قبل الحاجة وقت العمل وقت الحاجة لا يجوز

التاخير عنه اتفاقاً فحينئذ لا تجهيل ولا اغواء بخلاف ما اذا كان العام مقطوعاً فإنه يجب اعتقاد الحكم المقطوع فيلزم ايجاب اعتقاد خلاف الواقع وهو اغواء وتجهيل فهذا الدليل ايضاً مبني على قطعية العام انتهى

یہ عبارات علماء معتبرین حنفیہ و محدثین سب کے سب باعلیٰ نداء منادی ہیں کہ مخصص کے واسطے مقارنت کو شرط ٹھہرانا اور مترانخی کو ناسخ کہنا بجز اس کے کوئی اصل نہیں رکھتا کہ عام کل افراد میں قطعی الدلالة ہے اور خاص کر عبارت مولانا عبدالعلیٰ صریح ناطق ہے کہ جو دلیل اس اشتراط پر قائم کرتے ہیں (یعنی لزوم تجہیل) وہ بھی اسی قطعیت عام پر مبنی ہے۔ اور جب کہ قطعیت عام بادلہ قویہ باطل ہو چکی ہے تو اب ابطال اس دلیل کا جو اس قطعیت پر مبنی ہے جداگانہ دلائل سے ضروری نہیں۔ وہی ادلہ اس کے ابطال کے کافی ہیں باین ہمہ جو کچھ خاص کر اس کی نقض و ابطال میں علماء نے کلام کی ہے وہ عبارت مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں موجود ہے چنانچہ اولاً اس میں آمدی سے نقل کیا ہے کہ تراخی مخصص مثل تراخی ناسخ ہے جو باتفاق جائز ہے ویسی ہی یہ بھی جائز ہونی چاہیے اور ثانیاً از خود کہا ہے کہ یہ دلیل عدم جواز تاخیر مخصص اول مخصص ثانی میں بھی جاری ہو سکتی ہے پس چاہیے کہ وہ بھی جائز نہ ہو حالانکہ کلمات مشائخ سے اس کا جواز نکلتا ہے اور جو نقض اول کے جواب میں اولاً اس میں لکھا ہے کہ عمل منسوخ پر سماع ناسخ تک واجب ہوتا ہے تو تجہیل نہ ہوئی بخلاف مخصص کے کہ اس میں قبل ورود مخصص عموم خیال کیا جاتا ہے اور بعد ورود مخصص معلوم ہوتا ہے کہ یہ عموم مراد نہ تھا اور یہ صاف تجہیل ہے اس کا جواب اسی عبارت شرح کے اخیر میں موجود ہے کہ قبل وقت حاجت و موقع عمل عام میں اعتقاد عموم مطلوب نہیں ہوتا اور نہ عموم کا مراد ہونا قطعاً سمجھا جاتا ہے اور بوقت عمل مخصص خود موجود ہوتا ہے پس تجہیل کسی وقت نہ ہوئی اور جو ثانیاً اس کے جواب میں کہا ہے کہ منسوخ میں دوام قطعاً صیغہ سے مفہوم نہیں ہوتا بخلاف استغراق افراد عام کے جو صیغہ سے سمجھا جاتا ہے اس کا جواب بھی اسی عبارت اخیر میں موجود ہے کہ خصم کے نزدیک اعتقاد عموم شرعاً مطلوب ہے نہیں پس وہ کیونکر مانے گا کہ عموم قطعاً صیغہ عام سے سمجھا جاتا ہے۔ یہی امر تو متنازع فیہ ہے۔ پس اسکا

ت خصم اس میں مجر د دعویٰ سے کیونکر متصور ہے۔ اور جو تقض ثانی کے جواب میں کہا ہے کہ اس میں تاخیر مخصص تفصیلی کے اجمالی سے ہے۔ پس یہ بیان مجمل ٹھہرا جس کے تاخیر وقت حاجت تک جائز ہے اسکا جواب اولاً اسی عبارت میں موجود ہے حیث قال:

ثم ان تحمل عبارا تهم هذا التوجيه لا يخلوا عن بعد -  
ثانیاً یہ کہ جیسے آپ بعد ورود مخصص تخصیص عام کو مجمل جانتا ہے اور اس کے تخصیص کو بیان مجمل نام رکھتا ہے۔

ثالثاً یہ کہ کلام محض بے معنی ہے اس لئے کہ کلام تراخی میں مخصص ثانی کے ہے عام مخصوص البعض سے نہ اس کے تراخی میں مخصص اول سے.. (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر ۱۶۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۲ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور مجمل ہونا عام مخصوص البعض کا اس کے بیان کو بیان مضمحل بناتا ہے نہ مجمل ہونا مخصص اول کا علاوہ بریں مجمل ہونا مخصص اول کا بھی بہر صورت لازم نہیں ہے۔ بالجملہ جو کچھ ان حضرات نے اس باب میں کیا ہے ناتمام ہے اور مینی اس کا وہی قطعیت عام ہے۔ پس جو اس کا حال ہے سو اس کا ہوگا اور جس دلیل سے اس کا ابطال ہو چکا ہے اسی سے اس کا بطلان سمجھا جائے گا۔

تندیہ لطف:

صاحب انتصار سے تعجب ہے کہ عدم جواز تاخیر متراخی مخصص پر کئی براہین قطعیہ کے وجود کا مدعی ہوا۔ پر بجز عبارت شرح مسلم الثبوت جس میں بجز لزوم یا تجہیل کسی دلیل کا نام و نشان نہیں۔ کچھ نہ لاسکا۔ پھر یہ تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ جواب تجہیل معیار میں بصفحہ ۲۴۲ سطر ۲۰ ادا ہو چکا ہے حیث قال،

تا خیر المخصص کتا خیر الناسخ -

اس کے جواب سے متعرض نہیں ہوا بلکہ اس جواب کے وجود کا کتاب معیار میں انکاری ہو گیا۔ پھر تعجب پر تعجب ہے کہ عبارت شرح مسلم میں جس سے وہ تقریر لزوم تجہیل نقل کیا ہے، سرقہ تو خیانت عمل میں لایا ہے، مطلب کی بات کو اس سے لے لیا ہے اور اس کا اول و آخر جو اس تجہیل کا رافع تھا چھوڑ دیا۔ ناظرین انتصار (انتصار الحق) و معیار (معیار الحق) اس کی ایسی باتوں سے اس کے علم و فہم و انصاف یا اتساف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور اس کتاب کا جواب معیار (معیار الحق) نہ ہونا سمجھ سکتے ہیں۔

اس بیان سے بے اصل و بے دلیل ہونا عدم جواز تراخی تخصص کا ثابت ہوا جس کے ثبوت سے بیان وجہ دوم اتمام کو پہنچا، جس کے اتمام سے دو وجہ نامتومی دلیل اول مخالفین پر قائم ہوئیں اور تقریریں خصوم کی سب کی سب اس میں باطل ہو گئیں دلیل دوم مخالفین کے عدم جواز تخصیص و وجوب ترجیح پر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے عموم قرآن کو خصوص خبر واحد پر ترجیح دی ہے اور بہ تجویز تخصیص جمع و تطبیق اختیار نہیں کی۔ دیکھو جب فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمرؓ کے پاس یہ حدیث پیش کی کہ جب وہ مطلقہ ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو نفقہ اور سکنی نہ دلوا یا۔ پس حضرت عمرؓ نے اس کی حدیث کو نہ مانا اور کہا:

لا ندع کتاب ربنا سنة نبينا بقول امرء لا ندرى اصدقت  
ان كذبت ا حفظت ام نسيت فاني سمعت رسول الله ﷺ  
يقول لها النفقة والسكنى -

(یعنی ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑتے۔ ہم نہیں جانتے یہ سچ کہتی ہے یا جھوٹ، بھول گئی ہے یا اس نے یاد رکھا ہے۔ میں نے تو آنحضرت ﷺ سے سنا ہوا ہے کہ مطلقہ کے واسطے نفقہ اور سکنی ہے۔)

نقل کیا اس قصہ کو نور الانوار و توضیح میں اور کچھ ذکر اس کا جامع ترمذی و سنن ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے (حد ثنا عمّار ابن زریق عن ابی اسحاق قال : كنت فى المسجد الجامع مع الاسود فقال : أتت فاطمة بنت قيس عمر بن الخطاب فقال : ما كنا لندع كتاب ربنا و سنة نبينا ﷺ لقول امرأة لا ندرى أ حفظت ذلك ام لا ؟۔ سنن ابو داؤد حدیث نمبر ۲۲۹۱) - مطلب اس کا (ص ۲۶۲)۔ یہ ہے کہ نہ ماننا

حضرت عمر فاروقؓ کا حدیث فاطمہؓ کو اس نظر سے نہ تھا کہ یہ خبر واحد ہے اور عموم کتاب اللہ کی معارض۔ اور چونکہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور عموم قرآن قطعی۔ اس لئے ترجیح عموم قرآن کی اس پر واجب ہے۔ اور تخصیص اس کی ناجائز۔ بلکہ رد کرنا اور انکار اس حدیث کو علی تقدیر الصحیحہ والتسلیم اس لئے تھا کہ ان کو خاص کر فاطمہ بنت قیس راوی حدیث کے حافظہ و صداقت میں شک تھا۔ اور بسبب اس کے اس حدیث کا صحیح ہونا ان کے نزدیک ثابت نہ تھا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حدیث کو صحیح مان کر اس کے راویوں کو عادل و ضابط جان کر بنظر خبر واحد ہونے کے نہ مانا اور عموم کتاب اللہ کو اس پر ترجیح دی جیسا کہ حنفی دعوے رکھتے ہیں اور اس پر اس قصہ سے استدلال کرتے ہیں۔ صاحب توضیح اس قصہ کو اسی غرض و ادعاء سے لایا ہے لیکن تلویح و مسلم الثبوت، مغتتم الحصول میں اس ادعا کو اسی تقریر سے جو ہم نے بیان کی ہے رد کر دیا ہے

قال فی التنقیح من التوضیح و اما الا نقطاع الباطن فاما بمعارضة او بنقصان فی الناقل اما الاول فاما بمعارضة الكتاب كحدیث فاطمة بنت قیس قوله تعالى اسكنوهن اما فی السكنی فظاهر و اما فی النفقة فلا ن قوله تعالى من و جدكم مجمل عندنا علی قرأة ابن مسعود و اتفقوا علیهن من و جدكم - انتهى -

و قال فی التلویح قوله كحدیث فاطمة بنت قیس فیہ بحث لان الكلام فی خبر العدل و هذا مستنكر یریتهم رواية بالكذب و الغفلة و النسیان لا لكونه فی مقابلة عموم الكتاب و الا لما كان لقوله حفظت او نسیت صدقت او كذبت معنی و ایضاً لا خفاء فی ان القرأة الشاذة غیر متواترة و لا مفيدة للقطع فكیف یرد الحدیث بمعاضتها و كیف یقبل من الراوی ان هذا كلام الله تعالى و لا یقبل ان ذلك كلام الرسول و هو یمرء و مسمع - انتهى ما فی التلویح و قال فی مسلم الثبوت و ردھا لتردده فی صدقها و لهذا

وصفها بما وصف اشعاراً بعلّة التردد و الرد - انتهى - و زاد  
 فى المغتنم اقول التردد اما لاحتمال خبر الواحد الكذب  
 ففيه المدعى و اما لجهالة امرها فى العدالة فينا فى تعديل  
 جميع الصحابة الا ان يقال لعله لقصور الضبط -

اور مؤید ہے کلام صاحب تلویح کو جو خود صاحب توضیح نے اس سے پہلے کہا  
 ہے کہ حدیث فاطمہ بنت قیس مستنکر ہے۔ اس لئے وہ لائق عمل نہیں ہے حیث قال:  
 و ان رده الكل فهو مستنكر لا يعمل به كحدیث فاطمة بنت  
 قیس -

پھر اب کیونکر کہہ دیا کہ رد کرنا اس حدیث کا بہ سبب معارضہ قرآن کے ہوا  
 ہے۔ یہ تب منظور تھا جب کہ اس کو صحیح مان کر اور اس کی رواۃ کو عادل و ضابط جان کر  
 پھر بنظر مجرد معارضہ قرآن رد کیا جاتا و اذلیس فلیس

صاحب انقصار نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قصور ضبط جو تم نے  
 سبب رد قرار دیا ہے اس کے خبر واحد ہونے سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ اگر وہ تو اترا یا  
 شہرت کو پہنچتی تو محتمل قصور ضبط نہ ہوتی۔ لیکن مطلب اس کا مصداق مطلبش درین  
 شاعر ہے۔ جناب من! یہ کیون کہتا ہے کہ خبر واحد محتمل نہیں ہوتی۔ کلام و نزاع تو اس  
 میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو اس جہت سے رد کیا کہ خبر واحد عموماً و مطلقاً  
 قرآن کے سامنے لائق عمل نہیں۔ یا اس نظر سے کہ خاص کر راوی اس حدیث کے حفظ  
 و صدق کا ہم کو اعتبار نہیں۔ آپ مدعی امر اول کے ہیں اور رد کرنا بنظر امر ثانی بھی ہو  
 سکتا ہے۔ آپ اس کو اٹھا دیں تو کام بنتا ہے ورنہ ایک شخص کے روایت کے نہ ماننے  
 سے عموماً خبر واحد کا بے اعتبار ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

یہ جواب دلیل دوم کا ہم نے بطور تنزل و بنا بر تسلیم اس قصہ کے دیا ہے اور  
 اگر ہم اس قصہ کو نہ مانیں، یا فعل عمرؓ کو اس باب میں حجت نہ جانیں تو بھی گنجائش ہے۔  
 اس قصہ کے نہ ماننے کی یہ وجہ ہے کہ اس کے بعض الفاظ پر آئمہ محدثین نے جرح کیا  
 ہے اور حضرت عمرؓ سے اس کے ثابت ہونے سے انکار کیا ہے۔ دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ  
 جو ان سے نقل کیا ہے کہ ہم سنت رسول اللہ کو کس طرح چھوڑ دیں۔ یہ محفوظ نہیں ہے



اس کو جماعت ثقافت نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ذکرہ النوویؒ فی شرح مسلم صفحہ ۴۸۳ جلد اول والزرقاتی فی شرح المؤمنین ص ۶۶ جلد ۳۔ اور احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ جوان سے نقل کیا ہے کہ ہم کتاب اللہ کو نہیں چھوڑتے مطلقہ کو نفقہ دلاتے ہیں، یہ ہرگز قول عمرؓ نہیں ہے۔ قرآن میں مطلقہ ثلاثہ کے واسطے نفقہ و سکنی کہاں ہے ذکرہ فی مسک الختام شرح بلوغ المرام صفحہ ۲۴۲ و فی آخرہ هذا لا یصح عن عمر قال ذلك الدار قطنی و قال السنة بیید فاطمہ

امام ابن القیمؒ نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ پر افتراء ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نیز انسان کو لائق نہیں کہ نصرت مذہب کے واسطے صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں جھوٹ بناوے۔ چنانچہ شرح بلوغ المرام میں ہے:

قال العلامة ابن القیم و نحن نشهد ما لبد شهادته فسأل عنها اذا لقیناه ان هذا کذب علی عمر و کذب علی رسول الله ﷺ ینبغی ان لا یحمل الا انسان فرط الا انتصار للمذاهب و التعصب علی معارضة السنن النبویة الصحیحة الصریحة بالكذب البحت۔ انتھی

اور وجہ اس کے کذب ہونے کی ظاہر ہے کہ کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ تجویز فرمایا ہے اور نہ قرآن میں یہ حکم آیا ہے اسی واسطے جب اس قول منسوب بحضرت فاروقؓ کا کوئی محمل نہ بنتا تھا تو عیسیٰ بن ابان نے اس کی تاویل کی کہ مراد قرآن و حدیث سے اس قول میں قیاس ہے اس لئے کہ وہ انہیں دونوں سے ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور بعض نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ مراد قرآن سے آیت اسکنوہن ہے اور سنہ سے وہ جوان سے منقول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ و سکنی ہے چنانچہ توضیح میں بصفحہ ۲۲۶ یہ دونوں تاویلیں منقول ہیں اور نفقہ کا قرآن میں ہونا صاحب توضیح نے اس حیلہ سے ثابت کیا ہے کہ قرآن ابن مسعودؓ میں انفقوا علیہن من و جدکم آپکا ہے اور چونکہ تاویلیں ضعیف ہیں اس لئے اس کلام کو بجز کذب کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ تاویل عیسیٰ بن ابان اس لئے کہ اس صورت میں رد حدیث فاطمہؓ بقیاس ہوا جو باتفاق صحابہ و

سلفصا لحنین نا جائز ہے، اور تاویل بعض علماء اس لئے ضعیف ہے کہ اسکنوہن میں مطلقہ ثلاثہ کے واسطے سکنی کا ذکر نہیں ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو پھر نفقہ کا اتنا بھی قرآن میں ذکر نہیں ہے:

قال اسما عیل القاضی الذی فی کتاب ر بنا انما هو النفقة

لا و لات الحمل - انتھی علی ما نقله الزرقانی فی شرح الموطا

اور جوحدیث اس باب میں حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں اس کا راوی حضرت عمرؓ سے ابراہیم نخعی ہے جس کو حضرت عمرؓ سے ملاقات نہیں۔ اور تاویل صاحب توضیح کا ضعیف ہونا صاحب تلوتح کی کلام سے ثابت ہو چکا ہے اور باوجود ثبوت اس قصہ کے حجت نہ جاننا فعل حضرت عمرؓ کا اس میں یہ وجہ رکھتا ہے کہ ابن عباس حضرت فاروق کے اس امر میں مخالف تھے چنانچہ شرح صحیح مسلم، و شرح بلوغ المرام، و تلوتح وغیرہ کتابوں میں ثابت ہے اور اقوال صحابہ جب باہم متخالف ہوں تو بالاتفاق حجت نہیں ہوتے چنانچہ تلوتح صفحہ ۲۳۷ و حسامی صفحہ ۹۴ و نور الانوار صفحہ ۱۸۵ وغیرہ کتب اصول میں موجود ہے و از انجا کہ یہ مطالب ماخون فیہ سے اجنبی ہیں اس لئے ہم نے اس کی تفصیل و اس میں نقل اقاویل سے تعرض نہیں کیا۔

الحاصل اولاً یہ قصہ مجموع الفاظ حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں۔ اور اگر بالفرض اس کو مانا بھی جائے تو اس سے رد کرنا حضرت عمرؓ کا حدیث فاطمہ بنت قیس کو بنظر قطعیت عموم قرآن و وظیت خصوص خبر واحد کے نہیں نکلتا۔

دلیل سوم مخالفین کے عدم جواز تخصیص و وجوب ترجیح عموم قرآن پر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو قرآن پر عرض کرو اگر اس کو موافق قرآن پاؤ تو مانو ورنہ اس کو رد کر دو۔ بناء علیہ حدیث جب عموم قرآن کے مخالف ہو تو اس کا رد کرنا واجب ہے۔ تخصیص عموم قرآن اس حدیث سے جائز نہیں۔ اس حدیث کو بڑے بڑے مشاہیر حنفیہ اپنی تصانیف میں لائے ہیں۔ تو صحیح میں کہا:

انما یرد ( ای الحدیث المعارض للکتاب ) لتقدم الکتاب حتی

یکون عام الکتاب و ظاہرہ اولی من خاص خبر الواحد

ونصه و لا ينسخ ذلك بهذا و لا يزا د به عليه  
تلوٰح میں اس قول کی تشریح کے بعد لکھا ہے:

و استد ل علی ذلک بقولہ علیہ السلام یكثر لکم الا حدیث  
من بعدی فاذا روی لکم حدیث عنی فاعرضوه علی کتاب  
اللہ تعالیٰ فما وافق فاقبلوا و ما خالف فر دودہ

ایسا ہی اور کتب اصول میں یہ استدلال موجود ہے۔ جواب اس کے کئی ہیں  
۔ از انجملہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بعض  
نے موضوع۔ امام یحییٰ ابن معین جو جرح اور تعدیل میں مقبول خلائق ہیں فرماتے ہیں  
کہ یہ حدیث زند لقیوں یعنی چھپے مرتدوں نے وضع کی ہے۔ اور از انجملہ یہ کہ اس  
حدیث کا مفاد یہ ہے کہ متواتر و مشہور کو بھی قرآن پر عرض کیا جاوے۔ پھر اگر مخالف ہو  
تو ترک کی جاوے حالانکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ از انجملہ یہ کہ یہ حدیث خود  
اپنے مضمون کی مبطل ہے اس کو قرآن پر عرض کیا گیا ہے تو خلاف قرآن پایا۔ تفصیل  
ان جوابات کی معزیادت بعض اجوبہ کے عبارات ذیل میں موجود ہے  
مولانا عبدالعلیؒ شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال  
الشيخ ابن حجر العسقلاني قد جاء بطريق لا تخلو عن  
المقال و قال بعضهم قد وضعه الزنادقة و ايضاً هو  
مخالف لقوله تعالى ما آتاكم الرسول فخذوه فصحة هذا  
الحدیث يستلزم وضعه و رده فهو ضعيف مردود۔ انتھی

اور شیخ ابن طاہر صاحب مجمع البحار تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں:  
و ما اور دہ الا صولیون من قولہ اذا روی عنی حدیث  
فاعرضوه علی کتاب فان وافقه فاقبلوا و ان خالفه  
ردوه قال الخطابی وضعته الزنادقة و یدفعه حدیث انی  
او تیت کتاب و ما یعدله و یروی و مثله۔ و کذا قال  
الصنعانی و هو کما قال۔ انتھی۔

اور امام محمد بن علی الشوکانیؒ فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں:

حدیث اذا روى عنى حدیث فاعر ضوه على كتاب الله فاذا  
وافقه فاقبلوه وان خالفه ردوه قال الخطابي و وضعته  
الزنا دقة و يدفعه او تيت القرآن و مثله معه و كذا قال  
الصنعاني - قلت و قد سبقها الى نسبة الزنا دقة ابن معين كما  
حكاه الذهبي على ان في هذا الحديث الموضوع نفيه ما  
يدل على رده لا اذا عر ضناه على كتاب الله خالفه ففي  
كتاب الله عز و جل ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه  
فانتهاوا و نحوه من الآيات - انتهى

اور امام شوکانی، ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں:

البحث الثانی انه قد اتفق من يعتد به من اهل العلم ان السنة  
المطهرة مستقلة بتشريع الاحكام و انها كالقرآن في تحليل  
الحلال و تحريم الحرام - و قد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم انه قال و انى  
او تيت القرآن و مثله معه اى من السنن التى لم ينطق بها  
القرآن و ذالك كتحریم لحم الحمر الا هليه و تحريم كل  
ذی ناب من السباع و مخلب من الطير و غير ذلك مما لم يات  
عليه الحصر و ما ورد من طريق ثوبان فى الا مریع رض  
الاحاديث على القرآن فقال يحيى بن معين انه موضوع و  
ضعته الزنا دقة و قال عبد الرحمن بن مهدى الخوارج و  
ضعوا حدیث ما آتاكم عنى فاعر ضواه على كتاب الله الخ  
- و قد عارض حدیث العرض قوم فقالوا عر ضنا هذا  
الحدیث على كتاب الله فخالفه لانا و جداناه ما آتاكم  
الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهاوا قال الا و زاعى  
الكتاب ا حوج الى السنة من السنة الى الكتاب - قال ابن  
عبد البر يريد انها تقضى عليه و يبين المراد منه - و قال

یحی بن ابیکثیر السنۃ قاضیۃ علی کتاب و الحاصل ان ثبوت حجة السنۃ المطہرۃ و استقلال بتشریح الاحکام ضروریہ و دینیہ و لا یخالف فی ذلك الا من لا حظ فی دین الاسلام - انتہی ما فی ارشاد الفحول علی ما لخصہ فی حصول المامول اور علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ مختصر اصول حدیث میں فرماتے ہیں:

و کذا ما اردہ الا صولیون من قولہ اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ و ان خالفہ فردوہ قال الخطابی و ضعتہ الزنادقة و یدفعہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد اوتیت کتاب و ما یعد لہ یروی او تیت کتاب و مثله معہ -

ایسا ہی فاضل قندھاری نے معتزم الحصول میں فرمایا ہے اور ایسا ہی مسلم الثبوت و منہاج الاصول و تلوتح و غیرہ کتب اصول میں اس حدیث کو رد کیا ہے۔ نقل کرنا عبارات ان سب کا موجب تطویل ہے اسلئے مجمل حوالہ پر اکتفاء کیا گیا۔ و لیکن نقل کرنا عبارت تلوتح کا بغرض اظہار ایک لطیفہ عجیبہ کے مناسب نظر آیا پس سنا چاہیے کہ علامہ تفتازانی نے تلوتح میں فرمایا:

و اجیب بانہ خبر الواحد و قد خص منه البعض اعنی المتواتر و المشہور فلا یكون قطعياً فكيف یثبت بہ مسئلۃ الاصول (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر اول۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

یکم جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہور)

علی انہ مما یخالف عموم قولہ تعالیٰ ما آتاکم الرسول فخذوہ و قد طعن فیہ المحدثون بان فی روایۃ یشید بنر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیعہ و هو مجهول و ترك فی اسنادہ واسطۃ بین الا شعث  
و ثوبان فیکون منقطعاً و ذکر یحی بن معین انہ حدیث و  
ضیعة الزنادقة - و ایراد البخاری ایہ فی صحیحہ لا ینافی  
الا نقطاع او کون احد رواہ غیر معروف بالروایۃ۔ انتھی ما  
فی التلویح -

یہ عبارت ہمارے مدعا کے موافق ہے اور ہمارے اجوبہ کی شہاد اور مؤید ومع  
ذالک اس میں ایک ایسا لطیفہ عجیبہ فرمایا ہے جس سے عمدہ نتیجے نکل سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ  
علامہ نے بعد رد و تضعیف اس حدیث کے فرمایا ہے کہ وارد کرنا بخاری کا اس حدیث کو  
اپنی صحیح میں منافی انقطاع و جہالت رواہ نہیں ہے۔ اور یہ بات سراسر غلط اور محض خط  
ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور نہ یہ کتاب مستطاب ایسی واہیات و  
خرافات کے نسبت کرنے کی لائق ہے۔ جس نے مجلس حدیث میں کبھی بھی گذر کیا ہوگا  
وہ ایسی بات نہ کہے گا۔ پس تعجب ہے کہ علامہ زمان نے کیونکر ایسا کہہ دیا۔ اگر کوئی  
میرے اس تعجب سے تعجب کرے اور اس حدیث کے وجود کا صحیح بخاری میں مدعی ہو کر  
نکال دے تو میں اپنی کل جائداد اس کو انعام میں دیتا ہوں اور حلقہ اس کی اطاعت و تلمذ  
کا کان میں ڈالتا ہوں۔ کوئی ہرگز نہ نکال سکے گا اگرچہ مشرق سے مغرب تک کے سب  
لوگ جمع ہو جائیں اور سب مل کر تلاش کریں۔ اس سے ایک یہ عمدہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ  
اکابر علماء سے بھی غلطی فاش ہو سکتی ہے اور خلاف حق و واقع ان کی قلم سے سرزد ہو جاتا  
ہے چنانچہ مثل مشہور ہے لكل عالم هفوة و لكل جواد كبوة۔ اور ایک یہ نتیجہ نکل  
سکتا ہے جو اسی نتیجہ اول کے فرع ہے کہ تقلید اکابر علماء ہر بات میں جائز نہیں جس نے  
ایسا کیا وہ کبھی نہ کبھی چاہ ضلالت میں گرا۔ سچ فرمایا ہے امام طحاوی نے جو حنفیوں کے  
پیش واہیں کہ میں ہر بات میں ابو حنیفہ کا مقلد نہیں جو مقلد ہوا وہ جاہل یا متعصب  
بنا۔ چنانچہ اصل عبارت انکی ضمیمہ نمبر ۸ مطبوعہ ۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء میں گذر چکی۔

اس تفصیل سے جو بات دلیل سوم مخالفین کے تمام ہوئے۔ جن کے اتمام  
سے سب دلائل مخالفین کا ابطال ہوا اور عدم جواز ترجیح عموم قرآن خصوص حدیث پر  
ثابت ہوا جس سے و جو بجمع و تطبیق ثبوت کو پہنچا اور اس سے مقدمہ ثانیہ جناب

مخدوش ہوا اور اس سے جواب استدلال حضرت مخاطب کو آیت کریمہ سے بطریق خاص اصولی اتمام کو پہنچا جس کے تمام ہونے سے دونوں جواب اس کے استدلال کے عامی و خاص اصولی پورے ہوئے۔

اب اس کے مویدات میں کلام کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو کہ مویدات استدلال مخاطب (جو اسکی تحریر میں مذکور ہیں) دو ہیں۔

اول اثر سعد بن وقاص کہ انہوں نے فرمایا ہے میں دوست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے الحمد پڑھے اس کے منہ میں انگار پڑیں۔

دوم۔ اثر حضرت علیؑ کہ جس نے امام کے پیچھے الحمد کو پڑھا وہ سنت سے چوک گیا۔  
سوان دونوں اثروں میں کئی وجہ سے کلام ہے۔

وجہ اول: یہ کہ یہ اثر حضرت سعدؓ و امیر المؤمنین علیؑ سے بسند صحیح ثابت نہیں۔

اثر سعدؓ کو امام بخاریؒ اور ابن عبدالبرؒ نے ضعیف بتلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ جس نے اس کو سعدؓ سے نقل کیا اس کا نام معلوم نہیں ہوا اور فرمایا کہ عالموں کی یہ کلام نہیں ہے کہ اصحاب نبوی کے منہ میں پتھریا آگ یا بد بو بھری جائے۔ چنانچہ رسالہ قرأۃ خلف الامام میں (جو امام ابو حنیفہؒ کے مقابلہ میں تالیف کیا ہے) فرماتے ہیں:

و احتج (ای ابو حنیفہ) ایضاً بخبر روی داؤد بن قیس عن

رجل من ولد سعد عن سعد قال وودت ان الذی یقرء خلف

الامام فی فمہ جمرۃ۔ و هذا مرسل و لم یعرف الرجل و لا

سمی

اور نیز اسی رسالہ میں بجواب اس قول کے جو ابن مسعود کے مثل قول سعد نقل

کرتے ہیں فرماتے ہیں:

و اما حدیث ابن مسعود فلا یصح و لا یشبه کلام اهل العلم

لانہ لا یحل لاحد ان یتمنی ان یملاء افواه اصحاب رسول

اللہ ﷺ کعمر و حذیفہ و ابی و عائشہ فی جماعۃ آخرین

ممن روی عنهم القرأۃ خلف الامام رضفاً او ناراً او تراباً۔

انتہی کلامہ علی ما لخصہ الزیلعی فی تخریج الہدایۃ

اور ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، کسی ثقہ نے اس کو نقل نہیں کیا چنانچہ اصل عبارت ان کی عنقریب ذکر کی جاتی ہے۔ اور جو حضرت علیؓ سے اثر نقل کیا ہے اسکو دارقطنیؒ وابن حبانؒ و امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے۔

رواہ ( یعنی حدیث علی من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة ) ابن شیبہ و عبد الرزاق - و قال الدار قطنی لا یصح اسنادہ - و قال ابن حبان فی کتاب الضعفاء ان هذا یروہ ابن ابی لیلی الا نصاری و هو باطل - و یکفی فی بطلانہ اجماع المسلمین اور حافظ ابن حجرؒ نے تخریج ہدایہ میں کہا ہے:

و عن علی من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة - اخرجه ابن ابی شیبہ و عبد الرزق و الدار قطنی موقوفاً و ضعفه البخاری فی جزء القراءة - و قال ابن حبان فی ترجمة عبد الله بن ابی لیلی من الضعفاء و هذا باطل - اور شیخ سلام اللہؒ نے محلی شرح مؤطا میں کہا ہے:

و روی ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق عن علی من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة قال الدار قطنی لا یصح اسنادہ و ضعفه البخاری - انتهى

مولوی محمد عبدالحی صاحب لکھنوی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے رسالہ امام الکلام میں جملہ آثار متمسکہ حنفیہ میں بسط سے کلام کی اور آٹھ وجہ سے ان کا لائق تمسک نہ ہونا ممانعت قرآۃ میں ثابت کیا۔ مجملہ ان وجوہ ہشت گانہ کے ایک یہ وجہ فرماتے ہیں: (امام الکلام - ص ۴۰):

و الثالث ان كثيراً من تلك الآثار مما لا یحتج بسنده کاثر زید بن ثابت من قرأ خلف الامام فلا صلوة له - فقد قال البخاری فی رسالة القرآۃ فی حق سندہ لا یعرف لهذا الاسناد سماع بعضهم عن بعض و لا یصح مثله انتهى ذکرة الذی یلعی و قال ابن عبد البر قول زید بن ثابت من قرأ



خلف الامام فصلو ته تامه ولا اعانة يدل على فساد  
 ماروى عنه انتهى ، وكاثر على من قرأ خلف الامام فقد  
 اخطاء الفطرة كما مر نقله عن ابن حبان والدارقطنى و  
 كاثر سعد وددت ان الذى يقرأ خلف الامام فى فمه جمرة -  
 قال ابن عبد البر منقطع لا يصح ولا نقله ثقة - انتهى  
 اور بعد اختتام سب وجوہات کے فرماتے ہیں:

فظهر من هذا كله ان استدلالاً بالآثار على مذہبهم وان  
 كان هو مسلك عامتهم لا يخلو عن اشياء لازمة عليهم وبه و  
 ضح ان قول من قال بفساد الصلوة بالقرأة خلف الامام  
 واستند ببعض الآثار المذكورة ساقط عن الاعتبار لا  
 ينبغي ان يلتفت اليه او لو الابصار - انتهى

وجہ دوم، وجوہ قادمہ آثار مویدہ استدلال مخاطب سے یہ ہے کہ ہم نے فرض  
 کیا اور مان لیا کہ یہ آثار واہیہ سب صحیح ہیں لیکن قول وفعل صحابی جس میں رائے و  
 اجتہاد کو دخل ہو جمہور علماء اسلام کے نزدیک جن میں امام شافعیؒ بھی داخل ہیں لائق  
 سند و استدلال نہیں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قرأة فاتحہ خلف الامام جو لانگاہ اجتہاد ہے -  
 اس میں دلائل عموم جن سے نفی قرأة کا اجتہاد ہو سکتا ہے موجود ہیں - پس جس کسی نے  
 قرأة فاتحہ کی نفی کی ہے اس نے عموم نصوص سے جن کو حنفیہ پیش کرتے ہیں اجتہاد و  
 استنباط کیا ہے - پس باوجود محل اجتہاد ہونے اقوال مانعین قرأة کے وہ کس طرح لائق  
 تمسک و استدلال ہو سکتے ہیں - اب سنو اقوال علماء اسلام کے جن سے لائق سند نہ ہونا  
 قول صحابی کا ثابت ہوتا ہے - توضیح میں لکھا ہے:

تقليد الصحابي يجب اجماعاً فيما شاء فسكتوا مسلمين ولا  
 يجب اجماعاً فيما ثبت الخلاف بينهم و اختلف في غيرهما  
 ولا لا يعلم اتفاقهم والا اختلف فهم فعند الشافعي لا يجب  
 لانه لما لم يرفع على السماع وفي الاجتهاد هم و  
 سائر المجتهدين سواء لعموم قوله تعالى فاعتبروا يا اولي

الا بسار - و لان كل مجتهد يخطى و يصيب عند اهل السنة  
والجماعة و عند ابى سعيد البر دعى يجب لقوله عليه  
الصلوة و السلام اصحابى كالنجوم بايهم اقتد يتم اهتد يتم  
- و عند الكرخى يجب فيما لا يدرك بالقياس - انتهى مختصراً  
ايابى حسامى میں بعد نقل مذہب ابوسعید بردعی و ابوالحسن کرخی کے کہا ہے:

قال الشافعى لا يقلد احد منهم -

نور الانوار میں اس پر یہ زیادہ کیا ہے:

سواء كان مدركا بالقياس او لا - لان الصحابة كان  
يخالف بعضهم بعضاً و ليس احد هم اولى من الآخر -  
فتعين البطلان

اور شیخ ابن طاہر حنفی نے مجمع البحار میں کہا ہے:

و الموقوف ما روى عن الصحابي من قول او فعل متصلاً او  
منقطعاً و هو ليس بحجة  
اور طیبی نے رسالہ مختصر اصول میں کہا ہے:

الموقوف و هو مطلقاً ما روى عن الصحابي من قول او  
فعل متصلاً كان او منقطعاً و هو ليس بحجة على الاصح -  
اور شیخ ابوالفیض محمد بن علی الفارسی نے جواہر الاصول میں کہا ہے:

الباب الثانی فی انواعه و هی نوعان منها ما يشترك فيه  
الاقسام الثلاثة و منها ما يختص بالضعيف الى ان فصل  
انواع الضرب الثانی وعد منها الموقوف -

امام محمد بن علی الشوکانی نے حجت نہ ہونا قول صحابی کا جمہور علماء کی طرف  
نسبت کیا ہے۔ اور قائلین حجیت قول صحابی کے جواب میں کہا ہے کہ اگرچہ صحابہ کرام کی  
بزرگی و فضیلت علم و دین میں مسلم ہے و لیکن اس سے ان کے اتباع کا وجوب لازم نہیں  
آتا اور نہ خدا نے کہیں اس بات کا اذن دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث اصحابی  
کالنجوم جس سے قائلین حجیت تمسک کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا ہے:

فا عرف هذا و احرص عليه فان الله لم يجعل اليك و الي  
سائر هذه الامة رسولا الا محمداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و لم يامر بك با تباع  
غيره و لا شرع لك على لسان سواه من امته حرفاً واحداً و  
لا جعل لك شيئاً من الحجة عليك في قول غير كائننا من كان

انتہی کلام الشوکانی علی ما نقله عنه فی ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل

راقم کہتا ہے کہ جو امام شوکانی نے دلیل عدم حجیت اقوال صحابہ بیان کی ہے  
کہ خدا تعالیٰ نے بجز آنحضرت ﷺ کے کسی کا اتباع کسی پر لازم نہیں کیا، کتاب و سنت و  
اجماع امت اس پر شاہد ہے۔ تفصیل اس اجمال کی بحث تقلید میں کی جاوے گی۔ اس  
مقام میں قول امام مالک کا اس کی تائید میں ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے کوئی  
شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام سے ماخوذ نہ ہو، اور وہ اس کی طرف پھیری نہ جاوے بجز  
صاحب اس روضہ مبارک کے کہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے  
میزان کبریٰ میں ان سے نقل کیا ہے:

وكان يقول ما من احد الا و ماخوذ من كلامه و مردود

صَلَّى اللهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ ہو الا صاحب ہذہ الروضۃ یعنی بہ رسول اللہ  
اور جو امام شوکانی نے کہا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم .... ضعیف  
ہے اس کی تائید میں بہت سے اقوال علماء کبار کے موجود ہیں اور امام ابن جوزی نے  
علل مشابہہ میں فرمایا ہے:

روی نعيم بن حماد قال حدثنا عبد الرحيم بن زيد العمى  
عن ابيه عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب قال قال  
رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سألت ربي مما يختلف فيه اصحابي من  
بعدي فاوحى اليّ يا محمد ان اصحابك عندي بمنزلة  
الجنوم في السماء بعضها اضاء من بعض فمن اخذ بشئى  
مما هم عليه من اختلاف فهم فهو على هدى قال المؤلف و هذا  
لا يصح بنعيم مجروح قال يحيى بن معين، عبد الرحيم  
كذاب.

اور کمال الدین محمد نے تیسیر الاصول الی منہاج الاصول میں کہا ہے:  
 روی عبد الله بن روح المدائنی بلفظ اصحابی مثل النجوم  
 باہم اقتد یتم اہتد یتم و فیہ مقال و رواہ بمعناہ الدارمی  
 و فیہ ضعف و قد روی من طرق کثیرة قال ابن حزم ہو خبر  
 موضوع - و قال البزاز لا یصح - و قال البہیقی ہذا  
 الحدیث مشہور المتن واسا نیدہ ضعیفہ لم یتثبت فیہ اسناد  
 انتہی ملخصاً -

اور ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے:

قال ابن الربیع اعلم ان حدیث اصحابی کالنجوم باہم  
 اقتد یتم اہتد یتم - اخرجه ابن ماجہ کذا ذکرہ الجلال  
 السیوطی فی تخریج احادیث الشفاء - و لم اجده فی سنن  
 ابن ماجہ بعد البحث عنہ - و قد ذکرہ ابن حجر العسقلانی  
 فی تخریج احادیث الرافعی فی باب ادب القاضی و اطال  
 الكلام علیہ و ذکر انہ ضعیف و اہ بل ذکر عن ابن حزم انہ  
 موضوع باطل لکن ذکر عن البہیقی انہ قال ان حدیث  
 مسلم یودی بعض معنایہ یعنی قولہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النجوم امانة السماء  
 - الحدیث - قال ابن حجر هو یؤدی صحة التشبیہہ للصحابۃ  
 بالنجوم اما فی الاقتداء فلا یظهر نعم یمکن ان یتلمح ذلك  
 من معنی الاقتداء بالنجوم - قلت الظاهر ان الاقتداء فرع  
 الاقتداء قال ابن حجر ظاہر الحدیث انما ہو اشارۃ الی  
 الفتن الحادثة بعد انقراض الصحابة من طمس السنن و  
 ظهور البدع انتہی - و تکلم علی ہذا الحدیث ابن السبکی فی  
 شرح مختصر ابن الحاجب و لم یغیرہ ابن ماجہ و ذکرہ  
 صاحب جامع الاصول و ذکرہ صاحب مشکوٰۃ و قال  
 اخرجه رزین - انتہی کلام القاری -

اور مولوی عبدالعلی مرحوم شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

و اما المعارضة باصحابی كالنجوم فباهم اقتديتم اهتديتم  
رواه ابن عدی و ابن عبد البر و خذوا شطر دينكم من  
الحميراء هي ام المؤمنين عائشة الصديقة <sup>رض</sup> كما في المختصر  
فندفع بائهما ضعيفان لا يصلحان للعمل فضلاً عن معارضة  
الصالح - و اما الحديث الاول فلم يعرف قال ابن حزم في  
رسالته اكبرى مكذوب موضوع باطل و به قال احمد و  
البزاز و اما الحديث الثاني فقال الذهبي هو من الاحاديث  
الواهية التي لا يعرف لها اسناد و قال السبكي و الحافظ ابو  
الحجاج كل حديث فيه لفظ الحميراء لا اصل له الا حديث  
واحد في النسائي كذا في التيسير انتهى -

ایسا ہی مغتتم الحصول و تقریر الاصول و شرح مسلم مولوی علی اللہ کھنوی و شرح  
منار ملا نظام الدین کھنوی و میزان الاعتدال ذہبی میں اس حدیث کو باطل اور موضوع  
اور ضعیف کہا ہے۔ مغتتم الحصول کے یہ لفظ ہیں:

في التقرير بناء على قول ابن حزم مكذوب موضوع باطل  
وله طرق من رواية عمر و ابنه و جابر و انس بالفاظ  
مختلفة لا يصح منها شئ و من ثم قال احمد حديث لا يصح  
- و قال البزاز مثله

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح نہیں جیسا کہ امام شوکانی نے کہا  
ہے اور اگر بالفرض اس کی صحت کو مانا بھی جاوے تو اس سے تقلید صحابہ یعنی بلا دلیل مان  
لینا ان کی ایسی باتوں کا جن میں رائے کو دخل ہو نہیں نکلتا۔ غایت مفاد اس کا یہ ہے کہ  
ان کا اقتداء کیا جاوے، سو عام تقلید کو مستلزم نہیں۔ جائز ہے کہ مراد اس سے ان اقوال و  
فعال میں اقتداء ہو جو مستند بصریح کتاب و سنت ہوں چنانچہ سبل السلام شرح بلوغ  
المرام میں لکھا ہے:

اما حديث: عليك بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين بعدى

( عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء )

## ضمیمہ نمبر دوئم اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۵ جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشہور کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

تمسکوا بہا و عضوا علیہا بالنوا جزا خر جہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ و الترمذی و صححہ الحاکم۔ وگفت بر شرط شیخین ست و مثل اوست حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ا خر جہ الترمذی و قال حسن و ا خر جہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان۔ واورا طریقہا ست کہ دروے مقال ست مگر آنکہ بعض وے مقوی ست پس نیست مراس نسبت خلفائے راشدین مگر طریقہ ایشان کہ موافق طریقہ آنحضرت ﷺ باشد زیرا کہ حدیث عام ست مرہر خلیفہ راشد را خاص نیست بشیخین۔ و معلوم است از قوا عد شریعت کہ ہیچ خلیفہ راشد را نمیرسد کہ طریقہ جز طریقہ کہ برای حضرت ﷺ بودند مشروع کند۔ و ابن عمر بنفس خود خلیفہ راشد ست۔ مع ہذا جمیع مذکور را بر معین در شب بدعت نام کرد و نگفت کہ ایں سنت ست قابل بآنکہ صحابہؓ خلاف کردہ شیخین را در مواضع و مسائل پس دلالت کرد بر اینکہ حمل نہ کردند ایشان حدیث را بر حجت بودن قول و فعل او۔ و بر ماوی در شرح الفیہ کہ در اصول فقہ است تحقیق کلام دریں مقام کردہ۔ یعنی برینکہ قول شیخین حجت نیست بآنکہ گفتہ است کہ حدیث اول دلالت میکند برینکہ چون اتفاق کنند خلفائے اربعہ بر قولے آں قول حجت باشد نہ وقتیکہ یکے ازاں منفرد بود۔ و تحقیق اینست کہ اقتداء تقلید نیست بلکہ غیر اوست کما حققناہ فی شرح نظم الکافل فی بحث الایجام۔ انتہی ما فی سبل السلام علی ما نقلہ فی مسک الختام۔

و قد نقل صاحب المسک عن الشوکانی نفسہ فیما نقل عنہ سابقاً ما نصہ محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- اگر بوجہ صحیح ثابت شود (یعنی اصحابی کا نجوم - محمد حسین) معنی وے چینیں  
 باشد کہ مزید عمل صحابہ بایں شریعت حقہ و ملت مطہرہ ثابتہ از کتاب و سنت و  
 حرص ایشان بر اتباع قرآن و حدیث و مشی بر طریق این ہر دو و مقتضی آنست  
 کہ اقتداء غیر شان بایشان در عمل بر آں و اتباع آں ہدایت کاملہ است  
 زیرا کہ اگر یکے را از صحابہ بگویند چرا چینیں گفتی و چرا چینیں کردی وے عاجز از  
 ابراز حجت از کتاب و سنت نشود و در میان ان الکن نہ گردد و بر مثل این حمل  
 محمول است قولہ ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی ابی و بکر و عمر و

قولہ ﷺ بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین - اتھی کلام الشوکانی

اور مویدات وجہ دوم اور اس کے شواہد منقولہ سابقہ سے یہ بھی ہے کہ اکثر  
 علماء اتفاق شیخین حضرت ابو بکرؓ و حضرت فاروقؓ کو اجماع نہیں سمجھتے اور حجت شرعیہ شمار  
 نہیں کرتے - ایسا ہی اتفاق اہل بیت نبوی کو - چنانچہ مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں  
 ہے:

و لا ینعقد باہل البیت و حدہم خلافاً للشیعہ لا دعا ٹہم  
 العصمة و لا بالشیخین عند اکثر و لا بالخلفاء الاربعہ  
 خلافاً لا خبر و بعض الحنفیۃ قالوا اقتدوا بالذین من  
 بعدی ابی بکر و عمر و علیکم بسنتی - الحدیث - قلنا خطاب  
 للمقلدین و بیان لا ہلیۃ الاتباع لان المجتہدین کانوا  
 یخالفونہم و المقلدون قد یقلدون غیرہم - انتھی -

پس جب کہ خاص کر شیخین و اہل بیت نبوی کے اتفاق کے حجت شرعیہ ہونے  
 میں یہ کلام ہے، اور جوان کی اقتداء میں نصوص وارد ہیں، اس میں علماء یہ تاویلیں  
 کرتے ہیں جو عبارت مسلم و عبارت سبل السلام میں منقول ہیں تو احاد صحابہ کے قول و  
 فعل کو کون پوچھتا ہے۔

وجہ سوم و جوہ قادیہ آثار مویدہ استدلال مخاطب سے یہ ہے کہ ہم نے بطور  
 منزل مانا کہ فعل و قول صحابی حجت و لائق سند ہیں جسے بعض حنفیہ کہتے ہیں لیکن وہ قول  
 و فعل جب صریح سنت کے مخالف ہوں تو اس کو حنفی بھی لائق حجت نہیں جانتے اور ظاہر

ہے کہ آثار مانعہ قرآۃ فاتحہ صریح سنت کے مخالف ہیں۔ پس باوجود تسلیم حجیت مطلق آثار کے یہ آثار بسبب معارضہ سنت کی لائق استدلال و اعتبار نہیں رہے۔ میرے خیال میں یہ مسئلہ ایسا نہیں جس میں کوئی مسلمان شک کر سکے۔ اور اس پر شواہد و دلائل کا مطالبہ کرے، لیکن چونکہ مجھے ایسے لوگوں سے کام پڑا ہے جو رسول مقبول ﷺ کی بات نہیں مانتے جب تک کہ اس کی تائید و تصدیق میں کلام علماء نہیں پاتے۔ اس لئے میں اس مقام میں چند اقوال صحابہ و تابعین و آئمہ و علمائے دین نقل کرتا ہوں۔ زیادہ تفصیل اس کی بحث تقلید میں ہوگی۔

پس سنا چاہیے امام الحنفیہ شیخ ابن الہمام فتح القدر کے باب جمعہ (صفحہ ۲۶۴) میں فرماتے ہیں:

و الحاصل ان قول الصحابي حجة فيجب تقليده عندنا  
اذالم ينفيه شيعي آخر من السنه

اس عبارت فتح القدر کو مولوی عبدالحی بھی اپنے رسالہ امام الکلام میں لائے ہیں اور جو اس پر اعتراض وارد ہوتے تھے ان کو تفصیل رد کئے ہیں حیث قال:

والسادس انه صرح ابن الهمام وغيره ان قول الصحابي حجة ما لم تنفاه شيء من السنة ومن المعلوم ان الاحاديث المرفوعة دالة على اجازة قرآۃ الفاتحة خلف الامام كما سيأتي عند ذكر ادلة الشافعية فكيف يؤخذ بالآثار ويترك السنه فان قلت تلك الاحاديث متكلم فيها من حيث الاستنباط والاسناد قلت ليس الكلام فيها ازيد من الكلام في روايات الترك والمنع والاسقاط. فان قلت قد وافقت الماتعيين ايضاً كثير من الروايات قلت كذلك لاهل الاثبات. فان قلت قد صرح ابو داؤد وغيره بانها اذا تعارض الخبران عن رسول الله ﷺ يعمل بما عمل به اصحابه بعده فهنا لما تعارضت الآثار المرفوعة يؤخذ بما عمل به اجلاء اصحابه بعده وما هو الا المنع والتارك. قلت هذا اذا توافق



(اے اتفاق) عمل الصحابة بعده في الترك و ليس كذا لك  
فان اقوالهم و افعالهم ايضاً مختلفة في الار تكاب و الترك -  
شیخ ابن حنیم حنفی بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

حدیث النبی ﷺ مقدم علی غیرہ - قالہ فی جواب ما اور د  
فی معارضة حدیث القلتین حدیث اربعین دلوا من قول ابی  
هریره موقوفاً

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ سب مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے  
کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کسی کے قول سے نہ چھوڑی جاوے اور کہا ہے کہ اگر صحابی  
کوئی حدیث روایت کرے اور پھر اس کے ظاہر کا خود خلاف کرے تو ہم اس کے کہنے  
سے ظاہر حدیث کو نہ چھوڑیں گے اس لئے کہ اگر ہم صحابی کے ہم عصر ہوتے تو اس سے  
مقابلہ کرتے اور جھگڑتے۔ پھر اس کے کہنے سے ہم حدیث کو کس طرح چھوڑ دیں۔  
چنانچہ علامہ ہارون ابن بہاء الدین حنفی کتاب

ناظورة الحق فی فضیة العشاء ان لم یغب الشفق

میں (جس کا ایک نسخہ مطبوعہ بلغار میرے ہاتھ میں پہنچا ہے۔ محمد حسین) فرماتے ہیں:

قال الشافعی اجمع المسلمون علی من استبان له سنة  
رسول الله لم يجعل له ان یدعها لقول احد -

اور شیخ ابن الہمام حنفیؒ نے کتاب تحریر میں اور اس کے شارح ابن امیر الحاج  
نے اس کی شرح تحریر میں کہا ہے:

و اذا حمل الصحابی مروية الظاهر فی حکم علی غیر الظاهر  
فذهب الاكثر من العلماء منهم الشافعی و الکرخی ان  
المعمول به هو الظاهر دون ما حمل علیه الراوی من تاويله  
- و قال الشافعی کیف اترك الحدیث بقول من لو عاصرته

لحا ججته یعنی الصحابی انتہی ما فیہما بمعناه و ان لم یکن بلفظه

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں امام شافعیؒ سے بوا سٹہ ان کی  
کتاب ام کے نقل کیا ہے کہ جب ان کے زمانہ میں آثار صحابہ جمع ہوئے اور ان کو

مخالف احادیث صحیحہ نظر آئے اور انہوں نے سلف کی یہ چال دیکھی کہ جہاں وہ کسی کا قول حدیث کے خلاف پاتے تو اس کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کرتے، تو انہوں نے اقوال صحابہ کو ترک کر دیا اور کہا کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

و منها ان اقوال الصحابة جمعت في عصر الشافعي فكثر ت  
و اختلفت و تشبعت و رأى كثيراً منها يخالف الحديث  
الصحيح حيث لم يبلغهم و رأى السلف لم يزلوا يرجعون في  
مثل ذلك الى الحديث فترك التمسك باقوالهم ما لم يتفقوا و  
قال هم رجال و نحن رجال -

پھر حضرت شاہ ولی اللہ و امام عبدالرحمن بن مہدی و یحییٰ بن سعید قطان و یزید بن ہارون و عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و مسدد و احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ و فضل بن دیکین و علی المدینی اور ان کے اقران سے یہی مذہب نقل کیا ہے:

حيث قال بعد ذكر تدوينهم الحديث و جمعهم الآثار و  
اكثرهم من الرواية و تتبع الطرق و امعانهم في الفحص  
كان عندهم انه اذا وجد في المسئلة قرآن ناطق فلا يجوز  
التحول منه الى غيره و اذا كان القرآن محتملاً لوجوه  
فالسنة قاضية عليه فاذا لم يجدوا في كتاب الله اخذوا  
سنة رسول الله سواء كان مستفيضاً دائماً بين الفقهاء او  
يكون مختصاً باهل بلد و اهل بيت او بطريق خاصة و  
سواء عمل به الصحابة و الفقهاء او لم يعملوا به و متى كان  
في المسئلة حديث فلا يتبع فيها خلاف اثر من الآثار و لا  
اجتهاد احد من المجتهدين -

ایسا ہی آپ کے تلمیذ رشید اور در فرید علامہ محمد معین حنفیؒ نے در اسات اللیب میں امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے اور اس کی تائید اور اس کی تائید میں اقوال حنفی آئمہ کو نیز وارد کیا ہے حیث قال:

الوجه الثامن التمسك بآثار الصحابة و ذلك عند وجدان المرفوع الصحيح على خلافه تمسك ضعيف قال الدليل الحق على وجوب تركه فان قول المعصوم الواجب علينا اتباعه بمجرد ثبوت صحته عندنا لا يعارضه قول غيره كائنًا كان فيحمل قول الصحابي انه لم يبلغه قول المعصوم وهو كثير في الصحابة على ما سيجيء او بلغه لكن تركه لعارض اجتهادي لا يكون فهمه فيه حجة على غيره ولا ينحصر ذلك في علم نسخه كما نقول به الحنفية لاحتمال وجوه آخر كبلوغ حديث آخر اليه فهمه معارضاً بهذا الحديث مع ثبوت تاخر ذلك الآخر عنده فعمل بما هو الآخر عملاً وسواء في هذا ان يكون الحديث المتروك من روايته او رواية غيره وليس الحديث الآخر معارضاً بالاول كما فهم ومثال هذا حديث ابن عمر في رفع اليدين في كل رفض وخفض رواه فعل به ثم تركه فهذا ان صح يجوز ان يكون تركه لبلوغ حديث ابن مسعود في عدم رفع وتعارضهما في فهمه و ثبوت التاخر عنده بحديث ابن مسعود مع ان الجمع بينهما ممكن بوجوه شتى تصدى لبيانه العلماء - ولهذا قال الامام الشافعي كيف اترك قول الرسول صلى الله عليه وسلم لقول من لو عاصرت لزامته اي لزامتهم فيما اولوا وفيما فهموا من التعارض وفيما بدى لهم من الترجيحات مما يبدو لي الآن في كل ذلك مزاحمة التلميذ لستاذه وكان جائزاً عليهم الرجوع الى فهمهم وترك فهمهم وكيف لا نقول بجواز هذا مع انه ثبت اعتمادهم على قول بعض التابعين ازيد من الاعتمادهم على انفسهم فمع هذه الاحتمالات فيما ذهب اليه كيف يترك بقوله قول المعصوم الحق الذي انسد دونه

باب المزا حمة رأساً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وكيف يحل ذلك للمسلم او ليس ذلك من قبيل ترك اليقين بالشك و ليس قول الصحابة حجة عند ابى حنيفة مطلقاً على ما نسب اليه من لم يتيقن مذهبه فقد قال امام الحنفيه ابن الهمام فى شرح الهداية فى باب الجمعة ان قول الصحابة حجة عندنا فيجب تقليده ما لم ينفه شئى من السنة و لا يعارضه كلام اتى به فى باب الاستفتاح اذا فهم على وجهه مع انه مخدوش من وجه آخر عندنا و ذهب المشاهير من الحنفية على ما صرح به فى التحبير الى عدم وجوب قبول تاويل الصحابة كتقليدهم - و قال الكرخى اذا حمل الصحابة مرويّة الظاهر فى حكم على غير ظاهر فالمعمول به هو الظاهر دون ما حمل عليه الراوى .. الى ان قال .. و قد تكلمنا فى اجزاء مفردة على ان لا آثار لا تقادم المرفوع عند الكل حتى الحنفية ايضاً بالبسط من هذا و المقصود ههنا ان المرفوع لا سيما المخرج لشيخين لا بترك بالآثار و قد اثبتنا ذلك بدليل حق لا مرية فيه للمنصف و الله الهادى - انتهى -

اور یہ کلام صاحب دراست کی اگرچہ جہلاء خوارج کے اس زمانہ کے نزدیک لائق استناد نہیں لیکن اہل سنت و اصحاب حدیث تو اس کو مانیں گے اور مدلل بدلائل سمجھ کر حجت جانیں گے اور منکرین بھی کچھ شرم و انصاف کریں تو اس کو مان لیں۔ اس لئے کہ جو کچھ اس میں کہا ہے وہ ان کے معتقدین کی کلام میں موجود ہے۔ پس وہ اسی نظر سے اس کو مان لیں اور حجت جان لیں۔ اور علامہ ہارون بن بہاء الدین حنفی نے ناظورۃ الحق میں پہلے حافظ ابن عبدالبرّ مالکی سے نقل کیا ہے کہ جس کسی کو کوئی حدیث پہنچی اس پر واجب ہے کہ اس کو بنا برعموم عمل میں لاوے جب تک کہ اس کی تخصیص اس کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ پھر خود فرمایا ہے کہ صحابی پر حدیث صحیح سے حجت ہو سکتی ہے چہ جائے ان کی ورے کے لوگ۔ پس جب کسی کا قول مخالف حدیث معلوم

ہو تو کہیں کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قال ابن عبد البر يجب على كل من بلغه شئ من الحديث ان يستعمله على عموه حتى يثبت عنده ما يخص او ينسخه انتهى - و الصحابي محجوج بالحديث الصحيح فكيف بمن دونهم و لو ظهر الفتوى مخالفاً للحديث الصحيح يحمل على ان صاحبه لم يبلغه هذا الحديث و لو بلغه لرجع اليه تحسیناً للظن به فمن هو اهله اذ لو خالفه لقلّة المبالاة و التهاون به لسقط عدالته و لا يقبل فتواه و لا روايته - انتهى

ما فی الناظورة

## تذیل لطیف

یہ جو اس عبارت میں ناظورہ کی لکھا ہے اور اس سے پہلی عبارات دراست میں گزرا ہے کہ قول صحابی مخالف حدیث نبوی کو اس پر حمل کرنا چاہیے کہ وہ حدیث اس صحابی کو نہیں پہنچی۔ اور اس سے پہلی عبارت حجۃ اللہ البالغہ میں گزرا ہے کہ سلف اپنے اقوال مخالف حدیث کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کر لیا کرتے، اور اس سے پہلے کلام امام شافعی میں گزرا ہے کہ اگر صحابی ظاہر حدیث کو چھوڑ کر خلاف ظاہر پر حمل کرے گا تو ہم اس کی تقلید سے ظاہر حدیث کو نہ چھوڑیں گے۔ یہ سب جواب ہے اس وسوسہ کا جو ہم لوگوں کے دلوں میں شیطان ڈالتا ہے اور کان میں پھونکتا ہے کہ اگر یہ حدیث لائق عمل ہوتی تو صحابی اس کا خلاف نہ کرتا۔ کیا صحابی تمہارے خیال میں آنحضرت ﷺ کا متبع نہ تھا؟ اور وہ باوجود صحبت آنحضرت ﷺ اور مشاہدہ وحی و نبوت حدیث کا خلاف کیا کرتا تھا؟ پس اگر صحابی سے حسن ظنی ہے تو اس حدیث کے عمل کا نام نہ لو ورنہ صحابی کو مخالف سنت نبوی کہو۔

حاصل جواب جو ان عبارات میں گزرا ہے یہ ہے کہ وہ حدیث اس صحابی کو نہیں پہنچی اور اگر پہنچی ہے تو اس کے معنی اس کے خیال میں نہیں آئے۔ وہ اپنے فہم سے خلاف ظاہر کو مراد سمجھا ہے اور اس کا فہم کسی دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ اسی واسطے ان

کے معاصرین صحابہ اور ان سے متاخرین تابعین نے ان کے اس قول و فہم کو نہیں مانا اور خود بھی انہوں نے اپنے فہم و قول سے رجوع کر لیا ہے ہذا حاصل کلام ہؤلاء الاعلام میں اس مقام میں چند روایات کتب حدیث تصدیق و تائید اس جواب کے نقل کرتا ہوں۔ اور نہ پہنچنا بعض احادیث کا اکابر صحابہ کو حجت نہ ہونا فہم صحابی.. عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر سوم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء

(ایقہ مضمون متعلقہ اشتہار بحریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور رجوع ان کا اپنے اقوال سے نقل صحیح سے ثابت کر دکھاتا۔ پس اس تائید کو دو مقصد پر منقسم کرتا ہوں۔ مقصد اول میں آثار مصدقہ نہ پہنچنے کا حدیث کے ذکر کرتا ہوں۔ مقصد ثانی میں حجت نہ ہونا فہم صحابی کا اور انکار بعض کا بعض پر اور اصرار نہ کرنا ان کا اپنے قول و فہم پر ثبوت کو پہنچاتا ہوں۔ اور ان دونوں مقصد سے پہلے ایک مقدمہ مہمد کرتا ہوں جس میں مجمل شہادت علماء ان مضامین کی تائید میں معرض نقل میں لاتا ہوں۔ متن۔ مقدمہ۔ قال الشيخ محمد حیاة الحنفی السندھی فی الايقاف علی سبب الاختلاف

اعلم انّ اللّٰه تعالیٰ اصطفى من خلقه محمّداً صلی اللہ علیہ وسلم و جعل بینہم و بینہ رسولاً و علمہ کلّ ما یتعلّق بالذین الذی بعث بہ و من اصحابہ الذین اختارہم اللّٰه لصحبته و نصرۃ دینہ مغتربین من بحور علومہ منہم المقل و المکثر علی قدر الاستعداد و الفہم و الملازمة۔ و الناس فی ذلک متباينون بوناً عظیماً و لم یحط احد منہم بجمیع معلوماتہ بل ولا بجمیع مقولاتہ اذ لا تحیطا الانہار بالبحور ..

ثمّ انتقل صلی اللہ علیہ وسلم و قام مقامہ وزیرہ الاکبر و صدیقہ الافخر فکان رضی اللہ عنہ یعمل بالکتاب و ما بلغہ من السنۃ و ان

لم يجد فيها شاور الصحابة فان وجد عند هم نصاً اخذ به و قد فاته بعض الاحاديث

ثم انتقل الى الله تعالى و قام مقامه الفاروق وكان يعمل بالقرآن و الحديث و ان لم يجد فيها شيئاً شاور الصحابة فان وجد عند هم نصاً اخذ به و قد فاته بعض الآثار

و كان الصحابة رض اعلم الناس بالكتاب و السنة و افهمهم بهما و كانوا يعملون بهما و كانوا يرجعون عن اقوالهم و افعالهم اذا بلغهم الحديث الذي فاتهم

نقل الحافظ ابن القيم عن ابن حزم رحم ما حاصله انه قد يحفظ الانسان الحديث فلا يحضره ذكره فيفتى بخلافه و قد يعرض هذا في القرآن الا ترى ان عمر رض نهى ان يزداد في المهر على عدد مهر النبي صلی الله علیه و سلم حتى ذكرته امرأة بقول الله تعالى و آتيتم احديهن قنطاراً - فترك قوله و قال كل واحد اعلم من عمر و كذلك امر برجم امرأة ولدت لسته اشهر فذكره على رض بقوله تعالى و حملة و فصاله ثلاثون شهراً مع قوله تعالى:

والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين- فرجع عن الامر برجمها - وهم ان يسطو بعينه بن حصن اذ جفاعليه حتى ذكر الحارث بن قيس بقول الله تعالى و اعرض عن الجاهلين - فامسك و انكر موته صلی الله علیه و سلم حتى قرىء قوله تعالى انك ميت و انهم ميتون - فرجع عن ذلك و قد كان علم الآية و لكن نسيها لعظم الخطب الوارد عليه و قد يذكر العالم الدليل و لكن يتاول فيه تاويلاً من خصوص و نسخ و غيرهما ولا شك ان الصحابة رض ما كان كل واحد منهم يطلع على جميع ما صدر عنه صلی الله علیه و سلم لاشتغالهم بامر معاشهم و اغراضهم فيحضر عنده بعض دون بعض فلما مات صلی الله علیه و سلم و لى ابوبكر كان اذا جاءتهم

القضية وليس فيها نص، سأل غيره - فان وجد نصاً تبعه و  
 الا اجتهد و قد يكون في تلك القضية نص عند غير من  
 حاضراً عنده كان التيمم للجنب عند عمار وغيره و غاب  
 عن عمرو ابن مسعود جواز المسح على الخفين عند عليؑ و  
 حذيفه و غاب عن عائشه و ابن عمر و ابى هريره مع انهم  
 مديون و توريث بنت الابن مع البنت عند ابن مسعود و غاب  
 عن ابى موسى و توقيت الاستيذان كان عند ابى موسى و ابى  
 سعيد و ابى ( بن كعب ) و غاب عن الفاروق - و كان علم جواز  
 النفر للحائض اذا طافت طواف الفرض عند ابن عباس و ام  
 سليم و غاب عن زيد بن ثابت و كان علم نسخ حل متعة  
 النساء و علم حرمة الحمر الاهلية عند عليؑ و غيره و غاب عن  
 ابن عباس و كان علم عدم جواز الصر ف نسيئة عند عمرو  
 ابى سعيد و غيرهما و غاب عن طلحة و ابن عباس و مثل هذا  
 كثيراً

و نقل ابن القيم ايضاً عن شيخه ابن تيمية جماع الاعذار فى  
 ترك من ترك من الآئمة حديثاً ثلاثة اصناف - احدها عدم  
 اعتقاده انه صلى الله عليه وسلم قاله - و الثانى عدم اعتقاده انه اراد تلك  
 المسئلة بذلك القول - الثالث اعتقاد نسخه و هذه تتفرع الى  
 اسباب متعددة منها ان لا يكون الحديث قد بلغه و قاس و قد  
 يوافق قياسه الحديث المتروك و يخالفه آخر و هذا السبب هو  
 الغالب على اكثر ما يوجد من اقوال السلف مخالفاً لبعض  
 الاحاديث فان الاحاطة بحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن لاحد  
 و اعتبر بالخلفاء الراشدين الذين هم اعلم الناس برسول الله  
صلى الله عليه وسلم خصوصاً الصديق الاكبر الذى قل ما فارقه و قد خفى  
 عليه ميراث الجدّة و علمه المغيرة بن شعبه و عمران بن



حصین و محمد بن مسلمہ و خفی علی عمر توریث المرأة من دية زوجها حتى اخبره رجل من اهل البادية و خفی علیه حدیث اخذ الجزية عن المجوس حتى اخبره عبدالرحمن بن عوف و خفی علیه حدیث النهی عن القدوم علی ما فیها الطاعون حتى اخبره عبد الرحمن و خفی علیه حدیث الریح حتى اخبره ابوهريرة و كان یفتی باختلاف الدية فی الاصابع و كان عند ابن عباس و ابی موسى علم انّ النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال هذه و هذه سواء و عمل به معا وية حين بلغه و كان لا يرى هو (یعنی عمر) و ابنه عبد الله التّطیب عند الاحرام ولا یعد رمی الجمره قبل طواف الفرض و قد صحّ جواز ذلك عنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و كان یرى عدم التّوقیت فی المسح علی الخفین و قد صحّ فی التّوقیت احادیث و كان علی و ابن عباس یریان ابعد الاجلین علی المتوفى عنها زوجها و قد صحّ عنه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان انقضاء عدّها بوضع حملها و كان یرى زید بن ثابت و ابن عمر و غیرهما انّ المفوضه اذا مات عنها زوجها لا مهر لها و قد صحّ انه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جعل لها المهر كاملاً و هذا باب واسع و اما المنقول فیہ عن غیر الصحابة فاكثر من ان یحصی فاذا خفی علی اعلم الامّة و افقها بعض السنّة فما الظنّ بمن بعد هم فمن اعتقد ان كل حدیث بلغ كل فرد من الآئمة او اماماً معیناً فقد اخطأ خطأ فاحشاً قال ابو عمر و لیس احد بعد رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الا و قد خفیت علیه بعض السنّة

و هذا الدواوین جمعت بعد انقراض الآئمة ولا یمكن انحصار الاحادیث فیها و لیس كلّ من عنده هذه الدواوین یحیط بها علماً بل دواوین المتقدمین صدورهم وهم اعلم ومنها ان یكون الحدیث بلغه لكن لم یصحّ عنده و صحّ عند غیره

فيكون حجة على من بلغه من وجه صحيح لا على من لم يبلغ  
ولهذا علق كثير من الآئمة القول بموجب الحديث على  
صحته فيقول قولي فيها كيت كيت و قد روى فيها حديث  
بخلافه فان صح فهو قولي و امثلة هذا كثيرة جداً - انتهى ما في  
الايقاف مختصراً -

(تو جان لے بلاشبہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اپنی مخلوق سے چن لیا اور اپنے بندوں میں  
اور اپنے میں پیغامبر بنایا اور ان سب کو جو کچھ دین کے متعلق تھا، تعلیم فرمایا اور آنحضرت ﷺ  
کے اصحاب، جن کو خدا نے آپ کی صحبت اور آپ کے دین کی مدد کے لئے چن لیا تھا، آپ کے  
دریائے علوم سے چلو بھرتے تھے اپنی سمجھ و قابلیت و صحبت کے اندازہ کے موافق، کوئی کم کوئی  
زیادہ۔ اس میں وہ آپس میں بڑا فرق رکھتے۔ ان میں سے کسی نے آپ کی سبھی معلومات اور  
اقوال پر احاطہ نہ کیا کیونکہ نہریں دریاؤں کو گھیر نہیں سکتیں۔ لیکن ہنوز آنحضرت ﷺ فوت نہ  
ہوئے تھے کہ جملہ امت کو سبھی کچھ، جس کی تبلیغ کے وہ مامور تھے، پہنچ گیا۔ وہ لوگ متفرق  
وطنوں، مختلف مکانوں اور شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں ایک کو وہ علم ہوتا جو دوسروں کے پاس  
نہ ہوتا۔ اور کبھی وہ معنی حدیث میں اختلاف کرتے جیسے ان لوگوں کو ہوا جن کو آنحضرت ﷺ  
نے حکم دیا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں پڑھیں۔ پھر کسی نے اس کے ظاہری معنی لئے، کسی  
نے تاویل کی (بنی قریظہ ایک یہودی قبیلے کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کو بہت ستاتے تھے ...  
جب آنحضرت ﷺ نواح مدینہ میں ان پر دھاوا کرنے کو نکلے تو یہ حکم دیا۔ پھر کسی نے ان میں  
سے اس حکم کے ظاہری معنی کا لحاظ کیا اور کہا کہ ہم راستہ میں نماز پڑھیں گے اور کسی نے اس حکم  
کی تاویل کی اور یہ بات کہی کہ اس حکم سے جلد پہنچنا مقصود ہے، نماز میں تاخیر کرنا مقصود نہیں  
ہے۔ پس نماز راستہ میں پڑھی۔ جب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنحضرت ﷺ نے کسی  
فریق کو سرزنش نہ کی۔ دیکھو صحیح بخاری)۔ اور کبھی نص (آیت قرآن یا حدیث) سے استنباط  
کرنے میں اختلاف کرتے، جیسے عمرو بن عاصؓ کو اتفاق ہوا جب کہ انہوں نے سخت سردی میں  
جنابت سے تیمم کر لیا۔ اور کبھی اور میں اختلاف کرتے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی، تو  
آپ کے قائم مقام وزیر اکبر اور صدیق افرح ہوئے، تو آپ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پر  
جو آپ کو معلوم ہوتی، عمل کرتے۔ ان دونوں میں (اپنے نزدیک) کوئی حکم نہ پاتے تو اصحاب

رسول اللہ ﷺ سے مشورہ لیتے۔ پس اگر ان اصحاب شوری کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو عمل میں لاتے اور بعض حدیثیں آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے پاس بھی کوئی حدیث نہ پاتے تو (کسی حکم) کتاب و سنت پر قیاس فرماتے۔ (مترجم محمد حسین کہتا ہے اس رسالہ میں جا بجا اکابر صحابہ کے قیاس کرنے کا ذکر ہے اور بہت سی کتب حدیث میں انہی اکابر صحابہ سے قیاس کی نفی و مذمت بھی مروی ہے۔ ان آثار نفی و مذمت کی نظر سے اصحاب ظواہر آثار شبتہ قیاس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جن مسائل کو ان اکابر نے بصورت قیاس بیان کیا ہے، ان مسائل میں ان کا اعتماد دراصل قیاس پر نہ تھا بلکہ اور دقیق استنباط کتاب و سنت پر تھا جس کو انہوں نے لائق سمجھ مخاطبین نہ دیکھا اس لئے ان مسائل کو سمجھ مخاطبین کے موافق صورت و پیرایہ قیاس میں بیان کیا۔ اس تاویل کی تائید میں وہ یہ نظر یہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ایک عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری ماں پر قرض ہو تو اس کو تو ادا کرے گی یا نہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا حق بھی ادا کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت ﷺ نے مخاطب کے سمجھانے کو پیرایہ قیاس میں بیان کیا ہے، نہ یہ کہ درحقیقت آنحضرت ﷺ نے حج کا قرض پر قیاس کیا ہے کیونکہ قیاس بوقت موجود نہ ہونے نص کے ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا کلام خود نص ہے جو وحی غیر متلو کہلاتا ہے۔ پس اس کے ہوتے آنحضرت ﷺ کا قیاس کرنا کب متصور تھا)۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام عمر فاروقؓ ہوئے۔ وہ بھی قرآن و حدیث پر عمل کرتے اور اگر قرآن و حدیث میں کوئی امر نہ پاتے تو اور اصحاب سے پوچھتے۔ ان کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو لے لیتے۔ اور بعض حدیثیں آپ کو بھی معلوم نہیں ہوئیں۔ اور اگر کوئی حدیث ان کے پاس بھی نہ پاتے تو اکثر یا گاہے قول صدیق اکبر کو ہی عمل میں لاتے۔ ورنہ خود اجتہاد کرتے اور لوگوں کی رائے بھی لیتے پھر جس رائے کو صواب سمجھتے اس پر عمل کرتے اور اپنی رائے میں خطا کم کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا تو آپ کے قائم مقام عثمان ذوالنورینؓ ہوئے۔ وہ بھی کتاب و سنت پر اور غالباً یا نادراً اقوال شیعین (صدیقؓ و فاروقؓ) پر عمل کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام (علی مرتضیٰؓ) شوہر فاطمہ زہراءؓ ہوئے تو آپ بھی قرآن و حدیث و قیاس پر عمل کرتے۔ سبھی صحابہ کو قرآن و حدیث کا علم و فہم خوب تھا اور وہ سب قرآن و حدیث پر عمل کرتے اور اپنے قول و فعل سے

رجوع کر لیتے، جب ان کو (اپنے قول و فعل کے مخالف) کوئی حدیث پہنچتی جو پہلے نہ پہنچی تھی اور بعض فروعات میں آپس میں اختلاف بھی رکھتے مگر امر حق کے مان لینے سے تصور نہ کرتے۔ وہ مشرق و مغرب و جنوب و شمال میں پھیل گئے تھے اور مختلف قوموں نے ان سے علوم حاصل کئے۔ پھر اصحاب کم ہوتے گئے اور اختلاف بڑھتا گیا۔ ان لوگوں کی جہت سے جنہوں نے ان سے علوم حاصل کئے تھے یہاں تک کہ وہ بالکل تمام ہوئے۔ اور فتوے وغیرہ میں تابعین ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ اختلاف علم و فہم کے سبب اختلاف میں بڑھ گئے۔ پھر تبع تابعین ان کے قائم مقام ہوئے تو وہ اختلاف میں اور بھی بڑھ گئے اور بعض مسائل جن میں پہلے صحابہ میں اختلاف تھا، تابعین و تبع تابعین کا اتفاق ہو گیا اور وہ امر اختلافی اتفاق بن گیا۔ ہر زمانہ اور ہر شہر میں بہت لوگ صاحب فتویٰ و حدیث و اجتہاد ہو گئے اور ان کے مذاہب مختلف اور آراء متفرق ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے آئمہ اربعہ کے شاگردوں اور ساتھیوں کو توفیق دی تو انہوں نے ان کے مذاہب کو ضبط کیا اور ان کی کتابیں تصنیف کیں اور انکو پھیلا یا یہاں تک کہ خدا کی حکمت سے، جس کو وہی جانتا ہے، اور مذاہب کے اتباع بجز اقل قلیل باقی نہ رہے۔ وہ مذاہب بے نشان ہو گئے۔ ان ہی چاروں اماموں کے مذاہب معمول و مروج رہے۔

ان سب مذاہب کے اختلاف کے بہت سبب ہیں جن کا حصر و شمار ممکن نہیں۔ از انجملہ علموں اور سمجھوں کا مختلف ہونا اور نصوص (قرآن و حدیث) کے الفاظ و نظم ترکیب کے لحاظ سے کئی معنوں کا محتمل ہونا۔ وغیرہ ذلک۔ حافظ ابن القیمؒ نے امام ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی انسان کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر فتویٰ دینے کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا۔ پس وہ اس لئے حدیث کے برخلاف فتویٰ دیتا ہے اور یہی امر کبھی قرآن کی نسبت پیش آتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے بڑھ کر مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے آپ کو خدا کا یہ قول کہ تم نے جو عورتوں کو بہت مال مہر میں دیا ہو تو ان سے واپس نہ لو، یاد دلا یا جن سے انہوں نے اپنا قول چھوڑ دیا اور (تواضعاً) یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے سبھی لوگ علم میں زیادہ ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو، جس نے چھ مہینے کا بچہ جنما تھا، بعلت زنا سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے خدا کا یہ قول کہ بچے کا حمل اور دودھ پلانا ڈھائی برس ہوتا ہے معہ اس قول کے: مائیں اپنی اولاد کو دودھ دودھ پلائیں جو پورا دودھ پلانا چاہیں، یاد دلا یا اور یہ بتایا کہ پہلے قول میں چھ مہینے کم سے کم مدت حمل کا ذکر

ہے۔ پس انہوں نے اس حکم رجم سے رجوع فرمایا اور آپؐ نے عیینہ بن حصن پر جب اس نے آپؐ کی جناب میں گستاخی و سختی کی، حملہ کرنا چاہا یہاں تک کہ حارث بن قیس نے خدا کا قول: جابلوں سے درگزر کرو؛ یاد دلا یا تو آپؐ نے اس سے درگزر کیا اور آپؐ نے آنحضرت ﷺ کے فوت ہو جانے کو تعجب سمجھ کر اس سے انکار کیا یہاں تک کہ ان کے سامنے قول خدا وندی: (اے محمد) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پڑھا گیا۔ اس پر انہوں نے اس انکار و اصرار سے رجوع فرمایا۔ یہ آیت تو آپؐ کو معلوم تھی و لیکن اس بھاری امر (آنحضرت ﷺ کی وفات) کے سبب آپؐ اس کو بھول گئے تھے۔ اور کبھی کوئی عالم (مسئلہ کی) دلیل رکھتا ہے مگر اس میں تجویز نوح یا تخصیص وغیرہ تاویل کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے سب کوئی ان باتوں پر مطلع نہ ہوتا جو آنحضرت ﷺ سے صادر ہوئیں کیونکہ وہ اپنی معاش وغیرہ امور میں مشغول رہتے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بعض حاضر ہوتے، بعض نہ ہوتے۔ جب آنحضرت ﷺ فوت ہوئے اور ابوبکرؓ ان کے خلیفہ ہوئے تو جب ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول نہ ہوتا تو آپؐ اور لوگوں سے پوچھتے پھر اگر ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول پاتے تو اس کی پیروی کرتے ورنہ اجتہاد کرتے اور کبھی خدا و رسول کا قول اس شخص کے پاس ہوتا جو وہاں حاضر نہ ہوتا تھا، مثلاً جنابی کیلئے تیمم کا حکم نماز وغیرہ کو معلوم تھا اور حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ کو نا معلوم، مسح موزہ کا جواز حضرت علیؓ و حدیفہؓ کے پاس تھا اور حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ ابی ہریرہؓ سے، باوجودیکہ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے، مخفی تھا۔ پوتے کو بیٹے کے ساتھ چھٹے حصے کا وارث کرنا حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو نا معلوم۔ کسی کے گھر جانے کیلئے تین دفعہ اذن چاہنے کی حدیث حضرت ابو موسیٰ و ابوسعید خدریؓ و ابی بن کعب کو معلوم تھی اور حضرت عمر فاروقؓ سے مخفی۔ حیض والی عورت کو طواف فرض کے بعد طواف رخصت کے سوائے نكہ سے کوچ کرنے کا جواز حضرت ابن عباسؓ و ام سلیم کو معلوم تھا اور حضرت زید بن ثابت کو نا معلوم۔ متعہ کا منسوخ ہونا اور گدھے کا حرام ہونا حضرت علیؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابن عباسؓ پر پوشیدہ۔ چاندی سونے کی بیج میں نیسہ (قرض) کا عدم جواز عمر فاروقؓ و ابوسعیدؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور طلحہؓ و ابن عباسؓ پر مخفی۔ اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔ صحابہ گذر گئے تو ان کے نائب تابعی مجتہد ہوئے جو ان سے علم حاصل کئے ہوئے تھے وہ سبھی علموں اور فنوں میں مختلف تھے اور وہ سب بقدر اپنے علم کے فتویٰ دیتے اور کسی کو خدا نے اس کی

طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کیا اور سب اس فتویٰ میں خدا کی طرف سے ثواب پاتے۔ ٹھیک فتویٰ دیا تو دو ثواب، ورنہ ایک۔ اور کبھی کسی کو حدیثیں باہم متعارض پہنچتیں تو وہ ایک حدیث کی طرف کسی وجہ ترجیح کی نظر سے مائل ہوتا اور دوسرا اسی حدیث کی طرف جس کو اس نے چھوڑ دیا تھا اور وجہ سے مائل ہوتا۔ اس کی مثالیں بھی بہت ہیں۔

ان وجوہات سے بعض علماء نے بعض آیات و حدیث کو ترک کیا ہے اور ان کے ہمسروں نے ان کا خلاف کیا۔ انہوں نے احادیث کو لے لیا جن کو پہلوں نے ترک کیا تھا اور پہلوں نے ان حدیثوں کو لے لیا جن کو انہوں نے ترک کیا، نہ اس لئے کہ عمد انصوص (آیات و حدیث) کا خلاف کریں (بلکہ ان وجوہات سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) اور کسی کو دلیل صحیح (آیات و حدیث) بلا تعارض وغیرہ موانع عمل کے پہنچ جائے تو اس کو اس دلیل کا ترک کرنا بجز عناد یا تقلید باقی نہ رہا۔ صحابہ اس طریق پر تھے۔ کلام ابن القیم جو اس نے امام ابن حزم سے نقل کیا تھا تمام ہوا۔

اور ابن القیم نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ جملہ عذرات ان آئمہ کے جنہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے تین قسم ہیں۔ اول: اس حدیث کو کلام رسول نہ سمجھنا۔ دوسرا: اس حدیث کے وہ معنی نہ سمجھنا جو معنی اس حدیث پر عمل کرنے والے نے سمجھے ہیں۔ تیسرا: اس کو منسوخ سمجھ لینا۔ ان عذرات کی شاخیں کئی قسم ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی اور اس نے قیاس کیا اور اس کا قیاس اس حدیث متروک کے موافق ہوا، اور کسی اور حدیث کے مخالف۔ یہی سبب ہے اکثر ان اقوال علماء سلف کا جو نصوص کے مخالف ہیں، کیونکہ سبھی احادیث رسول پر کسی کو احاطہ حاصل نہ تھا اس باب میں تو خلفاء راشدین، جو رسول اللہ ﷺ کے حالات سے بہت واقف تھے، خصوصاً صدیق اکبر (جو رسول اللہ ﷺ سے کم ہی جدا ہوتے تھے) کے حال سے معلوم کرے۔ صدیق اکبرؓ پر دادے کی میراث مخفی رہی۔ اور ان کو مغیرہ بن شعبہ و عمران بن حصین و محمد بن مسلمہ نے بتلائی۔ حضرت عمرؓ پر عورت کو خاوند کی دیت سے وارث کرنے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ ایک جنگل کے رہنے والے نے ان کو اس کی خبر دی اور آپ پر مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر وبا کی زمین میں جانے سے ممانعت مخفی رہی اور وہ بھی عبدالرحمن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر آندھی کی حدیث مخفی رہی (یعنی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہے کہ آندھی آنے کے

وقت کیا کہیں) جو ابو ہریرہؓ نے بتائی اور آپ انگلیوں کے خون بہا میں اختلاف رکھتے تھے۔ اس باب میں ابن عباسؓ، ابی موسیٰ اشعریؓ کے پاس یہ علم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑی انگلی اور چھوٹی انگلی خون بہا میں برابر ہیں۔ پس آپؐ نے اس کو قبول کیا۔ اور امیر معاویہؓ نے بھی اس پر عمل کیا جب ان کو ایسا علم ہوا اور آپ کے بیٹے عبداللہ احرام حج کے وقت خوشبو لگانے کو جائز نہ سمجھتے اور طواف فرض سے پہلے رمی جمار کے بھی قائل نہ تھے اور یہ امور آنحضرت ﷺ سے صحیح ہو چکے ہیں۔ اور آپ مسح موزہ میں تعین مدت کے قائل نہ تھے حالانکہ صحیح حدیث میں تعین آچکی ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ وابن عباسؓ اس عورت حاملہ کی نسبت جس کا خاوند فوت ہو جائے عدت دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار مہینے دس دن) سے جو دور ہوتی تجویز کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد تھا کہ جس عورت کا بلا زفاف خاوند مر جاوے اور مہر مقرر ہو، اس کو مہر لینا نہیں آتا، حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو پورا مہر دلایا ہے اور یہ باب (مخفیات صحابہ) فراخ ہے۔ اور جو اس قسم کی باتیں صحابہ کے سوا اور لوگوں سے منقول ہیں وہ شمار سے بڑھ کر ہیں۔ پس جب امت کے زیادہ جاننے والے اور بڑے مجتہدوں پر بعض احادیث مخفی رہیں تو ان کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیے جو ان کے بعد ہوئے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ سبھی حدیثیں اماموں کو یا کسی خاص امام کو پہنچ گئی ہیں تو اس نے سخت خطا کی۔ ابو عمر وابن عبدالبر نے کہا ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس پر آنحضرت ﷺ کی بعض حدیثیں مخفی نہ رہی ہوں اور یہ حدیثوں کے دفتر (کتا میں) گذر جانے آنہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں اور ان میں بھی سب حدیثوں کا منحصر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کے پاس یہ سب کتا میں موجود ہوں اس کو سبھی کچھ، جو ان میں ہے، یاد ہوتا ہے۔ اور متقدمین کے دفتر تو ان کے سینے ہی تھے اور وہ خوب جاننے والے تھے۔ از انجملہ یہ سبب ہے کہ حدیث تو کسی شخص کو پہنچی مگر بسند صحیح نہ پہنچی۔ سند صحیح سے وہ کسی اور کو پہنچی۔ وہ حدیث اسی شخص کے حق میں لائق سند ہے جس کو سند صحیح سے پہنچے، نہ اس کے حق میں جس کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اسی واسطے بہت سے اماموں نے بعض احادیث کے ماننے کو صحیح ہونے کی شرط پر معلق کیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں مسئلہ میں ہمارا یہ قول ہے اور اس کے خلاف میں حدیث مروی ہے (جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے) اگر یہ حدیث ثابت ہو جاوے تو یہی ہمارا

قول ہے۔ اس کی مثالیں نہایت کثرت سے ہیں)۔

قال الامام ابن قيم الجوزية في اعلام الموقعين عن رب العالمين - قال ابو عمر و ليس احد بعد رسول الله ﷺ الا وقد خفي عليه بعض امره فنحن نسأل المقلدين هل يمكن ان يخفى على اماكم مثل ذلك فان انكروه فقد انزلوه فوق منزلة ابي بكر و عمر و عثمان و علي و الصحابة كلهم فليس احد منهم الا و قد خفي عليه بعض ما قضى الله و رسوله - فهذا الصديق اعلم الامة به خفي عليه ميراث الجد حتى اعلمه به محمد بن مسلمه و المغيرة بن شعبه و خفي عليه ان الشهيد لادية له حتى اعلمه عمر فرجع الى قوله و خفي عمر تيمم الجنب و دية الاصابع حتى اخبر بكتاب عمر و بن حزم فرجع عليه - و خفي عليه شان الاستيذان حتى اخبره به ابو موسى و ابو سعيد الخدري

و خفي على عثمان اقل مدة الحمل حتى ذكره ابن عباس و خفي على ابي موسى الا شعري ميراث بنت الا بن مع البنات السدس حتى ذكر له ان رسول الله ﷺ ورثها ذلك و خفي على ابن مسعود حكم المفوضة و ترددوا اليه فيها شهراً فاقتاهم برأيه حتى بلغ النص بمثل ما افتى به

(ترجمہ) اور ابن قیم نے کتاب اعلام الموقعین میں کہا کہ ہے امام ابو عمر نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نہیں جس پر آنحضرت ﷺ کی کوئی بات مخفی نہ رہی ہو۔ پس ہم مقلدین سے پوچھتے ہیں کیا ایسا مخفی رہنا احادیث رسول ﷺ کا تمہارے امام پر بھی ممکن ہے؟ پس اگر وہ اس کو نہ مانیں تو انہوں نے اس کو چاروں خلفاء کے اوپر کے درجہ پہنچایا۔ ان میں سے تو کوئی ایسا نہیں جس پر کوئی بات اللہ و رسول کی مخفی نہ رہو۔ یہ صدیق اکبر جو تمام امت سے زیادہ عالم تھے ان پر دادے کی وراثت مخفی رہی جو ان کو محمد بن مسلمہ و مغیرہ بن شعبہ نے بتائی۔ اور آپ پر خون بہا شہید مخفی رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے بتایا تو آپ نے آپ کے قول کی



طرف رجوع فرمایا۔ اور مخفی رہا حضرت عمرؓ پر تیمم جنبی کا اور خون بہا انگلیوں کا یہاں تک کہ خبر دی گئی کتاب عمر و بن حزم سے (جو ان کو آنحضرت ﷺ سے ملی ہوئی تھی) پس اس کی طرف رجوع کیا۔ اور پوشیدہ رہا آپ پر دستور اذن مانگنے کا یہاں تک کہ خبر دی اس کی ابو موسیٰ اور ابو سعید نے۔ اور مخفی رہی حضرت عثمانؓ پر کم سے کم مدت حمل کی یہاں تک کہ ذکر کیا اس کو ابن عباسؓ نے۔ اور پوشیدہ رہی ابو موسیٰؓ پر میراث پوتی کی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ یہاں تک آپ کو کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو وارث کیا ہے۔ اور ابن مسعودؓ پر حکم اس عورت کا جس کا خاوند بلا زفاف فوت ہو گیا اور مہر مقرر نہ تھا آپ کو ایک مہینہ اس میں تردد رہا۔ پھر اپنی رائے سے فتویٰ دیا یہاں تک کہ اس کے موافق حدیث پہنچ گئی۔

و هذا باب لو تتبعناه لجاء سفير كبير فنسأل فرقة التقليد هل يجوز ان يخفى على من قلد تموه بعض شان رسول الله ﷺ كما خفى ذلك على سادات الامة او لا - فان قالوا لا يخفى عليه و قد خفى على الصحابة مع قرب عهدهم بلغوا في الغلو مبلغ مدعى العصمة في الائمة و ان قالوا بل يجوز ان يخفى عليهم و هو الواقع و هم مراتب في الخفاء في القلة و الكثرة قلنا فنحن نناشدكم الله الذي هو عند لسان كل قائل و قلبه اذا قضى الله و رسوله امرا خفى على من قلد تموه و توجبون العمل بما قضاه الله و رسوله عينا لا يجوز سواه فاعدوا لهذا السؤال جواباً و للجواب صواباً فان السؤال واقع و الجواب لازم -

و المقصود ان هذا هو الذي منعنا من التقليد فاين معكم حجة واحدة لقطع الغدر و تسوغ لكم ما ارتضيتموه لانفسكم من التقليد انتهى على ما نقل عنه السيد العلامة ابو الطيب في الجنة في الاسوة الحسنة بالسنة

(ترجمہ - اور یہ باب ایسا ہے اگر ہم اس کو تلاش کریں تو بڑی کتاب ہو جاوے۔ پس اب ہم فرقہ مقلدین سے پوچھتے ہیں، کیا جن کی تم تقلید کرتے ہو ان پر کچھ حال آنحضرت ﷺ کا مخفی

رہا ہے۔ جیسے ان سرداروں امت پر مخفی رہا یا نہیں؟ پھر اگر کہیں کہ ہمارے اماموں پر مخفی نہیں رہا جو صحابہ پر مخفی رہا ہے باوجود ان کے قرب زمانہ کے، تو غلو میں ایسے بڑھے ہیں جیسے مدعیان عصمت آئمہ (یعنی شیعہ) بڑھے ہیں۔ اور اگر کہیں کہ ہاں آئمہ پر مخفی رہا ہے اور یہی امر واقع ہے۔ اور وہ اس خفا میں کثرت و قلت میں متفاوت ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہم تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتے ہیں، جو ہر بولنے والے کی زبان و دل کے پاس ہے، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم فرماوے جو تمہارے اماموں پر مخفی رہا تو پھر کیا تم کو اس کے ماننے نہ ماننے میں اختیار باقی رہتا ہے یا تمہارا اختیار ٹوٹ جاتا ہے۔ اور تم اس حکم پر کاربند ہونے کو واجب جانتے ہو؟ اس سوال کے لئے جواب بناؤ اور جواب کے لئے صواب تیار کرو اس لئے کہ سوال تم پر پڑا ہے۔ اور جواب لازم ہے۔ ہماری غرض اس کلام سے اظہار اس امر کا ہے کہ ہم کو اسی بات نے جو تم پر پڑی ہے تقلید سے روکا ہے۔ پس تمہارے پاس کون سی ایک دلیل ہے جو عذر کو توڑے اور تمہارے لئے تقلید کو جو تم نے اپنے لئے پسند کر رکھی ہے، جائز کر دے۔

وقال ابن القيم في موضع آخر و اذا جاء ت هذه اى النفس المطمئنة بتجريد المتابعة للرسول صلى الله عليه وسلم جاء ت تلك اى الامارة بتحكيم آراء الرجال و اقوالهم فانت بالاشبه المضلة مما يمنع من كمال المتابعة و تقسم بالله تعالى ما مرادها الا الاحسان و التوفيق۔ (اور کہا امام ابن قیم نے دوسری جگہ۔ نفس مطمئنة خالص کرنے متابع رسول اللہ کی بات لاتا ہے تو نفس امارہ حکومت اور لوگوں کے پیش کرتا ہے۔ اور ایسا شیعہ گمراہ کرنے والا پیش کرتا ہے جو کمال متابع نبوی سے روکتا ہے اور وہ قسم کھاتا ہے کہ میرا مقصود بجز حسن ظنی و موافقت کے اور کچھ نہیں۔)

(میرا خیال ہے کہ شانہ نمبر ۴ ضمیمہ بھی اوپر والے صفحات میں شامل ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر پنجم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

والله تعالى يعلم انها كاذبة وما مرادها الا التفلت من سجن المتابعة الى فضاء ارادتها و حظوظها و ترأه اى ترى النفس الامارة صاحبها تجريد المتابعة للنبي ﷺ و تقديم قوله على الآراء فى صورة تنقيص العلماء و ساءة الادب عليهم المفضى الى اساءة الظن بهم و انهم قد فاتهم الصواب و كيف لنا قوة ان نرد عليهم او نخطى بالصواب دونهم و تقاسم بالله ان اردت الا احساناً و توفيقاً اولئك الذين يعلم الله ما فى قلوبهم فاعرض عنهم و عطهم و قل لهم فى انفسهم قولاً بليغاً

و الفرق بين تجريد متابعة المعصوم و اهداء اقوال العلماء و القاؤها ان تجريد المتابعة ان لا يقدم على ما جاء به الرسول ﷺ قول احد و لا رايه كائناً من كان و ما كان بل ينتظر فى صحة الحديث

(اور خدا تعالی جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کا مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قید متابعت نبوی سے جھوٹ جاوے۔ اور اپنی خواہشوں اور حظوں میں جا پڑے۔ اور وہ نفس امارہ کو خالص متابعت نبوی میں علماء کی بے ادبی و کسر شان سوچھاتا ہے اور یہ جتلاتا ہے کہ کیا ان لوگوں سے راستی فوت ہوگئی اور ہم کو ویسی کس طرح بہم پہنچ گئی ہے کہ ہم ان کی باتوں کو رد کریں۔ اور خود راستی کا حصہ ان کے سوا لے جائیں۔ اور خدا کی قسم کھاتا ہے کہ اس بات سے میری یہی غرض ہے ان لوگوں سے نیک گمان رکھنا اور ان سے ملاپ و موافقت کرنا۔ ان لوگوں کے جو دلوں میں خدا جانتا ہے۔ پس ان سے منہ کو پھیر لے اور ان کو نصیحت کر اور ان کو ایسی

بات کہہ جو ان کے دلوں پر پوری جا لگے۔

اور آنحضرت ﷺ کے خالص متابعت کرنا اور علماء کے اقوال ڈھا دینا یہ فرق رکھتا ہے کہ متابعت خالصہ اس کا نام ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بات پر کسی کی بات اور رائے کو مقدم نہ کیا جاوے، کوئی بات ہو اور کسی کی ہو)

اولاً فاذا صح نظر فی معناه ثانياً فاذا تبين له لم يعدل عنه و لو خالفه من بين الشرق و الغرب و معاذ الله ان يتفق الامة على ترك ما جاء به نبينا بل لا بد ان يكون في الامة من قال به و لو خفي عليك فلا يحتمل جهلك بالقائل به حجة على الله تعالى و رسوله ﷺ في تركه بل اذهب الى النص و لا تضعف و اعلم انه قد قال به قائل قطعاً ولكن لم يصل اليك علم هذا مع حفظ مراتب العلماء و موالاتهم و اعتقاد حرمتهم و لعانتهم و اجتهادهم في حفظ الدين و ضبط فهم رضى الله عنهم دائرون بين الاجر و الاجرين و المغفرة و لكن لا يوجب هذا اهدار النصوص و تقديم قول واحد منهم عليها الشبهة انه اعلم منك فان كان كذلك فمن ذهب الى النص فهو اعلم به منك ايضاً فهلاً وافقه ان كنت صادقاً

فمن عرض عرض اقوال العلماء على النصوص و وزنها بها و خالف منها ما خالف النص لم يهدر اقوالهم و لم يهضم جانبهم بل اقتدای بهم فانهم كلهم امروا بذلك بل مخالفتهم في ذلك اسهل عن مخالفتهم في القواعد الكلية التي امروا بها و دعوا اليها من تقديم النص على اقوالهم - انتهي

(بلکہ پہلے صحت حدیث کو دیکھا جاوے۔ پھر اگر صحیح ہو تو اس کے معنی کو خیال کیا جائے۔ جب وہ معلوم ہو چکے تو اس سے عدول نہ کیا جاوے اگرچہ مشرق سے مغرب تک کے لوگ اس کے مخالف ہوں۔ اور خدا کی پناہ ہے کہ تمام امت ترک حدیث پر اتفاق کر لے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی امت میں اس کا قائل ہوگا۔ اگرچہ تجھ پر اس کا حال چھپا رہا اور تیرا نہ جاننا اس

قائل کو اللہ کے سامنے اس حدیث کے ترک کرنے میں سزا نہیں ہو سکتا ہے۔ پس حدیث کی طرف جا، اور ہمت نہ ہار اور جان لے کہ کوئی نہ کوئی اس کا قائل ہوگا اگرچہ تجھے اس کا علم نہیں۔ اور باوجود تیرے اس عمل بالحدیث اور ترک اقوال علماء کے، ان علماء کی محبت و تعظیم مراتب اور ان کی امانت و اجتہاد کا اعتقاد دور نہیں ہوتا۔ وہ لوگ پھر بھی دو ثوابوں سے ایک کے مستحق ہیں (یعنی راستی پر دو ثواب کے اور خطا پر ایک کے) لیکن اس ثواب کے استحقاق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے قول سے نصوص کو چھوڑا جائے، اس شبہ سے کہ وہ تجھ سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور اگر ان کے زیادہ جاننے کا خیال درست ہے تو اس نص پر عمل کرنے والا بھی تجھ سے زیادہ جاننے والا ہے پھر تو اس کی پیروی کیوں نہیں کرتا اگر تو اس خیال میں سچا ہے۔

پس جس کسی نے اقوال علماء کو نصوص پر پیش کر کے تو لا اور جس کو خلاف نصوص پایا اس کا خلاف کیا تو اس نے علماء کے اقوال کو.. اور نہ ان کی تعظیم کو توڑا، بلکہ ان کی پیروی کی اس لئے کہ انہوں نے خود یہ امر فرمایا ہے (یعنی ہمارے اقوال مخالف حدیث کو چھوڑ دو اور حدیث صحیح کو عمل میں لاؤ۔ ہمارا وہی قول ہے جو حدیث صحیح میں ہے) بلکہ ان کے ان اقوال جزئیہ کی مخالفت ان کی اس قاعدہ کلیہ کی مخالفت سے جو انہوں نے فرمایا ہے اور اس کی طرف بلا یا (وہ یہ کہ نصوص کو ہمارے اقوال سے مقدم سمجھو) آسان تر ہے)

## ضمیمہ نمبر ششم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۶ فروری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد

صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

و قال قدوة المحدثين و الفقهاء من الحنابلة صاحب كتاب  
المغنى و لا باس بالاحتباء و الامام يخطب روى ذلك عن  
ابن عمر و جماعة من اصحاب رسول الله ﷺ و اليه ذهب  
سعید بن المسيب و الحسن و ابن سيرين و عطاء و شريح و  
عكرمه بن خالد و سالم و نافع و مالك و الثوري و  
الاوزاعي و الشافعي و اصحاب الرأي - قال ابوداؤد و لم

یبلغنی ان احد کرهه الا عبادة بن نسی لان سهل بن معاذ رض  
 روى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الحبوطة يوم الجمعة و  
 الامام يخطب رواه ابو داؤد و قال و لنا ما روى يعلى بن  
 شداد بن اوس قال شهدت مع معاوية بيت المقدس فجمع  
 بنا فاذا جل من فى المسجد اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 فرأيتهم محبتين و الامام يخطب و فعله ابن عمر و انس و  
 لم نعرف لهم مخالفاً فصار اجماعاً و الحديث دى اسناده  
 مقال على ما قاله ابن المنذر ثم قال و الاولى تركه لاجل  
 الجزو ان كان ضعيفاً يحتمل النهى فى الحديث على كراهته  
 و احوال الصحابة الذين فعلوا ذلك على انه لم يبلغهم الخبر  
 و الله تعالى اعلم - انتهى

و نقل العلامة احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام فى كتابه  
 رفع الملام عن الآئمة الاعلام جملة من احاديث لم تبلغ  
 الخلفاء الاربعة الراشدين و بلغت غيرهم من الصحابة  
 التى مر ذكرها فى عبارة الايقاف و الاعلام و زاد عليها  
 اشياء من مخفيات عمر و عثمان و على ثم قال و هذا باب  
 واسع بلغ المنقول منه عن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عدداً  
 كثيراً جداً و اما المنقول منه ، يعنى من عدم بلوغ الحديث  
 مع صحته عن غيرهم يعنى الصحابة فلا يمكن الا حاطة به  
 فانه الوف و هؤلاء يعنى طبقة الصحابة كانوا اعلم الامة و  
 افقها و اتقاها و افضلها فمن بعدهم انقص منهم فخفاء بعض  
 السنة عليه اولى فمن اعتقد ان كل حديث صحيح قد بلغ كل  
 واحد من الامة او امماً معيناً فهو مخطى خطأ فاحشاً  
 قبيحاً و لا يقولن قائل ان الاحاديث قد دونت و جمعت  
 ففخفاءها و الحال هذه بعيد لان هذه الدواوين المشهورة فى

السنن انما بعد انقراض الآئمة المتبوعين - انتهى نقلاً من اصله  
 وقال القسطلانی فی شرح البخاری فی الرد علی قول نافع  
 لو اعتمر رسول الله ﷺ من الجعرا نه لم يخفى على عبد  
 الله بن عمر ما نصه قال المفا قسى الذين ذكره جماعة انه  
 اعتمر من الجعرا نه حين فرغ من حنين و الطائف و ليس فى  
 قول نافع حجة لان ابن عمر لم يحدث بكل شئى علمه و لا  
 كل ما علمه حدث به نافعاً و لا كل حدث به نافعاً حفظ به  
 نافع - انتهى كلامه

و المقصود بنقل هذا القول فى هذا المقام هو ان المرء قد  
 تنسى الكلام بعد ما اتقنه و حفظ ما فيه من المرام فهو وجه  
 آخر لمخالفة النصوص من هؤلاء الا كالاكابر و قد عرض  
 مثل هذا امير المؤمنين عمرؓ كما مر فى كلام ابن تيميه علامة  
 العصر

((يعنى پھر اس مخالفت جز یہ آسان کے بدلے مخالفت قاعدہ کلیہ جو دشوار ہے کیوں اختیار  
 کرتے ہو کیا اس میں ان کے اقوال کا ڈھانڈنا لازم نہ آئے گا، مترجم) اور کہا محدثین اور فقہاء  
 کے پیشوا صاحب کتاب مغنی نے جو حنبلی علماء سے ہیں۔ احتباء (کمر و گھنٹوں پر چادر کا بیچ لگا کر  
 بیٹھنا) کا بحالت خطبہ امام کوئی ڈرنہیں، ایسا ہی مروی ہے ابن عمر اور ایک جماعت اصحاب سے  
 ۔ اور اسی کے قائل ہیں سعید بن مسیب و حسن بصری و ابن سیرین و عطاء و شریح (تابعین)، اور  
 مالک و اورثوری و اوزاعی و شافعی.. (یہ امام ہیں)۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ مجھے کسی سے نہیں پہنچا  
 کہ اس نے اس کو برا سمجھا ہو بجز عبادہ بن نسی (تابعی) کے اس لئے اس نے برجانا کہ سہل بن  
 معاذ نے حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احتباء سے دن جمعہ کے بحالت خطبہ امام  
 منع کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ صاحب مغنی نے کہا اور ہمارے جواز احتباء پر یہ  
 روایت سند ہے کہ یعلیٰ بن شداد نے کہا ہے کہ میں معاذ سے یہ کہتا ہوں کہ ساتھ بیت المقدس گیا تو انہوں  
 نے ہم کو جمعہ پڑھایا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ سب مسجد میں اصحاب بیٹھے ہیں اور سب احتباء کئے  
 ہوئے ہیں اور امام خطبہ پڑھ رہا ہے ایسا ہی ابن عمر نے کیا ہے اور ہم نہیں دیکھتے ان کا کوئی

مخالف تو جو افضل پران کا اجتماع ہوا۔

اور جو حدیث مخالفت احتباء میں ہے اس کی اسناد میں کلام ہے چنانچہ ابن منذر نے کہا ہے۔ پھر کہا صاحب معنی نے کہ بہتر یہی ہے کہ احتباء کو ترک کیا جاوے اس حدیث کے باعث اگرچہ یہ ضعیف ہے اور اس نہی کو (جو اس حدیث سے مستفاد ہے) کراہت پر حمل کیا جائے۔ اور صحابہ کے عمل کو جنہوں نے اس کا خلاف کیا ہے اس پر حمل کیا جائے کہ یہ حدیث ان کو نہیں پہنچی واللہ اعلم۔

اور نقل کیا علامہ احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام نے اپنی کتاب رفع الملام میں چند احادیث کو جو خلفاء اربعہ کو نہیں پہنچیں اور غیروں کو پہنچی ہیں جن کا ذکر عبارت ایتاف و اعلام میں گذرا اور اسپر کئی اور چیزوں کو زیادہ کیا وہ حضرت عمر و عثمان و علی پر مخفی رہیں۔ یہ باب فراخ ہے پہنچ جاتے ہیں منقولات مخفیات صحابہ بڑی شمار کو۔ رہے وہ احادیث کو اوروں کو نہیں پہنچیں پس ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہزاروں ہیں اور یہ طبقہ صحابہ تمام امت سے زیادہ عالم اور سمجھ دار اور مضبوط اور بزرگ تھے پس جوان کے پیچھے ہوئے وہ ان سے کم ہوں گے۔ پس ان سے چھپا رہنا بعض احادیث کا بطریق اولیٰ ہوگا۔ پس جو کوئی اعتقاد کرے کہ تمام حدیثیں سب اماموں یا کسی ایک کو پہنچی ہیں تو وہ خطا وار ہے بہت بڑی سخت خطا سے اور کوئی یہ نہ کہے کہ حدیثیں تو جمع ہو چکی تھیں۔ پس ایسی حالت میں پوشیدہ رہنا احادیث کا بعید ہے اس لئے کہ یہ دفتر احادیث کے پیچھے گزر جانے آئمہ کے جمع ہوئے ہیں۔ انتہی

اور کہا قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں رد میں اس قول نافع (تابعی) کہ اگر آنحضرت ﷺ عمرہ مقام جعرانہ سے کرتے تو ابن عمر صحابی پر مخفی نہ رہتا۔ جس کا بیان یہ ہے کہ مفاقی نے کہا ہے کہ جماعت علماء نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا جب کہ حنین و طائف سے رجوع فرمایا اور نافع کی بات کچھ پسند نہیں اس لئے کہ ابن عمر نے جو کچھ جانا لوگوں کو نہیں سنایا اور نہ نافع کو کہا اور نہ نافع نے سب کچھ حضرت ابن عمر کا کہا یاد رکھا۔ تمام ہوا قول قسطلانی کا۔

ہمارا مقصود اس قول کے نقل کرنے سے اس جگہ یہ ہے کہ انسان کبھی بات سن کر سمجھ کر بھول جاتا ہے۔ پس یہ اور وجہ نصوص سے مخالفت کرنے کا برکی نکل آئی۔ ایسا حضرت عمر کو پیش آیا جیسا کہ کلام امام ابن تیمیہ میں، جو ایتاف سے منقول ہے، گزر چکا ہے۔



اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور بیان مقاصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ و بالله التوفیق -

مقصد اول، بیان میں ان احادیث کے جو اجلہ صحابہ کو نہیں پہنچیں اور ایک مدت تک ان پر مخفی رہیں اور اس میں اس اجمال کی تفصیل ہے جو مقدمہ میں گزرا وہاں مجر د دعویٰ تھے یہاں ان کے شواہد نقول و آثار و اقوال علماء مقبولین اعصار و امصار سے ذکر کئے جائیں گے۔

### مخفیات ابو بکر صدیق:

۱۔ میراث جدہ جو آپ کو معلوم نہ تھی، حضرت مغیرہؓ وغیرہ نے آپ کو بتائی۔  
حیۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۶، موطا مالک صفحہ ۳۲۷، جامع ترمذی صفحہ ۳۳  
جلد ۲۔ سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ۔

جاءت الجدة الى ابى بكر تسأله ميراثها فقال مالك في كتاب الله و مالك في سنة رسول الله شئى فار جعى حتى اسأل الناس مقال ، فقال المغيرة حضرت رسول الله ﷺ اعطاها السدس . ( مشکوة باب الفرائض ) -

کسی متوفی کی دادی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئی اور اپنے حق وراثت کی سائل ہوئی۔ فرمایا کہ تیرے لئے قرآن و حدیث میں کچھ نہیں آیا۔ اب تو جا، میں لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ پس اس نے پوچھا مغیرہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو چھٹا حصہ دلا یا ہے۔

(عن قبيصة بن ذؤيب انه قال : جاءت الجدة الى ابى بكر الصديق تسأله ميراثها. فقال : : مالك في كتاب الله شيء ، و ما علمت لك في سنة نبى الله شيئاً، فار جعى حتى اسأل الناس . فسأل الناس، فقال المغيرة بن شعبة: حضرت رسول الله ﷺ اعطاها السدس ، فقال ابو بكر : هل معك غيرك ؟ فقام محمد بن مسلمة فقال مثل ما قال المغيرة بن شعبة. فانفذه لها ابو بكر.)

ثم جاءت الجدة الاخرى الى عمر بن الخطاب تسأله ميراثها ، فقال : مالك محكمه دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فی کتاب اللہ شیء و ما کان القضاء الذی قضی بہ الا لغيرک و ما انا بزائد  
فی الفراغ و لكن هو ذلک السدس، فان اجتمعما فیہ فهو بینکما و ایتکما  
ما خلعت بہ فهو لها۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۹۴

۲۔ حدیث

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ و ان محمدا  
رسول اللہ و یقیموا الصلوة و تؤتوا الزکاة ،  
آپ کو پوری معلوم نہ تھی اس لئے آپ نے جو اہل قتل مانعین زکوٰۃ پر اور وجوہ  
سے استدلال کیا۔ شرح مسلم للنووی صفحہ ۳۹۔ شرح بخاری قسطا فی صفحہ ۷ ج ۳۔

و استدلال ابو بکر و اعتراض عمر دلیل علی انہما لم یحفظا  
عن رسول اللہ ﷺ ما رواہ ابن عمر و انس و ابو ہریرہ و  
کان هؤلاء الثلاثة سمعوا هذه الزيادة التي رواها  
في مجلس آخر فان عمر لو سمع ذلك لما خالف و لما كان  
احتج بالحدیث فانه بهذه الزيادة حجة علیه و لو سمع هذه  
الزيادة ابو بکر لا احتج بها و لما احتج بها بالقياس و العموم  
( شرح مسلم نووی باب الا امر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ )

( حضرت ابوبکرؓ کا قتل مانعین زکوٰۃ میں یہ دلیل پیش کرنا کہ زکوٰۃ نماز جیسی ہے اور حقوق اسلام  
سے ) اور حضرت عمرؓ کا ان پر اعتراض کرنا ( کہ آنحضرت ﷺ نے کہا ہے کہ لا الہ الا اللہ  
محمد رسول اللہ کہنے والے کو مارنے کا مجھے حکم نہیں ہے ) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ  
ان دونوں کو وہ حدیث نہیں پہنچی جو ابن عمر و انس و ابو ہریرہ نے روایت کی ہے جس میں یہ آیا  
ہے کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں کو قتل کروں جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں۔  
اسلئے کہ اگر حضرت عمرؓ یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنتے تو حضرت ابوبکرؓ کا خلاف نہ کرتے اور  
نہ وہ حدیث جس میں یہ لفظ نہیں ان کے سامنے پڑھتے اور اگر حضرت ابوبکرؓ نے یہ حدیث سنی  
ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کے سامنے اسی کو پیش کرتے قیاس و عموم کو سند نہ ٹھہراتے )۔

## مخفیات حضرت عمر فاروق :

۱۔ حدیث خون بہاء اسقاط حمل آپ کو معلوم نہ تھی پس لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا اور شہادت لے کر اس کو مانا۔ صحیح بخاری ( حد ثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن ہشام، عن ابیہ: انّ عمر نشد الناس : من سمع النبیّ قضی فی السقط؟ فقال المغیرة : انا سمعته قضی فیہ بغرة عبدٍ او امةٍ. قال: ائت من یشہد معک علی هذا. فقال محمد بن مسلمة : انا اشہد علی النبی ﷺ بمثل هذا - صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۹۰۷، ۶۹۰۸) سنن ابی داؤد صفحہ ۲۷۲۔ سنن دارمی صفحہ ۳۱۲۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۶، قسطلا نی ج ۱۰ صفحہ ۸۰۔ مسلم الثبوت صفحہ ۸۶ وغیرہ۔ ازالۃ الخفاء جلد ۲۔

ان عمر بن الخطاب تشدد الناس ان استحل الصحا به من سمع النبی ﷺ قضی فی السقط و قال المغیرہ انا سمعته قضی فیہ فی السقط بغرة عبد او امة قال ائت من یشہد معک علی هذا فقال محمد بن مسلمہ انا اشہد علی النبی ﷺ بمثل هذا فیہ ان الوقائع الخاصة قد تخفی علی الاکابر و بعلمها من دو نهم۔ قسطلا نی باب جنین المرأة۔

(حضرت عمرؓ نے صحابہ کو قسم دے کر پوچھا کسی نے آنحضرت ﷺ سے اسقاط حمل میں کچھ فیصلہ سنا ہے۔ مغیرہ بولا میں نے سنا ہے کہ آپ نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بدل دینے کا حکم فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا تیرے ساتھ کوئی اس پر گواہ ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں بھی گواہ ہوں۔) اس حدیث میں پایا جاتا ہے کہ کبھی خاص واقعات بڑوں پر مخفی رہتے ہیں اور ان سے چھوٹے ان کو جانتے ہیں۔

۲۔ انگلیوں کے خون بہاء کی حدیث آپ پر مخفی تھی اور آپ کی اس میں یہ رائے تھی کہ چھوٹی انگلی کا خون بہاء کم ہو اور بڑی کا زیادہ۔ حدیث سنی تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔

حدیث خون بہاء انگشت صحیح بخاری ( عن عكرمة، عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال : هذه و هذه سواء، یعنی الخنصر و الا بہام - صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۸۹۵) و

سنن اربعہ میں ہے اور حضرت عمرؓ کا فتویٰ اس کے خلاف میں اور رجوع اس سے کتاب بہیقی اور شرح مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول فقہ حنفیہ، دراسات اللیب صفحہ ۲۲۲ میں منقول ہے

و ترك عمر ر أیه فی دية الا صابع و كان رأیه فی الخنصر  
و البنصر تسعاً فی الوسطی و فی المسجه اثنا عشر و فی  
الابهام خمسة عشر و كل ذلك فی التیسیر قال الشارح و كذا  
ذكر غیره و الذی فی رواية البهیقی انه كان یرى فی  
المسجه اثنا عشر و فی الوسطی ثلاث عشر بخبر عمرو بن  
حزم فی كل اصبع عشر من الابل (فواتح الرحموت شرح مسلم  
الثبوت) - و عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال هذه و هذه  
سواى يعنى الخنصر و البنصر - صحیح بخاری -

(حضرت عمرؓ نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں چھوڑ دیا ان کی رائے یہ تھی کہ سب سے  
چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کے نو اونٹ ہوں اور بیچ والی کے اور کلمہ کی کے بارہ اور انگوٹھ  
کے ۱۵- اونٹ۔ یہ بات کتاب تیسیر میں ہے اور بہیقی کی روایت میں ہے کہ وہ آگشت سبابہ  
کے بارہ اونٹ تجویز کرتے اور بیچ والی کے تیرہ۔ یہ سب عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے)  
جس میں یہ تھا کہ ہر انگلی کے دس اونٹ ہیں)۔ (یہ مضمون شرح مسلم کا ہے) اور ابن عباس  
سے صحیح بخاری میں نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یہ وہ یعنی سب سے چھوٹی اور اس کے  
ساتھ برابر ہیں)

۳- حدیث... سواتین دفعہ اذن مانگنے کے کسی کے گھر میں داخل ہونے کو  
آپ پر مخنی تھی ابو موسیٰ اشعریؓ نے وہ حدیث سنائی تو آپ نے نہ پہچانی یہاں تک کہ ابو  
موسیٰ نے اس پر گواہی دی۔

صحیح بخاری صفحہ ۲۷۷- صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۱۱- سنن ترمذی صفحہ ۱۰۵ جلد ۲- وغیرہ۔

انّ ابا موسى استأذن على عمر ثلاثاً. فكأنّه و جدّه مشغولاً.  
فرجع، فقال عمر: ألم نسمع صوت عبد الله بن قيس، انذنا  
له، فدعى له. فقال: ما حملك على ما صنعت. قال انا كنا نؤمر

بهذا قال لتقيمنّ على هذا بيّنة أو لا فعلنّ، فخرج فانا نطلق الى مجلس من الانصار، فقالوا: لا يشهد لك على هذا الا اصغرناء، فقام ابو سعيد فقال: كئنا نؤمر بهذا. فقال عمر: خفي على هذا من امر رسول الله ﷺ، ألها ني الصفق بالاسواق (صحيح مسلم باب الاستيذان حديث نمبر ۵۶۳۱)

(ابوموسیٰ (صحابی) نے حضرت عمرؓ سے تین دفعہ پاس آنے کا اذن چاہا وہ شاید کسی کام میں مشغول تھے (اس لئے اجازت نہ دی تو وہ پھر گئے) پھر حضرت نے کہا میں نے ابوموسیٰ کی آواز سنی تھی ان کو آنے کی اجازت دو۔ پھر بلائے گئے اور ان سے حضرت عمرؓ نے کہا تجھے پھر جانے کا کیا باعث ہوا۔ انہوں نے کہا ہم کو ایسا ہی حکم ہوا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کا) حضرت عمرؓ نے کہا اس پر گواہی لاؤ ورنہ تجھے ایسا ایسا کرونگا (یعنی مار پیٹ) وہ نکلے اور مجلس انصار کی طرف گئے وہ لوگ بولے اس بات کی تو ہم سب سے چھوٹا گواہی دے سکتا ہے۔ پس ابوسعید خدریؓ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ہم کو ایسا ہی حکم ہے حضرت عمرؓ بولے مجھ پر یہ امر (آنحضرت ﷺ کا) چھپا رہا مجھے بازار کے لین دین نے روکا۔

۴۔ کفار مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث آپ پر مخفی تھی جو آپ کو عبد الرحمن بن

عوف نے بتائی۔ مؤطا صفحہ ۱۲۱۔ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۷۴۔

ان عمر بن الخطاب ذکر الموجود فقال ما ادری کیف اصنع فی امرهم فقال عبد الرحمن بن عوف اشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول سنوا بهم سنة اهل الكتاب (مؤطا باب الجزية اهل الكتاب)۔ قال الزرقانی فی الشرح فیہ ان الصحابی الجلیل قد یغیب عنه علم ما اطلع علیه غیرہ من اقوال النبی و احکامہ و لا نقص علیه فی ذلك۔

(حضرت عمرؓ نے مجوس کا ذکر کیا پس فرمایا میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں۔ عبد الرحمن بن عوف نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرو۔ یہ مضمون مؤطا کا ہے۔ زرقانی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ اس میں یہ پایا گیا کہ صحابی جلیل الشان پر آنحضرت ﷺ کی ایسی باتیں چھپی رہتی ہیں جن کو

اور لوگ جانتے ہیں، اور اس میں ان کا کچھ نقصان نہیں ہے)۔

۵۔ آپ کو حدیث وارث ہونے زوجہ کے خون بہائے خاوند سے معلوم نہ تھی جب ضحاکؓ نے حدیث سنائی تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔ جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۵۔ سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ مسلم الثبوت۔ تحقیق شرح حسامی۔ اسد الغابہ۔ ازالۃ الخفا۔

حدثنا احمد بن صالح : حدثنا سفیان عن الزهري، عن سعيد قال : كان عمر بن الخطاب يقول: الدية للعاقلة ولا تراث المرأة من دية زوجها شيئاً حتى قال له الضحاک بن سفیان : كتب الى رسول الله ﷺ ان ورث امرأة اشيم الضبابي من دية زوجها. فرجع عمر.

قال احمد بن صالح : حدثنا عبد الرزاق بهذا الحديث عن معمر، عن الزهري، عن سعيد، وقال فيه :

وكان النبي استعمله على الاعراب .سنن ابو داؤد باب المرأة تراث من دية زوجها حديث نمبر ۲۹۲۷۔

(حضرت عمرؓ فرماتے کہ دیت عصابات کے واسطے ہے اور مقتول کی جو رو اس سے وارث نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے آپ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا) جب وہ بدوی لوگوں پر کاردار تھا) کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خون بہاء سے وراثت دے۔ پس حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا)۔

۶۔ وبا کی جگہ جانے نہ جانے کی حدیث آپ کو بلکہ کل ہمراہیان لشکر مہاجرین و انصار کو معلوم نہ تھی مگر ایک عبدالرحمنؓ بن عوف کو صحیح بخاری صفحہ ۸۵۳۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۹۔

عن عبد الله ابن عباس : ان عمر بن الخطاب خرج الى الشام حتى اذا كان بسرغ لقيه امراء الاعداء - ابو عبيدة بن الجراح و اصحابه ، فاخبروه ان الوباء وقع بارض الشام. قال: ابن عباس : فقال عمر: ادع لي المهاجرين الاولين

فدعا ہم فاستشار ہم، وَاخبرهم أنّ الوباء قد وقع بالشّام -  
 فاختلّفوا، فقال بعضهم: قد خر جنال، أمرٌ ولا نرى ان ترجع  
 عنه، وقال بعضهم: معك بقیة الناس واصحاب رسول الله  
 ﷺ ولا نرى ان تقدّمهم على هذا الوباء، فقال: ارتفعوا  
 عنی۔ ثم قال: ادع الی الا انصار۔ فدعا هم فاستشارهم۔  
 فسلكوا سبیل المهاجرین۔ وَاختلّفوا كما ختلا فهم۔ فقال:  
 ارتفعوا عنی۔ ثم قال: ادع لی من كان ها هنا من مشیخة  
 قریشٍ من مهاجرة الفتح۔ فدعوهم فلم یختلف منهم علیه  
 رجلاً۔ فقالوا: نرى ان نرجع بالناس ولا تقدّمهم على هذا  
 الوباء۔ فنادى عمر فی الناس: انی مصبّح علی ظهرٍ  
 فاصبحوا علیه۔ فقال ابو عبیده بن الجراح: أفراراً من قدر  
 الله۔ فقال عمر: لو غیرك قالها یا ابا عبیده۔ نعم نفرّ من قدر  
 الله الی قدر الله۔ أرأیت لو كان لك ابل هبطت وادیاً له  
 عدوتان، احداهما خصیبة و الاخری جذبة، الیس ان  
 رغبت الخصیبة رعیتها بقدر الله۔ و ان رعیت الجذبة  
 رعیتها بقدر الله۔ قال: فجاء عبد الرحمن بن عوف وكان  
 متغیباً فی بعض حاجته، فقال انّ عندی فی هذه علماً  
 ۔ سمعت رسول الله ﷺ یقول: اذا سمعتم به بارض فلا  
 تقدّموا علیه، و اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرّجوا فراراً  
 منه۔ قال: فحمد الله عمر ثم انصرف ( صحیح بخاری باب ما ینکر  
 فی الطاعون، حدیث نمبر ۵۷۲۹ )

(حضرت عمرؓ ملک شام کی طرف نکلے تو (مقام سرخ میں) ان کو فوجی افسر طے اور خردی کہ شام  
 میں وبا پڑی ہوئی ہے حضرت عمرؓ نے (ابن عباسؓ کو) کہا مہاجرین کو بلاؤ۔ وہ ان کو بلا لائے  
 تو آپؓ نے ان سے مشورہ لیا ان کا اختلاف رائے ہو گیا (کسی نے پیچھے چلنے کی رائے دی، کسی  
 آگے چلنے کی)۔ آپؓ نے فرمایا تم چلے جاؤ۔ پھر کہا اب انصار کو بلاؤ۔ وہ بلا لائے۔ پس

آپ نے ان سے مشورہ کیا۔ وہ بھی مہاجرین کی چال چلے۔ آپ نے کہا تم بھی چلے جاؤ۔ پھر عبدالرحمن بن عوف جو اپنے کام میں کہیں غائب تھے، آگئے، اور کہا میرے پاس اس امر میں آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی زمین میں وبا ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اگر اس زمین میں وبا پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے وبا سے بھاگ کر نہ نکلو۔

۷۔ حدیث تیمم جب بعد علم و سماع کے آپ کی یاد سے غائب ہو گئی اور باوجود یاد دلانے حضرت عمارؓ کے یاد نہ آئی۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۸۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۶۱۔ سنن ابو داؤد صفحہ ۴۴۔

حدّ ثنی عبد الله بن هاشم العبدیّ : حدّ ثنا يحيى يعنى ابن سعيد القطان، عن شعبة: قال: حدّ ثنی الحكم عن ذر عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابزی، عن ابيه أنّ رجلاً اتى عمر فقال: انى اجنبت فلم اجد ماءً. فقال: لا تصل. فقال عمار: اما تذكر يا امير المؤمنين اذ انا و انت فى سريةٍ فا جنبنا، فلم نجد ماءً. فاما انت فلم تصل، و اما انا فتممعت فى التراب و صليت. فقال النبى ﷺ: انما كان يكفيك ان تضرب بيدك الارض، ثم تنفخ، ثم تمسح بهما وجهك و كفيك. فقال عمر: اتق الله، يا عمار. فقال: ان شئت لم احدث به

قال الحكم : و حدّثنيه ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابيه، مثل حدیث ذر قال : و حدّثنى سلمة عن ذر، فى هذا الاسناد الذى ذكر الحكم ، فقال عمر : نوليك ما توليت . صحيح مسلم باب التيمم، حدیث نمبر ۸۲۰۔ (کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جنبی ہو کر پانی نہیں پاتا تو آپ نے کہا (بے نہائے) نماز نہ پڑھا کر۔ عمارؓ (صحابی) نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک لشکر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہوئے اور پانی نہ پایا۔ پس آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں مٹی میں لیٹ گیا (تیمم کے ارادہ سے) پھر نماز پڑھی۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کافی تھا تجھ کو دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا اور ان کو چھونک چھا ڈکر منہ اور تھلیوں پر مل لینا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے عمارؓ خدا سے ڈر (یعنی سوچ سمجھ کر کہہ جو کہہ سکتا



(ہے)

(جاء رجل الى عمر بن الخطاب فقال : انى اجنبت فلم اصب الماء فقال  
عمار بن ياسر لعمر ابن الخطاب : اما تذكر انا كنا فى سفر انا وانت فاما  
انت فلم تصلّ، و اما انا فتمعتك فصلّيت. فذكرت ذلك للنبيّ - فقال النبيّ  
ﷺ : انما كان يكفيك هكذا ، و ضرب النبيّ بكفيه الارض - و نفخ فيهما، ثمّ  
مسح بهما و وجهه و كفيه (صحيح بخارى حديث نمبر ۳۳۸)

(عذر۔ مولانا و اولیٰنا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری دام مجدہم کے ضروری سفر اور  
ذوالاحترام محیٰ محی الدین صاحب کی بیماری کے باعث سے ضمیمہ کا یہ نمبر وقت پر نہیں نکلا۔ ناظرین معاف  
فرمائیں۔ عارض۔ محمد عبدالعزیز)

## ضمیمہ نمبر ہفتم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد  
نے مشہور کہا ہے۔ مخائب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۸۔ حدیث امرت ان اقاتل الناس میں ذکر نماز و زکوٰۃ کا آپ کو معلوم  
نہ تھا۔ شرح نووی صفحہ ۳۹۔ عبارت و ترجمہ نمبر ۲ محفیات ابوبکرؓ میں گذری۔

۹۔ حیض والی عورت کے لئے بدون طواف رخصت مکہ سے چلے آنے کی  
حدیث آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کے خلاف فتویٰ دیتے۔ حدیث صحیح مسلم میں  
اور صحیح بخاری میں ہے اور فتویٰ حضرت عمرؓ کا شرح مسلم میں صفحہ ۴۲۷ اور ابوداؤد، صفحہ  
۲۷۳ و قسطلانی صفحہ ۲۸۹ جلد ۳ وغیرہ۔

عن ابن عباس قال : امر الناس ان یكون آخر عهدہم  
بالبیت الا انه خفف عن الحائض (باب طواف الوداع۔ صحیح  
بخاری حدیث نمبر ۱۷۵۵)۔

عن ابن عباس قال : امر الناس ان یكون آخر عهدہم  
بالبیت، الا انه خفف عن المرأة، الحائض (صحیح مسلم :

حدیث نمبر ۳۲۲۱)

عن عائشة : ان رسول الله ﷺ ذكر صفية بنت حيي ، فقيل انها قد حاضت ، فقال رسول الله ﷺ - لعلها حاضتنا! ، فقالوا : يا رسول الله ! انها قد افاضت ، فقال : فلا اذاً. (سنن ابو داؤد حديث نمبر ۲۰۰۳)

قال النووي في شرح مسلم هذا مذهب الشافعي و مالك و ابى حنيفة و العلماء كافة الا ما حكاه ابن المنذر عن عمر و ابن عمر و زيد بن ثابت -

(حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم ہے کہ اخیر وقت ان کا (یعنی گھر کی طرف پھرتے ہوئے) کعبہ میں ہو (یعنی طواف کر کے پھریں) ، لیکن یہ طواف اس عورت کے لئے معاف ہو جس کو حیض آ جاوے (یعنی قبل طواف)۔

نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ یہی مذہب ہے امام شافعیؒ و مالکؒ و ابوحنیفہؒ اور سب علماء کا بجز حضرت عمرؓ ، و ابن عمرؓ و زیدؓ کے۔ چنانچہ ابن المنذر نے حکایت کیا ہے۔)

(عن الحارث بن عبد الله بن اوس قال : اتيت عمر بن الخطاب فسألته عن المرأة تطوف بالبيت يوم النحر ثم تحيض ، قال : ليكن آخر عهدها بالبيت ، قال : فقال الحارث : كذلك افتاني رسول الله ﷺ ، قال : فقال عمر : أر بت عن يدك ، سألتني عن شيء سألت عنه رسول الله - لكيما اخالف (سنن ابو داؤد حديث نمبر ۲۰۰۴)

۱۰-۱۱۔ آندھی کے وقت طریقہ مسنونہ آپ کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ ابو

ہریرہؓ نے بتلایا۔ رفع الملام عن الأئمة الاعلام

اس شخص کا حکم آپ کو معلوم نہ تھا جس کو نماز پڑھتے ہوئے شک ہو جاوے

یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف نے حدیث سنائی۔ رفع الملام عن الأئمة الاسلام

و تذاكر هو (ای عمر) و ابن عباس امر الذي يشك في صلواته

فلم يكن قد بلغت السنة في ذلك حتى يحدته عبد الرحمن بن

عوف عن النبي ﷺ انه يصرح الشك و يبني على ما

استقين و كان مرة في السفر فهاجت ريح فجعل يقول من

يحد ثنا عن الريح قال ابو هريره فبلغني و انا في اخريات

الناس فحدتت را حلتی حتی اد رکه فحدتت بما امر به النبی  
 ﷺ عند هبوب الريح فهذه مواضع لم يكن يعلمها حتى بلغه

اياها من ليس مثله

( آپؐ اور ابن عباسؓ میں اس شخص کا ذکر آیا جو نماز میں شک کرتا ہے تو اس میں آپ کو سنت نہ پہنچی تھی۔ عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنائی کہ نماز میں شک کو چھوڑ دے اور یقین پر نماز کی بنا رکھے۔ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے کہ آندھی آگئی آپ کہنے لگے کون ہے جو ہم کو آندھی کے باب میں حدیث سنائے۔ ابو ہریرہؓ جو پیچھے کے لوگوں میں تھے آئے اور جو آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا سنائی (حاشیہ۔ آنحضرت ﷺ کا اس موقع پر دعائے خیر کا ارشاد ہے اور آپ کی ادعیہ سے صحیحین میں یہ کلمات مروی ہیں اللهم انی اسألك خیرها وخیر ما فیها وخیر ما ارسلت به واعد بك من شرها وشر ما فیها وشر ما ارسلت به۔ فتح محمد خان احقر التلامذہ مصنف علام)

۱۲۔ مکہ سے حج کے واسطے آٹھویں تاریخ احرام باندھنے کی سنیت و فضیلت آپؐ بر مخفی تھی اس لئے آپؐ لوگوں کو پہلی تاریخ احرام باندھنے کا حکم دیتے۔ سنیت اہلال صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۳۸۹ و صفحہ ۳۹۶ وغیرہ اور فتویٰ حضرت عمرؓ موطا میں صفحہ ۱۳۱

عن جابر فی حدیث حجة النبی ﷺ

فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج -

( صحیح مسلم باب حجة النبی حدیث نمبر ۲۹۵۰ )

(یہ حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے جو حدیثنا حاتم بن اسما عیل المدنی۔ عن جعفر بن محمد، عن ابیہ قال: دخلنا علی جابر بن عبد اللہ، فسأل عن القوم حتی انتهی الیّ فقلت: انا محمد بن علی بن حسین، فأهوی بیده الی راسی فنزع زری الا علی، ثم نزع زری الاسفل، ثم وضع کفّه بین ثدیاً وانا یومئذ، غلام شاب، فقال: مر حباً بك یا ابن اخی! سل عمّ شئت، فسألته، و هو اعمی، و حضر وقت الصلاة، فقام فی نساءه ملتحفاً بها۔ کلّما وضعها علی منکبیه رجع طرفاًها الیه من صغرها، و رداؤه علی جنبه علی المشجب، فصلی بنا، فقلت: ا خبرنی عن حجة رسول الله ﷺ فقال

بيده فعقد تسعاً. فقال: ان رسول الله ﷺ مكث تسع سنين لم يهَجَّ - ثم أذن في الناس في العاشرة ان رسول الله ﷺ حج. فقدم المدينة بشرك كثير، كلهم يلتبس ان يأتهم برسول الله ﷺ، ويعمل مثل عمله، فخر جنا معه - حتى اتينا ذا الحليفة، فولدت اسماء بنت عميس محمد بن ابي بكر فارسلت الى رسول الله ﷺ كيف اصنع؟ قال: اغتسلي واستنصري بثوبٍ واحرمي - فصلّى رسول الله ﷺ في المسجد، ثم ركب القصواء، حتى اذا استوت به ناقته على البيداء، نظرت الى مدبصري بين يديه، من راكبٍ وماشيٍّ، عن يمينه مثل ذلك وعن يساره نمثل ذلك ومن خلفه مثل ذلك ... الخ ... حديث نمبر ۲۹۵۰ صحيح مسلم )

و في الموطأ يا اهل مكة ما شان الناس يا تون شعثا و انتم مدهنون اهلوا اذا رايتم الهلال -

و في المحلى شرح الموطأ و قال الشافعي و بعض المالكية و كثير ان الا فضل للمكيان يحرم يوم التروية و احتجوا بما في مسلم عن جابر امرنا النبي ﷺ اذا اهللنا ان تحرم اذا توجهنا الى منى و هو الماثور

(جابر سے روایت ہے کہ جب آٹھویں تاریخ ہوئی اور لوگ متوجہ منی ہوئے تو حج کا احرام باندھا۔ موطا میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے مکہ والو تمہارا کیا حال ہے لوگ بکھرے بال آتے ہیں اور تم بالوں کو تیل لگا رہے ہو۔ پہلی تاریخ کو احرام باندھو۔

محلی شرح موطا میں ہے، امام شافعیؒ و بعض مالکی اور بہتیروں نے کہا کہ مکہ کے واسطے افضل یہی ہے کہ آٹھویں کو احرام باندھے اور اس پر یہ سند لائے ہیں جو صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ جب ہم منی کی طرف متوجہ ہوں تو احرام باندھیں۔)

اور یہی فعل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے۔

( حاشیہ - فان قلت كان عمر مع النبي ﷺ في حجته فكيف يخفى عليه اهلال الصحابة يوم التروية فعله مع علمه به حمله على الرخصة وجعل الالهلال عند رؤية الهلال من العزيمة -

قلنا سلمنا وعلمه به و عدم نسیا نه ایا ه بعد حفظه و لكن لا يلزم منه علمه  
 بامر النبي ﷺ و قوله الذي رواه عنه جابر و تجوز اعتقاده بافضلية  
 خلافه يرجح عدم علمه به اذ لو علمه ما فضل خلافه فهذا التجوز و  
 الاحتمال مما يؤيد الخفاء بلا مقال .

۱۳۔ آنحضرت ﷺ کا مدینہ سے کعبہ کو قربانی بھیج کر محرم نہ ہونا، آپ پر مخفی تھا  
 اس لئے حکم دیتے کہ قربانی بھیجنے والا محرم ہو جاتا ہے۔ فعل نبوی بخاری میں، اور مسلم  
 صفحہ ۴۳۵، سنن نسائی صفحہ ۳۵۲، اور حضرت عمرؓ کا خلاف قسطلا نی جلد ۳ ص ۲۵۰۔

عن عائشة قالت: فتلت قلا ئد هدى النبي ﷺ ثم اشعرها  
 و قلدّها او قلدّها ثم بعث بها الى البيت و اقام بالمدينة، فما  
 حرم عليه شئى كان له حل ( صحيح بخارى باب اشعار البدن  
 حديث نمبر ۱۶۹۹ )۔

قال القسطلا نى قال ابن المنذر قال عمر و على و قيس بن  
 سعد و ابن عمر و ابن عباس و النخعى و عطا و ابن سيرين و  
 آخرون من او صل الهدى و اقام حرم عليه ما يحرم على  
 المحرم (بى بنى عائشة) سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو قربانیوں کے پٹی بنائی اور  
 آپ نے ان کے کوہان میں زخم کر کے ان کے گلے میں لٹکا دیئے اور ان کو کعبہ کو بھیج دیا اور آپ  
 مدینہ ٹھہرے آپ پر کچھ حرام نہ ہوا جو حلال تھا (یعنی شکار کرنا خوشبو لگانا بیوی کے پاس جانا و  
 امثال ذک) یہ بخاری میں ہے۔

قسطلا نى نے کہا کہ ابن منذر نے کہا کہ حضرت عمرؓ و علیؓ و قیسؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و نخعیؓ و عطاءؓ و  
 ابن سيرینؓ اور کئی اور نے کہا ہے کہ جو کوئی قربانی بھیجے اور خود ٹھہرا رہے تو اس پر حرام ہو جاتا  
 ہے جو محرم پر حرام ہے۔ (یعنی شکار وغیرہ)۔

(عن قاسم عن عائشة قالت: فتلت قلا ئد بدن رسول الله بيدى ثم  
 اشعرها و قلدّها ثم بعث بها الى البيت و اقام بالمدينة فما حرم عليه شئى  
 كان له جلاّ۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۷۷۷)

۱۴۔ مسح موزہ میں تعین مدت آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی اس لئے

آپ قائل تھے کہ جب تک چا ہوسخ کرتے جاؤ جب حدیث پہنچی تو تعین کے قائل ہوئے۔ کتاب ابن ابی شیبہ۔ کتاب حاکم محلی شرح موطاء، ازالہ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۷۷۔

عن زید بن الصلت ان عمر بن الخطاب قال اذا دخلت رجلك في الخفين وانت طاهر فامسح عليهما ما بدء لك و اليه ذهب الشافعي في القديم ثم رجع وقال بالتوقيت قال البهيقى روى ان عمر جاءه التثبيت في التوقيت فرجع اليه۔ ازاله الخفاء عن خلافة الخلفاء۔ (زيد سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا کہ جب تو پاؤں موزہ میں پاک ہو کر ڈال لے تو اس پر مسح کئے جا جب تک چاہے۔ اور اس طرف شافعی پہلے گئے تھے۔ پھر اس سے پھر آئے اور تعین مدت کے قائل ہو گئے۔

یہی قائل نے کہا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے پاس دلیل مضبوط تعین مدت کیلئے آگئی تو اس کی طرف پھر آئے)۔

۱۵۔ احرام سے پہلے خوش بو ملنا۔ طواف فرض سے پہلے کنکر مارنا۔ رفع

الملام عن الأئمة الاسلام۔

عبارت اس کتاب کی بضمن عبارت ایقاف مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ اور تفصیل ان امور کی اور کتب حدیث سے بنظر اکتفا بہ تفصیل سابق فرو گذاشت ہوئی اور اس کا ذکر دوبارہ بنظر پورا کرنے نمبر شمار مخفیات حضرت عمر فاروقؓ کے عمل میں آیا۔ ناظرین ان کی تفصیل کو تفصیل مخفیات سابقہ پر قیاس کریں۔ جن کو اس سے طمانیت نہ ہو وہ پچھلے نمبروں پر اکتفا کریں۔

## مخفیات عثمان ذی النورینؓ

۱۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جاوے اس کا خاوند کے گھر میں عدت پورا

کرنا آپؐ کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ فریجہ بنت مالک نے بتایا۔

موطاء صفحہ ۲۱۷۔ سنن ابوداؤد صفحہ ۳۱۳۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۵۴۔ دارمی صفحہ ۲۹۷۔ سنن

نسائی صفحہ ۳ ج ۲۔ سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۶۴۔ رفع الملام۔

عثمان لم یکن عنده علم بان الموفی عنها تعتد فی منزل

الموت حتى حد ثته الفر يعه بنت ما لك ا خت ابى سعيد  
الخدري بقصتها لما توفى زوجها و ان النبى ﷺ قال لها  
امسكى فى بيتك حتى يبلغ الكتاب اجله فاخذ به عثمان -  
رفع الملام

(حضرت عثمانؓ کے پاس اس بات کا علم نہ تھا کہ مرحوم خاوند والی عورت اسکے گھر میں عدت  
پوری کرے جہاں وہ مرا یہاں تک کہ فریغہ مالک کی بیٹی ابوسعید خدریؓ کی بہن نے اپنا قصہ  
سنایا کہ جب اس کا خاوند فوت ہوا تو اس کو آنحضرت ﷺ نے کہا تو اپنے گھر میں ٹھہرے رہ  
جب تک کہ عدت اپنی میعاد کو نہ پہنچے۔ پس حضرت عثمانؓ نے اس حدیث کو لے لیا (یعنی  
اس پر حکم جاری کیا)

(عن زينب بنت كعب بن عجرة: انّ الفر يعة بنت ما لك بن سنان و هى  
ا خت ابى سعيد الخدري ا خبرتها أنّها جاءت الى رسول الله ﷺ تسأله أن  
ترجع الى اهلها فى بنى خدرة، فانّ زوجها خرج فى طلب اعبدي له أبقوا  
حتى اذا كانوا بطرف القدوم لحقهم فقتلوه - فسألت رسول الله ﷺ ان  
ارجع الى اهلى فانى لم يتركنى فن مسكن يملكه و لا نفقة - قالت: فقال  
رسول الله ﷺ : نعم - قالت فخرجت حتى اذا كنت فى الحجرة او فى  
المسجد دعانى أو امرنى فدعيت له ، فقال : كيف قلت - فرددت عليه  
القصة التى ذكرت من شأن زوجى - قالت : فقال : امكثى فى بيتك حتى يبلغ  
الكتاب اجله ، قالت: فا عددت فيه اربعة اشهر و عشرأ - قالت: فلما كان  
عثمان بن عفان ارسل الىّ فسألنى عن ذلك فأخبرته فأتبعه و قضى به -  
سنن ابوداؤد حديث نمبر ۲۳۰۰)

۲- محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانے کی ممانعت ان کو معلوم نہ تھی۔ حضرت  
علیؓ نے حدیث سنائی تو آپ نے دستور العمل بنائی۔ رفع الملام، سنن ابوداؤد صفحہ ۲۵۵  
- اور موطا صفحہ ۱۳۷ میں آپ کا عمل موافق اس ممانعت کے منقول ہے۔

و اهدى له مرة صيد كان قد صيد لاجله فهم باكله  
حتى ا خبره علىؓ بان النبى ﷺ رد لحمأ اهده له (رفع

الملام) ( اور ایک دفعہ آپ کو ہدیہ شکار پہنچا جو گویا آپ کے لئے پکڑا گیا تھا پس جب کھانے لگے تو حضرت علیؓ نے منع کر دیا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے گوشت شکار جو آپ کو بحالت احرام ہدیہ بھیجا گیا تھا رد کر دیا تھا)۔

عن اسحاق بن عبد الله بن الحارث عن ابيه ، و كان الحارث خليفة عثمان رضى الله عنه على الطائف. فصنع لعثمان طعماً فيه من الحجل و اليعاقيب و لحم الوحوش، فبعث الى علي رضى الله عنه، فجاءه الرسول و هو يخبط لباعر له فجاء و هو ينفض الخبط عن يده. فقالوا له: كل، فقال: اطعموه قوماً حلالاً فإنا حرم. فقال علي رضى الله عنه: انشد الله! من كان ههنا من اشجع، اتعلمون ان رسول الله ﷺ اهدى اليه رجل جمار و حش، و هو محرّم، فأبى ان يأكله. قالوا: نعم (ابوداؤد حدیث نمبر ۱۸۳۹ء)

عن ابن عباس انه قال: يا زيد بن ارقم! هل علمت ان رسول الله ﷺ اهدى اليه عضو صيّد فلم يقبله و قال: انا حرم. قال: نعم (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۸۵۰)

۳۔ اقل مدت حمل آپ پر مخفی تھی جو ابن عباسؓ نے بتلائی۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ عبارت گذرنجلی۔ ترجمہ بھی ہو چکا۔ دوبارہ اس کا ذکر کرنا بنظر اتمام نمبر شمار کے ہوا۔

## مخفیات باب مدینۃ العلم علی مرتضیٰ

۱۔ حدیث عدت حاملہ آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ ابجد الاجلین کے قائل تھے۔ حدیث صحیح بخاری میں صفحہ ۸۰۲، جامع ترمذی میں صفحہ ۱۵۳، سنن ابوداؤد میں صفحہ ۳۱۵، سنن نسائی۔ ج ۲ صفحہ ۵۰۔ اور مذہب جناب علیؓ کا لمعات شرح مشکوٰۃ، توضیح۔ صفحہ ۴۱، قسطلانی۔ صفحہ ۲۰۲ جلد ۸، اور کئی تفاسیر میں۔

عن سببیه قالت افتانی (ﷺ) اذنا وضعت ان انکح (بخاری مختصراً)۔

(یہ احادیث یوں ہیں: ان زینب بنت ابی سلمة اخبرته عن امہا ام سلمة زوج



النبي ﷺ: ان امرأة من اسلم يقال لها: سبيعة، كانت تحت زوجها، توفي عنها وهي حبلى، فكتبها ابو السنابل بن بعكك، فابت ان تنكحه، فقالت: والله ما يصلح ان تنكحيه حتى تعتدي آخر الاجلين. فمكثت قريبا من عشر ليالٍ ثم جاءت، النبي ﷺ فقال: انكحى. بخارى حديث نمبر ۵۳۱۸)

عبيد الله بن عبد الله عن ابيه: انه كتب الى ابن الارقم ان يسأل سبيعة الاسلمية: كيف افتاها النبي ﷺ. فقالت: افتا نى اذا وضعت ان انكح) صحيح بخارى حديث نمبر ۵۳۱۹)

عن المسور بن مخرمة: ان سبيعة الاسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليالٍ، فجاءت، النبي ﷺ فاستأذنته ان تنكح، فاذن لها فنكحت (صحيح بخارى حديث نمبر ۵۳۲۰)

قال القسطلانى فى الشرح و هذا قد اجمع عليه الجمهور العلماء من السلف و آئمة الفتوى فى الا مصار. الا ما رويعن على انها تعتد ابعدا الاجلين يعنى از وضعت قبل الا ربعة الاشهر تر بصت الى انقضا ئها و لا يحل بمجرد الوضع و ان انقضت العدة قبل الوضع تر بصت الى الوضع و به قال ابن عباس لكن مروى عنه انه رجع عنه

(سبيعة نے کہا مجھے آنحضرت ﷺ نے فتویٰ دیا تھا کہ جب میں جنوں تو نکاح کر لوں۔ بخاری۔ قسطلانى نے کہا اس پر تمام علماء سلف اور فتوىٰ کے اماموں کا اتفاق ہے۔ بجز حضرت علیؑ کے جن سے یہ مروی ہے کہ عورت حاملہ جس کا خاوند مر جاوے دو عدتوں میں سے بڑی عدت کو شمار کرے۔ یعنی اگر چار مہینے گزرنے سے پہلے بچہ جنے تو چار مہینے کو پورا کرے۔ اگر جننے سے پہلے چار مہینے گزر جائیں تو جننے تک ٹھہرے۔ یہی قول ہے ابن عباسؓ کا۔ لیکن ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے)۔

۲۔ حدیث مہر مفوضہ آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کو مہر دلانے کے قائل نہ تھے۔ مذہب جناب کالمعات شرح مشکوٰۃ و ترمذی صفحہ ۱۴۶ میں ہے۔ اور حدیث مہر سنن ابی داؤد صفحہ ۲۸ و سنن نسائی ج ۲ صفحہ ۳۱ و دارمی صفحہ ۲۹۰ میں بھی مروی ہے۔

عن ابن مسعود، انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم يفرض لها صداقاً، ولم يدخل بها حتى مات، فقال ابن مسعود: لها مثل صداق نساءها، لا وكس ولا شطط، وعليها العدة و لها الميراث، فقام معقل بن سنان الاشجعي فقال: قضى رسول الله ﷺ في بروع بنت واشق، امرأة مناء، مثل ما قضيت - ففرح بها ابن مسعود (رواه الترمذی)

و قال (ابو عيسى) وقال بعض اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ، منهم علي بن ابي طالب و زيد بن ثابت و ابن عباس و ابن عمر: اذا تزوج الرجل المرأة و لم يدخل بها و لم يفرض لها صداقاً حتى مات، قالوا: لها الميراث، و لا صداق لها، و عليها العدة، و هو قول الشافعي، و قال: لو ثبت حديث بروع بنت واشق لكانت الحجة فيما روى عن النبي ﷺ و روى عن الشافعي انه رجع بمصر بعد عن هذا القول - و قال بحدیث، بروع بنت واشق - (سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۱۴۵)

(ابن مسعود سے سوال ہوا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کر کے بغیر زفاف فوت ہو گیا ہے اور مہر مقرر نہ تھا (اس صورت میں مہر دینے کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا اس عورت کو مہر مثل چاہیے۔ معقل بن یسار نے کہا آنحضرت ﷺ نے بروع بنت واشق کے حق میں ایسا ہی حکم فرمایا تھا۔ ترمذی نے کہا اس پر ہے عمل بعض صحابہ کا۔ اور کئی اصحاب نے (جن میں حضرت علیؓ و زیدؓ، ابن عباسؓ و ابن عمرؓ) کہا ہے کہ اس کے لئے مہر نہیں)

۳۔ حدیث گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا آپؐ نے اور آپ کی اہل بیت سیدۃ النساء نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تھی۔ ورنہ دونوں حضرات دعویٰ میراث نہ کرتے اور نہ حضرت سیدۃ النساء میراث نہ ملنے پر ناراض ہوتیں۔ صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۹۱۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۳۵، ۵۷۵، ۹۹۶۔ سنن اربعہ۔

عن عائشة ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ سألت ابا بكر

الصديق بعد وفات رسول الله ﷺ ان تقسم لها ميراثها ما ترك رسول الله ﷺ مما افاه الله عليه . فقال لها ابو بكر ان رسول الله ﷺ قال ما تركنا صدقة فغضب فاطمه بنت رسول الله ﷺ فهجرت ابا بكر فلم تزل مهاجرتة حتى توفيت . وفي حديث مالك بن اوس ان عمر قال لعلي وعباس جئني يا عباس تسئلني نصيبك من ابن اخيك و جاءني هذا يريد علياً يريد نصيب امرأته من ابيها فقلت لكما ان رسول الله ﷺ قال لا نورث ما تركنا صدقة . ( صحيح بخارى مختصراً باب فرض الخمس ) -

(بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابو بکرؓ سے بعد وفات آنحضرت ﷺ کے تقسیم وراثت چاہی جو آنحضرت ﷺ پیچھے چھوڑ گئے اس مال سے جو اللہ نے ان کا خالصہ دیا۔ ابو بکر نے کہا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جو ہم چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے۔ اس پر حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور حضرت ابو بکرؓ سے کلام ترک کر دی اور ہمیشہ ترک کلامی رہی یہاں تک کہ فوت ہو گئیں۔

اور مالک بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم آئے ہو میرے پاس اپنے بھتیجے کے مال سے حصہ مانگتے اور یہ یعنی علیؓ اپنی بیوی کا حصہ اس کے باپ کے مال سے چاہتے۔ پس میں نے تم کو کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہمارا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے)

## ضمیمہ نمبر ہشتم - اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

(حاشیہ - فان قيل يحتمل انهما سمعا الحديث النبى ﷺ لكنهما اولاه و خصصاه بمال له بال ؟ ما ترك النبى عن طعام و اثاث و سلاح قلنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اولاً هذا التا ويمجّه ظا هر الفاظ الحديث حيث تصرح الطلب مال و بال  
من ارض خيبر و فدك - و ثانياً يكذب به ما ذهب اليه ابو بكر و عمر و سائر  
الصحابه كما قاله النووى - و ثالثاً التا ويل بلا موجب حرام - و لا  
موجب ههنا من عقل و لا نقل - فتجوزيه بالنسبة اهل بيت النبى صلّى الله  
عليه وسلم سواء ادب و جرئة فمثل من تجوزه اقرار عن تجوز عدم علمهم بما فى  
الباب كمثل من فر من المطر و قام تحت الميزاب - فان قيل قد اعترف  
على و ابن عباس بحضرة عمر انهما يعلمان ان رسول الله قال لا يورث  
ما تركنا صدقة ، قلنا الاعتراض بالعلم لا يلزم سماها عن النبى صلّى الله  
عليه وسلم فعلمها سمعاه من الصحابه بعد ما وقع عنهم دعوى الارث لا جل القرابة -  
فان قيل ان عباساً و علياً لم يدعيا الارث بل طلبا القسمة للتدبير و  
التصرف ، قلنا هذا القول و ان صدر عن بعض الاكابر ولكنه مما يمجه  
فهم الصبيان و الا صاغر - كيف و ظا هر الحديث يكذب به و الفاظ الفاروق  
تدفعه - ولهذا قال القسطلانى بعد ذكر هذا التا ويل ما نصه و عورض  
بقوله فى آخر الحديث فى رواية النسائى ثم جئتما نى الآ ن تختصمان  
يقول هذا اريد نصيبى من ابن اخى و يقول هذا اريد نصيبى من امرأتى  
و الله لا قضى بينكما الا بذلك اى الا بما تقدم من تسليمها على سبيل  
الولاية - منه سلمه ربه )

۴ - حديث لا تعذبوا بعدا ب الله آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ نے  
ایک قوم مرتدین کو آگ میں جلادیا۔ ابن عباس نے سن کر اعتراض کیا تو آپ (علیؑ)  
نے اس اعتراض کو مان لیا اور کہا صدق ابن عباس -  
صحیح بخاری صفحہ ۴۲۳، ۱۰۲۳، سنن ترمذی صفحہ ۱۸۹ - سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ  
۲۳۲ وغیرہ - قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ وغیرہ۔

انّ علیاً حرق قوماً ارتد و عن الاسلام فبلغ ذلك ابن  
عباس فقال لو كنت انا لقتلتهم لقول رسول الله صلّى الله  
عليه وسلم من  
بدل دينه فاقتلوه و لم اكن احرقهم لان رسول الله صلّى الله  
عليه وسلم

قال لا تعدوا بوا بعدا ب الله فبلغ ذلك علياً فقال صدق ابن عباس - ترمذی باب ما جاء في المرتد - قال القسطلانی و انما حر قهم علیؑ بال ر أی و الا جتهاد و كانه لم يقف علی النص فی ذلك قبل ( حضرت علیؑ نے ایک قوم کو جو اسلام سے پھر گئی تھی جلا دیا۔ یہ بات ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں ہوتا تو ان کو (یوں ہی) مار ڈالتا، کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی دین کو بدل دے اس کو قتل کرو و لیکن آگ میں نہ جلا نا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو۔ یہ بات (ابن عباسؓ کی) حضرت علیؑ کو پہنچی تو آپؑ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے (یہ مضمون ترمذی کا ہے)۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کو اپنی رائے و اجتہاد سے جلا دیا۔ گویا آپ کو اس فعل سے پہلے حدیث ممانعت نہ پہنچی تھی)۔

۵۔ عورت کو خون بہا خاوند سے وراثت دلانے کی حدیث آپ کو ابتداءً حال میں معلوم نہ تھی۔ بعد میں معلوم ہوئی تو آپ دلانے لگے۔ لمعات شرح مشکوٰۃ۔ دارمی صفحہ ۴۰۰۔

نقل الطیبی عن علیؑ انه كان لا يورث من دية الزوج الزوجه و الا خوة من الام - لمعات - ،  
عن عامر قال كان علیؑ لا يورث الا خوة من الام و لا الزوج و لا المرأة من الدية شيئاً ( دارمی ) - و ما روى عنه قبله التوريت فهو محمول علی ما بعد العلم -  
(طیبی (شافعی محدث) نے علی مرتضیٰؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ خاوند اور جو ر و اور ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کو خون بہاء کی وراثت نہ دلاتے۔  
ایسا ہی دارمی نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔

اور جو اس سے پہلے وراثت دلانا نقل کیا ہے وہ حالت علم پر جو پیچھے ہوا محمول ہے)  
۶۔ حدیث صلوة توبہ آپ پر مخفی تھی جو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو بتائی۔ جامع ترمذی صفحہ ۵۶۔ ۵۷۔ رفع الملام:

و كذا لك علیؑ قال كنت اذا سمعت من رسول الله ﷺ

حدیثاً نفعنی اللہ بما شاء ان ینفعنی منہ و اذا حدثنی غیرہ استخلفته فاذا حلف لی صدقته و حدثنی ابو بکر و صدق ابو بکر و ذکر حدیث صلوٰۃ التوبہ المشہور - رفع الملام - ( حضرت علیؓ فرماتے ہیں اگر میں آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو مجھے خدا تعالیٰ جو چاہتا اس سے نفع پہنچاتا - اور جب مجھے کوئی اور حدیث سناتا تو میں اس کو قسم دیتا - پھر وہ قسم کھاتا تو میں وہ مانتا - اور مجھے ابو بکرؓ نے حدیث سنائی اور سچ کہا - پھر حدیث صلوٰۃ توبہ کو جو مشہور ہے ذکر کیا )۔

۷۔ قربانی بھیجنے سے محرم نہ ہونے کی حدیث آپ پر مخفی تھی بشرح نمبر ۱۳ مخفیات عمر فاروقؓ - حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے اور مذہب آپ کا قسطانی میں ہے۔ عبارت نمبر ۱۳ مخفیات عمر فاروقؓ میں گذر چکی۔

### عذر تغیر طرز تحریر

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ یہ تفصیل مخفیات خلفاء اربعہ کی قلم میں آئی ہے۔ ایسے ہی اور صحابہ کے مخفیات کی تفصیل میرے خیال میں موجود ہے۔ ولیکن بالفعل اس کو ملتوی رکھتا ہوں۔ اور بجائے نقل عبارات مع تراجم کے مجرد حوالہ کتب بقید صفحات کتاب مطبوع کے اکتفا کرتا ہوں۔ پھر اگر ناظرین کو اس تفصیل کا شائق و طالب پاؤنگا تو کسی اور موقع پر یا بضمن رسالہ مستقلہ میں تفصیل کو قلم میں لاؤنگا۔ بالفعل طوالت تفصیل سابق نے مجھے ناظرین کی ملالت و تھکان سے ڈر دیا ہے اور میری قلم کو جولانی عرصہ تفصیل سے ہٹا دیا۔ ورنہ وہ ابھی نہ تھکا تھا اور نہ خود بخود رکنا تھا۔ و اللہ سبحانہ المعین و الموفق۔

### مخفیات حبر ہذہ الامۃ عبداللہ بن عباسؓ

۱۔ حدیث عدت حاملہ جس کا خاوند مر جائے آپ کو معلوم نہ تھی اس لئے آپ ابعد الاجلین کے قائل تھے بشرح نمبر اول از مخفیات علیؓ - تیسیر الوصول الی جامع الاصول صفحہ ۳۲۳۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۵۳۔ سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ ترمذی نے کہا یہ

حدیث (یعنی جس میں آپ کا مذہب مذکور ہے) صحیح ہے۔

۲۔ حدیث حرام ہونے گدھے کے آپ رنخنی تھی جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے۔ حدیث حرمت صحیح بخاری صفحہ ۸۲۹، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، وغیرہ میں ہے۔ اور مذہب ابن عباسؓ کا شرح مسلم صفحہ ۱۴۹ اور بخاری میں صفحہ ۸۳۰، وفتح الباری میں۔ فتح الباری میں ہے کوئی صحابی بجز ابن عباسؓ گدھے کو حلال نہیں کہتا۔

(عن سالم عن نافع عن ابن عمر: نهى النبي عن لحوم الحمرة الا هلية يوم خيبر۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۲۱)

عن علي قال: نهى رسول الله ﷺ عن المتعة عام خيبر و لحوم حمرة الا نسية۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۲۳)

عن جابر بن عبد الله قال: نهى النبي ﷺ يوم خيبر لحوم الحمرة و رخص في لحوم الخيل۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۲۴)

حد ثنا سفیان: قال عمرو: قلت لجابر بن زيد: يزعمون ان رسول الله ﷺ نهى عن حمرة الا هلية، فقال: قد كان يقول زك الحکم بن عمرو الغفاری عندنا بالبصرة۔ و لكن ابی ذلك البحر ابن عباس و قرأ: قل لا اجد فی ما اوحى الی محرماً۔ انعام: ۱۴۵ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۲۹)

۳۔ حدیث اخیر ممانعت متعہ آپ کو ایک وقت تک نہ پہنچی تھی اس لئے آپ اس کو حلال کہتے۔ حدیث ممانعت اخیر صحیح مسلم میں صفحہ ۴۵۱ ہے۔ اور مذہب ابن عباسؓ کا شرح صحیح مسلم صفحہ ۴۵۰، و ہامش بخاری صفحہ ۶۷۷ و ترمذی صفحہ ۱۴۳ وغیرہ میں ہے۔ ترمذی وغیرہ نے کہا کہ ابن عباسؓ کو جب حدیث پہنچی تو اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

( حد ثنا ابن ابی عمر: حد ثنا سفیان عن الزهري عن عبد الله و الحسن ابني محمد بن علي عن ابيهما، عن علي بن ابی طالب: ان النبي ﷺ نهى عن متعة النساء و عن لحوم الحمرة الا هلية زمن خيبر۔

قال ابو عيسى: حدیث علی حدیث حسن صحیح و العمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ و غیرہم۔ و انما روى عن ابن عباس شيء من الرخصة في

المتعة - ثم رجع عن قوله حيث اخبر عن النبي ﷺ و امر اكثر اهل العلم على تحريم المتعة و هو قول الثوري و ابن مبارك و الشافعي و احمد و اسحاق - سنن ترمذی حديث نمبر (۱۱۲۱)

۴ - ایک روپیہ کی بیچ دو روپیہ سے جائز سمجھتے اور حدیث ممانعت آپ کو معلوم نہ تھی - یہاں تک کہ ابوسعید خدریؓ نے ممانعت کی حدیث سنائی - صحیح بخاری صفحہ ۲۹۱ - قسطلانی جلد ۴ صفحہ ۹۱ - صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷ - شرح صحیح مسلم اور قسطلانی میں ہے کہ جب آپ کو حدیث ابوسعید پہنچی تو آپ نے اپنے قول سے رجوع کیا -  
۵ - حدیث مہر مفوضہ آپ پر مخفی تھی بشرح نمبر ۲ مخفیات علیؓ - سنن ترمذی صفحہ ۱۴۶ - حدیث ترمذی نمبر ۲ مخفیات علیؓ میں گذر چکی -

۶ - مسح موزہ کی حدیث آپ پر ایک مدت تک مخفی رہی اس لئے آپ مسح سے انکار کرتے - جب معلوم ہوئی تو کرنے لگے - کتاب ابن ابی شیبہ - محلی شرح موطا - میں دونوں امر آپ سے منقول ہیں جن میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ قبل علم انکار تھا اور بعد العلم اقرار ہوا - یہ کتاب مطبوع نہیں اس لئے نمبر صفحہ نہیں لکھا گیا -  
۷ - قرآۃ رسول اللہ نماز ظہر و عصر میں آپ کو معلوم نہ تھی - سنن ابی داؤد - اس میں آپ کا صریح قول ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ ظہر و عصر میں قرآن پڑھا کرتے یا نہیں -

۸ - قربانی پہنچنے سے محرم نہ ہونے کی حدیث بشرح نمبر ۱۳ مخفیات عمر فارقؓ - صحیح بخاری صفحہ ۲۳۰ - صحیح مسلم مع شرح صفحہ ۴۲۵ - قسطلانی صفحہ ۲۵۰ - محرم ہو جانا یہ کہ خوشبو لگانا عورت کے پاس جانا شکار کرنا اور مثل اس کی افعال حرام ہو جائیں -

## مخفیات عبداللہ بن مسعود

(جو بسبب کثرت ملازمت نبوی کے اہل بیت سے خیال کئے جاتے اور آنحضرت ﷺ کے تکیہ و نعلین و کوزہ بردار تھے) -

۱ - رکوع میں گھٹنے پکڑنے کی حدیث آپ پر مخفی رہی آپ دونوں ہاتھ رانوں میں دباتے جو سابق دستور تھا - جامع ترمذی صفحہ ۳۶ - سنن نسائی صفحہ ۹۰ - سنن ابوداؤد



صحیح ابن حبان - قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ - اور حدیث سنت نبوی صحیحین میں بھی ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ شاید ابن مسعودؓ کو حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ پھر اس کا مستبعد ہونا بھی کسی سے نقل کیا۔ بر سو اس کے کچھ بن نہیں پڑا۔

۲۔ حدیث تیمم جب آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی۔ عمار بن یاسر نے اپنا قصہ سنایا، تو اس پر یقین نہ آیا۔ صحیح بخاری - صفحہ ۵۰ - جامع ترمذی صفحہ ۱۸ - صحیح مسلم صفحہ ۱۶۱ - یعنی، نووی، ترمذی نے کہا ہے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

(عن ابی ذرّ: ان رسول الله قال: ان الصعيد الطيب طهور المسلم، و ان لم يجد الماء عشر سنين - فاذا وجد الماء فليمسّه بشرته، فان ذلك خير -

قال ابو عيسى: هذا حديث حسن (صحیح)

و هو قول عام الفقهاء: ان الجنب والحائض اذا لم يجد الماء تیمما وصلیا - و یروی عن ابن مسعود: انه كان لا یرى التیمم للجنب، و ان لم يجد الماء - و یروی عنه: انه رجع عن قوله فقال: یتیم اذا لم يجد الماء - سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۲۴)

۳۔ حدیث مہر مفوضہ (جس کی تشریح نمبر ۲ مخفیات علیٰ میں ہو چکی) آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی۔ اس میں اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔ جب حدیث پہنچی تو بڑے خوش ہوئے۔ نسائی ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے ایک مہینہ تقاضا کیا آپ کچھ جواب نہ دیتے۔ آخر اجتہاد کیا تو یہ فتویٰ دیا۔

۴۔ سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جانا جو آنحضرت ﷺ کے قول فعل سے ثابت ہے آپ پر مخفی تھا۔ اس لئے آپ اس فعل پر انکار کرتے اور اس کو بدعت کہتے۔ فعل آنحضرت ﷺ صحیح بخاری میں ہے (حدثنی ابو الاسود عن عروۃ بن الزبیر، عن عائشة قالت: کان النبی ﷺ اذا صلّى رکعتی الفجر اضطجع علی شقّہ الایمن صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۱۶۰)

عن الزہری قال: اخبرنی عروۃ الزبیر أنّ عائشة قالت: کان رسول اللہ ﷺ اذا سکت المؤذن بالاولی من صلاة الفجر قام فركع رکعتین خفیفتین قبل صلاة الفجر بعد ان یرکعتی الفجر ثم اضطجع علی شقّہ الایمن حتی یأتیہ المؤذن للاقامة صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۲۶)

اور اس باب میں آپ کا ارشاد ابوداؤد صفحہ ۱۷۸ میں اور ابن مسعودؓ کا انکار قسطلا نی جلد ۲ صفحہ ۳۷۶ میں ہے۔ بدعت کہنا عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے۔ حافظ امام رئیس الاسلام ابن حزمؒ نے اس فعل کو فجوائے ظاہر امر نبوی کے واجب کہا ہے اور قسطلا نی نے کہا ہے کہ انکار ابن مسعودؓ اس پر محمول ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں پہنچا۔

۵۔ آخری حرمت متعہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کو حلال

طیب کہتے تھے۔ اور منع کرنے والوں کو یہ آیت پڑھ کر سناتے

یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔

(اے ایمان والو! اللہ کے حلال طیب کو حرام مت کرو)۔

حدیث صحیح مسلم مع الشرح صفحہ ۴۵۱ میں ہے۔ اور قول حضرت ابن مسعودؓ کا

صحیح بخاری میں صفحہ ۶۶۴، و ۷۵۹ میں ہے۔ قرطبی، نووی، قسطلا نی نے کہا ہے کہ ابن

مسعودؓ کے آیت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حلال جانتے اور نسخ سے بے خبر

تھے۔ پھر جب ان کو نسخ پہنچا تو اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

## ضمیمہ نمبر نہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۹ مارچ ۱۹۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹/۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد

صاحب نے مشتبہ کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

## مخفیات عبداللہ بن عمرؓ

(جو اتباع سنت پر ایسے شیدا ہوئے کہ لوگ ان پر تغیر عقل کا خوف کرنے لگے۔ قال الذہبی فی

طبقات الحفاظ)

۱۔ حدیث مسح موزہ آپ پر مخفی تھی۔ آپ نے سعد کو مسح کرتے دیکھا تو اس

پر انکار کیا پس انہوں نے کہا کہ مدینہ جاؤ گے تو اپنے باپ سے پوچھنا۔ ابن ماجہ صفحہ

۷۷۔ موطا صفحہ ۱۲۔ زرقانی صفحہ ۷۳۔ محلی شرح موطا۔ زرقانی اور صاحب محلی نے کہا

ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی بڑے پرانے اصحاب پر ایسی کھلی باتیں مخفی رہتی ہیں

جن کو اور لوگ جانتے ہیں۔

۲۔ حدیث مہر مفوضہ معلوم نہ تھی۔ بشرح نمبر ۲ مخفیات علیٰ۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۴۶۔ عبارت بھی گزر چکی ترجمہ بھی ہو چکا۔

۳۔ حدیث فضیلت نماز جنازہ جس میں قیراط کی برابر فرمایا ہے آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے سنائی تو آپ نے متہم بسہو کیا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا اور انہوں نے تصدیق کیا تو آپ نے مان لیا اور افسوس کیا۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۷۷۔ قسطا نی جلد ۲ صفحہ ۴۸۳۔ مسلم مع الشرح صفحہ ۳۰۷۔ یہ حدیث نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ اس میں صحابہ کی رغبت طاعات میں افسوس اس پر جوان سے رہ جاوے، پایا جاتا ہے۔

۴۔ حدیث جواز غسل عورت کے بدون بال کھولے، آپ کو معلوم نہ تھی۔ اس لئے آپ حکم دیتے کہ عورت بال کھول کر نہائے۔ بی بی عائشہؓ نے فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ عورتیں سر کو منڈا دیں۔ میں تو آنحضرت ﷺ کے سامنے سر پر تین چلو ڈال لیتی تھی (یعنی بدون بال کھولنے کے)۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۵۔ حجتہ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷۔ حجتہ اللہ البالغہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کو نہ پہنچی تھی امام نوویؒ نے بھی نہ پہنچنا تجویز کیا ہے۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کا خوش بو لگانا قبل احرام آپ کو معلوم نہ تھا اس لئے آپ فرماتے کہ میں گند تک مل لوں تو بہتر ہے اس سے کہ خوش بولوں۔ بخاری صفحہ ۲۰۸۔ مسلم صفحہ ۳۷۹۔ قسطا نی جلد ۳ صفحہ ۱۲۱۔ نسائی صفحہ ۲۴۳۔ بخاری وقسطا نی میں ہے کہ سعید بن جبیر نے ابراہیم نخعیؒ کے ابن عمرؓ کا پرہیز کرنا خوش بو سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تو کیا کرے گا قول ابن عمرؓ کو جب کہ فعل رسول اس کے خلاف ثابت ہے۔

(عن عائشہ زوج النبی ﷺ قالت: كنت اطيب رسول الله ﷺ لاحرامه حين يحرم ولجله قبل ان يطوف بالبيت) صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵۳۹

عن سعید بن جبیر قال کان ابن عمر یدھن بالزیت، فذکر ته لابراہیم۔ فقال: ما تصنع بقوله۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵۳۷

ا خبر نا حمید بن مسعدہ عن بشر۔ یعنی ابن المفضل۔ قال: حد ثنا شعبۃ عن

ابراہیم بن محمد بن المنتشر ، عن ابيه قال :

سألت ابن عمر عن الطَّيِّبِ عند الا حرام ، فقال : لان اطلَى بالقطران احبَّ الی من ذلك - فذكرت ذلك لعائشة فقالت :

یرحم الله ابا عبد الرحمن ، لقد كنت اطلب رسول الله ﷺ فيطوف في نسائه ، ثم يصبح ينضح طيباً - سنن نسائي حدیث نمبر ۲۷۰۵

۶۔ حدیث جواز رخصت حائضہ بدون طواف وداع (جس کی شرح نمبر ۴۲ منقیات عمر میں گذری) آپؐ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی۔ اس لئے پہلے آپ منع کرتے جب بی بی عائشہؓ سے حدیث سن لی تو جائز کہنے لگے۔ بخاری صفحہ ۲۳۷۔ شرح مسلم صفحہ ۴۲۷۔ قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۹۔ نسائی۔ طحاوی۔ قسطلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا۔ پھر نسائی و طحاوی سے اس کی تائید لایا ہے جس میں ان کا حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کرنا پایا جاتا ہے۔

۷۔ ایک روپہ سے دو روپہ کی بیع کی ممانعت کی حدیث آپ نے حضرت سے نہ سنی تھی اس لئے آپ اس کو جائز کہتے۔ صحیح مسلم مع شرح جلد ۲ صفحہ ۲۷۔ نووی نے کہا ہے کہ حدیث ممانعت کی آپ کو نہ پہنچی تھی جب پہنچی تو اس کی طرف رجوع کیا۔

۸۔ آنحضرت ﷺ کا نماز اشراق پڑھنا آپ کو معلوم نہ تھا اس لئے آپ اس کی نفی کرتے اور اس کو بدعت بتلاتے۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۵۷ و ۲۳۸

عن مجاهد قال : دخلت انا و عروة بن الزبير المسجد فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة، و اذا انا س يصلون في المسجد صلاة الضحى، قال فسألناه عن صلاة تهم. فقال : بدعة الحديث - بخاری حدیث نمبر ۱۷۷۵۔ مسلم صفحہ ۴۰۹۔ قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۸۲۔ یعنی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے نہ دیکھنے سے واقع میں نہ پڑھنا آنحضرت ﷺ کا ثابت نہیں ہوتا۔

۹۔ آنحضرت ﷺ کا ماہ رجب میں عمرہ نہ کرنا آپ کی یاد سے جاتا رہا۔ اس لئے آپ فرماتے کہ آنحضرت ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا ہے۔ بی بی عائشہؓ نے اس پر انکار کیا تو آپ چپ رہے۔ بخاری صفحہ ۲۳۹۔ مسلم صفحہ ۴۰۹۔ قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۳۰۰۔ روایت سکوت ابن عمرؓ، مسلم میں ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ ان کے سکوت سے معلوم

ہوا کہ آپ کو اشتباہ یا شک یا سہو ہو گیا تھا۔

( عن مجاہد قال : دخلت انا و عروة بن الزبير المسجد فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة، و اذا انا س يصلون في المسجد صلاة الضحى، قال فسألناه عن صلاتهم. فقال : بدعة - ثم قال له : كم اعتمر النبي ﷺ ؟ قال اربع، احداهن في رجب، فكرهنا ان نرد عليه

قال : و سمعنا استئنا عائشة ام المؤمنين في الحجرة، فقال عروة : يا اماه، الا تسمعين ما يقول ابو عبد الرحمن ؟ قالت عائشة : ما يقول - قال يقول : ان رسول الله ﷺ اعتمر اربع عمرات احداهن في رجب . قالت : یرحم الله ابا عبد الرحمن ، ما اعتمر عمرة الا وهو شاهده ، و ما اعتمر في رجب قط .

حد ثنا ابو عاصم : اخبرنا ابن جريج قال : اخبرني عطاء عن عروة بن الزبير قال : سألت عائشة قالت : ما اعتمر رسول الله في رجب - صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ( ۱۷۷۷ )

۱۰۔ حدیث تیمم جب آپ پر مخفی تھی۔ رفع الملام، جس کی عبارت بضمن مقدمہ صفحہ ۱۱۱۱ بواسطہ ایقاف گذری۔ دوبارہ ذکر اس کا بنظر اتمام نمبر شمار کے ہوا۔

## مخفیات ابو ہریرہؓ

( جو حافظ کے خزانہ تھے اور تمام اصحاب کرام سے بڑھ کر حدیث کی روایت کرنے والے )

۱۔ آنحضرت ﷺ کا بحالت صیام فجر تک جنبی رہنا آپ پر مخفی تھا اس لئے آپ حکم دیتے کہ جس کو جنبی رہ کر فجر ہو جائے اس کا روزہ نہیں۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۵۸۔ صحیح مسلم صفحہ ۳۵۴۔ قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۴۱۸۔ موطا صفحہ ۸۷۔ نووی و قسطلانی نے کہا ہے جب حضرت ابو ہریرہؓ کو حدیث پہنچی تو اپنے قول کو چھوڑ دیا۔

۲۔ حدیث مسح موزہ آپ پر مخفی تھی۔ اس لئے آپ کا اس سے انکار تھا۔ جب حدیث پہنچی تو قائل ہو گئے۔ محلی شرح موطا۔ اس میں اقرار و انکار دونوں منقول ہیں۔

۳۔ حدیث لا عدوی یعنی مرض سے مرض لگ نہیں جاتا۔ آپ کو بعد علم بھول

گئے۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۰۔ سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۹۰۔ ابوسلمہ شاگرد ابو ہریرہؓ نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سوا اس کے اور کوئی حدیث بھولے ہوں۔

## مخفیات عائشہ صدیقہؓ حرم رسول اللہ ﷺ

۱۔ آنحضرت ﷺ کا موزہ پر مسح کرنا آپ کو معلوم نہ تھا۔ شرح نے پوچھا تو آپ نے اس کو علیؓ وابن عباسؓ کی طرف بھیجا۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۳۵۔ سنن ابن ماجہ صفحہ ۷۸۔ نسائی صفحہ ۱۳۔ محلی شرح موطا۔ محلی میں ہے کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کا ایک موقع پر بحالت قیام پیشاب کرنا آپ کو معلوم نہ تھا۔ آپ فرماتیں کہ جو کوئی تم کو یہ بات کہے اس کی مت مانو۔ ترمذی صفحہ ۳۔ اور فعل آنحضرت ﷺ کا صحیح بخاری صفحہ ۳۶ میں ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ موقع ایسا تھا کہ اس جگہ ایک تودہ میلے کا تھا آگے سے اونچا پیچھے سے نیچا۔ بیٹھنے کی وہاں جگہ نہ تھی۔ اور کہتے ہیں اور کوئی عذر بھی نہ تھا۔

۳۔ یہ حدیث کہ میت کو گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی تھی اس لئے آپ حضرت عمرؓ راوی حدیث کو منسوب بخلا کرتیں۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۷۲ وغیرہ۔ میت کو دوسرے کے رونے سے عذاب تب ہوتا ہے جب کہ وہ یہ طریقہ جاری کر گیا ہو اور اس کو پسند رکھتا مرا۔

## مخفیات زید بن ثابتؓ

۱۔ حدیث جواز رخصت حائضہ بدون طواف رخصت آپ کو معلوم نہ تھی اس لئے آپ حکم دیتے کہ بدون طواف وہ عورت نہ جاوے۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۳۷۔ صحیح مسلم صفحہ ۴۲۷۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آپ کے اس مسئلہ میں بحث ہوئی جب آپ کو تصدیق ہوئی تو ان کی بات کو مان گئے۔

۲۔ مہر مفضہ کی حدیث بشرح نمبر ۲ مخفیات علیؓ۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۴۶۔ عبارت اس کی گذر چکی۔

## مخفيات ابو موسیٰ اشعریؓ

۱۔ پوتی کا حصہ بیٹی کے ساتھ آپ کو معلوم نہ تھا اس میں حدیث کے خلاف فتویٰ دیا ابن مسعودؓ کی حدیث پہنچی تو بولے اس کے ہوتے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھا کرو۔ صحیح بخاری۔ صفحہ ۹۹۷۔ قسطا نی جلد ۹ ص ۴۷۵۔ قسطا نی نے کہا ہے کہ قول ابو موسیٰؓ اس بات کی طرف مشعر ہے کہ انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور اس حدیث کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔

۲۔ حدیث بول بحالت قیام آپ کو معلوم نہ تھی۔ اس لئے آپ چھینٹوں کے خوف سے شیشے میں پیشاب کرتے۔ صحیح بخاری صفحہ ۳۶۔ اگر حدیث جانتے تو یہ تکلف نہ کرتے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذرہ ذرہ چھینٹیں اگر بدن پر پڑ جاویں تو معاف ہیں چنانچہ علامہ عینی و قسطا نی نے کہا ہے۔

## مخفيات مسور بن مخرمہؓ

۱۔ آپ پر محرم کا سر کو دھونا مخفی تھا ابن عباسؓ نے اس مسئلہ جھگڑے جب حدیث ملی تو قائل ہو گئے۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۴۸۔ موطا صفحہ ۱۲۵۔ قسطا نی جلد ۳ صفحہ ۳۵۷۔ قسطا نی نے کہا کہ جب حضرت مسورؓ کو حدیث ایوب پہنچی تو حضرت ابن عباسؓ سے کہنے لگے کہ پھر میں تم سے کبھی نہ جھگڑوں گا۔

## ذبابۃ المقصد الاول

جس میں بعض مخفيات تابعین و آئمہ مجتہدین کا طرداً و تبعاً ذکر ہے۔

## عروہ بن الزبیرؓ

۲۔ آپ پر صلوة الکسوف کی ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کی حدیث مخفی تھی اس لئے انہوں نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی نماز کو جس میں ایک رکوع تھا خلاف سنت کہا۔ بخاری صفحہ ۱۴۲۔ صلوة الکسوف کی نماز میں ایک رکعت میں

ایک ایک رکوع بھی ثابت ہے اور دو تین تین چار چار پانچ پانچ بھی پائے گئے ہیں۔

## ابوسلمہ بن عبدالرحمانؓ

۳۔ آپ پر سجدہ سورۃ انشقت کا مخفی تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو کرتے دیکھا تو اس پر انکار کیا۔ بخاری صفحہ ۱۴۶۔ قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث سنائی تو پھر آپ نے کچھ جھگڑا نہ کیا۔

## عکرمہ تمیمذ ابن عباسؓ

۴۔ آپ پر سنت عدد تکبیرات نماز جو رکوع و سجود و قیام کے وقت ہوتے ہیں مخفی تھی۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کو مکہ میں تکبیرین کہتے دیکھا تو ان کو احمق بنایا۔ پس ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تو سنت ہے۔ بخاری صفحہ ۱۰۸۔ ابو ہریرہؓ کا نام اس قصہ میں طحاوی نے ذکر کیا ہے اور قسطلانی نے نیز۔

## ضمیمہ نمبر دہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۶ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

## مخفیات سالم بن عبداللہ بن عمرؓ

آپ پر جواز خوش بولگانے کا بعد کنکر مارنے جمرۃ العقی کے مخفی تھا۔ ولید نے پوچھا تو اس کو منع کیا۔ فتویٰ سالمؓ موطا صفحہ ۱۲۷ میں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا خوش بولگانا بخاری صفحہ ۲۳۶ میں ہے۔ قسطلانیؒ نے کہا کہ نسائی کی حدیث میں ہے کہ جب تم کنکر مار چکو تو تم کو سوائے مجامعت سب کچھ حلال ہے۔



## مخفیات عبید بن جریح

آپ پر چار سنتیں آنحضرت ﷺ کی مخفی تھیں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو کرتے دیکھا تو ان پر انکار کیا

۱۔ رکن یمانی و حجر اسود کو خاص کر مس کرنا یا بوسہ دینا۔

۲۔ بالوں سے صاف چڑے کا جوتا پہننا۔

۳۔ زردی کا خضاب کرنا۔

۴۔ آٹھویں تاریخ حج کا احرام باندھنا۔ بخاری صفحہ ۲۸ وغیرہ۔ موطا صفحہ

۱۲۸۔ ابن عمرؓ نے یہ چاروں فعل آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کئے۔ اور اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔

## مخفیات ہند بنت الحارثؓ

اس پر حدیث مستحاضہ کی چھپی رہی اس لئے بوقت استحاضہ نماز نہ پڑھتی اور روتی رہتی۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۳۷۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۵۱۔ (استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں کہ عورتوں کو بدون مقررہ ایام حیض و نفاس کے مرض کے طور پر جاری رہتا ہے)۔

## مخفیات ضحاکؓ بن قیس

آپ پر آنحضرت ﷺ کا تمتع کے واسطے ارشاد مخفی تھا اسلئے کہ آپ کہتے تھے کہ یہ کام وہ شخص کرتا ہے جو حکم الہی سے جاہل ہوتا ہے۔ قول آپ کا موطا صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ اور ارشاد و پسند کرنا آنحضرت ﷺ کا تمتع کو صحیح بخاری صفحہ ۲۱۳ مسلم صفحہ ۳۹۶۔ سعد نے حضرت ضحاکؓ کو کہا کہ تم جو کہتے ہو برا کہتے ہو۔ یہ کام حضرت ﷺ نے کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ۔

## مخفیات ابراہیم نخعیؓ

ان پر سنت نجر کے بعد لیٹ جانے کی حدیث مخفی تھی اس لئے اس کو شیطان

کالیٹنا کہتے تھے نعوذ باللہ۔ قسطانی جلد ۲ صفحہ ۳۷۶۔ یعنی برہامش بخاری صفحہ ۱۵۵۔ قسطانی نے کہا کہ اس کا اس فعل کو شیطان کالیٹنا کہنا اس پر محمول ہے کہ اس کو حدیث نہیں پہنچی (ورنہ فعل رسول کو عمداً فعل شیطان کہنے سے ایمان کہاں رہتا ہے)

## مخفیات امام دارالہجرہ مالک بن انس

(جن کو آنحضرت ﷺ کے آثار و اخبار بواسطہ اولاد مہاجرین و انصار پہنچے اور وہ دین کے گھر

میں نشوونما پائے)

۱۔ چھ روزہ شوال کی حدیث آپ کو معلوم نہ تھی آپ ان کو اہل جہالت و اہل جفا کی زیادتی کہتے۔ قول آپ کا موطا صفحہ ۹۸ میں ہے۔ اور حدیث صحیح مسلم صفحہ ۳۶۹ اور زرقانی شرح موطا جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ میں ہے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ آپ کو حدیث نہیں پہنچی۔

۲۔ اکیلے جمعہ دن روزہ رکھنے کی ممانعت میں جو حدیث وارد ہے آپ کو نہیں پہنچی۔ آپ صاف کہتے تھے کہ ہم نے کسی سے اس کی ممانعت نہیں سنی بلکہ بعض اہل علم کو روزہ رکھتے دیکھا ہے۔ قول آپ کا موطا صفحہ ۹۸ میں ہے اور حدیث ممانعت بخاری صفحہ ۲۶۶، اور مسلم صفحہ ۳۶۱ میں ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ امام مالک معذور تھے اس لئے کہ ان کو حدیث نہیں پہنچی۔ داؤدی مالکی نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث امام مالک کو پہنچتی، وہ اس کا خلاف نہ کرتے۔ ایسا ہی کہا ہے زرقانی نے شرح موطا میں۔

۳۔ محرم کے واسطے بحالت ناموجودگی تہ بند کے پاجامہ کی اجازت میں جو حدیث میں ہو چکی ہے آپ کو معلوم نہ تھی۔ آپ فرماتے ہم نے کسی سے نہیں سنا کہ اس کے لئے اجازت یا استثناء آئی ہو۔ آپ کا قول موطا صفحہ ۱۲۶ میں ہے اور حدیث اجازت بخاری میں صفحہ ۲۴۹، اور مسلم صفحہ ۳۷۳ پر ہے۔ محلی شرح موطا اور قسطانی میں ہے کہ یہ حدیث امام مالک کو نہیں پہنچی۔

۴۔ گیبوں اور جو کے بیچ میں کمی بیشی جائز ہونے کی حدیث آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ ان میں کمی بیشی جائز نہ کہتے اور ان کو ایک جنس سمجھتے۔ قول آپ کا موطا صفحہ ۲۶۶ میں ہے اور حدیث جواز صحیح مسلم مع الشرح صفحہ ۲۵، ۲۶، جلد ۲،

سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲۔ اس قول کے صریح حدیث کے مخالف ہونے سے بعض اہل ظاہر نے جوش مذہبی اور حمیت دینی سے امام مالکؒ کو برا بھی کہا ہے۔ چنانچہ زرقانیؒ نے شرح موطا میں اس سے نقل کیا ہے

القط افقه من مالک فانه اذا رميت له لقمتان احدهما شعير

فانه يذهب عنها و يقبل على لقمة البر

(ترجمہ:۔ القط، امام مالک سے زیادہ سمجھ دار ہے کیونکہ جب اس کو دو لقمے پھینک دو جن میں

ایک جو کی روٹی کا ہو، تو وہ اس کو چھو کر گیہوں کے ٹکڑے کی طرف جائے گی)

اور عبد الحمید صائغ سے نقل کیا ہے:

انه حلف بالمشى الى مكة ليخالفن مالكا في المسئلة

(اس نے قسم کھائی ہے کہ میں امام مالک کے اس مسئلہ میں مخالفت کرونگا ورنہ کعبہ تک چلتا

جاؤنگا۔ (زرقانی جلد ۲ ص ۱۲۳)۔

راقم کہتا ہے میں نے وہ مخفیات امام مالکؒ کے ذکر کئے ہیں جن کا مخفی رہنا ان پر ان کے اقوال سے ثابت ہے۔ رہے وہ مخفیات جو ان کے عمل و خلاف نصوص کر نے سے ہوتے ہیں، سو بہت ہیں۔ از انجملہ مدت مسج موزہ۔ از انجملہ نہی صیام دہر، از انجملہ حدیث نہی خوش بولگانے کی محرم متونی کو۔ از انجملہ حدیث صعّب بن جثا مہ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے گوشت کا ٹکڑا آنحضرت ﷺ کی طرف پھینکا نہ یہ کہ وہ زندہ جانور تھا۔ لیکن ان کی تفصیل ذکر و حوالہ سے ہم قلم کو روکتے ہیں اور تفصیل سابق پر اکتفا کرتے ہیں۔

## مخفیات امام محمد بن ادریس شافعیؒ

(ان کو کوئی احادیث اصلاً نہیں پہنچی۔ اور کئی بسند صحیح نہیں پہنچیں، اگرچہ بسند ضعیف پہنچ گئیں)

۱۔ حدیث صلوة الخوف جس میں یہ ارشاد ہے کہ رکعت اولی صف ثانی کی محافظت کرے آپ پر مخفی تھی۔ آپ فرماتے صف اول رکعت اولی میں محافظت کرے۔ اس لئے اجلہ شافعیہ نے اس مسئلہ میں اتباع شافعی کا چھوڑ دیا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ امام شافعی کو یہ حدیث نہیں پہنچی، یا وہ بھول گئے۔ (دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنة

بالجیب ص ۲۹۲۔ اور حدیث صلوٰۃ الخوف صحیح مسلم صفحہ ۲۷۸)۔

شرح عمدہ میں ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ غزالیؒ نے کتاب وسط میں شافعی کا اس مسئلہ میں اتباع کیا ہے لیکن ان کی طرف سے عذر بھی کیا گیا ہے کہ بوقت وسط ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

۲۔ کسم کارنگا ہوا کپڑا پہننے کی ممانعت کی حدیث آپ کو معلوم نہ ہوئی۔ اس لئے آپ اس کو جائز بتلاتے۔ ان کی اتباع سے بہیقیؒ وغیرہ نے ان کا خلاف کیا اور کہا اگر شافعی کو یہ حدیث پہنچتی تو وہ بھی اس کے قائل ہو جاتے (عقد الجید از شاہ ولی اللہ ص ۱۰۱۔ شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۳)۔

بہیقیؒ نے شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے اس کی ممانعت میں آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث نہیں پائی بجز اس کے کہ حضرت علیؓ نے کہا ہے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے منع کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہیں بھی منع کیا ہے۔

۳۔ حدیث بریدہ جو مسلم میں اوقات صلوٰۃ میں مروی ہے آپ کو سند صحیح سے نہیں پہنچی اس لئے آپ اس میں متوقف رہے۔ جب اور نوکواس کی صحت ثابت ہوئی تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کیا۔ (عقد الجید، از شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۰۱)۔ حدیث بریدہ مسلم میں صفحہ ۲۲۳ ہے

۴۔ حدیث بروع بنت واشق جس کا ذکر نمبر ۲ مخفیات علیؓ میں گذرا، آپ کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اس لئے آپ اس میں کہتے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو جاوے تو اس کے سامنے کسی کی بات پر کچھ سند نہیں (عقد الجید۔ صفحہ ۱۰۰۔ مہن شعرائی۔ میزان شعرائی۔ صفحہ ۶۶)۔ عقد الجید میں حاکمؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں شافعی کے پاس حاضر ہوتا تو اس کے ساتھیوں کے سر پر کھڑا ہو کر کہتا کہ حدیث صحیح ہو چکی ہے اب آپ اس کے قائل ہو۔

۵۔ حدیث صلوٰۃ مستحاضہ جس کا ذکر ہند بنت الحارث کے ذیل میں گذرا ہے بہ سند صحیح آپ کو نہیں پہنچی اس لئے آپ فرماتے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو جائے تو میں اس کا قائل ہوں اور یہ ہم کو قیاس سے پیاری ہے۔ (دراسات اللیب صفحہ ۷۲۔ منج شعرائی۔ میزان شعرائی صفحہ ۶۶)

## مخفیات امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی

۱- حدیث، من مس ذکرہ فلیو ضاً (یعنی جو اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگا دے وہ پھر وضو کرے) آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ شرم گاہ کو ہاتھ لگ جانے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہ تھے۔ حدیث ترمذی صفحہ ۱۳، ابوداؤد صفحہ ۲۲ وغیرہ میں ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب کتب فقہ اور موطا محمد صفحہ ۴ میں ہے۔ شعرانیؒ نے میزان میں کہا کہ اگر امام ابوحنیفہؒ یہ حدیث پاتے تو اس کے قائل ہو جاتے اور اس کو اہل عافیت پر محمول کرتے۔

۲- حدیث: اذا جاء احدكم يوم الجمعة و الا مام يخطب فليركع ركعتين و ليتجوز فيهما -

(یعنی جب کوئی تم میں سے جمعہ کے دن اس حالت میں آوے کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہے تو دو رکعتیں مختصری پڑھ لیں)

آپ پر مخفی تھی۔ آپ کہتے جب امام نکل آوے تو پھر کوئی نماز نہیں۔ حدیث صحیح مسلم صفحہ ۲۸۷ میں ہے اور آپ کا قول ہدایہ صفحہ ۱۵۱ وغیرہ کتب فقہ میں ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے:

لا اظن عالماً يبلغه هذا اللفظ صحيحاً فيخالفه

(یعنی میں گمان نہیں کرتا کہ کسی عالم کو یہ لفظ صحیح ہو کر پہنچیں تو پھر وہ اس کا خلاف کرے)

دراسات میں کہا ہے کہ نہ پہنچنے کے لفظ سے ابوحنیفہؒ وغیرہ کی طرف سے عذریاں کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی چنانچہ قبل اس کے ذکر ابوحنیفہؒ وغیرہ اور ان کے خلاف کا اس میں ہوا ہے۔

۳- آنحضرت ﷺ کا استسقاء یعنی طلب بارش کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا اور چادر کو الٹانا آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ اس لئے آپ کہتے کہ اس میں کوئی نماز نہیں ہے اور نہ چادر کا الٹانا۔ صرف دعا ہے۔

حدیث نماز استسقاء صحیح مسلم میں صفحہ ۲۹۳، بخاری صفحہ ۱۳۹ پر ہے اور مذہب امام کا ہدایہ صفحہ ۱۵۶، موطا محمد صفحہ ۴۲ وغیرہ میں ہے۔

امام قسطلانیؒ نے شرح بخاری کے صفحہ ۲۷۸ میں بعد ذکر اس موقع کے جس

میں آنحضرت ﷺ نے فقط دعا پر اکتفا فرمایا ہے، کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے تمسک کیا ہے اور کہا ہے کہ استسقاء میں نہ نماز ہے نہ چادر الٹانا:

و لعله لم يبلغه الا حديث المصراحة بذلك

(یعنی شاید آپ کو وہ حدیثیں نہیں پہنچیں جن میں صاف نماز و چادر الٹانے کا بیان ہے)۔

## ضمیمہ نمبر یازدہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۳ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۴۔ سجدہ شکر آنحضرت ﷺ سے حدیث میں ثابت ہے آپ اس کو مکروہ بتلاتے۔ حدیث آپ کو معلوم ہوتی تو یہ لفظ نہ کہتے۔ مکروہ کہنے کی وجہ آپ کے مختاروں (دیکھو) نے یہ بیان کی ہے کہ نعمتیں الہی بے شمار ہیں پس کس کس نعمت کے شکر کی تکلیف لوگوں پر ڈالیں۔

احادیث سجدہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۳ میں ہیں۔ اور آپ کا قول اور آپ کے دیکھو کے استدلال حاشیہ پر۔ یہ وجہ استدلال ایسی ہے جس کو کوئی ادبی ذی علم بھی نہ مانے۔ یہ بزرگوار اتنا نہیں سمجھے کہ سنت میں تکلیف کہاں ہوتی ہے۔ باوجود وعدہ ثواب اس کے فعل اور اس کے ترک کا مکلف مختار ہوتا ہے۔ علاوہ مشہور ہے ما لا یدرک کلاہ لا یتدرک کلاہ یعنی جو سبھی ہاتھ میں نہ آوے وہ سبھی چھوڑا نہ جاوے۔

۵۔ حدیث رفع الیدین (جو آج کل متنازع فیہ ہے جس کی صحت آپ کے پیچھے متفق علیہ ہوگئی ہے) آپ کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اس لئے جب آپ کے پاس کسی نے حدیث رفع یدین (جس کی سند پر آپ کو اعتماد و وثوق نہ ہوا) پیش کی تو آپ اس پر بطور نظرافت معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ فعل کرنے والا گویا اڑنا چاہتا ہے (یعنی ہاتھ مارتا ہے کہیں اڑے گا) حدیث صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور آپ کا یہ طعن و انکار ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے اور اس کو خوارزمی اپنی مسند میں (جس کو حنفیہ اپنے دل کی تسکین کیلئے مسند ابوحنیفہ کہتے ہیں) نیز لایا ہے، پیش نہ کرتے ہو الظن الحسن بجنابہ

مسند خوارزمی کو مسند ابو حنیفہؒ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کتاب زلیخا میں شیخ سعدی کا کوئی قول منقول دیکھ کر کہہ دے: چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔  
یا کسی حدیث کی کتاب میں کسی صحابی کی مسندات و مرویات کو دیکھ کر اس کتاب کو اس صحابی کی تصنیف کہنے لگے کما قالہ الشیخ عبد العزیز الدہلوی فی البستان۔ ص ۳۰۔

۶۔ حدیث تقسیم غنیمت جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گھوڑے کے دو حصے دیئے اور اس کے سوار کا ایک حصہ بسند صحیح امام کو نہیں پہنچی اس لئے آپ نے اس کو خلاف عقل سمجھ کر نہیں مانا اور کہا کہ میں گھوڑے چار پایہ کو مسلمان پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور اگر حدیث صحیح سند سے پہنچ جاتی تو کبھی اس کے سامنے ایسا نہ کہتے۔  
حدیث قسمت صحیح بخاری صفحہ ۴۰۱ میں ہے اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۲ میں، اور قول امام، قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۸۶ اور تاریخ بغداد میں جس کی نقل مسند خوارزمی میں ہے۔  
و کلاء حنیفہ نے امام ابو حنیفہؒ کا اس مسئلہ میں یہ تمسک بیان کیا ہے

للفارس سہمان و للرجل سہم

قسطلانیؒ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑے کے سبب سے سوار کے دو حصے ہیں۔ سوائے اس حصہ کے جو اس کی ذات کے لئے ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ گھوڑے کے دو حصے اور آدمی کا ایک، تو سوار کے لئے تین ہوئے۔ اگر یہ حدیث امام کو پہنچتی تو ضرور اس حدیث کو جو ان کی طرف سے ان کے وکیل پیش کرتے ہیں اس کے تابع کرتے ہیں اور اس کے سامنے قیاس پیش نہ کرتے۔

۷۔ حدیث خرص تمر یعنی کھجوروں کے پھلوں کا زکوٰۃ لینے کے واسطے اندازہ کرنا کہ کس قدر ہیں۔ پھر ایک تہائی یا چوتھائی چھوڑ کر اس کا معاملہ لینا جیسے ہندوستان میں معاملہ زمین میں قدیم رواج تھا، آپ پر مخفی تھا اس لئے امام فرماتے کہ خرص کچھ چیز نہیں۔ اور آپ کے وکیلوں نے تو اس کو سود و قمار ہی میں داخل کر دیا اگر آپ کو حدیث آنحضرت ﷺ پہنچتی تو اس کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے اور نہ وکیلوں کو اس جرأت کی ضرورت پڑتی۔

حدیث خرص سنن ابوداؤد صفحہ ۲۲۵ وغیرہ میں ہے۔ اور صحیح بخاری صفحہ ۲۰۰، اور مسلم صفحہ ۲۳۶ جلد ۲ وغیرہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اور قول امام الخرص لیس بشئی محلی شرح موطا میں۔

خطابیؒ نے کہا ہے کہ خرص آنحضرت ﷺ کا معمول رہا اور ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا۔ کوئی صحابی اس کا منکر نہیں۔ اور نہ کوئی تابعی بجز شعیبؓ کے۔ پس حضرات حنفیہ کے نزدیک یہ سب اکابر قمار باز سود خور گذرے نعوذ باللہ من ذلك۔ کبرت کلمة تخرج من افواہم ان یقولون الاکذبا۔

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ یہ چند مخفیات ان کی میں نے بطور تمثیل ذکر کئے ہیں ورنہ ان کی سب مخفیات کو میں کہاں شمار کر سکتا ہوں اور اس دریا ناپیدا کنار کو میں کوزہ سے کیونکر ناپ سکتا ہوں۔ میرے خیال میں تو صحاح ستہ وغیرہ کی اکثر حدیثیں ان پر مخفی رہی ہیں۔ اسی واسطے ان سے بہت احادیث کا خلاف سرزد ہوا ہے۔ جس کی اصلاح کے لئے عینی وابن الہمام ہاتھ پاؤں مار گئے ہیں اور تکلفات بعیدہ عمل میں لائے ہیں۔ اگرچہ کچھ ان سے بن نہیں پڑا اور وہ خلاف عام ان سے اٹھ نہیں سکا ولنعم ما قیل:

و لن یصلح العطار ما افسده الدھر

ہر چند ابنائے روزگار میرے اس دعویٰ کو نظری بلکہ غیر صحیح بتلائیں گے ولیکن اگر چند روز صبر فرمائیں گے اور اس پر چہ کو باستقلال و حوصلہ ملاحظہ میں لائیں گے تو اس دعویٰ کو صحیح بدیہی الثبوت پائیں گے۔ یہ پرچہ غالباً انہیں حضرت کی مخفیات کے اظہار و اجتہادات کے امتحان و اختبار (بمعنی آزمائش) کے لئے بنا بر وصیت جناب کے طیار ہوا ہے

(امام صاحبؒ کی وصیت کہ جب تک میری کلام کو جانچ نہ لو کہ صحیح بادلیل ہے یا نہیں ہے فتویٰ نہ دو۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری رائے سے بہتر تم کو ملے تو ہمارے پاس لاؤ ہم اس کو قبول کریں گے۔ میزان کبریٰ صفحہ ۶۳ میں ہے:

قال (ابو حنیفہ) حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان

اذا افتی یقول هذا رأی ابی حنیفہ و هو احسن ما قدرنا علیہ فمنا جاء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



باحسن منه فهو اولی بالصواب -

ایسا ہی شیخ عبدالحق دہلوی نے تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف میں نقل

کیا ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں:

انه كان يقول هذا الذي نحن عليه الرأى لا نجبر عليه احداً ولا نقول

يجب على ... قبوله فمن كان عنده احسن منه فليأتنا لنقبل

اگر یہ چند روز اسی استقامت سے جاری رہا اور ہمارے دوستوں کے ملاحظہ سے گذرتا گیا تو سب راز نہانی ظاہر کر دے گا اور چھپی باتیں بتلا دے گا۔ میں نے چند مخفیات اور بھی مسودہ میں درج کئے اور ان کے نمبر و نشان سب لگا دیئے تھے مثلاً لوہے کی انگوٹھی مہر میں دلانے کی حدیث، محرم متونی کو خوش بونہ لگانے کی حدیث۔ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ قضا کی حدیث۔ ایک حیوان سے دو حیوان کے بیچ کی حدیث۔ و علی ہذا القیاس۔ پھر بوقت تمییز ان کو محو کر دیا اور یہ سوچا کہ یہ مضامین تو بڑی بحث و تفصیل طلب ہیں اور یہی مدار و رکن رکین اس پرچہ کے ہیں۔ پس ان کو ضمنی و طبعی مباحث میں کیوں لائیں اور ان سے شیئاً فشیئاً بسط و تفصیل سے کیوں بحث نہ کریں۔ جب مسائل عشرہ اشتہار کے مباحث ختم ہوں گے تو پھر ان کو دیکھا جائے گا۔ اور سب مخفی رہنے اکثر احادیث صحاح ستہ وغیرہ کا امام ابوحنیفہ پر یہ ہے کہ ان حضرت کو سفر کا اتفاق کم ہوا (ص ۴۳) اور ان کے وقت میں جمع ہونے کتب حدیث کا اتفاق نہیں ہوا۔ پس جو کچھ کوفہ میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوا سو ہوا، اور جو رہ گیا سو رہ گیا۔ اور یہی سبب ہے کہ امام مالک کو فقط مدینہ میں رہنے کے سبب بہ نسبت امام شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ کے حدیث کم پہنچی ہے۔ ان کو بھی اتفاق سفر کم ہوا ہے، اور ان دونوں صاحبوں کو بہت۔ اور چونکہ مسکن امام مالکؒ دارالہجرۃ و بلحا و ماویٰ دنیائے اسلام و مشہد و مزار مسلمین آفاق تھا، اس لئے انکو بہ نسبت امام ابوحنیفہؒ کے حدیثیں زیادہ پہنچیں۔ اور کوفہ چونکہ ایسا نہ تھا اس لئے ان سے بہت حدیثیں رہ گئیں۔ علاوہ براں امام ابوحنیفہؒ کو تفقہ و استنباط کی طرف بہت توجہ تھی اور سماع و درس حدیث کی طرف کم اور یہی وجہ ہے کہ تفقہ و اجتہاد ان کا شہرہ آفاق تھا اور حدیث کے دفتر میں ان کا نام نہیں۔ صحاح ستہ کو اول سے آخر تک دیکھو گے تو ان کی روایت کا نام پتہ نہ پاؤ گے بجز ایک جگہ کے کتاب علل ترمذی میں کہ وہاں

ان کا ذکر ہے۔ سو بھی ایک شخص جابر جعفی کے کاذب ہونے کی ان سے نقل ہے۔ باقی بالخیر۔ بخلاف بقیہ آئمہ ثلاثہ کے کہ ان میں سے امام مالک و امام احمد کی روایات تو ان سب کتابوں میں موجود ہیں اور امام شافعی کی روایات سوائے صحیحین کے سنن اربعہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

اور ان (امام ابوحنیفہؒ) کی یہ قلت حدیث ان کے تقویٰ و ورع و دیانت و امامت و فقہ و اجتہاد میں دخل انداز نہیں ہے اور نہ کسی طرح سے ان کی جناب میں طعن یا سوء ظنی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ جیسے تاجر و کثرت حدیث ایک دینی کمال ہے ایسے ہی تفقہ و اجتہاد بھی دینی کمال۔ اور سلف میں بہت سے ایسے امام ہوئے ہیں جو ایک فن میں کمال رکھتے اور دوسرے میں ویسے ماہر نہ تھے۔ چنانچہ شخص طبقات ذہبی سے ضمیمہ نمبر ۴ مطبوعہ ۲۵۔ اگست ۱۸۷۷ء میں گذر چکا ہے۔

اب میں ان دعاوی کی تصدیق کے لئے اقوال علماء نقل کرتا ہوں اور ہر ایک بات پر حنیفہ وغیرہ کی شہادتیں پیش کرتا ہوں تاکہ ہمارے الٹی سمجھ والے خفی بھائی میری ان باتوں کو (جو ان کی برأت و حمایت کے لئے تہمت مخالفت حدیث سے کہی ہیں) الٹا طعن و اہانت نہ سمجھنے لگیں اور میری حسن ظنی کو جس پر خدا گواہ ہے و کافی بہ شہد آسوء ظنی نہ خیال کر بیٹھیں بلکہ بمعائنہ اقوال علماء کے یہ جان لیں کہ یہ باتیں سراسر حسن ظنی پر مبنی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو طاعنین کی اس تہمت سے کہ امام ابوحنیفہؒ عمداً خلاف حدیث کا کرتے اور حدیث کے ہوتے قیاس کو عمل میں لاتے، بری کرتے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ یہ باتیں امام کے حق میں کیوں کہتے اور ان کی طرف سے یہ عذرات کیوں کرتے۔ پس سنا چاہیے کہ امام شعرانیؒ (جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب اور ان کی اس تہمت سے حمایت و برأت میں میزان کبری کے ۱۴ صفحات پورے کئے ہیں) اسی کتاب میں صفحہ ۷۲ فرماتے ہیں:

و اعتقادنا و اعتقاد کل منصف فی الامام ابی حنیفہ  
بقرینہ ما رویناہ آناً عنہ من ذم الرأی و التبری منه و من  
تقدیمہ النص علی القیاس انہ لو عاش حتی دونت احادیث  
الشریفہ بعد رحیل الحفاظ فی جمعها من البلاد و الثغور و  
ظفر بہا لا خذ بہا و ترک کل قیاس کان قاسہ و کان القیاس

قل فی مذہبہ کما قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ الیہ ؟ لکن لما کانت ادلۃ الشریعۃ متفرقة فی عصرہ مع التابعین و تابع التابعین فی المدائن و القرى و الثغور کثر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ الی غیرہ من الآئمة ضرورة لعدم وجود النص فی تلك المسائل التي قاس فیہا بخلاف غیرہ من الآئمة فان الحفاظ كانوا قد رحلوا فی طلب الاحادیث و جمعہا فی عصرہم من المدائن و القرى و دونهما فجاءت وبت الاحادیث الشریعة بعضها بعضاً فهذا كان سبب كثرة القیاس فی مذہبہ و قلته فی مذہب غیرہ و یحتمل ان الذی اضاف الی الامام ابی حنیفہ انه یقدم القیاس علی النص ظفر بذلك فی کلام مقلدیه الذین یلزمون العمل بما وجدوه عن امامہم من القیاس و یترکون الحدیث الذی صح بعد موت الامام فالامام معذور و اتباعہ غیر معذورین و قولہم ان امامنا لم یأخذ بهذا الحدیث لا ینتہض حجة لاحتمال انه لم یظفر بہ او ظفر بہ لکن لم یصح عنده و قد نقدم قول الآئمة کلہم اذا صح الحدیث فهو مذہبنا و لیس لاحد معہ قیاس و لاجہ الاطاعة اللہ و رسوله بالتسلیم لہ - انت ہی ما قال الشعرا نی فی المیزان - و قال فی المنہج متى نقل احد عن الامام ابی حنیفہ قیاساً یخالف نصاً صح بعده فله العذر العظیم فی ذلك لکونه لم یجد النص اصلاً او وجده لکیصح عنده و لو عاش حتی دونت احادیث الشریعة التي صحت بعده و ظفر بہا و صحت عنده لاخذ بهذا - انتہی مختصراً و قد نقلہ بتما مہ فی الدراسات صفحہ ۲۹۰ -

(ترجمہ: ہمارا اور تمام منصفوں کا اعتقاد امام ابوحنیفہؒ کی نسبت بقریبہ ان باتوں کے جوہم نے ان سے نقل کی ہیں) یعنی رائے سے بے زار ہونا اور حدیث قرآن کو قیاس پر مقدم کرنا) یہ ہے

کہ اگر وہ جیتے رہتے یہاں تک کہ احادیث جمع ہوئیں بعد سفر کرنے حفاظ حدیث کے اس کے جمع کرنے کے لئے شہروں اور سرحدوں میں اور ان احادیث کو امام ابو حنیفہؒ پاتے تو ان کو لے لیتے اور تمام قیاسوں کو جو کر چکے تھے چھوڑ دیتے، اور ان کے مذہب میں قیاس کم ہوتا، جیسے اوروں کے مذہب میں ان کی نسبت کم ہے۔ لیکن جب کہ دلائل شریعت (یعنی احادیث) ان کے زمانہ میں تابعین و تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور بستیوں اور سرحدوں میں متفرق تھے تو ان کے مذہب میں بہ نسبت اور اماموں کے قیاس زیادہ ہوا۔ ضرورت کے سبب اس لئے کہ جن مسائل میں انہوں نے قیاس کیا نص نہ پائی بخلاف اور اماموں کے کہ ان کے زمانہ میں حدیث کے حافظوں نے شہروں اور بستیوں سے حدیث جمع کرنے کے لئے سفر کئے۔ اور احادیث کو جمع کیا۔ یہی سبب آپ کے مذہب میں قیاس زیادہ ہونے کا اور اوروں کے مذہب میں کم۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نص پر قیاس مقدم کرنے کو نسبت کیا ہے اس نے یہ امر آپ کے مقلدوں کے کلام میں پایا ہے جو امام کے قول پر عمل کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اور حدیث کو جو بعد فوت امام صحیح ہوئی چھوڑ دیتے ہیں لیکن امام معذور ہے اور یہ لوگ معذور نہیں۔ اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے یہ حدیث نہیں لی کچھ سند نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ امام کو تو حدیث نہیں پہنچی یا ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (لیکن ان کو تو پہنچ گئی اور صحیح ہو چکی ہے) اور سب اماموں کا یہ قول گذر چکا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے اور کسی کا حدیث کے سامنے قیاس و عذر نہیں۔ بجز اس کے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کو مانے۔ تمام ہوا قول امام شعرانی کا جو میزان میں ہے۔ اور شعرانی کی کتاب منہن میں کہا ہے کہ جب کوئی امام ابو حنیفہؒ سے قیاس نقل کرے جو خلاف صحیح ہو تو اس میں امام کی طرف سے بڑا عذر ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حدیث نہیں پائی اور اگر پائی تو بسند صحیح نہیں پائی۔ اور اگر وہ جیتے رہتے یہاں تک کہ حدیثیں جمع ہوئیں جو ان کے مرنے کے بعد صحیح ہوئیں تو ان کو لے لیتے۔ یہ مختصر مضمون منہج کا ہے پورا دراسات میں صفحہ ۲۹۰ ہے۔)

یہ بات جو امام شعرانیؒ نے فرمائی یہی بعینہ ہمارے معظم دوست جامع الفضائل و الکمالات مولوی محمد عبدالحی صاحب ابوالحسنات کی تحقیق ہے چنانچہ امام شعرانی کی عبارت اپنے رسالہ النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير کے صفحہ ۱۸ میں لائے ہیں اور اس پر ایک عمدہ تفریح (جس میں امام کی جناب میں ایک متوسط اعتقاد

کا بیان ہے)، فرمائی ہے حیث قال:

وفيه ايضاً اعتقادنا واعتقاد كل منصف في ابي حنيفة انه لو عاش حتى دونت احاديث الشريعة و بعد رحيل الحفاظ في جمعها من البلاد و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و ترك كل قياس كان قاسه و كان القياس قل في مذهبه كما قل في مذهب غيره لكن لما كانت ادلة الشريعة متفرقة في عصره مع التابعين و تبع التابعين في المدائن و القرى كثر القياس في مذهبه بالنسبة الى غيره من الائمة ضرورة لعدم الوجود النصوص في تلك المسائل التي قاس فيها بخلاف غيره من الائمة - انتهى - اقول تفرق الناس من قديم الزمان الى هذا الاوان في هذا الباب الى الفرتين فطائفة قد تعصبوا في الحنفية تعصباً شديداً او التزموا بما في الفتاوى التزموا شديداً او ان وجدوا حديثاً صحيحاً او اثر اصريحاً على خلافه زعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحاً لا خذ به صاحب المذهب و لم يحكم بخلافه و هذا جهل منهم بما روت الثقات عن ابي حنيفة من تقديم الاحاديث و الاثار على اقواله الشريفة فيترك ما خالف الحديث الصحيح رأى سديد و هو عين تقليد الامام لا ترك تقليد و طائفة زعموا ان الامام قاس على خلاف الاخبار و هجر ما ورد به الشرع و الاثار فظنوا في حقه ظنوناً سيئة و اعتقدوا عقائد قبيحة و مطالعة الميزان لهم نافع و لا و هام دافع - فليتخذ العاقل مسلك البين و يهجر طريق الطائفتين

( خلاصہ ترجمہ: لوگ پرانے زمانہ سے اب تک دو فرقتے ہو رہے ہیں ایک فرقہ تو حنفیوں میں سخت تعصب کر رہے ہیں انہوں فتاویٰ کو پکڑ رکھا ہے اور اگر حدیث صحیح ان کے خلاف پاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہمارے مذہب کا امام اس کو لے لیتا اور اس کے خلاف حکم

ند دیتا اور ان کی یہ بات ان کی جہالت ہے اس بات سے جو ثقہ لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اقوال پر حدیث کو مقدم سمجھتے۔ پس خلاف حدیث کو چھوڑ دینا بہت درست رائے ہے۔ اور یہ عین تقلید امام ہے نہ کہ ترک تقلید۔ اور ایک فرقہ یہ خیال کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیثوں کو عمداً چھوڑ کر اپنا قیاس کیا ہے۔ سو انہوں نے ان کے حق میں بدظنی کی اور ان کی نسبت برا اعتقاد جمایا۔ کتاب میزان کبریٰ کا مطالعہ دونوں فریق کو نافع ہے اور ان کے وہموں کو دافع۔ دانا کو چاہیے کہ بیچ کی چال اختیار کرے۔ اور ان دونوں فریق کی راہ چھوڑ دے۔ کلام مولانا عبدالحی کی تمام ہوئی)۔

و اقول و انا ابو سعید جامع هذه الشتات هذا الذي يعتقدہ  
حبی ابو الحسنات فی الامام ابی حنیفہ هو اعتقادى و به  
ثقتى و عليه اعتمادى فله الحمد على ما رزقنا من التوفيق و  
الوفاق و عصمنا من الشقاق و النفاق (میں محمد حسین) کہتا ہوں جو ان  
پر اگندہ مضامین کا جامع ہوں، میرا اعتقاد بھی امام ابوحنیفہ کی جناب میں یہی ہے کہ انہوں نے  
عمداً حدیث کا خلاف نہیں کیا۔ جو ہوا بسبب نہ پہنچنے احادیث کے ہوا۔ پس خدا کا شکر ہے جس  
نے مجھ کو علماء سے توافقی عطا فرمایا اور ان کی مخالفت سے بچایا)۔

اور شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے کتاب اکمال فی اسماء الرجال میں بعد ذکر  
مناقب ابوحنیفہؒ کے (کہ انہوں نے قضا قبول نہ کی اور اپنی جان دے دی اور دنیا سے نفرت کی اور وہ  
چوبی ستون میں تقریر کریں تو اس کو سونے کا بنا دیں وغیرہ) فرمایا ہے۔

الغرض بايراد ذكره فى الكتاب و ان لم يرو عنه حدیث  
التبرك؟ بعلو مرتبه و وفور علمه (آپ کا ذکر اس کتاب میں تبرکاً ہے  
ورنہ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ یعنی مشکوٰۃ میں جو صحاح ستہ وغیرہ کا مجموعہ ہے)۔

اور جناب شرح سفر الساعات کے صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں:  
ولیکن اشتغال وے و یاران وے در جانب فقہ و وضع مسائل و استیعاب  
اصول و فروع آں غالب افتاد و سلسلہ روایت حدیث از ایشان کمتر برپاشد  
نہ آنکہ تمسک و استدلال ایشان با حدیث نبود۔ حاشا۔

اور شیخ عبدالحقؒ نے اس سے پہلے فرمایا ہے: آوردہ اند کہ نزد امام اعظم

صندوقہا بود از صحائف حدیث

اور اس کے پیچھے فرمایا: گفتہ اند کہ مشائخ او کہ از ایشان سماع حدیث کردہ و رائے جمعی از صحابہ کہ از ایشان شنیدہ سہ صد کس بودند۔ و آنہا کہ از وے روایت سند وے کردہ اند پانصد کس اند۔ و مجموع استادان وے در علم چہار ہزار کس اند۔

یہ باتیں اگر ثبوت کو پہنچیں تو ہم کو تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں بلکہ چشم ما روشن دل ماشاد۔ و لیکن آوردہ اند و گفتہ اند والی مجہول نقلیں جن کا ناقل معلوم نہ ہو ثقہ ہے یا کوئی کاذب لائق اعتماد نہیں ہوتیں خصوصاً جس حالت میں کہ ان کا خلاف ثقات مقبولین سے ہو۔ دیکھو نقل دوم کا خلاف خود شیخ صاحب نے کتاب اکمال میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کسی اصحاب سے روایت حدیث نہیں کی:

حيث قال بعد ذكر الصحابة الذين ادرك ابو حنيفة زمانهم مانصه و لم يلق احدا منهم و لا اخذ عنهم۔

اور ملا علی قاریؒ نے شرح منجذبہ میں کہا ہے: ان المعتمد ان لا رواية

للا مام عن احد من الصحابة

ایسا ہی بعینہ محمد اکرم حنفیؒ نے امعان النظر فی توضیح منجذبہ الفکر میں سخاویؒ سے نقل کیا ہے۔ پھر اب اس نقل دوم کو جس میں امام صاحب کے ایک جماعت صحابہ سے شاگردی کا دعویٰ ہے کیونکہ صحیح مانا جاوے۔ اسی واسطے مجدد العلم فی ہذا الاوان مولانا صدیق حسن خان نے کتاب اتحاف النبلاء صفحہ ۴۲۳-۴۲۴ میں اس نقل و ادعا کو رد کر دیا ہے اور ان عمدہ لفظوں سے اس مطلب کو ادا فرمایا:

ولہذا جمعہ از اہلحدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزاجہ است (یعنی قلیل) و آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے ہچہار ہزار کس میر سند محتاج سندست و از اثر ہمیں مبالغہ ہاست کہ خطیب و ابن جوزی وغیر ہما بروے طعن کردہ اند و ابو نعیم در حلیہ ذکر او نمودہ۔

اور مطلب اس کے جملہ اخیرہ کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے جھوٹ بنا بنا کر امام کو محل اعتراض خلأق بنا دیا۔ اور ہدف سہام طعن و ملام کیا۔ ان کے حال پر یہ مصرعہ

خوب صادق آتا ہے: بدنام کنندہء نکو نامی چند۔

ایسے ہی نقل اول لائق قبول نہیں۔ بھلا اگر صندوق کتابوں حدیث کے ان کے پاس ہوتے تو کسی کے پاس ان کے اتباع سے نہ پہنچتے؟ کیا ان سب کو کیڑا کھا گیا۔ یا وہ دریا بردہ ہو گئی، یا وہ امام قشیری کے صندوق کے ساتھ دریا میں ڈال کر خواجہ حضر کے پاس رکھی گئی تاکہ جب عیسیٰ قیامت کے قریب نزول فرمائیں تو ان کو دستور العمل بنائیں جس کا قصہ طحاوی نے شرح در المختار صفحہ ۵۵ میں بعض جہلا حنفیہ سے نقل کیا ہے۔ اور اس کو بوجہ عدیدہ باطل کیا۔ اور اس کی ابتداء میں کہا ہے:

والذی ینبغی للطائفة الحنفیة ان لا یتکلموا بہذہ الالفاظ  
فانہا موجبة للتکلم فیہم بل ان بعض الحمقی یسبون الالمام  
و ینفون عنہ الاجتہاد

(ترجمہ۔ طائفہ حنفیہ کو لائق ہے کہ ایسے الفاظ وہم انداز نہ بولیں کیونکہ وہ لوگوں کے برا کہنے کا

سبب ہوتے ہیں بلکہ بعض احمق امام کو گالیاں دینگے اور ان کے اجتہاد کو مٹائیں گے)

وہ صندوق کہیں ہونے لگا تو ان کا اثر کہیں ہدایہ شرح وقایہ میں بھی پایا جاتا۔ اور طحاوی یا عینی یا ابن الہمام ہی اس سے نقل لاتا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ عرب میں حنفی مذہب کی بہت کتابیں ہیں جن میں حدیثوں سے استدلال ہے۔ خصوصاً برہان شرح مواہب الرحمن۔ چنانچہ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں فرمایا ہے:

نظر در کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہورست بایداخت تا تحقیقت حال  
منکشف گردد مواہب الرحمن کتابست دریں مذہب شارح او التزام کردہ کہ  
دلیل از آیت قرآن واحادیث صحیحین بیارد۔

پس کیا عجب ہے کہ اس صندوق کی حدیثیں انہی کتابوں میں ہوں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات کہ اگر پچھلے زمانہ میں (جس میں عرب و عجم میں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا تھا اور ادھر سے ادھر برسوں میں کوئی جاتا اور وہاں سے یہاں سالوں تک کوئی خبر نہ ہوتی۔ چہ جائے کہ کوئی کتاب یا خط۔ ایک حج کرنے کے واسطے سالوں کے سال لگ جاتے اور لوگ حج سے پھر آنے کوئی دنیا سے پھر آنا سمجھتے) کوئی کہتا تو لوگ مان بھی لیتے اور اس پر ایمان لے آتے، لیکن اس زمانے میں جس میں مشرق سے مغرب تک کی خبریں و کتابیں ادھر



کے اودھر اور اودھر کی ادھر پہنچتی ہیں (مثلاً لاہور سے مکہ شریف پندرہ سولہ دن میں پہنچ جاتے ہیں، اور اندلس و قسطنطنیہ و بلغار و حرمین کی کتابیں لاہور بیٹھے بیٹھے مل جاتی ہیں) یہ باتیں کون سنتا ہے، اور ان کو بجز بھولا پن کوئی کیا خیال کر سکتا ہے۔ وہ کون سی کتاب کتب موجودہ ہندوستان سے فائق ہے جو عرب میں ہے، اور وہ اصل یا اس سے نقل ہندوستان میں پائی نہیں جاتی۔ کوئی ایک کتاب ایسی فائق بتلا دے تو اس عاجز سے سو روپہ انعام پاوے۔ وہی برہان شرح مواہب الرحمن (جس پر شیخ عبدالحق دہلوی فخر کر رہے ہیں) سو میری نظر سے گذر چکی ہے اور اس وقت میرے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ اس میں بھی کوئی بات بڑھ کر یعنی و ابن الہمام بلکہ اس کے شاگرد حلی سے نہیں ہے۔ اور نہ ان صندوقوں کی احادیث سے اس میں اثر۔

الحاصل یہ باتیں ان حضرات کی پرانے زمانے کے ناواقفوں کو ڈرانے اور معتقد بنانے کے لئے ہیں۔ صحت و واقعیت سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔ عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون نے اپنی تاریخ (جس کا قلمی نسخہ میری نظر سے گذرا ہے) کہا ہے:

اعلم ان الآئمة المجتہدین نفا و توا فی الا کثار من ہذہ الصناعات و الاقلال فابوا حنیفہ یقال بلغت روایتہ الی سبعة عشر حدیثاً او نحوھا و ما لکانما صح عندہ ما فی کتاب الموطا و غایتھا ثلاثہ مائة حدیث و نحوھا۔ و احمد بن حنبل فی مسندہ خمسون الف حدیث و لکل ما اداہ الیہ اجتہادہ (ترجمہ: تو جان لے کہ آئمہ مجتہدین حدیث کی قلت و کثرت میں متفاوت تھی۔ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی روایتیں حدیث کی سترہ ہوئیں یا اس کی مثل۔ اور مالک کے نزدیک وہی حدیثیں صحت کو پہنچیں جو موطا میں ہیں اور وہ نہایت تین سو ہیں یا مثل اس کی۔ اور احمد بن حنبل کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں جو ان کے اجتہاد نے بہم پہنچائی ہیں)۔

پھر جملہ اخیرہ کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ جس نے شرط روایت حدیث میں تشدد کیا اس کی حدیثیں کم ہوئیں جس نے توسع و تساہل کیا اس کی زیادہ۔ امام ابو حنیفہ کی شرط میں تشدد تھا اس لئے ان کی حدیثیں کم ہوئیں، نہ یہ کہ انہوں نے عمداً روایت حدیث کو ترک کر دیا۔ اور محدثین کے شروط میں توسع ہوا تو ان کی احادیث

کثرت کو پہنچ گئیں۔ ہذا کلام ابن خلدون الحضرمی راقم (محمد حسین بناوی) کہتا ہے کہ یہ تو ہم بھی نہیں کہتے کہ امام نے عمداً روایت حدیث کو ترک کر دیا ہے اور احادیث صحیحہ کے موجود ہوتے ان سے منہ پھیر لیا ہے و لیکن یہ بات کہ قلت ان کی حدیث کی تشدد شرط کے سبب سے ہے، خلاف واقع معلوم ہوتی ہے۔ اور واقع اور مشاہدہ کا اس میں فتویٰ یہ ہے کہ یہ قلت حدیث بسبب پراگندہ ہونے حدیث کے ان کے زمانہ میں شہروں اور بستیوں میں سفر نہ کرنے امام کے ان کی طلب میں واقع ہوئی ہے (جیسا کہ امام شعرانی اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے کہا ہے) یا بسبب مشغول ہونے امام کے وضع اصول و ترتیب مسائل اجتہاد دینہ میں (جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا ہے) اور اکثر شرط روایت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تبعین مذہب کو ہم دیکھتے ہیں تو ان میں بہ نسبت شرط آئمہ محدثین کے بدرجہا تساہل و توسع و ضعف پاتے ہیں۔ اور شرط محدثین میں ان کی نسبت تشدد و قوت۔ اگر اس مطلب کی اس جگہ تفصیل کرنی چاہوں تو اس کے لئے ایک ضخیم جلد بکار ہے۔ اس لئے بطور نمونہ دو تین مثالوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں اور بقیہ تفصیل کو کسی اور موقع پر حوالہ کرتا ہوں۔

۱۔ آپ حدیث مرسل کو (جس کو تابعی آنحضرت ﷺ سے روایت کرے اور صحابی کا یا جس سے اس نے سنی ہے نام نہ لے) حجت سمجھتے اور قبول کرتے۔ محدثین اور جمہور علماء اس کو لائق سند نہیں جانتے۔ وہ کہتے ہیں معلوم نہیں جس راوی کا اس تابعی نے نام نہیں لیا وہ کون ثقہ ہے۔ ثقہ ہے اگر صحابی فرض کیا جائے، یا غیر ثقہ چنانچہ پچھلوں میں ایسے بھی ہوئے ہیں۔ دیکھو شرح نخبة الفکر صفحہ ۳۹۔ مسلم الثبوت۔ صحیح مسلم صفحہ ۲۲ مع الشرح۔ احکام الاحکام ابوالحسن آمدی۔ شرح مختصر الاصول۔ شرح معنی۔ تلویح توضیح۔ شرح سفر السعادت میں عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہا نقل کرتا، یہ سبھی کتابیں بحمد اللہ میرے پاس موجود ہیں و لیکن بخوف طوالت مجرد حوالہ پر اکتفا کیا گیا۔

۲۔ آپ حدیث مدلس کو (جو اپنے ہم عصر راوی سے اس حدیث کو روایت کرے جو اس سے نہ سنی ہو) اور وہم یوں ڈالے کہ سنی ہوئی ہے) قبول کرتے اور اس کو لائق عمل سمجھتے اور محدثین اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ اور جب تک کہ مدلس ثقہ کے سماع اس راوی سے ثابت نہ ہو اور وہ صاف نہ کہدے کہ میں نے یہ حدیث اس راوی سے سنی ہے ہرگز قبول نہیں

کرتے۔ دیکھو مقدمہ شرح مسلم صفحہ ۱۰۔ شرح نخبہ صفحہ ۴۰۔ شرح سفر السعادة صفحہ ۷۔  
اصول فخر الاسلام بزودی، جو جملہ کتب اصول فقہ کی جڑ ہے۔

۳۔ آپ حدیث مستور (جس کے عادل ہونے پر کسی کی نص و شہادت نہ پائی جائے) قبول رکھتے اور محدثین اس کو بجز تحقیق حال عدالت راوی نہیں مانتے۔ وجہ الدین علوی نے شرح شرح نخبہ میں اور اصولین حنفیہ نے اصول فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے عذر کیا کہ انہوں نے ابتدائے اسلام میں مستور راوی کی حدیث کو قبول کیا ہے، جن میں غالب عدالت تھی۔ میں کہتا ہوں یہ عذر بھی نکما ہے اس لئے کہ زمانہ تابعین ہی میں فسق و بدعت پھیل گیا تھا۔ اکثر فرقہ مبتدعہ خوارج معتزلہ جمعی قدری جبری وغیرہ تابعین کے قرن میں ظاہر ہو چکے تھے چنانچہ ناظرین سیر و توارخ پر مخفی نہیں اگرچہ بعد اس کے یومانیو ما ترقی ہوتی گئی۔ بہر حال امام ابوحنیفہؒ نے ایسا زمانہ کوئی نہیں پایا جس میں لوگوں میں فسق و بدعت نہ پایا گیا۔ پس ماننا ان کا حدیث مستور کو بنا بر حسن ظنی بے اصل کے ہوا۔ دیکھو شرح نخبہ صفحہ ۶۰۔ اور تمام کتب اصول فقہ جن کا نام نمبر اول کے ذیل میں گذرا۔

اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ آیا شروط امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اتباع میں تساہل ہے یا شروط محدثین میں۔ بعد مراجعت کتب مذکورہ کے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ شروط ابوحنیفہؒ میں تشدد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدونؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے شروط و اصول پر اطلاع نہیں ہوئی۔ بالجملة ان تحقیقات و تصریحات سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کو احادیث کم پہنچی ہیں اور مخفی بہت رہی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اس پرچہ میں یومانیو ما ہوتی رہے گی۔

اب میں اس ذنا بہ کو ختم کرتا ہوں جس کے اختتام سے مقصد اول کا اتمام ہو اور مقصد ثانی کا شروع عمل میں آوے۔

## مقصد ثانی

بیان میں ان آثار کے جن سے فہم صحابہ کا حجت و مستند نہ ہونا اور ان کے اقوال و افعال پر جوان کی مجرد رائے و فہم پر مبنی معلوم ہوئے اور صحابہ و تابعین کا مواخذہ

کرنا۔ اور خود ان کا اپنے ایسے اقوال پر مصر نہ رہنا بلکہ بعد علم و دلیل ان سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کو قتل کرنا شروع کیا تو حضرت عمر فاروقؓ ان پر معترض ہوئے اور کہا:

كيف نقاتل الناس و قد قال رسول الله امرت ان اقاتل  
الناس حتى يقو لوالا اله الا الله و ان محمدا رسول الله  
(یعنی تو لوگوں کو کیوں مارتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ میں تب تک  
ماروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۸۸۔ صحیح  
مسلم صفحہ ۳۷)

فعل حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی سمجھ میں بعد میں آ گیا تو  
اس کو حق کہنے لگے۔ جب تک سمجھ میں نہ آیا معترض رہے۔

قال القسطلا نی فی شرح قول عمر فعرفت انه الحق بما ظهر  
من الدلیل الذی اقامه الصدیق لا انه قلده فی ذلك

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن یک جا لکھوانے کی تجویز کی تو حضرت ابو  
بکر صدیقؓ ان پر معترض ہوئے اور کہا:

كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسول الله

(یعنی تم وہ کام کیوں کر کرتے ہو جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا)۔

جب ان کی سمجھ میں اس کی بہتری آ گئی اور دونوں نے مل کر زید بن ثابت کو  
لکھنے پر مامور کیا، تو وہ دونوں پر معترض ہوئے، اور کہا:

كيف تفعلان شيئاً لم يفعله رسول الله

(یعنی تم دونوں وہ کام کیوں کر کرتے ہو جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا)۔ (صحیح بخاری)۔

جو بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا کہنا مان لیا، اور  
حضرت زید بن ثابتؓ نے دونوں کا، تو وہ اپنی اپنی سمجھ میں آ جانے سے تھا، نہ محض ان  
کے کہنے سے۔ چنانچہ ان کا یہ قول حتی شرح اللہ صدی۔ اس پر نص ہے۔

## ضمیمہ دوازدهم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۶۔ اپریل ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون اشتہار مجریہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے شتہر کیا۔ من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۳۔ آپ نے جب ابوموسیٰؓ کو تین دفعہ اذن لے کر پھر جانے پر ڈانٹا ہے جس کا ذکر مخفیات عمرؓ ۳ میں گزرا) تو ابوسعید خدریؓ آپ پر معترض ہوئے اور بولے:

یا ابن الخطاب لا تکن عذاباً علی اصحاب رسول اللہ

(اے خطاب کے بیٹے آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو دکھ نہ دے) (مسلم جلد ۲ ص ۲۱۱)

اگرچہ حضرت عمرؓ نے اپنی خفگی کی وجہ بتلائی کہ میں نے تحقیق حدیث چاہی تھی لیکن چونکہ ابوسعیدؓ کے سمجھ میں وہ خفگی بے وجہ تھی اس لئے وہ اعتراض سے نہ ٹلے۔ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیث سن کر افسوس کیا اور اس کی طرف رجوع فرمایا اور مان لیا۔

۴۔ آپؓ نے ملک شام میں و باپڑنے کی خبر سن کر سرخ مقام سے واپسی کا ارادہ کیا، تو ابوعبیدہؓ بن جراح آپ پر معترض ہوئے اور بولے:

افراراً من قدر اللہ

(یعنی تقدیر سے بھاگ کر لوٹتے ہو)۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۹۹)۔

اگرچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اعتراض ابوعبیدہؓ کو بوجہ معقول رد کیا اور کہا:

نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ

(یعنی ہم تقدیر سے بھاگتے ہیں تو جاتے بھی اسی کی طرف ہیں)۔

لیکن مقصود نقل اس اعتراض سے یہ ہے کہ ابوعبیدہؓ نے فہم فاروق کو حجت نہ سمجھا تو اعتراض کر دیا۔ ہمارا ان جملہ اعتراضات کے نقل سے یہ ادعا نہیں کہ جو اعتراضات انہوں نے آپس میں کئے ہیں وہ سب واقع میں بھی صحیح ہیں۔

۵۔ آپ نے تمنع سے (حج و عمرہ کے درمیان احرام کو کھول دینا) منع کیا تو آپ کے فرزند عبد اللہؓ نے نہ مانا اور ایک شام کے باشندہ کو جواز کا فتویٰ دیا۔ اس نے کہا تمہارا

باپ (عمرؓ) تو منع کرتا تھا۔ اس کے جواب میں بولے:

ارأیت ان کان ابی نہی عنها و صنعها رسول اللہ ﷺ امر

ابی یتبع ام امر رسول اللہ ﷺ

(یعنی بتلا تو اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو اور آنحضرت ﷺ نے یہ کام کیا ہو تو میرے

باپ کا کہا مانا جاوے گا یا آنحضرت ﷺ کا ارشاد)۔

سنن ترمذی صفحہ ۱۰۷۔ ملخص طبقات ذہبی

ایسا ہی حضرت عمرانؓ بن حصین صحابی آپ پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا اور قرآن میں بھی اس کا حکم آیا۔ پھر کوئی آیت اس کی ناخ نازل نہیں ہوئی۔ اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی تو ایک آدمی (حضرت عمر فارقؓ) اپنی رائے سے اس سے منع کرنے لگا (صحیح بخاری۔ ص ۲۱۳۔ صحیح مسلم۔ ص ۴۰۳)

۶۔ آپ نے زیادتی مہر سے منع کیا تو ایک بڑھیا عورت آپ پر معترض ہوئی  
۷۔ آپ نے ایک عورت کو چھ مہینے کا بچہ جننے پر حکم حد زنا کا دیا، حضرت علیؓ آپ پر معترض ہے۔ نمبر ۶، ۷ کا ذکر مقدمہ میں گذر گیا۔

۸۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضرت ﷺ کی مسجد میں عمارت قدیم پر زیادتی و تکلف کیا تو بہت لوگ آپ پر معترض ہوئے۔ پس آپ نے ان کے جواب میں کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو کوئی خدا کے لئے مسجد بنا دے تو بہشت میں اس کیلئے ویسا ہی گھر بنتا ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۶۲۔ صحیح مسلم صفحہ ۲۰۱)

۹۔ آپ نے بھی تمتع سے حضرت عمرؓ کی طرح منع کیا تو حضرت علیؓ آپ پر معترض ہوئے۔ اور مقام عسفان میں آپ کے ساتھ خوب جھگڑے۔ حضرت عثمانؓ نے ہر چند کہا کہ مجھے آپ چھوڑ دو (یعنی جو میں کہوں کہنے دو) آپ نے کہا میں نہیں چھوڑ سکتا (یعنی جو میں کہتا ہوں سو کہوں گا) آخر ان کی مخالفت کی اور خود تمتع کا احرام باندھا اور کہا میں کسی کے کہنے سے آنحضرت ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑتا (صحیح مسلم صفحہ ۴۰۲ صحیح بخاری صفحہ ۱۳۱)

قال النووی فی الشرح فیہ اشاعة العلم و مناظرة و لاة الامور و غیر ہم فی تحقیقہ و و جو ب منا صحة المسلم فی

ذلك -

(ترجمہ: حضرت علیؑ کی گفتگو میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں، علم کو پھیلا نا ظاہر نا اور حاکموں سے علم کی تحقیق میں جھگڑنا اور نصیحت مسلمان کا واجب ہونا)،

۱۰۔ حضرت علیؑ نے مرتدوں کو جلا یا تو حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اس پر معترض ہوئے آپ نے ان کا اعتراض سن کر کہا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲۲۳۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۸۹)۔ عبارت اس کی نمبر ۴ مخفیات علیؑ میں گزری۔

۱۱۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے چاندی کی چاندی سے بیچ کمی بیشی کے ساتھ جائز کر دی تو ابو سعید خدریؓ آپ پر معترض ہوئے اور کہنے لگے تم نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے سنی ہے یا قرآن میں پائی ہے۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۹۱۔ آپ نے ابو سعیدؓ کے اعتراض کو مان لیا اور اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ چنانچہ نمبر ۴ مخفیات ابن عباسؓ میں گزرا۔

۱۲۔ آپ نے ایک شخص کو فتویٰ دیا کہ حاجی کو طواف قدوم (مکہ جاتے ہی طواف کرنا) نہیں چاہیے۔ مستفتی نے نہ مانا اور حضرت ابن عمرؓ سے فتویٰ لیا کہ طواف کرنا چاہیے۔ صحیح مسلم مع شرح صفحہ ۵۰۵۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے سائل کو کہا کہ اگر تو سچا ہے یعنی اسلام و اتباع نبوی میں تو آنحضرت ﷺ کی سنت کے سامنے کسی کی سنت کی طرف نہ جا۔

۱۳۔ آپ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے محرم ہو کر میمونہؓ سے نکاح کیا تو حضرت سعید بن مسیبؓ نے آپ کو منسوب بوہم کیا اور کہا:

وہم ابن عباس فی تزویج میمونہ و هو حلال

(یعنی ابن عباس کو وہم ہو گیا اس روایت میں کہ آنحضرت ﷺ نے میمونہ سے محرم ہو کر نکاح کیا ہے۔ سنن ابوداؤد۔ ص ۲۵۴)

ابن عباسؓ کی روایت کی تاویل و مجمل صحیح بھی ہے۔ چنانچہ نوویؒ نے شرح مسلم میں ذکر کیا لیکن نقل قول سعید سے یہ مقصود ہے کہ وہ لوگ فہم صحابی کو نہ مانتے اور ان کا وہم کرنا اور بھول جانا تجویز کرتے۔ آگے ان کی تجویز درست ہو خواہ نادرست۔

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے عدم جواز تیمم کا جنبی کے واسطے فتویٰ دیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ان پر معترض ہوئے اور حدیث عمارؓ سے ان کا معارضہ کیا۔ (صحیح

بخاری صفحہ ۵۰۔ اس کا ذکر مخفیات ابن مسعود میں گذرا)

۱۵۔ آپ نے ابتداء متعہ کو حلال طیب کہا ہے۔ پھر جب اس کا نسخ پہنچا تو اپنے قول سے رجوع کیا۔ (شرح مسلم صفحہ ۴۵۱۔ اس کا ذکر مخفیات ابن مسعود میں گذرا)۔

۱۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ یا حضرت عمروؓ نے عدم جواز غسل عورت بدون کھولنے بالوں کے فتویٰ دیا تو نبی بی عائشہؓ آپ پر معترض ہوئیں (مسلم صفحہ ۱۵۰۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷)۔، حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت ابن عمرؓ ہے اور صحیح مسلم میں ابن عمروؓ ہے۔ اس کا ذکر مخفیات ابن عمر میں گذرا۔

۱۷۔ ابو ہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ روزہ دار جنبی ہو کر صبح کرے تو اس کا روزہ نہیں، تو عبد الرحمن بن حارث نے نہ مانا اور نبی بی عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا۔ جب انہوں نے درست ہونے میں حدیث سنائی، تو حضرت ابو ہریرہؓ اس کو مان گئے اور اپنا قول چھوڑ دیا۔ (مسلم صفحہ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ اس کا ذکر مخفیات ابو ہریرہؓ میں گذرا)۔

۱۸۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے فتویٰ دیا کہ بہن کا حصہ بیٹے اور پوتے کے ساتھ نصف ہے تو ابن مسعودؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ اگر میں یہ فتویٰ دوں تو گمراہ ہوں۔ پھر صحیح فتویٰ بتلایا کہ بیٹی کا نصف اور پوتے کا چھٹا حصہ۔ باقی بہن کا۔ تب ابو موسیٰ اشعری نے مان لیا۔ (بخاری۔ صفحہ ۹۹۷۔ اس کا ذکر مخفیات ابو موسیٰؓ میں گذرا)۔

۱۹۔ آپ شیشے میں پیشاب کرتے تو حضرت حذیفہؓ آپ پر معترض ہوئے۔ (بخاری مع البہامش، ص ۳۶۔ اس کا ذکر مخفیات ابو موسیٰؓ میں گذرا)۔

۲۰۔ مسور بن مخرمہ نے محرم کے لئے سردھونے کو ناجائز کہا، تو ابن عباسؓ ان پر معترض ہوئے اور ان کے قول پر ابو ایوب انصاریؓ نے حدیث سے شہادت دی۔ جب مسور کو وہ شہادت پہنچی تو اپنے قول سے رجوع کیا۔ اور ابن عباسؓ سے کہا لا اماریک ابدآ۔ ای لا اجادلک یعنی میں تم سے پھر کبھی نہ جھگڑوں گا۔ حدیث بخاری میں ہے اور یہ قول مسور زرقانی صفحہ ۱۴۵ جلد ۲ اور قسطلانی

جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ پر۔

زرقانیؓ نے امام ابن عبد البرؒ سے نقل کیا ہے کہ اس قصہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کا جب آپس میں اختلاف ہو تو ان کا قول دوسرے پر بلا دلیل حجت نہیں۔ اور یہ



بھی ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کا النجوم ... الخ، کا محل وہ ہے جو صحابی آنحضرت ﷺ سے نقل کرے، نہ وہ جو اپنی اجتہاد ورائے سے کہے۔ چنانچہ مزنی وغیرہ اہل نظر نے کہا ہے۔ ورنہ ابن عباسؓ بھی کہہ دیتے کہ تو بھی ستارہ ہے میں بھی ستارہ ہوں، جس کا کسی نے اقتدا کیا اس نے راہ پایا، اور محتاج دلیل و سند کا نہ ہوا۔

راقم کہتا ہے کہ یہ قول ابن عبدالبرؒ کا میری اس بات کی تائید کرتا ہے جو میں نے ضمیمہ نمبر اول و دوم ۱۸۷۷ء میں اس حدیث کو صحیح مان کر بطور تنزل کہی ہے اور سچ پوچھو تو یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے ضعف میں کسی کو جائے کلام نہیں ہے۔

۲۱۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے جب تمتع سے منع کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص معترض ہوئے اور بولے:

فعلناھا و هذا یومئذ کا فر با لعرش

(یعنی ہم نے تمتع اس دن کیا تھا جس دن یہ مکہ میں کافر بیٹھا تھا) (یعنی حدیبیہ کے دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ عمرہ کیا تھا) (صحیح مسلم۔ ص ۲۰۲ سطر ۱۰)

(اس حدیث میں مذکور واقعہ بھی مخفیات امیر معاویہ میں شمار ہو سکتا ہے۔ بہاء

ان عبادۃ بن الصامت الا نصاری، النقیب، صا جب رسول اللہ، غزا مع معاویۃ ارض الروم، فنظر الی الناس و هم یتبایعون کسر الذہب بالذنانیر، و کسر الفضة بالدراهم، فقال: یا ایہا الناس! انکم تأکلون الربا، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا تبتاعوا الذہب بالذہب الا مثلاً بمثل، لا زیادة بینہما و لا نظرة۔ فقال له معاویۃ: یا ابا الولید! لا اری الربا فی هذا الا ما کان من نظرة۔ فقال عبادۃ: احدثک عن رسول اللہ ﷺ و تحدثنی عن رأیک! لئن اخرجنی اللہ لا اساکنک بأرض لک علیٰ فیہا امرۃ۔ فلما قفل لحدیق بالمدينة، فقال له عمر بن الخطاب: ما اقدمک یا ابا الولید؟ فقص علیہ القصة، و ما قال من مساکنتہ، فقال: ارجع یا ابا الولید! الی ارضک، فقبح اللہ ارضاً لست فیہا و امثالک، و کتب الی معاویۃ: لا امرۃ لک علیہ و احمّل الناس علی ما قال، فانّہ ہوا الامر۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸)

۲۲۔ انہوں نے صدقۃ الفطر میں اپنی رائے لگائی کہ ایک صاع کھجور کے

بدلے نصف صاع گیہوں ہونی چاہیے۔ تو ابو سعید خدریؓ نے وہ رائے نہ مانی اور کہا

لا اخرج فيها الا الذي كنت اخرج في عهد رسول الله صاعاً

من تمر (میں تو وہی نکالوں گا جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نکالتا رہا، ایک صاع کھجور کا۔

الخ)۔ صحیح بخاری۔ ص ۲۰۴۔ صحیح مسلم ص ۳۱۸۔ سنن ابوداؤد۔ ص ۲۲۷۔ جامع ترمذی۔

ص ۸۹۔ سنن ابن ماجہ۔ ص ۳۲۲)۔

صاع ایک پیمانے کا نام ہے جس میں تقریباً اڑھائی سیر انگریزی گیہوں آتے ہیں اور یہی صاع ہر قسم کے طعام سے صدقہ دینا لازم ہے اور جو امام ابو حنیفہؒ نے گیہوں سے نصف صاع تجویز کیا ہے اس میں ان کا بجز امیر معاویہؓ کوئی پیشوا نہیں ہے اور نہ کوئی حدیث صحیح نصف صاع میں ثابت ہے۔ تفصیل اس کی انشاء اللہ کسی موقع میں ہوگی۔

۲۳۔ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینا اور اپنا خلیفہ کرنا تجویز کیا اور ان کے نائب مروان نے ان کے حکم سے مدینہ میں خطبہ کیا کہ امیر المؤمنین معاویہؓ کی رائے ہے کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ کرے ابو بکرؓ و عمرؓ کی سنت پر۔ تو عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ اس پر معترض ہو کر کہنے لگے کہ یہ تو سنت ہرقل اور قیصر کی ہے۔ ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ کسی اور کو اپنے گھر والوں میں۔ مروان بولا پکڑو اس کو۔ وہ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں جا چھپے۔ مروان وہاں پہنچا اور حضرت عائشہ سے باتیں کرنے لگا اور بولا یہ (عبدالرحمن) وہ ہے جس کے حق میں یہ آیت اتری ہے و الذی قال لوالذیہ افی لکما اتعدا ننی ان اخرج .. الخ (احقاف: ۱۷) (یعنی جس نے اپنے ماں باپ کو کہا ہے تم کو توف ہے)۔ بی بی عائشہ پردہ کی آڑ میں بولیں یہ (مروان) جھوٹ کہتا ہے یہ آیت عبدالرحمن کے حق میں نہیں اتری، خدا کی قسم یہ تو فلاں شخص کے حق میں اتری ہے۔ ہاں مروان کے باپ کو آنحضرت ﷺ نے لعنت کی ہے جب یہ اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ سو یہ اس لعنت سے فیض یاب ہوا۔ (بخاری۔ ص ۲۱۵۔ قطلانی جلد ۷ ص ۳۷۹۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲۔ نسائی، ابن ابی حاتم، اسماعیلی)۔

نمبر ۲۴۔ انہوں نے اپنی رائے سے کہہ دیا کہ آیت:

و الذین یکنزون الذہب و الفضة و لا ینفقو نہا فی سبیل

اللہ فبشر ہم بعدا ب الیم (یعنی جو لوگ چاندی سونا جمع کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے ان کو خبر سنا دے دکھ والی مارکی)۔

اہل کتاب کے حق میں اتری ہے تو ابو ذر غفاریؓ ان پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ مسلمانوں کے حق میں بھی اتری ہے۔ امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت ابو ذرؓ کی شکایت لکھ بھیجی انہوں نے ابو ذرؓ کو شام سے مدینہ میں بلا لیا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ صحابی جلیل الشان ہیں۔ بڑے زاہد و صوفی منش مال جمع رکھنے میں ان کا مذہب یہ تھا جو کسی ظریف نے کہا ہے: اگر مرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے کہا کہ حضرت عبد الرحمن فوت ہوئے ہیں اور مال چھوڑ گئے، تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ حضرت کعبؓ بولے اگر اس میں خدا کا حق نکالتا رہا ہے تو اس میں کچھ ڈر نہیں۔ حضرت ابو ذرؓ نے کعب کو لاٹھی سے مار کر کہا کہ میں نے تو آنحضرت ﷺ سے یہ سنا ہوا ہے کہ اگر پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو تو میں اس کو چھوڑ جانا پسند نہیں کرنا (مشکوٰۃ ص ۱۵۸)

۲۵۔ انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی شہادت کو مصیبت نہ سمجھا اور ایک بد بخت کے اس موقع پر یہ کلمہ کہنے پر کہ جمرۃ اطفأھا اللہ (یعنی یہ امام حسن ایک انگار تھا جس کو خدا نے بجھا دیا)، سے سکوت کیا۔ اور باتوں کا بھی ان پر الزام لگایا جن میں بدوں تجویز اس امر کے کہ آپ نے حدیث کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور اس میں اپنی رائے فاسد لگائی ان کی خلاصی مخالفت نبوی سے ممکن نہیں ہے چنانچہ خالد سے روایت ہے:

قال وفد المقدام بن معدیکرب و عمرو بن الاسود و رجل من بنی اسد من اهل قنسرین الی معاویة بن ابی سفیان، فقال معاویة للمقدام: اعلمت ان الحسن بن علی توفي فرجع المقدام، فقال له فلان: اتعدھا مصیبة. فقال له: و لم لا اراها مصیبة وقد وضعه رسول الله ﷺ فی حجره، فقال هذا منی و حسین من علی. فقال الاسدی جمرۃ اطفأھا اللہ.

فقال المقدام: اَمَا انا فلا ابرح اليوم حتى اغيظك و اسمعك ما تكره. ثم قال: يامعاويه! ان انا صدقت فصدقني و ان انا كذبت فكذبني. قال افعل. قال: فانشدك بالله! هل سمعت رسول الله ﷺ ينهى عن لبس الذهب. قال نعم. قال فانشدك بالله! هل تعلم ان رسول الله ﷺ نهى عن لبس الحرير. قال نعم. قال فانشدك بالله! هل تعلم ان رسول الله ﷺ نهى عن لبس جلود السباع و الركب عليها. قال نعم. قال فوالله لقد رأيت هذا كله في بيتك يا معاويه! فقال معاويه: قد علمت لئانجو منك يا مقدام! فامر له معاويه بما لم يأمر لصاحبيه و فرض لابنه في المأتين ففرقها المقدام على اصحابه، قال: ولم يعط الا سدي احدًا شيئاً مما اخذ. فبلغ ذلك معاويه. فقال: اَمَا المقدام فرجل كريم بسط يده، و اما الاسدي فرجل حسن الامساك لشقيقه. (ابو داؤد. باب جلود النمر. حديث نمبر ۱۴۳۱)۔

(ترجمہ: خالد نے کہا مقدام بن معدی کرب اور عمرو بن اسود اور ایک آدمی بنی اسد قبیلہ کا معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے مقدام سے کہا تو نے جانا حسن بن علی فوت ہو گئے۔ مقدام نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ ایک آدمی (خدا اس سے وہ معاملہ کرے جس کے وہ لائق ہے) بولا کیا تو اسکو مصیبت سمجھتا ہے مقدام نے کہا کیوں نہ سمجھوں یہ وہ شخص ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے گود میں لیا اور کہا یہ میرا ہے اور حسین حضرت علی کا۔ اسدی بولا وہ انکار تھا جس کو خدا نے بجا دیا ہے۔ مقدام نے (غصہ ہو کر) کہا کہ میں تو یہاں سے نہ ٹلوں گا جب تک تجھے غصہ میں نہ ڈالوں گا اور وہ باتیں نہ سناؤں جو تجھے بری لگیں پھر بولا اے معاویہ اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرو۔ جھوٹ بولوں تو جھٹلا دو۔ اس نے کہا ہاں، ایسا ہی کرونگا، مقدام نے کہا تجھے خدا کی قسم سے پوچھتا ہوں تو نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ وہ سونا پہننے سے منع کرتے معاویہ بولا ہاں۔ مقدام نے کہا تجھے خدا کی قسم سے پوچھتا ہوں تو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ معاویہ بولا ہاں۔ مقدام نے کہا تجھ سے خدا کی

قسم سے پوچھتا ہوں آنحضرت ﷺ نے درندوں کے چڑے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ معاویہ بولا ہاں۔ مقدمہ نے کہا یہ سب کچھ اے معاویہ تیرے گھر میں میں نے دیکھا ہے۔ معاویہ بولا میں جان چکا ہوں کہ میں تجھ سے ہرگز چھٹنے نہ پاؤں گا۔

## ذناۃ المقصد الثانی

یہ چند نمائیلیں مواخذات صحابہ میں نے ذکر کی ہیں جن کو مشتے نمونہ خرد دارو یکے از ہزار کہا جائے تو بجا ہے۔ رہے مواخذات علماء تابعین و آئمہ مجتہدین سو مستغنی از تفصیل و تمثیل ہیں جس نے کبھی اقوال و مذاہب ان علماء کے کسی کی زبان سے بھی سنا ہوگا گوان کی کتب کو نہیں دیکھا وہ ان کے مواخذات سے بے خبر نہ ہوگا۔ اور جس نے کسی عالم کی مجلس میں بھی گذر کیا ہوگا اسکے کانوں میں یہ قصہ پہنچ چکا ہوگا کہ ان لوگوں میں سے ایک نے دوسرے کی بہت باتوں کو نہیں مانا اور ان پر مواخذہ کر کے اپنا نیا مذہب نکالا ہے یہاں تک کہ شاگرد استادوں سے جھگڑتے رہے اور ان سے مسائل و مذاہب میں مخالف ہو گئے۔ ایک شخص نے ایک امر کو حلال کہا ہے اور دوسرے نے اس کو حرام۔ ایک نے سنت کہا ہے دوسرے نے مکروہ بلا کلام۔ مثلاً امام اعظم مذہب حنفی کچھ کہتے ہیں اور ان کے شاگرد کچھ، اور ان کے شاگردان شاگرد اور کا اور اور ان سے پچھلے دوسرے طور۔ اسی واسطے مذاہب تابعین و مجتہدین صد ہا تک پہنچ گئے اور سب کے سب مذہب واحد پر متفق نہ رہے اگر ایک دوسرے کی بات پر مواخذہ نہ کرتا تو ان سب کا مذہب واحد پر اتفاق ہو جاتا نہ کوئی حنفی کہلاتا، نہ شافعی، نہ یوسفی، نہ حنبلی، سب کے سب محمدی کہلاتے اور اتباع محمدی کو بلا اختلاف اپنا شعار بناتے۔

یہ حال سن کر بھی کسی کو شک رہے اور بدون ذکر مثال اس کی تسکین خاطر نہ ہو تو وہ ذناۃ مقصد اول کو جس کے مخفیات کے ضمن میں بعض مواخذات کا بھی بیان ہو چکا ہے مطالعہ میں لاوے۔ اور اگر کسی کو اس گلزار کی سیر سیر ہو کر مطلوب ہے تو وہ بشرط استعداد علمی کتب خلائیات کا ملاحظہ کرے جیسے فتح القدر، شرح معانی الآثار، کتب مذہب حنفی، منہاج مذہب شافعی سے معنی، مذہب حنبلی سے۔ علی ہذا القیاس۔ شرح معانی الآثار میں امام ابو جعفر طحاوی نے باوجود اس کے کہ مذہب حنفی کی نصرت میں

بزعمر خود بڑی سعی و جانفشانی کی ہے کمال قال المولی ال اجل الشیخ عبد العزیز الدہلوی فی بستان المحدثین۔ پھر جہاں قول.. ( عبارت اگلے صفحے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء )

## ضمیمہ نمبر سیزدہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

امام ابوحنیفہؒ کو مخالف حدیث پایا ہے اور اس کی نصرت و تائید میں ان سے کچھ بن نہیں آیا تو مواخذہ سے درگزر نہیں کیا اور اس قول کو صاف باطل کہہ دیا ہے ( ہذا ابو جعفر الطحاوی مع مبالغۃ المفرطۃ فی نصرۃ المذہب اذا تمت الحجۃ علی ابی حنیفہ تراہ فی معانی الآثار کیف یاتی بکلام حدید حتی قال فی بعض المواضع قال ابو حنیفہ باطل۔ دراسات اللیب فی اسوۃ الحسنۃ بالحبیب ) اور کئی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ سے مخالفت کی ہے اور اس مخالفت کے باوجود کچھ پرواہ نہیں رکھی۔ دیکھو مسئلہ طلاق نشہ کی حالت میں اور مسئلہ شروع نماز فجر غلٹس میں۔ یہاں سے طحاویؒ کے اس قول کی تائید نکلتی ہے جو ضمیمہ نمبر ۶، ۱۸۷۷ء میں طحاوی سے نقل ہوا:

او کلما قال ابو حنیفہ اقلدہ و لا یقلد الا عصبی او غبی (کیا جو کچھ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے میں اس کا مقلد ہوں؟ مقلد تو نہ ہوگا مگر متعصب یا بے عقل)

اور ان سب سے بڑھ کر کتاب محلی ابن حزم ہے جس کے حق میں امام عزالدین بن عبدالسلام (عزالدین وہ شخص ہے جس کے علم و صلاحیت پر اتفاق ہے دیکھو عقد الفرید ملا حسن شرنابلی حنفی کی اس میں کہا ہے: قال الشیخ المتفق علی علم و صدقہ الشیخ عز الدین بن عبد السلام .. الخ) کتاب مقناح کنز الدرر یہ میں فرماتے ہیں لا نظیر لہ فی الاسلام یعنی کتاب محلی لا نظیر اسلام کی کتابوں میں کوئی کتاب فقہ نہیں ہے۔ اس کتاب مستطاب میں امام ابن حزمؒ نے ایک ایک نام لے کر مواخذہ کیا ہے اور جس کا قول خلاف حدیث پایا ہے اس کو ان الفاظ سے رد کر دیا ہے:

صدق اللہ ورسولہ وکذب فلاں یسمیہ  
(اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس مسئلہ میں سچ فرمایا ہے اور فلاں شخص نے (جن جن کا نام

لیتا ہے) جھوٹ بولا ہے)

میں نے ان لوگوں کے ناموں کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ مجمل طعن بلا تفصیل  
سن کر ہمارے دوست ہم سے نہ الجھیں اصل کتاب کی طرف توجہ فرمائیں گے تو ان کے  
جرح و طعن کو حق و با دلیل پائیں گے اور حافظ ابن حزمؒ کی اس حق گوئی پر احسان  
منائیں گے۔

سوال۔ ابن حزمؒ کی سخت زبانی و تیز کلامی مشہور دیار و امصار ہے پس ایسے  
شخص کے مواخذات کا کیا اعتبار ہے۔ ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ و فیات الاعیان میں  
باوجود صفت و ثنا ابن حزمؒ کی بایں الفاظ:

کان ابن حزم حافظاً عالماً بعلوم الحدیث و فقیهاً مستنبطاً  
للا حکام من الكتاب و السنة و کان متقناً فی علوم جمہ  
عاملاً بعلمہ۔

اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کی زبان سے کوئی نہیں چھوٹا، اس لئے دلوں کو  
اس سے نفرت ہو گئی، اور فقہاء کا وہ ہدف (نشانہ بدگوئی) ہو گیا، اور فقہاء اس کے بغض پر  
مائل ہوئے اور اسکی باتوں کو رد کرنے لگے، اور عام لوگوں کو اسکے پاس جانے سے روک  
دیا، اور بادشاہوں کو اس کے فتنہ سے ڈرایا، پس سلاطین نے اس کو اپنے پاس سے دور  
پھینک دیا۔ ابن عریف نے کہا ہے کہ ابن حزمؒ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار  
سے کوئی نہیں بچا۔

جواب۔ یہ تیز کلامی و سخت زبانی اس امام عالی مقام کی محض احیاء سنت و  
امامت بدعت کی نیت سے ہوئی ہے نہ تعصب و نفسانیت سے جب اس نے فقہاء کو  
اپنے آئمہ اور اساتذہ کی تقلید پر مقلدین احبار اور رہبان کی طرف معتکف پایا اور ان کی  
کلام کو مخالف نصوص صریحہ دیکھا تو فرط حمیت سنت سے اس کو برا کہا۔ یہ برا کہنا ایسا  
ہے جیسے صحابہ رسول اللہ ﷺ امور خلاف حق و سنت دیکھ سن کر ان امور کے مرتکبین کو برملا  
برا کہتے اور بر طبق لا یخافون لومة لائم کسی کی پرواہ نہ رکھتے دیکھو ابن عباسؓ

کے پاس ذکر ہوا کہ نوف بکا لی (ایک عالم تابعی امام اہل دمشق کا نام ہے) کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضرؑ کے ساتھ ہو چلا تھا، وہ نہیں تھا جو بنی اسرائیل کا نبی تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ سن کر جوش میں آگئے اور صاف کہہ دیا کذب عدو اللہ یعنی خدا کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔

فعن سعید بن جبیر قال قلت لابی بن عباس ان نوف البکالی

یزعم ان موسیٰ لیس موسیٰ بنی اسرائیل انما هو موسیٰ

آخر فقال کذب عدو اللہ الحدیث رواہ البخاری فی صحیحہ

۲۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کے پاس ایک شخص نے ذکر کیا کہ ابو محمد (شام کا ایک باشندہ) کہتا ہے کہ وتر واجب ہے۔ حضرت عبادہؓ غصے میں آگئے اور تیز کلام ہو کر بولے: کذب ابو محمد یعنی ابو محمد نے جھوٹ کہا ہے:

فعن ابن محیریز ان رجلاً من بنی کنانہ یدعی المخدجی

سمع رجلاً با شام یکنی و ابا محمد یقول ان الوتر واجب

قال المخدجی فرحت الی عبادۃ بن الصامت فاعترضت له و

هو رائج الی المسجد فاخبرته بالذی قال ابو محمد، قال

عبادۃ کذب ابو محمد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول خمس

صلوة کتبهن اللہ تعالیٰ علی العباد۔ الحدیث رواہ مالک فی

موطاه۔

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کے پاس کسی نے ذکر کیا کہ حضرت کعبؓ احبار نے کہا ہے کہ جو ساعت جمعہ کے دن دعا مقبول ہونے کی آئی ہے وہ تمام سال میں ایک دن میں آتی ہے، تو حضرت عبداللہؓ بن سلام غصے میں آ کر بولے کذب کعب۔ پھر جب ٹھیک بات ان کی طرف سے پہنچی تو بولے صدق کعب:

فعن ابی ہریرہ قال لقیۃ عبد اللہ بن سلام فحدثته بہ

مجلسی مع کعب الاحبار و ما حدثته فی یوم الجمعة فقلت

له قال کعب ذلک فی کل یوم سنة قال عبد اللہ کذب کعب

فقلت له ثم قرأ کعب التوراة فقال بل ہی فی کل جمعة فقال



عبد اللہ بن سلام صدق کعب۔ (الحدیث رواہ مالک ص ۲۸۔ و اصحاب السنن)

خلاصہ ترجمہ ان تینوں حدیثوں کا وہی ہے جو پہلے نقل حدیث کی ہندی (مراد اور زبان) مضمون میں کیا گیا ہے اس لئے دوبارہ اس کا اعادہ نہیں کیا۔

اور اگر حضرت عمر فاروقؓ کی تیز کلامیاں و سخت گوئیوں کو شمار کیا جائے تو ایک دفتر طویل ہو جائے پس یہ تیز کلامی و سخت زبانی موجب عار و شائبہ ہو بلکہ عین دین و سنت اختیار جس کو منصفین اس مصرع کا مصداق کہہ سکتے ہیں:

و تلك شكاة ظاهر عنك عارها  
ياحمل اس بيت کا:

لا عيب فيهم غير ان سيوفهم  
لهن فلول من قراع الكتائب  
اتحاف النبلاء میں بعد نقل مضمون تاریخ ابن خلکان کے اس کے جواب میں  
کہا ہے:

گوئم ایں وقوع او از جہت تصلب ... در اتباع و اجتناب از ابتداء بود و اکثر  
آئمہ را مقلد محض یا فتنہ حامی احبار و رہبان خود دیدہ و رفض سنن و نبذ کتاب  
اللہ و تمسک بفروع مجتہد فیہا مشاہدہ نمودہ زبان رادر زم ایشان مطلق ساخته  
اگر نیت صالحہ ہمراہ دارد انشاء اللہ تعالیٰ ضررے از اں بسوئے وے عائد  
نخواہد شد و لہذا شیخ اکبر در باب ثالث و عشرین و ما تثنین از فتوحات مکہ گفتہ:

غایت الوصلۃ ان یکون الشیء عین ما ظہر و لا یعرف انه  
هو کما رایت النبی ﷺ فی المنام و قد عانق ابا محمد بن  
حزم المحدث فغاب الواحد فی الآخر فلم نر الا الواحد و  
هو رسول اللہ ﷺ فهذه غاية الوصلۃ و هی المعبر عنها  
بالاتحاد۔ و لنعم ما قیل۔ توہم و شینا بلیل مزارہ۔ فہم  
لیسعی بیناً بالتباعد۔ فعانقہ حتی اتحدنا تعانقہ۔ فلما  
اتانانا رأی غیر واحد۔ و یقرب منه ما قیل بالفارسیۃ۔

جذبہ وصل بحدیث میاں من و تو  
کہ رقیب آمد و نشاخت نشان من و تو

رزقنا الله من هذه الا تحاد نصیباً فی الدنیا و الآخرة  
(ترجمہ۔ غایت وصال و اتحاد دو چیزوں کا یہ ہے کہ ایک شے دوسری کی عین ہو جائے اور خود  
نظر نہ آوے جیسے میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابن حزم محدث کو گلے لگایا۔ پس  
ایک دوسرے میں غائب ہو گیا۔ پس بجز (ص ۵۷) ایک آنحضرت ﷺ دوسرے کو نہ دیکھا اور  
یہ پرلے درجہ کا وصال ہے جس کو اتحاد کہتے ہیں اور کیا اچھا کسی نے نظم میں کہا ہے۔ ہماری  
چغلی کھانے والے نے ایک رات ہمارے محبوب کا ہمارے پاس آنا خیال کیا۔ یوں اس کوشش  
میں لگا کہ ہم میں دوری ڈال دے۔ سو میں نے اسے گلے لگایا یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ہو  
گئے۔ پس جب وہ ہمارے پاس آیا تو بجز ایک کے کسی کو نہ دیکھا۔

اور اسی کے قریب ہے ہے جو کسی نے فارسی میں کہا ہے کہ مجھ میں اور تیرے میں ایسا جذبہ وصال  
ہے کہ رقیب آیا اور اس نے میرا اور تیرا نشان نہ پایا۔  
اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا اتحاد و وصال سے دنیا و آخرت میں حصہ دے (جیسا حافظ ابن حزم کو  
آنحضرت ﷺ سے ملا)

رہا یہ امر کہ فقہاء نے اس کو ہدف سہام ملا م کیا اور عام لوگوں اور سلاطین کو  
اس کے اتباع سے روک دیا اور سلاطین زمانہ نے اس کو اپنے پاس سے دور کر دیا، سو  
جواب اس کا یہ ہے کہ وہ فقہاء خود ابن حزمؒ کے مدعی علیہ ہیں اور جن پر ابن حزمؒ نے  
مواخذات کئے ہیں ان کے وہ بھائی بند اور مقلد ہیں۔ جب وہ امام ابن حزمؒ کے  
مواخذات و علمی اعتراضات کی جواب دہی سے عاجز آئے تو برا بھلا کہنے سے دلوں  
کے ارمان نکال گئے اور بزعم خود اپنے پیشواؤں کا بدلہ لینے کی یہ تجویز نکالی کہ چلو علمی  
جواب تو آتا نہیں گالیوں ہی سے اس کو چور کریں۔ جیسے ہمارے وقت کے مخاطبین  
جب جواب دہی مسائل سے عاجز آتے ہیں تو سب و شتم کے فیہر چلاتے ہیں۔ پس  
ایسے برا کہنے والوں کی بدگوئی کا کیا اعتبار ہے۔ ہاں اگر کوئی ثالث بالخیر برا کہتا وہ جس  
پر ابن حزمؒ نے اعتراض نہیں کیا اور نہ اس کے امام یا استاد کو کچھ کہا ہے تو بشرط مدلل  
ہونے اس کی کلام کے اس کا برا کہنا اور لوگوں کو ابن حزمؒ کی طرف سے نفرت دلانا

کب لائق لحاظ ہے اور ان سلاطین کا ابن حزمؒ کو اپنے قرب سے ہٹانا کس طرح لائق التفات بادشاہوں کو جس نے ان کی ہوائے نفسانی کے مطابق فتویٰ دیا اس نے جو چاہا کروا لیا جس کو چاہا رسوا کرایا جس کو چاہا انعام دلایا پس یہ بھی انہیں فقہاء اعداء سنت کا کام تھا اور بظاہر بادشاہوں کا نام ایسے لوگوں کے تقرب کے لئے حلال کو حرام بنا دیا اور نماز روزہ انکے لئے معاف کر دیا چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (جن کو مولوی عبد العلی صاحب لکھنوی شرح مسلم الثبوت خاتم ولایۃ محمدیہ لکھتے ہیں) فتوحات مکہ کے تین سواٹھارویں باب میں ایسے فقہاء کا حال نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

و اعلم انه لما غلبت الالهواء على النفوس و طلبت العلماء  
 المراتب عند الملوك تركوا المتحججه البيضاء و جنحوا الى  
 التاويلات البعيدة ليمشوا اغراض الملوك فيما لهم فيه  
 هوى نفس ليستندوا في ذلك الى امر شرعى مع كون الفقيه  
 ربما لا يعتقد ذلك ويفتى به و قدر أينا منهم جماعة على هذا  
 من قضاتهم و فقهاؤهم ولقد اجزنى الملك الظاهر غازى بن  
 الملك الناصر صلاح الدين يوسف بن ايوب و قد وقع بينى  
 و بينه فى مثل هذا كلام فنادى بمملوكٍ فقال جئنى  
 بالجرمدان فقلت ما شان الجرمدان قال انت تنكر ما يجرى  
 فى بلدى و مملكتى من المكرات و الظلم و انا و الله اعتقد  
 ماتعتقد فيه من ان ذلك كله منكر و لكن و الله يا سيدى ما  
 منه منكر الا بفتيا فقيه و خط يده عندى بجواز ذلك فعليهم  
 لعنة الله تعالى و لقد افتانى فقيه و هو فلان و عيّن لى  
 افضل فقيه عنده فى بلده فى الدين و التقشف بانه لا يجب  
 على صوم شهر رمضان هذا بعينه بل يجب على شهر فى  
 السنة و الاختيار لى فى اى شهر شئت عن شهور سنة قال  
 السلطان فقلت؟ فى باطنى و لم اظهر له ذلك و هو فلان  
 فسماه لى رحم الله تعالى جميعهم فليعلم ان الشيطان قد

مكنه الله تعالى على حضرة الخيال و جعل له سلطان فيها فاذا رأى الفقيه يميل الى هوى يعرف انه يردى عند الله تعالى زين له سوء عمله بتاويل غريب و يمهده له فيه و جهاً يحسنه له فى نظره و يقول له ان الصدر الاول قد دانوا لله بالرأى و قاس العلماء فى الاحكام و استنبطوا العلل لله شيئاً و طردوها و حكموا فى المسكوت عنه بما حكموا به فى المنصوص عليه للعلة الجامعة بينهما و العلة من استنباطه فاذا مهد له هذا السبيل جنح الى نيل هواه و شهوته بوجه شرعى فى زعمه فلا يزال هكذا نعمله فى كل ما له او سلطانه فيه هوى نفسه و يرد الاحاديث النبويه و يقول لو ان هذا الحديث يكون صحيحاً و ان كان صحيحاً لو لم يكن خبراً آخر يعارضه و هو ناسخ له لقال به الشافعى ان كان هذا الفقيه شافعيّاً او لقال به ابو حنيفة ان كان الرجل حنفيّاً و هكذا اقوال اتباع الآئمة كلهم و يروون الحديث و الاخذ به مضلاً و ان الواجب عليهم تقليد هؤلاء الآئمة و امثالهم فيما حكموا به ان عارضت اقوالهم الاخبار النبوية فالالى الرجوع الى اقاويلهم و ترك الاخذ بالاخبار و الكتاب فاذا قلت لهم قد روينا عن الشافعى انه قال اذا اتاكم الحديث يعارض قولى فاضربوا بقولى الحائط و خذوا بالحديث فان مذهبي الحديث و قد روينا عن ابى حنيفة انه قال لاصحابه حرام على كل من افتى بكلامى ما لم يعرف دليل و ما روينا شيئاً من هذا عن ابى حنيفة الا من طريق الحنفيين و كذا لك المالك المالك و الحنابلة فاذا ضايقتهم فى مجال هذا الكلام هربوا و سكتوا و قد جرى لما هذا معهم مراراً بالمغرب و المشرق فما

منہم احد علی مذہب من یزعم انه علی مذہب نقل نسخ الشریعة بالاهواء وان كانت الاخبار الصحاح موجودہ مسطرة فی الكتب الصحاح و اسماء الرواة فی كتب التواریح معلومة بالجرح و التعديل مضبوطة و الا سانیة محفوظة مصنونة من التغير و التبديل و لكن اذا ترك العمل بها واشتغل الناس بالرأی و دانعوا انفسهم نقبای المتقدمین مع معارضة الاخبار الصحاح لها فلا فرق بین عدمها و وجودها اذ لم یبق لها حکم عندہم و ای نسخ اعظم من هذا و اذا قلت لا حدہم فی ذلك یقول لك هو المذہب و هو اللہ كاذب فان صاحب المذہب قال لما عارض الخبر کلامی فخذ بالحدیث فلو انصف لکان علی مذہب الشافعی من ترك الكلام الشافعی للحدیث المعارض له فاللہ تعالیٰ یاخذ بید الجميع ۔

(ترجمہ: تو جان لے کہ نفسوں پر ہوا غالب ہوتی ہے اور علماء بادشاہوں کے پاس مراتب طلب کرتے ہیں تو شریعت کا روشن راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور بعیدتا ویلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ بادشاہوں کی غرضیں چلائیں جن میں ان کے نفسوں کی خواہشیں ہوں اس میں شرعی سند لے کر باوجود اس کے کہ فقہیہ کو خود اس کا اعتقاد نہیں ہوتا پر وہ بادشاہوں کی خاطر فتویٰ دیتا ہے اور میں نے ان میں جماعت فقہاء اور قاضیوں کو دیکھا ہے اور مجھے بادشاہ غازی ظاہر بن صلاح الدین یوسف بن ایوب نے خبر دی اور میری اس سے اس باب میں کلام ہوئی۔ پس اس نے اپنے غلام کو بلایا اور حکم دیا اور حکم دیا جرمدان (جرمدان چرمدان کا معرب ہے اور چرمدان کو لغات عزیزہ میں بمعنی کیسر لکھا ہے۔ شائد یہاں مراد کوئی تھیلہ یا بستہ ہو۔ محمد حسین) لے آؤ۔ میں نے کہا کیا حال ہے جرمدان کا یعنی کیوں طلب کیا ہے۔ وہ بولا تو ان باتوں پر جو میرے شہر اور حکومت میں ہو رہی ہیں انکار کرتا ہے یعنی ظلم وغیرہ منکرات پر اور قسم ہے کہ میرا بھی ان میں وہی اعتقاد ہے جو تو اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ سب کی سب بری باتیں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بات نہیں ہوتی مگر فقیہ کے فتویٰ سے اور اس کا لکھا ہوا جواز میں ان چیزوں کے میرے

پاس موجود ہے۔ پس ان پر خدا کی لعنت ہو اور قسم ہے مجھے فلا نے فقیہ نے (جس کا نام اس نے لیا تمام فقیہوں سے جو اس شہر میں تھے ظاہر دین داری میں افضل) مجھے فتویٰ دیا ہے کہ مجھ پر خاص کر مہینے رمضان کے روزے واجب نہیں مجھے اختیار ہے جس مہینہ میں چاہوں سال بھر میں روزے رکھ لوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے دل میں لعنت کی اور بظاہر کچھ نہ کہا اور وہ فلا نا شخص جس کا اس نے میرے پاس نام لیا، خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے کہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو اس کے خیال میں جگہ دی ہے اور اس میں اس حکومت کر رکھی ہے، پس جس وقت کسی فقیہ کو دیکھتا ہے کہ یہ ہوائس کی طرف مائل ہے تو اس کو اس کا برا عمل اچھا کر دکھاتا ہے کسی عجب تاویل سے اور اس کو ایک وجہ بتا دیتا ہے جس کو وہ اپنی نظر میں بہتر سمجھتا ہے۔

(امام مسجد فتح پوری دہلی سے متعلق دو صفحات یہاں مطبوع ہیں جنہیں متفرقات میں نقل کیا گیا ہے۔ بہا)

(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر چہار دہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۸ جون ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد حمد نے مشتہر کیا من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور کہتا ہے کہ صدر اول (یعنی صحابہ) نے خدا کی اطاعت عقل سے کی اور علماء نے احکام میں قیاس کیا اور بہت چیزوں میں ملتوں کو نکالا جن کو مطرد سمجھ کر قیاس کیا۔ جب یہ راستہ اس کے لئے بنا دیا تو وہ اپنی ہوا و شہوت کی شرعی وجہ سے حاصل کرنے کی طرف مائل ہوا پس وہ اپنے اور اپنے بادشاہ کی سب نفسانی باتوں میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے اور احادیث صحیح نبویہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی یا کوئی اور حدیث اس کی معارض نہ ہوتی جو اس کی ناخ ہو تو امام شافعیؒ ضرور اس کا قائل ہوتا (یہ تب کہتا ہے جب کہ وہ فقیہ شافعی ہو) یا امام ابوحنیفہؒ اس کا قائل ہوتا (یہ تب کہتا ہے جب کہ وہ فقیہ حنفی ہو) اسی طرح تمام اماموں کے اتباع کہتے ہیں اور حدیث اور اس کے عمل و اخذ کو گمراہی خیال کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان پر تقلید ان اماموں کی واجب ہے اس میں جو وہ کہیں۔ اگرچہ ان کے اقوال احادیث نبویہ کے مخالف ہوں پھر بھی رجوع

کرنا طرف اقوال آئمہ کے عمل حدیث و قرآن سے بہتر ہے۔ اور ان کو کہیں کہ ہم کو امام شافعیؒ سے روایت پہنچی ہے کہ جب تم کو میرے قول کے خلاف حدیث پہنچے تو میرے قول کو دیوار سے مارو اور عمل حدیث پر کرو۔ ایسا ہی ہم کو ابوحنیفہؒ سے پہنچا ہے کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو کہا کہ حرام ہے اس پر جو میری دلیل نہ جانے یہ کہ میرے کلام سے فتویٰ دے۔ اور ہم کو یہ بات ابوحنیفہؒ سے نہیں پہنچی مگر حنفیہ کی سند و طریق سے اور نہ شافعیؒ سے مگر شافعیوں کی سند و طریق سے۔ ایسا ہی مالکیہ و حنابلہ کے طریق سے مالکؒ و احمد بن حنبلؒ کے اقوال۔ پس جب ان کو مجال جواب نہیں رہتی تو بھاگ جاتے ہیں اور چپ ہو جاتے ہیں اور ہم کو یہ ماجرہ کئی دفعہ مشرق و مغرب میں پیش آئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک بھی نہیں ہے جو اپنے امام کے مذہب ہو سکے جسکے مذہب پر ہونے کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ پس شریعت نفسانی ہے، ہواؤں سے منسوخ ہوگئی ہے اور حدیثیں صحیح اگرچہ کتابوں میں موجود ہیں اور ان کے راویوں کے نام معہ جرح و تعدیل مرقوم اور سندیں حدیثوں کی تبدل سے محفوظ و لیکن جب ان پر عمل چھوٹ گیا اور لوگ قیاس سے مشتغل ہوئے اور پرانے علماء کے فتاویٰ باوجود ان کی مخالفت نصوص سے ماننے لگے تو حدیثوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا جب کہ ان کے نزدیک ان کا کچھ حکم نہ رہا۔ اس سے بڑھ کر کیا نسخ ہوگا جب تو کسی کو ان میں سے کچھ کہے گا تو وہ کہے گا ہمارا بھی مذہب ہے اور خدا کی قسم ہے کہ وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ اس مذہب کے امام نے کہا ہے کہ جب صحیح حدیث میری کلام کے مخالف ہو تو حدیث کو لے لو اور میرے کلام کو پانچا نہ میں چھوڑ دو اس لئے کہ میرا مذہب وہی حدیث ہے۔ پس اگر وہ انصاف کرے تو شافعی مذہب پر وہی ہے جو شافعی کے قول کو جو حدیث کے مخالف ہو چھوڑ دے (یعنی ایسا ہی حنفی وہ ہے جو ابوحنیفہ کے کلام مخالف حدیث کو چھوڑ دے۔ پس اللہ تعالیٰ سب کو سنبھال لے)۔

پس ایسے لوگوں کے فتویٰ لگانے اور کسی کو بادشاہوں کے پاس سے ہٹانے کا کیا اعتبار ہے۔ ناظرین ان حضرات کے تعصبات کو خیال میں نہ لائیں اور بمقابلہ ان کے یہ غور فرمائیں کہ بعض متعصبین نے اس امام عالی مقام پر اعتراض کیا ہے تو کیا ہوا جمہور علماء اور فقہاء تو اس کو پیشوا جانتے ہیں اور جا بجا اپنی کتب مذہبیہ میں اس کی نقل و قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگر وہ اس تیز کلامی کے سبب سے ساقط الاعتبار ہو جاتا تو

کتب مذاہب اربعہ میں اس کی نقل و قول پر اعتماد کیوں کیا جاتا رہا۔  
یہ امر کہ کتب مذاہب اربعہ میں اس کے قول و نقل پر اعتماد واقع ہے یا نہیں،  
سوءعلماء ناظرین اسفار مذاہب اربعہ کے نزدیک محتاج بیان نہیں۔ ہاں عامی اس سے  
بے خبر ہیں سو ان کی اطلاع کے لئے دو ایک عبارتیں معتبرات حنفیہ کی جن میں نقل و قول  
ابن حزمؒ سے استشہاد اور ان پر اعتماد واقع ہوا ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱۔ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی جن کی حنفیت شہرہ آفاق ہے شرح سفر السعادة کے  
صفحہ ۳۰ میں بضمن وصل اخیر قسم ثانی مقدمہ کے امام ابن حزمؒ کے قول سے استشہاد  
کرتے ہیں اور ان کو خطاب امام و حافظ (یعنی حافظ الحدیث) یاد فرماتے ہیں حیث قال:  
امام حافظ ابو محمد بن حزم گفتہ کہ اصحاب ابو حنیفہ ہمہ متفق اند کہ حدیث ہر چند  
اسناد او ضعیف بود مقدم ترا ولی تراز قیاس است۔

۲۔ حلبی نے شرح کبیر منیۃ المصلیٰ میں اس حدیث موقوف کی تصحیح میں ہے کہ  
جمہ وعیدین مصر کے سوا نہیں ہوتی ہیں، ابن حزمؒ کے قول پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا ہے:  
روی ابن ابی شیبہ عن علیؑ انه قال لا جمعة و لا تشریق و  
لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة  
عظيمة صححه ابن حزم فی المحلی و روی مر فوعاً و هو  
ضعیف و علی هذا القیاس

سوال۔ ابن حزمؒ کے قول پر علماء کا اعتماد اور ان کی نقل و روایت سے استشہاد  
تو مسلم ہے۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ بعض علماء ظاہریہ (جن میں سے ابن حزم ہیں) کی بات  
کو مواضع اجماع میں نہیں مانتے اور ان کے خلاف کی پرواہ نہیں رکھتے۔ دیکھو نوویؒ نے  
شرح مسلم کے صفحہ ۱۲۷ میں بذیل حدیث مسواک کے کہا ہے کہ شیخ ابو حامد اسفرائینیؒ نے  
امام داؤد ظاہریؒ سے (جو ابن حزم کا پیشوا ہے) وجوب مسواک نقل کیا ہے پھر کیا یہ نقل صحیح  
نہیں ہے اور اگر صحیح بھی مانی جاوے تو داؤد کا خلاف اجماع میں مضرت نہیں۔ اس سے  
معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ تو ہے جس کے سبب سے یہ اجماع کے رکن نہیں  
بنائے گئے اور اس کمیٹی کے ممبروں سے نکالے گئے۔

جواب۔ یہ بات ہی ان نفسانی فتوؤں کی طرح تعصب و ہوا ہی سے پیدا



ہوئی ہے اور حمیت مذہب و آفت تقلید نے ان سے کہلوائی ہے اس کے سوا اور کوئی دلیل اس پر نہیں پائی گئی:

قال الامام الرباني المجتهد اليماني محمد بن علي الشوكاني في نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار تحت حديث السواك وهو من السنن المؤكدة وليس بواجب في حال من احوال قال النووي باجماع من يعتقد به في الاجماع وحكي ابو حامد الاسفرائيني عن داود الظاهري انه اوجب في الصلوة وحكى لما ورد عنه انه واجب لا يبطل الصلوة بتركه وحكى عن اسحاق بن راهويه انه واجب تبطل الصلوة بتركه عمداً قال النووي وقد انكر اصحابنا المتأخرون على الشيخ ابي حامد وغيره نقل الوجوب عن داود وقالوا مذهبه انه سنة كالجماعة ولو صح ايجابه عن داود ولم تضر مخالفته في انعقاد الاجماع على المختار الذي عليه المحققون والاكثر من قال واما اسحاق فلم يصح هذا المحكى عنه - انتهى -

وعدم الاعتدال بخلاف داود مع علمه وورعه واخذ جماعة من الآئمة الاكابر لمذهبه من التعصبات التي لا مستند لها الا مجرد الهوى والعصبية وقد كثر هذا الجنس في اهل المذهب وما ادري ما هو البرهان الذي قام لهؤلاء المحققين حتى اخرجوا من دائرة علماء المسلمين فان كان لما وقع منه من المقالات المستبعدة فهي بالنسبة الى مقالات غيره المؤسسة على محض الرأي المضادة لصريح السنة في حيز القلة المبالغه فان التعويل على الرأي وعدم الاعتناء بالادلة قد افضى بقوم الى التمدد بمذاهب لا توافق الشريعة منها الا القليل النادر -

(ترجمہ: امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بذیل مسئلہ مسواک کہا ہے کہ یہ مسواک سنت مودکہ ہے اور کسی حالت میں واجب نہیں ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ بات ان لوگوں کے اتفاق سے ثابت ہے جن کا اجماع میں اعتبار ہوتا ہے۔ اور ابو حامد اسفرائینیؒ نے داؤد ظاہریؒ سے اس کا وجوب نقل کیا ہے اور نوویؒ نے اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ ایسا واجب نہیں ہے جس کے ترک سے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور اسحاق بن راہویہؒ سے منقول ہے کہ یہ ایسا واجب نہیں ہے جس کے ترک سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ ہمارے متاخرین علماء نے ابو حامد وغیرہ کا داؤد سے وجوب نقل کرنا نہیں مانا اور کہا ہے کہ اس کا مذہب بھی یہی ہے کہ مسواک سنت ہے جیسے اور جماعت کا مذہب ہے (یا جیسے جماعت سنت ہے)

اور اگر امام داؤدؒ کا واجب کہنا ثابت ہو تو داؤد کی مخالفت اجماع کو ضرر نہیں دیتی جیسے محققین و اکثرین نے اختیار کیا ہے۔ اور اسحاقؒ سے تو یہ قول وجوب صحیح ہے نہیں ہوا۔ تمام ہوا کلام امام نوویؒ کا۔

(امام شوکانی نے کہا) باوجود علم و پرہیزگاری داؤد کے، اختیار کرنی بڑے اماموں کی ایک جماعت کے اس کے مذہب کو اس کے خلاف میں شمار میں نہ لانا ان تعقبات سے ہے جن کے لئے سوائے ہوائے نفسانی و رعب مذہبی کے کچھ سند نہیں اور اس قسم کا تعصب اہل مذہب میں بہت ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان محققین (بزعم خصم) کے پاس کون سی دلیل قائم ہوئی ہے جس کے حکم سے انہوں نے داؤد کو زمرہ علماء سے خارج کر دیا اور اگر یہ اخراج داؤد کی بعض بعید باتوں کے سبب سے ہے تو وہ یہ نسبت اوروں کی ایسی باتوں کے جو محض رائے پر مبنی ہیں اور صریح حدیث کے خلاف، نہایت قلت میں ہیں اس لئے کہ رائے پر اعتماد کرنے اور نصوص کے قصد نہ کرنے نے تو قوم کو ان مذہب کی طرف پہنچا دیا ہے جن کو سنت سے بجز شاذ و نادر کہیں مناسبت نہیں (پھر باوجود اس کے ان لوگوں کا... ساقط الاعتبار نہ ٹھہرا)

بعض علماء نے اعتبار نہ کرنے خلاف ظاہر یہ پر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ لوگ مجتہد نہیں اس لئے کہ شروط اجتہاد سے رائے و قیاس بھی، جس کے یہ قائل نہیں۔ اور صاحب تنویر نے جو نصرت مذہب کے واسطے خطابیہ کی طرح کذب کو حلال جانتا ہے اور اس فن میں درجہ امامت و اجتہاد کا پاس کیا ہوا ہے چنانچہ مفصل بیان اس کا معیار الحق میں ہو چکا ہے، اس پر اس افتراء سے استدلال کیا ہے کہ داؤد و ابن حزم ظاہری اہل

سنت سے نہیں ہے اس لئے کہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے:  
و الظاہری من لا یقول بالقیاس و لا بأثار الصحابة و  
التابعین کداؤد و ابن حزم و بینہما المحققون من اهل السنة  
کا حمد و اسحاق۔

راقم (محمد حسین بٹالوی) بجواب استدلال ان علماء کے کہتا ہے کہ ثبت العرش  
ثمانقش یعنی پہلے چھت بنا لیں پھر نقش نگار کی فکر میں پڑیں۔ پہلے قیاس کو نصوص شرعیہ  
سے ثابت کریں پیچھے اس کے منکر پر انکار متوجہ فرماویں اور اس کو دائرہ مجتہدین سے  
خارج بتاویں۔

اس عاجز نے حسامی سے بز دووی تک اکثر کتب اصول مصنفہ سلف و خلف  
دیکھیں پر کسی میں کوئی دلیل صحیح صریح مشروعیت قیاس پر نہ پائی اگر کوئی شخص ایک آیت  
صریح یا حدیث صحیح مشروعیت قیاس پر مجھے بتلا دے تو انعام موعودہ اشتہار سے دو چند  
انعام پاوے لیکن قیود اشتہار کا یہاں بھی لحاظ رکھیں اور بے سوچے بن سمجھے مثال آیت  
فاعتبروا یا اولی الا بصار، یا حدیث ارأیت لوکان ابیک دین۔ یا حدیث  
ارأیت لو تمضمضت، یا حدیث معاذ بن جبل سے جو اس باب میں مشہور ہے، نہ  
لپٹ جاویں ورنہ پیچھے چھتائیں گے، اور بجائے انعام بجز خسارت و ندامت کچھ نہ  
پائیں گے۔ اور جب کوئی دلیل اس کی مشروعیت پر نہ ملے تب تک ظاہر یہی کی طعن و تشنیع  
سے متوقف رہیں اور بنظر روایات استدلال ذیل انکار قیاس کو خلاف حق نہ سمجھے اور  
نہ ظاہر یہی کو اس میں متفرد خیال کریں۔ اجلہ صحابہ و آئمہ تابعین بلکہ خود رسول امین بلکہ  
خود رب العالمین اس قیاس کے منکر ہیں اور اس کو ضلالت و ہوائے نفس و پیشہ ابلیس  
فرما چکے ہیں۔ صحیح بخاری میں (حدیث نمبر ۷۳۰۷ وغیرہ)

باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلف القیاس و قول اللہ:

و لا تقف، ما لیس لك به علم (الاسراء: ۳۶) ...

الی ان ذکر بسندہ الی ابن عمر:

یقول سمعت النبی ﷺ یقول:

ان اللہ لا ینزع العلم بعد ان اعطا کموہ انتزاعاً، و لکن

ينتزعه عنهم مع قبض العلماء بعلمهم فيبقى ناس جهال يستفتون فيفتون برأيتهم، فيضلون ويضلون، فحدثت به عائشة زوج النبي ﷺ - ثم ان عبد الله ابن عمرو حج بعد - فقالت: يا ابن اختي، انطلق الى عبد الله داستثبت؟ لي منه الذي حدثني عنه - فجئت فسالته فحدثني به كنحو ما حدثني، فاتيت عائشة فأخبرتها فعجبت، فقالت: والله لقد حفظ عبد الله عمرو... الى ان قال... بعد رواية قول سهل بن حنيف: يا ايها الناس اتهموا رأيتكم على دينكم، لقد رأيتني يوم ابى جندل ولو استطيع ان ارد امر رسول الله ﷺ لرددته، وما وضعنا سيوفنا على عواتقنا الى امر يفظعنا الا اسهلنا بنا الى امر تعرفه غير هذا الامر، قال: و قال ابو واثل: شهدت صفين، وبست صفين قال ابو عبد الله اتهموا را يكمل يقول ما لم يكن فيه كتاب و لا سنة و لا ينبغي له ان يفتي -

و قال متصلاً به، باب ما كان النبي ﷺ يسئل عما ينزل فيه الوحي فيقول لا ادري و لم يجب حتى ينزل عليه الوحي و لم يقل برأيتي و لا بقياس لقوله تعالى بما اراك الله و قال ابن مسعود سئل النبي ﷺ عن الروح فسكت ثم ذكر حديث سوال جابر اياه عما يصنع في ماله و عدم اجابته اياه بشئ حتى نزلت آيت الميراث..

(ترجمہ: یہ باب ہے جس میں برائی رائے و تکلیف قیاس کا ذکر ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا (جو اس کا موید ہے) کہ اس چیز کے پیچھے مت لگ جس کا تجھے علم نہیں (یعنی اٹکل و قیاس سے اس میں کچھ نہ کہہ) یہاں تک کہ امام بخاری نے اپنی سند سے ابن عمر سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دے کر چھین نہ لے گا (یعنی تمہارے سینوں سے نہ نکال دے گا) و لیکن اس طرح چھینے گا کہ علماء کو مع علم فوت کر دے گا پس جاہل لوگ باقی رہ

جائیں گے۔ ان سے مسائل پوچھے جاویں گے تو وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے سہل بن حنیف (صحابی) کا یہ قول (لوگو تم اپنی رائے کو برا کہو) نقل کر کے (اس کی تفسیر میں) کہا اپنی رائے کو اس امر میں برا سمجھو۔ جس میں کتاب اللہ و سنت نہ ہو اس میں مفتی کو لائق نہیں کہ فتویٰ دے۔ پھر اس کے متصل فرمایا ہے: باب ہے اس بات کے بیان میں کہ آنحضرت ﷺ جب ایسے امر سے سوال کئے جاتے جس میں وحی نہ آتی تو آپ جواب نہ دیتے اور صاف فرماتے اس کو میں نہیں جانتا عقل و قیاس سے کچھ نہ کہتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہہ رکھا ہے کہ (میں نے تیری طرف کتاب اس لئے اتاری ہے کہ تو لوگوں میں ان باتوں کا حکم کرے) جو تجھے اللہ بھائی ہیں (یعنی نہ اپنی عقل و قیاس سے)

ابن مسعود نے کہا کہ آنحضرت ﷺ روح کے حال سے سوال کئے گئے تو آپ چپ رہے یہاں تک کہ اس باب میں آیت نازل ہوئی۔ پھر امام بخاری نے وہ حدیث ذکر کی جس میں جابر کا آنحضرت ﷺ سے اپنے مال کے باب میں سوال کرنا اور آنحضرت ﷺ کا تا نزول آیت میراث کچھ جواب نہ دینا مذکور ہے)۔

قال ابو سعید و یقرب من هذه الاستدالات ما استدلال به الشيخ الاكبر محي الدين بن العربي في الباب الثامن عشر و ثلاث مائة من الفتوحات قبيل ما نقلنا عنه في نبر الثالث عشر حيث قال و من هذا الباب اى نسخ الا لشريعة بالاغراض حلف الانسان على ما ابيح له ان لا يفعله او يفعله ففرض الله تحلة الايمان و هو من باب الاستدراج و المكره الالهى الا من عصمة الله بالتنبية عليه فما ثم شارع الا الله قال تعالى لنبيه لتحكم بين الناس بما اراك الله و لم يقل بما رأيت بل عتبه سبحانه و تعالى لما حرم على نفسه باليمين فى قصة عائشة و حفصه فقال تعالى تبتغى مرضات ازواجك فكان هذا مما رآته نفسه فهذا يد لك ان قوله تعالى بما اراك الله انه ما يوحى به اليه لا ما يراه فى رآيه فلو كان

الدين با لرای لکان ر اى النبى او لى من ر اى كل ذى رأى  
 فاذا كان هذا حال النبى صلى الله عليه وسلم فيما ر اته نفسه فكيف ر اى  
 من ليس بمعصوم و من الخطا اقرب اليه من الا صابة فدل  
 على ان الا جتهاد الذى ذكره رسول الله صلى الله عليه وسلم انما هو فى  
 طلب الدليل على تعيين الحكم فى المسئلة الواقعة لا فى  
 تشريع حكم النازلة فان ذلك شرع لم ياذن الله به الى آخر  
 ما يليق للمراجعة

(ترجمہ: ابوسعید محمد حسین بنا لوی کہتا ہے کہ انہیں استدلالات حضرت امام بخاری کے قریب ہیں  
 جو استدلالات شیخ محی الدین بن عربی نے فتوحات کے باب ۳۱۸ میں اس عبارت کے (جو  
 ضمیمہ نمبر ۱۳ میں گزری) کچھ پہلے ذکر کئے ہیں جہاں پر کہا ہے کہ اسی قسم (یعنی نسخ شریعت  
 بغرض نفسانی) سے ہے کہ انسان قسم کھالے اس چیز پر جو خدا نے اس کے لئے مباح کی ہے اس  
 طرح پر کہ وہ کام نہ کرے گا یا کرے گا پس اللہ نے ایسے قسم کے کھولنے کے لئے کفارہ مقرر کیا  
 ہے اور یہ از قسم استدراج تدبیر الہی اس سے وہی بچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس پر نگاہ کر کے بچا  
 لے۔ پس یہاں کوئی شارع نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے وہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ (میں  
 نے تجھ پر اس لئے کتاب اتاری ہے) کہ تو لوگوں میں حکم کرے اس چیز سے جو تجھے اللہ تبارک  
 و تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جو تیری رائے میں آوے بلکہ اس پر عتاب کیا جب کہ آنحضرت صلى الله عليه وسلم  
 نے قصہ عائشہؓ و حفصہؓ میں اپنے اوپر حلال کو حرام کر لیا۔ سو فرمایا اے نبی تو نے اللہ کے حلال کو  
 حرام کیوں کر لیا اپنی بیویوں کی رضامندی چاہنے کو۔ پس یہ ایسی بات تھی کہ آنحضرت صلى الله عليه وسلم کی  
 رائے میں آگئی تھی اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ خدا کا یہ کہنا کہ حکم کر اس چیز سے جو تجھے اللہ  
 تبارک و تعالیٰ نے یہ ہے کہ ان کی طرف وحی ہو، نہ وہ جو آپ کی رائے میں آ جاوے۔ سو اگر دین رائے  
 سے ہوتا تو آنحضرت صلى الله عليه وسلم کی رائے تمام رائے والوں کی رائے سے بہتر ہوتی جب آنحضرت  
صلى الله عليه وسلم ان باتوں میں جو آپ کی رائے میں آویں یہ حال ہے تو کیا حال ان لوگوں کی رائے کا جو  
 معصوم نہیں ہیں اور خطا کی طرف بہ نسبت صواب زیادہ تر نزدیک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ  
 آنحضرت نے جو اجتہاد کا ارشاد کیا ہے وہ یہی ہے کہ دلیل تعین حکم کسی مسئلہ میں.. (عبارت  
 اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

## ضمیمہ نمبر پانزدہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۳ محرم ۱۲۹۶ھ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء

(جس میں بقیہ و خاتمہ جواب اس جواب کا ہے جس کو ظفر احمد صاحب نے بمقابلہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی

۱۸۷۷ء شتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری سلمہ ربہ)

طلب کی جاوے نہ یہ کہ حکم شرعی کسی مسئلہ میں از خود نکالے جاویں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے

اس کی اجازت نہیں دی۔ اخیر اس بیان تک جو دیکھنے کے لائق ہے)۔

اور اس سے پہلے جلد اول باب ۶۷ فتوحات میں آیت و لا تقولوا لمن

یقتل فی سبیل اللہ اموات سے نفی قیاس پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے۔ ہذا

اول دلیل علی ابطال القیاس۔ اور وہ بھی لائق مراجعت ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

باب اجتناب الرأی و القیاس۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال سمعت رسول الله

ﷺ يقول: لم يزل امر بني اسرائيل معتدلاً حتى نشأ فيهم

الموئدون، ابناؤ سبا یا الامم۔ فقلوا بال رأی، فضلوا و

اضلوا (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۶)

(ترجمہ: یہ باب ہے امر اجتناب رائے و قیاس کا۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے

آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ بنی اسرائیل کا کام (دین) معتدل رہا یہاں تک ان میں مولدین

(غیر ملک کی پیدائش) اور لوٹڈیوں کی اولاد پیدا ہوئی۔ انہوں نے قیاس سے باتیں نکالی۔

پس آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا)

ایسا ہی سنن دارمی میں صفحہ ۲۸ حضرت عروۃ بن زبیر سے مروی ہے اور حلیۃ

الاولیاء ابی نعیم میں ہے:

عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ان رسول الله ﷺ

قال اول من قاس امر الدین برأیہ ابلیس فقال الله تعالیٰ

اسجد لادم قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقتہ من

طیب - قال جعفر فمن قاس امر الدين برأيه قوله تعالى  
يوم القيامة با بليس لانه اتبعه بالقياس كذا في الدر المنثور  
للسيوطي

(ترجمہ: حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے وہ اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں اور  
وہ اپنے والد امام حسینؑ سے اور وہ اپنے والد حضرت علیؑ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ  
دین کے کام میں سب سے پہلے شیطان نے قیاس دوڑایا ہے۔ اللہ نے اس کو فرمایا تو آدم کی  
طرف سجدہ کر اس نے کہا (یہ حکم خلاف قیاس ہے) میں اس سے بہتر ہوں میں ناری ہوں اور وہ  
خاکي۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جس نے دین میں قیاس کیا اس کو اللہ قیامت کے دن شیطان  
کے ساتھ ملا دے گا کیونکہ وہ قیاس میں اس کا پیرو ہے۔ ایسا ہی درمنشو سیوطی میں ہے)

حیوة الحیوان د میری کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے کہ یہ بات حضرت امام  
جعفر صادقؑ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو بالمشافہ کہی اور ان کو قیاس کرنے سے منع کیا:

فقال في ذكر الطيبي ذكر ابن خلكان في ترجمة جعفر  
الصادق انه سأل ابا حنيفة ما تقول في محرم كسر ربا عية  
ظبي فقال يا ابن بنت رسول الله ﷺ لا اعلم فيه فقال ان  
الضبي لا يكون ربا عياً و هو ثنى ابدآ .. الى ان استشهد  
عليه بقول الجوهرى و شعر الشاعر ثم قال قال ابن  
شبرمة دخلت انا و ابو حنيفة على جعفر بن محمد الصادق  
فقلت هذا الرجل فقيه من اهل العراق فقال لعله الذى يقيس  
الدين برأيه اهع نعمان بن ثابت و لم اعرف اسمه الا ذلك  
اليوم فقال ابو حنيفة نعم انا ذاك اصلحك الله فقال له جعفر  
الصادق اتق الله ولا تقس الدين برأيك فان اول من قاس  
برأيه ابليس اذ قال انا خير منه خلقتنى من نار و خلقتة  
من طين فا خطاء بقيا سه و ضل - .. الى ان قال .. ايما اعظم  
عند الله الصوم والصلوة - قال الصلوة قال ما بال الحائض  
ص ٦٤ - تقضى الصوم و لا تقضى الصلوة اتق الله يا عبد



اللہ و لا تقس الدین بر أ یك فا نا نقف غداً و من خالفنا فنقول قال اللہ و قال الرسول ﷺ و تقول انت و اصحابك سمعنا و رأینا فیفعل اللہ بنا و بكم ما شاء . انتھی مختصراً من اصله . (ترجمہ: دیمیری نے ہرن کے ذیل میں کہا ہے کہ ابن خلکانؒ نے بذیل ترجمہ حضرت جعفر صادقؑ کہا ہے کہ حضرت امام نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا تم اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ہرن کا چوتھا دانت توڑ دے یعنی اس کے لئے کیا سزا ہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہرن تو چار دانت ہوتا ہی نہیں۔ وہ تو ہمیشہ دو دانت ہوتا ہے۔ پھر اس پر مصنف نے جوہری کے قول اور ایک شاعر کی شہادت پیش کی پھر کہا ابن شبرمہ نے بیان کیا ہے کہ میں اور ابوحنیفہؒ، امام جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ یہ شخص عراق کا فقیہ ہے۔ امام جعفرؒ نے فرمایا شاید وہی ہے جو دین میں قیاس کرتا ہے۔ کیا یہ نعمان بن ثابت ہے (ابن شبرمہ نے کہا) میں نے اس دن سے پہلے ان کا نام نہیں سنا تھا کہ نعمان ہے۔ ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی نعمان ہوں اللہ آپ کا بھلا کرے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تو اللہ سے ڈر اور دین میں قیاس مت کیا کر کیونکہ پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کی طرف سجدہ کرو تو اس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے اور اس کو مٹی سے۔ سو اس قیاس میں چوک گیا اور گمراہ ہوا۔ یہاں تک کہ کہا تلاءؑ تو روزہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے یا نماز۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ نماز۔ پس امام جعفرؒ نے فرمایا پھر حائضہ عورت کا کیا حال ہے کہ روزہ کی قضا دیتی ہے اور نماز کی نہیں (یعنی یہاں قیاس کہاں گیا) اللہ کے بندے خدا سے ڈر اور دین میں قیاس نہ کر۔

ہم اور ہمارے مخالفین اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے پس ہم تو یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور رسول مقبول ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تم اور تمہارے ساتھی کہو گے کہ ہم ایسا سنا اور ایسا قیاس کیا۔ پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ جو چاہے گا سو کرے گا۔ حیاۃ الحیوان کا مضمون باختصار ختم ہوا جو اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

ایسا ہی منع کرنا حضرت امام جعفر صادقؑ کا حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کتاب لوائح الا نوار القدسیۃ فی مناقب العلماء الصوفیہ میں شیخ عبدالوہاب شعرائیؒ نے ذکر کیا ہے جس کو شیخ معین نے دراسات اللیب کے صفحہ ۳۳ میں بھی نقل

کیا ہے اور اس کے ذیل میں کہا ہے:

و قولہ هذا لا بی حنیفہ لا احتمال لہ ان یحمل علی انہ  
محمول علی القیاس فی مقابلة النصوص و لا علی فوات  
شرائطہ لا بقاء ظاہر کلامہ عن ذلک و لتبریة ای حنیفہ عن  
الامرین فی جلالۃ مرتبته و کمال ادبہ بالشریعة ۔

(اس قول امام جعفرؑ میں یہ احتمال نہیں کہ یہ اس قیاس پر محمول ہے جو مقابل نصوص ہو یا جس  
میں شرطیں قیاس کی پائی نہ جائیں۔ ایک تو اس سے ظاہر کلام جعفر صادق کی اہاء کرتی ہے  
دوسری امام ابوحنیفہؒ کا ایسے قیاس سے بری ہونا اور شریعت کی نسبت بڑا بادب ہونا (یعنی وہ  
قیاس مقابل نصوص و فاقد الشروط کب کرتے تھے کہ جعفرؑ کی ممانعت کو اس پر حمل کیا جائے)

اور اس سے یہ عذر اہل قیاس کا کہ مورد ذم اس حدیث میں قیاس بمقابل  
نصوص یا فاقد الشروط سے رفع ہوا۔ اس سے زیادہ تفصیل جواب سے ایسے عذرات کی  
بعد اختتام نقول آوے گی۔ اور کنز العمال میں ہے جو شیخ علی متقی استاد شیخ عبدالحق  
دہلوی کی تالیف ہے:

من قال فی الدین برأیہ فقد اتہمنی (ابو نعیم عن جابر)  
(جس نے دین میں کچھ قیاس سے کہا اس نے مجھے مہتم کیا (یعنی نبی نہ سمجھا)۔ اس حدیث کو  
ابونعم نے جابر سے روایت کیا ہے)

لا تقیسوا الدین فان الدین لا یقاس و اول من قاس ابلیس  
(الدیلمی عن علی)

(دین میں قیاس نہ کرو۔ دین قیاس نہیں کیا جاتا۔ جس نے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔ اس  
حدیث کو دیلمی نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے)۔

و فیہ ایضاً عن ابی ہریرہ تعمل ہذہ الامۃ برہۃ بکتاب اللہ  
ثم تعمل برہۃ بسنة رسول اللہ ﷺ ثم تعمل برہۃ بالرأی  
فاذا عملوا بالرأی فقد ضلوا و اضلوا

(اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یہ امت (محمدیہ) ایک زمانہ کتاب اللہ  
پر عمل کرے گی پھر کچھ زمانہ سنت پر پھر قیاس پر۔ پس جب رائے پر عمل کیا تو گمراہ ہوئے اور

لوگوں کو گمراہ کیا)۔

اور اس حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کو ہروی نے روایت کیا ہے چنانچہ  
دراسات اللیب میں صفحہ ۶۷ ذکر کیا ہے۔

اور سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ سے منقول ہے:

لو كان الدّين بالرّأى لكان اسفل الخفّ او لى بالمسح من  
اعلاه و قد ر آيت رسول الله يمسح على ظاهر خفيّه (سنن ابو  
داؤد حدیث نمبر ۱۶۲) (ترجمہ: اگر دین رائے سے ہوتا تو موزہ کا تلا او پر کی نسبت زیادہ لائق  
مسح تھا لیکن میں نے نبی ﷺ کو موزہ کے اوپر مسح کرتے دیکھا ہے)۔

دراسات میں صفحہ ۳۷ یہ بات حضرت عثمانؓ سے بھی نقل کی ہے۔

اور سنن دارمی میں صفحہ ۳۶ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے:

قال لاياتى عليكم عام الا هو شر من الذى قبله اما انى  
لست اعنى عاماً اخصب من عام و لا اميراً من اميرٍ و لكن  
علماء كم و خيار كم و فقهاء كم يذهبون ثم لا تجدون منهم  
خلفاء و يجئى قوم يقيسون الا مبراً بهم

(ترجمہ: تم پر جو سال آوے گا اس سے پچھلا اس سے برا ہوگا میری اس سے یہ مراد نہیں کہ پہلا  
سال دوسرے سے ارزانی و آبادی میں اچھا ہوگا اور نہ یہ کہ ایک کا حاکم دوسرے سے اچھا ہوگا و  
لیکن مراد یہ ہے کہ علماء اور اچھے لوگ سمجھ دار جاتے رہیں گے پھر تم ان کے خلیفہ نہ پاؤ گے اور  
ایسی قوم آوے گی جو اپنے قیاس کا کام کرے گی)

اور اس اثر کو ہروی نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ دراسات میں ہے۔ اور اس  
سنن میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے: اياك و المكا ئد (یعنی قیاس سے بچو) چنانچہ تفسیر  
اسکی محصول کے نقول میں آوے گی۔ اور اس میں حسن بصریؓ سے مروی ہے:

انه تلا هذه الآية خلقتنى من نار و خلقتة من طين قال  
قس ابليس و هو اول من قاس۔ (ترجمہ: حسن بصری نے یہ آیت پڑھی خلقتنى  
من نار... الخ اور کہا شیطان نے قیاس کیا اور وہی ہے پہلے قیاس کرنے والا)  
اور اس میں شععیؓ سے نقل ہے:

انه قال و الله لئن اخذتم بالمقائيس لتحرم الحلال و لتحل الحرام و عنه انه قال ما حد ثوك هؤلاء عن رسول الله ﷺ فخذ به و ما قالوا برأيهم فالقه في الحش، انتهى ما في سنن الدارمي و في رواية عنه ذكره الرازي و الفاطمي قبل عليه. (ترجمہ: شععی نے کہا ہے خدا کی قسم ہے اگر قیاسوں کو لوگے تو حلال کو حرام کر دے گا اور حرام کو حلال۔ اور یہ بھی اس سے منقول ہے کہ جو کچھ لوگ تجھے آنحضرت ﷺ سے سنا دیں وہ لے لے، اور جو رائے سے کہیں اس کو پانچخانہ میں پھینک دے۔ داری کا مضمون ہو چکا۔ اور ایک روایت میں جس کو رازی اور فاطمی نے ذکر کیا ان سے یہ لفظ مروی ہے کہ اس پر پیشاب کر دے)

اور حلیۃ الاولیاء ابی نعیم میں شععی سے یہ الفاظ منقول ہیں:

۱- ایاک و المقائسہ فی الدین۔ (دین میں قیاس کرنے سے بچو)۔

۲- اذا سئلت عن شئی فلا تقس بشئ فتحرم حلاً و تحل حراماً۔ (جب تجھ سے کوئی پوچھے تو اسے جواب میں قیاس نہ کر جس میں تو حلال کو حرام کریگا اور حرام کو حلال)

۳- انما هلکتُم با نکم ترکتُم الا ثار و اخذتم بالمقائیس و لقد ابغض الی هؤلاء المسجد حتی انه لا بعض الی من کننا سۃ داری (تم اس لئے ہلاک ہوئے ہو کہ تم نے آثار کو چھوڑ دیا ہے اور قیاسوں کو لے لیا ہے۔ مجھے ان لوگوں نے مسجد (جہاں یہ رہتے ہیں) سے نفرت دلائی ہے یہاں تک کہ مجھے وہ مسجد (ان کے سبب) کوڑھ کی ڈھیر سے بری لگتی ہے)

اور محصول رازی میں حضرت ابو بکرؓ سے منقول ہے:

ای سماء تظلنی و ای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ برأی۔ (مجھے کون سا آسمان اپنے سایہ میں رہنے دے اور کون سی زمین مجھے اٹھارکھے جب میں کتاب اللہ میں کچھ اپنی رائے سے کہوں)۔

یہ بات آپ نے تب کہی جب آپ سے کلامہ کا سوال ہوا۔ اور اسی میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے:

ایاکم و اصحاب الرأی فانهم اعداء السنن اعنیتهم

الاحادیث ان یحفظوها فقلوا بالبرای فضلوا و اضلوا - و  
 عنه انه قال ایاکم و المکا ئلة - قیل و ما المکا ئلة قال  
 المقائسة ( اہل قیاس سے بچنا، یہ لوگ حدیثوں کے دشمن ہیں احادیث یاد کرنے سے یہ  
 تھک گئے تو قیاس سے باتیں بنانے لگے پھر آپ گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا)

حاشیہ - یہاں برادر عزیز محمد اسماعیل گنگوہی اس قول حضرت عمر فاروقؓ کو  
 ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے اہل قیاس کو اعداء سنت کہا ہے۔ پس اگر میں نے اعداء  
 ابن حزمؒ کو جو بجز اہل قیاس نہ تھے ضمیمہ نمبر ۱۳ مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء میں اعداء سنت کہا  
 تو کون سا کبھس ملا دیا جس پر آپ آشفته ہوئے اور ضمیمہ اخبار نور الانوار مطبوعہ ۱۲ - اکتوبر  
 ۱۸۷۸ء میں اس کے مقابلہ میں مجھے برا بھلا کہنے پر کھڑے ہوئے۔ برخوردار من! علمی  
 گفتگو اور شئے ہے اور بچوں کیسی لڑائی اور۔ میں نے اسی نظر سے آپ کو دعائے علمی  
 وصیت کی اور خطاب سے معافی چاہی ہے۔ علمی جواب اس کا یہ تھا کہ پہلے ان فقہاء  
 اعداء ابن حزمؒ کا صلحاء ہونا ثابت کرتے اور جو انصار ابن حزمؒ ان پر عیب لگاتے ہیں  
 اس سے ان کو بری کرتے پھر ان کو اعداء سنت کہنے پر خفا ہوتے کما قیل:

ثبت العرش ثم انقش -

اور حضرت عمرؓ فاروق سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مکالمہ سے بچو  
 کسی نے کہا مکالمہ کیا شئے ہے، فرمایا: قیاس کرنا۔  
 اور حضرت علیؓ سے وہ قول نقل کیا ہے جو مسح موزہ کے حکم میں ہے سنن ابوداؤد  
 سے نقل ہو چکا ہے۔ اور آپ سے یہ بھی نقل کیا ہے:

من اراد ان یقتحم حر جہنم فلیقل فی الجد برأیه و هذا  
 ایضاً یروی عن عمر ( ترجمہ: جو کوئی دوزخ کی گرمی میں بیٹھنا چاہے وہ دادے کے  
 مسئلہ میں کچھ عقل سے کہے۔ اور یہ قول بھی حضرت عمرؓ سے مروی ہے)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے:

... ینذہب قراء کم و صلحاء کم و یتخذ الناس رؤسا جہا لآ  
 یقیسون الا موربرایہم و قال اذا قلت فی دینکم بالقیاس  
 احللتکم کثیراً مما حر مہ اللہ تعالیٰ و حر متم کثیراً مما حل

اللہ و قال ان اللہ تعالیٰ قال لنبييه عليه السلام و ان احکم  
بينهم بما انزل اللہ و لم يقل بما ر أیت و لو جعل لا حد کم  
ان يحکم بر أیه لجعل ذك لرسول اللہ و لكن قيل له و ان  
احکم بينهم بما انزل اللہ و قال و اياکم و المقائیس فانما  
عبد الشمس و القمر بالمقائیس (تمہارے قاری و صالحین جاتے رہیں گے  
تو لوگ جابلوں (جو حدیث سے واقف نہ ہوں گے) کو نہیں بنا لیں گے پس وہ قیاس سے کام  
نکالیں گے اور فرمایا جب تم نے دین میں قیاس کیا تو بہترے حراموں کو حلال کر دیا اور حلالوں  
کو حرام۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں میں وہ حکم کر جو اللہ نے اتارا  
ہے اور یہ نہ فرمایا کہ وہ حکم کر جو تیری تائے میں آوے۔ سو اگر تم کو رائے سے حکم دینے کا اختیار  
ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو (پہلے) اختیار ہوتا، لیکن رسول کو تو یہی حکم ہوا کہ جو اللہ نے اتارا ہے  
وہی حکم دے اور فرمایا قیاسوں سے بچو، سورج اور چاند کی عبادت قیاسوں ہی سے ہوئی ہے)۔  
اور حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے:

السنة ما سنه رسول الله ﷺ لا تجعلوا الرأي سنة للمسلمين  
(طریق دین وہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے نکالا۔ تم لوگوں کی رائے کو دین نہ بناؤ)۔  
اور ابن سیرینؒ سے نقل کیا ہے:

انه كان يذم القياس ويقول اول من قاس ابليس  
(آپ قیاس کو برا کہتے اور فرماتے کہ جس نے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا)۔  
اور فتح الباری میں ابن بطل سے نقل کیا ہے:

اول من انكر القياس ابراهيم النizam و تبعه بعض المعتزلة و  
ممن ينسب الى الفقه داؤد بن علي  
(کہ پہلے قیاس سے نظام نے انکار کیا اور اس کے تابع بعض معتزلہ ہوئے اور مجتہدین سے  
داؤد ظاہری)۔

پھر کہا:

و تعقب بعضهم الا و لية التي ادعاها ابن بطل بان انكار  
القياس ثبت عن ابن مسعود من الصحابة و من التابعين عن

عاً مر الشعبي من فقهاء الكوفه و عن محمد بن سيرين من فقهاء البصرة و ذلك مشهور عنهم نقله ابن عبد البر و من قبله الدارمی و غيره عنهم و عن غيرهم (اور اس دعویٰ اولیت کا (جو ابن بطلال نے کیا ہے) بعضوں نے یوں تعاقب کیا ہے کہ یہ انکار صحابہ میں سے ابن مسعودؓ سے ثابت ہے اور تابعین میں سے شعی سے جو کوفہ کے مجتہدین سے ہیں۔ اور حسن بصریؓ سے جو بصرہ کے مجتہدین سے ہیں۔ یہ انکار ان لوگوں سے مشہور ہے۔ چنانچہ ابن عبد البرؒ نے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے دارمی وغیرہ نے ان سے بھی اور دوسروں سے بھی)۔

اور شرح منہاج بیضاوی میں ہے:

و الحق انه اشتھر من اهل البيت كما لباقر و الصادق و غيرهما من آئمة رضوان الله عليهم اجمعين انكار القياس . كما اشتھر عن ابى حنيفة و مالك و الشافعي القول بوجوب العمل (ترجمہ: حق یہی ہے کہ اہل بیت نبوی سے (جیسے امام باقرؑ اور امام جعفرؑ) انکار قیاس مشہور ہے۔ جیسے ابو حنیفہؒ و شافعیؒ سے اس پر عمل کا وجوب مشہور ہے)۔

یہ ہے مشنت نمونہ خروار و یکے از ہزار نقول و آثار متضمنہ انکار قیاس سے۔ اس کے مقابلہ میں قائلین قیاس یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ احادیث و آثار ان قیاسوں کے باب میں وارد ہیں جو نصوص کے مقابلہ میں یا اور شروط ان میں مفقود ہیں اور اس پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جن لوگوں سے یہ مذمت روایت ہوئی ہے انہیں سے قیاس کرنا اور اس کا مشروع ہونا بھی مروی ہے۔ پس وجہ تطبیق یہی ہے کہ قیاس با شروط کو انہوں نے جائز رکھا اور استعمال کیا اور قیاس فاقد الشروط سے منع فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو قیاسات آنحضرت ﷺ یا بعض صحابہ سے مروی ہیں ان میں مشروعیت قیاس صراحتاً ثابت نہیں ہوتی بلکہ تمہاری کتر بیونت سے مشروعیت نکلتی ہے۔ یہ مشروعیت اس صریح ممانعت کی مساوی نہ ہوئی تاکہ اس کے سبب اس میں وہ تاویل و تطبیق مسلم ہو۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے کسی موقع پر کوئی قیاس پیش کیا ہے ان کی

نظر میں اصل دلیل مسئلہ کوئی اور ہو پر انہوں نے اپنے مخاطبین کے سمجھانے کو بصورت قیاس مسئلہ بنایا ہو اس سے مجرد قیاس کی مشروعیت یا اس کے جمیع انواع کی صحت نہیں نکلتی۔ حضرت صدر الشریعہ مولف شرح وقایہ نے کتاب توضیح میں دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد انتظار وحی قیاس کیا کرتے اور اس پر احادیث ذیل سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے اور وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے باپ پر قرض ہو تو ادا کرو یا نہیں؟ وہ بولی ہاں ادا کروں گی۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ لائق ادا ہے (اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فریضہ حج کو قرض پر قیاس فرمایا اور اس کے وجوب سے اس کا وجوب نکالا)

۲۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ روزہ دار بوسہ لے تو کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کلی کر کے پانی پھینک دو، تو کیا روزہ جاتا ہے؟ (یعنی اس پر بوسہ کو قیاس کرنا چاہیے)

پھر صاحب شرح وقایہ نے اس استدلال کا آپ ہی جواب دیا ہے کہ ان احادیث میں احتمال ہے کہ آپ نے حکم ان مسائل کا وحی سے جانا ہو۔ پر بیان اس کا بطریق قیاس کیا (یعنی ان احادیث سے آنحضرت ﷺ کا قیاس کرنا ثابت نہ ہوا)۔ چنانچہ توضیح میں صفحہ ۲۳۵ فرمایا ہے:

لكن يحتتمل في الحد يثين انه عليه السلام علمه بالوحي  
لكن بينه بطريق القياس لما كان موافقاً له ليكون اقرب  
الى فهم السامع -

ترجمہ اس کا وہی ہے جو قبل نقل عبارت کہا گیا۔ یہی جواب ان احادیث کا صاحب توضیح سے پہلے امام آئمۃ الحدیث محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے ادا کیا ہے چنانچہ اپنی تصحیح کے صفحہ ۱۰۸۸ء میں کہا ہے:

باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبيّن، و قد بين النبي  
صلی اللہ علیہ وسلم حکمها ليفهم السائل ... الى ان ذكر الحديث :



عن ابن عباس : انما امرأة جاءت الى النبي فقالت : ان امي نذرت ان تحجّ، فما تت قبل ان تحجّ. افأحجّ عنها. قال : نعم . حجّي عنها . أ رأيت لو كان على امك دين، اكننت قاضيتها ، قالت : نعم. قال فاقضوا الله الذي له فان الله احق بالوفاء .

( حدیث نمبر ۷۳۱۵ صحیح بخاری ) ..

( یہ باب ہے بیان فعل اس شخص کا جس نے ایک حکم معلوم کو ایک حکم مبین سے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کر رکھا ہے تشبیہ دی تاکہ سائل کو اس کا حکم معلوم جو شرع سے ثابت ہے سمجھاوے ۔ پھر اس حدیث ادا ئے حج کو ذکر کیا اور ایک اور حدیث بھی لائے )

اور صاحب دراسات نے اس جواب کو جملہ آثار متمسکہ اہل قیاس کا جواب ٹھہرایا ہے چنانچہ بعد نقل کرنے آثار حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابن عباسؓ کے جواب پر نقل ہوئے، کہا ہے:

و حمل هذا على قياس خاص كالواقف في مقابلة النص وكالفائت بعض شروطه خلاف الظاهر لا يصار اليه الابداع والجمع بين هذا وبين ما اشتهر عنه من القياسات لا يتعين داعياً، لم لا يجوز ان يجمع بين هذا وذاك بان ما ينقل من وقيا ساتهم و ان سلم تواتر النقل و اجماع جميع الصحابة على ذلك من غير نكير لا يدل على ان ذلك هو الحجة لهم في اثبات تلك الاحكام بل يجوز ان يكون تلك الاحكام عند هم ثابتة بالاستنباط الدقيق من الكتاب و السنة و الاسباب الخفية من غير طريق القياس المتنازع فيه و بينوا على السامعين بطريق القياس الغير المثبت عندهم لتقريب فهمهم و تنقليلها انما هم بذلك كما قال صدر الشريعة في الحدیثی المتقد مین

( ترجمہ: اور مذمت کا (جوان اکابر سے مروی ہے) کسی قیاس خاص پر محمول کرنا جیسے قیاس مقابل نص ہوتا ہے یا قیاس فاقد الشروط۔ خلاف ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کرنا بدون

باعث جائز نہیں۔ اور اگر تطبیق اس مذمت اور ان قیاسات میں جو ان سے منقول ہیں باعث سمجھے گئے ہیں تو یہ باعث ہونے کے لئے متعین نہیں۔ یہ کیوں جائز نہیں کہ اس میں اور ان میں یوں تطبیق کریں کہ اگر ان سے قیاسات کا وقوع منتقل تو اترا مانا بھی جاوے اور اس پر صحابہ کا بلا اختلاف و انکار اجماع بھی فرض کیا جاوے تو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے پاس دلیل احکام (جن میں انہوں نے قیاس کیا) یہی قیاس تھا۔ بلکہ جائز ہے کہ وہ احکام ان کے نزدیک باستنباط دقیق کتاب و سنت سے ثابت ہوں انہوں نے سامعین کو بطور قیاس سمجھائے ہوں تو کہ ان کے قریب الفہم ہوں اور ان کے ذہن میں سچ جائیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ نے پہلی دو حدیثوں میں کہا ہے۔ صاحب دراست کا قول ہو چکا۔

اس کے سوا دو جواب اور بھی ہیں۔ میں نے اسی جواب کا نقل کرنا مناسب سمجھا جس کو اکابر حنفیہ نے مان رکھا ہے۔

اور امام رازیؒ نے محصول میں بعد نقل ان آثار سابقہ کے کہا ہے:

فان قلت هؤلاء الذين نقلتم عنهم المنع من القياس هم الذين دلنا على ذهابهم الى القول به فلا بد من التوفيق و ذلك بان نصرف الروايات المانعة من القياس الى بعض انواعه و ذلك حق لان العمل بالقياس لا يجوز عندنا الا عند شرائط مخصوصة. قلت هب ان الذين نقلنا عنهم المنع من القياس هم الذين دللتهم على انهم كانوا عالمين بالقياس الا اننا نقلنا عنهم التصريح بالرد و المنع على الاطلاق من غير تقييد بصورة خاصه و انتم ما نقلتم عنهم التصريح بالقبول بل رويتهم عنهم اموراً ثم دللتهم بوجوه دقيقة غامضة على ان تلك الامور دالة على قولهم بالقياس و معلوم ان التصريح بالرد اقوى مما ذكرتموه فكان قولنا راجحاً الى ان اورد اسئلة و اجوبة حاصلها منع انعقاد الاجماع على القياس. ثم قال سلمنا انعقاد الاجماع على قیاسنا لكن لم ينقل الينا انهم اجمعوا على النوع الفلانی من القیاس او

علیٰ کل انواعہ و لم یلزم منانقادات الا جماع علیٰ صحتہ نوع  
انقاداتہ علیٰ صحتہ کل نوع فاذا ن لا نواع الا و یحتمل ان  
یکون النوع الذی اجمعوا علیہ هو هذا النوع او یکون غیرہ  
و اذا کان کذا لک صار کل انواعہ مشکوکاً فیہ فلا یجوز  
العمل بشیء منہ

(ترجمہ: اگر تو کہے کہ جن لوگوں سے تم نے قیاس کی ممانعت نقل کی ہے انہیں کا قیاس پر چلنا ہم  
نے بتلا دیا ہے۔ پس ان دونوں اموروں (مختلف) میں تطبیق کی ضرورت ہوئی۔ سو یہ ہے کہ  
ممانعت کی روایات کو ہم بعض انواع قیاس کی طرف پھیریں (جن میں شروط تحقق نہیں) اور حق  
یہی ہے اس لئے کہ قیاس پر عمل کرنا بدون شروط مخصوصہ جائز نہیں ہے (تو اس کے جواب میں)  
میں کہوں گا، ہم نے مانا کہ جن لوگوں سے قیاس کی ممانعت ہم نے نقل کی ہے انہیں کا قیاس پر  
عامل ہونا بھی بتلا دیا ہے (لیکن) ان کا انکار و عمل دونوں مساوی نہیں) رد و انکار تو صریح ہے اور وہ  
بھی بطور عموم جو کسی صورت سے خاص نہیں اور ان کا عمل تم نے صریح نقل نہیں کیا بلکہ کئی ایسے  
امور نقل کئے ہیں جن سے بوجہ باریک و پوشیدہ ان کا قائل بقیاس ہونا نکالا ہے۔ اور یہ خود  
معلوم ہے کہ صریح رد و انکار تمہارے خیالی و استنباطی امور سے قوی ہے۔

(یہاں تک کہ امام رازی نے کئی سوال و جوابات، جن کا حاصل انقادات جماع کا قیاس پر تسلیم نہ  
کرنا ہے، وارد کئے۔ پھر کہا: ہم نے کسی نہ کسی قیاس پر ان کا اجماع بھی مانا لیکن ہم تک یہ نقل  
نہیں پہنچی کہ انہوں نے خاص فلانے قیاس پر یا اس کے سب اقسام پر اجماع کیا ہے اور کسی  
خاص نوع کی صحت پر اجماع ہونے سے جملہ انواع کی صحت پر اجماع ہونا لازم نہیں آتا۔ پس  
کوئی نوع قیاس نہیں مگر اس میں احتمال ہے کہ شاید یہ وہ نہ ہو جس پر انہوں نے اتفاق کیا ہے۔  
اس سے سبھی انواع قیاس مشکوک ہوئے اور کسی پر عمل جائز نہ ہوا)۔

ان عبارات سے ہماری وجوہات جواب کی پوری تائید ہوئی اور عذر اہل  
قیاس کی بیخ کنی ہوئی۔ سوائے اس کے وہ لوگ اور عذر بھی پیش کرتے ہیں اور خیالی  
دلائل بھی، اپنے پاس رکھتے ہیں۔ لیکن ہم کو اس مقام میں ان کے جملہ عذرات و  
استدلالات سے پوری بحث منظور نہیں کہ ان کی تفصیل کریں اور ان کے جوہات  
بتفصیل لکھیں۔ ہمارا مقصود اس مقام میں فقط اتنا ہی ہے کہ ظاہر یہ انکار قیاس میں متفرد

نہیں سوا اس بیان سے حاصل ہے۔ پوری بحث ابطال قیاس ہم انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ مستقلہ میں کریں گے جو بعد اختتام بحث مسائل اشتہار قلم میں آوے گا۔

اس مقام میں ہم مجمل جواب جملہ عذرات واستدلالات ادا کرتے ہیں:

قال الامام محمد بن علي الشوكاني في ادب الطلب و اما القياس فا علم ان اهل الاصول قد رسموه بانه مساواة اصل لفرع في علة حكمه ثم شرطوا له شروطاً و قيدوه بقيود هي معلومة عند عا ذني الفن لكنهم توسعوا في هذه المساواة ثبتوها با مور هي مجرد خيال ليس على ثبوتها اثاره من علم و بيانه انهم جعلوا مسلك العلة انواعاً فاكثر ما قيل انها عشرة ثم الجميع من المسالك الا القليل في بحت الرأي و محض الدعوى و المجرده فعلية ان تضع قدمك موضع المنع و تقوم مقام الانكار حتى يوجب عليك المصير الى شيء منها ما لا نقدر على دفعه و لان شك في صحته كمسلك النص على العلة و مسلك لقطع بانتفاء الفارق و مثل هذا فجرى الخطاب و ما شابه هذه الامور و اياك ان تثبت الاحكام الله تعالى بخيالات تقع لك او لعالم مثلك من سابق الامة او لاحقها. و بالجملة فالقياس الذي يذكره الاصوليون ليس بدليل شرعي و لا جاء دليل شرعي على حجيته و ان زعم ذلك من لا خبرة له بالادلة الشرعية و لا بكيفية الاستدلال بها. و اما ما كانت العلة فيه منصوصة فالدليل هنا هو ذلك النص لان الشارح كانه صرح باعتبارها اذا وجدت في شيء من المسائل من غير فرق بين كونها اصلاً او فرعاً. و هكذا ما وقع القطع فيه بنبي الفارق فانه بهذا القدر قد صار الامران اللذان لا فارق بينهما شيئاً و احداً ما دل على احدهما دل على الآخر بدون

اختیار تعدیة و لا اعتبار اصلیة و فرعیة - و اما فحوی الخطاب و لحنه فهما را جعان الی المفهوم و المنطوق و ان سماها البعض بقیاس الفحوی و بحث العمل بال مفهوم خارج عما نحن بصدرة - و قد جاءت لغته العرب الحاکیة لما كانوا يفهمونه و يتحاورون به و يعملون علیه ان مثل هذا المفهوم كان معتبراً لديهم و لهذا قال من قال من قال من العلماء انه منطوق لا مفهوم و لقد تلاحظ كثير من اهل الرأى بالكتاب و السنة تلاحظاً يخفى بهذه الذریعة القیاسیة و عولوا علی ما هو او هن من بیت العنكبوت و قدموه علی آیات و احادیث و ما هذه باول فاقوة جاء بها الشیطان و حسنھا لنوع الانسان و كل من كان له فهم لا یغرب عنه ان الله عزوجل لم یتعبد عباده بمجرد قول عالم انه قد افاده مسلك تخریج المناط او تنقیح المناط او الدوران او نحو هذا الهذیان -

(ترجمہ: امام ربانی شوکانی نے کتاب ادب الطلب میں فرمایا ہے، رہا قیاس سو جان لے کہ اصولیوں نے اس کی یہ تعریف کی ہے (اصل کا فرع سے علت حکم میں مساوی ہونا) پھر اس کی کئی شرطیں کی ہیں اور کئی قیدیں لگائی ہیں جو اس فن کے جاننے والوں کو معلوم ہے لیکن انہوں نے اس مساوات کو وسعت دی ہے اور اس کو ایسے خیالی امور سے ثابت کیا ہے جن کے ثبوت پر اثر علم پایا نہیں جاتا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے مسلک علت (وہ طریق جس سے علت کا علم حاصل کرتے ہیں) کو کئی قسم ٹھہرایا ہے جو بموجب قول اکثرین دس قسم ہیں۔ پھر وہ سب کے سب اقسام بجز قدر قلیل محض رائے اور مجرد دعاوی ہیں۔ تجھے ان کے مقابلہ میں یہی چاہیے کہ مقام لا نسلم میں کھڑا ہو جائے اور انکار کی جگہ قائم رہے جب تک کہ تجھے ایسی دلیل کی طرف رجوع حاصل نہ ہو سکے جس کے دفع کرنے پر تو قدرت نہ رکھے اور اس کی صحت میں شک نہ لائے جیسے یہ مسلک ہے کہ شارع علت کو خود بیان فرماوے۔ یا دو چیزوں میں شرعاً فرق نہ ہونے کا یقین حاصل ہو جاوے یا فوجائے کلام شارع سے کچھ حکم معلوم ہو۔ ایسے ہی اور

امور۔ اور سے بچو کہ مجر دانے یا پہلے بچھلوں کے خیالات سے احکام ثابت کرنے لگے۔  
خلاصہ یہ کہ جس قیاس کو اصولی ذکر کرتے ہیں وہ شرعی دلیل نہیں اور نہ اس کی دلیل ہونے پر  
کوئی شرعی دلیل قائم ہے۔ اگرچہ وہ لوگ جن کو ادلہ شرعیہ کی خبر نہیں اور نہ کیفیت استدلال کا علم  
، اس کے مدعی ہیں۔

رہا وہ قیاس جس کی علت پر شارع کی نص ہے (سومستقل دلیل نہیں) اس لئے کہ وہاں دلیل نص  
ہے شارع نے اس کے اعتبار کرنے کا جہاں وہ پائی جائے حکم دے دیا ہے۔ سوائے اس فرق  
کے کہ ایک کو اصل کہیں اور دوسرے کو فرع ایسا ہی وہ قیاس ہے جس میں باہم دو چیزوں کے  
فرق نہ ہونے کا یقین ہے وہاں اسی قدر سے تصریح شارع دو چیزیں ایک معلوم ہوتی ہیں  
بدون اختیار اس امر کے کہ ہم ایک کا حکم دوسرے میں لے جائیں یا ایک کو اصل اور دوسرے کو  
فرع کہیں۔

اب رہا فحوائے کلام و لحن خطاب سومنطوق و مفہوم کلام کی طرف راجع ہیں (یعنی درحقیقت وہ  
قیاس نہیں) اگرچہ بعض اس کا قیاس الفحوائے نام رکھتے ہیں اور جب کہ وہ از قسم مفہوم ٹھہرا تو  
اس کی بحث قیاس سے خارج ہے اس لئے کہ لغت عرب جس میں ان کے فہم و محاورہ کا بیان  
ہے یہ حکم دیتی ہے کہ یہ مفہوم ان کے نزدیک معتبر ہے اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ مفہوم  
نہیں منطوق ہے اور بہتیرے اہل رائے کتاب و سنت کے ساتھ بذریعہ قیاس کھیل رہے ہیں اور  
ایسے وہموں پر جو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر ہے اعتماد کئے بیٹھے ہیں اور اس کو آیات و  
احادیث سے مقدم سمجھے ہوئے ہیں اور یہ پہلی مصیبت نہیں جس کو شیطان نے بہم پہنچایا اور نوع  
انسان کے لئے اچھا کر دکھایا۔

اور جس کسی کو کچھ سمجھ ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مجرد ان اقوال  
علماء سے مکلف نہیں فرمایا جو کہتے ہیں کہ یہ قیاس یا قیاسی حکم مسلک تخریج مناظر سے حاصل ہوا  
ہے یا تنقیح مناظر سے یا دوران سے یا مثل اس کے اور بکواس سے (جو اہل قیاس و رد زبان رکھتے  
ہیں اور کمالات علمی سے خیال کرتے ہیں)۔

ترجمہ عبارات امام شوکانی کا ہو چکا جس میں مجمل جواب جملہ عزرات و  
استدلالات اہل قیاس کا ادا ہوا۔ تفصیل پھر سہی۔ یار باقی صحبت باقی  
بالجملہ اس بیان با برہان سے ثابت ہوا کہ انکار قیاس اجلہ صحابہ و تابعین و

اکابر مجتہدین بلکہ خود رسول امین بلکہ الہ العالمین سے ثابت ہے اور ظاہر یہ اس انکار میں متفرد نہیں ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کا جواب ہے جو ظاہر یہ کو انکار قیاس کے سبب دائرہ مجتہدین سے خارج کرتے ہیں۔ اب رہا جواب صاحب تنویر کا جو خاص کر ابن حزمؒ کو بدستوا ویز عبارت حجۃ اللہ البالغہ کے دائرہ اہل سنت سے خارج کرتا ہے۔ سو یہ ہے کہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے تو اس بات کی بو بھی نہیں آتی۔ ہاں اس میں بطور عادت قدیمہ کذب و تحریف کے کچھ جھوٹ ملا دیں اور یہ جملہ وضعی ان ابن حزم لیس من اهل السنة اس میں داخل کر دیں تو کار براری سہل ہے اس عبارت کا مطلب تو فقط اسی قدر ہے کہ بعضے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہاں دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ اہل رائے اور اہل ظاہر اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے قیاس یا استنباط کیا وہ اہل رائے ہوا اور یہ بات ہرگز نہیں اور رائے سے یہاں فہم و عقل مراد نہیں۔ اس سے تو کوئی بھی فریقین سے خالی نہیں۔ اور نہ وہ رائے مراد ہے جس میں سنت پر اعتماد نہ ہو۔ اس کو تو کوئی بھی مسلمان نہیں لے سکتا۔ اور نہ وہ استنباط کا نام ہے اس سے تو احمدؒ و اسحاقؒ بھی خالی نہیں۔ جو بالاتفاق اہل رائے نہیں بلکہ مراد اہل رائے سے وہ لوگ ہیں جو بعد تسلیم مسائل اتفاقی یا جمہوری کے کسی مجتہد کے اصول پر تخریج مسائل کرتے ہیں۔ اور بلحاظ ان اصول کے ایک نظیر کو دوسرے پر قیاس کرتے ہے اور احادیث و آثار کی خود تلاش نہیں کرتے اور اہل ظاہر وہ ہیں جو قیاس کے قائل نہیں اور نہ اقوال صحابہ و تابعین کو مانتے ہیں۔

اور ان دونوں فرقوں کے بیچ میں تیسرا فرقہ محققین اہل سنت کا ہے جیسے امام احمدؒ و امام اسحاقؒ (یعنی جو نہ مطلقاً منکر قیاس ہیں نہ تارک احادیث و آثار) چنانچہ اصل عبارت جناب کی یہ ہے:

و منها انی و جدت بعضهم یزعم ان هنالك فرقتين لا ثالث لهما۔ اهل الظاهر و اهل الراى۔ و ان كل من قاس و استنبط فهو من اهل الراى۔ كلا و الله بل ليس المراد بالراى نفس الفهم و العقل فان ذلك لا ینفك من احد من العلماء و لا لراى الذی لا یعتمد على سنة اصلاً فانه لا ینتقله مسلم البتته و

لا القدرة على الاستنباط والقياس فان احمد واسحاق بل الشافعي ايضاً ليسوا من اهل الرأي بالاتفاق وهم يستنبطون و يقيسون بل امراد من اهل الرأي قوم توجهاوا بعد المسائل المجمع عليها بين المسلمين او بين جمهورهم الى التخييج على اصل رجل من المتقدمين فكان اكثر امرهم حمل النظير على النظير والرد الى اصل من اصول دون تتبع الاحاديث والآثار. والظاهرى من لا يقول بالقياس ولا بالآثار الصحابة والتابعين كداؤد وابن حزم وبينهما المحققون من اهل السنة كاحمد واسحاق ترجمه اس عبارت کا وہی ہے جو قبل نقل عبارت بیان کیا گیا۔

تو دیکھو اس عبارت میں ابن حزم یا ظاہریہ کو خارج از اہل سنت کہاں فرمایا ہے۔ اور صاحب تنویر کا باستشہاد اس عبارت کے ابن حزم کو اہل سنت سے خارج کرنا بجز دروغ گوئم بروئے تو کے کیا بن سکتا ہے۔ اور اگر یہ زعم ہے کہ اس عبارت میں فرقہ ثالث کو محقق اہل سنت کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے مقابل اہل ظاہر اہل سنت نہیں ہیں تو اس کا ابطال یہ ہے کہ اس عبارت میں تین فرقوں کا ذکر ہے۔ اہل رائے، اہل ظاہر، فرقہ ثالث محققین اہل سنت۔ پس اگر فرقہ ثالث کے محقق اہل سنت ہونے سے فرقہ اہل ظاہر کا اہل سنت نہ ہونا بحکم تقابل ثابت ہوتا ہے تو ویسے ہی اہل رائے کا بھی اہل سنت نہ ہونا ثابت ہونا چاہیے اس لئے کہ جیسے اہل ظاہر کو فرقہ ثالث سے تقابل ہے ویسے ہی اہل رائے کو بھی تقابل ہے۔ اور یہ بات آپ کے منہ کبھی نہ نکلی کیونکہ یہ بات گھڑگتی ہے اور فرقہ جناب کو (جن کی پونجی بجز رائے و قیاس کچھ نہیں) سنی ہونے سے خارج کرتی ہے۔

اب اگر کوئی چوتھا شخص کہے کہ اس عبارت سے غیر محقق ہونا اہل ظاہر و اہل رائے دونوں فرقوں کا نکلتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس عبارت کے مقلد کے لئے حجت ہو سکتی ہے اور محقق صاحب بصیرت کے لئے نہیں وہ اس بات کو شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال سمجھے گا اور بنظر ادلہ ابطال قیاس اہل قیاس کو کبھی محقق نہ کہے گا۔



اس بیان سے ثابت ہوا کہ ظاہر یہ یا ابن حزمؒ میں ایسا کوئی عیب نہیں جس سے وہ اہل سنت یا مجتہدین اہل سنت سے خارج ہوں اور ان کے خلاف کا انعقاد اجماع میں لحاظ نہ کیا جائے۔

اس سے قول امام شوکانی کا (کہ مقلدین کا خلاف ظاہر یہ کے پرواہ نہ کرنا محض تعصب و ہوائے نفسانی سے ناشی ہے) صدق ثابت ہوا اور جواب سوال دوم متعلق حال ابن حزمؒ "اتمام کو پہنچا جس کے اتمام سے متیقن ہوا کہ محلی ابن حزمؒ واسطے ملاحظہ مواخذات آئمہ مذاہب کے لائق مراجعت و اعتبار ہے۔

اس سے ذنا بہ مقصد ثانی کا اختتام ہوا اور اس کے اختتام سے دونوں مقصد ختم ہوئے۔ اور ان کے اختتام سے تزییل کا سرانجام ہوا جس سے وجہ سوم (جس کا ابتداء بیان ضمیمہ نمبر ۲ مطبوعہ ۵ جنوری ۱۸۷۸ء صفحہ ۶ سے ہے) وجوہ قادحہ آثار مؤیدہ استدلال مخاطب سے پوری ہوئی۔

اب وجہ چہارم وجوہ قادحہ آثار مؤیدہ استدلال مخاطب سے بیان میں آتی ہے۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ آثار و اقوال صحابہ قائلین حجیت آثار کے نزدیک بھی تب ہی حجت و لائق استناد ہوتے ہیں جب کہ وہ باہم متخالف و متعارض نہ ہوں۔ اور جب وہ آپس میں متعارض ہوں تو ان کو وہ لوگ بھی حجت نہیں جانتے اور وہ آثار بالاتفاق حجت و لائق دستاویز نہیں رہتے۔ اور آثار مؤیدہ استدلال مخاطب باوجود مخدوش و مجروح ہونے کے بوجوہ سابقہ اسی قسم سے ہیں بعض صحابہ سے کسی گیلی سوکھی سند سے ممانعت یا ترک مروی ہے تو دوسرے صحابہ سے امر یا فعل قرآۃ بھی ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت عمر فاروقؓ سے امر قرآۃ فاتحہ ضمیمہ نمبر ۸ مطبوعہ ۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء میں صفحہ ۳۹۹-۴۰۰ منقول ہو چکا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے طحاویؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ امام کے پیچھے نماز ظہر میں فاتحہ پڑھتے اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ سے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ، حضرت ابی بن کعب، و حضرت حذیفہؓ بن الیمان، و عبادہؓ و ابوسعیدؓ سے قرآۃ فاتحہ مروی ہے:

ففى تخريج الهداية للزيعى الحنفى و قد اثبت البخارى عن

عمر و ابى بن كعب و حذيفه و ابى هريره و عائشه و عبادة

وابی سعید فی آخرین انہم كانوا یقرؤن القرآة خلف الامام  
(ترجمہ: زیلیعی کی تخریج میں ہے امام بخاری نے حضرت عمرؓ، حضرت ابی وحذیفہؓ و حضرت ابو  
ہرہؓ، و حضرت عائشہؓ و حضرت عبادہؓ و حضرت ابی سعیدؓ سے مع اور لوگوں کے یہ ثابت کیا ہے کہ  
وہ لوگ قرآة فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے)

اور ایسا ہی ذکر قائل قرآة صحابہ کا ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان نمبر اول مطبوعہ کیم  
جنوری ۱۸۷۸ء میں ان سے نقل ہوا۔

اور ہمارے خیر المعاصرین مولوی محمد عبدالحمی لکھنوی نے رسالہ امام الکلام  
میں بعد نقل آثار متعارضہ قرآة و ترک قرآة کے کہا ہے:

و هذه آثار شهدت بان المسئلة خلا فية بين الصحابة و  
آئمة الامة ... الى ان فصل اقوالهم -

(یہ آثار اس بات پر شہادت دے رہے ہیں کہ مسئلہ قرآة فاتحہ خلف الامام صحابہ و آئمہ میں  
مختلف فیہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے اقوال کو تفصیل سے بیان کیا)۔

بناء علی ہذا الاختلاف وہ آثار و اقوال مؤیدہ استدلال مخاطب لائق استدلال  
نہ رہے اور باتفاق فریقین ساقط الاعتبار ٹھہرے۔

فقال فی شرح المغنی بعد نقل الاختلاف فی حجية قول  
الصحابة۔ محل النزاع یعنی هذا لا اختلاف فيما اذا قال  
صحابی قولاً ولم يشتهر ذلك في اقرا نه ليظهر المخالفة أو  
الموافقة و اما اذا اشتهر ذلك القول و خالفوه لا يجب  
تقليده با لا جماع (ترجمہ: شرح مغنی میں) جو اصول حنفیہ کی معتمد علیہ کتاب ہے)  
بعد نقل اختلاف کے حجت ہونے قول صحابہ میں کہا ہے کہ اختلاف و نزاع اس محل میں ہے کہ  
صحابی ایک بات کہے اور وہ مشہور نہ ہوتا کہ اس قول میں اور صحابہ کی مخالفت یا موافقت معلوم ہو  
اور اگر وہ قول مشہور ہوا ہے اور دوسرے صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہو تو وہ باتفاق لائق تقلید و  
حجت نہیں ہے)

اور ایسا ہی ضمیمہ نمبر ایک مطبوعہ کیم جنوری ۱۸۷۸ء میں توضیح سے نقل ہو چکا ہے  
و قال خیر المعاصرین فی امام الکلام :

الثامن ( یعنی من الاعتراضات الواردة على استدلالهم بالآثار ) ان جماعة من الصحابة قد ثبت عنهم تجويز القراءة خلف الامام كما مر سابقاً فما الترتيح لا اختيار آثار المنع وترك هذه مطلقاً .. الى ان اورد اسئلة و اجوبة حاصلها تزئيف الاستدلال بالآثار على عدم جواز القراءة .

( ترجمہ - مولوی عبدالحی نے رسالہ امام الکلام میں کہا ہے :

آٹھواں اعتراض حنفیہ کے استدلال بآثار پر یہ ہے کہ ایک جماعت صحابہ سے تجویز قرآۃ بھی ثابت ہے۔ پس آثار مناعت کے لئے کیا ترجیح ہے۔ پھر چند سوالات و جوابات ایسے وارد کئے ہیں جن سے اس استدلال کی سستی ثابت ہو۔ )

## تنبیہ لطیف :

صاحب ہدایہ نے جب آثار متخالفہ و متعارضہ کو لائق حجت و استدلال نہ سمجھا تو ترک قرآۃ پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کر لیا لیکن بحمد اللہ انہیں کے اتباع و اشیاع نے اس دعویٰ کو سچا نہیں سمجھا۔ اور اس خیال سے کہ بسبب کذب صریح ہونے اس قول کے لوگ صاحب ہدایہ کی تکذیب کریں گے اس میں یہ تاویل کی کہ مراد اجماع سے اس قول میں اتفاق اکثرین کا ہے۔ یا اجماع منقول بحقل احد جس کو نقل خلاف مانع نہیں، یا اجماع سکوتی۔ و لیکن بحمد اللہ اس تاویل کو انہیں کے منصفین نے رد کر دیا ہے اور پایہ صدق و اعتبار میں رہنے نہیں دیا۔

قال فی امام الکلام - قد استدلال شرذمة قليلة من اصحابنا فی هذه المسئلة باجماع الصحابة كما قال صاحب الهداية بعد ذكر حدیث قرآۃ الامام قرآۃ له و علیه اجماع الصحابه و ردہ الجو نفوری فی حواشیه بقوله لو كان فيه اجماع لكان الشافعی اعرف به - انتهى - و مما یرده ایضاً مطالعة كتب الحدیث فانها متواترة على ذكر الخلاف الواقع بین الصحابة فی هذه المسئلة و لو كان الاجماع لما

كان الخلاف و النزاع و قد توجه العيني في انها يه الى توجيه قول صاحب الهداية بوجوه ا حدها انه سماه اجماعاً باعتبار الاكثر و قد روى منع القرأة عن ثمانين نفرأ من الصحابة - و ثانياً انها اجماع ثبت بنقل الاحاد فلا يمنعه نقل البعض بخلافه كمنقل حديث بالاحاد ثم لما ثبت نقل الامرين ترجح ما قلنا لانه موافق لقول العامة و ظاهر الكتاب و السنة - و ثالثاً انها يجوز ان يكون ر جوع المخالف ثابته اجماع - و رابعاً انها لما ثبت نهى العشرة الذين ذكرهم السند موني و لم يثبت رد ا حدهم عليهم عند توفر الصحابة كان اجماعاً سكوتياً انتهى ملخصاً - و لا يخفى على من نظر بعين البصيرة مافيه من الركاكة - اما في الاول فهو انه و ان صح اطلاق الاجماع على اتفاق الاكثر لكن نسبة المنع الى الاكثر ليست بظاهر لانه لا يخلوا اما ان يريد بالاكثريه الاكثريه بالنسبة الى جميع الصحابة او يريد بالنسبة الى الذين تكلموا في هذه المسئلة - فان اريد الاول فبطلانه واضح - و ان اريد الثاني فضعفه ايضاً لانه لان كون المانعين اكثر من المبيحين محتاج الى ثبوته بسند معتمد و عدم نقل خلافه بسند معتد و اذ ليس فليس -

و مافى الثاني فلان مجرد نقل اجماع على مسئلة ثبت فيها نزاع لا يفيد شيئاً في محل النزاع - و ترجح هذا المقول بكونه موافقاً للكتاب و السنة مورد الممانعة كيف لا و ظاهر الكتاب و السنة لا يشهد ان بالكراهة الاطلاقية

و اما في الثالث فلان مجرد جواز ر جوع المخالف لا يفيد في صحة دعوى الاجماع مع انه مشترك الا لزام من

الجانبيين من غير دفاع -

واما في الرابع فلان ثبوت النهي عن العشرة الذين ذكرهم  
السند موثوق ليس بيبين ولا مبرهن ومع ثبوت خلافه ايضاً  
مروى وان لم يوجد الرد الصريح وبالجملة فالمسئلة ليست  
بمحل للاجماع الا لاجماع السكوتى والا لاجماع الصريحى  
ولا الا لاجماع الاكثرى -

(ترجمہ: چند اشخاص نے ہمارے (حنفی) لوگوں سے مسئلہ قرآۃ فاتحہ میں اجماع صحابہ سے  
تمسک کیا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے بعد ذکر اس حدیث کے کہ امام کی قرآۃ مفتدی کی ہوتی  
ہے، کہا ہے کہ اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اور اس کو فاضل جون پوری نے اپنے حواشی میں اس  
قول سے رد کر دیا کہ اگر اس پر اجماع ہوتا تو امام شافعی اس کو خوب جانتے۔ اور اس بات کو  
کتب حدیث کا مطالعہ بھی رد کرتا ہے وہ سب ذکر اختلاف پر متفق ہیں۔ اگر وہ اجماع ہوتا تو  
اختلاف صحابہ کیوں ہوتا۔

یعنی نے نہایت شرح ہدایہ میں قول صاحب ہدایہ کی کئی وجہ سے توجیہ کی ہے۔

اول یہ کہ اس نے اکثر لوگوں کے لحاظ سے اجماع کا نام لیا ہے کیونکہ منع قرآۃ اسی (۸۰) نفر  
صحابہ سے مروی ہے۔

دوم۔ یہ کہ یہ اجماع بحقل احاد ثابت ہوا ہے جس کو نقل خلاف بعض مانع نہیں ہے۔ چنانچہ نقل  
اخبار احاد کا حال ہے۔ پھر جب دونوں نقلیں ثابت ہوئیں، تو ہمارا قول غالب ٹھہرا کیونکہ وہ  
اقوال اکثرین و ظاہر کتاب و سنت کے موافق ہے۔

سوم یہ کہ مخالف اجماع کا رجوع ممکن ہے۔ پس اجماع پورا ہوا۔

چہارم یہ کہ دس اصحاب سے جن کا ذکر سند موثوقی نے کہا ہے ممانعت ثابت ہے اور انکار بوقت  
دفور صحابہ ثابت نہیں تو سکوتی اجماع ہو گیا۔ یعنی کا قول مختصر ہو کر تمام ہوا۔

اور جو ان وجوہات میں ضعف ہے سو صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ وجہ اول میں یہ ہے کہ اگرچہ  
اتفاق اکثر کو اجماع بولنا صحیح ہے لیکن اکثر کا مانع قرآۃ ہونا ظاہر نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہاں  
جمع کی نسبت کثرت کا ادعا ہے تو اس کا بطلان ظاہر ہے اور اگر مجوزین قرآۃ کی نسبت کثرت  
مراد ہے تو بھی بدون سند لائق تسلیم نہیں ہے۔ دوسرے میں یہ کہ خالی نقل (بلا سند) محل نزاع

میں کسی امر کے مفید نہیں ہے اور اس کا مرجح ہونا محل منع ہے۔ اور کیونکر نہ ہو جس حالت میں ظاہر کتاب و سنت مطلق ممانعت پر شاہد نہیں ہیں تیسرے میں یہ کہ مجرد امکان رجوع مخالف دعویٰ اجماع کے لئے مفید نہیں اور یہ بات خصم بھی کہہ سکتا ہے۔

چوتھی میں یہ کہ ثبوت ممانعت ان دس اصحاب سے (جن کا سند موثقی) نے ذکر کیا ہے واضح نہیں ہے اور نہ مدلل ہے۔ اور ثابت بھی ہو تو اس کا خلاف بھی مردی ہے اگرچہ یہ اس کے رد صریحی کا وجود نہیں۔ الحاصل یہ مسئلہ محل اجماع نہیں ہے نہ محل اجماع سکوتی کا، نہ اجماع صریحی کا، نہ اجماع اکثری کا۔

ترجمہ عبارت امام الکلام کا تمام ہوا۔ اس سے ناظرین عبرت پکڑیں اور یہ سمجھ لیں کہ تقلید ایسی آفت ہے جو عقلاء و فضلاء کو بھی راہ راست سے سچلا دیتی ہے۔ دیکھو عینیؒ نے باوجود اس علم و کمال کے توجیہ کلام ہدایہ میں کیسی ضعیف باتیں کہی ہیں جو ادنیٰ محقق سے صادر ہونی محال ہیں۔

ولیکن هذا آخر الكلام في مسألة قرأة الفاتحة خلف الامام التي شهدت بها سنة سيد الانام وعمل بها الاصحاب العظام والآئمة الكرام۔ فله الحمد اولاً و آخر على ما وفقنا لا شاعة سنة النبي ﷺ و سلام على رسولنا و اما منا محمد و آله و اصحابه و هو احسن ما يقع به الختام۔

پانچواں سوال میرا یہ تھا کہ وجوب تقلید کسی شخص کا آئمہ اربعہ سے آیت قطعی الدلالة یا حدیث صحیح صریح قطعی الدلالة سے ثابت کیا جاوے۔

اس کے جواب میں آپ نے آیت فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون جس کے معنی یہ ہیں: پوچھو اہل ذکر سے اگر نہیں ہو تم جانتے، پیش کی ہے۔ پھر جب اس استدلال کا برطبق مثل مشہور چور کی داڑھی میں تنکا فساد سوچھا اور یہ کھٹکا ہوا کہ اس آیت سے تو مطلق تقلید ثابت ہوتی ہے نہ تقلید مجتہد معین آئمہ اربعہ سے تو اس کالمی جواب یہ دیا کہ تحقق مطلق بدون فرد خاص ممکن نہیں پس تعیین ثابت ہوئی۔ اور

چونکہ یہ جواب بھی غلط تھا اس لئے اس پر مطمئن نہ ہو آپ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ تحقیق مطلق تو فرد مبہم و منتشر میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح کبھی ابو حنیفہؒ کی تقلید اختیار کی کبھی شافعیؒ کی، پھر تعین کدھر گئی؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس طرح تعین مقلد سے متصور نہیں کیونکہ اگر بدون ترجیح مذہب کے اس فرد مبہم کی تعین کرے گا کہ کبھی حنفی ہو اور کبھی شافعی تو اس کا عمل باطل ہوگا اور لائق مضحکہ اور اگر ترجیح دینا چاہے گا، تو یہ امر فی الجملہ مجتہد کے سوائے کسی سے نہیں ہو سکتا۔

یہ آپ کی بے ضبط تحریر و بے ربط تقریر کا عمدگی و شائستگی سے مطلب ادا ہوا ہے۔ اصل عبارت جناب نقل کرتے تو ناظرین مطلب اس کا اچھی طرح نہ سمجھتے۔ اس کا جواب بنظر سابق تو ایسا مناسب تھا جیسے جوابات سابقہ تفصیل ادا ہوئے اور اصول و نقول مؤیدات ان کی تائید میں لکھے گئے۔ لیکن چونکہ جناب کا خطاب ڈیڑھ سال سے شروع ہے اور ناظرین کو اس کے اختتام کا از بس خیال ہے اور بحکم کل جدید لذیذ اس کے جواب کو پرانا سمجھ کر اوروں کے جوابات کی طرف رغبت ہے خصوصاً جواب ادلہ کا ملہ تصنیف مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جس کے بہت لوگ متقاضی ہیں، اور بعض حریف یہ باتیں بھی بناتے ہیں کہ ایک لڑکے کے خطاب میں مصروف ہو کر فضلاء کے جواب سے جان چھوڑاتے ہیں۔ نظر براں اس انداز کو یہاں چھوڑا گیا اور اس تفصیل سے فلم کو روک دیا اور جواب مختصر پر جس سے فساد جواب مخاطب ظاہر ہوا اکتفا کیا گیا۔

تفصیل بحث تقلید بضمن جواب رسالہ مولوی محمد قاسم صاحب یا بضمن

رسالہ مستقلہ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (ادلہ کاملہ نامی رسالہ متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

پس واضح ہو کہ ہمارا مطلوب جواب مسئلہ میں آیت قطعی الدلالتہ یا حدیث صریح ہے اور آیت فاسئلوا اہل الذکر.. الخ سے تقلید امام معین بطور قطعیت و صراحت تو کیا ثابت ہوگی بطور ظہیریت و اشارت بھی ثابت نہیں۔ اولاً اس لئے کہ اس آیت میں تقلید کی بوجہی نہیں۔ اس میں تو سوال کا ارشاد ہے۔ سو بھی متعلق دلیل و ثبوت چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات و الزبر

مطلب اس کا یہ ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی انسان ہی رسول بھیجے ہیں جن کی طرف وحی کی (لوگو!) اگر تمہیں علم کتاب نہیں تو اہل علم سے اس کا ثبوت و بیان پوچھو۔ وہ تم کو کتب سابقہ سے یہ بات نکال کر بتادیں گے۔

تو دیکھو اس مطلب کو تقلید سے کچھ تعلق نہیں بلکہ صریح مخالفت ہے اس لئے کہ تقلید بالاتفاق بلا دلیل بات مان لینے کا نام ہے۔ چنانچہ کتب اصول و شروح کتب فقہ میں یہ تعریف تقلید موجود ہے اور اسی نظر سے حافظ ابن قیمؒ نے قصیدہ نونیہ میں یہ شعر کہا ہے:

إذا جمع العلماء ان مقلداً  
للناس کا لاعمی هما الاخوان

یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ لوگوں کا مقلد اندھے کی مثل ہے اور وہ دونوں آپس میں بھائی ہیں۔ جو بن دیکھے اور بدون سمجھنے دلیل کے دوسرے کی بات مان لیتے ہیں۔ اور اس آیت میں دلیل و بیان کے سوال کا ارشاد ہوا ہے۔ پس یہ آیت گویا مانع تقلید ٹھہری نہ مجوز تقلید۔

اس آیت سے جواز تقلید نکالنا چاہئے و جو غلطی فاحش ہے گو صدور اس کا بعض اکابر سے ہوا ہے اور ہمارے بعض رسائل تالیف اوائل عمر میں بھی پایا جاتا ہے۔ اب ہمارا اس سے رجوع ہے اور یہ کچھ نئی بات نہیں۔ اکابر صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین نے اپنے اقوال سے ایک وقت رجوع کیا ہے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ ہمارے اس قول پر جب کوئی انکار کرے گا تو ہم اس کے جواب میں تفصیل ان اقوال کی جن سے سلف نے رجوع کیا ہے قلم میں لاویں گے۔

ثانیاً فرض کیا اور مان لیا کہ یہ آیت دلیل جواز یا وجوب مطلق تقلید کے لئے ہے لیکن اس سے تقلید امام معین ہرگز ثابت نہیں ہوتی چنانچہ مخاطب کو بھی یہ بات سوجھ گئی ہے۔ اور جو آپ نے اس میں حیلہ حوالہ کیا ہے وہ لایینفع ہے۔ آپ کا جواب اخیر کہ تعیین فرد مبہم و منتشر مقلد سے تصور نہیں۔۔ الخ۔ اس ایک تقریر سے مدفوع ہو سکتا ہے کہ جیسے تعیین فرد مبہم و منتشر مقلد محض سے غیر متصور ہے ویسے ہی ابتداء تعیین مذہب خاص اس سے غیر ممکن ہے اور اس میں وہی دلیل آپ کی جاری ہو سکتی ہے جو اس میں



جاری کی ہے اس طرح کہ اگر مقلد محض چاروں مذاہب سے بدون ترجیح ایک مذہب کو اختیار کرے گا تو عمل اس کا بقول آپ کے باطل و لائق مضحکہ ہوگا اور اگر ترجیح دینا چاہے گا تو اس پر قادر نہ ہوگا کیونکہ یہ امر فی الجملہ مجتہد کے سوائے کسی سے بقول آپ کے ہو نہیں سکتا۔

الغرض تعین بدلی (یعنی آج حنفی ہونا، بکل شافعی، پرسوں ماکی، ترسوں حنبلی) اور تعین خاص ابتدائے (یعنی ہوش سنبھالتے ہی چاروں مذاہب سے ایک مذہب حنفی یا شافعی خاص کر لینا) دونوں بلا تفاوت سر مو یکساں ہیں۔ اگر تعین بدلی مقلد محض سے ناممکن ہے تو تعین خاص ابتدائی بھی ناممکن ہے۔ اور اگر تعین خاص ابتدائی مقلد محض کے لئے جائز ہے تو ویسے ہی تعین بدلی بھی جائز ہے۔

اس میں، اس میں فرق ہے تو بتلائے اور انعام موعود سابق سے دو چند انعام پائے ورنہ اس آیت کے استدلال سے باز آئے۔ اور یہ غور فرمائے کہ میں دلیل صریح قطعی الدلالة کا طالب ہوں اور یہ آیت ما نحن فیہ میں قطعی الدلالة تو کیا ہوگی ظناً و اشارۃً بھی دلالت نہیں کرتی۔

یہ تو آپ کے جواب کا جواب ہے۔ اب آپ کے اعلان کا جواب دیا جاتا ہے جو پرچہ مطبوعہ کوہ نور میں مندرج ہے اور ضمیمہ سفیر ہند سے کسی کے کہنے یا خود منفعول ہونے نکال دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبلغات انعام مندرجہ اشتہار دے دو، ورنہ مجبوراً چارہ جوئی کیجائے گی۔

الجواب۔ جناب من! حلوہ خوردن راروئے باید۔ حلوہ کھانے والے اور منہ ہیں۔ آپ کا منہ اس لائق نہیں۔ آپ جواب اشتہار کا میری شرط کے مطابق دیتے تو بدون مطالبہ انعام پاتے۔ آئندہ انعام کی حرص ہو تو جواب صحیح آپ سے نہ ہو سکے تو طلباء مدرسہ سہارن پور سے جن سے آپ کو شد و بود حاصل ہو لکھوا کر شائع کریں اور انعام موعود سے سہ چند انعام پائیں۔ زیادہ کیا عرض کروں گنجائش وقت نہیں۔

خاتمہ : و لیکن هذا آخر ما تکلمنا بتائید اللہ الا حد فی  
فعض جواب الطالب المستور بذیل ظفر ا حمد بحیث ظهر  
کسادہ و فسد۔ و عجز صاحبہ عن المعارضہ و امر خد۔ فلم

يقدر عليه الى هذا الامد ولا يقدر فيما بعد انشاء الله ذو  
المجد فله الحمد و به ثقتي و فيه رحبتي و هو الصمد و  
سلام على نبيه محمد و آله و اصحابه الى آخر الابد - نمقه  
ابو سعيد محمد حسين اللاهوري

(اطلاع - مدت سے صحبت حضرت عبداللہ غزنوی نزیل امرتسر کا) جس کی ترغیب اشتہار میں دے  
چکا ہوں) شائق ہوں مگر اشغال روزمرہ مانع رہے۔ اس مہینہ جنوری میں اللہ تعالیٰ نے توفیق  
دی تو ان کی خدمت میں حاضر ہونگا وہاں اگر تحریر پرچہ جنوری ۱۸۷۹ء کی فرصت نہ ملی تو اس  
کی کسر پرچہ فروری میں انشاء اللہ نکال دوں گا اور کسی قدر عرض اس کا پرچہ ہذا میں بھی آ گیا ہے  
- ابو سعید عفا اللہ عنہ)

## متفرقات

### ضمیمہ نامعلوم

(درج ذیل عبارت پر مشتمل چند صفحات اس نسخے میں لگے ہوئے ہیں جس کی فونو کاپی سے ۸  
اور ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء کے ضمیمے نقل کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ عبارت وہاں اجنبی معلوم ہونے کے  
باعث یہاں الگ سے نقل کی جا رہی ہے۔ بہاء)

(و لکنہ ﷺ ما مات حتی بلغ الی مجموع امتہ جمیع ما امر  
بتبلیغہ الیہم و کانوا متفرقین الاوطان و مختلفۃ الامکنۃ و  
البلدان و کان عند بعضهم من العلم مالیس عند غیرہ و کانوا  
یختلفون تارۃ فی المعنی من النص كما وقع لمن امرهم النبی  
ﷺ ان لا یصلوا العصر الا فی بنی قریظہ فمنہم من اخذ  
بظاہرہ و منهم من اخذ بتاویلہ و یختلفون تارۃ فی  
الاستنباط من النص بالقیاس كما وقع لعمر بن العاص

حين تيمم من الجنابة من شدة البرد متلولا قوله تعالى لا تقتلوا انفسكم ، وتارة في غير ذلك.)

( و الاقاس على ما فى الكتاب و السنة او على احد هما و اخذ به )

( و الا كان غالباً او تارة بقول الصديق و الاجتهاد و استخراج آراء الناس فمارآه صواباً اخذ به و قلما

يخطىء فى رأيه ثم انتقل الى الله و قام مقامه ذو النورين<sup>ؑ</sup> فكان يأخذ بالكتاب و السنة و قول الشيخين

غالباً او تارة ثم انتقل الى الله تعالى و قام مقامه زوج الزهراء<sup>ؑ</sup> فكان يأخذ بالكتاب و الاثر و القياس الانور )

( وكانوا يختلفون فى بعض الفروع و لم يقصروا فى اتباع الحق و تفرقوا فى مشارق الارض و مغاربها و جنوبها و شمالها و اخذ منهم العلوم اقوام متفرقون ثم لا يزالون يقلون و كثر الاختلاف بسبب اتباعهم الذين اخذ عنهم العلوم حتى انقرضوا بالكلية.

و قام مقامهم فى الفتوى وغيره علماء التابعين و زادوا فى الاختلاف لاختلافهم فى العلوم و الفهوم ثم قام مقامهم علماء التابعين و زادوا فى الاختلاف و ربما اتفقوهم و من قبلهم فى ما كان مختلفاً فيه قبل فصار الامر الذى يجتمعون عليه مجعاً عليه بعد ان كان مختلفاً فيه و كان فى كل زمن و بلد خلق كثير من اهل الاجتهاد و الفتوى و الحديث و نحوها و كانت لهم مذاهب مختلفة و آراء مبتدرة و وفق الله تعالى تلامذة الائمة الاربعة و اصحابهم فحفظوا مذهبهم و دونوها و نشروها حتى لم يبق من اتباع غيرهم الا اقل قليل بحكمة يعلمها الله تعالى و تدارست مذاهب غيرهم و بقيت مذاهبهم

## معمولة

و سبب الاختلاف اشياء كثيرة لا يمكن حصرها منها  
الاختلاف فى العلوم و الفهوم و كون النصوص قابلة  
للاحتمالات با اعتبارات الالفاظ و النظم التركيب و ايساق و  
غير ذلك . )

( و مضى الصحابة و خلفهم التابعون الآخذون عنهم وكانوا  
مختلفين فى العلوم و الافهام و كل كان يفتى على مبلغ علمه  
ولا يكلف الله نفساً الا وسعها وكل ماجور على ما اصاب فيه  
اجرين و ماجور فيما خفى عنه اجراً و ا حداً و قد يبلغ الرجل  
نصان ظاهر التعارض فيميل الى احدهما بنوع من  
الترجيحات و يميل غيره الى ما تركه بنوع آخر من  
الترجيحات و مثل هذا كثير.

و لهذه الوجوه ترك بعض العلماء ما تركوا من الاحاديث و  
الآيات و خالفهم نظرائهم فاخذ هؤلاء ما ترك اولئك واخذ  
اولئك ما ترك هؤلاء . لا للقصدي الى خلاف النصوص و اذا  
قامت الحجة على من بلغه شىء صحيح من الدليل اى من غير  
تعارض او نحوه فلم يبق تركه الا للعناد و التقليد و على هذه  
الطريقة كانت الصحابة . انتهى كلامه ملخصاً . )

( و ذكر ابن القيم من اسباب الاختلاف اشياء منها ان احد  
المجتهدين يعتقد ضعف احد و الآخر ثقته ومنها ان بعضهم  
يشترط فى خبر الواحد العدل شرطاً يخالفه غيره ومنها عدم  
معرفة بدلالة الحديث اما لكون لفظ الحديث الحديث غريباً  
عنده او يكون لفظه مشتركاً او مجملاً او محتملاً فيه الحمل  
على ظاهر معناه الحقيقى و المجازى ومنها عدم تفتنه  
لدخول فرد معين تحت عام بعد علمه به اما لعدم احاطة

بحقیقہ ذلک الفرد ومماثلتہ لغيرہ من الافراد الدآ خلة تحت العام و اّما الخطرة على باله و اّما لاعتقاده و اختصاصه بخصیصۃ تخرجه من العام و منها اعتقاده العموم فیما لیس بعام او الاطلاق فی المقيّد فيذهل عن التقييد . و منها اعتقاده عدم دلالة اللفظ على الحكم المتنازع فيه اما لعدم معرفته مدلول اللفظ فی عرف الشرع فيحمله على خلاف مدلوله او يكون له فی عرف الشرع معنیان فيحمله

على احد هما و يحمل غيره على غير ذلك او لفهمه من الخاص العموم او من العام المخصوص و من المطلق المقيّد و من المقيّد المطلق و منها انّ النصّ عارضه ما يساويه او اقوى منه و للتعارض انواع قال ابن القيمّ فمن هداه الله تعالى الى الاخذ بالحق حيث كان و مع من كان ورد الباطل مع من كان فهذا اعلم الناس و اهداهم سبيلاً و اقومهم قیلاً و اهل هذا المسلك اذا اختلفوا فاختلفافهم رحمة وهدى وهو من باب التعاون على الدين كل يخبربمأراه صواباً عنده فان قوبل بين الآراء المختلفة و عرضت على كتاب الله و سنّة رسول الله ﷺ و تجرد النظر من التعصب و الحمیة و استفرغ و سعه و قصد طاعة الله و رسوله ﷺ قل ان يخفى عليه الصّواب من تلك الاقوال و ما هو اقرب اليه و هذا النوع من الاختلاف لا يوجب معاداة و لا افتراقا في الكلمة و لا تبديد الشمل . انتهى

قلت اذا كان المعبود الامر بالعبادة و احد و الرسول ﷺ واحداً و الدين واحداً و هؤلاء العلماء كلهم يريدون اتباع الدين و لا يقصرون و كل له فضائل و کمالات و قد قال الله فا سئلوا اهل الذکر ان كنتم لا تعلمون-فالتعصب لمعين

والجمود على قوله لماذا؟ نقل الحافظ ابن حجر في لسان الميزان عن الطحاوى انه قال او كل ما قال به ابوحنيفه اقول به؟ وهل يقلد الا عصبى او غبى فطارت هذه الكلمة بمصر حتى صارت مثلاً - انتهى - و مذهب كل امام ما قاله و لم يرجع عنه ولا يمكن عن مجتهد قولان متباينان من غير رجوع من احد هما. اللهم الا ان يكون متردداً فى ذلك و يحتمل ان يقول المجتهد قولاً ثم يرجع الى غيره ثم يرجع عن الآخر الى الاول و لم ار لهذا مثلاً فى الاقوال المجتهدين ولم يكن لاحد من تلامذه الامام واصحابه ان يعرف جميع مذهبه و هذا ظاهر و غالب اختلاف اصحاب ارباب المذاهب سببه ان بعضهم يعرف من المذهب ما لا يعرف غيره و منهم من يعرف القول المرجوع عنه ولا يعرف المرجوع اليه و يفتى بالاول و منهم من لا يعرف عن الامام نصاً فيقيس على مسائل الامام و يخالفه غيره فى ذلك القياس فتارة يصيب هذا و تارة هذا و كثيراً ما يختلفون فى فهم معانى قول الامام و دلالتها و هذا باب واسع جداً و ليس كل ما يستنبط رجل من اقوال الامام يكون مذهبه بل تارة يوافق مذهبه و تارة يخالفه و لا ينبغي ان تنسب الاقوال المستنبطة من اقوال الآئمة للآئمة بانها اقوالهم او مذاهب لهم قطعاً لانه يحتمل انها عرضت عليهم قبلوا شيئاً منها و ردوا اشياء آخر و هذا كما لا ينسب ما استنبط المجتهدون من اقوال النبي ﷺ اليه على انها اقواله و يحتمل كونها شريعة قال ابن تيميه فى رد الروافض تجد احد الطائفتين او الرجلين من الناس لا يكذب بما يخبر به من العلم لكن لا يقبل ما تاتى به طائفة اخرى من الحق سواء كان من باب الصدق المعروف بالخبر او من

الصّدق المعروف بالّنظر فيقبل ما ذكرته طائفة من معقول و منقول و يرد ما ذكرته الطّائفة الاخرى - انتهى

قلت هذا كثير في اصحاب ار باب المذاهب خصوصاً في اهل زماننا هذا تراهم لا يعتمدون الا ما وجدوه منقولاً من اهل مذهبهم سواء كان ذلك قول امامهم ام لا -

( فائدة ) الذي ظهر لهذا القاصر ان معظّم المسائل المذكورة في اصول الفقه مأخوذ من اقوال الآئمة ذلك ان ينظر مثلاً بعض اتباع الآئمة في مسائلهم فيجد كثيراً منها راجعة الى اصل واحد فيجعل ذ

لك الاصل قاعدة لها و لا مثالها و قس على هذا و ربّما يوافق التّأخر المتقدم و ربّما يخالفه و ربّما يقلّده

فرّبما يصيب المتقدم و ربما يصيب المتأخّر و الانصاف خير الاوصاف في باب الاختلاف و الرجوع على الاتفاق اولى من الافتراق و الله اعلم بالصّواب و اليه المرجع و المآب - و صلّى الله تعالى على سيّدنا محمّد خير خلقه و آله و صحبه و بارك و سلّم - )

اور ابن قيم نے کہا ہے کہ اختلاف کے بہت سے اسباب ہیں - از انجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو ضعیف سمجھتا ہے دوسرا اس کو ثقہ خیال کرتا ہے از انجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو عادل کی حدیث میں شرط لگاتا ہے جو دوسرا نہیں لگاتا - از انجملہ یہ کہ وہ معنی حدیث کو نہیں جانتا، یا تو اس لئے کہ اس حدیث کے الفاظ اس کے نزدیک کم استعمال ہیں یا اس لئے کہ وہ مشترک المعنی یا مجمل ہے - یا یہ کہ وہ ظاہری معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر محمول ہونے کے متحمل ہے - اور از انجملہ یہ کہ وہ کسی حدیث کو عام جان کر اس میں کسی خاص فرد کے داخل ہونے کا یقین نہیں رکھتا - یا تو اس لئے کہ وہ اس فرد کی حقیقت اور بقیہ افراد سے اس کی مماثلت و مشابہت کا علم نہیں رکھتا

یا اس لئے کہ وہ اس میں اپنے دل میں شبہ رکھتا ہے یا اس کو کسی وجہ خصوصیت سے حکم عام سے خارج کرتا ہے اور از انجملہ یہ کہ وہ اس حدیث کو جو عام نہیں ہے، عام سمجھتا ہے یا اس حدیث کو جو مقید ہے، مطلق خیال کرتا ہے اور اس کی قید سے غافل ہے۔ اور از انجملہ یہ کہ وہ لفظ حدیث کا حکم متنازعہ فیہ پر دلالت کرنا نہیں مانتا، یا تو اس لئے کہ اس کے عرف شرع میں معنی نہیں جانتا اس لئے خلاف معنی پر محمول کرتا ہے یا یہ کہ عرف شرح میں اس حدیث کے دو معنی ہیں وہ اس حدیث سے ایک معنی لیتا ہے، دوسرا دوسرے معنی۔ یا وہ حدیث خاص کو عام سمجھتا ہے یا عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے اور مقید کو مطلق۔ اور از انجملہ یہ کہ اس حدیث کے معارضہ (مقابلہ) میں اور حدیث اس کے مساوی یا اس سے زیادہ قوی پائی جاتی ہے۔ اور تعارض کے کئی اقسام ہیں۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ حق بات کو لے لیتا ہے جہاں کہیں ہو اور جس کے پاس ہو، اور ناحق کو رد کرتا ہے خواہ وہ کیسے شخص کے ساتھ ہو۔ ایسا شخص تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہے اور سب سبزیادہ ہدایت پر ہے اور سب سے زیادہ راست گو۔ ایسے لوگ باہم اختلاف بھی کرتے ہیں تو ان کا اختلاف رحمت ہے اور ہدایت اور یہ اختلاف کرنا ایک دوسرے کو اپنی رائے سے جس کو اپنے نزدیک صواب سمجھتا ہے اطلاع دیتا ہے۔ پس اگر ان سبھی مختلف آراء کا آپس میں مقابلہ کیا جاوے اور ان سب کو کتاب اللہ و سنت رسول پر پیش کیا جاوے اور اپنی نظر کو جو ان آراء لگاتے ہیں تعصب اور حمیت و پاسداری سے مجرد کریں اور اپنی وسعت اور قصد طاعت خدا اور رسول کو پورا خرچ کریں تو ان اقوال و آراء سے جو صواب اور جو قریب صواب ہے کم مخفی رہے۔ اس قسم کا اختلاف آپس میں عداوت پیدا نہیں کرتا اور نہ کلمۃ الاسلام میں تفرقہ و پراگندگی بہم پہنچاتا ہے

میں (محمد حیات) کہتا ہوں کہ جب کہ (سب کا) معبود، عبادت کا حکم دینے والا



ایک ہے اور رسول (دین اسلام لانے والے) ایک ہے اور دین (اسلام) ایک، اور یہ سبھی علماء اتباع دین کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے قصور نہیں کرتے اور ہر ایک کے لئے فضائل و کمالات حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے، پھر ایک شخص کے لئے تعصب کرنا اور اسی قول پر جمے رہنا کس لئے ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: کیا جو کچھ ابوحنیفہ نے کہا ہے، میں اسی کا قائل ہوں؟ (ایسی) تقلید (ایک شخص کی ہر بات میں) تو وہی کرتا ہے جو معتصب یا بے سمجھ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ طحاوی کا مصرع میں اڑ گیا اور ضرب المثل ہوا۔ اور مذہب مجتہد وہ ہوتا ہے جو اس نے کہا پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ اور ایک مجتہد سے دو قول مختلف کا سرزد ہونا بجز اس کے کہ وہ ایک قول سے رجوع کرے، ممکن نہیں مگر اس صورت میں کہ ان دونوں میں اس کو تردد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد نے پہلے ایک قول کہا ہو، پھر اس سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا ہو پھر اس قول سے پہلے قول کی طرف رجوع کیا ہو، اس کی مثال مجھے اقوال مجتہدین سے کوئی معلوم نہیں اور کسی امام کے شاگرد اور رفیق اس کے سبھی مذہب کو نہیں جانتے اور یہ امر ظاہر ہے۔

آئمہ مذاہب کے شاگردوں کے باہمی اختلاف کا غالباً یہ سبب ہوا ہے کہ بعض شاگردوں نے امام کا مذہب اس قول کو جانا جس کو دوسرے نے نہ مانا اور بعض نے امام کے پہلے قول کو جس سے امام نے رجوع کیا تھا۔ امام کا مذہب سمجھ لیا اور اسی پر فتویٰ دیا۔ اور دوسرے قول کو (جس کی طرف رجوع کیا تھا) معلوم نہ کیا۔ اور بعضوں نے امام کا کوئی قول نہ پایا بلکہ امام کے اقوال و مسائل پر قیاس کر کے اسی قیاس کو مذہب امام قرار دیا اور دوسرے شاگردوں نے اس قیاس میں خلاف کیا۔

پس کبھی یہ صواب کو پہنچا، کبھی وہ مصیب ہوا۔ اور بسا اوقات قول امام کے معنی سمجھنے میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف کا دروازہ نہایت فراخ

ہے اور یہ نہیں ہے کہ جو بات کوئی امام کے قول سے نکال لے وہی امام کا مذہب بن جائے۔ بلکہ کبھی وہ استنباطی بات مذہب امام کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف پڑتی ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ جو اقوال و مسائل امام کے اقوال سے نکالے گئے ہیں۔ ان اقوال کو امام کی طرف منسوب کیا جاوے اور ان کو یقیناً اقوال و مذاہب امام ٹھہرایا جاوے، کیونکہ احتمال ہے کہ اگر ان اقوال کو امام کے سامنے پیش کیا جاتا تو بعض اقوال کو امام قبول کرتا اور بعض اقوال کو رد کرتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ جو مسائل مجتہدوں نے آنحضرت ﷺ کے اقوال سے استنباط کئے ہیں اور ان کو قطعاً آنحضرت ﷺ کے اقوال نہیں مانا جاتا۔ تاہم ان کا شریعت ہونا بھی محتمل ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنہ میں کہا ہے کہ تو دو جماعتوں مختلف مذاہب یا دو شخصوں میں سے ایک کو ایسا پاوے گا کہ وہ اس علمی بات کو جس کی خود خبر دیتا ہے جھوٹ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو دوسری جماعت یا دوسرا شخص حق سنادے خواہ وہ خبر (حدیث و اثر) سے معلوم ہوا ہو یا نظر (فکر و قیاس) سے اس کو قبول نہیں کرتا جو اپنا فریق عقلی یا نقلی بات کہے اس کو مانتا ہے اور جو دوسرا فرقہ کہے اس کو رد کرتا ہے۔ کلام ابن تیمیہ تمام ہوا۔

مصنف ایقاف کہتا ہے کہ یہ بات اہل مذاہب کے پیروان خصوصاً ہمارے زمانہ (۱۱۶۳ھ) میں بہت ہے۔ ان کو تم دیکھو گے کہ وہ بجز اس بات کے جو اپنے مذاہب والوں سے منقول پائیں گے خواہ وہ قول امام ہو خواہ نہ ہو اور کسی بات پر اعتماد نہ کریں گے

فائدہ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مسائل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں آئمہ کے اقوال سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ اسی طور پر کہ بعض پیرو آئمہ کے اکثر مسائل امام کو ایک قانون کی طرف رجوع ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ اس قانون کو ان مسائل اور ان کے نظائر و امثال کیلئے اصول قرار دیتے ہیں و علیٰ مذا القیاس۔ پھر کبھی پچھلا پیرو، پہلے کے موافق ہوتا ہے اور کبھی مخالف اور کبھی اس کی تقلید کر لیتا ہے اور کبھی پہلا مصیب ہوتا ہے اور کبھی پچھلا صواب

پر پہنچتا ہے اور اختلاف میں انصاف کرنا بہترین اوصاف ہے اور اتفاق کی طرف رجوع کرنا افتراق سے بہتر ہے اور خدا تعالیٰ حق و صواب کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف سب کا بازگشت۔

و صلی اللہ علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

## تمتہ دوم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء

(جواب اشتہار مولوی حبیب اللہ صاحب، رقم زدہ: حافظ محمد شفیع صاحب امرتسر ۱۳ شوال ۱۲۹۳ھ)

میں نے اشتہار مشتہرہ آپ کا در جواب اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ اشتہار آپ کا مولوی صاحب کے اشتہار کے جواب سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان ہے۔

مولوی صاحب کے اشتہار کا منشاء یہ تھا کہ آپ لوگ مقلدین اس بات کے مدعی ہیں کہ کنز قدوری ہدایہ کفایہ وغیرہ میں کل مسائل موافق قرآن حدیث کے ہیں اور رفع الیدین اور اونچی آواز میں آمین حرام مکروہ ہے۔ اور اسی زعم عالمان حدیث کو انواع تکالیف پہنچاتے ہیں بناء علیہ مولوی صاحب ممدوح نے بمقابلہ مجادلین کے دس مسئلہ کا اشتہار دیا اگر آپ لوگ اس دعویٰ میں صادق ہیں تو ان مسئلوں کا ثبوت کسی آیت یا حدیث سے دیویں۔ پس مقتضی انصاف و حقانیت کا یہ تھا کہ آپ یا اور علماء مقلدین اگر ثبوت اس کا رکھتے لکھ کر مشتہر کرتے ورنہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو کر آئندہ عالمان حدیث سے نہ جھگڑتے۔

آپ نے برخلاف داب مناظرہ کے جس سے اظہار حق مقصود ہے بدون دینے جواب کے سائل پر سوال کر دیئے جس سے عالمان حدیث پر کچھ ذرہ بھی الزام عائد نہیں ہو سکتا اور نہ آپ قرضہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں بلکہ دانایان انصاف پسند بخوبی جانتے ہیں کہ چند عامیان نا فہم کی تسلی کے لئے یہ اشتہار آپ نے چھپوایا ہے۔

اگرچہ آپ کا اشتہار خلاف داب مناظرہ اور خلاف طریق تحقیق حق کے ہے لیکن ہم بامید جواب سوالات عشرہ اس روش نازیبا سے بھی قطع نظر کر کے جواب دیتے

ہیں۔

سوال اول آپ کا کہ رفع یدین کے لئے کوئی حدیث قوی.. الخ  
جواب، اس کا یہ ہے کہ اولاً یہ سوال لائق الزام نہیں اور نہ اس بہانہ سے سنت سے انکار  
ہو سکتا ہے کیونکہ آپ نے کوئی سند نہیں دی اس پر کہ صرف فعل آنحضرت ﷺ کا قابل  
حجت اور لائق اتباع نہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ اور آپ نے ثابت نہیں کیا کہ حدیث  
قوی ہر سنت کے واسطے ضرور ہے۔ بدون ثابت کرنے اس کے یہ سوال آپ کا آپ کو  
کچھ فائدہ نہیں دیتا لیکن جو شخص کچھ قدرے بھی قرآن و حدیث سے شعور رکھتا ہے یقیناً  
جانتا ہے کہ قول فعل تقریر آنحضرت ﷺ کی جو منسوخ اور خاصہ اور زلہ نہ ہو ہر ایک قابل  
حجت اور مثبت سنہ ہے۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے:

وما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم فانتهوا -

(یعنی جو کچھ تم کو رسول نے دیا ہے لے لو اور جس سے منع کیا ہے چھوڑ دو)

اور فرماتا ہے:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

(یعنی تحقیق ہے واسطے تمہارے ساتھ رسول خدا کے پیروی نیک)۔

اور صدہا آیتیں اور حدیثیں ہیں جو اس پرچہ میں سما نہیں سکتیں جب کہ فعل  
آنحضرت ﷺ کا ساتھ رفع یدین کے بعد تو اتر کو پہنچ گیا اور منسوخ بھی نہیں کیونکہ  
حدیث اس رتبہ کی صحیح نہیں ہوئی۔ اور حدیث خوارزمی میں دو راوی ضعیف ہیں۔  
اور حدیث جابر بن سمرہ کی بیان ہے حالت سلام کا۔ بموجب اس قاعدہ  
اصول تمہارے کے:

و اذا كانت في احد الخبرين زيادة فان كان الراوى واحدا

يوخذ بالمثبت للزيادة كما في الخبر المروى في التخالف

، (منار و شرحه)

اور خاصہ کا بھی احتمال نہیں کیونکہ جمہور صحابہ و تابعین و تبع تابعین و آئمہ  
مجتہدین و عمائد صالحین مثل شیخ عبدالقادر جیلانی و سید علی ہمدانی و غیر ہا سب عمل کرتے  
چلے آئے ہیں اور نہ کسی منکر نے آج تک یہ دعویٰ کیا ہے۔ پس اسی لئے یہ فعل

آنحضرت ﷺ کا جو زینت فرما مندر تشریح و تبلیغ ہیں ﷺ ہمارے لئے کافی و شافی ہے۔ مگر آپ چونکہ کمال جوش سے فعل آنحضرت ﷺ کو کافی نہ جان کر طالب حدیث قولی ہوئے ہیں لیجئے اور بغور سنئے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے ساتھ سند صحیح کے مالک بن حویرث سے نقل کیا ہے اور مشکوٰۃ صفحہ ۴۸ میں درج ہے:

و عنه قال قال لنا رسول الله ﷺ صلوا كما رأيتمو ني  
اصلى. متفق عليه (یعنی کہا مالک بن حویرث نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز  
پڑھو تم جیسا دیکھا تم نے مجھے نماز پڑھتا)۔

اور کہا خیر جاری میں نیچے اس حدیث کے:

هذا تخصيص للاهتمام بشانها و رعاية آدابها و سنها و  
شان الجماعة و بيان كيفيتها (یعنی یہ حکم خاص کرو اسلئے اہتمام نماز و رعایت  
آداب و سنن نماز و شان جماعت و کیفیات اس کی کے ہے)

اور تسلیم کیا اہل اصول حنفیہ نے مثلاً صاحب منار و نور الانوار و غیرہما نے اس  
کی صحت کو اور ثابت کیا ہے اس سے امام نوویؒ نے کرنا تکبیر تحریر کیا۔

اور استدلال ہمارا ساتھ اس حدیث کے اس طرح پر ہے کہ وہ شخص جس کو  
مخاطب کیا تھا حضرت ﷺ نے ساتھ اس حدیث کے یعنی جس کو فرمایا تھا کہ نماز پڑھو تم  
جیسا دیکھا تم نے مجھے نماز پڑھتا۔ وہ مالک بن حویرث ہے اور اسی مالک بن حویرث نے دیکھا  
نے حضرت ﷺ کو کہ نماز میں رفع الیدین کرتے تھے اور یہی مالک بن حویرث بھی رفع الیدین  
کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ایسا ہی کیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نماز میں۔ پس ثابت ہوا  
کہ حدیث صلوا كما رأيتمو ني اصلى شامل اور تناول ہے رفع الیدین کو اور یہ  
حدیث قولی ہے۔ اس میں امر ہے ساتھ رعایت آداب اور سنون نماز کے جس میں رفع  
الیدین بھی داخل ہے۔ ثبوت اس کا کہ مخاطب ساتھ اس حدیث قولی کے مالک بن  
حویرث ہے یہ روایت بخاری کی ہے:

حد ثنا محمد بن مثنى قال اخبرنا عبد الرحمن؟ قال اخبر  
نا ايوب عن ابي قلابه قال حد ثنا مالك (ای بن الحویرث

( قال اتینا النبی ﷺ... الحدیث  
 اور دلیل اس کی کہ دیکھا حضرت مالکؓ نے آنحضرت ﷺ کو رفع یدین کرتے  
 نماز میں یہ روایت صحیح مسلم کی ہے:

عن مالک بن الحویرث أنّ رسول الله ﷺ كان اذا كبر  
 رفع يديه حتى يحاذي بهما اذنيه، و اذا ركع رفع يديه  
 حتى يحاذي بهما اذنيه، و اذا رفع رأسه من الركوع،  
 فقال: سمع الله لمن حمده، فعل مثل ذلك (صحیح مسلم حدیث نمبر ۸۶۵)  
 (کہ روایت ہے حضرت مالکؓ بن حویرث سے کہ تھے رسول اللہ ﷺ جس وقت تکبیر کہتے  
 اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو اور برابر کرنے ان کو کانوں اپنے تک اور جب رکوع کرتے، اٹھاتے ہر  
 دو ہاتھ اپنے، اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے، پس فرماتے سمع الله لمن حمده اور  
 کرتے مثل اس کے)۔

اور ثبوت اس کا کہ خود حضرت مالکؓ بن حویرث رفع یدین کرتا اور کہتا کہ  
 آنحضرت ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے:

عن ابی قلابہ أنّہ رأى مالک بن الحویرث اذا صلی کبر ثم  
 رفع يديه، و اذا اراد ان یرکع رفع يديه، و اذا رفع رأسه  
 من الرّكوع رفع يديه، و حدث أنّ رسول الله ﷺ صنع  
 هكذا (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۳۷)

عن ابی قلابہ أنّہ رأى مالک بن الحویرث، اذا صلی کبر ثم رفع يديه، و  
 اذا اراد ان یرکع رفع يديه، و اذا رفع رأسه من الرّكوع رفع يديه، و  
 حدث أنّ رسول الله ﷺ كان يفعل هكذا (صحیح مسلم حدیث نمبر ۸۶۴)  
 (کہ روایت ہے حضرت ابی قلابہؓ سے البتہ دیکھا اس نے حضرت مالکؓ بن الحویرث کو کہ جب  
 نماز پڑھتا تھا تکبیر کہتا پھر اٹھاتا اپنے دونوں ہاتھ اور جب ارادہ کرتا کہ رکوع کرے اٹھاتا ہر دو  
 ہاتھ اور جب اٹھاتا سر اپنا رکوع سے اٹھاتا ہاتھ اور بیان کرتا تھا کہ تھے رسول اللہ ﷺ کرتے  
 تھے اس طرح)۔

پس مجموعہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مالکؓ بن حویرث نے

رفع یدین کو آنحضرت ﷺ کی نماز میں دیکھا اور جو فعل مالک بن حویرث نے حضرت ﷺ کی نماز میں دیکھا وہ مامور اور مدلول ہے حدیث صلوا کما رأیتمو نی اصلی کا۔ پس رفع یدین بھی مامور اور مدلول ہے صلوا کما رأیتمو نی اصلی کا، اور یہ بدیہی الامتاج ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث قولی صلوا کما رأیتمو نی اصلی دال اور متناول ہے رفع یدین کو۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں اصول حنفیہ ہی سے کہ یہ دلالت اس حدیث قولی کے رفع یدین پر قطعی ہے۔ اس طرح پر کہ لفظ ما، کا حدیث میں عام غیر مخصوص البعض ہے اور عام غیر مخصوص البعض واجب کرتا ہے حکم کو اپنے افراد میں قطعاً۔ پس دلالت کما رأیتمو نی کے جملہ افعال داخلہ صلوٰۃ آنحضرت ﷺ پر جس کو مالک نے دیکھا تھا قطعی ہے اور رفع یدین بھی اسی جملہ سے ہے بحکم حدیث مسلم کے اور بحکم قیاس مذکور کے پس دلالت، کما رأیتمو نی، کی رفع یدین پر بھی قطعی ہوئی۔ عام ہونا، ما، اور من کا تمہارے مسلمات سے ہے اور غیر مخصوص ہونا، ما، کا اس حدیث میں باعتبار اصل کے ہے کہ بدون کسی قرینہ صارفہ کے اس سے تجاوز جائز نہیں اور قطعی الدلالت ہونا ایسے عام کا ہی تمہارے مسلمات سے ہے انہ یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعاً دیکھو منار و نور الانوار و توضیح وغیرہ ہا اپنی اصول کی کتابوں کو پس ثابت ہوا کہ قول آنحضرت ﷺ کا صلوا کما رأیتمو نی اصلی حدیث قولی ہے واسطے رفع الیدین عند الرکوع کے اور صحیح ہے اور قطعی الدلالت بھی ہے۔

الحمد للہ کہ ہم نے رفع یدین عند الرکوع و لرفع عنہ جیسا کہ حدیث فعلی سے ثابت ہے باوجود کافی جاننے حدیث فعلی کے حدیث قولی صحیح قطعی الدلالت سے بھی ثابت کر دیا۔

پس اب آپ پر واجب ہے کہ سوا صلوا کما رأیتمو نی اصلی کے مسائل ذیل پر جن میں بعض مسلم الطرفین ہیں اور آپ کے نزدیک سب کوئی حدیث قولی مرفوع قطعی الدلالت پیش کریں کیونکہ آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صرف فعل آنحضرت ﷺ کو کافی نہیں جانتے۔

۱۔ رفع یدین جو شروع نماز میں ہے۔

- ۲۔ رفع یدین جو وتروں میں کرتے ہو۔
  - ۳۔ رفع یدین جو عید کی نماز میں کرتے ہو۔
  - ۴۔ ناف کے نیچے جو ہاتھ باندھتے ہو۔
  - ۵۔ بیس رکعت تراویح جو پڑھتے ہو۔
  - ۶۔ دعائوت جو وتروں میں پڑھتے ہو۔
  - ۷۔ سبحانک اللہم جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔
  - ۸۔ کانوں تک ہاتھ اٹھانے۔
  - ۹۔ چوتھا حصہ مقرر کرنا مسح سر میں۔
  - ۱۰۔ مسح گردن کا جو وضو میں کرتے ہو۔
- اگر آپ ان مسائل میں حدیث قولی مرفوع نہ دے سکیں تو رفع یدین متنازع فیہ کو بھی مثل ان کے سنت جائیں۔ فقط۔

### تنبیہ

اگر مولوی حبیب اللہ صاحب پرچہ ہذا کے پہنچنے پر ہی سوالات عشرہ مولوی محمد حسین صاحب کا جواب نہ چھپوا دیں گے تو لا جواب سمجھے جائیں گے۔ اور ان کے اور سوالوں کا جواب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری دام فیضہ نے چھپوا دیا ہے۔  
الراقم۔ حافظ محمد شفیع عفی عنہ ۱۳ شوال ۱۲۹۴ھ

### اعلان

اور تقلید کی رو سے بھی رفع یدین کا ثبوت ہو چکا ہے کیونکہ مولوی حبیب اللہ اور مولوی محمد عمر نے مباحثہ تقلید میں جو ما بین ان کے اور مولوی ابو عبید احمد اللہ کے ۱۲۹۳ھ میں ہوا تھا اقرار کیا ہے کہ وجوب تقلید امام معین قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ دلیل وجوب تقلید ادلہ شرعیہ سے نہیں۔ چنانچہ سوال و جواب ذیل سے بخوبی واضح ہے۔ جب تقلید بالتعین واجب نہ ٹھہری پس جن اماموں کے نزدیک رفع یدین سنت ہے ان کی تقلید سے بھی رفع یدین ثابت ہوا۔  
سوال نمبر ۷۔ مولوی ابو عبید احمد اللہ۔ جب قرآن و حدیث سے تقلید کو ثابت کرنا محال



و دشوار جانتے ہو تو اپنا ہی طور بیان کرو۔

جواب مولوی محمد عمر۔ تمہارے مسلک پر دشوار ہے کیونکہ تم سوائے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کوئی چیز حجت نہیں جانتے۔ الخ

سوال نمبر ۱۱۔ مولوی ابو عبید احمد اللہ۔ تقلید اور اجتہاد میں جو نسبت پوچھتے ہو اپنے مسلک پر یا ہمارے۔

جواب مولوی محمد عمر۔ تمہارے مسلک پر کہ تم سوائے کتاب اللہ اور حدیث رسول کے کسی کو حجت نہیں مانتے اور ہم مسائل عقلیہ میں تقلید امام کی واجب نہیں جانتے لان التقلید فی باب التقلید یستلزم و الدوران و التسلسل۔

جواب از مولوی حبیب اللہ بہ تصحیح مولوی محمد عمر۔ دلیل و جو بہ لیس من ادلة الشرعیة یعنی دلیل و جو ب تقلید کی ادلہ شرعیہ سے نہیں ہے۔

ان جوابات سے صاف ظاہر ہے کہ مقلدوں کے نزدیک بھی و جو ب تقلید شرعاً ثابت نہیں۔ ناظرین غور فرمائیں۔ فقط۔  
الراقم: حافظ محمد شفیع۔

## ضروری اعلان

مولوی ابو محمد حبیب اللہ پشوری مقیم امرتسر کے مضمون مشتملہ تترہ دوم سفیر ہندوستان مطبوعہ بست و ہفتہ ماہ گذشتہ کے جواب میں ہمارے پاس مضمون بعنوان، سپاس نامہ بجواب سبب نامہ، مرقومہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری آ گیا ہے مگر قلت جگہ کے سبب اس پرچہ میں درج نہیں ہوا۔ انشاء اللہ آئندہ شائع ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے واجب التعمیر مولانا حبیب اللہ صاحب انصاف کریں گے کہ مہذبانہ جواب ایسے ہوتے ہیں۔ اڈیٹر)

## مولوی حبیب اللہ کو نصیحت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعت السنہ جلد ۳ نمبر ۱۲۔ صفحہ ۳۳۴ میں لکھتے ہیں:

میں نے سنا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب مقیم امرتسر (جنہوں نے ہمارے

اشتہار مسائل عشرہ کے جواب میں ۱۸۷۷ء میں قلم اٹھا کر دو دفعہ کی رد و بدل کے بعد ہاتھ سے رکھ دیا تھا) ان دنوں پھر اس اشتہار کے جواب میں خامہ فرسائی کر رہے ہیں اور اس کی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس ہم بنظر اصلاح فیما بین المسلمین بڑے ادب و اخلاص سے مولوی صاحب کو برادرانہ نصیحت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارے مقابلہ کا قصد نہ فرمائیں اور اس بات کو خیال میں لاویں کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور دوسری طرف متوجہ ہیں۔ ایسے وقت میں برادران اسلام کو (جو فروغ مسائل میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں) ہم سے نہ الجھیں اور جس کام میں ہم لگ رہے ہیں اسی کام کے لئے ہمارے اوقات کو فارغ رہنے دیں۔

کیا مولوی صاحب یا ان کے معاون و احباب اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ہم اتفاقی اصول اسلام کی حمایت و اشاعت کو چھوڑ دیں اور پھر ان ہی قدیمی فروغی جھگڑوں (مباحث جہر آئین و رفع یدین) کے پیچھے پڑیں۔ کیا مولوی صاحب نے ہمارے مضمون اشاعت مذہب اسلام کو ملاحظہ نہیں فرمایا اور اگر وہ ملاحظہ میں آیا تو کیا اس سے آپ کو توفیق نہیں ہے۔

اگر مولوی صاحب کو اپنے علم و کمال کا اظہار یا حنفی مذہب کے مسائل کا اثبات و اشتہار مد نظر ہے تو اس امر کے لئے مجھے مخاطب کرنا کیا ضرور ہے۔ آپ مجھے اور میرے اشتہار کو مخاطب نہ فرمائیں بلکہ مستقل طور پر مسائل حنفی مذہب کی اشاعت میں جس قدر وسعت ہے، زور دیں۔ اس کے رد و ابطال سے ہم کو تعرض نہ ہوگا اور ان کا مقصود بلا مزاحمت ثابت ہوگا اور اگر انہوں نے مجھے خطاب کیا تو اس کے جواب میں (خواہ میں نہ بولا) میرا کوئی اور ہم مشرب تو ضرور بولیگا۔ جس اصلاح کے خیال میں اب میں ہوں میرے بعض احباب اس کے فکر میں نہیں ہیں اور بلا استفسار و استرضاء میری کے میری نصرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہیں۔ وہ ضرور مولوی صاحب کا جواب لکھیں گے اور میری ایک نہ سنیں گے۔ آخر مولوی صاحب کو پہلی کی طرح سکوت اختیار کرنا پڑے گا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ اب ہی خطاب سے سکوت فرمائیں اور بدون میرے مخاطب کے جو جی میں آئے شوق سے ظاہر کریں۔ اس بات کو مولوی صاحب نہ سمجھیں تو اور برادران اسلام ان کو یہ بات سمجھا دیں اور

باہمی تفرقہ و نزاع کا باب مسدود فرماویں اور امتثال اس ارشاد واجب الانقیاد حق عز و  
جل کے:

انّما المؤمنون اخوة - فا صلحوا بین احو یکم واعتصموا  
بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا - و لا تنازعوا ففتشوا و تذهب  
ریحکم  
کا اجر حاصل کریں۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ -  
ابوسعید غفنی عنہ - (اشاعت السنہ - ص ۳۳۲ - اشاعت السنہ جلد ۳ نمبر ۱۲)

## تتمہ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء

(جس میں ان استفسارات کا جواب ہے جو مولوی رحیم بخش صاحب عرف محمد مسعود امام مسجد فتح  
پوری دہلی نے بمقابل اشتہار مسائل عشرہ مشتملہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء پیش کئے ہیں، من جانب  
مولانا ابی سعید محمد حسین لاہوری)

میرے اشتہار مسائل عشرہ کے متعلق مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد فتح  
پوری دہلی کے چند استفسارات میرے پاس پہنچے اور ہر چند جوابات ان استفسارات  
کے میری تحریرات میں جو ایک سال سے مشتملہ و شائع ہو رہی ہیں خصوصاً اس تحریر میں  
جو مولوی حبیب اللہ صاحب سابق مقيم امرتسر کی درخواست کے جواب میں بضمن تتمہ  
اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۳ - اکتوبر ۱۸۷۷ء شائع ہوئی ہے اور ضمیمہ اشتہار میں جو بضمن  
ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۷ جولائی ۱۸۷۷ء کو مطبوع ہوا خوب مفصل و مدلل موجود ہیں و لیکن  
چونکہ مولوی رحیم بخش صاحب نے ان تحریرات سے چشم پوشی کی ہے یا ان استفسارات کو  
اشتہار کی جواب دہی سے بچنے کے لئے آڑ بنایا ہے جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے  
اسی قسم کا یہ عذر پیش فرمایا تھا کہ میں یقین نہیں کرتا کہ یہ اشتہار محمد حسین لاہوری کا ہے  
جب تک مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اس کی تصدیق نہ کریں اور اپنی مہر  
سے اس کو مزین نہ فرماویں۔ جس عذر کو مولانا ممدوح الآفاق نے رفع فرمایا اور اس

میرے اشتہار پر اپنی مہر لگا کر ان کے پاس بھیج دیا حالانکہ بعد چھپ جانے اشتہار کے کئی بار اور اس کے شائع و مشتہر ہونے کے جملہ بلاد ہندوستان کے ہر کوچہ و بازار میں اس عذر کی جگہ باقی نہ تھی، لہذا میں اتمام حجت و دفع حیلہ اہل خصومت کے لئے ان استفسارات کے جوابات قلم بند کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے ملتئم ہوں کہ اگر کچھ اور عذر مولوی رحیم بخش صاحب یا کسی اور کو اس میں باقی ہو یا جواب اشتہار تحریر کرنا منظور ہو تو مجھ سے براہ راست خطاب باصواب فرمائیں یا کسی مشہور و نامی اخبار میں اپنا مضمون درج کرادیں اور جناب مجدد السنہ فی ہذہ الازمنہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کو توسط کی تکلیف سے معاف رکھیں۔ جناب ممدوح کو درس قرآن و حدیث روزمرہ سے کب فرصت ہے اور ان مباحثات میں پڑنے کی کہاں فراغت۔

نقل استفسارات مولوی رحیم بخش صاحب جو انہیں کے الفاظ سے قلم میں آتے ہیں۔

اول۔ یہ کہ حدیث صحیح سے مراد فقط لذا تہ ہے یا صحیح لذا تہ و لغيرہ

ہر دو ہیں۔

دوسری یہ کہ صریح کی قید سے کیا مراد ہے اور قطعی الدلالة کی قید کا کیا فائدہ تیسرے یہ کہ قید حدیث صحیح میں جو کہ ہے یعنی جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو وہ قطعی الدلالة میں بھی ملحوظ ہے یا نہیں۔

چوتھے یہ کہ قطعی الدلالة کو کس مسلک سے ثابت کیا جاوے۔

پانچویں یہ کہ فرض اور واجب اور سنت اور مستحب کن دلائل سے ثابت ہونے چاہئیں۔ الخ۔

جوابات:

۱۔ اصل مقصود تو ہمارا حدیث لذا تہ ہے لیکن اگر مخاطبین حدیث صحیح لذا تہ کسی مسئلہ میں پیش نہ کر سکیں اور اپنے اس عجز کے اقراری ہو جاویں تو ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں وہ بجائے صحیح لذا تہ کے صحیح لغیرہ کو (جو سن لذا تہ متعدد الطرق سے عبارت ہے) جواب مسائل میں نیز منظور رکھتے ہیں۔ اور جہاں کہیں جانب

خلاف میں صحیح لذا تہ کا وجود نہ ہو وہاں بلا شرط اعتراف عجز پیش کرنی صحیح لغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کو بھی گنجائش ہے کہ اگر وہ کسی مسئلہ میں مسائل اشتہار سے ایسی حدیث اس شرط سے پیش نہ کر سکیں تو ہم سے اسی شرط سے مطالبہ ایسی حدیث کا کریں۔

۲۔ صریح سے مراد ہم تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں جو جواب درخواست مولوی حبیب اللہ کے شائع ہوا ہے ظاہر کر چکے ہیں یہاں اسی کا نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

مراد صریح سے یہ کہ اس کے معنی میں کسی نوع کا خفا و استتار نہ ہو۔ نہ متکلم کو حاجت پڑے کہ اپنی مراد اور نیت بتلاوے نہ کسی دوسرے کو اس سے پوچھے، اور جو اس استفسار کے ضمن میں ایک استفسار کیا ہے جس کا نمبر شمار دینا آپ بھول گئے ہیں (وہ یہ قطعی الدلالة کی قید کا کیا فائدہ ہے)۔ یہ استحقاق جواب نہیں رکھتا اس کا جواب ہم ہرگز نہ دیں گے جب تک کہ آپ بحکم مناظرہ وجہ صحت و استحقاق اس سوال کی بیان نہ فرمائیں گے۔ احد الفریقین اپنی کلام میں کئی قیود لگاتا ہے اور کئی مقدمات جماتا ہے۔ فریق ثانی کو کہاں پہنچتا ہے کہ ان قیود و مقدمات کے اغراض و مفادات اس سے پوچھے، اور اس پر کب واجب ہے کہ اپنی اغراض کو قبل حصول ظاہر کر دے۔ آپ تو بھولے ہیں کہ اپنے مبارز سے اسکے داؤ پوچھتے ہیں مگر وہ ایسا نہیں کہ اپنے مقاصد پر آپ کو مطلع کرے اور قبل کا رزار اپنے ہتھیار کو آپ کے ہاتھ میں دے۔

۳۔ جو قید صحیح میں لگائی گئی ہے کہ اس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اس کا مدار قوت دلیل پر ہے چنانچہ ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء میں یہ امر ظاہر ہو چکا ہے اور باقی الفاظ یہ مطلب ادا کیا گیا ہے:

واضح ہو کہ مراد میری اس لفظ سے (اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو) یہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام با دلیل اور جرح مبین بانفصیل جو کسی سے اٹھا ہونہ اٹھ سکے موجود نہ ہونہ یہ کہ اس میں کسی کو مجرد چون و چرا بھی نہ ہو، پس یہی امر قید قطعیت دلالتہ میں ملحوظ ہے مجرد کثرة آراء یا اتفاق علماء کا جو

کسی دلیل سے ناشی نہ ہونہ وہاں اعتبار ہے نہ یہاں شمار۔  
۴۔ ہم کو کسی مسئلہ کے اثبات یا مطالبہ ثبوت میں نہ کسی مسلک سے خصوصیت ہے نہ کسی مسلک کے لوگوں کی متابعت یا مخالفت۔ دلیل سے اپنا کام ہے اور یہی شیوہ علماء کرام بلکہ سنت انبیاء ہے اور یہی تعلیم ملک علام۔ قال اللہ تعالیٰ:

قل ها تو ابر ها نكم ان كنتم صادقين  
(ترجمہ: تو کہہ دے لاؤ اپنی دلیل اگر ہو تم سچے)۔

و قال الله تعالى : ليهلك من هلك عن بينه و يحيى من حى عن بينه (تاکہ ہلاک ہو وہ جو دلیل سے ہلاک ہوا اور زندہ رہے وہ جو دلیل سے زندہ ہوا)

و قال امير المؤمنين على انظروا الى ما قال لا الی من قال -  
حکا ہ عنہ شیخ الہند و لی اللہ الدہلوی فی البلاغ المبین و  
نقلہ عنہ الا ما م الغزالی فی کتابہ المنقذ من الضلال فی ما  
قال ضعفاء العقول يعرفون الحق بالرجال لا الرجال  
بالحق و العاقل یقتدی بسید العقلاء علی المرتضیٰ حیث  
قال لا يعرف الحق بالرجال و اعرف الحق تعرف اهلہ -  
(ترجمہ: امیر المؤمنین علیؑ نے فرمایا کہ کہنے والے کی بات کو دیکھو خود کہنے والے کو نہ دیکھو۔

اس قول کو آپ سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب بلاغ المبین میں نقل کیا ہے اور یہی بات آپ سے امام غزالیؒ نے کتاب المنقذ من الضلال میں اپنے اس قول کے ضمن میں نقل کی ہے کہ کم عقل لوگ حق کو لوگوں سے پہچانتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے کہ لوگوں کو حق سے پہچانیں اور دانا لوگ سید العقلاء علی مرتضیٰؒ کے اس فعل کی پیروی کرتے ہیں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ حق لوگوں سے پہچانا نہیں جاتا تو حق کو پہچان اس سے لوگوں کو پہچان لے گا)۔

شائد آپ یا کوئی اور آپ کا بھائی اس میں یہ جتیں نکالے کہ دلیل کسے کہتے ہیں اور وہ کتنی قسم کی ہوتی ہے اور تم کو کس قسم کی دلیل بکار ہے، جیسے کہ پہلے اس سے بعض لوگوں سے عمل میں آیا اور اس کا جواب تمہارا اخبار سفیر ہند میں ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو شائع ہوا تو جواب ان حجتوں کے دو ہیں۔ ایک مختصر مبنی بر انصاف اور دوسرا مطول منجر بخصوصت وانتصاف

مختصر انصافی یہ کہ آپ ہم سے اقسام و تعریفات دلائل نہ پوچھیں کہ اس میں خروج بحث لازم آتا ہے اور مطلب سے نکل کر اور طرف جانا پڑتا ہے اس کی تفصیل تتمہ اخبار سفیر ہند ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں دیکھنی چاہیے۔ بلکہ مناسب یوں ہے کہ جس کو آپ دلیل سمجھتے ہیں وہ پیش کریں اگر وہ ہماری سمجھ میں آگئی اور قرین صواب معلوم ہوئی تو ہم بسر و چشم مان جائیں گے، ورنہ اسی قسم سے یا اس سے بڑھ کر دلیل اس کے معارضہ میں لائیں گے اور آپ کی دلیل کا ناقابل اعتبار ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔

## تشریح:

مثلاً اگر آپ نے قطعیت دلالت عام کسی نقلی دلیل سے ثابت کی تو در صورت صحیح و قطعی ہونے اس دلیل کے اس کو ہم مان جائیں گے ورنہ اس سے بڑھ کر نقلی دلیل سے اس کی ظہیر کا ثبوت بہم پہنچائیں گے اور اگر آپ اس کی قطعیت پر عقلی دلیل قائم فرمائیں گے تو ہم بھی بصورت اس کے عدم تسلیم کے اس کا خلاف ویسی یا اس سے بڑھ کر عقلی دلیل سے ثابت کر دکھائیں گے۔ و علی هذا القیاس

اور جواب مطول خصوصاً (خدا خواستہ باشد) ہم تب بتائیں گے، جب آپ ان حجّتوں کو قلم میں لائیں گے۔ جیسا سوال آپ تحریر فرمائیں گے ویسا ہی اس کا جواب ترکی بترکی پائیں گے۔ پس جو لکھنا ہو سو لکھیں اور لطف جواب دیکھیں۔ مگر میں بطور مصلحت و بارادہ نصیحت یہ بات گوش گزار کئے دیتا ہوں کہ قبل تحریر ان سوالات کے میری تحریر تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو ملاحظہ فرمائیں۔ بدون ملاحظہ اس جواب کے ہرگز ہرگز قلم کو ہاتھ میں نہ لیں، ورنہ پچھتائیں گے اور اس شخص کی طرح جسکے جواب میں وہ تحریر ہے، بجز سکوت چارہ نہ پائیں گے۔

۵۔ میرے سوالات عشرہ میں ایک سوال خامس میں ذکر و جوہ ہوا ہے جس سے مراد حکم الہی ہے متعلق کسی کام کے جس کے ترک کی اجازت نہ ہو اور اس و جوہ پر جیسی دلیل میں نے چاہی ہے وہ صدر اشتہار میں ظاہر کر دی ہے کہ آیت قطعی الدلالة ہو یا حدیث صحیح قطعی الدلالة۔ اس جگہ کے سوا اور کہیں نہ و جوہ کا ذکر ہے نہ فرضیت یا سنیت یا استحباب سے تعرض۔ پھر یہ سوال کہ فرض و واجب و سنت و مستحب کن دلائل

سے ثابت ہونے چاہئیں، کیا معنی رکھتا ہے۔ معلوم نہیں آپ مقصود سائل نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ تجاہل عارفانہ عمل میں لائے ہیں۔ یا بحث مسائل چھوڑ کر دوسرے مباحث کی طرف راستہ نکالتے ہیں، اور نخیلہ و بہانہ جواب دہی سے جان چھڑاتے ہیں۔ یہ سوال آپ کا خواہ کسی غرض سے ہو اس کے داؤ میں ہم نہیں آتے اور اپنی شرط و انداز کو ہرگز نہیں چھوڑتے۔ آپ کو اس دو حرفی سوال کے جواب سے باہر جانے نہیں دیتے کہ مثلاً و جوہر تقلید پر کسی امام کے آئمہ اربعہ سے کوئی آیت قطعی الدلالتہ یا حدیث صحیح قطعی الدلالتہ شاہد ہے یا نہیں؟ ہے تو لائیں اور انعام موعود پائیں، نہیں تو عدم موجودگی یا اپنی لاعلمی کا اقرار فرمائیں، یا یہ بات ثابت کر دکھائیں کہ وجوب بمعنی مذکور کے واسطے آیت یا حدیث قطعی الدلالتہ کا ہونا ضروری نہیں۔ بدون آیت یا حدیث کے بھی وجوب شرعی ثابت ہو جاتا ہے یا بدون قطعیت دلالت بھی کوئی واجب بمعنی مذکور ثبوت کو پہنچ جایا کرتا ہے۔ اس کے سوا ہم آپ کی ایک نہ سنیں گے۔ جس داؤ پیچ سے آپ چاہیں اور جو بات چاہیں بنائیں، ہم آپ کی باتوں کو خوب جانتے اور آپ کے مقاصد و اغراض کو خوب پہچانتے ہیں۔ بہرنگے کہ می آئی شناسم۔

راہ ابو سعید محمد حسین رزقہ اتباع سید الثقلین۔

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ۔ (۱۸ مئی ۱۸۷۸ء)

## نمبر اول تتمہ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم۔ اعلان عام)

ہمارے اشتہار کے آج تک برائے نام تو کئی جواب آئے لیکن شرط اشتہار پر ایک بھی نہیں۔ ایک جواب ظفر احمد صاحب کے نام سے مشتہر ہوا تھا جس کا جواب ضمیمہ میں چھپ رہا ہے۔ چار جوابوں کا خلاصہ ہم ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۷ء مطبع محمدی لاہور میں چھپوا چکے ہیں۔ دو جواب اور آئے ہیں جن کا حال اس اعلان میں سنایا جاتا ہے۔ ایک ان میں حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تالیف ہے جو میاں محمود حسن صاحب کے نام سے چھپا ہے جس کو لاہور میں بنام نہاد اظہار الحق چھپوایا ہے اور کانپور میں بنام ادلہ کا ملہ طبع کرایا۔ اس جواب میں بھی میرے ایک سوال کے



جواب میں کوئی حدیث صحیح یا ناص قرآنی صریح جو معنی مقصود پر قطعی الدلالة ہو پیش نہیں کی بلکہ سوال کے مقابلہ میں سوال کیا ہے۔ جیسے مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری سے میرے سوالات کے جواب میں وقوع میں آیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ ہم سے عدم رفع و انخاف آ میں وغیرہ مسائل میں حدیث صحیح مانگتے ہو ہم تم سے ان مسائل میں اخیر فعل آنحضرت ﷺ کا (یعنی اخیر وقت رفع یدین کرنا اور آمین جہر سے کہنا) مطالبہ کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ آپ ہم سے دلیل وجوب تقلید کسی امام کی آئمہ اربعہ سے مانگتے ہیں ہم آپ سے دلیل وجوب اتباع آنحضرت ﷺ اور وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں۔ و علی هذا القیاس۔

ہر چند اس کے جواب میں ہماری وہی تحریر کافی ہے جو جواب سوالات مولوی حبیب اللہ صاحب کے ضمیمہ سفیر ہندوستان ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں مشتمل ہو چکی ہے و لیکن بغرض اظہار علم و فہم ان لوگوں کے اس رسالہ کا مفصل جواب بھی لکھا جائیگا۔ دوسرا جواب ایک شخص میاں اسماعیل نامی طالب العلم مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد قاسم نانوتوی کا ہے جس کا عنوان آپ نے، جواب اشتہار غیر مقلدین، رکھا ہے اس میں کچھ تو مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریروں کا النقطا ہے اور کچھ (جس کو اپنی طرف سے وہ لائے ہیں) احادیث ضعیفہ سے استنباط، مثلاً عدم رفع یدین میں حدیث ابن مسعود جو بالاتفاق صحیح نہیں ہے، اور مسئلہ آمین میں حدیث اخفاء جس کو بخاری وغیرہ نے خطا کہا ہے، اور نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے میں حدیث عبدالرحمن بن اسحاق واسطی جو بالاتفاق ضعیف ہے، ان لوگوں کو لحاظ نہیں آتا کہ سوال مشتمل حدیث صحیح سے ہے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو۔ ہم اس کے جواب میں سوالات کیوں پیش کرتے ہیں اور ایسی حدیثیں جن میں جملہ علماء محققین کو کلام ہے کیوں لاتے ہیں۔ بایں ہمہ جواب اشتہار اس کا نام رکھتے ہیں۔ ہم کو اس کے جواب میں حدیث صحیح کا پیش کرنا لازم ہے، نہ سوال پر سوال اور نہ ضعیف یا غیر صریح حدیثوں سے استدلال جن کے ضعف پر جملہ محققین کا اتفاق اور ان کے نص نہ ہونے پر سب کا وفاق۔ یہ ہم کیا کرتے ہیں۔ اور اپنی ہنسی کیوں کراتے ہیں۔ کوئی سوال کا جواب ہمارے رسائل سے تلاش کرے گا تو ان میں کہاں پاوے گا پھر ان رسائل مجموعہ سوالات مستانفہ و احادیث

ضعیفہ غیر صریحہ کو جواب اشتہار کب کہے گا۔

قال رسول الله ﷺ ان مما ادرك الناس من كلام النبوة

الاولى اذا لم تستحيى فاصنع ما شئت .

ان دونوں رسالوں میں ایک یہ بات بھی لکھی ہے کہ صاحب اشتہار یعنی راقم (محمد حسین) نے آٹھویں سوال میں حنیفوں پر افتراء کیا ہے کہ قضاء قاضی سے پرانی جو رو کا حلال کر دینا حنیفوں کی طرف نسبت کیا حالانکہ یہ بات حنیفوں کی کسی کتاب میں نہیں لکھی ہے۔ پہلے یہ دعویٰ استاد صاحب نے کیا پھر بتقلید استاد کے شاگرد صاحب نے بلکہ شاگرد صاحب نے اخیر رسالہ میں مجھے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اس کتاب کو حنیفوں کی کتابوں سے ثابت کرو یا اپنی غلطی کا اشتہار دو۔ ان دونوں رسالوں کا جواب بعد اختتام جواب مضمون اسی ظفر احمد کے لکھا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ناظرین خوب جانتے ہیں کہ میں ایک اور میرے معترض و مخاطب کئی۔ کل ہندوستان و پنجاب و خراسان و غیرہ بلاد کے لوگوں سے میرا خطاب ہے اور میرے حال پر یہ مثل صادق ہے ایک انار و صد بیمار۔ یا یوں کہیے کہ یک جان و صد آزار۔ پس سب کی جواب وہی نوبت بہ نوبت ہوگی نہ سب کی یک بارگی۔ بالفعل ہم دعویٰ افتراء کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قضا قاضی سے بیگانی جو رو کا حلال ہو جانا اگر ہم کتب حنفی میں سے نکال دیں تو صلہ میں حضرت مولوی محمد قاسم صاحب اور ان کے حواریین ہم کو کیا انعام بخشیں گے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ در صورت نکل آنے اس مسئلہ کے کتب حنفیہ سے یہ لوگ اس مذہب سے دست بردار ہوں اور تقلید محض چھوڑ کر عمل بالحدیث شروع کریں۔ اور اگر میرا اس میں افتراء ثابت ہوتا میں باعتراف اپنی غلط فہمی و نارسائی کے عمل بالحدیث چھوڑ کر رقبہ تقلید فقہاء گردن میں ڈال لوں گا۔ پس میرے مخاطبین کو اگر اپنے مذہب کو ایسے واہیات سے بری کرنے اور لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کرنے کی حرص ہے تو مجھ سے یہ عہد معاہدہ کریں۔ پھر میں جواب اس افتراء کا لکھوں گا۔

۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ ۲۵ نومبر ۱۸۷۷ء۔

الراقم: ابو سعید محمد حسین لاہوری (بٹالوی)

## دفعہ دوم۔ اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران رسالہ اشاعت السنۃ النبویہ علی صاحبہا السلوة و التحیة  
دفعہ ۱۔ جب تک سرمایہ معقول جمع نہ ہوگا یہ رسالہ مستقل طور پر نہ چھپے گا بلکہ  
مضامین اس کے بطور قدیم ضمیمہ سفیر ہندوستان میں چھپا کریں گے۔ پس اگر طالیبن  
اتباع سنت شائق ہیں اور اس کا اجراء جلد چاہتے ہیں تو جن صاحبوں نے زر چندہ معین  
فرمایا ہے وہ سالیانہ یا ششماہی یا سہ ماہی مرحمت فرمائیں۔ اور جن کا ابھی ارادہ ہے وہ  
ظہور میں لائیں ورنہ اسی ضمیمہ پر اکتفا فرمائیں۔

دفعہ ۲۔ اس ضمیمہ میں فقط مسائل فرعیہ مختلف فیہا اہل اسلام میں ہی بحث نہ  
ہوگی بلکہ اس کے تین حصے ہوں گے جن میں تفصیل ذیل بحث ہوگی  
حصہ اول۔ میں بحث اصول اسلام مثل توحید و نبوت و معاد و مجازات و  
اسرار و شراعیہ جس میں مذاہب غیر اسلام سے بھی قیل و قال ہوگی۔  
حصہ دوم۔ مسائل فرعیہ عملیہ اسلام میں تحقیقات ہو کرے گی جس میں  
مسائل مرتجہ صحیحہ کے اثبات اور اس کے خلاف کا ابطال عمل میں آوے گا  
حصہ سوم۔ میں اخلاق اور امور تہذیب کا بیان ہوگا۔ لیکن یہ ترتیب بعد  
استحکام چندہ و اختتام جواب دو تین رسائل کے عمل میں آوے گی۔

دفعہ ۳۔ جو صاحب بنظر اعانت دین و اشاعت سنۃ سید المرسلین زر چندہ  
عنایت فرمانا چاہیں وہ بشمول اور احباب خریداران کے یک جا روانہ کریں۔ اور جہاں  
کہیں سوائے ایک شخص کے کوئی معاون و خریدار نہ ہو وہ اپنا ہی چندہ ایک سال یا چھ  
مہینے کا بذریعہ ہنڈی یا بذریعہ نوٹ یا رجسٹری روانہ فرمائیں۔ اور جو صاحب پانچ  
روپے سے کم بھیجنا چاہیں وہ بذریعہ ٹکٹ نیم آنہ مع زیادہ فیس ٹکٹ روانہ کریں لیکن  
بصورت تلف خط بے رجسٹری انجمن اشاعت السنۃ ذمہ دار نہیں۔

دفعہ ۴۔ جو کچھ خط و کتابت متعلق لین دین زر کے اور مطالبہ پر چھاپے ضمیمہ  
کے منظور ہو وہ منشی محی الدین صاحب کلارک محکمہ ریوے نہر سر ہند مقام روپڑ ضلع انبالہ  
سے کریں وہاں ہی روپے روانہ کریں وہیں سے رسید لیں وہیں سے پرچے مانگیں۔

اور جو علمی بات ہو، کسی اعتراض کا جواب پوچھنا چاہیں یا کسی مضمون میں مدد دینا چاہیں تو وہ مجھ سے کریں۔ اس کے سوا اور مضامین کے خطوط کے جواب دینے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔

دفعہ ۵۔ عموماً ممبروں کے حقوق اس انجمن میں یہ ہوں گے۔ ۱۔ حساب جمع خرچ سالیانہ مالکوں کے طور پر ان کے سامنے پیش کرنا۔ ۲۔ مصارف غیر معمولی میں ان کی اجازت و رائے لینا۔ ۳۔ امور مہمہ لائق مشوریت میں ان کی رائے لینا۔ اور خصوصاً حقوق علماء جو اس انجمن کے ممبر ہیں علاوہ ان حقوق کے یہ بھی حق رکھیں گے کہ مضامین رسالہ میں اپنی رائے دیں مناسب و غیر مناسب بتاویں۔  
المکلف۔ ابو سعید محمد حسین لاہوری۔ ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ۔ ۲۵ نومبر ۱۸۷۷ء

## حل عبارت فتوحات

جو ضمیمہ نمبر ۱۳ میں چھپ کر شائع ہوئی جس میں غایت وصال و اتحاد کا ذکر ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض احباب اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں اتحاد اشیاء کا وجود خارج میں ثابت ہوتا ہے اور ایک شے کا دوسرے میں حلول نکلتا ہے۔

جواب۔ اس میں دو چیزوں کو ایک کہنا بطور ادعاء نہ بحسب واقعہ۔ وہ بھی مجاز و تشبیہاً ہے نہ حقیقت۔ پھر وہ تشبیہ بھی عالم خواب میں (جو عالم مثال ہوتا ہے) بتائی و دکھائی گئی نہ عالم خارجی میں جیسے کوئی زید کو بسبب شجاعت کے شیر کہہ کر اس بیان میں شیر کی تصویر بنا کر اس کو زید کہہ دے ایسا ہی اس جگہ ابن حزم محدث متبع سنت کے وجود کو بسبب کمال اتباع سنت نبوی کے گویا آنحضرت ﷺ کا وجود کہا گیا اور آنحضرت ﷺ کی صورت مثالی دکھا کر اس کو صورت ابن حزم بتایا گیا۔ جیسے حدیث قدسی منقولہ ذیل میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان بندہ مقرب و محبوب الہی کو وجود الہی بتایا گیا:

عن النبی ﷺ قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احببته فاذا احببته لکنتم سمعہ

الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و  
رجلہ التی یمشی بہا۔ رواہ البخاری۔

آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے، میں ہو جاتا ہوں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ابو سعید

## ضمیمہ اخبار سفیر ہند امرتسر۔ نمبر پانزدہم

۳ محرم ۱۲۹۶ھ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء

حل الحل:

ضمیمہ نمبر ۱۴ مطبوعہ ۸ جون ۱۸۷۸ء میں یہ فقرہ (ہاتھ پاؤں آنکھ کان بندہ مقرب محبوب الہی کو وجود الہی بتایا گیا ہے) تحریر ہو چکا ہے۔ اس میں وجود سے مراد معنی مصدری وجود کے ہیں یعنی ہونا یا ہو جانا نہ وجود خارجی منشاء آثار خارجیہ یا بمعنی ما بہ الوجودیۃ؟ ہمارے بعض احباب کو اس سے شبہ ہو گیا تھا جس کے ازالہ کے لئے یہ تقریر تحریر میں آئی۔ محمد حسین یہاں چند فقرات ضمیمہ نمبر ۱۰ و ۱۱۔ اخبار سفیر ہندوستان۔ ۳ نومبر و ۱۱ نومبر ۱۸۷۷ء کے نقل کرتا ہوں اور اپنی بے زاری و برائت اس مذہب باطل سے مدلل و مصدق کر دکھاتا ہوں۔ ضمیمہ نمبر ۱۰ میں مرقوم ہے:

جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم و اجمال قرآن پیش کرے اور اس کی دستاویز سے حدیث کو متروک العمل بناوے وہ مبتدع ہے اور اہل سنت سے خارج۔

اس کے بعد احادیث و آثار و اقوال علماء کا بیان ہے۔ اس کے اختتام کے بعد ضمیمہ نمبر ۱۱ (۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء) میں یہ فقرات مسطور ہیں:

ان احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرارداد آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب و تابعین و آئمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور عمل میں قرآن کی مانند بلکہ

بڑھ کر ہے۔ پس جس نے حدیث صحیح کو مجمل و مبہم آیت قرآن سے رد کر دیا، وہ تمام سلف کا مخالف ہوا۔ پھر اگر وہ اس مخالفت میں معتمد ہے تو مبتدع ہے ورنہ احمق اور جاہل ہے کا ثناء من کان و متی کان و اینما کان۔ یہ شخص بلا ریب یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ معنی آیت نہیں سمجھتے تھے جیسا میں سمجھتا ہوں یا وہ جس کا میں مقلد ہوں ایسے شخص سے مسئلہ فرعی میں بحث فضول ہے اولاً اس سے حقیقت نبوت و امامت بحث کرنی بکار ہے اور خواص نبوت و امامت میں گفتگو لازم۔ ہمارے مخاطبین اگر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق جانتے ہیں اور ان کی فہم کو اپنی اور امام کی فہم سے افضل مانتے ہیں تو اس بحث کے طالب نہ ہوں گے اور بدوں چوں و چرا کے مان لیں گے کہ اگر معنی آیت انصتوا کے یہی ہوتے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اصلاً و مطلقاً کسی طرح کچھ نہ پڑھو تو آنحضرت ﷺ کے خیال مبارک میں آتے اور وہ مقتدیوں کو بحالت قرأت امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد نہ فرماتے اور ممانعت قرأت خلف الامام کو کو جبر سے خاص نہ کرتے اور جس حالت میں آپ نے اس ممانعت کو جبر سے خاص کیا اور آہستہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے (حاشیہ۔ قید آہستگی کی اگرچہ حدیث عبادہ بن صامت میں جو سابقاً نقل ہو چکی ہے مذکور نہیں انہیں اسی حدیث ابن حبان نے بروایت السنن.. زیادہ یقیناً احدکم لقاء الكتاب في نفسه كورایت کیا ہے۔ دیکھو تخریج الہدایہ) تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم یا ہمارے امام جی سمجھتے تھے۔

بضمین ضمیمہ سفیر ہند نمبر ۹ مطبوعہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء و ضمیمہ نمبر ۱۰ مطبوعہ نومبر ۱۸۷۷ء یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض تائید قول امام کیلئے ان قواعد مختصرہ سے لپٹتے ہیں اور جہاں پابندی قواعد سے پیروی قول امام کی ہاتھ سے چھوٹے وہاں قواعد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اگر ایک جگہ کسی حدیث کو کسی قاعدہ کی آڑ میں نشانہ طعن بناتے ہیں تو دس جگہ ایسی حدیث کو بحالفت قاعدہ مذکورہ عمل میں لاتے ہیں۔ حدیث سے کوئی پکڑے تو قرآن کی طرف بھاگتے ہیں۔ قرآن پیش کرو تو حدیث کی طرف دوڑتے ہیں۔ حدیث نہ ہو تو آثار ہی کی آڑ لیتے ہیں۔ آثار بھی نہ ہوں تو قیاس ہی کو سپر بنا لیتے ہیں۔ اس پر امام رازیؒ کی شہادت بھی ان پر چوں میں منقول ہے جس کے خاتمہ میں یہ الفاظ منقول ہیں:

فثبت هذا انهم تارة يقدمون القياس على الخبر وتارة

يقدمون عمل بعض الصحابة على الكتاب وتارة يعكسون الامر في هذه الابواب و ذلك يدل على ان طريقتهم غير مبنية على قانون مستقيم -

(ترجمہ: اس بیان سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کبھی قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں، کبھی عمل بعض صحابہ کو قرآن پر مقدم کرتے ہیں، کبھی اس کا عکس۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کی کسی سیدھے قانون پر بنیاد نہیں ہے)

## ادلہ کاملہ معروف بہ اظہار الحق

از افادات قدوة المحققین زبدة المحدثین شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نور اللہ صریحہ

(جس کو مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ نے باہتمام خاص اپنے کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے

شائع کیا۔ یکم فروری۔ ۱۹۳۹ء)

(یاد رہے کہ یہ نسخہ جسے ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں، ۱۹۳۹ء کا مطبوعہ ہے جب مولانا محمود حسن شاندار تدریسی خدمات انجام دے کر فوت ہو چکے تھے اور اور ان کے معتقدین ان کی خدمات کے باعث انہیں شیخ الہند قرار دے چکے تھے۔ تاہم یہ رسالہ، ادلہ کاملہ، اس وقت لکھا اور بار اول شائع کیا گیا تھا جب مولانا محمود حسن ابھی تازہ تازہ درس نظامی کی تحصیل سے فارغ ہو کر دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی درجے کے مدرسین میں شامل ہوئے تھے۔ اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی یہ سمجھتے تھے کہ ادلہ کاملہ دراصل مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحریر ہے لیکن چونکہ اس میں شیخ الاسلام کے مسائل عشرہ والے اشتہار کے جواب میں ادلہ چھوڑ، ایک بھی دلیل نہیں ہے، اس لئے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس رسالے کو اپنے شاگرد رشید مولوی محمود حسن کے نام سے شائع کروایا ہے۔ اس لئے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس رسالے کا جواب لکھتے ہوئے مولوی محمد قاسم صاحب ہی کو عموماً مخاطب بنایا ہے۔ بہاء)

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على خير خلقه سيدنا محمد خاتم النبيين و آله و ازواجه و صحبه اجمعين - اما بعد -

ضعف العباد محمود حسن دیوبندی اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب انبالوی (بٹالوی) نے ایک اشتہار جس کی نقل ذیل میں کی جاتی ہے مشتمل بر چند مسائل مختلف فیہ مطبع سفیر ہند امرتسر میں اس مضمون کا چھپوا کر مشتہر کر دیا کہ جو ان کا جواب دے گا اس کو ہر ایک مسئلہ کے عوض میں دس دس روپے انعام دیے جائیں گے جو ہمارے مطالعہ سے بھی گذرا اور اس کو دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ اگر مولوی صاحب ممدوح کا اس چھوٹے منہ پر بڑی بات کا ارادہ تھا تو امام ابوحنیفہ ہی پر کیوں قناعت فرمائی آپ کی بلند پروازی کے لئے ہنوز گنجائش بہت تھی صحابہ و رسول اللہ ﷺ سے گذر کر جناب باری تک پہنچنا تھا۔ کام بھی بڑا ہوتا نام بھی بڑا ہوتا۔ آپ دس روپے کی طمع دیتے ہیں، ہم آپ سے فقط فہم و فراست و انصاف کے طالب ہیں ورنہ پھر ہم ہوں گے اور آپ ہوں۔ ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن ہوگا روز جزا خدا و رسول اللہ ﷺ ہوں گے اور یہ مقدمہ ہوگا۔ جناب من اب تک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش رہے، آپ نے میدان سنسان پا کر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے۔ اب آپ کی چھیڑکی نو بت یہاں تک پہنچی کہ اشہار جاری ہو کر آنے جانے والوں کی معرفت دیوبند میں بھی آنے لگے اس فتنہ انگیزی پر کوئی کہاں تک خاموش رہے اس لئے سردست کچھ کچھ ہم بھی عرض کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ ہاتھ پاؤں ماریں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہاتھ دکھلائیں گے۔ ورنہ خیر ہم خود اہل اسلام کے نزاع فیما بین کو پسند نہیں کرتے آپ اوروں سے ہر دعویٰ پر جب نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں تو اپنے دعوں کے لئے اگر ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو بالضرور ہی آپ نے لگا رکھے ہوں گے۔ اس لئے بروئے انصاف و قواعد مناظرہ اول آپ کو یہ لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشارالہ ثابت فرماتے پھر کہیں کسی اور سے اوکھنے کو تیار ہوتے اور ہم کو بھی اسی وقت جواب دینا مناسب تھا۔ مگر بوجہ چند در چند اس کش مکش میں پھنس کر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوں۔ پر یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ سردست تو میں روایات کا پتہ بتلائے دیتا ہوں اگر آپ اپنے مطالب کے لئے نصوص صریحہ لائیں گے اور ان کی صحیح و اتفاق ثابت کر دکھلائیں گے تو پھر ہم



بھی انشاء اللہ اس باب میں قلم اٹھائیں گے اور یہ بھی بتلائیں گے کہ کون سے مطالب کے لئے کس درجہ کا ثبوت درکار ہے یعنی تواتر و صحت و حسن و ضعف وغیرہ مراتب روایات میں سے کون سی بات کس مطلب کے لئے درکار ہے اس لئے اس بات کو تو ابھی یوں ہی رہنے دیجئے اور اپنے اعتراضوں کا جواب سن لیجئے۔

### نقل اشتہار مولوی محمد حسین صاحب

میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اسماعیل صاحب ساکنان بلیہ وال، اور جوان کے ساتھ طالب علم ہیں جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبدالرحمن صاحب وغیرہ، حنفیان پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح قطعی الدلالة ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپے بطور انعام کے دوں گا۔

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً۔ آنحضرت ﷺ یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔

تشریح۔ مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جو رو کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ میری جو رو

ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے تو وہ عورت حسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا اس کو حلال ہے۔

تاسعاً۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لے تو اس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔

عاشراً۔ تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو وہ درودہ سے کرنا۔

تنبیہ۔ ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے میں ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ کہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں۔

المشہر ابو سعید محمد حسین لاہوری

## جواب سوال اول

آپ ہم سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو دربارہ عدم رفع نص صریح بھی ہو۔ جناب من! ہم آپ سے دوام رفع یدین کی نص صریح حدیث صحیح متفق علیہ کے طالب ہیں۔ اگر ہو تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے ورنہ کچھ تو شر مائیے۔ اور یہ بھی نہ ہو تو آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ کا رفع یدین کرنا ثابت کیجئے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجئے۔ زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی قید بھی نہیں لگاتے چہ جائے کہ متفق علیہ ہو۔ اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب قبیح حدیث کون ہے، آپ یا ہم۔

در صورتیکہ دوام رفع اور آخر وقت میں رفع کسی حدیث سے ثابت نہ ہو تو بقاء و نسخ رفع سے احادیث رفع ساکت ہوں گی اور اس سبب سے احادیث نسخ و ترک کی معارض نہ ہوگی جو آپ کو یہ گنجائش ملے کہ احادیث رفع کو احادیث ترک پر ترجیح دینے کے لئے آمادہ ہوں، مگر اس صوت میں خفی قبیح حدیث ہوں گے اور آپ اپنی رائے کے تابع۔ اور اتنی بات آپ بھی جانتے ہی ہوں گے کہ احادیث ترک رفع

بہر حال آپ کی رائے نارسا و اجتہاد نارسا سے کہیں بہتر ہیں۔

### جواب سوال دوم

آپ ہم سے اخفاء آئین احادیث صحیحہ متفق علیہا کے طالب ہیں جو نص صریح بھی ہوں، ہم آپ سے نص صریح حدیث دوام جہر کے طالب ہیں۔ اگر ہوں تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے ورنہ پھر منہ نہ دکھلائیے۔ اور اگر زیادہ وسعت کی طلب ہو تو آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں آپ جہر کا ثبوت دیجئے اور دس کے بدلے بیس لیجئے، ورنہ پھر تمہیں فرماؤ متبع حدیث کون رہا، ہم یا تم۔

در صورتیکہ احادیث جہر دوام جہر پر دل نہیں اور آخری وقت میں جہر پر کوئی حدیث دلالت نہیں کرتے تو پھر اصل میں بقاء جہر و نسخ جہر دونوں احتمال میں برابر ہوئے اس لئے احادیث جہر امر و اخفاء و ترک جہر کے معارض نہ ہوں بلکہ بقا و نسخ دونوں سے ساکت نکلیں اور احادیث امر و اخفاء و ترک کا کوئی معارض نہیں، اس لئے ان پر عمل واجب نہیں، تو اولیٰ تو ضرور ہوگا۔ اس لئے حنفی متبع حدیث ہوں گے اور آپ تابع رائے نارسا۔

بہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

### جواب سوال سوم

آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جو زیناف ہاتھ باندھنے پر بطور نص دلالت کریں اور پھر صحیح بھی ہوں کیسی متفق علیہ۔ ہم آپ سے ان احادیث کے طالب ہیں جن سے توسعہ اور تعمیم نکلتی ہو، یا سوائے زیناف کے کسی خاص مقام پر دوام ہو۔ اگر ہوں تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے، ورنہ پھر زبان نہ ہلائیے بلکہ باز آئیے اور سمجھ جائیے کہ خفیوں کی بات بے ٹھکانے نہیں۔ اور اگر آپ کو ابو داؤد وغیرہ کے کسی خاص نسخہ پر نظر ہے تو بعد تسلیم صحت و اتفاق صحت جو آپ کے یہاں عمل کے لئے شرط نکالی گئی ہے، اس بات کو اول ثابت فرمائیے کہ وہ نسخہ احادیث زیناف باندھنے کی نسبت کیونکر معارض ہے جو متروک ہو جائیں۔

## جواب سوال چہارم

آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جن سے مقتدیوں کو ممانعت قرأت ثابت ہو، ہم آپ سے اس حدیث کے طالب ہیں جس سے خاص مقتدیوں کو امر و جوہ قرئت بطور نص نکلتا ہو اور پھر وہ حدیث صحیح بھی ہو اور صحیح بھی کیسی، متفق علیہ بھی ہو۔ اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے۔ پر حدیث عبادہ جو ترمذی شریف میں موجود ہے اس کی طرف توجہ نہ فرمائیے گا۔ اول تو وہ صحیح نہیں اگر کسی نے صحیح کہہ بھی دیا تو اس سے اتفاق ثابت نہیں ہو سکتا جو آپ کی شرائط مقبولہ میں سے ہے۔ علاوہ بریں آپ حدیث مانگتے ہیں ہم اول قرآن کی آیت عرض کرتے ہیں۔ و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا۔ اور پھر یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ وہ دلیل ہے کہ جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور حضرت امام شافعی بھی مان گئے جو تمام جہان میں ایجاب قرأة علی المقتدی میں ممتاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب تو متبع سلکتا ت امام کی تکلیف دیتے ہیں اور ایک صاحب فاتحہ اور سورۃ میں ایک سلکتے طویل نکالتے ہیں۔ اگر مخالفت آیت کا کھٹکا نہ تھا تو پھر ماخذ و جوہ قرأة فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی مطلق اور عام تھا، اس تجویز غیر مروی کی کیا ضرورت تھی۔ اب آپ کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ یا تو آپ کسی حدیث صحیح متفق علی صحیح سے چھوڑ ضعیف ہی سے سلکتے طویلہ ثابت فرمادیں اور دس نہیں بیس لے جاویں یا متبع سلکتا امام ہی کسی روایت مرفوع سے ثابت فرمائیں۔ صحیح نہ ہو ضعیف ہی روایت سہی، پر اتنا تو ہو کہ اجتہاد صحابی کا احتمال نہ رہے۔ پھر ہم سے دس نہیں بیس لیجئے ورنہ پھر عدم تعمیل آیت کا فکر کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ اول تو حدیث صحیح غیر متواتر و جوہ عمل میں ہم سنگ قرآن نہیں ہو سکتی اور بالفرض محال ہوئیں بھی تو آپ متبع حدیث ہونگے اور ہم متبع قرآن۔

بہ میں تفاوت راہ رہ از کجا است تا بہ کجا

اس کے بعد اگر آپ آیت میں کچھ تخصیص کریں گے تو ہم حدیث میں تاویل کریں گے اور بروقت موازنہ آپ کو انشاء اللہ معلوم ہو جاوے گا کہ کس کی بات غالب ہے۔ باقی رہیں اور احادیث اور سوا ان کے اور دلائل اور اتفاق جم غفیر ان کو ابھی ہم بھی پیش نہیں کرتے۔ یار باقی صحبت باقی

## جواب سوال پنجم

اگر ہم سے وجوب تقلید کے طالب ہیں ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ و وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں۔ اگر ایک ان میں سے دوسرے کے لئے وجوب اتباع کی سند ہے تو پھر اس کے وجوب اتباع کی کیا سند۔ رسول اللہ ﷺ کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا۔ اور قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کا واجب الاتباع کہاں سے ہونا ثابت ہوا، بجز اس کے کہ آپ اپنے آپ کو یا اقران و امثال کو مہبط وحی آسمانی قرار دیں اور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو رلاملا دیں اور کوئی تدبیر نہیں۔ مگر ہرچہ با داباد، آپ ایسی ہی غیر معتبر لائیں اور دس نہیں میں لے جائیں ورنہ پھر ہماری طرف سے یہ گزارش ہے کہ آپ جس موطن سے سند وجوب اتباع نبوی و قرآنی نکال کر لائیں گے اسی موطن سے ہم سند وجوب امام نکال کر دکھلائیں گے۔

## جواب سوال ششم

ظہر کے وقت میں اور عصر کے وقت میں صاحبین کا تو وہی مذہب ہے جو اور اماموں کا مذہب ہے اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اس پر حر مین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً وغیرہ میں عمل ہے مگر ظاہر الروایت میں امام محمد سے یہ روایت ہے کہ ظہر مثلین پر ختم ہوتا ہے اور عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے۔ خیر ہم کو تو بوجہ بے تعصبی کسی بات پر اڑ نہیں مگر جب آپ بے وجہ لڑنے کو تیار ہیں تو بے جواب دیئے رہا بھی نہیں جاتا۔ سنئے موطا امام مالک میں بروایت امام محمد اور بروایت یحییٰ بن یحییٰ، حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے جس میں لفظ:

صل الظهر اذا كان ذلك مثلك و العصر اذا كان ذلك مثلك موجود ہے۔ یہ روایت ہر چند موقوف ہے لیکن بات ایسی ہے جس میں رائے صحابی کو دخل نہیں اس لئے خواہ مخواہ بالمعنی مرفوع کہنا پڑے گا اور چونکہ اس باب میں جہاں منقل اور مثلین آتا ہے وہاں علاوہ فی الزوال مثل و مثلین لیا جاتا ہے تو یہاں بھی یہی کرنا پڑے گا ورنہ

سخت نا انصافی ہے۔ اس صورت میں آپ ہی فرمائیں کہ ظہر کی نماز حسب ارشاد حدیث بعد مثل واقع ہوگی یا قبل مثل مگر جب وقت ظہر بعد المثل باقی ہے لا جرم شروع عصر بعد المثلین ہوگا کیا عجب ہے کہ اوقات میں آخر کار تغیر و تبدل واقع ہوا ہو ظہر کا وقت مثل سے منسوخ ہو کر مثلین تک پہنچ گیا ہو اور یہ زیادتی عصر میں باعث نقصان ہوئی ہو اس لئے مقتضائے احتیاط و تقویٰ تو یہ ہے کہ تا مقدور ظہر مثل سے پہلے پڑھ جاوے اور اگر اتفاقاً بشریت سے قبل مثل اتفاق نہ ہو تو پھر مثلین ہی سے پہلے پڑھ لے اور عصر ہمیشہ بعد مثلین کے پڑھا کرے اور بظاہر مساء ظاہر الروایت یہی ہے اور غور کیجئے تو یہ بات دور از عقل نہیں کیونکہ احادیث اوقات محکم نہیں جس میں احتمال نسخ نہ ہو۔ پھر اسپر روایت مشار الیہا موجود جو نسخ کی جانب مشیر ہے۔ تعارض ہوتا تو ہم انہیں احادیث کو ترجیح دیتے جن سے مثل کو حد فاصل بین الوقتین بنایا ہے۔ مگر جب ترجیح احادیث مشار الیہ کی کوئی صورت نہیں تو پھر ان احادیث پر عمل کرنے سے کیا انکار ہے۔ لیا آپ کی رائے سے بھی یہ حدیثیں گئی گذری، اتباع سنت و احتیاط دونوں حاصل ان کو یک لخت چھوڑ دیجئے تو پھر عدم اور فرانس کا کھٹکاس پر۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح ہو جو در بارہ دوام اداء صلوٰۃ عصر قبل المثلین نص صریح یا فقط آخری وقت ہی میں اداء صلوٰۃ عصر قبل المثلین پر نص صریح ہو اور پھر صحت میں متفق علیہ بھی ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے۔ پرا تائید رکھئے کہ نص وغیر نص کا سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں سوچ سمجھ کر کام کیجئے ورنہ ایسا نہ ہو:

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

## جواب سوال ہفتم

تساوی ایمان کے اگر یہ معنی ہیں کہ شدت و ضعف و قوت میں برابر ہو تو آپ ہی فرمائیں کہ کون کہتا ہے اور اس کی کیا سند ہے۔ اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے ورنہ اس تہمت بے اصل سے باز آئیے۔ کچھ تو خدا سے شرمائیے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ جن باتوں پر انبیاء اور ملائک کو ایمان ہے انہیں باتوں پر عوام کو بھی ایمان ہے اس باب میں عوام انہیں کے قسم بقدم ہیں تو پھر سو آپ کے اس کا منکر ہی کو

ان ہوگا اگر خفیوں میں اس کا کوئی منکر ہو تو بتلائیے اور سند دکھلائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے ورنہ تہمت بے جا سے باز آئیے کچھ تو خدا سے شرمائیے۔ زیادہ کیا عرض کروں اگر یوں کہوں کہ ایمان مقولہ کیف سے ہے اور کیف قابل قسمت و نسبت بذات خود نہیں ہوتا جو کمی بیشی اور مساوات کا امکان ہو تو آپ بے وجہ آیات و احادیث مشعرہ زیادت پیش کر کے اوقات خراب کریں گے حالانکہ ان آیات و احادیث میں جہاں زیادتی پر دلالت ہے وہاں یہ بھی دلالت ہے کہ وہ زیادتی باعتبار تزاؤ احکام و اخبار تھی جو اس وقت بوجہ تجد و نزول و جی ہوتی رہتی تھی اور اب کسی طرح متصور نہیں باعتبار اصل ایمان نہ تھی۔ یہ میری گزارش ان صاحبوں کی خدمت میں ہے جو اس مسلک سے بھی واقف ہیں اور فہم و انصاف بھی رکھتے ہیں۔ ورنہ ان صاحبوں کی خدمت کیلئے جیسے اکثر غیر مقلدین ہوتے ہیں وہ اول ہی مضمون کافی ہے وہ صاحب اس مضمون کے جواب کی تکلیف نہ اٹھائیں مفت حیران ہوں اور کچھ کام نہ چلے گا۔

### جواب سوال ہشتم

قبل از جواب دو ایک بات سن لیجئے اور خدا کے لئے ذرا انصاف کیجئے ایسی علت ملک جس سے اس کا معلوم مختلف ہے نہ ہو سکے بدلائل عقل و نقل وہ قبضہ ہے حدوث ملک اول اسی سے ہوتا ہے اسکے بعد کہیں بیع و شراء کی نوبت آتی ہے بیع قبل القبض کا ممنوع ہونا بھی اسی بات پر دلیل کامل ہے کہ قبضہ علت ملک ہے اور ادھر مہاجرین کو خدا کا فقرہ کہنا حالانکہ اکثر صاحب بہت کچھ چھوڑ کر گئے تھے وہ بھی بدون اس کے متصور نہیں کہ علت ملک قبضہ ہے اس کے اٹھ جانے سے ملک گئی تو وہ فقراء کہلائے اور وارث گونا گونا ہر پرستوں کی نظر میں قبل القبض مالک ہو جاتا ہے مگر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وارث قائم مقام مورث ہو جاتا ہے اور بحکم یو صیکم اللہ خدا کی طرف سے یہ بدیلی ہوتی ہے تو یہ بات خود واجب التسلیم ہو جاتی ہے کہ جیسی در صورت تبدیلی اجسام کے بجائے دیگرے فوقیت و تحتیت جو جسم اول کو بہ نسبت فرش و سقف حاصل تھی بعینہ جسم ثانی کی طرف عائد ہو جاتی ہے ایسی ہی اس صورت میں قبضہ مورث بعینہ اس کی طرف خود عائد ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ مثل بیع و شرا کے دوسروں کے مال کو اپنی

طرف کھینچتا ہے اور اپنے مال کے قائم مقام کر لیتا ہے یہ فرق بشرط فہم اس بات کو مقتضی ہے کہ یہاں تازہ قبضہ چاہیے اور وہاں وہی قبضہ مورث اس کی طرف آجاتا ہے اس وقت اتنی ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں اگر آپ صاحب فہم و فراست ہیں تو اتنی سی بات سے اصلی بات کو سمجھ جاویں گے ورنہ آپ جو اعتراض فرماویں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ جواب دینے کو حاضر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ زن منکوحہ کی نسبت تو حنفیوں کا یہ قول ہی نہیں کہ قضاء قاضی طاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے اگر سچ ہے تو سند لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے ورنہ اس افتراء اور بہتان کے انجام کا فکر فرمائیے مگر ہاں شائد آپ عذر قلۃ تدبر یا سوء حفظ پیش کر کے یہ فرمائیں کہ منکوحہ نہ سہی غیر منکوحہ کا بھی اس طرح ملک میں آجانا قرین قیاس نہیں اس لئے یہ عرض ہے کہ جیسے بشہادت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ مافی الارض قابل ملک بنی آدم ہیں ایسے ہی بدالالت خلق لکم من نفسکم زواجا وغیرہ عورتیں قابل ملک شوہر ہیں یہاں بھی وہی قبضہ ہوگا تو ملک ہوگی نہیں تو نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ عقد نکاح کو بیع نہ کہیے تو اجارہ کہیے تو اس کے بطلان کے لئے یہی کافی ہے کہ نہ اجل معلوم، نہ کار محدود، پھر جائز ہو تو کیونکر۔ اگر اجارہ ہوتا تو نکاح بطور معروف جائز نہ ہوتا تو متعہ جائز ہوتا ادھر طلاق یک طرفی اس اعتناق کے مشابہ ہے جو مالک ہی کی طرف سے ہوتا ہے ادھر خلع کا مشابہت ہونا اس بات پر شاہد کہ یہاں بھی ملک ہی ہوگی جو یہ لین دین ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جس قدر روح اپنے بدن پر قابض ہے اس قدر اور کوئی کسی چیز پر قابض نہیں اسی کے قبضہ کے بھروسے اور بھی جانداروں سے منتفع ہوتے ہیں روح کا قبضہ نہ ہو تو تو پھر حیوان سے انتفاع محال ہے، ادھر ابدان حیوانات میں سے خاص کر انسان کا نافع ہونا اور بمعنی لائق میلان خاطر مال ہونا ایسا ظاہر ہے کہ اور کسی کا نافع ہونا اور مال ہونا ایسا ظاہر نہیں کیونکہ اور چیزیں اسی کی حفاظت و ترمیم کے باعث نافع اور مال کہلاتی ہیں اس صورت میں ابدان کا مملوک ارواح ہونا بھی مثل ارواح کے مالک ابدان ہونے کے بدرجہ اتم ہوگا کیونکہ مالک ہونے کے لئے قبضہ اور مملوک ہونے کے لئے مالیت چاہیے جتنے وہ



دونوں زیادہ اتنے ہی یہ دونوں زیادہ مگر چونکہ بجز توالد کے اور منافع کے حساب سے خود روح اپنے بدن سے منتفع ہوتی ہے تو اس کو اپنے بدن کی بیع کچھ تو اس وجہ سے ممنوع ہوگی کہ اس میں غیر کو استحقاق تملیک ہی نہیں کیونکہ وہ خاص اسی کے لئے بنا ہے ہاں ما فی الارض بدالت عقل و اشارہ خلق لکم ما فی الارض سب کے لئے ہے اس کی بیع ہو تو کچھ ہرج نہیں نیز اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگی کہ تسلیم بیع اور پھر بیع سے انتفاع بے اعانت بائع یعنی روح متصور نہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ بیع اور شرط زائد حدیثوں میں ممنوع ہے ہاں اپنے بدن کے خرید لینے میں البتہ کچھ خرابی نہیں اس لئے بدل کتابت دیکر کر خرید لینا ممنوع نہ ہو اگر عورت بحساب نفع توالد جو اس کی خاص غرض ہے اور موافق ارشاد نساء کم حرث لکم مردوں کے حق میں اس لئے مطلوب ہیں کہ اپنے بدن سے منتفع نہیں ہو سکتی یعنی مثلاً آنکھ ناک سے اپنا کام نکال سکتی ہے پر اپنے رحم سے خود کامیاب نہیں ہو سکتی یہ ممکن نہیں کہ مثل مرد خود اپنے آپ سے جماع کرے اور بچے جنوائے اس حساب سے عورت مثل جمادات ہے جیسے ان کے منافع سے خود ان کو کچھ نفع نہیں ایسا ہی یہاں سمجھ لیجئے اور ظاہر ہے کہ جمادات میں مملو کیت بدرجہ اتم ہے کیونکہ مالکیت کا شائبہ بھی نہیں اس لئے عورت اپنے رحم کو فروخت کر لے تو نہ اس وجہ سے کوئی دقت پیش آتی ہے کہ بنایا تھا خاص اس کے لئے مثل ما فی الارض، جس کی عمومیت پر بے تخصیص لکم فرما دینا دلالت کرتا تھا عام نہ تھا پھر بیع کیوں کر دیا کیونکہ رحم کے لئے ہوتا تو منتفع ہو سکتی بلکہ بدالت خلق لکم من انفسکم ازواجاً لٹے مردوں کے لئے اس کا ہونا نکلتا ہے اور نہ اس وجہ سے کچھ دشواری پیش آتی ہے کہ بیع میں اپنی توہین لازم آتی ہے کیونکہ مرتبہ اصل میں کمی آتی تو توہین لازم آتی جب عورتیں خود مردوں کے لئے مخلوق ہوئیں تو پھر کیا توہین ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی دشواری ہے کہ بیع میں اپنی اعانت شرط ہوگی جس سے بیع اور شرط کا اجتماع لازم آئے گا جو بالیقین ممنوع ہے کیونکہ عورتیں جب مرد ہی کے لئے مخلوق ہوئیں تو پھر اس حساب سے جیسے جانوروں کی ارواح سے کام لینا ممنوع نہیں عورتوں کی ارواح سے بھی ان کاموں کا لینا ممنوع نہ ہوگا جس کے لئے وہ بنائی گئیں۔ الغرض شرط اس امر کی ممنوع ہوتی ہے جس کا پہلے سے استحقاق نہیں ہوتا کیونکہ اس

صورت میں ربوا لازم آتا ہے اور جس کا استحقاق ہوتا ہے اس کا شرط کرنا ہی فضول ہوتا ہے جیسے بیچ میں قبضہ کی شرط کر لی جاوے تو ایضاً ح مبہم ہوتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہوتی۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اگر عورت و مرد میں تساوی نوعی نہ ہوئی تو تسفل صنفی جس پر آیت خلق لکم من نفسلم ازوا جآ دلالت کرتی ہے خود اس بات کو مقتضی تھا کہ مثل حیوانات قبضہ کافی ہو جائے اور بیچ کی حاجت نہ پڑے مگر یہ تساوی نوعی جس کا بقا تابقاء ایمان ہے مانع عروض ملک تھا شرح اس معممہ کی یہ ہے منفعت والد تو مرتبہ صنفی سے متعلق ہے اور منافعہ باقیہ مثل منفعت چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضاء مرتبہ نوعی سے متعلق ہیں اور یہ دونوں مرتبہ باہم ایسے مخلوط ہیں کہ تقسیم کی کوئی صورت نہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ جسم نسوانی جس سے یہ منافع متعلق ہیں اصل میں ان کا مقبوض ہے جس سے ان کا مالک ہونا ظاہر و باہر ہے۔ رہی یہ بات کہ خود عورتیں اپنے رحم سے اور فرج سے منتفع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے دربارہ ملک اعضاء تناسل کچھ ہرج نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معنی ہوں کہ خدا غنی عن العالمین کسی چیز کا بھی مالک نہیں اس لئے بعد تحقیق قبضہ تام مالکیت نساء اور مملوکیۃ اعضاء تناسل کا اقرار لازم ہے اور پھر بوجہ ارشاد خلق لکم من نفسکم ازوا جآ اور نیز بدلالۃ انتفاع مرد بطور فاعلیت مردوں کا بہ نسبت زنان بحیثیت منفعت مذکورہ مالک ہو سکتا ممکن ہوا اور عورتوں کا بہ نسبت مردوں کے بحیثیت مذکورہ مالک ہونا ممکن نہ ہوا کیونکہ عروض ملک علو مرتبہ اور تسفل مرتبہ مملوک کا خواستگار ہے تعاکس مراتب میں یہ بات متصور نہیں اس لئے بیچ کی ضرورت بڑی اور مہر ثمن میں مقرر ہوا ہاں تقسیم ممکن ہوئی تو یہ بھی متصور تھا پر کیا کیجئے یہ مشاع بے تقسیم صحیح نہ تھا۔ باقی رہے رسول اللہ ﷺ ان کے لئے ہبہ کا جواز بایں معنی ہے کہ آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور نفیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب نہ تھا یہ مراعات نکاح و شرائط نکاح اور بات پر مبنی تھے۔ بالجملہ تابقاء ایمان انتفاع منافع نکاح کے لئے بیچ کی ضرورت ہے در صورت زوال ایمان بچکم او لئک کا لا نعام بل ہم اضل انسان مرتبہ نوعی سے گذر کر زمرہ انعام میں داخل ہو جائے گا اور مثل انعام بجز قبضہ تام ملک

میں آجائے گا اور کیوں نہ ہو بد لالت و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون عبادت بنی آدم کے حق میں اصل فطرت اور مقتضاء طبعی ہوگی کیونکہ جیسے آنکھ دیکھنے کے لئے بنی اور کان سننے کیلئے اور یہ اغراض ان اشیاء کے حق میں مقتضاء طبعی ہیں ایسے ہی یہاں بھی چاہیے آدمی عبادت کے لئے بنا ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں ایک مقتضائے طبعی ہوگی مگر یہ ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں خاصہ سمجھی جائے گی کیونکہ امور طبعیہ مجملہ خواص اشیاء ہوا کرتے ہیں اس صورت میں اگر بالفرض عبادت مذکورہ یعنی اطاعت و انقیاد مفقود ہو جائے تو یا تو بوجہ انقلاب ماہیت وہ اس نوع ہی سے نہ رہا یوں کہو کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس نوع سے ہی نہ تھا اتحاد شکل و صورت اس صورت میں اتحاد عام و اشتراک عرض عام ہوگا۔ اور جب نوع انسانی نہیں تو پھر کافر کو اعلیٰ درجہ میں سمجھنا تو حیوانوں ہی کا کا ہے نیچے ہی اتارنا پڑے گا جس سے او لئک کا لانعام کا مطابق عقل ہونا بھی ثابت ہو جائے گا بالجملہ بوجہ اجتماع تساوی نوعی و تسفل صنفی دونوں جہتیں اکٹھی ہو گئیں خود مختاری بھی جس کا نتیجہ مالکیت ہے اور بے اختیاری بھی جس کا نتیجہ مملوکیت ہے اس لئے بیچ بیچ کی بات نکل آئی سو من و جہہ مالک اور من و جہہ قابل ملک کہنا پڑے گا اور بیچ کے بعد زوج کی مالکیت اور اس کی مملوکیت کا اقرار لازم ہوگا۔ غرض نکاح میں مالکیت اور مملوکیت ہوتی ہے اجارہ نہیں ہوتا مگر ہاں کوئی کہے تو یہ کہے کہ بیچ ہوتی تو آ تو ہنّ اجور ہنّ نہ فرماتے اور شوہر کو اختیار بیچ ہوا کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اجور سے اگر اجارہ ہونا ثابت ہوتا تو لفظ اجر عظیم اور اجر کریم سے جو اہل ایمان کی شان میں وارد ہے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خدا اور بندے کے درمیان میں عقد اجارہ ہے اور معتزلہ وغیرہ قائلین و جوب عدل و ضرورت عطاء اجر سچے ہیں اہل سنت جھوٹے، مگر مجھے آپ سے ہنوز اتنی بے اعتقادی نہیں کہ آئمہ فقہ کا اتباع اور ان کی تقلید بھی چھوڑ دیں گے ورنہ اول سے اس قصہ کو فیصل کرتا چلتا، اور ممانعت بیچ سے یہ لازم نہیں کہ ملک نہ ہوا کرے حدیث تفریق والدہ اور ولد سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ملک ہوتی ہے اور بیچ ممنوع ہوتی ہے، رہی کہ ممانعت کس درجہ کی ہے آیا بیچ مفید ملک ہی نہ ہوگی یا ہوگی اس کی تحقیق ہر چند اس وقت دشوار ہے لیکن آپ کی خاطر بھی عزیز ہے۔ سنئے وجہ حرمت تعدد

ازواج زوجہ کے حق میں ایک وقت میں فقط یہ ہے کہ جب زوجہ حراثت یعنی پیداوار اولاد ٹھہری تو پھر اگر مزارع متعدد ہوں گے تو زرع یعنی ولد بھی مشترک ہوں گے مگر گیہوں وغیرہ پیداوار خاک تو بوجہ تشابہ احزابے کھٹکے تقسیم کر سکتے ہیں اولاد کو جو پیداوار زن ہے تقسیم کریں گے تو کیونکر تقسیم کریں گے ایک بچہ ہوگا تو پارہ پارہ نہیں کر سکتے متعدد ہوں تو بوجہ اختلاف صورت و سیرت موازہ متصور نہیں پھر ارتفاع نزاع ہو تو کیونکر اس صورت میں اگر بیع کی اجازت ہو تو بحکم ملک جیسے آن سابق تک بائع کو اختیار تصرف جماع تھا ایسے ہی آن لاحق میں مشتری کو اختیار تصرف جماع ہوگا اور اس وجہ سے احتمال اختلاط نطفہ اور اشتراک فی الولد پیش ہوگا جس سے ممانعت بیع آپ ثابت ہو جائے گی القسۃ بیع کو لازم ہے کہ امکان قبضہ موجود ہو اور یہاں قبضہ مشتری کی کوئی صورت نہیں بائع کا قبضہ اٹھے تو مشتری کا قبضہ موجود ہو مگر جب تک احتمال استبراء نطفہ بائع ہے تب تک خلونج و تسلیم کہاں ہے جو قبضہ مشتری سمجھا جاوے اور جب قبضہ نہ ہوگا تو افادہ ملک بھی متصور نہیں رہی حالت حیض و نفاس اس وقت ممانعت جماع بائع کی طرف سے نہیں اور حالت استبراء کی ممانعت بوجہ بقاء ملک شوہر نہیں کیونکہ بمقابلہ اہل اسلام کفار کا قبضہ بحکم آیت او لئک کا لانعام بمنزلہ قبضہ انعام ہے فقط اپنے نسب کی حفاظت اور نسب غیر کی ضیانت ہے جس کے اتلاف اور اپنی طرف پھیر لینے کا اس کو اختیار نہیں اگر اختیار ہے تو والدہ اور ولد کے مالک بن جانے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ اور قسم کے تصرفات اور استبراء سے ممانعت نہیں اگر وجوب استبراء بوجہ بقاء ملک شوہر سابق ہوتا تو ملک بیمن پیدا نہ ہوتی اور استبراء ممانعت نہ ہوتا علاوہ بریں ہو سکتی ہے جو فقط فرج و رحم سے متعلق ہے بحیثیت سمع و بصر وغیرہ کمالات بشری مملو کیت نہیں ہوتی اور اس لئے بدن زوجہ فیما بین زوج و زوجہ مشترک ہوگا اور تسلیم بیع بے تسلیم جملہ بدن متصور نہیں اس صورت میں تصرف فی حق الغیر بے رضا غیر لازم آئے گا اور اس وجہ سے اس بیع کو بوجہ لزوم نزاع بیع غرض بھی کہنا پڑے گا اور یہی وجہ مانع جواز متعہ و ہبہ و اجارہ ہیں چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے گو ابتداء اسلام میں بوجہ ضرورت باوجود حرمتہ اصلی چند روز اسی طرح جائز رہا جیسے سفر و مرض میں افطار صیام رمضان جائز ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ ضرورت جواز افطار عالم میں ہوتی رہتی ہے اور ضرورت جواز متعہ

شوکت اسلام سے بالکل گئی گذری مگر یہ ہے تو زن منکوحہ میں قضا قاضی سے کیا ہو سکتا ہے اگر ملک زن منکوحہ قابل انتقال الی الغیر ہوتی ہے تو بیع و ہبہ و اجارہ ہی میں کیا خرابی تھی البتہ زن غیر منکوحہ قابل ملک سے ملک زن شوہر کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں قضا قاضی موجب انتقال ملک ہو سکتی ہے کیونکہ علت ملک قبضہ تامہ ہے۔ سو بعد قضا ایسا قبضہ مستحکم حاصل ہوتا ہے کہ اور طرح ایسا قبضہ میسر نہیں ہو سکتا پھر ملک ہو اس کے کیا معنی بالجملہ وجہ ممانعت بیع عدم الملک نہیں موانع خارجیہ ہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ اصل مقصود نکاح سے ملک ہوتی ہے خود نکاح مقصود نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ملک بے نکاح حاصل ہو جائے جیسے ملک یمین میں ہوتا ہے تو پھر نکاح کی حاجت نہیں رہتی اور احکام نکاح مثل حلت وطی وغیرہ سب جائز ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کسی اور صورت سے ملک حاصل ہ جائے تو وہ احکام کیونکر حاصل نہ ہوں گے قاضی اگر کسی غیر کو دلا دے تو پھر امید عود کسی طرح نہیں کیونکہ اوروں کے ظلم سے نجات اس کی حمایت سے تھی وہ خود دوسروں کا حامی ہو جاوے تو پھر کون دلوائے اس صورت میں علت یعنی قبضہ مذکورہ بجمیع الوجوہ جاتا رہتا ہے یعنی نہ اپنا قبضہ رہتا ہے یعنی نہ اپنے وکیل کا قبضہ رہتا ہے اپنا تو ظاہر ہے کہ نہیں، رہا وکیل کا قبضہ تو اس کی یہ صورت ہے کہ حاکم من و جہ قبضہ نائب خدا ہے۔ چنانچہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اس پر شاہد ہے اور من وجہ نائب رعیت ہوتا ہے حفظ اموال رعایا وغیرہ اس کی دلیل ہے اس لئے سرقہ و غصب وغیرہ میں باوجود ارتقاع قبضہ ملک باقی رہتی ہے کیونکہ ہنوز وکیل عام حاکم کا قبضہ باقی ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ ملک نہیں کیونکہ اول ملک اسی سے پیدا ہوتی ہے بیع شراء وغیرہ اسباب و علل تبدیل ملک ہیں علت حدوث ملک نہیں اور جو چیز علت حدوث بمعنی موقوف علیہ ہوتی ہے وہی علت بقا ہوتی ہے چنانچہ دھوپ کے مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے غرض جو چیز کسی چیز کے حق میں واسطہ فی العرض ہوگی اس کے حدوث کے لئے اس کا ہونا ضرور ہے اور جو شے کسی شے کی حدوث کے ضرور ہوئی تو اس کی بقا کے لئے بھی اس کا ہونا ضرور ہے کیونکہ واسطہ فی العروض سے کسی حالت میں استغنا ممکن نہیں۔ اور

ظاہر ہے کہ حدود ملک بے قبضہ متصور نہیں تو بقا بھی بے قبضہ ممکن نہیں غرض جیسی حرکت جاسان کشتی کے لئے حدود و بقا میں حرکت کشتی ضرور ہے ایسے ہی حدود و بقاء ملک کے لئے قبضہ ضرور ہے خدا کا مالک الملک ہونا بھی اسی قبضہ کا ثمرہ ہے چنانچہ بییدہ الملك اور بییدہ ملکوت کل شئیء وغیرہ اشارات اس پر شاہد ہیں کہ تمام ملک اس کے قبضہ میں ہے پھر اس کے بعد و هو علی کل شئیء قدیر وغیرہ کا فرمانا اس پر شاہد ہے کہ تصرف مالکانہ جو حاصل قدرت ہے، اس کے اس قبضہ مشارالیه کا ثمرہ ہے کہ اس صورت میں اگر قبضہ اٹھ گیا تو پھر ملک بھی ملک عدم کو پرواز کر جائے گی مگر جس صورت میں نہ اپنا قبضہ ہے نہ اپنے کسی وکیل کا قبضہ ہے تو پھر ملک کیونکر باقی رہ سکتی ہے جس کا قبضہ ہوگا اسی کی ملک بھی ہوگی خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وکیل و نائب خداوندی نے اس گیر کو دوا دیا کیونکر اس صورت میں اس کی ملک کے لئے اہل فہم کے نزدیک اور بھی استحکام ہو جائے گا اس لئے در صورت مرقومہ زوجہ کو خواہ مخواہ اس کی ملک سے خارج کہنا پڑے گا اور غیر کی ملک میں داخل کہنا پڑے گا اور بہت سے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ ملک جو اثر و نتیجہ نکاح کا تا نکاح سے عام رہا یہ بات اول تو یوں مسلم کہ رقیقت میں بھی موجود دوسرے آثار کا موثر ہونا معقول و منقول میں مسلم، ہاں موثر اصلی سے عام نہ کہیے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ موثر اصلی وہ قبضہ تامہ ہے۔ ہاں یہ مسلم کہ طریقہ حصول ملک معصیت ہے اس لئے گناہ سر پر رہے گا اور کیوں نہ ہو ایسے افعال کے مرتکب کی شاعت میں کچھ شک نہیں مگر یہ اور بات ہے اور حصول ملک اور عدم جواز؟ اطلاق زنا وغیرہ اور بات ہے ان احادیث میں جن میں قطعہ من النار فرما کر ایسے ارتکاب سے زجر فرمایا ہے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام برا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ملک نہیں ہو جاتی۔ بالجملہ جیسے زنا کی برائی ولد زنا کی برائی کا باعث ہے پر آدمیت اور ایمان وغیرہ امور حسنہ کی صحت کو منافی نہیں گو طریق حصول ولد الزنا ہی ہے ایسے ہی مکرو فریب و جعل دروغ کی برائی کا باعث ہے پر اس وقاع کے خارج از قسم زنا اور موجب اتصال نسب ہونے کو منافی نہیں گو طریق حصول وقاع مکرو فریب و جعل و دروغ ہو۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہم نے مقدمات مذکورہ کے لئے قرآن و حدیث کو سند پیش کیا ہے اب ان مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی ضد و نقیض ہی کو قرآن

وحدیث سے ثابت کر دیں ہم دس نہیں بیس دیں گے پر ایسی ہی سند لیں گے اور ایسا ہی استدلال اور نہ پیش کرنے والوں کے منہ پر مارنے کے قابل ہوگا پھر گستاخی معاف۔

## جواب سوال نمبر:

بدالالت و لاتنکحوا، جو قبل آیت تحریم واقع اور نیز بدالالت و احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا با موا لکم یہ بات ظاہر ہے کہ مورد تحریم آیت حرمت میں نکاح ہے جماع نہیں اور چونکہ نبی افعال اختیار یہ پر واقع ہوا کرتی ہے تو نکاح کا محرمات سے منعقد ہو سکتا ممکن الوقوع ہوگا ورنہ پھر نہی کس مصرف کے لئے اور کس مرض کی دوا ہوگی علاوہ بریں نکاح کی علت فاعلہ موجود، علت قابلہ موجود، تراضی ممکن، پھر نکاح نہ ہو سکنے کے کیا معنی۔ علت فاعلہ کا ثبوت تو اس سے زیادہ کیا کہ مرد قادر علی الجماع ہے اور علت قابلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ عورت محل پیدا وار۔ غرض جو باتیں اور عورتوں سے متصور ہیں یا اور مردوں سے متصور ہیں وہی باتیں مردوں کو اپنے محارم سے متصور ہیں اور ظاہر ہے کہ اصل مقصود نکاح جو بدالالت نساء کم حرث لکم اولاد ہے بایں وجہ کہ اتنی ہی بات پر موقوف ہے محارم سے بھی متوقع پھر ممانعت ہوگی تو اصل نکاح ہی کی ہوگی اس لئے لاتنکحوا فرمایا لاتجا معوا لا تقرا؟ اور فرمایا باوجود امکان ارادہ معنی حقیقی معنی مجازی کا مراد لینا صریح نا انصافی ہے ہاں اگر ضروریات تحقق نکاح جن کی تعیین و تعداد پر ماہیت مقصود اصلی خود گواہ ہے ممکن الاجتماع نہ ہوتی یا موجود ہی نہ ہوتی تو یہ بھی ممکن تھا کہ بطور مشاکلت اس نکاح کو نکاح حکمہد یا ہو جیسے بیع مالیس عند البائع بیع مبیعہ و دم کو جو مال شرعی نہیں بوجہ منقود ہونے بیع کے جو ضروریات بیع میں سے ہے حقیقی بیع نہیں کہہ سکتے فقط بطور مشاکلت بیع کہہ دیتے ہیں اور حاصل ممانعت غرض بیع یعنی تصرف ہوتا ہے خود بیع نہیں ہوتی بالجلملہ بوجہ فراہمی تمام سامان بیع و ثراء جیسے اکثر بیوع کو بیع حقیقی سمجھتے ہیں ایسے ہی نکاح محرمات کو بوجہ مذکور نکاح حقیقی سمجھتے یہ نہیں کہ مجازاً نکاح کہہ دیا واقع میں نکاح نہیں۔ ہاں جیسے بوجہ مفاسد معلومہ قتل اہل ایمان کی ممانعت ہے اور قتل کفار کی ممانعت نہیں کیونکہ وہاں وہ مفاسد نہیں حالانکہ اطلاق قتل دونوں جا بطور حقیقت موجود ہے ایسے ہی بوجہ بعض مفاسد

نکاح محارم ممنوع رہا اور نکاح اجنبیات جائز رہا گو باعتبار اصل اطلاق نکاح دونوں جگہ حقیقی ہے مجازی نہیں لیکن حقیقی ہوگا تو آثار نکاح بھی ایسی طرح متفرع ہو جائیں گے جیسے قتل حقیقی پر آثار قتل متفرع ہوتے ہیں یعنی جیسے دردالم و انزہاق روح دونوں جا برابر قتل جائز ہو یا ناجائز ایسے ہی انشاء زنا در صورت نکاح دونوں جا برابر ہوگا نکاح جائز ہو یا ناجائز اور انشاء زنا ہو تو پھر احکام زنا مثل اجراء حدود خواہ منشی ہوں گے خاص کر جب یہ دیکھا جائے کہ منجملہ احکام زنا حدود ادنیٰ بھی شبہ سے مندرج ہو جاتی ہیں، ہاں یہ بات مسلم ہے کہ جیسے قتل ممنوع ہوتا ہے تو آثار قتل پر یعنی دردالم اور انزہاق روح پر اتنا عذاب ہوتا ہے کہ کیا کہیے ایسے ہی نکاح ممنوع ہوگا تو آثار نکاح یعنی جماع وغیرہ پر اتنا کچھ عذاب متفرع ہوگا کہ کیا کہیے۔ غرض وہ جماع گوازیتم زنا نہ ہو مگر حرمت میں زنا سے بڑھ کر رہے گا کیونکہ غیر محارم سے زنا ہو تو بوجہ امکان نکاح جائز اس کی حلت کی امید بھی ہے اور خود نکاح ہی حرام ہو تو پھر اس فعل کی حلت کی کوئی صورت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صورت مرقومہ جواب سوال ہشتم میں جماع بوجہ حرمت طریق حصول ملک زنا سے بڑھ کر رہے گا اور حلت کی کوئی صورت نہ ہوگی غایت مافی الباب یہ ہو کہ حرمت وقاع زنا سے عام رہے سو یہ بات بطور منقول تو یوں مسلم کہ جماع حالت حیض و نفاس میں حرام ہے اور زنا نہیں اور بطور معقول یوں واجب التسلیم کہ آثار کا موثر سے عام ہونا معقولات میں مسلم ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ اب عرض خدمت مبارک میں یہ ہے کہ ہم نے تو بدالالت عقل و نقل نکاح محرمات کا نکاح ہونا اور اس وجہ سے اس کا از قسم زنا نہ ہونا ثابت کر دیا اب آپ کسی ضعیف قوی دلیل عقلی نقلی سے اس کا نکاح نہ ہونا اور اس سبب سے اس جماع کا زنا ہونا جو بعد اس نکاح کے واقع ہو ثابت کیجئے اور دس نہیں بیس لیجئے۔ پر اثبات و ثبوت ہونری بے تکی زل نہ ہو مگر اپنے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ آپ کو جواب تو کچھ نہ آئے گا پر اپنی خجالت اوتارنے کو میرے ذمہ یہ بہانہ تحقیق انعقاد نکاح تہمت جواز نکاح محرمات لگایا جائے گا اور میں جانتا ہوں یہی انداز آپ جواب سوال ہشتم میں اختیار فرمائیں گے اور بہ بہانہ حلت آثار نکاح آپ میرے ذمہ تہمت اجازت دست قسم بروز نان شوہر دار وغیرہ لگائیں گے مگر یاد رہے کہ تہمت کا انجام برا ہوتا ہے۔ آخرتہ کا مواخذہ، دنیا



کا مناقشہ۔ آخر ہم بھی آدمی ہیں اگر خیال آ گیا تو مبادا بدست آویز جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها ہم بھی آپ کی تشہیر کے درپے ہوں اور سوال پنجم کے بہانہ سے آپ کے ذمہ پر اس بات کی تہمت لگائیں کہ آپ کے مشرب کے موافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا وجوب بے سند ہے۔

### جواب سوال دہم

آپ بجائے تحدیدہ دردہ اگر درپے عدم تحدید ہیں اور حجت حدیث الماء طہور ہے اور وجہ احتجاج یہ ہے کہ الف لام طبیعت یا الف لام استغراق مراد ہے اس کا کیا جواب ہوگا کہ اس صورت میں حسب رائے ظاہر پرستان یہ لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ وہ بھی اصل میں پانی ہی ہے اور لا یبولن احدکم فی الماء الدائم وغیرہ احادیث اس صورت میں معارض ہوں گی اور ظاہر حال بوجہ توافقی عمل در آمد زمان نبوت و صحابہ و اتفاق آراء و افہام انہیں کے ساتھ ہوگا جس سے ان کی قوت مزید ہل من مزید ہو جاوے گی اگر بمقابلہ تحدیدہ دردہ آپ درپے تحدید قلتین ہیں اور حدیث قلتین آپ کی سند ہے تو اس کا کیا جواب کہ وہ حدیث مضطرب ہے چنانچہ شاہد روایات ابوداؤد سے ظاہر ہے کہ اضطراب آیا تو پھر صحت ففر و اہوئی آپ کی شرط صحت کہاں سے آئے گی جو آپ کا مطلب ثابت ہو۔ علاوہ بریں حدیث لا یبولن احدکم کا تعارض درپیش کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشاب وغیرہ کے پڑنے سے کوئی خرابی آتی ہے جس کا یہ بندوبست ہے و وہ خرابی بجز نجاست اور کیا ہوگی۔ غایت مانی الباب کسی درجہ میں بوجہ عموم بلوی بطور عفوعن النجاست بوجہ وجود طہارت اجازت استعمال ہو جائے گی مگر مضمون لا یحل الخبث اور لا یجنسہ بظاہر اس کے مخالف اور وہ ان کے مخالف کیونکہ یہاں نفی نجاست مقصود ہے اور وہاں وجود نجاست ثابت ادھر اس بات پر توافقی آراء خاص و عام کہ پانی وقوع نجاست سے نجاست قبول کرتا ہے اور زمانہ نبوت و صحابہ کی کیفیت اس کو مؤید کیونکہ وہ بھی اسی طرف ناظر ہے کہ وقوع نجاست اپنا کام کرتی ہے اثر ظاہر ہو کہ نہ ہو اس لئے وہ دونوں تو قابل استدلال نہ رہیں اور حدیث لا یبولن بوجہ احتیاط واجب العمل ہوئی کیونکہ

ایسے مقامات میں بدالالت و جوب طہارت بعد نوم یا حرمت اکل صید واقع فی الماء احتیاط واجب ہوتی ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی سند اس کی ہو کہ حدیث الماء طہور میں طبیعت مراد ہے یا استغراق مراد ہے تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر آپ کے پاس کوئی روایت غیر مضطرب ہو یا مضطرب پر ایسے موقع میں عمل کرنے پر دلالت کرتی ہو تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے۔ رہے حنفیہ ان کا عذر مطلوب ہے تو سنئے اول تو بحکم انصاف ہنوز حنفیہ کے ذمہ جواب لازم ہی نہیں، جب آپ جواب مطلوب سے فارغ ہو لیں گے اس وقت دیکھی جائے گی، مگر بایں ہمہ جواب پیشگی مطلوب ہو تو لیجئے حدیث الماء پر تو بوجہ مذکور در صورت طبیعت و استغراق عمل سے معذور کیونکہ بے عہد اس حدیث میں کام نہیں چلتا (یعنی خواہ مخواہ الف لام عہد کا ماننا پڑتا ہے) چنانچہ سیاق و غیرہ بھی شاہد ہیں اور عہد سے اس مقام میں کام نہیں نکلتا (یعنی جب عہد کا مان لیا تو مفید مدعائے مدعی نہ رہا) کیونکہ حدیث ثبوت عدم تحدید استغراق و طبیعت پر موقوف ہے اور حدیث قلتین کو بوجہ اضطراب اس مقام میں حجت نہیں بنا سکتے کیونکہ شرائط ادائے فرض کے لئے ایسی ہی حجت چاہیے جیسے فرائض کے لئے، ہاں فرق آب قلیل و آب کثیر متفق علیہ اور اس پر یہ مضمون منجملہ محسوسات ہے اس لئے رائے مبتلی پر رکھنا زیادہ عمدہ نظر آیا کیونکہ ادائے فرض میں ہر جگہ رائے مبتلی بہ کام آتی ہے ادائے جہاد میں کافر و مومن کی تمیز ضرور ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ بات مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑی گئی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اداء نماز جماعت میں امام کا مومن ہونا لازم ہے اور اس کی تمیز سب جانتے ہیں کہ اسی کی رائے پر منحصر ہے۔ ایسے ہی نکاح و غیرہ میں شوہر و غیرہ کا مومن ہونا مومنات و غیرہا کے حق میں فرض ہے اور ایمان کا پہچانا سب جانتے ہیں کہ ایک رائے کی بات ہے کیونکہ اصل ایمان امر قلبی ہے۔ القصہ مواضع کثیرہ میں ادائے فرض بے استعمال رائے تصور نہیں۔ سو امام ابو حنیفہؒ نے جب یہ دیکھا کہ رائے مبتلی بہ اس باب میں حجت کا ملہ ہے تو بنا چاری اس کی رائے پر کہنا ضروری۔ اب گزارش خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس مقام میں مشاہدہ اور رائے کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے۔ رہا وہ درودہ کوئی اصل مذہب نہیں ہاں کسی کی

یہی رائے ہو تو مضائقہ نہیں سوا اتفاق سے اکثر کی رائے اسی طرف گئی اس لئے یہی مشہور ہو گیا اور وہ عوام جو صاحب رائے نہیں ہوتے ان کے لئے یہ رائے ایک تکیہ گاہ بے حجت نظر آئی ورنہ اصل وہی ہے جو رائے میں آئی۔

تمت بالخیر و الحمد لله على ذلك

## التماس

جواب تو ہو چکے، التماس اور یادداشت بھی سن لیجئے۔ ہم نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھانے کی بات کہتا ہے تو آپ مضامین شعر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اس بہانہ سے جواب سے سبک دوش ہو جاتے ہیں۔ اگر یہی انداز مناظرہ ہے تو اس سے بہتر ہم تدبیر عرض کرتے ہیں آپ بے تکی ہانکا کریں واہیات جاہلانہ سمجھ کر آپ کے حریف آپ چپ ہو رہیں گے کیونکہ جواب جاہلانہ باشد خموشی۔ اور یہی وجہ ہے جو یہ ارشاد ہوا و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلا مآ۔ اور غور سے دیکھئے تو آپ نے پہلے ہی یہ انداز اختیار فرمایا ہے۔ بھلا جس بات کے اوروں سے طالب ہیں اور آپ سے طالب کیوں نہ ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہ لی۔ یہ نہ سمجھا کہ ہم اوروں سے حدیث صحیح اور نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں، اور ہم سے طالب ہوں گے تو ہم کہاں سے دیں گے۔ یہ بے تکی بات نہیں تو کیا ہے بحکم مناظرہ اول آپ کو لازم تھا کہ مطالب مشار الیہا کے لئے احادیث موصوفہ بوصف مذکورہ لاتے اس وقت ہم سے اس قسم کی احادیث کی درخواست فرماتے۔ اس لئے ہم نے اپنی احادیث کے مراتب کی تشریح کرنی بے جا سمجھی۔ آپ کچھ کریں گے تو ہم بھی انشاء اللہ، مگر عند اللہ جو کچھ کریں فہم و انصاف سے کریں تعصب کو چھوڑ دیں اور اس نارسائی پر خود رائی سے منہ موڑیں ورنہ مجھ کو آپ کی اس ظاہر پرستی اور خود رائی سے یہ اندیشہ ہے کہ آپ متشابہات تک پہنچیں اور ید اللہ فوق اید یہم اور الرحمن علی العرش استوی کے بھروسہ خدا کو نعوذ باللہ مجسم بتانے لگیں اور بقیاس احادیث رفع و عدم رفع احادیث مختلفہ فی باب معتبة النکاح کو اس پر معمول کریں کبھی یوں ہوا تھا کبھی یوں اس لئے کبھی یوں کر لینا چاہیے کبھی یوں۔ ادھر عبد اللہ ابن مسعود وغیرہ کا منکر تحریم

ہونا حدیثوں میں مرقوم ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنا کام کر چکے ہیں کیونکہ ہر چند یہ بات بالخصوص آپ کی نسبت نہیں سنی گئی پر یہ شور تو ایک مدت سے ہے کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے درپے ہیں چونکہ آپ ان سب کے امام ہیں (۱۸۷۸ء کے گرد و پیش محمد حسین غیر مقلدوں کے امام نہیں ہو سکتے۔ اس وقت محمد حسین کے استاد میاں صاحب، عبداللہ غزنوی زندہ تھے۔ عبدالجبار غزنوی بھی زندہ تھے۔ نواب صدیق حسن بھی زندہ تھے۔ حافظ محمد لکھوی اور محی الدین لکھوی بھی زندہ تھے محمد بشیر سہوانی، سید امیر حسن سہوانی وغیرہ اور ابو عبداللہ غلام علی قصوری امرتسری بھی زندہ تھے۔ بہا (تو یہ کب ہو سکتا ہے کہ یہ شور اوپر ہی اوپر اڑا ہوا اور نیز یہ شور ایک مدت سے ہے کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں، تامل ہے تو اتنا ہے کہ کاہے کے ہیں، چاندی کے ہیں یا سونے کے یا کہیں اور کے۔ علی ہذا القیاس آپ کی اس ظاہر پرست اور خود رائی سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ بہت سی احادیث کو معارض قرآن سمجھ کر پایہ اعتبار سے سقط فرمائیں گے کیونکہ حدیث گویا صحیح ہی کیوں نہ ہو پکیں قرآن کو ملتی ہے۔ اگر حدیثوں اور روایات تواریخ سے بہ نسبت قرآن شریف کفار کا ریب و تردد میں ہونا سمجھ آتا ہے تو قرآن میں لاریب فیہ فرماتے ہیں جس سے بوجہ نکرہ فی سیاق اللفی بالکل ریب و تردد کا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کسی کے دل میں کیوں نہ ہو مگر ہاں آپ کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ قرآن شریف میں ریب کی نفی ہے احادیث و تواریخ میں یقین بطلان قرآن کا مذکور ہے مگر اس کو کیا کیجئے کہ بہت سے ضعفاء کو تردد بھی ہوا اور دوسرے نفی لاریب ایسی ہے جیسے نبی لا تغفل لہما اف۔ جیسے اس سے بدالۃ النص ضرب وغیرہ کی نفی نکلتی ہے لاریب سے یقین بطلان کی نفی نکلتی ہے بہر حال لاریب فیہ، لاریب آپ کی نگاہوں میں اکثر احادیث و تواریخ بلکہ مشاہدات کی نسبت موجب ریب ہوگا۔ فرماتے ہیں ہدی للمیقین لام اختصاص اس جانب مشیر ہے کہ نہ فاسقوں کو ہدایت ہونہ کافروں کو پھر تسیر ان اللہ لا یهدی القوم الکافرین اس کے موافق اس مضمون میں اس سے بڑھ کر۔ اور اکثر احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ ہدایت کفار و فساق پر شاہد سو بوجہ مخالفت مشارالیه بمقابلہ قرآن و احادیث و اخبار کا ہے کو مقبول ہوں گی بلکہ مثل مذہب ہنود کہ غیروں کو ہنود ہونے کی امید ہی نہیں امید ہدایت منقطع ہوگی۔

۳۔ اور بمقابلہ اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا و جو حکم وہ احادیث جن سے ایک وضو سے کئی نمازوں کا ادا کر لینا ثابت ہوتا ہے کیونکر مقبول ہوں گی۔

۴۔ اور حدیث ان المؤمن لا ینجس ، انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس کے بعد بے اس کے کیوں کر لائق قبول ہوگی کہ اہل بیت جن میں بد لالت لفظ اہل بیت خود حضرت رسول اللہ ﷺ بھی داخل ہیں چہ جائے کہ اور کمالان وقت زمرہ اہل ایمان سے نعوذ باللہ خارج ہیں۔

۵۔ اور بمقابلہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ احادیث دالہ مغفرتہ کبار صحابہ جو بالیقین پہلے مشرک تھے کیونکر پایہ اعتبار کو پہنچیں گی بلکہ مشرک کی مغفرت کی امید ہی قطع ہو جاوے گی گویا نب ہو کر ولی ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور پھر اس وجہ سے بعد ضمیمہ جعلالہ شرکاء عجب نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت میں بھی تامل ہو۔

۷۔ اور بمقابلہ آیت لا بیع فیہ ولا خلة ولا شفاعۃ احادیث شفاعت کس شمار میں ہوں گی۔

۸۔ اور بمقابلہ مثنی و ثلاث و رباع حدیث اخبار تسعة ازواج مطہرات ساقط الاعتبار ہوں گی یا نعوذ باللہ دشمنان نبوی ﷺ کو مرتکب کبیرہ شیعہ و مصر علی الکبیرہ اور جاہر بالکبیر تصور فرمائیں گے۔

۹۔ اور بمقابلہ الزانیة و الزانی حدیث رحم کی کیا شنوائی ہوگی۔

۱۰۔ اور بمقابلہ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة ان یفتنکم الذین کفروا، اس حدیث کو آپ کیا سمجھیں گے جس سے بحالت امن منی میں باوجود مجمع کثیر رفقاء ﷺ کا قصر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

سردست انہی دس گیارہ پراکتفا کرتا ہوں تاکہ العشر بالعشر ہو جائے اور لدینا مزید کی دھمکی اور بڑھ جائے آپ اور کچھ رقم فرمائیں گے تو ہم بھی اور کچھ نذر عرض خدمت کے لئے لائیں گے۔

و السلام علی من اتبع الهدی

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

و الصلوة و السلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

(ادلہ کاملہ) جس کا دوسرا نام اظہار الحق تھا) پر جوابی گزارشات تاریخ اہل حدیث کی چھٹی جلد میں پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔ اور ذیل میں سی دور کا ایک شائع شدہ رسالہ اظہار الالہ نقل کیا جا رہا ہے جو مولانا بٹالوی کے اشتہار کے جواب میں ایک حیدرآبادی بزرگ نے کانپور سے شائع کروایا تھا۔ لیکن خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ رسالہ شیخ الاسلام بٹالوی کی نظر سے نہیں گذرا، کیونکہ ان کی کسی تحریر میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم اس میں بیشتر باتیں وہی ہیں جن کا جواب عالمین باللہ حدیث کی جانب سے تاریخ اہل حدیث جلد ششم نقل کیا جا رہا ہے۔ تاہم جلد ہذا میں اس رسالے کی نقل کے بعد چند گزارشات مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی حسن البیان سے نقل کر دی گئی ہیں جو انہوں نے اصلاً علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں کی تھیں۔ اور ایک دونوٹ اس بندہ عاجز نے بھی یہاں وہاں لکھے ہیں۔ بہاء)

## اظہار الادلہ

(مصنفہ: عالم باعمل فاضل اکمل جناب مولوی سید کریم اللہ)

بجواب عشرہ اسولہ مشتہرہ محمد حسین صاحب لاہوری

در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید۔ ۱۲۹۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بعد حمد و نعت کے عاجز سراپا گناہ سید کریم اللہ ساکن نیلور علاقہ مدراس وارد حال قصبہ گلبرگہ خدمت میں ارباب دین و دانش کے عرض کرتا ہے کہ اس عرصہ میں ایک اشتہار مطبوعہ مطبع لاہور از جانب مولوی محمد حسین صاحب لاہوری بعض احباب کے ذریعے سے میرے پاس پہنچا اور اس میں نسبت مذہب حنفیہ کے دس سوال مندرج پائے اور حضرت سائل نے اس اشتہار میں یہ بھی درج فرمایا ہے کہ جو ان سوالات کے جواب میں کوئی آیت یا حدیث صحیح پیش کرے گا اس کو فی آیت و حدیث دس دس روپے دیئے جائیں گے۔

چونکہ اکثر سوالات مندرجہ اشتہار وہی ہیں جن کے باب میں علمائے سابقین بطور کامل دفع شبہات کر چکے ہیں اور اس عہد میں غالباً بہت لوگوں نے جواب لکھے ہوں گے، اس صورت میں اگر جناب سائل کے پاس کوئی خزانہ وافر بھی موجود ہوگا،

تب بھی ایفائے وعدہ کرنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہوگا۔ لیکن اگر یہ فرماویں کہ کوئی جواب قابل اطمینان و لائق قبول نہیں تو البتہ آسانی سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔

لیکن الحمد للہ کہ اس طرف سے بھی درخواست صلہ کی نہیں ہے اور

لا تشتروا بآیاتہ ثمنًا قليلًا

کا مضمون یاد ہے۔ صرف اگر جناب سائل کی طرف سے انصاف پسندی ظہور میں آئے ہم اسی کو ہزار صلہ کے برابر سمجھتے ہیں۔

لیکن اس اشتہار کے دیکھنے سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جناب سائل کو طلب جواب مقصود نہیں ہے، بلکہ جنگ زرگری ہے منشاء باطنی یہ ہے کہ عوام لوگ اس اشتہار کو دیکھ کر جانیں کہ مذہب حنفی اس قدر بے اصل و سند ہے کہ باوجود دس روپیہ صلہ قرار دینے کے بھی کوئی متکفل جواب کا نہ ہو سکا۔ اور جناب سائل کا یہ خیال محض فکر محال ہے، اس واسطے کہ کوئی عاقل جو ذرا سا شعور اور وقوف رکھتا ہوگا ہرگز باور نہ کرے گا کہ اس ہزار برس کی مدت میں ہزار ہا علماء اور فضلاء موافق و مخالف گذرے اب تک کسی کو بے اصلی اور سقیم اس مذہب کا معلوم نہ ہوا۔ اب ہزار گیارہ سو برس کے بعد حضرت سائل پر یہ راز منکشف ہوا۔ بطور کشف والہام تو کہہ نہیں سکتے اس واسطے کہ وہ اہل حق کے نزدیک حجت نہیں اور ظنی محض ہے البتہ وحی کا احتمال ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ رفتہ رفتہ اس قصبہ میں بھی چرچا اس اشتہار کا پھیلا اور عوام کو تردد پیدا ہوا۔ یہ حال دیکھ کر راقم سطور نے باوجود بے استعدادی اور بے سامانی کچھ نہ کچھ جواب ادا کرنا اور خاطر عامہ ناس کو تسکین دے کر اس مغالطہ سے بچانا ضرور سمجھا۔ اس واسطے یہ چند کلمے لکھنے میں آئے۔ خدمت سے علماء و فضلاء کی توقع اصلاح کی ہے۔ اور چونکہ صرف بنظر دفع شبہات عوام کے ایسی جرأت عمل میں آئی ہے، لہذا اس جسارت کی نسبت بھی امید عفو کی ہے۔

و العفو عند کرام الناس مقبول

احتیاطاً نقل اشتہار بھی ساتھ اس کے مرقوم ہوتی ہے

## اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری

میں جملہ حضرات حنفی پنجاب اور ہندوستان و ممالک مدراس کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب حنفی مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جائے نص صریح قطعی الدلالة ہو پیش کریں تو فی آیت اور حدیث یعنی ہر آیت و حدیث کے بدلے دس دس روپے بطور انعام کے دوں گا

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً۔ آنحضرت ﷺ یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پینمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔ ثامناً قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا (تشریح: مثلاً کوئی شخص کسی کی جورو کا دعویٰ کرے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے رو برو جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس کو حلال ہے)

تاسعاً: جو شخص محرمات ابد یہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اوس سے صحبت

کر لے تو اوس پر حد شرعی جو قرآن و حدیث میں وارد ہے نہ لگانا

عاشراً۔ تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو وہ درودہ سے کرنا۔

تنبیہ: ان مسائل کے احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے جمیع حضرات کو



اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں۔  
المشتر ابو سعید محمد حسین لاہوری

(مولوی کریم اللہ صاحب لکھتے ہیں)

قبل تحریر جواب سوالات چند امور جو قال الذکر ہیں، التماس کئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ جو سوالات جناب سائل (محمد حسین) نے اس اشتہار میں درج کئے ہیں وہ سب سوالات اسی قسم کے ہیں کہ اکابر سابقین نے ان کو بہت تشریح اور تفصیل سے حل کیا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں تازہ بحث کی حاجت ہو، یا کوئی جواب میں نیا مضمون تحریر کرے۔ باایں ہمہ جو جناب سائل ان مسائل کو مجدداً مشتہر کر کے طالب جواب ہوئے، معلوم نہیں کہ یہ کتب و رسائل ان کے ملاحظہ سے نہیں گذرے، یا عمداً کسی غرض خاص سے مجدداً اس بحث کو تازہ کیا۔

دوسرا یہ کہ چونکہ علماء راہنہ کا حل اس باب میں بہت شرح و بسط کے ساتھ کتب میں موجود ہے، اس وجہ سے ہم لوگوں کو جو مرتبہ طالب علمی سے بھی باہر نہیں نکلے، اس باب میں زبان کھولنا خالی از جرأت اور ترک ادب سے نہیں، اور کوئی امر زیادہ لکھ بھی نہیں سکتے، لیکن چونکہ حسب ظاہر عوام میں اس سائل کے اشتہار سے بے اصلی مذہب حنفی کی ظاہر ہوتی ہے اور بظاہر منشا سائل صاحب کا اسی امر کا ظاہر کرنا ہے اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ اسی خزانہ سابق میں دو چار باتیں تسکین عوام کے واسطے لکھی جائیں، تاکہ اس مغالطے سے محفوظ رہیں۔

والآنہ بحث مقصود ہے اور نہ گمان ہے کہ کبھی یہ بحث طے ہو۔ اس واسطے کہ بحث کے طے ہونے کی صورت تو یہی ہے کہ طرفین کو اثبات حق مقصود ہو، نہ کہ صرف تائید اپنے قول و مذہب کی۔ اور یہ امر اس زمانے میں مفقود ہے اور ہر شخص کو شوق و رغبت اس امر کی قلب میں مرتکز ہے کہ کوئی نئی بات پیدا کیجے کہ اس کی تحقیق اپنی طرف منسوب ہو، اور خود بھی عالم اور محقق قرار پائیں۔

تیسرا امر یہ کہ محرر سطور اس مقام (گلبرگ) میں مسافر انہ بر سبیل نوکری وارد

ہے، اور کوئی کتاب حدیث و تفسیر وغیرہ سوائے قرآن اور کتاب مشکوٰۃ اور موطا اور دو ایک کتاب فقہ ضروری کے موجود نہیں۔ اس وجہ سے کل جوابات حسب خواہش اور مستند بالحدیث لکھنے سے قاصر ہے، اور نہ اس قدر جرأت ہے کہ جو مضمون کسی کتاب حدیث کا یاد ہے صرف اس اعتماد پر اس کو نقل کرے اور کم و بیش کا احتمال نہ رہے اور فلیتنبوا مقعدہ من النار کا مصداق ٹھہرے۔ اس نظر سے جو جواب کہ ان کتب موجود سے میسر آئے یا جس کی یاد پر نہایت اطمینان تھا، صرف انہیں درج کیا اور اپنی خواہش نفسانی کو بموجب عادت اہل زمانہ کے جو اپنی تحقیق کا اظہار چاہتے ہیں زیادہ بڑھنے سے روکا۔

چوتھا امر یہ کہ چونکہ سائل (محمد حسین) نے اس اشتہار میں صرف کتاب و سنت کو دلیل قرار دیا ہے اور اجماع شرعی کو، کہ منجملہ دلائل اہل سنت کے ہیں، قابل احتجاج نہیں سمجھا، اس وجہ سے محرر سطور نے بھی ہر ایک آیت اور حدیث میں تاویلات اور توجیہات علماء سے قطع نظر کی ہے، اور صرف معنی صریح پر مدار رکھا ہے۔ اس واسطے کہ ہر ایک تاویل و توجیہ از روئے اجتہاد کے ہوتی ہے۔ اس صورت میں جناب سائل سے بھی یقین ہے کہ ان آیات اور احادیث میں تاویلات و توجیہات علماء کو دخل نہ دیں گے، اور صرف معنی صریح پر حمل کریں گے۔ والا اگر تاویلات اور توجیہات کو دخل دیا جائے تو ہر ایک آیت و حدیث میں گنجائش ہے، پھر صرف کتاب و سنت پر مدار رکھنا فضول ہے۔

پانچواں امر یہ کہ جو حدیث ان جوابات کے ضمن میں مذکور ہیں ان کی نقل سے یہ غرض نہیں کہ کوئی حدیث ان کے معارض موجود نہیں بلکہ بے شک رفع یدین وغیرہ کے باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں اور مجتہدین نے اپنے طور پر ایک قسم کی حدیث کو اور احادیث پر ترجیح دے کر معمولہ بہ ٹھہرایا ہے لیکن راقم سطور آپ کو اس تحقیق کے منصب کے قابل نہیں جانتا۔ چھٹا امر یہ کہ اکثر اس زمانے میں بعض مترجم بغرض نفسانی ترجمہ میں تصرف کر کے کچھ کچھ بھی لکھ دیتے ہیں اور لوگوں کو مترجموں سے بدظن کر دیا ہے اس وجہ سے راقم سطور نے کسی آیت و حدیث کا ترجمہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اکثریوں ہی چھوڑ دیا ہے اور بعض جگہ جو لکھا ہے وہ سابق ترجموں سے اور

نام بھی مترجموں کا لکھ دیا ہے۔

سوال اول: رفع نہ کرنا آنحضرت ﷺ کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سراٹھانے کے۔

جواب: یہ مسئلہ اون مسائل سے ہے کہ جس کی تحقیق میں علمائے راہین نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، گوکل تحقیقات ہماری نظر سے گزرے یا نہ گزرے۔ اور اس قدر جم غفیر قرن ثانی سے آج تک جاہل اور صرف قول پرست بھی نہ تھے کہ باوجود عدم موجودگی حدیث عدم رفع کے اس امر کا التزام کرتے اور صریح مخالفت اس قدر احادیث رفع کی کرتے۔ اور اگر جناب مسائل کے زعم کے مطابق یہ لوگ ایسے ہی تھے تو ایسے لوگوں کے گمراہ ہونے میں کیا شک کہ دیدہ دانستہ احادیث صریحہ کے خلاف کو جائز رکھیں اور اوس پر اصرار کریں نعوذ باللہ عن سوء الظن و ان بعض الظن اثم ( قال الله تعالى : يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن ان بعض الظن اثم) -

رہا یہ امر کہ کوئی ایسی آیت اور حدیث لانا چاہیے جس میں کسی کو کلام نہ ہو، یہ تو ایک محال بات ہے۔ جو آیت و حدیث مطابق استنباط اور اجتہاد کسی مجتہد کے نہیں ہوتی، لامحالہ اوس میں ہر ایک اپنے طور پر جرح و تعدیل کرتا ہے، یا ایک کو کسی وجہ سے ترجیح دیتا ہے، یا تو جہہ کر کے دفع تعارض میں کوشش کرتا ہے، خواہ وہ حدیث رفع کے باب میں ہو یا عدم رفع میں، یا کوئی مسئلہ ہو۔

اور ترمذی میں ایک باب خاص احادیث عدم رفع میں موجود ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ خاص میں کوئی امر لکھنا صرف علمائے راہین کا منہ چڑھانا ہے لیکن بنظر اوسی ضرورت خاص کے جو عنوان میں مذکور ہوئی چند حدیث نقل کرتا ہوں:

فی المرقاة لملا علی القاری لخبیر مسلم عن جا بر ابن  
سمرۃ قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال ما اراكم را فعی  
ایدیکم کا نھا ان ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوة۔  
و فی المشکوۃ عن علقمہ قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی

بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی و لم یرفع یدہ الا مرة  
واحدة مع تكبير الا افتتاح رواه الترمذی و ابو داؤد و النسائی قال

ابو داؤد لیس هو بصحيح على هذا المعنى

ترمذی اور نسائی، کہ عمدہ محدثین سے ہیں ان دونوں نے، کسی قسم کی جرح  
اس حدیث کی صحت میں نہیں کی بلکہ حسن لکھا ہے۔ اس صورت میں اس کی صحت میں کیا  
کلام ہے۔ اور ابو داؤد نے بھی کوئی لفظاً یا اسناداً جرح وارد نہیں اور معنی جو لکھا اس کی  
دلیل بیان نہیں کی صرف اپنا عند یہ ظاہر کیا۔ پس ان کے عند یہ پر حدیث مجروح نہیں  
ہوسکتی اور چونکہ امام ابو حنیفہؒ خود قرون ثلاثہ میں ہیں اور جو اسباب تنقید و تحقیق کے ان  
کے لئے آمادہ تھے وہ ہرگز ان کے مابعد کے واسطے موجود نہ تھے، اس نظر سے ان کے  
مابعد کی جرح بھی ابو حنیفہ کی تصحیح کے حق میں قادر نہیں ہوسکتی

عن محلی شرح الموطا قال محمد ا خبرنا الثوری حد ثنا  
حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود انه كان یرفع یدیه اذا  
افتتح الصلوة . انتھی ۔ اے وقت ابتداء صلوة ۔ فقط ۔

و قد اجتمع الامام ابو حنیفہ مع الازاعی بمكة فی دار  
الخیاطین فقال ما لکم لا ترفعون ایدیکم عند الرکوع و  
الرفع منه فقال ابو حنیفہ لاجل انه لم یصح عن رسول الله  
ﷺ فیہ شیء مما لا یعارض منه فقال الازاعی کیف لم  
یصح عن رسول الله ﷺ و قد حدثنی الزهری عن سالم  
عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان یرفع یدیه اذا افتتح  
الصلوة و عند الرکوع و عند الرفع منه فقال ابو حنیفہ  
حدثنا حماد عن ابراہیم عن علقمة و الا سود عن عبد الله  
بن مسعود ان النبی ﷺ كان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح  
الصلوة ثم لا یعود فقال الازاعی احدثک عن الزهری عن  
سالم عن ابيه و تقول حدثنی حماد عن ابراہیم ۔ فقال ابو  
حنیفہ کان حماد افاقه من الزهری و کان ابراہیم افاقه من

سالم و علقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه و ان كان لابن عمر صحبة فله فضل صحبة و الا لسود له فضل كثير و عبد الله ، عبد الله فسكت الاوزاعي قال ابن الهمام فرجح الامام بفقہ الرواة كما رجح الاوزاعي بعلو الاسناد و هو المذهب المنصور عندنا. و الله سبحانه اعلم -

اور تفصیل اس مسئلہ کی شرح سفر السعادة میں شیخ عبدالحق محقق دہلوی نے جو لکھی ہے دیکھنے کے قابل ہے۔ اس قرطاس میں اس کی گنجائش نہیں۔ (مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے اس مناظرے کی حقیقت، حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان، میں واضح کی ہے جسے اختصار کے ساتھ اس رسالے کے آخر میں نوٹ نمبر ایک میں درج کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

سوال دوم: آنحضرت ﷺ کا خفیہ نماز میں آمین کہنا۔

جواب: اس مسئلہ کی بحث بھی شرح سفر السعادة میں موجود ہے اور جامع ترمذی میں بھی حدیث اسراء آمین مذکور اور دو ایک حدیث جو محرر سطور کو یاد ہیں وہ بھی نقل کرتا ہوں

فی المشکوٰۃ عن سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول الله ﷺ سکتین۔ سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من قرأۃ غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔ فصدقه ابی بن کعب۔ رواہ ابو داؤد و روی الترمذی و ابن ماجہ و الدارمی -

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اختتام فاتحہ کا آپ نے و لا الضالین پرفرمایا اور آمین جہر سے نہیں کہا اور اس سکتہ کی حالت میں اس کو ادا فرمایا ہوگا۔

فی اللغات شرح المشکوٰۃ عن عمر بن الخطاب انه قال يخفی الامام اربعة اشياء التعوذ و البسملة و آمین و سبحانک اللهم و بحمدک و عن ابن مسعود مثله

و روی السیوطی فی جمع الجوامع عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجهران بالبسملة و لا بالتعوذ و لا بالتامین

رواہ ابن جریر و الطحاوی و ابن شاہین فی السنن  
 و اورد الشیخ ابن الہمام عن احمد و ابی یعلی و الطبرانی و  
 الدار قطنی و الحاکم فی المستدرک من حدیث شعبۃ عن  
 علقمة عن ابی وائل فی الاخفاء  
 و عن ابی داؤد و الترمذی و غیرہما من حدیث سفیان عن  
 ابی وائل فی الجہر و قال کلا الحدیثین معلول و الاعتماد  
 علی حدیث ابن مسعود  
 و ایضاً فی المحلی و استدلال بالحدیث علی الجہر بآمین و  
 وجہ انہ ان لم یکن مسموعاً للما موم لم یعلم بہ و قد علق  
 تاملینہ بتاملینہ و مما بعارضہ علیہ ما رواہ احمد و ابو یعلی  
 و الطبرانی و الدار قطنی عن علقمہ بن وائل عن ابیہ انہ  
صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ و لا الضالین قال آمین اخی بہا صوتہ و  
 لعل الجہر کما روی فی الاحادیث کان فی بعض الاحیان  
 للتعلیم

سوال سوم: آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیناف ہاتھ باندھنا۔

جواب: اس مسئلہ کی تحقیق بھی شرح سفر السعادتہ میں موجود ہے اور خلاصہ

اس کا یہ ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ امر اس باب میں واسع ہے علماء کے نزدیک جو  
 کچھ کرے یعنی خواہ ہاتھ سینہ پر رکھے یا زیناف سب جائز ہے۔ اور متمسک حنفیہ کا اس  
 باب میں وہ حدیث ہے جو احمد اور ابوداؤد اور دارقطنی اور بیہقی سے منقول ہے کہ علی  
 مرتضیٰ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ۔ اگر کہیے اس  
 حدیث میں بعض محدثین کو کلام ہے تو ہم جناب سائل سے امید رکھتے ہیں کہ کوئی  
 حدیث اس کے معارض جس میں کسی کو کلام نہ ہو وہ پیش کریں۔

سوال چہارم: آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع

کرنا۔

جواب: قال الله تبارك و تعالیٰ:

واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا

اس آیت سے صریح مستفاد ہے کہ قرأت قرآن کے وقت خاموش رہنا واجب ہے اور حالت نماز اور غیر نماز کی اس آیت میں قید نہیں۔ پس اس عموم کو احادیث سے منسوخ ٹھہرانا ایک جرأت کی بات ہے۔ علاوہ اس کے جو احادیث کہ قرأت فاتحہ کے باب میں مروی ہیں اون سب کی مطابقت اس آیت کے عموم کے ساتھ بخوبی ہو سکتی ہے اور اس مطابقت کی تائید کے لئے احادیث متعدد موجود ہیں اور چند اون میں سے اس موقع پر مذکور بھی ہوتی ہیں:

فی المشکوٰۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوٰۃ جہر فیہا بالقرآۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آ نفاً فقال رجل نعم۔ قال انی اقول ما لی انا زع القرآن۔ قال فانتهی الناس عن القرآۃ مع رسول اللہ ﷺ فیما جہر فیہ بالقرآۃ من الصوت حین سمعوا ذلك من رسول اللہ ﷺ۔ رواہ مالک و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و روی ابن ماجہ نحوه

اگرچہ اس حدیث سے منع قرأت فاتحہ سڑی نمازوں میں نہیں نکلتا بلکہ خلاف اس کا مفہوم ہوتا ہے مگر اس کی توجیہ کئی طور سے کتب میں بجائے خود مذکور ہے۔ اس مقام پر صرف اسی قدر مقصود ہے کہ منع فرمانا آنحضرت ﷺ قرأت فاتحہ سے مطلق صلوٰۃ میں ثابت ہے

فی المشکوٰۃ و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ انما جعل الامام لیؤتم فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا۔ رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ فی المرقاۃ و فی الموطا مالک عن نافع عن ابن عمر انه کان لا یقرأ خلف الامام و رواہ ابن عدی عن ابی سعید الخدری

وروی الطبرانی فی الاوسط عن حدیث ابن عباس یرفعه  
وروی الطحاوی فی شرح الآثار انه سئل عن عبد الله بن  
عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد الله قالوا لا یقرأ خلف  
الامام فی شیء من الصلوة

وعن ابن عمر و البیاضی قال قال رسول رسول الله ﷺ  
انّ المصلی یناجی ربّه فلینظر ما یناجیه و لا یجهر بعظمک  
علی بعض فی القرآن

و ایضاً فی الموطأ ما لک عن نافع ان عبد الله بن عمر کان  
اذا سئل هل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم  
خلف الامام فحسبه قراءة الامام و اذا صلی وحده فلیقرأ  
قال و کان عبد الله بن عمر لا یقرأ خلف الامام۔

ان اکثر روایات سے منع قرأت سورہ فاتحہ کا صلوة جہریہ و سریہ میں عموماً ہوتا  
ہے۔ رہا یہ امر کہ حالت سکتہ میں مقتدی سورہ فاتحہ کو ادا کرے، جیسا کہ شافعیہ کا معمول  
ہے، تو اس صورت میں تنازع قرآن کا لازم نہ آوے گا۔ پس اس موقع کے مقرر کرنے  
کے واسطے حدیث قولی یا فعلی کی سند درکار ہے، صرف رائے کافی نہیں (اس رسالہ کے آخر  
میں دیا گیا نوٹ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں جو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی حسن البیان میں بجواب علامہ شبلی  
نعمانی آیت و اذا قرىء القرآن سے استدلال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ بہاء)

سوال پنجم: آنحضرت ﷺ یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ  
سے تقلید کو واجب کرنا۔

جواب: خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اس آیت کا صریح مستفاد ہے کہ کل مطلقین کا دو فریق میں حصر ہے یا تو اہل  
ذکر ہیں، یا وہ لوگ جن کو علم اور تحقیق حاصل نہیں۔ سوائے ان کے تیسرا فریق پیدا نہیں ہو  
سکتا۔ اس صورت میں جن لوگوں کو بذات خود ادلہ تفصیلیہ سے مسائل فرعیہ کے تحقیق



کرنے کی قدرت نہیں، اون لوگوں کو اہل ذکر یعنی ارباب تحقیق سے سوال و تحقیق کرنا واجب ہے، اور صرف اخبار اور آثار پر ان کو عمل کرنا جائز نہیں۔ جس کو اہل ذکر تصور کریں اور اوس کے اہل ذکر ہونے پر اعتماد ہو، اوس سے تحقیق کر کے عمل کریں۔

اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ تھوڑا سا علم حاصل کر کے مدعی ہو کہ میں اہل ذکر ہوں۔ اس لئے کہ اہل ذکر کی لفظ لغتاً صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اوس کو اپنی اوس تحقیق پر اطمینان ہونا چاہیے، ورنہ ایسا شخص جس کو اطمینان کامل حاصل نہیں ہو سکتا اوس کو لغتاً متردد کہیں گے نہ اہل ذکر۔ اور ایسا اطمینان بدون احاطہ کتاب و سنت اور ادراک تفصیلات ناسخ و منسوخ اور نص و ماوول وغیرہ کے ناممکن ہے۔ دوسری آیت کریمہ جس سے صاف اور صریح مضمون و جوہر تقلید کا مستفاد

ہے اور راقم سطور نہایت شکر اپنے پروردگار کا ادا کرتا ہے کہ ایسی شورش کے وقت میں اپنے ہی کلام پاک سے ایک ایسا مضمون میرے دل پر القاء فرمایا ہے جس نے کسی دوسری سند و حجت کی طرف محتاج نہ رکھا اور جملہ بحث اور اختلافات سے مستغنی کر دیا اور امید رکھتا ہوں کہ جو لوگ حق پرست اور انصاف دوست ہیں اون کو یہ آیت کریمہ کافی ہوگی اور دوسری تحقیقات سے اون کو مستغنی کر دے گی وہ آیت کریمہ یہ ہے:

و اذا جاء ہم امن من الاءامن او الخوف اذا عوا به - و لو ردوه الى الرسول و الى اولى الاءامن منهم لعلم الذین یستنبطونه منهم و لو لا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لا تبعتم الشیطان الا قليلاً -

مولوی عبدالقادر صاحب قدس سرہ موضح القرآن میں اس آیت کے فائدہ اور شان نزول میں یہ لکھتے ہیں:

یعنی کہیں سے کچھ خبر آوے تو اول پہنچا وے سردار تک اور اون کے نائبوں تک جب وہ صحیح کر لیں اور اوسپر بنا رکھیں تب آپ اوس پر عمل کرے حضرت ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم سے زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اس نے سمجھا کہ نکلے میرے مارنے کو اولٹا پھر آیا اور شہر میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوگئی ہنوز حضرت ﷺ تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا۔ اس قسم کی ہر خبر

بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے اور وہ خبر آ خر غلط نکلی۔

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ کسی خبر پر عمل ہرگز جائز نہیں، بلکہ اوس کے استنباط اور تحقیق کرنے والے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور احادیث بھی کل اخبار ہیں۔ پس ضرور ہوا کہ اوس کے مستنبطین سے جس کو جمہور نے استنباط میں مسلم کیا ہو تحقیق کرنا ضرور ہے۔ صرف خبر و حدیث سن کر عمل کرنا شیطان کا اتباع کرنا ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ استنباط اور تحقیق کے واسطے بہت سے اسباب درکار ہیں اون میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت کی وہ خبر ہو مستنبط بھی اوس موقع اور اوس زمانے میں موجود ہو۔ اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو، تو ایسے لوگوں سے جن کو حضوری اوس موقع کی حاصل ہو اتصال و قرب رکھتا ہو۔ تو اول یہ مرتبہ استنباط اور تحقیق کا صحابہ کو حاصل تھا کہ جس امر میں اون کو شک گذرتا خود آنحضرت ﷺ سے اوس کو تحقیق کرتے۔ بعد اوس کے تابعین اور تبع تابعین کو بوجہ قرب و اتصال اون کے استنباط اور تحقیق کا موقع بہ نسبت اپنے مابعد کے بخوبی حاصل تھا، اور لغت اور محاورات زمان نبوت سے بھی آگاہ تھے۔ ان کے بعد والوں کو بسبب بعد زمانہ کے اور تغیر محاورات کے کہ اکثر بدلا کرتے ہیں، یہ امر حاصل نہیں۔ اور خود آنحضرت ﷺ نے ان طبقات کی کیفیت کی گواہی بھی دی ہے کہ

خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم

اس صورت میں ان طبقات کے لوگوں سے بہتر کون مستنبط اور محقق ہوگا۔ اور مجتہدین اربعہ بھی یا تابعین ہیں یا تبع تابعین ہیں، اور ان کے استنباط اور تحقیق کی اوس عصر خاص میں اور بعد اوس کے بھی کسی نے انکار نہیں کی، بلکہ اون کو اس باب میں مسلم رکھا ہے۔ پس یہ لوگ بہر حال اقتداء اور تقلید کے واسطے اوروں سے لامحالہ مقدم اور افضل ہوں گے، اور عوام کو ہر خبر و حدیث کا ان سے تحقیق کرنا واجب ہوگا۔

یہ ہم نہیں کہتے کہ طبقات ثلاثہ میں صرف یہی چار مجتہد اس منصب کے موجود تھے اور سوا اون کے کسی کی تقلید جائز نہیں۔ بلکہ اوس عہد میں بہت سے مجتہد اور محقق موجود تھے، لیکن چونکہ کسی نے اپنے استنباط کو مجتمع اور مولف نہیں کیا، اس وجہ سے ہم کو

ان کی تقلید ممکن نہیں۔ بخلاف مجتہدین اربعہ کے کہ ان کی تحقیقات مدون اور مرتب ہے۔ ان وجوہ سے ہم کو ان کی تحقیقات کی پیروی کے بدون چارہ نہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت کریمہ سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کو کسی مستنبط اور محقق سے تحقیق کرنا چاہیے، تو ہم مسلم اور بخاری وغیرہ محدثین کو مستنبط قرار دے کر ان کی پیروی کر سکتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم اور بخاری وغیرہ محدثین اگرچہ فی نفسہ مستنبط ہوں، لیکن انہوں نے بھی اپنی تحقیقات اور استنباط کو جمع نہیں کیا، اور یہ صحاح اور کتب حدیث بطور اخبار کے جمع کی ہیں۔ اور ان میں ناخ و منسوخ منصوص و مآول محکمت و متشابہات سب کچھ موجود ہیں۔ بدون محقق سے دریافت کرنے کے اس سے عوام کو ادراک مقصود مشکل ہے۔ اس وجہ سے ان حضرات کے استنباط اور تحقیقات پر بھی عمل کرنا غیر ممکن ہے۔

اور کل محدثین کا منصب صرف اسی قدر ہے کہ احادیث کو ان کی اسناد صحیحہ کے ساتھ فراہم کر دیں، اور اس سے استنباط کرنا اور احادیث متعارضہ کو باہم مطابقت دینا یہ خاص مجتہدوں کا کام ہے۔ اور اگر کسی میں یہ دونوں امر جمع ہو جائیں تو نور علی نور۔

اور محدثین اور مجتہدین کی مثال بعینہ عطار اور طبیب کی ہے کہ عطار صرف اشیاء کے جید اور عمدہ ہونے کا مدعی اور ذمہ دار ہے، اور ان اشیاء کے طرق استعمال اور منافع اور مضار کا ادراک اس کو ضرور نہیں۔ یہ طبیب کا کام ہے۔ اور یہ ان امور کا ذمہ دار ہے۔

اس موقع پر ایک حکایت یاد آئی جو شیخ محمد شامی نے کہ شاگرد امام سیوطی کا ہے عقود الجمان فی مناقب العمان میں نقل کی ہے کہ

کسی سائل کو اسحاق بن راہویہ محدث نے کسی مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے جواب دیا، جو اور فقہاء کے مخالف تھا۔ اور پھر اس سائل نے امام ابو یوسف سے بھی اسی مسئلہ کا سوال کیا، تو انہوں نے اسحاق بن راہویہ کے خلاف جواب دیا۔ چنانچہ اسحاق بن راہویہ نے، جو استاد حدیث ہے، امام ابو

یوسف کو بلا کر اس جواب کی دلیل پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ

حد ثنا اسحاق بن راہویہ کذا و کذا۔

پھر اسحاق بن راہویہ نے پوچھا کہ آیا اس حدیث کو تو باب میں حجت لاتا ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا، ہاں۔ تو اسحاق بن راہویہ نے جواب میں کہا کہ یہ حدیث مجھ کو اوس وقت سے یاد ہے کہ تیرا باپ تیری ماں سے مقارن نہ ہوا تھا، مگر مجھ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ حدیث اس باب میں ہے۔ (رسالہ ہذا کی نقل کے بعد دیگیا نوٹ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

غرض یہ کہ جب خود محدث استنباط مطلب میں اپنی حدیث مرویہ سے بعض جگہ قاصر ہو تو عامی کا کیا ذکر۔ اگر یہ کہا جاوے کہ قرون ثلاثہ میں بعد استماع حدیث کے پھر کوئی تقلید کو روا نہیں رکھتا تھا پس اگر تقلید واجب ہوتی تو یہ لوگ کیوں کر ترک کرتے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اوس زمانے میں بسبب قرب زمان نبوت کے اکثر لوگ خود قدرت تحقیق اور استنباط کی رکھتے تھے اس واسطے ان کو تقلید نارا تھی۔ بخلاف قرون بعیدہ کے کہ اون کو اسباب استنباط اور تحقیق کے مفقود ہو گئے اور جو لوگ اوس زمانے میں تھے محض عوام تھے وہ مسائل محققوں سے پوچھ ہی کر عمل کرتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف فی اسباب الاختلاف میں فرماتے ہیں

قد تواتر عن الصحابه و التابعین انهم كانوا اذا بلغهم الحدیث يعملون به غیر ان یلا حظوا شرطاً و بعد المأتین ظهر فیہم التمدہب بمجتہدین باعینا نہم و قل من کان لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ و کان هذا هو الواجب فی هذا الزمان .. الی آخر الفصل مع دلائلہ

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

فان قلت کیف یکون شیء واحد غیر واجب فی زمان و واجباً فی زمان آخر مع ان الشرع و حد فلیس قولك لم یکن الا اقتداء بالمجتہد المستقل و اجباً ثم سار و اجباً الا قولاً متناً قاصداً متناً فیا قلت الواجب الا صلی هو ان یکون

فی الامۃ من یعرف الاحکام الفرعیة من ادلتها التفصیلیة اذ علی ذلك اهل الحق و مقدمۃ الواجب و اجبة فاذا كان للواجب طرق متعددة و جب تحصیل طریق من تلك الطرق من غیر تعین و اذا تعین له طریق واحد و جب ذلك الطريق بخصوصه اذا كما كان ر جل فی مخصۃ شديدة يخاف منها الهلاك و كان لدفع مخصۃ طرق من شراء الطعام و التقاط الفواكه من الصحراء و اصطياد ما يتفوت به و جب تحصیل شیء من هذه الطرق لا علی التعین فاذا وقع فی مكان لیس هناك صید و لا فواكه و جب علیه بذل المال فی شراء الطعام و كذلك كان للسلف طریق فی تحصیل هذا الواجب و كان الواجب تحصیل طریق من تلك الطرق لا علی التعین ثم انسدت تلك الطرق الا طریق واحد فوجب ذلك الطريق مخصوصة و كان السلف لا یکتبون الحدیث ثم صار یومنا هذا كتابة الحدیث و اجبة لان روية الحدیث لا سبیل لنا الیوم الا بمعرفة هذا الکتب و كان السلف لا یشتغلون بالنحو و اللغة و كان لسانهم عربیاً لا یحتجون الی هذا الفنون ثم صار یومنا هذا معرفة اللغة و اجبة لبعده العهد عن العرب الا اول و شواهد ما نحن فیہ كثيرة جداً و علی هذا ینبغی ان یقاس و جوب التقليد للامام بعینه فانه قد یكون و اجباً و قد لا یكون و اجباً فاذا كان انسان جاهلاً و جب علیه ان یقلد بمذهب ابی حنیفه یحرم علیه ان یرج من مذهبه لانه حینئذ یخلع من عنقه ربقة الشریعة و یبقى سدی مهملًا بخلاف ما اذا كان فی الحرمین فانه تیسر له هناك معرفة جمیع المذاهب و لا یكفیه ان یأخذ بالظن من غیر ثقة و لا ان یأخذ من السنة

العوام و لا ان يأخذ من كتاب غير مشهور كما ذكر في النهر  
الفاثق شرح كنز الدقائق

اور ہماری اس تقریر سے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ ہم اس امر کے مدعی نہیں کہ خواہ مخواہ ابوحنیفہ یا شافعی وغیرہما کی تقلید پر حصر کریں بلکہ یہ حصر ہو جانا اتفاقی ہے کہ جو اسباب تحقیق اور استنباط کے اون لوگوں کے واسطے فراہم ہوئے کسی کے واسطے نہیں ہوئے۔ اور اگر بالفرض یہ اسباب دوسرے کے لئے فراہم ہو جائیں تو وہ بھی مثل ان کے قرار پاسکتا ہے لیکن ظاہر یہ بات بسبب بعد زمان رسالت اور عرب اول کے محال اور دشوار معلوم ہوتی ہے اور اس بحث کو رسالہ انصاف میں بہت عمدہ طور پر لکھا ہے۔

ان آیات مذکورہ بالا سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جن کو خود استعداد تحقیق کی نہیں اون کو محققوں کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور اوس کے رو سے دو ہی فریق قرار پائے یا محقق یا مقلد اور آغاز زمان نبوت سے بارہ سو برس تک اس امر پر اجماع اور اتفاق رہا یا تو بعضے لوگ جو آپ کو محقق سمجھتے تھے تقلید سے کنارہ کش رہے یا جو لوگ اس مرتبہ کے نہ تھے وہ ان کی تقلید کرتے رہے۔ کسی کتاب و تاریخ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ کسی ادنیٰ و اعلیٰ نے صرف حدیث کو سن کر آپ کو عامل بالحدیث قرار دیا ہو اور ربقہ تقلید سے باہر نکلا ہو۔ یہ نزاع صرف تیرہ صدی میں پیدا ہوئے (یعنی غیر محقق اور مجتہد) اور وہ بھی ہندوستان میں کہ ایک گروہ خاص نے طریق جمہور مومنین کو چھوڑ کر باوصف عدم علم و تحقیق کے آپ کو عامل بالحدیث قرار دیا ہے اور فقہ کو مطروح فی الطریق سمجھتے ہیں باوجودیکہ صحاح اور دیگر کتب حدیث میں التزام طریقہ جمہور مومنین کے باب میں سینکڑوں حدیث بہت تاکید اور تشدد کے ساتھ موجود ہیں اور دو چار اون میں سے نقل کرتا ہوں

فی المشکوٰۃ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله لا  
يجمع امتي او قال امة محمد على الضلالة و يد الله على  
الجماعة و من شذ شذ في النار رواه الترمذی  
و عنه اتبعوا السواد الا عظم فانه من شذ شذ في النار رواه

ابن ماجہ من حدیث انس  
 و عن معاذ بن جبل الشيطان ذئب الانسان كذئب لغنم  
 ياخذ الشاة والقاصية والتاحية واياكم والشعاب و عليكم  
 بالجماعة و العامة رواه احمد  
 و عن ابى ذر قال قال رسول الله ﷺ من فارق الجماعة  
 شبراً فقد كلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد و بوداؤد  
 (تاریخ اہل حدیث جلد اول میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر بعنوان، سواد اعظم، نقل کی  
 گئی ہے، من شد شذ فی النار اور سواد اعظم وغیرہ کا معاملہ سمجھ کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ بہاء)

سوال ششم: ظہر کا وقت دوسرے مثل کے آخر تک باقی رہنا۔

جواب: صورت اس مسئلہ کی یوں ہے کہ کتب فقہ سے ثابت ہے کہ ابوحنیفہ  
 سے اس مسئلہ میں دو روایت ہیں۔ ایک مطابق آئمہ ثلاثہ کے، یعنی ایک مثل سایہ تک  
 اور دوسری روایت سے دو مثل سایہ تک ظہر کا وقت مستفاد رہتا ہے۔ مگر بعض علمائے  
 حنفیہ اور صاحبین نے روایت اول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو مفتی بہ رکھا ہے۔ اس صورت  
 میں کوئی الزام حنفیہ کی جانب عائد نہیں ہوتا، اور نہ ہم کو اس بات میں کچھ اصرار ہے۔  
 اور جو لوگ روایت ثانیہ کو معتبر جانتے ہیں، بعضے ان میں سے یوں استدلال کرتے ہیں  
 کہ حدیث میں وارد ہے

ابر دوا بالظہر فان شدة الحر من فيح جهنم -

اور یہ حدیث بطریق متعدد صحیحین و دیگر صحاح وغیرہ کتب حدیث میں موجود

ہے

وفى الهداية و اشد الحر فى ديارهم فى هذا الوقت  
 اور تحقیق اس امر کی کہ آیا شدت اس ملک میں کس وقت ہوتی ہے اب بھی  
 ممکن ہے اس میں استدلال حدیث و قرآن کا ضرور نہیں

فى الموطن مالك عن ربيعة بن ابى عبد الرحمن عن القاسم  
 بن محمد انه قال ما ادر ركت الناس الا و هم يصلون بعشى -

محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یعنی آخر النہار محلی اور یہ وقت بھی بدون گزرنے ایک مثل سایہ کے بلکہ بدون اتصال مثلین کے پایا نہیں جاتا چونکہ ان احادیث میں صریحاً وقت کا مذکور نہیں ہے، اس وجہ سے راقم سطور اس کو قابل اطمینان نہیں سمجھتا اور نہ کوئی دوسری حدیث اس بارے میں نظر سے گذری۔ لیکن اس سے یہ ضرور نہیں کہ فی الحقیقت کوئی حدیث اس باب میں وارد ہی نہیں، بلکہ شاید علماء جواب قابل اطمینان تحریر فرما سکیں۔ محرر سطور اس باب میں اپنا عجز ظاہر کرتا ہے اور روایت اول کو راجح جانتا ہے لیکن عصر کی نماز اگر مطابق روایت ثانیہ کے ادا ہو تو احتیاط سے اقرب معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ موطا میں موجود ہے

فی الموطا ما لك عن يزيد بن زياد عن عبد الله بن رافع  
مولى ام سلمه زوج النبي ﷺ انه سأل ابا هريرة عن وقت  
الصلوة فقال ابو هريره انا اخبرك صل الظهر اذا كان ذلك  
مثلك و العصر اذا كان ذلك مثليك و المغرب اذا غرب  
الشمس و العشاء و صل الصبح بغيش يعنى الغلس

سوال ہفتم: عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔  
جواب: حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ جو قائل ہیں الایمان  
لا یزید و لا ینقص اس سے غرض یہ ہے کہ ایمان سے مراد تصدیق اور اذعان  
ہے جس کو ہم اپنے محاورے میں یقین سے تعبیر کرتے ہیں اور اعمال وغیرہ اس نفس  
ایمان سے علیحدہ ہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے بھی یہی استفادہ ہے

فی مشکوٰۃ عن انس ان النبی ﷺ و معاذ رد یفہ علی  
الرحل قال یا معاذ، قال لبیک یا رسول اللہ و سعیدک ثلاثاً  
، قال ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول  
اللہ صدقاً من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔ قال یا رسول  
اللہ ﷺ افلا اخبر بہ الناس فتبشروا۔ قال اذا یتکلوا۔ فاخبر  
بها معاذ عند موته باثماً۔ متفق علیہ



اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق ہی سے مراد ہے اور اقرار لسانی خلف ہے تصدیق قلبی کا احکام ظاہر میں اور باقی ارکان اربعہ جس کو اعمال سے تعبیر کرتے ہیں اس حدیث کے موافق نفس ایمان میں داخل نہیں اور اس نفس ایمان میں کم و بیشی کو گنجائش نہیں اس واسطے یقین کا مقابل شک ہے اور ان دونوں کے درمیان میں واسطہ نہیں یا تو یقین حاصل ہوگا تو کہیں گے کہ فلاں مومن ہے اور اگر یقین حاصل نہیں تو شک کی حالت میں ہوگا اور ایسے شخص کو ایمان سے خارج سمجھیں گے یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخص کو تھوڑا یقین ہے اور فلاں کو اوس سے زیادہ اور یہ بات ویسی ہی ہے کہ کسی چیز کو کہیں تھوڑی گول اور بہت گول اس لئے کہ نفس الامر کی راہ سے یا تو وہ چیز گول ہوگی یا گول نہ ہوگی۔ تھوڑا اور بہت گول ہونا کیا معنی۔ اور جب ایمان کے معنی یہ قرار پائے تو کہہ سکتے ہیں کہ عام و خاص اس مرتبہ میں مساوی ہیں اور اس آیت کریمہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہے۔

آ من الرسول بما انزل الیہ من ربه و المؤمنون کل آ من  
بالله و ملائکته و کتبه و رسوله لا نفرق بین احد من رسله -

کل کا لفظ جو واسطے احاطہ افراد کے ہے اس بات پر شاہد ہے کہ خود آنحضرت ﷺ و جمع مومنین خاص و عام خواہ طبقہ اعلیٰ صحابہ سے ہوں یا تابعین سے اور باب کشف ہوں یا ارباب ظاہر سب نفس ایمان میں درجہ مساوات کا رکھتے ہیں اور کل آ من کے درجات استغراق میں داخل ہیں باوجودیکہ یہ طبقات ایک دوسرے سے افضل اور درجات میں متفاوت ہیں اور یہ تفاوت اور فضل باعتبار خلوص اعمال اور کیفیات ایمانیہ کے ہے یا بلحاظ مراتب تفصیلیہ ایمان کے کہ اوس سے عوام کو بہرہ نہیں نہ باعتبار نفس ایمان کے کہ جس کو ہم اذعان اور یقین سے تعبیر کرتے ہیں اور ایمان اور اس کی کیفیات اور نتائج کا جدا ہونا اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہوتا ہے

ان قال ابراہیم رب انی کیف تحى الموتى قال اولم تؤمن  
قال بلى و لكن لیطمئن قلبى

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور چیز ہے اور اطمینان اور چیز ہے اور باہم ایمان انبیاء و دیگر خواص امت میں جو فرق اور تفاوت ہے باعتبار مراتب اطمینان اور

قلت و کثرت خلوص اعمال اور حصول ثمرات اور نتائج ایمانیہ کے ہے نہ نفس ایمان کے اعتبار سے، اور اس کی مثال بعینہ یہ ہے کہ جیسا نفس رسالت اور مدارج رسالت میں فرق ہے ایک جا فرمایا

لا نفرق بین احد من رسله

اور دوسرے مقام میں ارشاد ہوا

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض -

اور اس آیت سے بھی مساوات ایمان خاص و عام کی مستفاد ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ منافقین سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ  
آمنوا كما آمن الناس

اس واسطے کہ مامور بہ اور مشبہ بہ کا اس جگہ متعین ہونا چاہیے تاکہ بموجب اس کے تعمیل واقع ہو پس اگر ایمان ناس جو مامور بہ اور مشبہ بہ ہے مختلف ہو تو تکلیف ما لا یطاق لازم آئے گی حالانکہ وہ از روئے آیت لا یكلف الله نفساً الا وسعها کے جائز نہیں، اس واسطے کہ کسی فرد انسان کو تمام ناس کے ایمان کے مثل ایمان حاصل کرنا غیر ممکن ہے اور اگر ایمان فرد غیر معین کا مراد ہو تو اس کے بے متعین ہونے کیونکر مخاطب مجہول کی تعمیل پر قادر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ناس سے غرض وہی نفس ایمان ہے جو کل ناس میں مشترک ہے اور وہی مخاطبین سے مطلوب ہے اس واسطے کہ منافقین جو یہاں مخاطب ہیں اگر چہ ظاہر اعمال میں مثل مومنین کے پابند تھے لیکن اون سے وہ امور صادر ہوتے تھے جو یقین کے منافی تھے اور ہر امر میں آنحضرت ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے تھے اسی پر اون کی طرف یوں خطاب فرمایا۔ اور یہ قول امام ابوحنیفہ کافی الحقیقت اور مجتہدوں کے اقوال سے منافات نہیں رکھتا صرف نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ ایمان کو اگر اذعان و تصدیق قرار دیں تو بدیہی بات ہے کہ یہ قابل تقسیم نہیں ہے اور کم و زیادہ کے قابل نہیں اور اگر اعمال اور کیفیات کو شریک کریں تو بے شک کمی و زیادتی کو گنجائش ہے اور امام ابوحنیفہ اول ہی مراد رکھتے ہیں۔ اور ایسے بدیہی امر کے واسطے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ انہیں چیزوں کی تعلیم کے واسطے مبعوث ہوئے جس میں نظر اور فکر کی حاجت ہے یا کسی قدر متنبہ کرنے کی

ضرورت ہے تو نہ بدیہی باتوں کی تعلیم کے واسطے کہ اس کو ادنیٰ و اعلیٰ سمجھ سکتا ہے اس صرت میں اس مقدمے میں آپ کا کوئی حدیث فرمانا عبث اور تحصیل حاصل تھا بلکہ آپ کی کسر شان تھی۔ (نوٹ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیے جو اس مسئلہ پر حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریر کا اختصار ہے جو انہوں نے علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ العمان میں واقع ایسے مضمون کے جواب میں لکھی تھی۔ بہاء)

سوال ہشتم: قضا کا نافرمان ہونا ظاہر و باطن پر۔

جواب: یہ مسئلہ فی الحقیقت مختلف فیہ بین العلماء ہے بعض ظاہر و باطن میں نفاذ کے قائل ہیں، بعض نہیں۔ اس صورت میں حنفیہ پر اس سوال کا وارد کرنا بھی بجائے خود نہیں خیر چونکہ سوال لکھا گیا تو جواب ضرور ہوا۔ جو لوگ ظاہر و باطن میں قضا کے نفاذ کے قائل ہیں ان کے واسطے اس سے زیادہ کیا دلیل ہوگی کہ

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم  
اس آیت کریمہ کی رو سے تعمیل حکم حاکم اور قاضی کی فریقین پر واجب ہے مثلاً ایک فریق کو شے مدعا بہا سے محروم کر کے اوس کے تصرف سے ممنوع کیا تو اب اوس کو اوس چیز کا تصرف میں لانا کسی حیلہ سے سوا اس کے کہ خود فریق ثانی متصرف کر دے جائز نہ ہوگا اور فریق ثانی کو شے مذکور پر روئداد کے صحیح ہونے کی شرط پر تصرف کا مجاز کیا ہے اور یہ مشروط کرنا روئداد پر بنا رکھنے سے خود ظاہر ہے۔ پس یہ شخص اوس چیز کو تصرف کرنے کا اوس شرط کے ساتھ مجاز ہوگا نہ بدون اس کے بہر حال تعمیل دونوں پر بموجب حکم کے واجب ٹھہری۔ اور جس امر کا وجوب بموجب نص قرآن کے ثابت ہو اوس میں حرمت کا کیا ذکر، اور ظاہراً اور باطناً اوس کے نفاذ میں کیا تامل۔ اور یہی حکم اس آیت کریمہ سے بھی مستفاد ہے

و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضی اللہ امرآ و رسولہ ان

یکون لہم الخیرة من امرہم (الاحزاب: ۳۶)

جب فریقین کو سوائے تعمیل حکم قضا کے کچھ اختیار ہی باقی نہ رہا تو اب اس کا بجالانا اوس کے حق میں حرام کیوں کر ہوگا اور یہ بھی واضح ہو کہ مقصود اس فریق کا ظاہر و

باطن کے نفاذ سے اسی قدر ہے کہ جو امور قضائے واجبی پر مرتب ہوتے وہی امور بعینہ قضائے غیر واجبی پر بھی مرتب ہوں گے۔

مثلاً اگر ایک کی جو روموافق رومدا دظاہر کے دوسرے کو دلوا دی، تو اب اوس کی اولاد کو ولد الزنا نہ کہیں گے۔ یا کسی کا مال کسی کا دلوا دیا، اور اوس شخص نے وہ مال دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا، تو مشتری مالک قرار پائے گا، اور خود اوس کے نفس کے واسطے جو وہ مال ظاہر نہیں ہے۔ اور احادیث متعددہ سے یہ امر مستفاد ہے۔ اوس کی وجہ یہ ہے کہ قضا قاضی کی صرف معاملہ ظاہری کی نسبت صادر ہوئی ہے اور اسی قدر ظاہراً و باطناً نافذ ہوگا نہ معاملہ اخروی کی نسبت پس جو گناہ و معصیت کہ ظلم یا شہادت زور کے سبب سے کسی فریق کی نسبت ثابت ہوا ہے مواخذہ اوس کا بدستور قائم رہے گا اور چونکہ وہ مال بسبب ظلم و غیرہ کے حاصل کیا گیا ہے اس واسطے اوس کے حق میں اوس کی طہارت متصور نہ ہوگی اور فقہائے حنفیہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ یہ مال اوس کے حق میں حلال ہو گیا بلکہ جو چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ولی کو سوائے حفظ کے اور کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں اوس کو قضا بالخطا کی صورت میں فریق مقضی لہ کے حق میں حلال نہیں سمجھتے۔ رہا اون امور میں جن میں ولی کو عقد و فسخ کا اختیار دیا گیا ہے جیسے نکاح و طلاق و بیع و اقالہ ایسی صورت میں ایسا سمجھنا چاہیے کہ قاضی فریقین کے جانب سے ولی یا وکیل ہے اور دونوں نے اس امر کا اوس کو اختیار دیا ہے کہ جواز روئے رومدا مقدمہ کے قاضی کی رائے میں آوے اوس پر ہم دونوں فریق راضی ہیں اس صورت میں ولایتاً یا وکالتاً ایک جانب سے طلاق اور دوسری جانب سے عقد نکاح کا قاضی کو اختیار حاصل ہوگا و ظاہر و باطن میں نفاذ اوس کا بدون کسی محظور شرعی کے ہو جاوے گا جب یہ صورت ہوئی تو اب وکیل جدید کی کیا حاجت باقی رہی۔ اور علاوہ اس کے خود سلطان و قاضی کو ولایت حاصل ہے

فی الموطاء ما لك انه بلغه عن سعيد بن المسيب انه قال عمر  
بن الخطاب لا تنكح المرأة الا باذن وليها او ذى الرأى من  
اهلها او السلطان -

اور مسئلہ قذف و لعان میں قضا کا ظاہراً و باطناً موثر ہونا تو صریحاً قرآن

سے مستفاد ہو اور مجملہ اون آیات و احادیث کے جو التزاماً ظاہر و باطن میں نفاذ قضا پر دلالت کرتے ہیں اون میں سے دو ایک آیت کریمہ یہ ہیں

يا ايها الذين آمنوا لا تقولوا لمن القى اليكم السلام لست  
مومنًا۔

حدیث شریف میں ہے

من صلى صلاتنا و استقبل قبلتنا و اكل ذبيحتنا فذلك  
المسلم الذى له ذمة الله و ذمة رسوله فلا تحقروا الله فى ذمته  
رواه البخارى

عن انس قال قال رسول الله ﷺ ثلاث من اصل الايمان  
الكف ممن قال لا اله الا الله لا تكفره بذنوب و لا تخرجه عن  
الاسلام الحديث رواه ابو داؤد۔

اور سوا اوس کے احادیث کثیر اس مضمون کی وارد ہیں کہ عند الفقہاء ظاہر شعاع  
اسلام معتبر ہے اور بموجب اوس کے قضا کا حکم جاری ہوگا اس صورت میں مثلاً فرض  
کریں کہ کوئی اون میں سے حقیقت میں ایمان نہ رکھتا ہو تو اوس کی نسبت صرف حکم  
اسلام کا باعتبار ظاہر کے ہوگا اور یہ حکم بالخطا ہے باوجود اوس کے نفاذ اس کا ظاہر و باطناً  
کامل طور پر ہوگا نکاح و طلاق و عتاق و غیرہ جمیع معاملات ایسے شخص کے صحیح ہوں گے  
اولاد اس کی مسلم گنی جائے گی، نماز میں امامت اس کی جائز ہوگی، اور بعد مرنے کے  
نماز جنازہ سب پر فرض ہوگی۔ پس ہر گاہ ایسے عمدہ معاملہ میں یعنی دینیات میں قضا کا یہ  
اثر پیدا ہوا تو معاملات دنیویہ میں اگر مؤثر ہو تو کیا مستبعد ہے۔

سوال نہم: جو شخص محرّمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اوس سے  
صحبت کرے تو اوس پر حد شرعی جو قرآن و حدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔

جواب: حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ قرآن میں نکاح کا حرام ہونا ماں  
بہن وغیرہ سے پیشک مذکور ہے حرمت علیکم امہاتکم و بنا تکم لیکن اون سے  
نکاح کرنے کی صورت میں حد کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور حد ایسی چیز

نہیں جو اجتہاد سے قرار دی جائے پس اس صورت میں حد نہ جاری کرنے کے باب میں سند کی کیا حاجت ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت بھی الزانیۃ و الزانی کے تحت میں داخل ہے تو نزاع لغت و محاورہ کی طرف رجوع کریں گے اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف میں یوں ہے

الزنا و طی فی قبل خال عم ملك و شبہة

اس صورت میں جو نکاح محرمات سے واقع ہوگا وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ شخص باوجود علم اس تحریم کے اس فعل کو حلال جانتا ہے، تو ایسا شخص مرتد قرار پائے گا اور قتل اوس کا واجب ہوگا۔ یا بسبب بے علمی کے مثل مجوس وغیرہ کے اوس کے جواز کا معتقد ہوگا، تو یہ صورت شبہ میں داخل ہے۔ اور تعریف زنا سے خارج، اور بطور نکاح کے اس فعل کے مرتکب ہونے میں قرینہ شبہ کا موجود ہے۔

ہاں امام شافعی کے نزدیک تعریف زنا کی یہ ہے

هو سفح ماء محرم فی محل مشتہی محرم

اس تعریف کی رو سے البتہ یہ صورت بھی زنا میں داخل ہے۔ اس صورت میں یہ مسئلہ لغت و محاورہ سے متعلق ہوگا، نہ فقہ و حدیث سے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ حدود میں جہاں تک ہو، اغماض کرنا احادیث سے مستحسن ثابت ہوتا ہے، تو اگر ابوحنیفہ نے اس مقام پر شبہ کو ترجیح دے کر حد سے معاف رکھا تو کیا مضائقہ ہے

فی مشکوٰۃ قال رسول اللہ ﷺ ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیلہ فان کان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة رواہ الترمذی۔

و فی الموطن مالک عن یحی بن سعید بن المسیب ان رجلاً من اسلم جاء الی ابی بکر الصدیق فقال له ان الاخر زنی فقال له ابو بکر ان ذکر ت هذا لا حد غیری۔ فقال لا۔ فقال ابو بکر فتنب الی اللہ و تستر و یستر اللہ فان اللہ یقبل التوبة عن عباده۔ فلم تقرره نفسه حتی اتی عمر بن الخطاب، فقال

له مثل ما قال لا بی بکر۔ فقال له عمر مثل ما قال ابو بکر۔  
فقال فلم تقروه نفسه حتى اتى الى رسول الله ﷺ۔ فقال له  
ان الآخر زنى۔ قال سعيد فا عرض عنه رسول الله ﷺ  
ثلاث مرات، كل ذلك يعرض عنه رسول الله ﷺ حتى اذا  
كثر عليه .. الى آخر الحديث

اور از روئے اشارۃ النص کے جو قسم دلالات اربعہ معتبرہ شرعیہ کے ہے یہ ہی  
ثابت ہوتا ہے کہ یہ قسم حرمت زنا سے جداگانہ ہے اس واسطے کہ عنوان آیت  
میں ارشاد ہے

حرمت علیکم امہاتکم و بنا تکم  
اور آخر آیت میں فرمایا

و احلّ لکم ما وراء ذلکم

اس واسطے کہ ما وراء کے تحت میں نساء غیر محصنہ بھی داخل ہیں جو بلا نکاح  
بذریعہ زنا کے تصرف میں آئیں جو کہ علیحدہ فا بتغوا باموالکم محصنین غیر  
مسا فحین کے قید سے خارج فرمایا۔

پس معلوم ہوا کہ حرمت نکاح اور چیز ہے اور حرمت زنا اور چیز۔ پھر وہ تحت  
میں حد زنا کے کیونکر داخل ہو سکتی ہے۔ اور یہ حدیث مشکوٰۃ کی بھی دال ہے کہ نسائے  
محرّمات اس حد میں داخل نہیں۔

فی المشکوٰۃ من وقع علی ذات محرّم فاقتلوہ رواہ الترمذی  
وقال هذا حدیث غریب

اس واسطے کہ اگر ایسی نساء آیت حد زنا میں داخل ہوتیں تو پھر خلاف آیت  
قرآنی دوسری قسم کی تعزیر کیوں تجویز ہوتی اور ابوحنیفہ ایسی صورت میں اگرچہ حد تجویز  
نہیں کرتے لیکن تعزیر سخت و موجع ضرور جانتے ہیں۔ اور بعض علماء قتل کی تجویز کرتے  
ہیں۔ اور اس حد کی تجویز نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ معصیت اس کی زنا سے کم  
ہو، بلکہ گناہ اس کا لامحالہ اس سے زائد ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ  
محرّمہ کے ساتھ زنا کرنا ستر مرتبہ ہمسایہ کی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ ہے،

اور عورت ہمسایہ کے ساتھ ستر مرتبہ زیادہ ہے بہ نسبت اور عورتوں کے، جیسا یمین غموس میں اگرچہ کفارہ ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے لیکن مواخذہ اس کا بہ نسبت منعقدہ کے سخت ہے۔

سوال دہم: تحدید آب کثیر کی جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو وہ درودہ سے کرنا۔

جواب: یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ سے منقول نہیں بلکہ متاخرین کی تجویز ہے۔ اس صورت میں اگر ثبوت اس کا ہم کو نہ پہنچے تو ابوحنیفہ یا حنفیہ کی نسبت کوئی مقام الزام نہیں۔ اور قداماء کے قول سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آب کثیر کے تعین کو بروفق اپنی عادت کے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑا ہے اور ظاہر کوئی سند کافی اس مسئلہ کی محرر سطور کی نظر سے نہیں گذری، اور شائد کسی کے پاس موجود ہو یا کسی کتاب میں مرقوم ہو۔ بہر حال محرر سطور اس باب میں اپنے عجز کا معترف ہے۔ لیکن اس امر کا بے شک قائل ہے کہ اگر علمائے متاخرین پر حسن ظن کر کے اوس پر عمل کیا جاوے تو کوئی مضطرب شرعی لازم نہیں آتا بلکہ احوط ہے۔ رہا حدیث قلتین کا تعارض تو اوس کی صورت یہ ہے کہ ایک تو اکثر علماء کو اس حدیث میں کلام ہے۔ چنانچہ صاحب سفر السعاده شافعی الہدھب بھی اس کے معترف ہیں۔ دوسری تشریح مقدار قلتین کی صریحاً قطعی طور پر نہ حدیث میں ہے، نہ لغت سے۔ بلکہ لغت میں معنی قله کے متعدد ہیں۔ اس صورت میں مجہول پر کیونکر عمل ممکن ہوگا۔ اور اس مسئلہ خاص میں جو توجیہ بعض فقہاء سے منقول ہے وہ بھی درج کرتا ہوں

فی شرح الوقایہ قال محی السنة التقدير بعشر فی عشر لا  
یرجع الی اصل شرعی یعتمد علیہ اقول اصل المسئلة ان  
الغدیر العظیم الذی لا یتحرک و احد طرف فیہ بتحرک الطرف  
الآخر اذا وقعت النجاسة فی احد جوانبه جاز الوضوء  
من الجانب الآخر حتی قدر هذا بعشر فی عشر و انما قدر  
به بناءً علی قوله علیہ السلام من حفر بئراً فله حو لها



اربعون ذراعاً فيكون حر يمها في كل جانب عشرة ففهم من هذا انه اذا اراد آخر ان يحفر في حر يمها بئراً يمنع فيه لانه ينجذب الماء اليها وينقص الماء في الاولى وان اراد ان يحفر بئراً بالوعة يمنع ايضاً السراية النجاسة الى البئر الاولى وينجس ماءها ولا يمنع في ماء ورا الحر يم وهو عشرة في عشرة فعلم ان الشرع اعتبر العشر في العشر في عدم سراية النجاسة حتى لو كانت النجاسة تسرى بحكم بالمنع -

اگرچہ یہ قیاس خلاف قاعدہ اصول اور چنداں بعید بھی نہیں ہے لیکن چونکہ نص میں علت استحقاق صاحب بئر کے واسطے اربعین ذراع کی مذکور نہیں ہے اس وجہ سے گفتگو کو گنجائش ہے اور ابو حنیفہ کو اس مسئلہ میں اصرار بھی نہیں ہے اور نہ اوس کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں واللہ اعلم و علمہ الاکمل والاتم

خاتمہ: واضح ہو چونکہ بالفعل تقلید کے مسئلہ کی بحث از بس شائع ہے اور اس مقدمہ میں نہایت سوزش کی نوبت ہے اس لئے بعد تحریر جوابات کے چند فوائد کا اس باب میں شامل کرنا مناسب معلوم ہوا تا کہ لوگوں کو اس فریق کے توہمات اور ترک تقلید کے نتائج اور ثمرات سے بھی اطلاع حاصل ہو۔

فائدہ: اس تقلید کے چھوڑنے والے فی الحال تین فریق ہیں ایک وہ فریق جو فنون عربیہ سے کما حقہ واقف و ماہر ہیں اور بعد اس کے فن تفسیر و حدیث بھی برسبیل مروج بطور تحقیق کے حاصل کیا ہے گو اون کی تحقیق کو دوسرے لوگ لائق اجتہاد کے تصور کریں یا نہ کریں پس ایسے لوگوں کے حق میں وجوب یا عدم وجوب تقلید کے بحث کو راقم سطور اپنے منصب سے بالاتر جانتا ہے اور اوس میں ہرگز گفتگو نہیں کرتا سلبیقین نے اس میں گفتگو کی ہے وہی کافی ہے میری گفتگو اس بارہء خاص میں چھوٹا منہ بڑی بات ہے

دوسرا فریق وہ ہے جنہوں نے علوم عربیہ کی بقدر کافی تکمیل نہیں کی اور فن

حدیث کا بھی تتبع علی سبیل الکمال نہیں کیا۔ تیسرا فریق وہ ہے کہ عربی سے بالکل نا آشنا ہے۔ محض ترجمہ قرآن و حدیث دیکھ کر یا کسی سے مضمون اوس کا سن کر آپ کو عامل بالحدیث قرار دیتے ہیں۔ پس ان دو فریق کی نسبت ترک تقلید کو سہم قائل جانتا ہوں، اور وہ آیات و احادیث جو اصل جواب میں مذکور ہوئیں طالب حق کے واسطے سند کافی ہیں۔ اور مجالد کے لئے اگر بالفرض تمام کتب سماوی ہوں تب بھی کافی نہیں (اظہار الادلہ - ص ۱۸)۔

صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دین ثریا پر لٹکا ہوگا، تو بھی کچھ لوگ ابنائے فارس کے اسے پالیوس گے۔ انتہی۔ اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے تمییز الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں خاص امام ابو حنیفہ کے حق میں ہونے کو ثابت رکھا ہے۔ (رسالہ اظہار الادلہ - ص ۲۳) (نوٹ نمبر ۵۔ ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

(ص ۳۴ - اظہار الادلہ)۔ رسالہ موسومہ باظہار الادلہ بجواب اشتہار اذلہ اعنی محمد حسین لامذہب لاہوری اور اتباع اون کے کے تالیف شریف جناب مولوی شاہ سید کریم اللہ صاحب حیدرآبادی کا مطبع نظامی میں اہتمام عاجز محمد عبدالرحمن عفی عنہ سے عشرہ اولی شعبان المعظم ۱۲۹۶ھ کو چھپا مطبوع طبائع خاص و عام ہوا۔

☆☆☆

نوٹ نمبر ایک:

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حسن البیان میں لکھتے ہیں کہ: سب فقرے اس قصہ کے ایسے مہمل ہیں کہ تھوڑے شعور کا آدمی بھی اگر تامل کرے گا تو کہہ دے گا کہ یہ قصہ غلط اور مہمل ہے۔ (صاحب سیرۃ العمان نے اس حکایت کو بحوالہ فتح القدیر نقل کیا ہے۔ لہذا میں فتح القدیر ہی سے اس حکایت کا ہر فقرہ نقل کر کے بحث کرتا ہوں)۔

پہلا فقرہ اس حکایت کا یہ ہے کہ امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ عراق والوں سے نہایت تعجب ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے... امام اوزاعی کے اس قول کا مطلب ہر عاقل یہی سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت کے علمائے حجاز (مکہ و مدینہ) رفع یدین کرنے میں متفق تھے ورنہ امام اوزاعی،

عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے پر تعجب نہ کرتے اور انہیں کو اس کے نہ کرنے میں مخصوص نہ کہتے، اور امام ابوحنیفہ بھی اس تخصیص کو مان نہ لیتے بلکہ یوں کہتے کہ اہل عراق کی کیا تخصیص ہے، حریمین میں بھی فلاں فلاں رفع یدین نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت کے علمائے حریمین سب رفع یدین کے قائل تھے اور ان میں یہ مسئلہ بلا اختلاف جاری تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں امام اوزاعیؒ سے یہ کہا لا جل انه لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیہ شیء۔ یعنی باوجود اتفاق اہل حریمین کے ہم لوگ رفع یدین اس وجہ سے نہیں کرتے کہ رسول اللہ سے اس بارہ میں کچھ ثابت نہیں ہے۔ غرض امام ابوحنیفہؒ نے اہل حریمین سے اپنی مخالفت کی وجہ کے بیان میں یہ دعویٰ کیا کہ رفع یدین کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ حالانکہ یہ موقع تھا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ والی روایت امام ابوحنیفہؒ پیش کرتے، کیونکہ عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت کا ہونا ہے جیسا کہ کتب حنفیہ اور اسی مناظرہ کے پورے مضامین سے ثابت ہے، نہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہ ہونا عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ تھی۔ پس اگر یہ قصہ صحیح مانا جائے تو لازم یہ آئے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ سے ایک غلط بات کہی جس کا بطلان پھر خود ہی کہہ دیا عبد اللہ بن مسعود والی روایت پیش کی۔

دوسرا فقرہ اس مناظرہ کا یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جب یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کے بارہ میں کچھ ثابت نہیں، تب امام اوزاعی نے کہا کیف لم یصح و قد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ... کیوں کرتے ہو کہ رسول اللہ سے رفع یدین کے بارے میں کچھ ثابت نہیں حالانکہ زہری نے سالم سے روایت کی اور انہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے

امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے دعوے کو یوں توڑا کہ حدیث صحیح مع سند پڑھ دی کہ تم کہتے ہو کہ اس بارہ میں کچھ ثابت نہیں حالانکہ یہ صحیح حدیث موجود ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں اپنے دعویٰ (کہ کچھ ثابت نہیں ہے) کو یوں ثابت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود والی روایت پڑھی، حالانکہ اس سے اثبات دعویٰ تو درکنار ابطال

دعویٰ ہوتا ہے، کیونکہ دعویٰ امام ابوحنیفہؒ کا یہ تھا کہ کچھ ثابت نہیں، حالانکہ رفع یدین کے ثبوت میں امام ابوحنیفہؒ نے کچھ کلام نہیں کیا۔ بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے اس کا معارضہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر چند رفع یدین کی حدیث ثابت ہے مگر اس کے معارضہ موجود ہے اور اس معارضہ کو بسبب فقہ راوی کے ترجیح ہے، اور یہ دعویٰ (کہ کچھ ثابت نہیں) کی دلیل نہیں، بلکہ اس کی مبطل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی شان سے نہایت بعید ہے کہ دعویٰ کچھ اور دلیل کچھ اور ہو۔

تیسرا فقرہ اس مناظرہ کا یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے اس جواب پر کہا احدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه و تقول حدثني حماد عن ابراهيم -- --

اس قول کا صریح مطلب یہ ہے کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں حماد اور ابراہیم نام لینے کے قابل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے کہنے پر استبعاد اور تعجب سے کہا کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں ان لوگوں کا نام کیوں کر لیا۔.. امام اوزاعیؒ کے کلام کا صریح مطلب یہی ہے کہ حماد و ابراہیم کی روایت قابل استدلال نہیں ہے خصوصاً زہری اور سالم کے مقابلہ میں۔ اور یہ بات کتب اسماء الرجال میں طبقات رواتہ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ حماد کی نسبت تقریب التہذیب میں یوں لکھا ہے:

حماد بن ابی سلیمان مسلم الا شعری مولاهم ابو اسماعیل الکوفی الفقیہ صدوق له اوھام من الخامسة (یعنی حماد کوفہ کا فقیہ سچا تو ہے مگر وہی ہے پانچویں طبقہ کا ہے)۔

اور حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس وقت کے محدثین اور فقہاء کے اقوال حماد کے بارہ میں بہت نقل کیے ہیں مثلاً

سمعت حماد بن سلمة قال كنت اسأل حماد بن ابی سلیمان عن المسندات وکانوا لیستلونه عن رأیه و كنت اذا جئت قال لا جاء الله بك۔

(حماد بن سلمہ نے کہا کہ میں حماد بن ابی سلیمان سے حدیث پوچھتا تھا اور لوگ ان کی رائے پوچھتے تھے تو مجھ کو دیکھ کر گھبراتے اور کہتے کہ خدا نہ لاوے تجھ کو)

و عن الاعمش حدثنی حماد بحدیث عن ابراهیم و کان غیر ثقہ (اعمش نے کہا کہ مجھ سے حماد نے ایک حدیث ابراہیم کی روایت سے بیان کی اور وہ ثقہ نہ تھا)۔

و قال الاعمش مرة ثنا حماد و ما كنا نصدقه (ایک دفعہ امام اعمش نے یوں کہا کہ حماد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ہم لوگ اس کو سچا نہ جانتے تھے) اور زہری کا حال تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

محمد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله ابن الحارث بن زهره بن كلاب القرشي الزهري و كنيته ابو بكر الحافظ متفق على جلالته و اتقانه و هو من رؤس الطبقة الرابعة -

(محمد بن مسلم زہری قرشی ہیں یہ فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں، انکی عظمت شان اور اتقان پر اتفاق ہے یہ چوتھے طبقے والوں کے رؤسائیں سے ہیں)

لوگ دونوں (حماد اور زہری) کے مراتب ملاحظہ کریں۔ حماد پانچویں طبقہ کے اور زہری چوتھے طبقہ والوں کے سردار، اور حماد کی صفت صرف فقیہ لکھی ہے اور زہری کی صفت فقیہ اور حافظ (حافظ حدیث) لکھی ہے۔ حماد کی حالت یہ کہ وہ ہم بہت ہوتا تھا اور اکابر آئمہ نے ان پر جرح کی اور غیر ثقہ کہا۔ اور زہری کی یہ حالت ہے کہ ان کی عظمت شان اور ان کی روایت کی قوت متفق علیہ ہے۔ اور اسی واسطے امام اوزاعی نے کہا کہ زہری کے مقابلہ میں حماد کا نام کیا لیتے ہو۔ یعنی حماد راوی مجروح، وہی ہے اس کی روایت مقبول نہیں، خصوصاً زہری جیسے شخص کے مقابلہ میں۔ اس موقع پر امام ابوحنیفہ کا یہ جواب دینا حماد، زہری سے زیادہ افقہ ہیں گویا سوال از آسمان و جواب از ریسمان، ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فقہت سبب ترجیح تو جب ہے کہ عدالت و ضبط میں مساوات ہو اور جب عدالت و ضبط ہی میں نقصان ہو، تو فقہت سبب ترجیح کیوں کر ہو سکتی ہے؟ امام اوزاعی تو نقصان راوی کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بجائے دفع نقصان کے سبب ترجیح بیان کرتے ہیں۔۔۔ اب ابراہیم نخعی و سالم کا مقابلہ سنیے۔

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابراہیم نخعی کا حال لکھا ہے:

ابراہیم بن یزید النخعی احد الاعلام يرسل عن جماعته  
 و قد رأى زيد بن ارقم و غيره و لم يصح له سماع من  
 صحابي و قد قال فيه الشعبي ذاك الذي يروى عن مسروق  
 و لم يسمع منه شيئاً قلت و كان لا يحكم العربية ربما لحن و  
 نقموا عليه قوله لم يكن ابو هريرة فقيها و قال يونس بن  
 بكير عن الامش قال ما رأيت احداً روى بحديث لم يسمعه  
 من ابراهيم قلت استقر الامر على ان ابراهيم حجة و انه  
 اذا رسل عن ابن مسعود و غيره فليس ذلك بحسن -

(ابراہیم نخعی ایک بڑے شخص ہیں، ایک جماعت سے مرسل طور پر روایت کرتے ہیں، انہوں  
 نے زید بن ارقم وغیرہ کو دیکھا تھا اور کسی صحابی سے سماع ان کا ثابت نہیں۔ اور ان کے بارہ میں  
 امام شعبی نے کہا ہے کہ یہ مسروق سے روایت کرتا ہے حالانکہ مسروق سے اس نے کچھ سنا  
 نہیں ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی عربیت اچھی نہ تھی۔ بیشتر عبارات میں غلطی  
 کرتے تھے۔ اور لوگوں نے ان کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ ابو ہریرہ فقیہ نہ تھے۔ اور  
 یونس بن بکیر نے امام امش سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا کسی کو نہیں  
 دیکھا جو بغیر سنے ہوئے روایت کرنے والہ ابراہیم سے زیادہ ہو۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں، بات یہ  
 ٹھہری ہے کہ ابراہیم حجت تو ہیں، مگر جب ابن مسعود وغیرہ سے روایت کریں تو وہ ٹھیک نہیں)۔  
 اور سالم کا حال تقریب التہذیب میں یوں مذکور ہے:

سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب القرشي العدوي ابو  
 عمر او ابو عبد الله المدني احد الفقهاء السبعة و كان ثبناً  
 عابداً فاضلاً كان يشبهه بابيه في الهدى و السميت من كبار  
 الثالثة - (سالم، عبد اللہ کے بیٹے، عمر فاروق کے پوتے، فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں  
 - ثقہ عابد فاضل تھے اور سیرت میں اپنے باپ کے مشابہ تھے۔ تیسرے طبقہ والوں میں بڑے  
 درجہ کے ہیں)۔

اور خلاصہ تہذیب التہذیب میں ہے:

سالم بن عبد الله بن عمر العدوي المدني الفقيه احد السبعة

عن ابيه و ابى هريره و رافع بن خديج و عائشه قال ابن اسحاق اصح الا سائيد كلها الزهري عن سالم عن ابيه و قال مالك كان يلبس الثوب بدرهمين و عن نافع كان ابن عمر يقبل سالماً و يقول شيخ يقبل شيخاً۔

(سالم، عبد اللہ بن عمرؓ کے بیٹے، عدوی، مدینہ کے فقیہ، فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔ اپنے والد اور ابو ہریرہ اور رافع بن خدیج اور حضرت عائشہ کے شاگرد ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا کہ ساری سندوں سے بڑھ کر صحیح، زہری کی سند ہے سالم سے اور ان کی اپنے باپ سے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ سالم دو درہم کا کپڑا پہنتے تھے اور نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، سالم کا بوسہ لیتے اور کہتے کہ بوڑھا، بوڑھے (باعتبار فضل کے) کا بوسہ لیتا ہے)۔۔۔

بھلا جو شخص آغوش عافیت میں چند صحابہ کے تربیت یافتہ ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر کا سرفراز بیٹا ہو، عمر فاروقؓ کا پوتا ہو، جس کے گھر سے شریعت محمدی کی ترویج ہوئی ہو۔ جس کا علم و فضل اس وقت کے علمائے مدینہ میں مسلم ہو، جس کا فضل اقران تابعین میں مانا ہوا ہو، اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کوفہ کا رہنے والا (جس کی حدیث کی روایت مرفوعاً، مجاز عرب کا رہنے والا نہیں، عربیت اس کی اچھی نہیں) مطالب حدیث کے زیادہ سمجھتا ہے، خاص کر ایسے امر (نماز میں رفع یدین) کی نسبت جس میں تفقہ کو کچھ دخل نہیں۔ یہ کیسی ناحق پسندی اور واشگاف غلط بیانی ہے۔ ایسی باتوں کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف کرنی مدح نہیں، بلکہ سراسر قدح اور وہی نادان کی دوستی کا نتیجہ ہے۔۔۔

علاوہ ازیں یہ بھی اصول کا مسئلہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہے، کیوں کہ نفی سہو اور عدم العلم پر محمول ہو سکتی ہے اور اثبات کا کوئی محمل صحیح نہیں ہے۔ پس زہری کی روایت میں فقہ راوی و علوسند و اثبات میں وجہ ترجیح موجود ہے اور حماد کی روایت میں کوئی سبب ترجیح نہیں۔ راوی کا افقہ ہونا یہ اگر مان لیا جائے تو سبب ترجیح نہیں ہے اور اگر ہو تو یہ ایک وجہ تین سبب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان اصول درایت کے موافق یہ حکایت محض لغو ٹھہرتی ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ نے زہریؒ و سالمؒ کی فقہت کا انکار نہیں کیا۔ اور کیوں کر کرتے، ان لوگوں کی جلالت شان پر تو اتفاق تھا، پس امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کے مناظرہ کا قصہ قطع نظر روایت کے اصول درایت کی رو سے بھی محض غلط

اور مہمل ٹھہرا۔ ...

اور اس مناظرہ کی روایت جس کی سند کا کہیں پتہ نہیں، شاگردان امام ابو حنیفہ یا متقدمین حنفیہ نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس مضمون کی حدیث موقع استدلال میں لائے، مضامین اس کے محض خلاف عقل اور مہمل، ...

اور عدم رفع کے بارے میں تو یہ بات صحیح ہے کہ دار مدار اس کا عبداللہ بن مسعود پر ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی بھی التعلیق امجد (ص ۹۱، طبع پونہ لکھنؤ) میں لکھتے ہیں:

رواة الترك جماعة قليلة مع عدم صحة الطرق عنهم الا عن ابن مسعود (ترك رفع يدین کے راوی تھوڑے لوگ ہیں جن میں سوائے عبداللہ بن مسعود کے کسی کی روایت بسند صحیح نہیں ہے)

باقی رہی رفع یدین کرنے کی روایت، اس کا مدار صرف عبداللہ بن عمر پر کہنا محض غلط اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔ صرف صحاح ستہ میں رفع یدین کرنے کی روایت اتنے صحابہ سے موجود ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ، مالک بن حویرثؓ، ابو حمید ساعدیؓ، جنہوں نے باتفاق دس صحابی کے رفع یدین کی روایت کی جن میں سے ابو قتادہؓ صحابی بھی تھے، وائل بن حجرؓ، علی بن ابی طالبؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، جابر بن عبداللہؓ۔ انسؓ شامل ہیں اور علاوہ صحاح ستہ کے دیگر کتب حدیث میں تو جم غفیر صحابہ سے رفع یدین کی روایت منقول ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی بھی التعلیق امجد میں اس کا اقرار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

رواة الرفع من الصحابة جم غفیر

(رفع یدین کے راوی صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے)

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (صفحہ ۴۰۴، طبع دہلی) میں لکھتے ہیں:

ذكر البخاری أيضاً أنه رواه سبعة عشر رجلاً من الصحابة و ذكر الحاكم و ابو القاسم بن منده ممن رواه العشرة المبشرة و ذكر شيخنا ابو الفضل انه تتبع من رواه من الصحابة فبلغوا خمسين رجلاً



(بخاری نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رفع یدین کی حدیث سترہ صحابہ نے روایت کی ہے اور حاکم اور ابو القاسم نے کہا کہ رفع یدین کے راویوں میں سے عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اور استاد ابو الفضل محدث نے ذکر کیا کہ میں نے رفع یدین کے راویوں کو ڈھونڈنا تو پچاس صحابی اسکے راوی تھے) اور حافظ زلیعی نے نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایة (ص ۳۹۷-۴۰۲ ج اول طبع مصر) میں حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت کا جواب یوں لکھا ہے:

قال صاحب التنقیح قال الفقیہ ابو بکر بن اسحاق هذه علة لا يساوى سماعها لان رفع الیدين قد صح عن النبی ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحابة و التابعين و ليس فی نسیان ابن مسعود لذا لك ما يستغرب قد نسی ابن مسعود من القرآن ما لم يختلف المسلمون فيه بعد و هی المعوذتان و نسی ما اتفق العلماء علی نسخه كا لتطبيق و نسی كيف قيام الا ثنين خلف الامام و نسی ما لم يختلف العلماء فيه ان النبی ﷺ صلی الصبح يوم النحر فی وقتها و نسی كيفية جمع النبی ﷺ بعرقة و نسی ما لم يختلف العلماء فيه من وضع المرفق و الساعد علی الارض فی السجود و نسی كيف كان یقرء النبی ﷺ و ما خلق الذکر والا نثی و اذا جاز علی ابن مسعود ان ینسی مثل هذا فی الصلوة كيف لا يجوز مثله فی رفع الیدين

(کہا صاحب تنقیح نے کہ ابو بکر بن اسحاق فقیہ نے کہا کہ یہ سب عبداللہ بن مسعود کا رفع یدین نہ کرنا، حدیث رفع یدین کے مساوی نہیں ہو سکتا کیوں کہ رفع یدین کرنا رسول اللہ اور خلفائے راشدین سے، پھر صحابہ و تابعین سے صحیح طور پر ثابت ہوا اور عبداللہ بن مسعود کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ عبداللہ بن مسعود قرآن میں معوذتین کا ہونا بھول گئے، جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔ اسی طرح نماز میں تطبیق منسوخ ہونا عبداللہ بن مسعود بھول گئے، جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو شخص امام کے پیچھے کس طرح کھڑے ہوں، اور عبداللہ بن مسعود اس کو بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے

کہ آنحضرت ﷺ نے یوم الآخر کی صبح کی نماز وقت پر پڑھی اور عبد اللہ بن مسعود اس کو بھول گئے کہ آنحضرت ﷺ نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا، اور عبد اللہ بن مسعود سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنا بھول گئے جو بلا اختلاف علماء کے ہے، اور عبد اللہ بن مسعود اسکو بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت ما خلق الذکر و الانثیٰ کس طرح پڑھی تھی، جب عبد اللہ بن مسعود نماز میں ان باتوں کو بھول گئے تو رفع یدین کا بھول جانا کیوں کر ممکن نہیں ہو سکتا؟

اور آثار امام محمد (کتاب الآثار طبع لاہور ص ۲۲) میں ہے:

اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ بن قیس و الاسود بن یزید قال کنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوة فقام یصلی فقمنا خلفه فاقام احدنا عن یمینہ و الآخر عن یسارہ ثم قام بیننا فلما فرغ قال ہکذا اصنعوا اذا کنتم ثلثۃ و کان اذا رکع طبق و صلی بغیر اذا ن و الاقامة قال یجزی اقامة الناس حولنا قال محمد و لنا فاخذ بقول ابن مسعود فی الثلاثۃ

(امام محمد کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابو حنیفہ نے روایت کی حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے علقمہ اور اسود بن یزید سے کہ کہا ان دونوں نے کہ تھے ہم لوگ عبد اللہ بن مسعود کے پاس جب نماز کا وقت ہوا اور وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم لوگ پیچھے کھڑے ہوئے اس پر انہوں نے ہم لوگوں میں سے ایک شخص کو اپنے دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا۔ خود درمیان اور پھر نماز پڑھائی۔ اور بعد میں کہا کہ جب تم لوگ تین ہو تو نماز اس طرح پڑھا کرو۔ اور عبد اللہ ابن مسعود نے رکوع میں تطبیق کیا اور بغیر اذان اور تکبیر کے نماز پڑھی اور کہا کہ محلّہ والوں کی تکبیر کافی ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبد اللہ بن مسعود کے یہ تینوں مسئلے نہیں مانتے)

کتاب الآثار، امام محمد کی یہ روایت بھی مناظرہ امام اوزاعی کے قصہ کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ یہاں بھی حماد، ابراہیم، علقمہ، عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ نے باعث مخالفت دیگر روایتوں کے اس کو نہیں مانا۔ ان تینوں مسئلوں سے زیادہ رفع یدین کے رواۃ ہیں۔ کما مر۔ اور علامہ زرقانی شرح متوطا (ص ۱۵۹ جلد ۱ طبع

مصر مصطفیٰ محمد (۱۳۵ھ) میں لکھتے ہیں:

هو متواتر ذكر البخارى فى جزء رفع اليدين انه رواه سبعة عشر رجلاً من الصحابة و ذكر الحاکم و ابن منده ممن رواه العشرة المبشرة و ذكرنا شيخنا ابو الفضل الحافظ انه تتبع من رواه من الصحابة فبلغوا خمسين رجلاً

( رفع يدين کی حدیث متواتر ہے، بخاری نے جزء رفع يدين میں ذکر کیا کہ رفع يدين کی حدیث سترہ صحابہ نے روایت کی ہے اور حاکم اور ابن منده نے ذکر کیا کہ رفع يدين کے روایت کرنے والوں میں عشرہ مبشرہ ہیں۔ اور ہمارے شیخ، ابو الفضل محدث نے ذکر کیا کہ انہوں نے رفع يدين کے راویوں کو ڈھونڈھا تو پچاس صحابی اس کے راوی ٹھہرے )

اور حافظ ابن حجر، تلخیص الحییر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (ص ۸۲ طبع دہلی)

میں لکھتے ہیں:

قال الشافعى روى الرفع جمع من الصحابة لعله لم يرو قط حديث بعدد اكثر منهم و قال ابن المنذر لم يختلف اهل العلم ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه و قال البخارى فى جزء رفع اليدين روى الرفع سبعة عشر نفساً من الصحابة و سرد البهيقى فى السنن و فى الخلافيات اسماء من روى الرفع عن نحو من ثلثين صحابياً و قال سمعت الحاکم يقول اتفق على رواية هذا السنة العشرة المشهود لهم بالجنة و من بعد هم من اکابر الصحابة قال البهيقى و هو كما قال و روى ابن عساکر فى تاريخه من طريق ابى سلمة الاعرج قال ادركت الناس كلهم يرفع يديه عند كل خفض و رفع و قال البخارى فى الجزء المشهور قال الحسن و حميد بن هلال كان اصحاب رسول الله ﷺ يرفعون ايديهم و لم يستثن احدا منهم قال البخارى و لم يثبت عن احد من اصحاب رسول الله انه لم يرفع يديه -

(ترجمہ: امام شافعیؒ نے کہا کہ رفع یدین کی حدیث جماعت صحابہ نے روایت کی، شاید کسی حدیث کے راویوں کی تعداد اس سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور ابن منذرؒ نے کہا کہ اہل علم کو اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے اور امام بخاری نے جزء رفع یدین میں کہا کہ رفع یدین کی حدیث ۷ اصحابیوں نے روایت کی اور بیہقی نے سنن اور خلافيات میں رفع یدین کے راویوں کے نام گنے ہیں کوئی تمیں صحابی ہیں۔ اور کہا کہ میں نے حاکم کو کہتے سنا کہ رفع یدین کی روایت میں عشرہ مبشرہ اور بڑے بڑے صحابہ متفق ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابوسلمہ اعرج کی سند سے روایت کی کہ میں نے سب لوگوں کو رفع یدین کرتے پایا۔ امام بخاری نے جزء مشہور میں کہا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ کوئی صحابی رفع یدین نہیں کرتا تھا)

اور علامہ سخاویؒ نے فتح المغیث میں اکابر علماء کے اقوال اس بارہ میں نقل کئے ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے

لا نعلم سنة اتفق على روايتها عن النبي ﷺ الخلفاء  
الاربعة ثم العشرة المبشرة فمن بعد هم من اكابر الائمة على  
تفرقهم في البلاد و الشاسعة غير هذه السنة (سوائے رفع یدین کے  
کوئی سنت ایسی نہیں معلوم ہوتی جس کی روایت پر خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ، پھر ان کے  
بعد بڑے بڑے ائمہ متفق ہوئے ہوں)

... اس تحقیق و بیان سے روایت بالمعنی اور فقہ راوی کی قید کے متعلق باتیں  
خوب واضح ہو گئیں اور اس بنا پر مناظرہ امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کا قصہ... باطل و غلط  
ثابت ہو گیا۔

نوٹ نمبر ۲: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حسن البیان میں فرماتے ہیں:  
شبلی نعمانی نے قرأت فاتحہ کے مسئلہ میں بھی کلام کیا ہے اور امام بخاری پر  
آپ اعتراض کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:  
قرأت فاتحہ کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا استدلال اس آیت پر ہے

و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له وانصتوا  
 امام بخاری جزء القراءت میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارہ میں ہے  
 نماز سے اس کو تعلق نہیں، امام بخاری کا یہ جواب کس قدر حیرت انگیز ہے ...  
 یہ کون نہیں جانتا کہ موقع ورود کے خاص ہونے سے آیت کا حکم جو صریح عام  
 ہے، خاص نہیں ہو سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ صاحب سیرۃ النعمان کی کوتاہ اندیشی اور خیرہ چشمی ہے،  
 امام بخاری نے جزء القراءت میں امام ابوحنیفہؒ کے اس استدلال کا جواب عموم لفظ اور  
 خصوص مورد، دونوں اعتبار سے دیا ہے۔ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ کلام خصم کی تشقیق کر  
 کے ہر شق کا جواب دیتے ہیں۔ امام بخاری نے اسی قاعدہ سے اس آیت کا جواب اولاً  
 باعتبار عموم لفظ کے دیا کہ تم خود اس عموم کو سنت فجر میں نہیں قائم رکھتے، کیونکہ تمہارا مسئلہ  
 ہے کہ اگر امام صبح کی نماز میں قرأت کر رہا ہو، اس وقت اگر کوئی نمازی آوے اور اس  
 نے سنت نہ پڑھی ہو، تو اولاً سنت پڑھ لے۔ اس صورت میں آیت اپنے عموم پر نہیں  
 رہتی۔ تم نے جب سنن میں آیت کی تخصیص کی تو فروض یعنی قرأت میں عموم آیت کی  
 تخصیص کیوں نہیں ہو سکتی۔ سنت فجر کی صورت میں تو کوئی شخص صحیح بھی موجود نہیں، اور  
 یہاں عبادہ بن صامتؓ و دیگر صحابہ کی روایت تخصیص صحیح موجود ہے۔ اور اگر خصوص  
 مورد کے اعتبار سے تمہارا استدلال ہے، تو یہ خصوص مورد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا  
 مورد خطبہ ہے نہ صلوة۔ یہ تقریر امام بخاریؒ کی ان کی کمال مناظرہ دانی کی دلیل ہے،  
 خلاف اس کے امام ابوحنیفہ کے مناظرے جن کی اجمالی کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

اسی مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں شبلی نے سیرۃ النعمان کے صفحہ ۸۸ میں  
 امام ابوحنیفہؒ کا ایک مناظرہ لکھا ہے جس کو بلفظ میں نقل کرتا ہوں:

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں  
 امام صاحب سے گفتگو کریں۔ امام صاحب نے کہا کہ اتنے آدمیوں سے  
 میں تنہا کیوں کر بحث کر سکتا ہوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں  
 سے کسی کو انتخاب کر لیں، جو سب کی طرف سے اس خدمت کا فیصل ہو، اور  
 اس کی تقریر سب کی تقریر سمجھی جائے۔ لوگوں نے منظور کیا۔ امام صاحب نے

کہا آپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرئت کا کفیل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس مناظرہ میں کوئی دلیل شرعی مذکور نہیں۔ عقلی طور پر بھی جو تقریر سے کیسی پوچھ ہے۔ دار مدار اس مناظرہ کا اس پر ہوا کہ جس طرح سب کی طرف سے ایک شخص کو بحث کا مختار کر دیا اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے۔ حالانکہ وجہ شبہ (مختار کرنا) نماز میں نہیں پائی جاتی۔ مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میری طرف سے امام نماز کا مختار ہے۔ اگر شبلی کہیں کہ اقتداء کرنا ہی مختار کرنا ہے، تو میں کہوں گا کہ اولاً یہ غلط ہے، کیوں کہ اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود ہے جس پر آیت کریمہ و ارکعوا مع الراکعین شاہد ہے۔ دوسرے اگر یہ بات صحیح ہو تو قرأت کی کیا تخصیص ہے؟ لازم ہے کہ کوئی رکن نماز کا مقتدی بجانہ لاوے، تکبیر تحریمہ، ثناء، تسبیح، التحیات، مقتدی کچھ نہ پڑھے، حالانکہ یہ امام ابوحنیفہ بھی نہیں کہتے۔ پھر یہ تقریر امام ابوحنیفہؒ کی کس قسم کی ہوئی۔ ذرا شبلی صاحب امام صاحب کی تقریر قواعد مناظرہ سے ٹھیک تو کر دیں۔ خصوصاً مسائل شرعیہ میں جن میں دلائل شرعیہ ہونے چاہئیں۔

باقی رہا شبلی کا یہ کہنا (بیبیوں روائیوں سے ثابت ہے کہ یہ آیت نماز میں اتزی)، اگر شبلی ان میں سے کسی روایت کا ذکر کرتے تو انشاء اللہ ایسا جواب پاتے جس سے وہ خوش ہو جاتے۔ آپ کا یہ طرز مجتہدانہ و محدثانہ ہے کہ امام بخاری کے ایک وجہ جواب کو ذکر کر کے اعتراض کر دیا، اور لکھ دیا کہ کس قدر حیرت انگیز ہے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خصوصاً مورد کے اعتبار و عدم اعتبار میں حنفیہ خود مختلف ہوئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب اصول پر آپ کی نگاہ نہیں پڑی۔

### نوٹ نمبر ۳۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا سن ولادت ۱۱۳ھ مطابق ۷۲۹ء ہے۔  
حضرت امام ابوحنیفہؒ کا سال وفات ۱۵۰ھ ہے۔ بڑے امام صاحب کی

وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ دنیائے حقیقت کے بے تاج بادشاہ تھے۔

ہارون الرشید ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں منصب خلافت پر فائز ہوا۔ اس کی سلطنت اپنی وسعت کے اعتبار سے، نیل کے ساحل سے لے کر تاجک کا شجر، کا مصداق تھی۔ اور امام ابو یوسف اس وسیع و عرض سلطنت کے چیف قاضی (قاضی القضاة یا چیف جسٹس) کے منصب پر فائز تھے۔

عقود الجمان سے منقول اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اسحاق بن راہویہؒ کے فتویٰ کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ فتویٰ دینے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب امام اسحاق بن راہویہ لڑکپن، طلب علم، اور نو آموز عالم ہونے کی منازل طے کر کے مسند افتاء پر فائز ہو چکے تھے۔

عقود الجمان سے منقول اس حکایت کے انداز بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام اسحاق بن راہویہ سے جو نیر تھے۔ اور اس واقعہ کے وقت امام اسحاق بن راہویہ اس مقام و مرتبہ پر فائز تھے کہ امام ابو یوسفؒ کے پاس حاضر ہو کر اپنی معروضات پیش کرنے کی بجائے انہیں بلا کر ان سے وضاحت طلب کر سکتے تھے۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام اسحاق بن راہویہ کے (کم از کم) فن حدیث میں شاگرد تھے، اور انہیں امام اسحاقؒ سے سماع حدیث کی سعادت حاصل تھی۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اسحاق بن راہویہ کے روبرو عرض کیا کہ میں نے آپ ہی سے یہ حدیث سنی ہے۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ، امام ابو یوسف کی ولادت سے بھی قبل حدیث کی تحصیل و تدریس میں مصروف تھے۔

درج بالا معروضات کے بعد قارئین ملاحظہ فرمائیں :

امام اسحاق بن راہویہ (جن کا پورا نام و کنیت: ابویقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحظلی، ہے) کا سن ولادت ۱۶۱ھ مطابق ۷۷۷ء-۷۷۷ء ہے۔

یعنی جب امام اسحاق بن راہویہ پیدا ہوئے، اس وقت حضرت امام ابو

یوسفؑ کی عمر ۴۸ سال تھی۔

جب ۹۸ء میں امام ابو یوسفؑ کی وفات ہوئی، اس وقت اسحاقؑ بن راہویہ کی عمر ۲۰ برس تھی اور وہ ابھی تک اغلباً تحصیل علم میں مصروف تھے۔

بنا برس قارئین غور فرمائیں کہ عقود الجمان نامی کتاب کی کیا حیثیت ہو سکتی جس نے امام ابو یوسفؑ کو امام اسحاقؑ کا شاگرد بنا دیا۔

جس نے امام ابو یوسفؑ سے امام اسحاقؑ کے رو برو حد ثنا اسحاق بن راہویہ کذا و کذا۔ کہلوا کران سے کذب کو منسوب کیا۔

اور سید کریم اللہ صاحب مصنف اظہار الادلہ کے علم و فضل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جنہوں نے بلا سوچے سمجھے ایک ایسی حکایت کو اپنے موقف کی حمایت میں نقل کر دیا جس نے حضرت امام ابو یوسفؑ جیسی محترم اور موثق شخصیت (جن کے متعلق مشہور ہے کہ لو لا ابو ایوسف ما ذکر ابی حنیفہ،) کو ان سے ۴۸ سال بعد پیدا ہونے والے بچے اسحاق بن راہویہ کا شاگرد، اور اس بچہ استاد کے سامنے بیٹھ کر جھوٹ بولنے کا اتہام لگا دیا۔

## نوٹ نمبر ۴:

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حسن البیان میں لکھتے ہیں:

مؤلف سیرۃ العمان کہتے ہیں کہ امام (ابو حنیفہ) صاحب، فرائض و اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ محدثین، اللہ و رسول کی پیروی میں مزید اہتمام رکھتے ہیں، جن امور کی نسبت اللہ و رسول سے جو کچھ وارد ہے، اور جس امر پر شارع ﷺ نے جو حکم لگایا ہے، اس کے قبول و بیان کرنے میں سر مو فرق نہیں کرتے، اور اپنی عقل سے اطلاقات شرعیہ میں خرابی نہیں نکالتے، اور اس خرابی کی بنا پر ظاہر قرآن و حدیث کا انکار نہیں کرتے، بلکہ بالرأس والعین اس کو قبول کرتے اور اس کے خلاف کرنے والے کو نہایت برا سمجھتے ہیں، اور یہی شان تھی صحابہ رسول ﷺ کی جس کا خود مؤلف سیرۃ العمان نے صفحہ ۱۲۱ میں اقرار کیا ہے اور لکھا ہے:



صحابہ کے زمانہ تک اسلامی عقائد کی سطح نہایت ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اہل عرب کو ان مویشگان فیوں اور باریک بینیوں سے سروکار نہ تھا۔

محدثین (جو صحابہ رسول ﷺ کی روش اختیار کرنے والے اور اس سے عدول کرنے والے کو نہایت برا سمجھنے والے تھے) نے اس مسئلہ میں بھی وہی روش صحابہ کیا اختیار کی اور اللہ و رسول نے جن اعمال پر ایمان کا اطلاق کیا ہے، اس کو وہ بھی ایمان کہتے رہے۔ نصوص کا محدثین کے موافق ہونا ظاہر ہے۔ چنانچہ اس کا خود شبلی نعمانی نے صفحہ ۱۲۲ میں اقرار کیا ہے اور کہا ہے:

چونکہ قرآن کی بعض آیتیں بھی بظاہر اس کی مؤید تھیں، ان کی رائے کو اور بھی قوت و شدت ہو گئی

لہذا ہم یہاں نصوص کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں شاہ ولی اللہ کی حجتہ اللہ البالغہ... سے بعض مضامین یہاں پر نقل کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ایمان کی بحث میں لکھا ہے:

اعلم ان النبى ﷺ جعل الايمان على ضر بين احد هما  
الايمان الذى يدور عليه احكام الدنيا من عصمة الدماء و  
الاموال و ضبطه بامور ظاهرة فى الانقياد و هو قوله ﷺ  
امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله و ان  
محمداً رسول الله و يقيموا الصلوة و يؤتوا الزكوة - فاذا  
فعلوا ذلك عصموا منى دماءهم و اموالهم الا بحق الاسلام  
و حسا بهم على الله - و ثابتهما الايمان الذى يدور عليه  
احكام الآخرة من النجاة و الفوز بالدرجات و هو متناول  
لكل اعتقاد حق و عمل مرضى و ملكة فاضلة و هو يزيد و  
ينقص و سنة الشارح ان يسمى كل شىء منها الايمان ليكون  
تنبيهاً بليغاً على جزئيته و له شعب كثيرة و مثله كمثل  
الشجرة يقال للدوحة و الاعصان و الاوراق و الثمار و  
الازهار جميعاً انها شجرة فاذا قطع اغصانها و خبط اوراقها

و خرف ثمارها قیل شجرة ناقصة فاذا قلعت الدوحة ،  
بطل الاصل ۔

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی دو قسمیں فرمائی ہیں، ایک وہ جس پر احکام دنیا کی بناء ہے۔ یعنی جان و مال کا بچنا اور وہ انقیاد ظاہری ہے۔ رسول اللہ کا قول ہے کہ مجھ کو حکم ہے جہاد کا تا آنکہ لوگ توحید و رسالت کی شہادت دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور اگر لوگوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنی جان و مال کو سوائے حقوق اسلامی (قصاص وغیرہ) کے بچالیا، اور حساب ان کا اللہ کے ذمہ ہے۔ دوسری قسم ایمان کی وہ ہے جس پر احکام آخرت یعنی نجات و درجات پانے کی بناء ہے اور وہ شامل ہے ہر اعتقاد حق اور عمل پسندیدہ کو اور ملکہ فاضلہ کو، اور وہ کم و بیش ہوتا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے ان سب امور کا نام ایمان رکھا تا کہ تمہیہ ہو اس پر کہ یہ سب باتیں جزو ایمان ہیں۔ اور ایمان کی بہت شاخیں ہیں اور ایمان کی مثال درخت کی ہے کہ تنہا، شاخ، پتے، پھل پھول کے مجموعہ کو درخت کہا جاتا ہے۔ اگر شاخیں کاٹ لی جائیں اور پتیاں جھاڑ دی جائیں اور پھل توڑ دیئے جائیں تو ناقص درخت کہلائے گا اور اگر تنہا کھیر دیا جائے، تو اصل ہی نہ رہے گا)۔

اس عبارت منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ اعمال کو ایمان کہنا، سنت ہے رسول اللہ ﷺ کی۔ اس بنا پر جن اعمال کو رسول خدا ﷺ نے ایمان قرار دیا ان ہی اعمال کو محدثین نے بھی (جو سنت رسول کی پوری پوری پیروی کرنے والے ہیں اور امور دینیہ میں قدم بقدم رسول ﷺ کے چلنے والے ہیں اور جملہ امور میں ارشادات نبوی ﷺ کے ساتھ تمسک کرنے والے ہیں) ایمان کہا۔ ان کے مخالف وہ لوگ ہیں جو اسلام میں منطقی اور فلسفی خیال کے پیدا ہوئے اور بیشتر امور دینیہ میں ان کا دار و مدار عقلی باتوں پر رہا، اور اس وجہ سے سلف صالحین نے ان کو اہل الرائے کا لقب دیا۔ ایسے جو لوگ تھے انہوں نے ایمان کے معنی صرف تصدیق بالجنان خیال کر کے ان اعمال کو خارج از ایمان قرار دیا اور احادیث کا خود اولاً تنبیہ ہی نہ کیا، اور اگر کسی نے خلاف میں حدیث پیش کی، تو انہیں اعتراضات عقلیہ کی بنا پر جنہیں صاحب سیرۃ النعمان نے نقل کیا ہے، ان احادیث کی تاویل کردی یا کسی اور طریق سے ٹال دیا۔ جیسا کہ سیرۃ النعمان کے صفحہ ۱۲۸ میں بعض استدلال محدثین کی نسبت لکھا ہے:

بڑا استدلال اس حدیث پر ہے کہ مومن، مومن ہو کر زنا و چوری نہیں

کرتا، حالانکہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے، ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ بھلا آدمی ہو کر تو ایسا کام نہیں کر سکتا، جس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ کام شان شرافت کے خلاف ہے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ یہ صریح حدیث کا مطلب بگاڑنا ہے، حدیث کا ہرگز یہ مضمون نہیں۔ میں حدیث کے الفاظ نقل کر کے ترجمہ کرتا ہوں، جس سے لوگ صاحب سیرۃ النعمان کے کلام کی خوبی اور اعتبار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ حدیث کی عبارت یہ ہے

اذا زنى العبد خرج منه الايمان فكان فوق رأسه كالظلة  
فاذا خرج من ذلك رجع اليه الايمان. (مشکوٰۃ - ص ۱۸)،  
(جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اسکے سر پر سایہ کی طرح رہتا ہے، پھر جب اس فعل سے نکلا تو ایمان اسکی طرف پلٹ آیا)

بھلا اس مضمون حدیث کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے۔ اگر نعمانی صاحب کہیں کہ وہ میں نے دوسری روایت کا مطلب لکھا ہے تو بھی غلط ہے، کیونکہ جب حدیث ہی اس معنی کی توضیح کرتی ہے تو خلاف اس کے بات بنانے کا کیا موقع ہے۔

امام ابو حنیفہ بھی زمانہ تبع تابعین کے اہل الرائے تھے اور اسی لقب سے مشہور تھے جیسا کہ خود صاحب سیرۃ النعمان نے صفحہ ۱۳۷ میں امام صاحب کی نسبت لکھا ہے:

ان کی شہرت اہل الرائے کے لقب سے ہے۔

وہ بھی ایمان کے مسئلہ میں محدثین کے مخالف ہوئے۔ باقی رہا اہل الرائے کے معنی میں جو کچھ صاحب سیرۃ النعمان نے ہوا بندی کی ہے، میں یہاں پر ان کی مدوح و مقبول کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ حجتہ اللہ البالغہ میں ہے:

المراد من اهل الرأى قوم تو جھوا بعد المسائل المجمع  
عليها بين المسلمين او بين جمهورهم الى التخریج على  
اصل رجل من المتقدمين فكان اكثر امرهم حمل النظر على

النظير و رد الى اصل من الاصول دون تتبع الاحاديث و  
الآثار - (حجۃ اللہ البالغہ - ج اول - ص ۱۶۱)

(ترجمہ: اہل الرائے سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے مسائل متفق علیہا کے بعد کسی شخص متقدم کے قاعدہ پر تخریج مسائل کی طرف توجہ کی۔ ان کا اکثر دستور یہی تھا کہ مسئلہ میں اس کے مشابہ مسئلہ کا جو حکم ہوتا، وہی حکم اس مسئلہ پر بھی لگا دیتے، اور مسئلہ کو انہی قواعد کی طرف پھیر پھار کر لے جاتے اور احادیث نبوی ﷺ اور اعمال و اقوال صحابہ کے کھوج تلاش نہ کرتے)۔

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اہل الرائے وہ لوگ کہلاتے تھے کہ مسائل میں قاعدہ لگا کر اور قیاس سے فتویٰ دیتے تھے، حدیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ سے ان کو سروسرکار نہ تھا۔

صاحب سیرۃ العثمان نے اس موقع میں امام ابوحنیفہ کا ایک خط نقل کیا ہے۔ اور بعد نقل مضمون خط کے، لکھا ہے کہ امام صاحب نے جس خوبی سے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے، انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ ایمان نفس تصدیق کا نام ہے، اور اعمال ایمان سے خارج ہیں، اس دعویٰ کی پہلی دلیل امام صاحب کے خط کا مضمون آپ یہ نقل کرتے ہیں:

جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا، اسکا جان و مال حرام ہو جاتا تھا، پھر خاص ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے تھے، فرائض کے احکام آئے۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تو یہ گفتگو ایمان میں ہے، اور امام صاحب اسلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ (جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا)۔ کیا ایمان اور اسلام ایک چیز ہے؟ آپ تو اس کے قائل ہیں کہ ایمان و اسلام دو چیز ہے۔ اسلام انقیاد کا نام ہے اور ایمان تصدیق کا نام ہے۔ باقی رہا شرعاً معتبر ہونے کی حیثیت سے دونوں میں تلازم ہونا اگر آپ کہیں تو یہ امر آخر ہے، ورنہ فقہ اکبر (جو امام ابوحنیفہ کی کتاب کہی جاتی ہے) میں اسلام کی تعریف لکھی ہے:

الاسلام هو التسليم و الانقياد لا مر الله تعالى  
 پھر اس مضمون کو ایمان سے کیا تعلق ہے جو امام صاحب نے ایمان کی بحث میں اس کو  
 پیش کیا۔ اگر آپ کہیں کہ اسلام سے یہاں مراد ایمان ہے، تو کیا صرف تصدیق  
 بالقلب سے بغیر اقرار کے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرے، امام صاحب کے  
 اس قول (جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا) سے کیا غرض ہے؟

اگر یہ مراد ہے کہ ارکان اسلام بجا لاتا تھا، تو وہی مذہب محدثین کا ہے کہ جو  
 شخص بغیر ارکان اسلام بجا لائے کفر سے بالکل نہیں نکلتا اور سارے احکام اسلام دنیوی  
 و اخروی اس شخص پر جاری نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ جو شخص ان ارکان اسلام کو  
 صرف مانتا تھا اور بجا نہیں لاتا تھا، اس کی جان و مال حرام ہو جاتا تھا، تو یہ بات قرآن  
 و حدیث و عمل درآمد خلفائے راشدین کے بالکل خلاف ہے۔ ایک حدیث اس معنی کی  
 بضمن عبارت حجة اللہ البالغہ او پر نقل ہو چکی ہے

امرت ان اقاتل الناس - الحدیث۔

اور اب سورۃ توبہ کی یہ آیت نقل کی جاتی ہے:

فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم و خذوهم و احصروهم  
 واقعدوا لهم كل مرصد۔ فان تابوا و اقاموا الصلوة و اتوا  
 الزكوة فخلوا سبيلهم

(قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ، اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں۔ پھر اگر وہ توبہ

کریں اور قائم کریں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ، تو چھوڑ دو ان کی راہ)

شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں:

حضرت ﷺ نے فرمایا دل کی خبر اللہ کو ہے اور ظاہر میں جو مسلمان ہو وہ سب  
 کے برابر ہے۔ اور ظاہر اسلام کی حد ٹھہرائی ایمان لانا اور کفر سے توبہ کرنا اور نماز اور  
 زکوٰۃ۔ اسی واسطے جب کوئی شخص نماز چھوڑ دے یا زکوٰۃ موقوف کرے، تو اس سے امان  
 اٹھ گئی۔ حضرت صدیق نے زکوٰۃ کے منکروں کو برابر کافروں کے قتل فرمایا۔ عمل درآمد  
 صحابہ کا بھی اسی سے ظاہر ہے اور یہ بات تو احادیث صحیحہ سے ثابت اور مسلم الطرفین  
 ہے کہ ابو بکر صدیق نے ان لوگوں پر جہاد کیا جنہوں نے بعد آنحضرت ﷺ کے زکوٰۃ

دینی موقوف کردی تھی اور ابو بکر صدیق نے علی رؤس الاشہاد فرمایا تھا:

والله لو منعوني عناقاً كانوا يئوونها الى رسول الله ﷺ

لقا تلهم على منعها (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ فصل ثالث)

(تم ہے خدا کی اگر لوگ ایک بکری کا بچہ بھی روکیں گے جو رسول اللہ ﷺ کے وقت میں دیتے

تھے تو میں ان اس کے روکنے پر ضرور قتال کرونگا)

آیت قرآنی اور حدیث سے بھی وہ غلط ٹھہرا جو امام صاحبؒ کے خط کا یہ مضمون آپ نے نقل کیا ہے (پھر خاص ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے تھے فرائض کے احکام آئے) کیونکہ آیت و حدیث میں صاف مذکور ہے کہ کفر سے توبہ اور نماز اور زکوٰۃ تینوں کا ساتھ ہی حکم ہوا، اور بغیر تینوں کے بجالائے احکام اسلام کے کسی پر جاری نہ ہوئے، اول ہی سپارہ میں اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو ایمان بمانزل اللہ واقامت نماز و ایتاء زکوٰۃ تینوں کے ساتھ مخاطب فرمایا دیکھو پانچوں رکوع سورت بقرہ کا یہی اسرا ٹیل الذکروا۔ الآیہ۔ پس کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ فرائض کا خطاب انہیں لوگوں کو ہوا۔ علاوہ جو لوگ ایمان لائے تھے ان کو ایمان کا حکم ہوا۔ قرآن میں اس معنی کی بکثرت آیتیں موجود ہیں یا ایہا الذین آمنوا امنوا۔ الآیہ۔ یا ایہا الذین آمنوا هل ادلکم الآیہ۔ اگر ایمان کے معنی مجرد تصدیق کے ہیں تو تصدیق والوں کو پھر ایمان کا کیوں حکم ہوا۔ کیا تحصیل حاصل آپ جائز سمجھتے ہیں؟

دوسرا مضمون امام صاحبؒ کے خط کا شبلی نعمانی نے یہ نقل کیا ہے:

تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہوتے ہیں لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہوتا ہے کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے خود کہا:

شرع لكم من الدين ما وصى به نوحاً و الذی او حینا الیک و ما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیہ۔ (یعنی تمہارے لئے اسی دین کو مشروع کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جو تجھ کو وحی بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ کو کی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں متفرق نہ ہو)۔

میں کہتا ہوں کہ مضمون آیت کا تو حاصل اسی قدر ہے کہ دین قائم رکھنے اور متفرق نہ ہونے کا سبب نبیوں کو حکم ہوا، اس کو اس دعویٰ سے کیا تعلق ہے کہ اعمال داخل ایمان نہیں ہیں؟ اور ان پر اطلاق ایمان کا نہیں ہو سکتا، یا یہ کہ دین و مذہب میں سب برابر ہیں، ایمان کا تو آیت میں ذکر بھی نہیں ہے۔ البتہ دین کا لفظ ہے۔ کیا آپ نے دین کے معنی ایمان سمجھا ہے۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہوں کہ قائم رکھو دین کو۔ دوسرے قرآن مجید میں صریح ارشاد فرماتا ہے:

ان الدين عند الله الاسلام

(اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام حکم برداری کا نام ہے)

اور فقہ اکبر کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے کہ اسلام انقیاد اور امر الہی کو کہتے ہیں اور اسی کو اللہ پاک نے دین فرمایا۔ اس آیت سے امام صاحب کے دعویٰ کو کیا تعلق ہے؟

اس موقعہ میں اگر صاحب سیرۃ النعمان کہیں کہ ایمان و اسلام میں باہین طور اتحاد ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا، تو میں کہوں گا کہ اس سے کیا غرض ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے کا توام حقیقت میں داخل ہے، تو یہ بات اس کے خلاف ہے جو آپ نے لکھا ہے کہ دونوں سے کوئی حقیقت مرکب نہیں ہو سکتی، اور اگر یہ مراد ہے کہ احد ہما شرط للاً خری یعنی موقوف علیہ ہے، تو گویا صورت یہ ہوئی کہ شے بعد وجود ذاتیات کے اپنے تقویم میں شیء خارج کی محتاج ہے۔

وذا يستلزم المجعولية الذاتية و للکلام فيه سعة،

لیکن اگر ہم اس وضع نگارش کو اختیار کرتے ہیں تو اپنے انداز محدثانہ سے دور جا پڑتے ہیں۔

تیسرا مضمون امام صاحب کے خط کا شبلی نعمانی یہ نقل کرتے ہیں:

خدا نے جہاں فرائض بتائے ہیں اس موقع پر ارشاد فرماتا ہے یبین الله لکم ان تضلوا۔ اس لئے خدا نے بیان کیا کہ تم گمراہ نہ ہو۔ دوسری آیت میں ہے ان تضل احد ہما فتذکر احدہما الا خری۔ ایک گمراہ ہو تو دوسرا یاد دلا دے)

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اولاً یہ بات محض غلط ہے کہ خدا نے جہاں فرائض بمعنی اعمال بتائے ہیں اس موقع پر یہ آیتیں فرمائی ہیں۔ پہلی آیت تو سورت النساء کا آخر ہے وہاں یہ مضمون ہے کہ اللہ پاک نے وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے تاکہ تم کو حصہ بانٹنے میں گڑبڑ نہ ہو، اور کسی کو حق سے کم زیادہ نہ دے دو۔ اس آیت کو اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے کہ اعمال جزو ایمان ہیں یا نہیں؟

دوسری آیت تو گواہوں کے بارہ میں ہے کہ دومرد، یا ایک مرد اور دو عورت کو گواہ بنانا چاہیے، تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔ دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۳۹۔ مستدل نے اولاً احداہما کو احدہما بنایا، اور آخری کا ترجمہ دوسرا کیا۔ مگر یہ خیال نہیں رہا کہ تضل بہ تائے فوقانی کو یضل بہ تائے تحتانی بنا دیتے۔ فرمائیے کہ یہ تحریف نہیں تو کیا ہے؟ ان آیات سے دعویٰ مذکور پر استدلال کرنا قرآن سے ناواقفی اور نا فہمی کی دلیل ہے۔ وہ حسن ظن جو لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے اس کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ ایسے مضامین کی نسبت ان کی طرف کی جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے خط کا آخری مضمون، شبلی نعمانی نے یہ نقل کیا ہے:

میرا یہ قول ہے کہ اہل قبلہ سب مومن ہیں، اور فرائض کے ترک سے کافر نہیں ہو سکتے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے، اور جو ایمان اور اعمال دونوں کا تارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے، جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں، وہ مسلمان ضرور ہے لیکن گنہگار مسلمان ہے، خدا کو اختیار ہے کہ اس پر عذاب کرے یا معاف کر دے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اس آخر قول امام ابوحنیفہ میں جملہ: اہل قبلہ سب مومن ہیں۔، کے کیا معنی ہیں؟ اہل قبلہ کے تو یہ معنی ہیں کہ جو بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتا ہے۔ یہی ظاہر ہے اور اسی معنی کی شاہد ہے حدیث

من صلی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا

تو معنی یہ ہوئے کہ ہر نماز پڑھنے والہ مومن ہے، تو صاحب عمل نمازی پر حکم ایمان کا ہے، نہ مجرد تصدیق بالجان والے پر۔ اگر اہل قبلہ کے معنی آپ کوئی اور



بتائیں تو اس کے لئے دلیل اور قرینہ درکار ہے۔

دوسرا جملہ بھی اس آخر مضمون کا اسی معنی کا شاہد ہے، یہ قول کہ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن و جنتی ہے، اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ فرائض بجالانے والا مومن ہے۔

تیسرا جملہ امام صاحبؒ کے آخر مضمون کا یہ ہے:

جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں۔

نہ یہ کہ مطلقاً، جاہی نہیں لاتا، پھر ترک ہو جانے اور تارک ہو جانے کے معنی میں جو امتیاز ہے وہ ظاہر ہے اس کی نسبت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان ضرور ہے۔ حالانکہ بحث ایمان میں ہے، نہ اسلام میں۔

غرض امام ابوحنیفہ حاصل کلام میں اپنے خط کی ایک بات بھی خلاف محدثین کے نہ کہہ سکے، اور صاف اقرار کیا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے، اور نہ یہ کہہ سکے کہ تارک اعمال مجرد تصدیق رکھنے والا مومن ہے، اور کیوں کر کہتے، اگر ایسا ہو تو بہت سے کافر نصی مومن ٹھہریں گے۔ علمائے یہود آنحضرت ﷺ کو پیغمبر برحق یقیناً جانتے تھے، مگر ظاہری مصلحتوں سے انقیاد نہیں کرتے تھے۔ قرآن کی متعدد آیتیں اس پر شاہد ہیں:

یعر فو نہ کما یعر فون ابناء ہم - پارہ - ۲

فلما جاء ہم ما عرفوا کفروا بہ - پارہ - ۱

اگر اس موقع میں معرفت و تصدیق میں فرق نکالا جائے اور تصدیق کے معنی نسبت الصدق وغیرہ کے کہے جائیں، تو اس بناء پر تصدیق مقولہ فعل سے ٹھہرے گی، حالانکہ صاحب سیرۃ النعمان اس کو مقولہء کیف سے لکھتے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ابو سفیانؓ کی روایت ابتداء ہی میں ہے جس میں صریح مذکور ہے کہ ہر قل بادشاہ آنحضرت ﷺ کے پیغمبر برحق ہونے کا دل میں یقین رکھتا تھا، گو یا دل سے منقاد تھا، مگر دنیاوی جھگڑے اس کو انقیاد ظاہری سے مانع تھے۔ ایسے لوگوں کو امام ابوحنیفہ بھی کافر کہتے ہیں، حالانکہ اگر ایمان مجرد تصدیق بالقلب کا نام ہے تو لازم یہ ہے کہ ایسے لوگ مومن ہوں۔ صاحب سیرۃ النعمان کو اس موقع پر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ لزوم سے واقف نہ تھے

جیسا کہ انہوں نے محدثین کی نسبت بے دھڑک لکھ دیا کہ اگرچہ اکثر محدثین ایسے شخص کو کافر نہیں سمجھتے تھے لیکن یہ نہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ محدثین کا اعمال کو جزو ایمان کہنا اس طور پر ہے کہ ایمان ان کے نزدیک ایک شاخ دار چیز ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہے:

الايمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و  
ادناها اما طلة الاذی عن الطريق و الحياء شعبة من الايمان  
- متفق علیہ۔ (ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ سب سے بڑی شاخ لا اله الا الله کہنا ہے اور

سب سے چھوٹی شاخ راستہ سے تکلیف کی چیز دور کرنا ہے، اور حیا ایک شاخ ہے ایمان کی)

اور اس کا مضمون حجۃ اللہ البالغہ سے بھی ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ پس جیسے شاخوں کے کٹنے سے درخت میں نقصان آتا ہے، مگر جڑ قائم رہتی ہے، ویسا ہی اعمال کے نقصان سے ایمان میں نقصان آتا ہے مگر جڑ قائم رہتی ہے، یعنی بالکل ایمان زائل نہیں ہوتا۔

باقی رہا امام ابوحنیفہ کی طرف سے منطقی اعتراض کہ انتقائے جزء سے انتقائے کل لازم آتا ہے، جیسا کہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں (حالانکہ لزوم قطعی اور یقینی ہے) میں کہتا ہوں کہ لزوم سے آپ کی غرض اگر یہ ہے کہ جزئیات اعمال کو لازم ہے کہ انتقائے اعمال سے ایمان کل من حیث الکل نہ پایا جاوے تو مسلم ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی جزء خاص کے پائے جانے پر ترتب ثواب نہ ہو، کیونکہ یہ تقدیرات ربانی سے ہے اللہ پاک پر یہ لازم نہیں کہ صرف کسی ایک جزء کے پائے جانے پر بغیر پائے جانے والے جمیع اجزاء ایمان کے ترتب ثواب کو بقدر اس جزء کے مقدر نہ فرمائے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ ایسی ذریعہ سی بات وہ مشکل معلوم ہوئی کہ ظاہر نصوص سے اعراض کیا گیا، اور تاویلوں کی کوئی حد نہ رکھی۔ باوجود اعتراف نکتہ شناسی امام ابوحنیفہؒ کی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرنا، محض خلاف عقل ہے۔ تعجب ہے کہ صاحب سیرۃ النعمان ایسی تقریریں امام ابوحنیفہؒ کی مزید مبالغہ مدح و ثنا کے ساتھ کیوں کر نقل کرتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے اعمال کے خارج از ایمان ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کی بہت

بڑی دلیل یہ نقل کی ہے کہ قرآن میں ایمان اور عمل بسبیل عطف آئے ہیں۔  
 میں کہتا ہوں کہ کیوں جناب درود ماثورہ میں بروایت ابو داؤد جواز واجبہ و  
 ذریعہ و اہل بیت بسبیل عطف وارد ہے، تو کیا امام صاحب کے نزدیک اہل بیت نبی ﷺ  
 ذریت نبی ﷺ میں داخل نہیں۔ بھلا یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اہل بیت ذریت نہ تھے، یا  
 ازواج اہل بیت نہ تھیں۔ اور سورۃ العصر میں جو عملوا الصالحات و تواصوا  
 بالحق و تواصوا بالصبر اللہ پاک نے بسبیل عطف فرمایا ہے تو کیا امام  
 صاحب کے نزدیک تواصی بالحق و تواصی بالصبر اعمال صالحہ میں محدود  
 نہیں ہے، یا تواصی بالصبر پر تواصی بالحق کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔  
 دوسری دلیل شبلی نعمانی اپنے زعم میں نہایت پختہ اور قوی یہ فرماتے ہیں:  
 من یؤمن بالله فیعمل صالحاً میں حرف تعقیب آیا ہے جس  
 سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

میں (عبد العزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن میں کہاں ملتی ہے؟  
 مضمون تراشی کرتے کرتے صاحب سیرۃ العثمان کا ذہن قرآن کی آیت بھی بنانے لگا۔  
 اس جرأت کا کچھ ٹھکانا ہے، قرآن جو ہر فرد بشر کو میسر ہے لاکھوں حفاظ موجود ہیں،  
 اس کا حوالہ غلط دینے میں جب صاحب سیرۃ العثمان کو کچھ باک نہ ہوا تو ایسے بے  
 باک شخص کی کسی سند و حوالہ کا کیوں کر اعتبار ہو سکتا ہے۔ یہ بھی خیال کرنے کی بات  
 ہے کہ نعمانی لوگ نصرت مذہب کے لئے قرآن کی آیت بھی اپنی طرف سے بنا لینی کو  
 ئی بڑی بات نہیں سمجھتے۔ علاوہ، اگر یہ سچ بھی ہوتا تو صاحب سیرۃ العثمان (جن کو اپنی  
 عربیت کا دعویٰ ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: بادیہ پیائے عرب بودہ ام) سے پوچھنا چاہیے کہ فا کا  
 تعقیب ہی میں انحصار کہاں ثابت ہے۔ فاز لهما الشیطان عنها فا خر جہما  
 مما کا نا فیہ اور تو ضاً فغسل و جہہ وغیرہ میں آپ تعقیب ثابت کریں۔  
 دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ الایمان لایزید و لاینقص یعنی ایمان کم و بیش  
 نہیں ہو سکتا۔ اس مسئلہ میں صاحب سیرۃ العثمان نے موافق مذہب محدثین اقرار کیا  
 ہے کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔ متعدد آیتوں سے اس کا صراحتاً ثابت ہونا مانا ہے۔  
 چنانچہ بعد نقل بعض آیتوں کے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں نص صریحی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ

کا قول: ایمان کم و بیش نہیں ہو سکتا، کے دوسرے معنی آپ بتاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے قول کا مطلب نہ صرف محدثین اور شافعیہ نے بلکہ خود احناف نے بھی نہیں سمجھا۔

میں کہتا ہوں کہ نہایت غنیمت بات ہے کہ بارہ سو برس کے بعد آپ نے غلطی کا تدارک کیا۔ علمائے محدثین و شافعیہ تو درکنار خود حنفی مذہب کے علماء بھی امام صاحبؒ کے قول کا مطلب غلط سمجھے ہوئے تھے، آپ نے ٹھیک مطلب نکالا ہے، مگر جب بن جائے۔ شبلی نے یہاں پر اولاً مذہب محدثین کا اس مسئلہ میں یہ نقل کیا ہے کہ ایمان بلحاظ مقدار کے زیادہ کم ہوتا ہے، اور اس پر قسطلانی کی عبارت شہادت میں لکھی ہے۔ محدثین کا مذہب اس بارہ میں تو مسئلہ اول کے بیان میں مذکور ہو چکا مگر اس قدر لکھنا اس جگہ بے موقعہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبارت قسطلانی کا مطلب شبلی نعمانی نے غلط سمجھا۔ اس عبارت کا ترجمہ خود آپ یہ کرتے ہیں:

ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے سے گھٹ جاتا ہے۔

اس عبارت کا یہ مطلب کیوں کر ہوا کہ اعمال چونکہ جزو ایمان ہیں اس واسطے ان کی زیادتی سے اجزاء ایمان کی زیادتی ہے اور ان کے کم ہونے سے اجزاء ایمان کے کم ہو جاتے ہیں کیونکہ اس عبارت میں بائے سیدہ ہے اور سبب شے کے لئے ضرور نہیں کہ داخل شے ہو۔

دوسرے اس عبارت میں یہ مضمون بھی ہے کہ گناہ کے سبب سے ایمان گھٹ جاتا ہے اور گناہ ترک اعمال میں منحصر نہیں ہے۔ کیا ارتکاب منکرات گناہ نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کا مطلب خلاف سابقین کے یہ فرمایا ہے:

امام صاحبؒ کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ایمان بلحاظ کیفیت شدت وضعف کے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ایمان مقدار کے اعتبار سے کم و بیش نہیں ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ اس بات کی فرع ہے کہ اعمال جزء ایمان نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ بات تو آپ نے بہت عمدہ بنائی ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ خود امام صاحبؒ کے خط کا مضمون جو آپ ہی نے لکھا ہے آپ کے مطلب کے خلاف ہے۔ صفحہ ۱۲۶ میں آپ امام صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں۔

عمل اور تصدیق کو دو جدا گانہ چیز فرما کر امام صاحبؒ یہ لکھتے ہیں تصدیق میں سب مسلمان برابر ہیں۔ پس امام صاحبؒ کے نزدیک قطع نظر عمل کے نفس تصدیق میں مساوات ہے اور تصدیق اسی اذعان اور یقین کا نام ہے جس کو آپ مقولہء کیف سے مان چکے ہیں۔ آپ ہی کی عبارت مثبتہ منقولہ سے آپ کا مطلب (جو آپ نے امام ابوحنیفہ کا قول بنایا تھا) غلط ٹھہرا۔ تعجب ہے کہ آپ خود اپنی کتاب کے مفاد پر مطلع نہ ہوئے، اور حافظ خطیبؒ بغدادی جیسے شخص کی نسبت بے باکانہ ایسے کلمات لکھ دیئے:

خطیب بغدادیؒ نے صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے اور یہ نہ سمجھے کہ امام صاحبؒ کا دعویٰ کیا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے امام صاحب کا مطلب کیوں کر اور کہاں سے سمجھا؟ ذرا اس کو تو بتائیے۔ علاوہ کسی کلام کا مطلب تمام دنیا کے علماء کے سمجھ میں نہ آنا، یہ کلام اور متکلم کا نقصان نہیں، تو کیا ہے؟ پھر آپ کا یہ بھی اقرار ہے کہ:

اس قسم کے تمام مسائل میں امام صاحب اپنی خاص رائیں رکھتے تھے۔ (سیرۃ العمان - ص ۱۳۰)

یہ صریح اقرار ہے اس بات کا کہ امام صاحب کے مسائل مذہب ماثور صحابہ و تابعین کے خلاف تھے ورنہ مسائل میں خاص رائے رکھنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

## نوٹ نمبر ۵

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت تفسیر مظہری سے نقل کرنا مناسب معلوم ہے۔ تفسیر مظہری میں تحت آیت کریمہ

ان یشاء یدھبکم ایھا الناس ویأت بآخرین (النساء: ۱۳۳)

لکھا ہے

سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک حضرت سلمان کی پشت پر مار کر فرمایا یقیناً وہ لوگ اس کی قوم والے ہوں۔ اس حدیث کی روشنی میں اس کا مفہوم ویسا ہی ہوگا جیسے آیت ان تتولوا یتسبدل قوماً غیر کم کا۔ الخ

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کا بیان منقول ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آیت و آخرین منهم لما یلحقوا بہم اتری تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں حضور ﷺ نے دست مبارک حضرت سلمان پر رکھ کر فرمایا کہ ایمان ثریا پر بھی ہوگا یعنی زمین پر ایمان کا کہیں وجود نہیں رہے گا (تب بھی کچھ لوگ ان کی قوم) میں کے ایمان کو حاصل کر لیں گے۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آیت و ان تتولوا یتسبدل قوماً خیر کم ثم لا یكونوا امثالکم (اگر تم منہ پھیر لو گے تو اللہ تمہارے علاوہ کچھ اور لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ لوگ تم جیسے) کا فریاد اعمال (نہ ہوں گے تلاوت فرمائی)۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے دست مبارک سلمان (فارسی) کی ران پر مار کر فرمایا اور اس کی قوم والے اگر دین ثریا پر بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو پالیں گے۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ ہی کی روایت سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عجیبوں کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا میں ان پر یا (فرمایا) ان میں سے بعض پر تم سے یا (فرمایا) تمہارے بعض لوگوں سے زیادہ اعتماد رکھتا ہوں۔

ان روایات کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

لعلّ فی هذه الاحادیث اشارة الی مشائخ ماوراء النہر بہاء الدین نقش بند و امثاله فان هتولاء الکرام من الاعاجم و

طناً و ان كان اكثرهم من آل النبى و اصحابه نسباً قد  
احيوا سنة النبى بعد ما اميتت و ما رضوا بالبدعة وان كانت  
حسنة و نعمه ما قال الجامى

سکہ کہ در یثرب و بطحا زوند نوبت آخر بہ بخارا زوند

و ايضاً على علماء ماوراء النهر مثل ابى عبد الله  
البخارى امثاله من المحدثين و الفقهاء و الله اعلم -

(ترجمہ: میں کہتا ہوں شائد ان احادیث میں حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی اور آپ جیسے  
دوسرے مشائخ ماوراء النہر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بزرگ اگر چہ عجمی النسل نہ تھے مگر وطنیت کے  
اعتبار سے عجمی تھے اکثر حضرات رسول اللہ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام کی نسل سے تھے انہوں نے  
ہی رسول اللہ ﷺ کی مردہ سنت کو زندہ کیا اور کبھی بدعت سیدہ ہو یا حسنہ پسند نہیں کیا۔ مولانا جامی  
نے کیا خوب کہا ہے

سکہ کہ در یثرب و بطحا زوند  
نوبت آخر بہ بخارا زوند

جو سکہ مکہ مدینہ میں چلا وہ دوسری بار بخارا میں چلا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماوراء النہر کے محدثین کرام اور فقہاء عظام کی طرف اشارہ ہو جیسے امام ابو  
عبداللہ بخاری وغیرہ۔

(تفسیر مظہری جلد ۳ - ص ۱۹۹ - ترجمہ و تشریح: سید عبدالدائم جلالی - دارالاشاعت اردو بازار  
کراچی ۱۹۹۹ء، ہدایۃ المعتمدی مصنفہ عبدالعزیز رحیم آبادی)

(بخاری شریف کی جس روایت کی طرف اوپر اشارہ ہوا ہے، یوں ہے: بہا:

حد ثنا عبد العزيز بن عبد الله: حد ثنى سليمان بن بلال عن ثور عن ابى  
الغيث عن ابى هريرة قال :

كنا جلوساً عند النبى ﷺ فأنزلت عليه سورة الجمعة :

و آخرين منهم لَمَّا يلحقوا بهم ،

قال: قلت : من هم يا رسول الله -

فلم يراجعه حتى سأل ثلاثاً و فينا سلمان الفارسى ، و ضع رسول الله

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يده على سلمان ، ثم قال : لو كان الايمان عند الثريا لنالها رجال  
اور رجل من هؤلاء (صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۹۷)

حد ثنا عبد الله بن عبد الوهاب حد ثنا عبد العزيز :

اخبرني ثور عن ابي المغيث عن ابي هريرة عن النبي ﷺ : لئلا له رجال  
من هؤلاء . (صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۴۹۸)

## مخ الباری سے نوٹ

کتاب مستطاب دراسات اللیب، مضمون اتباع سنت میں تصنیف ہے  
مصنف اس کا علامہ محمد معین ابن محمد امین سنی المعتقد حنفی المذہب ہے شاہد اس پر خود یہی  
کتاب ہے جو اس کو اول سے آخر تک دیکھے اس کی صداقت معلوم کرے جب یہ  
کتاب چھپ کر شائع ہوئی اور اہل بدعت کی اس سے قلعی کھلی اور ان پر یہ سخت بلا نازل  
ہوئی نہ اس کو قبول کر سکیں کیونکہ حق بات کو قبول کرنا اور اپنی رہبانیت کا چھوڑنا ان پر  
موت سے زیادہ ہے، اور نہ اس کا جواب لکھ سکیں کیونکہ حق کے مقابلہ میں کیا کوئی کہہ  
سکتا ہے فماذا بعد الحق الا الضلال تو انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ اس کتاب کو  
بدنام کیجئے اور عوام الناس میں غلط مشہور کر دیجئے پس یہ بات مشہور کر دی کہ یہ کتاب  
کسی رافضی کی تصنیف ہے اس میں دوازدہ امام کا لفظ مصنف نے لکھا ہے اور اہل بیت  
نبوی کو ظاہر پاک معصوم کہا ہے اور ایسے ہی کئی ایک اعتراض مشہور کئے۔

پس مولانا اولینا عبد اللہ عرف مولوی غلام رسول قلعہ والے نے ایک مختصر  
تحریر میں ان سب اعتراضوں کے جوابات مدلل لکھے اور تمام بول چال اس کتاب کے  
اہل سنت کی کتابوں کے موافق کر دکھائے اس دن سے ان کا منہ بند ہوا اور چرچا  
موقوف ہوا۔ وہ تحریر جناب ممدوح کی اس عاجز کے پاس موجود ہے جس صاحب کو اس  
کے مطالعہ کا شوق ہو وہ بلا تکلف طلب فرمائیں اور یہ عاجز اس مقام میں ان تہمتوں اور  
بدگمانیوں کے جواب میں سنی المعتقد حنفی المذہب ہونا صاحب دراسات کا خود اس کی  
کتاب سے ثابت کر دیتا ہے۔ اس کے ضمن میں یہ بھی واضح ہوگا کہ معصوم ہونا اہل  
بیت کا صاحب دراسات کے اعتقاد میں بمعنی محفوظ ہونے کے ہے نہ ان معنوں سے



کہ ان سے خطا کا صادر ہونا محال ہے جیسا کہ شیعہ کا اعتقاد ہے۔

قال رحمه الله في اواخر الدراسة الخامسة من ذلك الكتاب وما يجب ان انبّه عليه ان هذا الكلام في عصمة الانبياء جرينا فيها جري الشيخ الاكبر قدس سره فيها في المهدي من حيث ان مقصودنا منه ان قوله صلى الله عليه وسلم فيه يقفوا اثرى لا يخطاء لما دل عند الشيخ على عصمته فحديث الثقلين يدل على عصمة الائمة الطاهرين بما مرتببانه ولست اعقد الا تامل على ان العصمة الثابتة في الانبياء عليهم الصلوة والسلام يوجد في غيرهم وانما اعتقد في اهل الولاية قاطبة العصمة بمعنى الحفظ وعدم صدور الذنب لا استحالة صدورهم والائمة الطاهرين اقدم من الكل في ذلك وبذلك يطلق عليهم الائمة المعصومون فمن رمانى من هذا البحث بالتابع مذهب غير السنة مما يعلم الله سبحانه براءته منه فعليه اثم فرية والله خصيمه وكيف لاخاف من هذا الكلام وقد خاف شيخ ارباب السير في السيرة الشاميّه من الكلام على طرق حديث رد الشمس بدعائه صلى الله عليه وسلم لصلوة على وتوثيق رجالها ان يرمى بالتشيع حيث رأى الحافظ الحسكاني في ذلك سلفاً الى آخر ما نقله من كلام صاحب السيرة الشاميّه.

ترجمہ: اور ایک بات واجب التنبیہ یہ ہے کہ جو میں نے عصمت آئمہ میں کلام کیا اس میں نے شیخ اکبر کی چال چلی ہے کیونکہ مقصود میرا اس کلام سے یہ ہے کہ جب کہ شیخ اکبر کے نزدیک یہ حدیث امام مہدی کے باب میں يقفوا اثرى لا يخطأ دلالت کرتی ہے مہدی کی عصمت پر تو حدیث ثقلین کی یعنی جس میں یہ ارشاد ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں کہ وہ آپس میں جدا نہ ہوں گے ایک کتاب اللہ دوسرے میرے اہل بیت الحدیث۔ یہ دلالت کرتی ہے عصمت پر اہل بیت

کی جیسا کہ بیان اس کا گزر چکا ہے اور میں یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ جو عصمت انبیاء میں پائی جاتی ہے وہ اوروں میں بھی ہے بلکہ مجھ کو تمام اولیاء کی جناب میں اس معنی کر عصمت کا اعتقاد ہے کہ ان کو اللہ خطا سے بچا لیتا ہے نہ اس معنی کر کہ ان سے خطا کا صادر ہونا محال ہے اس معنی اول میں اہل بیت تمام اولیاء سے مقدم ہیں اسی واسطے ان کو آمنہ معصومین بولا جاتا ہے۔ پس جو کوئی اس گفتگو کے سبب سے مجھے اتباع مذہب غیر سنت و جماعت کی تہمت کرے جس سے بری ہونا میرا اللہ کو معلوم ہے تو گناہ اس کی تہمت کا اسی پر پڑے اور اللہ جل شانہ اس سے سمجھے اور میں کیونکر اس اتہام سے خوف نہ کروں جس حالت میں ارباب سیرت کے بزرگ نے کتاب سیرۃ شامی میں بسبب اپنے کلام کرنے کے بیچ سندوں اور حدیث کے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی نماز کے واسطے آفتاب کو دعا سے پھر وادیا، یہ خوف کیا ہے کہ مجھے کوئی شیعہ ہونے کی تہمت نہ لگا دے کیونکہ پہلے امام حکا ئی پر بسبب اس کے کلام کرنے کے بیچ طرق اس حدیث کے ذہبی نے تہمت تشیح کی لگا دی تھی آخر تک اس کلام سے جو صاحب دراسات نے سیرت شامی سے بعینہ نقل کیا ہے۔

وقال في الدراسة الثانية عشر من ذلك الكتاب الدراسة الثانية عشر في ايداء حسن الطوية الى الامام الاجل ابى حنيفه رحمه الله تعالى ولزوم التادب به وبمذهبه والذب عنه ورد ما قيل فيه اعلم عصمك الله تعالى عن ريب نبتك واحسن في المومنين ظنونك اني بتصنيفي هذا الكتاب كدت ان يرميني من لاعلم عنده ولا معرفة بسوء العقيدة الى الامام ابى حنيفه لظنه اني تركت مذهبه ولرجل لا يترك مذهبا الا سخطة لرأى صاحبه وروية الفضل لما يصير اليه وتعضية في ذلك ما ذكرت فيه من جسارات الحنفية على خلاف الاحاديث الصحيحة وهو ظن فاسد واعتقاد كاسد

فانی ترکت مذہبہ الا فیما خالف الحدیث الصحیح و لم یظهر علیّ جواب المذہب عن ذلک و هذا عمل بمذہبہ حیث او صی علی ما وصل الینا با لسند الصحیح منه ان الحدیث اذا خالف به رأى احد فلیاخذ بالحدیث و العمل بوصیة لا یسمى ترکا لمذہبہ مع ان من ترک مذہباً بقوة دلیل غیرہ لاسخطة و لا ازدراء بالمتروک بل مع تجویز ان لصاحب المذہب عن هذا دلیل جواباً لا یكون ترکہ هذا مذموماً كما عرفت اول الكتاب و جساتة الحنفیة لا ینسب الی امامہم و من الجهل الشنیع انتساب اقوال التابعین الی المتبوعین کما تقدم بیانه و خوف الطعن هذا دعائی الی انعقاد هذه الدراسة فی هذه الترجمة لتكون شهادة صادقة علی کذب الطاعن فی عین الكتاب و ان ادرى انّ من الناس من لا ینفعه الا شق القلب قد قال صلی اللہ علیہ وسلم هلا شققت قلبه و الله یعلم منی انی فی کل ما ظهر به فی هذه الدراسة من حالی صادق انشاء الله رزقنی الله سبحانه الکیونونه التی امر بها فی الكتاب المجید و قال یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین و هم العارفون بالله سبحانه و اهل الحدیث الملتزمون بصدق اللهجة و هو اصل صنعتهم و مدار حرفتهم لا زالت معمرة لما خربت من انبیة السنة ثم انی لا اشتغل بذکر مناقبه الجمّة التی ملات الآفاق و اقر بها اهل الخلاف و الوفاق و دونت فیها الاسفار و تغمیت بذکرها الامصار و الا قطار فان ما اهمنی ههنا هو ما انا علیه من التادب بحضرة هذا الامام الباذع ..

ترجمہ: دراسہ بارہویں میں بیان انظہار خوش اعتقادی کے بیچ جناب امام بزرگ ابوحنیفہؒ اور لازم پکڑنے ادب کے آپ کے مذہب سے اور رفع اور

رد میں ان باتوں کے جو ان کی شان میں لوگوں نے کبھی ہیں۔ جان تجھے اللہ بچا وے حوادث زمانہ سے اور بہتر کرے تیرے ظن کو مومنوں کے حق میں کہ میں بسبب تصنیف اس کتاب کے بعید نہیں کہ متہم ہو جاؤں بے علموں کے نزدیک باہتمام بداعتقاد دی کے جناب میں امام ابوحنیفہؒ کے کیونکہ یہ لوگ خیال کریں گے کہ میں نے آپ کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور کوئی شخص کسی کا مذہب بدون اس کے کہ اس کو برا جانے اور دوسرے مذہب کو بہتر سمجھ لے کبھی نہیں چھوڑتا اور ان کے اس خیال کو مضبوط کر دے گا ذکر کرنا میرا اس کتاب میں حنیفوں کی دلیریوں کو برخلاف احادیث صحیحہ کے سو یہ ظن ان کا فاسد اور خیال ان کا جھوٹا ہے اس لئے کہ میں نے ان کا مذہب نہیں چھوڑا بجز اس مسئلہ کے جس میں حدیث کا خلاف ہے اور مجھے اپنے مذہب کی طرف سے جواب شافی معلوم نہیں ہو اسو یہ عین تابعداری ان کے مذہب کی ہے کیونکہ سند صحیح سے ان کی وصیت مجھ کو پہنچ چکی ہے کہ جب حدیث صحیح کسی کی رائے کے برخلاف معلوم ہو تو عمل حدیث پر چاہیے سو اس وصیت پر عمل کرنے کو ترک مذہب نہیں کہا جاتا اور ترک مذہب بھی اگر قوت دلیل کی نظر سے ہونہ رنج اور استخفاف سے، برا نہیں گنا جاتا۔ رہا ذکر کرنا ہمارا حنیفوں کی دلیریوں کو سو وہ امام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا اور بڑی جہالت کی بات ہے کہ تابعداروں کے قول کو کوئی امام کی طرف نسبت کرے۔ سو اسی خوف نے مجھے اس دراسہ کے لکھنے پر آمادہ کیا تا کہ خود اسی کتاب میں یہ دراسہ میری شہادت ادا کر دے اور کذب اس بہتانی کا ثابت کر دے اگرچہ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ بعض لوگوں کو بجز اس کے کہ دل کو چیر کر دیکھ لیں اس شہادت سے کچھ نفع نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جو کچھ میں اس دراسہ میں بیان کرتا ہوں سب سچ اور میرے حال کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان راست گوؤں میں کرے جن کے ساتھ ہونے کا کو نوا مع الصادقین میں ارشاد ہے۔ وہ کون ہیں عرفانی حقانی اور اہل حدیث لازم پکڑنے والے سچے سخنوں کو پس میں یہاں پر وہ مناقب امام ابوحنیفہؒ کے جو تمام عالم میں

پھر رہے ہیں اور مخالف و موافق ان کے اقراری ہیں اور کتابوں میں جمع ہیں اور سب شہروں اور گاؤں میں ان کا نغمہ ہو رہا ہے ذکر نہیں کرتا بلکہ میں اپنا ادب ان کی جناب میں ظاہر کرتا ہوں۔ الخ۔

اس تمہید کے بعد صاحب دراسات نے وہ مسائل بیان کئے ہیں جن میں بلا دلیل محض بنا بر حسن ظن صاحب دراسات نے امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اختیار کر رکھی ہے پھر وہ مسائل بیان کئے جن میں ابوحنیفہؒ اور اماموں سے دلیل کی راہ سے غالب ہیں، پھر ان اعتراضات کو جو لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر کئے ہیں نقل کر کے حتی الوسع کمال ارادت اور حمایت سے ان کے جوابات دیئے ہیں اگرچہ وہ جوابات موجب اسکا ت خصم نہیں لیکن ان سے ارادت اور اعتقاد صاحب دراسات کا جناب میں امام ابوحنیفہ کی صاف ثابت ہوتا ہے طالب شائق اصل کتاب کا مطالعہ کرے تو اس پر سنی حنفی ہونا صاحب کتاب کا واضح ہو جاوے اور کذب و بہتان ان بدعتیوں کا جو اس کتاب کو بدنام کرتے ہیں کھل جائے۔  
تمت بالخیر۔

ابوسعید محمد حسین بٹالوی

## اعلان دافع ہدیان

بعد حمد و صلوة کے مسلمانوں پر مخفی نہ رہے کہ اس اخیر زمانہ میں بسبب افشائے جہل اور ارتفاع علم کے عجب تخریب دین پر بعض لوگوں نے کمر باندھی ہے کہ جو ان کے جی میں آتا ہے اس کا نام دین رکھ کر بے خبر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور انجام آخرت اور وبال اضلال خلق خدا سے ہرگز نہیں ڈرتے اور ان میں سے بعضے مخرب دین تو ایسے ہیں کہ ان کی تخریب اکثر لوگوں پر کھل گئی ہے اس لئے ان کو غیر پابند شریعت جان کر ان کی تخریبات سے کم وہ لوگ ہیں جو بہکتے ہیں اور ان کی تخریب

دین سے اقل قلیل مسلمان ناواقف ہیں ورنہ ان کا حال و حال بیشتر مسلمان بھائیوں پر اظہر من الشمس ہے اور بعض ایسے ہیں کہ بظاہر ملانہ روش اور حنفیانہ مشرب لوگوں میں مشہور ہیں اور اپنے دل کی سائی ہوئی بات کے شیوع میں آیت اور حدیث اور اقوال سلف علی العموم اور اقوال مشائخ اور اکابر حنفیہ علی الخصوص سب کو پس پشت ڈالتے ہیں اور حنفی لوگ پھر اون کو موید مذہب جانتے ہیں مثلاً محمد شاہ پنجابی کہ اپنی ہر تحریر میں اپنے آپ کو حنفی مشرب ظاہر کرتا ہے اور مخالفت حنفیت سے قطع نظر سرقہ فی الروایت اس کا عام ادنیٰ سا ایک ایسا وطیرہ ہے کہ کوئی تالیف اس کی اوس سے خالی نہیں۔ جس صاحب کا جی چاہے اوس کی تالیفات میں سے کوئی کتاب اس فعل شنیع سے خالی بتا دے اسی وجہ سے جو کوئی تالیف وہ نئی کرتا ہے بحکم کل جدید لذیذ، چندے وہ لوگوں میں متداول رہتی ہے، پھر سوائے چند ناشناس حق کے موافق اور مخالف سب کے نزدیک کس پیرس ہو جاتی ہے اور اگر اس سرقہ روایت سے باز آ کر جہاں کہیں تفریباً یا استینافاً خود کچھ کہتا ہے وہ ایسا ہڈیان ہوتا ہے کہ باجماع کلام سابق و لاحق خود اس میں اس کا رد ہوتا ہے اور کسی کو رد و ابطال کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ اب کے پھر اوس نے ان دنوں میں ایک رسالہ آئین بالجہر کی ممانعت کا لکھ کر چھپوایا ہے اور عنقریب اوس کو شائع کرنے والا ہے۔ کل تھوڑی دیر کے واسطے ایک صاحب نے اوس رسالہ کے چند اوراق راقم الحروف کو دکھائے۔ چونکہ اوس کی عادت قدیمہ یعنی نقل روایت کی جگہ سرقہ اور توجیہ درایت کی جگہ ہڈیان مجنونانہ اوس میں بھی موجود تھے نظر براں راقم الحروف کو خیال آیا کہ بعد شیوع تو یہ رسالہ بھی از خود اس کی اور تالیفات کی طرح ارباب فہم کے نزدیک ساقط الاعتبار ہونے والا ہے مگر بحکم الدین النصیحة پیش از شیوع اگر اوس کی اس عادت قدیمہ کے دونوں جزو (یعنی نقل روایت میں سرقہ اور توجیہ درایت کی جگہ ہڈیان) اس چھوٹے سے رسالہ میں بھی بطور نمونہ از خوار، انجان مسلمانوں کو بتا دیئے جاویں تو یہ خامہ فرسائی خالی از اجر نہ ہوگی اور اوس کی اس عادت قدیمہ کے دونوں جز جتانے میں بالفعل اختصار اس وجہ سے ہوا کہ طول دینے میں درنگ ہوگی اور درنگ میں وہ رسالہ شائع ہو کر خود زبان حال سے ارباب فہم پر امر ما نحن فیہ کو واضح کر دیگا اور راقم الحروف کا یہ موقع اجر ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اب غالب تو یہی ہے کہ بحکم العاقل تکفیہ

الإشارة، اس مختصر سی مقدار ماذکر اوس کے اور تمام تالیفات میں امر ماخون فیہ کو عقلاء پر ہادی بن کروا صیح کردے اور اگر کسی کو اشارۃً یا حکائیۃً اوس کی کسی تالیف میں امر ماخون فیہ کی نسبت کلام رہے تو برائے خدا وہ شخص اوس اشارت اور حکایت کو راقم الحروف تک پہنچا دے کیونکہ اور اہل علم گو اس کی تالیفات سراپا مملوۃ ابطال فی نفسہا کی تنبیہ ابطال کو تفسیح اوقات جانتے ہیں مگر چونکہ راقم اون اہل علم میں سے نہیں کہ اس قیل وقال میں پڑنے سے خارق اجماع کہلاوے اس لئے بشرط اس کے کہ بعد دادیدان سطور کے کسی صاحب کو اوس کی کسی تالیف میں بہ نسبت ثبوت امر ماخون فیہ کے کلام رہے میں اوس کو منتہی تک پہنچانا اس باعث اجر کا تمہ جانتا ہوں لہذا پیام ماسبق ناظرین کی خدمت میں عرض کر کے اصل مقصد اب شروع کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ اوس مخرب دین نے شروع اس رسالہ کا اوس درایت سراپا غباوت سے کیا ہے کہ مقلد اوس کا ہرگز مجاز نہیں ہے چنانچہ کہا ہے:

لا بد ہے ملاحظہ کرنا قاعدہ کلیہ کا ہر مسئلہ دین میں۔

حالانکہ یہ شان مجتہد کی ہے۔ نہ مقلد کی۔ خیر اس سے قطع نظر وہ جو اس نے

قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ:

قرآن شریف خواہ خاص ہو یا عام اصل مقدم ہے اخذ احکام دین میں

حدیث شریف پر۔

اور اوس کی دو وجہ بیان کی ہیں اور پھر اس قاعدہ کلیہ کی دونوں وجہوں پر

تفریح کر کے یہ کہا ہے کہ:

پس ثابت ہوا ان دونوں وجہوں سے قاعدہ کلیہ کہ قرآن شریف اصل

مقدم ہے اخذ احکام دین میں حدیث شریف سے بایں طور کہ حدیث

شریف کی طرف اوس وقت رجوع کیا جاوے اخذ احکام دین میں کہ قرآن

شریف میں وہ حکم نہ پایا جاوے اور جو حدیث کہ موافق قرآن شریف کہو

گی وہ حدیث مرتج ہوگی اور جو حدیث صحیح ہو یا حسن مخالف قرآن کے ہو تو

اوس حدیث کی تاویل کر کے موافق قرآن شریف کے عمل کیا، والا وہ

حدیث متروک العمل کی جائے جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہے اتنی کلامہ پھر بطور تفریح ثانی کے کہا ہے:

پس جب کہ معلوم ہوا قاعدہ کلیہ مذکورہ، تو اب جاننا چاہیے کہ آئین مذہب حنفی میں مسنون ہے انشاء اوس کا اور مکروہ ہے جہر اور رفع صوت اوس کا جیسا کہ عنقریب آتا ہے بیان اوس کا۔ الخ

اگرچہ اوس کی دونوں وجہ میں کلام ہے اور یہاں بہت، سو اس کے کلام طویل ہے لیکن اور کلام سے قطع نظر کر کے عرض ہے کہ اس کے اس کلام میں راقم کا امر مانحن فیہ اول تو یوں موجود ہے کہ اسی رسالہ کے اخیر میں ایک جمعہ کی نماز کے متعلق جو اس نے تحریر ملحق کی ہے اوس میں اس قاعدہ کلیہ کو خود نیست و نابود کر دیا ہے کیونکہ وہاں آیت یا ایہا الذین آمنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة .. الا یہ، پر آثار شرائط جمعہ کو مقدم رکھ کر ہریان سرائی کی ہے ورنہ قاعدہ کلیہ اوس کا یہ چاہتا تھا کہ اخذ حکم جمعہ میں قرآن مقدم رہتا اور قرآن میں یہ حکم ہوتے ہوئے اون آثار کی طرف رجوع نہ ہوتا اور وہ یا ماؤل یا متروک ٹھہرتے۔

دوسرے یہ کہ اوس کا یہ قاعدہ کلیہ باتفاق جمہور اہل اسلام خود اسی کے بیان سے ہذیان محض ہے کیونکہ اوس نے شرائط جمعہ کی اسی رسالہ میں یوں کہا ہے:

شرائط جمعہ جو ثابت ہیں احادیث رسول اللہ ﷺ سے اور مجمع علیہ ہیں اجماع یا قول ہیں جمہور اہل اسلام کا وہی شرائط ہیں مذہب حنفی میں بلکہ اصل ہر واحد ان شرائط کا متفق علیہ ہے آئمہ اربعہ کا وہ شرائط دس ہیں۔ الخ

حالانکہ یہ اوس کا قاعدہ کلیہ چاہتا تھا کہ جو بلا شرط جمعہ قرآن شریف میں وارد ہے وہی معمول بہا ہو اور سب کچھ ماؤل یا متروک ٹھہرے۔

تیسرے یہ کہ بالخصوص موافق قول امام ابی حنیفہ کے اوس کا یہ قاعدہ کلیہ



ہدیان ہے، کس لئے کہ یہاں تو اس نے یہ قاعدہ باندھا ہے اور اپنے رسالہ قول سدید میں یہ کہا ہے:

حاصله ان المال فى الحكم الثابت بالنص و القياس و احد  
و هو ثبوت الحكم بالنص لان المجتهد مظهر الحكم بوا سطة  
العلة لا مثبة لان الحاكم هو الله تعالى و حده با لا جماع -

اب اوس کا یہ قول مع اوس کے قاعدہ کلیہ مذکور کے یہ چاہتا ہے کہ جس مسئلہ قیاسی کا استنباط قرآن سے ہو وہ مثل نص قرآنی کے حدیث پر مقدم ہے اور حدیث اس کے مقابلہ میں ماوٰل یا متروک ہے حالانکہ امام صاحب علی العموم اپنے سب اقوال کی نسبت خواہ اون کا استنباط قرآن سے ہو خواہ حدیث سے یہ فرماتے ہیں کہ

اتركوا قولى بخبر الرسول

چوتھے یہ کہ مذہب حنفی کے اصول کی کتابیں اوس کے اس ہدیان کو رد کرتی ہیں کیونکہ عامہ کتب اصول حنفیہ میں قیاس مجتہد کو دلیل رابع گنا ہے، اور اوس کا یہ ہدیان اوس قیاس مجتہد کا منجملہ دلیل اول ہونا چاہتا ہے جس کا محل استنباط قرآن ہو کما مرّ تقریرہ

پانچویں یہ کہ بیشتر فروع مسائل حنفیہ اوس کے اس ہدیان کے مجمل ہیں۔ اول مسئلہ یہ کہ کتب فقہ حنفی میں لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور قرآن میں لونڈی اور حراہ مطلق عورت کے لئے مدت علت کہ ثلاثہ قروء وارد ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ مزنہ کی ماں کو زانی پر حرام لکھا ہے اور قرآن میں ا حل لکم ما وراہ ذالکم وارد ہے

تیسرا مسئلہ یہ کہ تقدیر مہر میں دس درہم لکھے ہیں اور قرآن مجید میں مطلق مال

وارد ہے۔

اور سو اس کے اور مسائل اس قسم کے یہ چاہتے ہیں کہ اس کا یہ قاعدہ ہدیان ہے ورنہ ان مسائل کے ماخذ ماؤل اور متروک ٹھہرتے اور قدر مذکورہ قرآن معمول بہا ہوتی اگرچہ بحکم اذا تعارضا تساقطا اور بحکم بناء فاسد بر فاسد ہے، قدر مذکور سے ہی جو کچھ اس نے اول سے آخر تک لکھا ہے مع تقریر جمعہ کے باطل ہے لیکن چونکہ راقم کو جزء ثانی (یعنی نقل روایت میں سرقہ کرنا) بھی اس کی عادت قدیمہ کا جتنا ضرور ہے اس لئے اس کے چند نظائر بھی اس کے اسی رسالہ سے لکھتا ہوں۔ و بعد فبعد اول نظیر تو یہ ہے کہ بشر بن رافع کی مدح میں فقیہ کا لفظ جو تقریب میں تھا اس کو اڑا کر فقط اتنا نقل کر دیا کہ

قال فی التقرب بشر بن رافع ضعيف الحديث -

اور یہ فقیہ کا لفظ اس لئے اڑا یا کہ راوی حدیث کا زیادہ مجروح رہے۔

اور دوسری نظیر یہ ہے کہ ابو ہلال کو تقریب میں طبقہ سادسہ سے لکھا تھا، اس کو اڑا کر فقط اتنا نقل کر دیا

قال فی التقرب محمد بن سلیم ابو ہلال البصری صدوق  
فیہ لین -

طبقہ کا ذکر اس لئے اڑا دیا کہ اس طبقے میں جرح کے سبب سے کوئی متروک الحدیث نہیں ہے چنانچہ تقریب میں ہے:

و لم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ من اجلہ -

اور بقیہ نظائر میں سرقہ و تحریف اسی غرض سے اس ظالم نے کی ہے کہ راوی زیادہ مجروح معلوم ہو نعوذ باللہ من هذه الخيانة فی الدین اور تیسری نظیر یہ کہ ابو اسحاق سبعی عمرو بن عبد اللہ کی نسبت تقریب میں ثقہ عابد لکھا تھا، اس کو اڑا کر یونس بن ابی اسحاق کا ترجمہ نقل کر دیا اور یہ کہہ دیا:

قال فی التقرب یونس بن ابی اسحاق السبعی الکوفی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صدوق یہم قلیلاً ابو اسحاق السبیبی اختلط بآ خرہ  
 اور چوٹی نظیر یہ کہ العلاء بن اسدی کے ترجمہ میں سے صدوق کا لفظ اڑا دیا  
 اور پانچویں نظیر یہ کہ ابن کثیر کے ترجمہ میں سے صدوق کا لفظ اڑا دیا۔  
 چھٹی نظیر یہ کہ عبدالرحمن بن ابی لیلی کے ترجمہ میں یہ لکھا تھا  
 عبد الرحمن بن ابی لیلی الا نصاری المدنی ثم الکوفی ثقہ  
 من الثانية اختلف فی سما عہ من عمر۔

اس ظالم نے اوس کو تحریف کر کے محمد بن عبدالرحمن کا ترجمہ نقل کر دیا اور  
 تقریب کا حوالہ دے دیا اور محمد بن عبدالرحمن کے ترجمہ میں سے بھی لفظ صدوق اڑا دیا  
 ۔ اگرچہ اسی طرح اور بھی ایمان فروشیاں اس ستم گرنے نقل تراجم رواۃ اور طرح کی اور  
 باتوں میں بھی کی ہیں مگر اس مختصر میں اسی قدر پر بس کی جو لوگ علماء کے اقوال کو اپنے  
 دین کی اصلاح کے لئے سنتے اور مانتے ہیں وہ تو اسی قدر مذکور پر یقیناً آئندہ کو متنبہ ہو  
 کر ایسے ہذیان مقال سارق الروایۃ محرف کلام کا قول کا ہے کو مانیں گے، اور جو  
 اتخذوا ا حبار ہم و رہبا نهم ار با با من دون اللہ .. الا یہ، میں سے ہیں  
 اگرچہ ان کا بھی ایسے مفسری صریح سے برا بیچتے ہونا محتمل ہے

والا فعلی الشر ط المذکور سا بقاً فبعد هذا اخرنا ما اردنا  
 ایتا نہ فی هذا المختصر و من یشاء المزید علی هذا فلینتظر  
 و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین  
 فقط۔ راقم السطور۔ محمد وحید عفی عنہ

### تنبیہ :

ناظرین اعلان ہذا کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ پکار کے آئین کہنا اکثر  
 صحابہ و تابعین اور جمہور فقہاء و محدثین کا مذہب ہے جیسا کہ یہ امر کتاب جامع ترمذی و  
 نووی شرح صحیح مسلم و محلّی شرح موطا سے ثابت ہے امام ابو عیسیٰ ترمذی کتاب جامع  
 ترمذی میں آئین پکار کے کہنے کی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ  
 اکثر صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب کا امام شافعی و امام احمد و

## امام اسحاق کا - انتہی

اور امام نووی شرح صحیح مسلم میں بعد لکھنے بحث آئین کے لکھتے ہیں کہ کوفیوں اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک سے یہ ہے کہ امام آئین پکار کے نہ کہے، اور کہا کہ اکثروں نے کہ پکار کے کہے۔

اور مولانا سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں حدیث آئین بالجہر کی شرح میں لکھا ہے کہ استدلال پکڑا جمہور نے حدیث باب سے یعنی اوس حدیث سے کہ موطا میں آئین بالجہر کے باب میں نقل ہوئی ہے اور صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ محدثین مثل امام بخاری و امام مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور امام داؤد و علی الاصفہانی و ابن حبان و ابو بکر بن خزیمہ و دارمی اور امام محمد بن جریر طبری و ابن ابی شیبہ و خطابی و بیہقی و امام ابو محمد ابن حزم و دارقطنی و غیرہم کا بھی آئین بالجہر مذہب ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ روایت کی بیہقی نے عطا سے کہا عطاء نے کہ میں نے دو صحابہ کو اس مسجد میں یعنی مسجد نبوی ﷺ میں آئین پکار کر کہتے ہوئے پایا اور نام اون اکثر صحابہ میں سے جو آئین پکار کر کہتے تھے یہ ہیں: علی، بلال، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مغفل، انس بن مالک، وائل بن حجر، ابو زہیر نمیری، ابو موسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، معاذ بن جبل، سلمان فارسی، سمرہ بن جندب، عبد اللہ بن عمر، عائشہ، وام الحصین، اور نام ان اکثر تابعین سے جو آئین پکار کے کہتے تھے بعض کے یہ ہیں، بنظر اختصار انہیں تھوڑے اسماء پر کفایت کی گئی: ابو میسرہ، زہری، عکرمہ، عطاء۔ اسی طرح ہے رسالہ علق ثمین میں۔ خلاصہ میں عطا تابعی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ یعنی عطاء نامی فقہاء سے ہیں۔ کہا سعد نے کہ تھے عطا ثقہ عالم، زیادہ روایت کرنے والے حدیث کے، منتہی ہوائفتویٰ دینا ان پر مکہ میں۔ کہا امام ابو حنیفہ نے کہ نہیں ملاقات کی میں نے کسی سے کہ وہ افضل ہو عطا سے۔ تو جب کہ ایسے ایسے صحابہ کبار و تابعین ابرار و مجتہدین نامدار و محدثین ذوالاقتدار کا پکار کے آئین کہنا مذہب ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ بنا اس مذہب کی خلاف ادلہ قرآنی احادیث ضعیفہ پر ہو۔ ہاں یہ تو البتہ قرین قیاس ہے کہ مذہب بعض جو مخالف جمہور کے ہو وہ ضعیف و مرجوح ٹھہرے جیسا کہ مذہب آئین بالانخفاء کا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ مذہب آئین

بالجہر کی ترجیح کے دلائل اور مخالف کے شبہات کے جوابات جب کہ رسالہ محمد شاہ صاحب کا مروج ہو کر مقبول بعض ناواقفوں کا ہو جائے گا لکھیں گے اور خوب ثابت کر دیں گے کہ مسلک آئین بالا خفاء بالکل ضعیف ہے اور بنا اس مذہب کی کسی ایک دو احادیث ضعیفہ اور کئی آثار منقطعہ مجروحہ پر ہے، نہ دلیل صحیح پر۔

اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ جمہور علماء صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس طرف ہیں کہ آئین با آواز کہنی سنت ہے اور آج تک اہل اسلام میں یہ عمل اسی طرح جاری ہے اور ملک عرب کے تمام بلاد میں کہ جہاں سے بنیاد دین اسلام کی ہے یہ فعل باعقدا دست پایا جاتا ہے اور ہندوستان میں بھی کبھی کسی مسلمان کو اس فعل کے ناجائز اور خلاف قرآن ہونے کا خیال نہ تھا اور نہ ہے مگر انہی حضرت کی بعض تحریرات کے ذریعہ سے بعض لوگوں میں یہ چرچا ہوا یہاں تک کہ بعض عوام کے دلوں میں نہایت ہی شورش پیدا ہوئی جس کے اثر کا ظہور میرٹھ کے بعض لوگوں کا حال ہے جس کی اصلاح بعد عرصہ کے ہوئی اور دہلی میں بھی لوگوں کو یاد ہوگا جو سال گذشتہ میں حضرت کے سبب سے شور و غل ہو چکا ہے لیکن حاکم کے انصاف اور تدبیر اور نیک اور خیر اندیشوں کی اصلاح سے وہ شورش بالکل دب گئی تھی اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا ہوا تھا اور موافق دستور قدیم جو لوگ با آواز آئین کہتے تھے وہ اپنے طریقے پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ آہستہ آہستہ کہتے تھے وہ اپنے طور پر، کسی طرح کا باہم تعرض نہیں ہے۔ یہ صورت اصلاح دیکھ کر ان حضرت کو یوں خیال آیا کہ افسوس یہ میری چھپلی محنت مفت رائیگاں گئی اور وہ تدبیر جو پہلے کی تھی اور بعض عمائد بھی اس دھوکہ میں بسبب کم مانگی علم کے میرے ساتھ ہو گئے تھے اس کا راز فاش ہو گیا اور اس مسئلہ کی تحقیق کے سبب اکثر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ حق کس کی جانب ہے اور پہلے سے بھی زیادہ اصلاح کی صورت ہو گئی، اس واسطے ان حضرت نے اب یہ تدبیر کی کہ پہلے اس مضمون کا ایک رسالہ چھپوا کر عوام میں اسی خیال کو پھیلاؤں پھر بعض خاص لوگوں کی امداد سے وہی شورش پیدا کرا دوں، اور یہ خوب جان لیا کہ عوام لوگ میرے سرقہء روایات اور کہنہ کی بات کو کب پہنچیں گے لیکن افسوس ان حضرت کو یہ خیال نہ آیا کہ جو کوئی لوگوں کے امن میں خلل ڈالنے کا خیال رکھتا ہے اس کی تدبیروں کے پلٹ دینے

کا خدا خود ذمہ دار ہے۔ اب ہم ان حضرت کی دین داری ظاہر کرنے کے واسطے ایک اور بات لکھتے ہیں اگر لوگ اس پر غور کریں گے تو پھر کبھی اس شورش میں نہ پڑیں گے، وہ بات یہ ہے رسالہ بلاغ المبین فی اخفاء التامین کے اس قاعدہ کلیہ کو جو حدیث شریف کی بے اعتباری کے باب میں لکھا ہے پادری فائڈر کی ان پانچ دلیلوں سے جو کتاب میزان الحق میں در باب بے اعتباری احادیث کے ہیں ملا لیں اور نیز پادری عماد الدین کی ان چھ دلیلوں سے جو اس نے کتاب ہدایت المسلمین میں لکھی ہیں اگر باہم یہ قاعدہ کلیہ اور وہ دلائل ستہ و خمسہ سے ملتے جلتے پائیں تو ان حضرت کی دین داری کو غور فرمائیں۔ سوائے اس کے کچھ فرق نہیں ہے کہ ان حضرت نے قرآن مجید کی آڑ میں احادیث کو بے اصل ٹھہرایا ہے اور ان پادریوں نے بغیر اس آڑ کی حدیث شریف کو نعوذ باللہ بے اعتباری ظاہر کی ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ ان حضرت نے یہ رسالہ بعض علماء کے پاس بھی واسطے مثبت مواہیر بھیجا ہے لہذا ان علماء کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ تا وقتیکہ خوب تحقیق نہ کر لیں ان کے رسالہ کا اعتبار نہ کریں۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

حررہ احقر العبید عبد المجید عفی عنہ بتاريخ ۱۵ صفر ۱۲۹۴ھ

مطبع فاروقی دہلی میں چھپا



و الحمد لله اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً و الصلوة و السلام علی  
سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

فقیر بارگاہ صدی۔ محمد بہاء الدین

## کتابیات

القرآن الکریم۔ تنزیل من رب الرحیم  
 ترتیب القاموس المحیط۔ دار العالم الکتاب۔ ریاض  
 انوار التنزیل و اسرار التاویل، عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی، دار احیاء التراث العربی بیروت  
 تفسیر کبیر۔ امام فخر الدین رازیؒ  
 تفسیر معالم التنزیل۔ امام ابی محمد حسین بن مسعود البغویؒ۔ دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ  
 تراجم علماء حدیث ہند۔ ابویحییٰ امام خانؒ۔ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ  
 موطا۔ امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصحٰبؒ  
 مسند، امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانیؒ  
 صحیح بخاری۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ  
 صحیح مسلم۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ  
 سنن ابوداؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ  
 جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذیؒ  
 سنن ابن نسائی۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ  
 سنن ابن ماجہ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ  
 مشکوٰۃ المصابیح۔ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی۔ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیبؒ  
 دلائل الخیرات۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی۔ مکتبہ نوریہ بصیر پور، ۲۰۰۳ء  
 حجۃ اللہ البالغہ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ حواشی محمد سالم ہاشم۔ ۲۰۰۱ء  
 عقد الجید مترجم اردو از ساجد الرحمن کاندھلوی۔ قرآن محل کراچی (اغلباً ۱۳۷۹ھ)  
 معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم۔ دار المطرقہ۔ بیروت لبنان  
 المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی۔ مکتبہ بریل لیڈن  
 تنویر العینین شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی

نزہۃ الخواطر - عربی، سید عبدالرحمن لکھنوی

اعتصام السنہ فی قامع البدعۃ - محمد عبد اللہ مئوی - مطبع لوز کان پور

۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۵ء

اللباب فی صلوة الاحباب - محمد عبد اللہ مئوی مطبع لوز کان پور ۱۲۹۳ھ -

۱۸۷۵ء

ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین محمد عبد اللہ

مئوی مطبع لوز کان پور ۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۵ء

کسوئی: ما انا علیہ و اصحابی - حافظ ایضاح الحق مطبع لوز کان پور -

۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۵ء

منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری - محمد حسین بٹالوی مطبع منشی گو بند سہا

۱۸۶۹ء

تبیان لرد البرہان - محمد حسین بٹالوی مطبع منشی گو بند سہا ۱۸۶۹ء

۱۸۶۹ء

ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۴ - اگست ۱۸۷۷ء

مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۵ - اگست ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸ - ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵ - ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۷، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲ - ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۸، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۹ - ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۹، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷ - اکتوبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۱۰، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۱۱، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۰ - نومبر ۱۸۷۷ء



- ضمیمہ نمبر ۱۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء
- ضمیمہ نمبر ۱۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر یکم دسمبر ۱۸۷۷ء
- ضمیمہ نمبر ۱۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ضمیمہ نمبر ۱۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ضمیمہ نمبر ۱۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۸۷۷ء
- ضمیمہ نمبر اول سفیر ہندوستان امرتسر یکم جنوری ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر دوئم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۵ جنوری ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر سوئم و چہارم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر پنجم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر ششم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶ فروری ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر ہفتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر ہشتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲ مارچ ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر نہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۹ مارچ ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر دہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶ مارچ ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر یازدہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۳ مارچ ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر دوازدہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۶ اپریل ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر سیزدہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر چہار دہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۸ جون ۱۸۷۸ء
- ضمیمہ نمبر پانزدہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء
- تتمہ دوم: اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۷ء
- تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء
- تتمہ نمبر اول اخبار سفیر ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم اعلان عام
- ضمیمہ نمبر پانزدہم اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء

اعلان دفع ہدیان

ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۳

ادله کاملہ، محمود حسن دیوبندی، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ۱۹۳۹ء

اظہار الادلہ۔ شاہ محمد کریم مطبع نظامی کان پور ۱۲۹۶ھ

درج ذیل کتب سے حوالہ جات بواسطہ ویب سائٹ الدرر السنیة دیئے گئے ہیں۔

﴿محمد بن اسما عیل البخاری ، الضعفاء الکبیر ، محمد بن عمر

العقیلی ، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۴ھ ،

﴿محمد بن اسما عیل بخاری۔ التاریخ الکبیر ، دار الباز مکہ مکرمہ ،

سنن ترمذی دار الکتب العلمیة ،

﴿سنن الکبریٰ، احمد بن الحسین البیہقی، دار المعرفة ۱۴۱۳ھ

﴿سنن الدار قطنی ، علی بن عمر الدار قطنی دار المعرفة ، ۱۴۲۲ھ

﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، فتح الباری بشرح صحیح

البخاری ، مکتبہ السلفیہ ۱۴۰۷ھ ،

﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ التلخیص الحبیر

﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، الدراية فی تخریج احادیث

الهدایة ، مکتبہ الفیصلیہ ۱۴۱۳ھ ،

﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ بلوغ المرام من ادلة الاحکام

، دار الفیحاء، ۱۴۱۷ء

﴿علامہ عینی۔ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری۔ طبع

۱۴۲۱ھ بیروت۔

﴿النووی شرح صحیح مسلم

﴿محمد بن علی ابن المقلن، البدر المنیر فی تخریج الاحادیث و

الآثار الواقعة فی الشرح الکبیر، دار الهجرة السعودیة ۱۴۲۵ھ ،

﴿محمد بن علی ابن المقلن، ابن ملقن۔ تحفة المحتاج الی ادلة

المنهاج۔ طبع مکہ ۱۴۰۶ھ۔

﴿احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ ، حقیقة الاسلام و الايمان۔ طبع

۱۴۰۹ھ

﴿احمد بن عبد الحليم ابن تيميه ، مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيميه ، طبع اولى ۱۳۹۸ھ﴾

﴿احمد بن عبد الحليم ابن تيميه ، اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة اصحاب الجحيم ، مكتبة الرشد الرياض ، ۱۴۲۱ھ ،  
﴿على بن ابى بكر الهيثمى ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، مؤسسة المعارف ۱۴۰۶ھ ،﴾

﴿ابن ابى حاتم - الجرح و التعديل - بيروت ۱۲۷۱ھ  
﴿محمد ابن حبان البستى ، تعليقات الدار قطنى على المجروحين -  
الفاروق الحديثية القايره ۱۴۱۴ھ ،﴾

﴿محمد ابن حبان البستى ، المجروحين من المحدثين ، دار الصمىعى ۱۴۲۰ھ -﴾

﴿عبد الله بن احمد بن عدى ، الكامل فى ضعفاء الرجال - دار الكتب العلميه ۱۴۱۸ھ﴾

﴿على بن احمد بن حزم ، المحلى بالآثار ، دار الجيل -﴾

﴿الوهوم و الايهام لابن قطان﴾

﴿تهذيب الكمال للمزى -﴾

﴿محمد بن طاهر المقدسى ابن القيسرانى ، معرفة التذكرة فى الاحاديث الموضوعه ، بيروت ۱۴۰۶ھ -﴾

﴿محمد بن طاهر المقدسى القيسرانى ، تذكرة الحفاظ ۳۴۵ ، دار الصمىعى الرياض ۱۴۱۵ھ ،﴾

﴿محمد بن احمد بن عثمان الذهبى ، ميزان الاعتدال فى نقد الرجال ، دار المعرفة بيروت﴾

﴿محمد بن احمد بن عثمان الذهبى ، تلخيص العلل المتناهيه ، مكتبة الرشد الرياض ۱۴۱۹ھ﴾

﴿خير الكلام فى القرأة خلف الامام ، مكتبة الايمان المدينة﴾

المنورة ۱۴۰۵ھ

﴿محمد بن عمر العقيلي- الضعفاء الكبير، دار الكتب العلمية بيروت

۱۴۰۴ھ

﴿مقبل بن هادي الوادي ، ا حاديت معلة ظاهرها الصحة .دار

الآثار يمن ، طبع ۱۴۲۱ھ ،

﴿عبد الرحيم بن الحسين العراقي طرح التثريب في شرح التقريب

موسسة التاريخ العربي ، ۱۴۱۳ھ

﴿تهذيب الآثار و تفصيل الثابت عن رسول الله ، محمد بن

جرير طبري ، مسند ابن عباس - مطبعة المدني

﴿الذهبي ، ميزان الاعتدال في نقد الرجال ، دار المعرفة بيروت ،

﴿على بن ابي بكر الهيثمي مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، موسسة

المعارف ۱۴۰۶ھ ،

﴿يوسف بن عبد الله بن عبد البر ، جامع بيان العلم و فضله ، دار

ابن الجوزي ، الدمام ۱۴۱۹ھ ،

﴿شرح السنة ، حسين بن مسعود البغوي ، دار الكتب العلمية ۱۴۱۲ھ

﴿زكي الدين عبد العظيم المنذري ، الترغيب و الترهيب ، دار الفجر

للتراث قاهره ، ۱۴۲۱ھ

﴿عبد الرحمن بن ابي بكر السيوطي ، الجامع الصغير في ا حاديت

البشير النذير - دار الكتب العلمية بيروت

﴿محمد بن علي الشوكاني ، نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار ، دار

الفكر ۱۴۰۳ھ

﴿عون المعبود شرح سنن ابي داؤد ، محمد شمس الحق العظيم

آبادي طبع بيروت ۱۴۲۱ھ

﴿تحفة الاحوذى ، عبد الرحمن المبارك فوري

﴿ارواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل ، محمد ناصر الدين

- الالبانى، المكتب الاسلامى بيروت ۱۳۹۹ھ
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى - صفة صلوة النبى ﷺ، من التكبير الى التسليم كانك تراه، مكتبة المعارف ۱۴۱۷ھ﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، السلسلة الضعيفية والموضوعة و اثرها السيء فى الامة، دار المعارف الرياض طبع اولى﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، اصل صفة الصلاة، طبعه اولى﴾
- ۱۴۲۷ھ
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، ضعيف سنن الترمذى، المكتب الاسلامى بيروت ۱۴۱۱ھ﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، صحيح الجامع الصغير وزيادته، المكتب الاسلامى بيروت ۱۴۰۸ھ﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، صحيح سنن ابى داؤد، مكتب التربية لدول الخليج، ۱۴۰۹ھ﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى - حكم تحريم آلات الطرب، دار الصديق، ۱۴۲۰ھ﴾
- ﴿محمد نا صر الدين الالبانى، احكام الجنائز و بدعها، مكتبه المعارف ۱۴۱۲ھ﴾
- ﴿مجموع فتاوى و مقالات متنوعه، عبد العزيز بن عبد الله بن باز - طبع التاسعه عشرة، دار القاسم الرياض -﴾
- ﴿مجموع فتاوى و رسائل، محمد بن صالح بن عثيمين، دار الثريا - ۱۴۱۹ھ﴾